اللہ اکبر

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

ہر جی کو چکھنی ہے موت

جنت کا منظر

مرتب و ناشر

خواجہ محمد اسلام

گھڈیاں خاص ضلع لاہور

پاکستان

جنت کا منظر

مرتب و ناشر

خواجہ محمد اسلام

اللہ اکبر

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ

ہر جی کو چکھنی ہے موت

جنت کا منظر

مرتب و ناشر

خواجہ محمد اسلام

گھڑیاں خاص ضلع لاہور

پاکستان

جنت کا منظر

مرتّب :- خواجہ محمد اسلام

تعداد صفحات :- ۸۰۰

سائز :- ۲۲ × ۱۸ / ۸

ہدیہ : ۲۵/- روپے

تعمیر پرنٹنگ پریس میں چھپی

منگوانے کا پتہ ۱ : خواجہ محمد اسلام، کھڈیاں خاص ضلع لاہور پاکستان

منگوانے کا پتہ ۲ : ادارہ اشاعت دینیات انار کلی لاہور

نیز یہ کتاب آپ دنیا بھر کے کسی بھی دینی کتب خانے سے طلب کر سکتے ہیں۔

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ

نام کتاب : جنّت کا منظر

مرتّب و ناشر : خواجہ محمّد اسلام

تعداد صفحات : ۸۰۰

ہدیہ : ۲۵/- رُوپے

یہ کتاب دُنیا بھر کے کسی بھی دینی کتب خانے سے طلب کی جاسکتی ہے

پیش لفظ

ذاتی سرگذشتوں کی داستان کسی کی بھی ہو، دلچسپ ہوتی ہے، چہ جائیکہ اُن بزرگوں کی سرگذشت جو فنائیت کے پُتلے، تسلیم و رضا کے بندے اور محبّت و محبوبیت کے مجسمے تھے۔ دلآویزی ایسے لوگوں کے تذکروں میں بھی نہ ہوگی تو اور کہاں ملے گی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے، اللہ تعالیٰ ان کیلئے محبّت پیدا کر دے گا۔

اللہ کے دوست عدل و انصاف، عفو و حلم، جود و سخاوت، مروّت و شرافت، صبر و استقامت، شجاعت و فتوت اور شہامت و علوِ ہمّت کے اوصافِ عالیہ سے آراستہ ہوتے ہیں۔ ان کا بیان دلپذیر اور ان کے اشارے کنایے بے نظیر ہوتے ہیں۔ ہر بیان میں سینکڑوں معانی، ہر اشارہ میں ہزاروں لطیفہ لاریبی اور ہر معنی میں بے انتہا مفہوم اور ہر لطیفہ میں لاتعداد ادراکات، اور ہر مفہوم میں بیشمار حالات اور ہر ادراک میں بہت سے مقامات اور ہر حال میں ناقابلِ بیان ذوق اور ہر مقام میں اتنی خبریں ہوتی ہیں جن کی گنجائش دُنیا میں نہیں۔

○

ربّ العزّت سے محبّت

ایمان سے متصف ہونے والا آدمی روزِ بلا شب، نورِ بلا ظلمت، صفا بلا کدورت، قلب بلا نفس، سرّ بلا قلب، فنا بلا وجود، غیبت بلا حضور بن جاتا ہے، مخلوق سے اور خود اپنی ذات سے غائب ہو جاتا ہے، خدا سے محبت رکھنا ان سب کی بنیاد ہے، دنیا اہلِ دنیا کے لیے غرور ہی غرور اور آخرت اہلِ آخرت کے لیے سرور ہی سرور اور حبِ خداوندی عارفین کے لیے نور ہی نور ہے ــــ جو شخص اللہ سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کو یہ مرتبہ عنایت فرماتا ہے کہ تقدیر اس کو کھینچتی ہے، احسانِ خداوندی اس کی مدد کرتا ہے، اس کا فضل اُسے حرکت دیتا ہے، عزت اُسے بچاتی ہے اور ارادہ اس کا ساتھ دیتا ہے، سابقہ کرم اس کے آگے آتا ہے اور خدا اُسے بلند کرتا ہے

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

محتاج تیری محبّت کا خواجہ محمد اسلام تجھ سے دعا کرتا ہے: اے اللہ! مجھے اور اس کتاب کے پڑھنے اور سننے والوں کو اپنی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما اور اُن لوگوں کی محبّت عطا فرما جنھیں تجھ سے محبت ہے اور ہر اُس چیز سے محبّت کرنا سکھا دے، جو ہمیں تیری دوستی سے قریب تر کر دے اور اپنی محبت کو ہم پر اس قدر غالب کر دے کہ ہمیں اس میں ایسی لذت محسوس ہو کہ پیاسے کو پانی ملنے پر ایسی لذّت نصیب نہ ہوتی ہو۔

آمین ثم آمین

تین قسم کے لوگ دانشمند ہوتے ہیں، اوّل تارک الدّنیا، دوم طالب عقبیٰ اور سوم خدا کے عاشق، ایسے لوگوں کو جو خدا کی ذات میں فنا اور دُنیا کے لوگوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں، فرائض اور مؤکدہ سُنتوں کے سوا تمام عبادات کو باطنی عبادت میں بدل کر انھیں کبھی ترک نہیں کرتے، بلکہ دل سے ان کی حفاظت کرتے ہیں، ہمیشہ مراقبہ میں رہتے ہیں۔ خدا نے ان کی تربیت اور نگہداشت اپنے ذمّہ لے رکھی ہے جیسا کہ فرمایا: "اللہ میرا دوست ہے جس نے مجھ پر کتاب نازل کی اور وُہ نیک آدمیوں کو دوست رکھتا ہے"۔ یعنی خدا ہی اُن کا متولّی ہے۔ اُن کی صلاحیت اور بہتری اسی کے ذمّہ ہے، ان کے لیے وُہی کافی ہے، اس نے ان کے دلوں کو غیب کی باتوں میں لگا دیا، اپنے قریب کے جلوے سے انھیں رونق بخشی۔ اپنے کلام کے لیے ان لوگوں کو بزرگی دی، انھیں اپنی محبت کے لیے مخصُوص کر لیا۔ انھیں اسی کی محبت میں سکُون ملتا ہے، معرفت کے نوُر میں ہر روز زیادتی ہوتی ہے۔ حقیقی محبُوب اور معبُود کے اور زیادہ قریب ہوتے جاتے ہیں، نہ ختم ہونے والی نعمت انھیں میسّر آتی ہے، منقطع نہ ہونے والی بخششوں سے مالامال ہوتے ہیں انھیں بے انتہا خوشیاں حاصل ہوتی ہیں مستعار زندگی کے دن پوُرے کرنے پر خوشی خوشی جاوداں زندگی کی طرف چلے جاتے ہیں اور جاوداں مُلک کی طرف اس طرح لیجائے جاتے ہیں، جس طرح ایک دلہن کو تنگ گھر سے کشادہ اور فراخ بالاخانے پر لے جایا جاتا ہے، ایسے لوگوں کے لیے دُنیا اور آخرت دونوں بہشت ہیں، آخرت میں مزے کی زندگی گزارتے ہیں، خدا کے دیدار سے اُن کی آنکھیں روشن اور ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ پردے اور دَروازے کے بغیر خدا کا دیدار کرتے ہیں، وَہاں انھیں روکنے والا کوئی پاسبان اور دربان نہیں، نہ ہی وَہاں

کسی غیر کا احسان اٹھانا پڑتا ہے، نہ ان پر ظلم ہوتا ہے نہ کوئی ضرر پہنچاتا ہے۔ خدا فرماتا ہے: "پرہیزگار لوگ بہشت میں اپنے بزرگ بادشاہ کے پاس راستی کے مقام میں ہیں" اور فرمایا: "جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں، انھیں اس کا بدلہ نیک ہی ملتا ہے یعنی بہشت ملتی ہے۔ اس میں بہشت کی حوریں اور خدا کا دیدار اضافی چیز ہے جو لوگ دُنیا میں خدا کی عبادت کرتے ہیں، خدا عاقبت میں بہشت سے ان کی مدد کرتا ہے۔ بزرگی، نعمت اور سلامتی عطا کرتا ہے۔ رنج و محنت سے نجات دیتا ہے، ان لوگوں نے دُنیا میں اپنے دلوں کو بُرائیوں سے پاک کر کے، خدا کے سوا کسی کی طرف توجہ نہ کی۔ اس لیے آخرت میں انھیں زیادہ عوض دیا گیا زیادہ عوض اس کا دیدار ہے، جس کے طفیل وُہ ہمیشہ فیض حاصل کرتے رہیں گے، اللہ تعالےٰ اپنے فضل و احسان سے ہر ایک مسلمان کو اپنے دیدار سے مشرف فرمائے ــــــ دُعاگو اور طالبِ دُعا۔ خواجہ محمدؐ اسلام

جب بندہ خدا سے ڈرنے لگتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے جہل کے بدلے علم، بُعد کے بدلے قُرب، خاموشی کی جگہ ذکر، وحشت کی جگہ اُنس اور ظلمت کی جگہ نُور عنایت کر دیتا ہے۔ نجم الدّین نسفی کی تفسیر میں خدا تعالےٰ کے قول وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا کے متعلق دیکھا ہے کہ اس سے وُہ شراب مُراد ہے جس کو خدا نے ذخیرہ کر رکھا ہے، جب وُہ اسے پیتے ہیں تو طرب میں آتے ہیں اور جب طرب میں آتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں اور جب حیرانی میں ہوتے ہیں تو سُبک ہو جاتے ہیں اور جب سُبک ہوتے ہیں تو پرواز کرتے ہیں اور جب پرواز کرتے ہیں، تب طالب ہو جاتے ہیں پھر مُراد پا لیتے ہیں تو انھیں نزُول ہوتا ہے اور جب نزُول ہوتا ہے تو قرب میسّر

آتا ہے اور جب قرب میسّر آتا ہے تو کشف ہونے لگتا ہے اور جب کشف ہونے لگتا ہے تو مشاہدے کی نوبت آتی ہے، اگر کہا جائے کہ آدمی اپنی بی بی بچّوں سے اور خدا اسے کیسے محبّت کر سکتا ہے، حالانکہ دل ایک ہی ہے تو جواب دیا جائے گا کہ بی بی کی محبت نفس میں ہوتی ہے جسے شہوت کہتے ہیں اور بچّوں کی محبّت جگر میں ہوتی ہے، جسے شفقت کہتے ہیں اور خدا کی محبّت دل میں ہوتی ہے —— اللہ تعالےٰ نے اپنے بعض پیغمبروں کی طرف وحی بھیجی کہ مَیں اپنا خلیل اُس شخص کو بنایا کرتا ہوں، جو میرے ذکر میں سُستی اور قصور نہ کرے اور سوائے میرے اور کوئی اُس کو فکر نہ ہو، نہ میرے اُوپر کسی چیز کو میری مخلوقات میں سے اختیار کرے اور اگر اُس کو آگ میں جلا دیں تو آگ کی سوزش سے درد نہ معلوم ہو اور اگر آروں سے چیریں تو اس سے بھی تکلیف محسوس نہ ہو، پس جس شخص کی محبّت اس درجے کو بھی نہ پہنچی ہو، اُس کو محبّت کے بعد کی کرامات اور مکاشفات کیسے معلوم ہوں گی، یہ مکاشفات تو سب بعد محبت کے ہوتے ہیں اور محبت کمال ایمان کے بعد ہوتی ہے اور ایمان کے مقامات اور اس کے کم و بیش ہونے کے اختلاف کا کچھ شمار نہیں اور اسی وجہ سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو اتنا ایمان دیا ہے کہ وہ ان سب لوگوں کے ایمان کے برابر ہے، جو میری امت میں سے مجھ پر ایمان لائے ہیں اور مجھ کو جو ایمان دیا ہے وہ سب اولاد آدم کے ایمان کے برابر ہے جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کے تین سو اخلاق ہیں، جو شخص توحید کے ساتھ ایک خلق لے کر بھی اس سے ملے گا، وہ داخل جنّت ہو گا، حضرت ابُوبکر رضؓ

نے پُوچھا کہ یا حضرتؐ! مُجھ میں بھی کوئی ان اخلاق میں سے ہے، آپؐ نے فرمایا کہ اے ابُوبکرؓ! تجھ میں سب کے سب موجُود ہیں اور ان سب میں محبُوب اللہ تعالےٰ کے نزدیک سخاوت ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ترازُو آسمان سے لٹکائی گئی، اس کے ایک پلے میں مجھ کو رکھا اور ایک پلّے میں میری پُوری اُمّت کو رکھا میرا پلّہ بھاری ہوُا اور ابُوبکر صدّیق (رضی اللہ عنہ) کو ایک پلّے میں رکھّا اور میری اُمّت کو لاکر ایک پلّے میں رکھّا، ابوبکرؓ کا پلّہ جھکا رہا اور باوجود ان سب اُمور کے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خدا تعالیٰ کے ساتھ اس طرح استغراق تھا کہ آپؐ کے دل میں گنجائش خِلّت کی دُوسرے کے ساتھ نہ تھی، اسی واسطے فرمایا کہ اگر مَیں لوگوں میں سے خلیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا، مگر مَیں اللہ تعالےٰ کا خلیل ہُوں ــــــ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کا نام ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیشہ ذکر کرنا محبّت ہے اور کچھ یوں کہتے ہیں کہ محبُوب کو سب پر ترجیح دینا محبت ہے اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ دُنیا میں باقی رہنے کو بُرا جاننا محبّت ہے اور یہ سب اقوال محبّت کے ثمرات کی طرف اشارہ کرتے ہیں، کسی بزرگ کا یہ قول ہے کہ محبّت وُہ بات محبوب کی ہے جو دلوں کو مغلوب رکھے، دل و زبان اس کے ادراک و بیان سے عاجز ہیں اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علاقے والے پر محبّت حرام ہے اور فرمایا کہ محبّت عوض کے مطابق ہوتی ہے توجب عوض جاتا رہتا ہے، محبّت بھی جاتی رہتی ہے اور حضرت ذوالنون رحؒ نے فرمایا کہ جو شخص محبّت خُدا کی ظاہر کرے اس سے کہدو کہ اس بات سے

ڈر کہ غیر اللہ کے لیے ذلیل بنے اور کسی نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پُوچھا کہ ہم سے عارف و محب کی صفت کہیئے، آپؒ نے فرمایا کہ عارف اگر بولے تو ہلاک ہو جاوے اور محب اگر چُپکا رہے تو ہلاک ہو اور آپؒ نے ایک قطعہ کہا ہے، یہ جس کا ترجمہ ہے:

قطعہ

اے خداوند کریم ..... عشق تیرا ہے میرے دل میں مقیم
تُو نے کھوئی میری آنکھ سے نیند مجھ پہ جو گزرے ہے تُو ہی ہے علیم

اور چند اشعار ایک اور شخص نے اسی باب میں کہے جنکا ترجمہ یہ ہے:

قطعہ

ہے عجیب گر کہے کوئی کہ حبیب یاد آیا اُس کو کیا بھول گیا ہوں کہ کہوں یاد آیا
یاد سے تیری مَیں مرتا ہوں پہ جی اُٹھتا ہوں حُسن ظن مجھ کو نہ ہوتا تو مَیں کیسے جیتا
آرزوؤں سے مرا جینا ہے اور شوق سے موت میرے جینے کا مرے تجھ پہ یہ دستور بندھا
بادۂ عشق سے گو مَیں نے پیئے جام پہ جام پر نہ وُہ مے ہی چکی اور نہ مَیں سیر ہوا
خُوب ہو سامنے گر آنکھ کے ہو اس کا خیال پھر جو کوتاہی کرُوں دید میں تو ہوں اندھا

اور حضرت رابعہ عدویہؒ نے ایک روز فرمایا کہ کوئی ہے جو ہم کو ہمارے حبیب کا پتہ دے، اُن کی خادمہ نے کہا، ہمارا حبیب ہمارے ساتھ ہے مگر دنیا نے اس سے علیحدہ کر رکھا ہے اور ابن جلاؒ کہتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مَیں جب کسی بندے کے سر پر مطلع ہوتا ہوں اور اس میں محبت دنیا اور آخرت کی نہیں پاتا، تو اُس کو اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں اور اپنی حفاظت سے اس کا کفیل ہوتا ہوں اور روایت ہے

کہ حضرت سمنون رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز محبت کے باب میں گفتگو کی، اتنے میں ایک پرندہ آپ کے سامنے اُترا اور زمین کو اپنی چونچ سے کریدتا رہا۔ یہاں تک کہ اس میں سے خون نکلا اور مرگیا اور حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے جناب باری میں عرض کی کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ تو نے اپنی محبت سے مجھ پر اکرام کیا ہے اور اپنے ذکر سے مجھ کو مانوس کیا ہے اور اپنی عظمت کی فکر کے لیے مجھے مخصوص کر دیا تو اس کے مقابل جنت میرے نزدیک مچھر کے پر برابر بھی نہیں اور حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص خدائے تعالےٰ سے محبت کرتا ہے، وُہ عیش کرتا ہے اور جو دُنیا کی طرف رغبت کرتا ہے، وُہ خفیف ہوتا ہے اور احمق ہے وُہ جو صُبح اور شام نکمّی چیز میں سعی کرتا ہے اور عاقل آدمی اپنے عیوب کا متلاشی رہتا ہے اور حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا سے کسی نے پُوچھا کہ آپ کو رسُولِ مقبُول صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کیسی محبّت ہے، انھوں نے فرمایا کہ مجھ کو تو محبت آپؐ کے ساتھ بے پناہ ہے، مگر خدائے تعالیٰ سے محبّت نے مجھے مخلوق کی محبت سے روک رکھا ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے کسی نے پُوچھا کہ اعمال میں سے افضل عمل کونسا ہے، آپ نے فرمایا کہ خُدائے تعالیٰ سے راضی ہونا اور اس سے محبّت کرنا اور حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبّ نہ دُنیا کی محبت کرتا ہے، نہ آخرت کی، بلکہ اپنے مولا سے مولا ہی کو چاہتا ہے اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ محبّت لذت میں مدہوشی اور تعظیم میں حیرت کا نام ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ محبّت اس کا نام ہے کہ اپنے آپ سے نشان مٹا وے، یہانتک کہ کوئی چیز ایسی باقی نہ رہے، جس کا مائل محب سے اسی کی طرف راجع ہو اور بعضے

کہتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ محبوب سے دل خوشی اور بشارت کے ساتھ نزدیک ہو اور خواص فرماتے ہیں کہ محبت ارادوں کا مٹانا اور سب صفات و حاجات کا جلا دینا ہے اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے جو محبت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا: محبت یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے کسی اپنے بندے کے دل کی مراد سمجھ لی تو اس کو اپنے مشاہدے کے لیے پھیر دیا اور بعضوں نے کہا ہے کہ محب کا معاملہ چار مقاموں پر ہوتا ہے، اوّل محبت، دوم ہیبت، سوم حیا، چہار تعظیم اور ان چاروں میں سے افضل تعظیم اور محبت ہیں، اس لیے کہ دونوں اہل جنت کے ساتھ جنت میں باقی رہتے ہیں اور ان کے سوا اور چیزیں ان سے علیحدہ ہو جاتی ہیں اور ہرم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مومن جب اپنے رب کو پہچانتا ہے تو اس سے محبت کرتا ہے اور جب اس سے محبت کرتا ہے تو اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور جب توجہ کا مزا پاتا ہے تو دُنیا کی طرف نظرِ خواہش سے نہیں دیکھتا، نہ آخرت کی طرف نظرِ کاہلی سے دیکھتا ہے، وُہ اپنے جسم سے تو دُنیا میں رہتا ہے اور رُوح سے آخرت میں اور عبداللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مَیں نے ایک عابد عورت کو دیکھا کہ رو رو کر کہہ رہی تھی اور آنسو چہرے پر بہا رہی تھی: بخدا کہ مَیں خدائے تعالےٰ کے شوق میں اور اس کی ملاقات کے اشتیاق میں زندگی سے تنگ آ گئی ہوں۔ یہاں تک کہ اگر مَوت بکتی ہوتی تو مَیں اس کو خرید لیتی، راوی کہتے ہیں کہ مَیں نے اس سے پُوچھا کہ تجھ کو اپنے عمل پر اطمینان ہے، اس نے کہا اطمینان تو نہیں مگر مَیں اُس سے محبت رکھتی ہوں اور اس پر مجھ کو حُسنِ ظن ہے تو کیا تم کو یہ خیال ہے کہ باوجود محبت کے وُہ مجھ کو عذاب دے گا۔ — ابو خالد صفار کہتے ہیں:

ایک نبی انبیا سے کسی عابد سے ملے اور فرمایا، کہ اے گروہ عابدان! تم جس بات پر عمل کرتے ہو، ہم اس پر نہیں کرتے، تم تو خوف و رجا پر عمل کرتے ہو اور ہم محبت اور شوق پر اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خدائے تعالے نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد! ذکر میرا ذاکروں کے واسطے ہے اور جنت اطاعت کرنے والوں کے لیے ہے اور دیدار مشتاقوں کے لیے اور میں خود اپنے محبوں کے لیے ہوں اور حضرت آدم علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ جو شخص حبیب سے محبت کرتا ہے، اس کے قول کو سچا جانتا ہے اور جو شخص اپنے حبیب سے مانوس ہوتا ہے، اس کے فعل سے راضی ہوتا ہے اور جو اس کی طرف مشتاق ہوتا ہے تو اپنا راستہ جلد چلتا ہے اور خواص اپنی چھاتی پر ہاتھ مارتے اور کہتے کہ ہائے شوق اسکا جو مجھ کو دیکھتا ہے اور میں اسکو نہیں دیکھتا اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام اتنا روئے کہ اندھے ہو گئے اور اتنا کھڑے رہے کہ کبڑے ہو گئے اور نماز اتنی پڑھی کہ طاقت حرکت کی نہ رہی اور فرمایا کہ قسم ہے، تیرے عزت و جلال کی، اگر مجھ میں اور تیرے درمیان میں کوئی آگ کا سمندر ہوتا تو مجھ کو تیرا اتنا شوق ہے کہ اس میں بھی گھس جاتا اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا طریق پوچھا، تو آپؐ نے فرمایا کہ معرفت میرا راس المال ہے اور عقل میری دین کی اصل ہے اور محبت میری بنا ہے اور شوق میری سواری اور ذکر خدا میرا انیس اور اعتماد میرا خزانہ اور حزن میرا رفیق اور علم میرا ہتھیار اور صبر میری چادر اور رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر اور زہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق

میرا سفارشی اور اطاعت میرا حسب اور جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے، حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پاک ہے وُہ ذات جس نے اَرواح کو لشکر کے لشکر بنا دیئیے، پس عارفین کی رُوحیں تو جلالی اور قدسی ہیں، اسی واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف وُہ لوگ مشتاق ہُوئے۔ اور مومنوں کی رُوحیں رُوحانی ہیں، اسی جہت سے جنّت کے شائق ہُوئے اور غافلوں کی رُوحیں ہوائی ہیں، وُہ یہیں وَجہ دُنیا کے رَاغب ہوئے اور بعض مشائخ سے مَروی ہے کہ انھوں نے ایک شخص گندم گون لاعزتن جبل لگام میں دیکھا کہ ایک پتھر پر سے دُوسرے پر کُودتا تھا اور کہتا تھا ۔

ترے شوق والفت نے مارا ہے جال پھنسا مجھے اور کیا ہے یہ حال

اور کہتے ہیں کہ شوق ایک آتش الہٰی ہے، جس کو خدائے تعالےٰ نے اپنے اولیائے کے دل میں روشن کر دیا ہے، یہاں تک کہ اس کے باعث تمام اُن کے دل کی چیزیں مثل خواطر و ارادت اور عوارض وحاجات کے سبب جل جاتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسُول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مَیں آپؐ سے محبّت رکھتا ہُوں، آپؐ نے فرمایا کہ مفلسی کے لیے تیار ہو رہ - اس نے پھر عرض کیا کہ مَیں اللہ تعالےٰ سے بھی محبّت رکھتا ہُوں، آپؐ نے فرمایا کہ تو بَلا کیلیے بھی تیار ہو جا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہٗ کو آتے ہُوئے دیکھا کہ ایک مینڈھے کی کھال کمر سے لپیٹے چلے آتے ہیں۔ آپؐ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالےٰ نے اس کا دل روشن کر دیا ہے، مَیں نے اس کو

اس کے ماں باپ کے سامنے دیکھا تھا کہ عمدہ کھانا اور اچھا پانی دیا کرتے تھے۔
اور اب اللہ تعالےٰ اور رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت نے اس کا یہ درجہ کیا ہے
جو دیکھتے ہو اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے حضرت
ملک الموت علیہ السّلام سے اس وقت ارشاد فرمایا، جب وُہ آپ کی رُوح کے قبض
کے لیے تشریف لائے کہ بھلا تُم نے کوئی ایسا خلیل دیکھا جو اپنے خلیل کو مارے؟
اللہ تعالےٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ بھلا تم نے کوئی ایسا محبّت والا دیکھا کہ جو
اپنے حبیب کی ملاقات کو بُرا جانے، پس آپ نے مَلک الموت علیہ السّلام
سے فرمایا کہ اے! اب رُوح قبض کر۔ اور یہ بات اسی بندے پر کُھلتی ہے
جو اللہ تعالےٰ سے بے تمام محبّت رکھتا ہے، وُہ جب جانتا ہے کہ موت
سبب ملاقات کا ہے، اُس کا دل موت کی طرف راغب ہوتا ہے اور اللہ
تعالےٰ کے سوا کوئی محبُوب نہیں کہ اس کی طرف التفات کرے اور آنحضرت
صلّی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے: اللھم ارزقنی حبك وحب من احبك وحب
مایقربنی الی حبك واجعل حبك احب الی من الماء البادر
ترجمہ: "الٰہی تو روزی کر مجھ کو اپنی محبّت اور جو کوئی تجھ سے محبّت رکھے،
اس کی محبّت" اور جو عمل مجھ کو تجھ سے قریب کر دے اس کی محبّت، اور
اپنی محبّت کو میرے نزدیک ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبُوب کر۔"
اور ایک اعرابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلّم! قیامت کب ہو گی، آپؐ نے فرمایا کہ کیا تُو نے اس کا سامان کیا ہے
اس نے عرض کیا کہ مَیں نے بہت سی نمازیں اور بہت سے روزے تو
ذخیرہ نہیں کیے، مگر مجھ کو اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم سے

محبت ہے، آپ نے فرمایا کہ المرء مع من احب یعنی آدمی اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جیسا اس بات کو سن کر خوش ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص خالص محبت الٰہی سے مزہ چکھتا ہے، وہ ذائقہ طلب دنیا سے اس کو روک دیتا ہے اور تمام آدمیوں سے اس کو وحشت دلاتا ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص خدائے تعالےٰ کو پہچانتا ہے، اس کو محبوب جانتا ہے اور جو دنیا کو پہچانتا ہے، اس میں زہد کرتا ہے اور ایماندار آدمی لغو میں نہیں پڑتا کہ غافل ہو جاوے، وہ تو جب فکر کرتا ہے اندوہ کرتا ہے اور حضرت ابوسلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جنت اور اس کے درمیان کی نعمت ان کو خدائے تعالےٰ سے نہیں روکتی۔ دنیا کے باعث تو کیسے خدائے تعالےٰ سے باز رہیں گے اور حضرت عیسٰی علیہ علیہ السلام تین شخصوں پر گزرے، جن کے بدن لاغر اور رنگ متغیر تھے، آپ نے پوچھا کہ یہ حال تمہارا کیوں ہوا ہے، انھوں نے عرض کیا کہ آتش دوزخ کے خوف سے ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ خوف والوں کو ضرور مامون رکھے گا۔ پھر وہاں سے بڑھ کر آپ اور تین شخصوں پر گزرے وہ پہلوں سے بھی زیادہ دبلے اور رنگ کے متغیر تھے، آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا حال کس وجہ سے ایسا ہے، انھوں نے عرض کیا کہ جنت کے شوق کے باعث سے آپ نے فرمایا کہ ضرور ہے کہ خدائے تعالےٰ تم کو وہ چیز عنایت فرمائے جس کے تم متوقع ہو، پھر آپ بڑھے اور تین شخص دیکھے جو

پہلے دونوں فرقوں سے بھی زیادہ دُبلے اور رنگ بدلے تھے، نُور کا یہ عالم تھا کہ گویا چہروں پر آئینے جڑے تھے، آپ نے ان سے پُوچھا کہ کس چیز سے تم ایسے ہو رہے ہو، انھوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ عزوجل سے محبّت رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ مقرّب تم ہی ہو اور حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک شخص پر گزرا جو برف میں سوتا تھا میں نے پُوچھا کہ تم کو سردی نہیں معلوم ہوتی، اس نے کہا کہ جو شخص محبّتِ الٰہی میں گرم رہتا ہے اس کو سردی نہیں معلوم ہوتی اور حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز جن کو محبتِ الٰہی غالب نہ ہوگی، ان کو انبیائے علیہم السلام کے اسماءِ گرامی کے حوالے سے پکاریں گے، مثلاً ارشاد ہوگا کہ اے اُمّتِ مُوسیٰؑ اور اے اُمّتِ عیسیٰؑ اور اے اُمّتِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم! مگر محبّین اس طرح پکارے جاویں گے کہ اے اولیاء اللہ! خدائے پاک کے پاس چلو، اُن کے دل خوشی کے مارے نکلے پڑتے ہوں گے، اور ہرم بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایماندار جب اپنے ربّ کو پہچانتا ہے تو اس سے محبّت کرتا ہے۔ اور جب محبّت کرتا ہے تو اسی کی طرف متوجّہ ہوتا ہے اور جب اس توجّہ کا مزا پاتا ہے، تو دنیا کی طرف خواہش کی نظر سے نہیں دیکھتا، نہ آخرت کی طرف کاہلی کی نظر سے دیکھتا ہے اپنے جسم سے تو دُنیا میں رہتا ہے اور رُوح سے آخرت میں۔ اور یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ کا عفو تمام گناہوں کو لے لیتا ہے، پس اس کی رضا کا کیا حال ہوگا اور اس کی رضا میں سب امیدیں مل جاتی ہیں، تو اس کی محبت کیسے ہوگی اور اس کی محبت عقلوں کو مدہوش کر دیتی ہے، تو اس

کی مودّت کا کیا ٹھکانا ہے اور اس کی مودّت غیر اللہ کو بھلا دیتی ہے تو اس کا لطف
کیسا کچھ ہوگا اور بعض کتبِ آسمانی میں ہے کہ اے میرے بندے قسم ہے مجھ کو
تیرے حق کی، مَیں تجھ سے محبت رکھتا ہوں، تجھ کو بھی میرے حق کی قسم ہے کہ
میرا محب ہوجا اور یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رائی کے برابر
محبت میرے نزدیک ۷۰ برس کی عبادت سے اچھی ہے جو بے محبّت ہو۔
اور یہ بھی انھیں کا قول ہے کہ الٰہی مَیں تیرے صحن میں کھڑا ہوں اور تیری ثنا میں
مشغول ہوں، تو نے مجھ کو بچپن ہی سے لے لیا اور عباس اپنی معرفت کا دربر
کیا اور اپنے لطف سے بہرہ دیا۔ احوال و اعمال و پردہ پوشی اور توبہ اور زہد
اور شوق اور رضا اور محبّت میں مجھ کو بدلتا رہا، اپنے حوضوں میں سے مجھ کو پلایا
اور اپنے باغوں میں پھرایا۔ مَیں تیرے اکثر ملازم اور تیرے قول میں مشغوف رہا
اب جب میری مونچھیں نکلیں اور قدرت ہوگئی تو آج بڑا ہو کر میں تجھ سے
کیسے پھر جاؤں؟ مَیں تو لڑکپن ہی سے ان امور کا تجھ سے عادی رہا ہوں، تو
جب تک رہوں گا، انکسار کے ساتھ تیرے ہی سامنے گڑگڑاؤں گا، کیونکہ
مَیں تجھ سے محبّت رکھتا ہوں اور ہر ایک محب ہی سے مشغوف رہتا ہے اور
اس کے غیر سے مصروف رہتا ہے ـــــ اہل اللہ اس تمنا میں ہیں کہ خدا کی بھیجی
ہوئی تکلیفوں سے کبھی خالی نہ رہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اس کی تکلیفوں اور قضاو
قدر پر صبر کرنے میں دنیا و آخرت کی بہتری ہے، وہ کبھی صبر میں کبھی شکر میں کبھی
رنج میں کبھی راحت میں کبھی غنا میں کبھی فقر میں، کبھی تندرستی میں، کبھی مرض میں
اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ردّ و بدل سے موافقت کرتے ہیں ـــــ ابوبکر
کنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار مشائخ میں مسئلہ محبت کا چھڑا اور

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اُس وقت چھوٹے تھے، پہلے تو مشائخ میں گفتگو ہوتی رہی، اس کے بعد ان سے کہا کہ عراقی صاحب اب آپ کو جو معلوم ہو، آپ کہیے، انھوں نے کہا کہ محب وُہ بندہ ہے جو اپنے جی سے گزرجائے، اپنے رب کی یاد میں لگا رہے، اس کے حقوق اَدا کرنے میں مستعد رہے اور اپنے دل کی نگاہ اُسی کی طرف رکھے، اس کی ہویت یعنی ذات کی آگ اور اس کے کاسۂ محبت کے شربت صافی کے اَثر سے اس کا دل سوختہ ہو رہا ہو، اگر کوئی بات کہے تو خدُا کے ساتھ کچھ بولے تو خدا سے، اگر حرکت کرے تو خدا کے حکم پر۔ اگر ٹھیرا رہے تو خدا کے ساتھ پس وُہ خدُا ہی کے ساتھ خدُا ہی کیلئے اور خدُا ہی کی معیت میں رہے، اس پر مشائخ رو پڑے اور کہنے لگے۔ کہ بھلا اس سے زیادہ کوئی کیا کہہ سکتا ہے، اے خدُا شناسوں کے سرتاج ؛ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میرا خاوند مجھ پر سوت لانا چاہتا ہے، انھوں نے کہا کہ اگر چار نہ ہوں تو نکاح کر سکتا ہے، وہ بولی اگر اجنبی عورت کو دیکھنا جائز ہوتا تو مَیں اپنا چہرہ کھول کر آپ کو دکھاتی، تو آپ کو معلوُم ہو جاتا کہ جس کے پاس میری ایسی بیوی ہو، اُس کو دُوسری سے نکاح کرنا زیبا نہیں، اس پر جنید رحمۃ اللہ علیہ کو غش آگیا اور گر پڑے جب ہوش آیا تو اُن سے اس کا سبب پُوچھا گیا، انھوں نے جواب دیا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر دُنیا میں میری طرف نظر کرنا کسی کو رَوا ہوتا، تو مَیں اپنے چہرے سے پَردہ اُٹھا کر اُسے دکھا دیتا تو اسے معلوُم ہو جاتا کہ جس کے لیے میرا ایسا ہو، اس کو ہرگز زیبا نہیں کہ اس کے دل میں میرے غیر کی گنجائش ہو — جو عزت کا طالب ہو، اس سے کہدو کہ عزت، خدُا

اور رسول اور اولیاء صدّیقین کے لیے ہے ۔ دُنیا دَریا ۔ شریعت، کشتی ۔ اور لطفِ خداوندی ملّاح ہے، جو شخص متابعتِ شرع سے جدا ہوتا ہے، وہ غرق ہوتا ہے اور جو شریعت کی کشتی میں سوار ہو کر وہیں رہ جاتا ہے، ملاح اسکو اپنا نائب بنا کر کشتی وغیرہ سب اس کے سپرد کر دیتا ہے اور اس سے تعلّق کر لیتا ہے، اسی طرح جو دُنیا کو چھوڑ کر علم میں مشغول ہوتا اور ایذا پر صبر کرتا ہے شریعت کا محبُوب بن جاتا ہے اور اس حالت میں اسے لطفِ الٰہی و معرفت اور خاص خلقت عطا ہوتے ہیں ۔ ولایت پر ولایت ملتی ہے ـــــ غفلت کا درخت جہالت کے پانی سے ، بیدازی و معرفت کا درخت فکر کے پانی سے توبہ کا درخت ندامت کے پانی سے اور محبّت کا درخت موافقت کے پانی سے بڑھتا ہے ـــــ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہٗ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہٗ سے کہا کہ مجھ سے کوئی آیت توریت کی بیان کرو، انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابرار کا شوق میری ملاقات کے لیے بہت ہے اور مَیں ان کی ملاقات کا زیادہ تر مشتاق ہوں اور کہا کہ توریت میں اسی آیت کے قریب یہ بھی مذکور ہے کہ جو شخص مجھ کو طلب کرے گا وُہ مجھ کو پاوے گا ۔ اور جو میرے سوا کسی اور کو طلب کرے گا، مجھ کو نہ پاوے گا اور حضرت ابُودرداؓ نے فرمایا کہ شہادت دیتا ہُوں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے کہ آپ بھی یہی فرماتے تھے ۔ اور حضرت داوّد علیہ السّلام کے اخبار میں مروی ہے کہ خُدائے تعالےٰ نے اُن کو ارشاد فرمایا کہ اے داوُد! میرے زمین والوں کو سنا دے کہ جو مجھ سے محبّت کرے گا مَیں اس کا حبیب ہوں اور جو میرے پاس بیٹھے گا، مَیں اس کا جلیس ہوں اور جو میرے ذکر سے اُنس

حاصل کرے گا، مَیں اس کا انیس ہوں اور جو میرے ساتھ رہے گا، مَیں اس کے ساتھ ہوں اور جو مجھ کو اختیار کرے گا، مَیں اس کو اختیار کروں گا اور جو میرا کہا مانے گا، مَیں اس کا کہا مانوں گا اور جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اور اس کی محبت دِل سے مجھ کو خوب معلوم ہو جاتی ہے تو مَیں اس کو اپنے واسطے مقبول کرتا ہوں اور اس سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ میری خلق میں سے اس پر کوئی مقدم نہیں ہوتا ہے، جو مجھ کو سچ مچ طلب کرتا ہے، وہ مجھ کو پاتا ہے اور جو غیر کو طلب کرتا ہے وہ مجھ کو نہیں پاتا، تو اے زمین کے باشندو! تم اَب جس حال میں ہو کہ دُنیا کے قریب آرہے ہو اس کو چھوڑ دو اور میری کرامت اور صحبت اور پاس بیٹھنے کی طرف چلو اور میرے ساتھ انس کرو، مَیں تمہارے ساتھ انس کرونگا۔ اور تمہاری محبت کی طرف سُرعت کرونگا، اس لیے کہ مَیں نے اپنے احباب کا خمیر ابراہیم (علیہ السلام) اپنے خلیل اور موسیٰ (علیہ السّلام) اپنے کلیم اور محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنے صفی کے خمیر سے بنایا ہے اور مَیں نے اپنے مشتاقوں کے دِل اپنے نور سے بنائے ہیں اور اپنے جلال سے ان کو پرورش کیا ہے اور بعض اکابر سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بعض صدّیقین پر وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے کچھ خاص بندے ایسے ہیں، جو مجھ سے محبّت رکھتے ہیں اور مَیں اُن سے محبّت رکھتا ہوں اور وہ میرے مشتاق ہیں، اور مَیں اُن کا مشتاق ہوں اور وہ مجھ کو یاد کرتے ہیں، مَیں ان کو یاد کرتا ہوں، وہ میری طرف دیکھتے ہیں، مَیں ان کی طرف دیکھتا ہوں، اگر تو بھی اُن کی راہ چلے گا، تو مَیں تجھ سے محبت کرونگا اور اگر ان کی راہ سے پھرے گا تو تجھ پر غصّے ہوؤں گا، اس بزرگ نے عرض کیا کہ الٰہی اُن بندوں کی پہچان

کیا ہے، حکم ہوا کہ دن کو سائے کو اس طرح تاکتے ہیں جیسے شفیق چرواہا اپنی بکریوں کو تاکتا رہتا ہے اور سورج ڈوبنے کے ایسے مشتاق رہتے ہیں، جیسے پرندہ شام کو اپنے گھونسلے کا مشتاق ہوتا ہے، پس جب رات چھا جاتی ہے اور اندھیرا گھپ ہو جاتا ہے اور بچھونے بچھ جاتے ہیں اور راز واشگاف ہوتے ہیں اور ہر ایک حبیب اپنے حبیب سے ملتا ہے۔ اس وقت وہ میرے لیے اپنے قدم اٹھاتے ہیں اور پیشانی بچھاتے ہیں اور میرے کلام سے مجھ سے سرگوشی کرتے ہیں اور میرے انعام کے باعث میری خوشامد کرتے ہیں، ان میں سے کوئی چیختا ہے، کوئی روتا ہے، کوئی آہ کرتا ہے، کوئی شاکی ہے، کوئی کھڑا ہے، کوئی بیٹھا ہے، کوئی رکوع کرتا ہے اور کوئی سجدہ، جو کچھ وہ لوگ میرے باعث سے برداشت کرتے ہیں اور میری محبت میں شکایت رکھتے ہیں وہ سب بسر و چشم سب سے پیشتر جو میں ان کو دوں گا تو تین باتیں ہیں اوّل یہ کہ اپنے نور سے ان کے دلوں میں ڈال دوں گا کہ وہ میرے حال سے خبر دیں گے، جیسے میں ان کے حال سے خبر دیتا ہوں، دوسرے یہ کہ اگر آسمان اور زمین اور جو چیز ان دونوں میں ہے، ان کے وزن کے مقابل ہو گی تو میں ان کی خاطر ان اشیاء کو کم جانوں گا، تیسرے یہ کہ میں اپنا چہرہ مقدس ان کی طرف کروں گا اور تم کو معلوم ہے کہ جس کی طرف میں متوجہ ہوں، کسی کو معلوم ہوگا کہ میں نے اسے کیا کچھ دیا، اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار میں منقول ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ اے داؤد، جنت کو کب تک یاد کرے گا اور میری طرف شوق کی درخواست مجھ سے نہ کرے گا، عرض کیا، الٰہی تیرے

مشتاق کون ہیں، ارشاد ہوا کہ وہ لوگ میرے مشتاق ہیں جن کو میں نے ہر ایک کدورت سے صاف کر دیا ہے اور خوف سے آگاہ کر دیا ہے، ان کے دلوں میں اپنی طرف سوراخ کر دیا ہے، جس سے وہ میری طرف دیکھتے ہیں میں ان کے دلوں کو اپنے ساتھ آسمان پر رکھتا ہوں، پھر عمدہ فرشتوں کو بلاتا ہوں، جب وہ اکٹھے ہوتے ہیں اور مجھ کو سجدہ کرتے ہیں، میں ان کو ارشاد فرماتا ہوں کہ میں نے تم کو سجدے کے لیے نہیں بلایا ہے، بلکہ اس لیے بلایا ہے کہ اپنے مشتاقوں کے دلوں کو تمھیں دکھاؤں اور ان کے باعث تم پر فخر کروں، ان کے دل میرے آسمان میں فرشتوں کو ایسا نور دیتے ہیں، جیسے آفتاب زمین والوں کو روشنی دیتا ہے۔ اے داؤد! میں نے مشتاقوں کے دل اپنی رضا سے بنائے اور اپنے چہرے کے نور سے ان کی تربیت کی ان کو اپنی ذات کے لیے بات کرنے والا بنایا اور ان کے بدنوں کو زمین میں سے اپنی نظر کی جگہ مقرر کی اور ان کے دلوں میں ایک راہ رکھدی، جس سے میری طرف دیکھتے ہیں اور ہر روز ان کا شوق زیادہ ہو جاتا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی! مجھ کو اپنے عاشقوں کی زیارت کرا دے، حکم ہوا کہ پہاڑ لبنان پر جا، وہاں چودہ آدمی کہ ان میں جوان بوڑھے اور ادھیڑ سب قسم کے لوگ ہیں، ان سے جا کر میرا سلام کہنا اور کہنا کہ تمہارا رب بعد سلام کے تم سے کہتا ہے کہ مجھ سے تم کچھ حاجت کیوں نہیں مانگتے، تم تو میرے دوست اور برگزیدہ اور ولی ہو، میں تمہاری خوشی سے خوش ہوتا ہوں اور تمہاری محبت کی طرف سبقت کرتا ہوں، حضرت داؤد علیہ السلام بموجب ارشاد کے کوہِ لبنان کو گئے، ان لوگوں کو ایک چشمے کے پاس دیکھا

کہ خدائے تعالیٰ کی عظمت میں فکر کر رہے ہیں، جب انھوں نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو دیکھا تو اُٹھے؛ تاکہ اُن سے علیحدہ ہو جائیں، آپ نے فرمایا کہ لوگو! مَیں رسُول خدا ہوں، تمہارے پاس ایک پیغام ربانی پہنچانے آیا ہوں، انھوں نے آپ کی طرف متوجّہ ہو کر کان لگائے اور آنکھیں نیچی کرلیں، حضرت داوٗد علیہ السلام نے فرمایا کہ مَیں یہ پیام لایا ہوں کہ خدائے تعالےٰ بعد سلام تم سے فرماتا ہے کہ مجھ سے کوئی حاجت کیوں نہیں مانگتے مجھ کو کیوں نہیں پکارتے کہ تمہاری آواز سنوں، تم میرے دوست اور اصفیاء اور اولیاء ہو، تمہاری خوشی سے مَیں خوش ہوتا ہوں اور تمہاری محبّت کی طرف سرعت کرتا ہوں اور جیسے مادرِ مشفقہ اپنی اولاد کو دیکھتی ہے، اسی طرح ہر گھڑی تم کو دیکھتا ہوں، یہ سُن کر ان سب کے آنسو چہرے پر بہنے لگے اور ہر ایک نے جُدا جُدا دُعا مانگی، ان میں سے بوڑھے نے کہا کہ الٰہی! تو پاک ہے، ہم تیرے بندے اور بندوں کی اولاد ہیں، جس قدر ہماری عمر گزشتہ میں تیری یاد نہ ہوئی ہو وہ ہم کو معاف فرما۔ دُوسرے نے کہا، الٰہی! تُو پاک ہے، ہم تیرے بندے اور تیرے غُلاموں کی اولاد ہیں، جو معاملہ ہم میں اور تجھ میں ہے، اس میں یہ احسان کر کہ حُسنِ نظر فرما۔ تیسرے نے کہا کہ الٰہی! تُو پاک ہے کہ ہم تیرے بندے کے بیٹے ہیں، کیا ہم تجھ سے دُعا پر جُرأت کریں تجھ کو تو معلوم ہے کہ ہم کو کسی اپنے کام کی حاجت نہیں، اتنا احسان کر کہ اپنی طرف کے راستے پر جمار ہنا ہمارے لیے ہمیشہ کے واسطے کر دے اور اس بات سے ہم پر بار منت رکھ، چوتھے نے کہا کہ الٰہی! ہم سے تیری رضا کی طلب میں قصور ہوا تُو اپنے جود سے اس پر ہماری اعانت کر۔ پانچویں

نے کہا، خدایا توُ نے ہم کو نطفے سے پیدا کیا اور اپنی عظمت میں فکر کرنے کا احسان کیا تو جو شخص کہ تیری عظمت میں مشغُول اور تیرے جلال میں متفکّر ہو، بھلا وُہ کام کی جرُأت کر سکتا ہے، ہمارا مقصُود تو یہی ہے کہ اپنے نوُر سے ہم کو قریب کر، چھٹے نے کہا کہ الٰہی چُونکہ تو عظیم الشان ہے اور اَپنے اولیاء سے قریب رہتا ہے اور اَپنے اہلِ محبّت سے بہت احسان کرتا ہے، اس لیے ہماری زبان یارا نہیں دیتی کہ تجھُ سے کچُھ دُعا کریں، ساتویں نے کہا کہ خُدایا جو توُ نے ہمارے دلوں کو اپنے ذکر کی ہدایت کی اور اَپنی طرف مشغُول ہونے کا دھیان عنایت فرمایا تو اس نعمت کے شکر میں جو ہم سے تقصیر ہوُئی ہو، اس کو معاف کر، آٹھویں نے کہا کہ خُدایا، ہماری حاجت تو تجھ کو معلوُم ہی ہے، وُہ صرف تیری طرف دیکھنا ہے، نویں نے کہا کہ الٰہی بندہ اپنے آقا پر کچُھ جرُأت نہیں کر سکتا، مگر چُونکہ تُو نے ہم کو حکم دُعا کا اَپنے الطاف سے کیا ہے، اس لیے عرض کرتے ہیں کہ ہم کو وُہ نوُر عنایت کر، جس سے آسمان کے طبقات کے اندھیروں میں راہ مِلے، دسویں نے کہا کہ تجھُ سے تجھی کو چاہتے ہیں کہ ہماری طرف متوجّہ ہو اور ہمیشہ ہمارے پاس رہ، گیارھویں نے کہا کہ الٰہی جو نعمت کہ توُ نے ہم کو عنایت کی ہے، اُس کے پوُرا کرنے کی تجھُ سے درخواست ہے، بارھویں نے کہا کہ الٰہی! تیری مخلوق میں سے تو ہم کو کسی چیز کی حاجت نہیں، پس اپنے جمال کی نظر کرنے سے ہم پر احسان کر۔ تیرھویں نے کہا کہ میری تو یہ درخواست ہے کہ خداوند تعالیٰ دُنیا و ما فیہا کی طرف سے میری آنکھ اندھی کر اور آخرت میں مشغُول ہونے سے میرے دل کو اندھا کر۔ چودھویں نے کہا کہ الٰہی! یہ تو میں جانتا ہوُں کہ توُ اپنے اولیاء

کو چاہتا ہے، تو ہم پر اتنا احسان کر، اپنے سوا جتنی چیزیں ہیں، ان سے ہمارے دل کو صرف اپنے ساتھ مشغول کرلے، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ان سے کہدو کہ میں نے تمہاری گفتگو سنی اور جو کچھ تم کو محبوب ہے، وہ میں نے قبول کیا، تم ایک ایک آدمی ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ اور اپنے واسطے زمین میں تہ خانہ بنالو کہ میں تم میں اور اپنے درمیان سے حجاب اٹھایا چاہتا ہوں، تاکہ تم میرے نور اور جلال کو دیکھو، حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی یہ لوگ اس درجے کو کیسے پہنچے، حکم ہوا کہ میرے ساتھ گمان اچھا رکھتے ہیں اور دنیا اور اس کے باشندوں سے رکے ہوئے ہیں، میرے ساتھ تنہا رہے ہیں اور مجھ کو پکارا کئے ہیں اور یہ وہ رتبہ ہے کہ اس کو بجز تارکِ دنیا و مافیہا کے، جو اس میں سے کسی چیز کی یاد میں مشغول نہ ہو اور دل اپنا میرے لیے خالی کرے اور تمام میری مخلوق پر مجھ کو ہی اختیار کرے اور کسی کو حاصل نہیں ہوتا، جب ایسا ہوتا ہے تو اس پر میں الطاف کرتا ہوں اور اس کے نفس کو فارغ البال کرکے اس کے اور اپنے درمیان سے پردہ اٹھا دیتا ہوں تاکہ مجھ کو ایسے دیکھے جیسے کوئی آنکھ سے کچھ دیکھا کرتا ہے اور اس کو اپنی کرامت دکھلاتا ہوں اور اپنے چہرۂ مقدس کے نور سے ہر وقت قریب کرتا جاتا ہوں، اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کا علاج ایسا کرتا ہوں، جیسے مادرِ مشفقہ اپنے بچے کا علاج کرتی ہے اور اگر اس کو پیاس لگتی ہے تو اپنے ذکر کی چاٹ سے سیراب کرتا ہوں، پھر اس کے بعد میں اس کو دنیا و مافیہا سے اندھا کر دیتا ہوں، دنیا کو اس کی نظر میں محبوب نہیں کرتا، کسی وقت میرے ساتھ مشغول

ہونے سے دم نہیں لیتا، اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ میرے پاس آنے کے لیے مجھ سے جلدی کرتا ہے اور میں اس کے مارنے کو بُرا سمجھتا ہوں اس لیے کہ خلق میں سے میری نگاہ اسی پر ہوتی ہے، وُہ میرے غیر کو نہیں دیکھتا، نہ میں اس کے غیر کو دیکھوں، اے داؤد! جب میں اس کو دیکھتا ہوں کہ اس کا نفس گُھل گیا اور جسم لاغر ہو گیا اور اعضا ٹوٹ گئے اور جب میرے ذکر کو سُنتا ہے تو اس کا دل ٹھکانے نہیں رہتا، تب اس کے باعث میں اپنے فرشتوں اور باشندگان آسمان پر فخر کرتا ہوں تو اُس کو خوف زیادہ ہو جاتا ہے اور عبادت بہت کرنے لگتا ہے، اپنی عزّت اور جلال کی قسم ہے کہ اس کو دنیا میں جنّت کا منظر دکھاؤں گا اور آخرت میں جنت الفردوس میں جگہ دُونگا اور اُس کے دل کو اپنی طرف دیکھنے سے اتنی تسلّی دُوں گا کہ وُہ راضی ہو جاوے، بلکہ راضی ہونے سے بھی زیادہ اس کو اطمینان ہووے اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السّلام کے اخبار میں ہے کہ اے داؤد! جو بندے میری محبّت کی طرف متوجہ ہوں، ان سے کہدے کہ اگر میں خلقت سے پوشیدہ رہوں اور تم میں اپنے درمیان میں پردے کو دُور کر دُوں تو اس میں تمہارا کیا ضرر ہے، تُم مجھ کو اپنے دلوں کی آنکھ سے دیکھتے رہو گے اور اگر میں دُنیا کو تم سے علیحدہ رکھوں اور دین کو تم پر فراخ کر دُوں تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے اور جب کہ تم میری رضا کے طالب ہو تو خلق کا ناراض ہونا تم کو کچھ ضرر نہ دے گا اور یہ بھی انہی کے اخبار میں ہے کہ اللہ تعالٰے نے اُن پر وحی بھیجی کہ تجھ کو یہ گمان ہے کہ تو مجھ سے محبّت رکھتا ہے، پس اگر یہ بات سچّی ہے تو دنیا کی محبت اپنے دل سے نکال ڈال۔ اس لیے کہ میری محبت اور دُنیا کی محبّت ایک دل میں جمع نہیں ہوتی

اے داؤد! میری محبت اگر کرے تو خاص کر۔ اور باشندگانِ دنیا سے ظاہری مل، بلکہ دین میں میری تقلید کر، لوگوں کی مت کر، جو بات اس میں سے ایسی ہو کہ میری محبت کے موافق تجھ کو معلوم ہو تو اس کو اختیار کر اور جو مشکل ہو اس کو میرے حوالے کر، علاوہ ازیں میں تیری سیاست اور راستی پر رہنے کی طرف سبقت کرتا ہوں اور تیرا ہادی اور قائد ہوں، بدون سوال کے تجھ کو دیتا ہوں اور سختیوں پر مدد کرتا ہوں اور میں نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہے کہ بدون ایسے بندے کے کسی کو ثواب نہ دونگا جس کا مطلب اور ارادہ میرے سامنے عاجزی کا مجھ کو معلوم نہ ہو جاوے اور جو بدون میرے نہ رہ سکے۔ پس اگر تو ایسا ہو جاوے گا تو میں ذلت اور وحشت کو تجھ سے دور کر کے تیرے دل میں غنا بھر دوں گا، اس لیے کہ میں نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہے کہ جو بندہ اپنے نفس پر مطمئن ہو کر اس کے افعال کا نگران ہوتا ہے، تو میں اس کو اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہوں تو اشیاء کو میری طرف نسبت کو تیرے عمل اس کے خلاف نہ ہوں ورنہ تو گنہگار ہو گا اور تجھ سے تیرے ساتھیوں کو نفع نہ ہو گا اور میری معرفت کی کچھ حد تجھ کو نہ ملے گی، کیونکہ اس کی کچھ انتہا نہیں اور جب تو زیادہ مجھ سے مانگے گا تو میں تجھ کو دوں گا اور میری طرف سے زیادتی کی بھی کچھ حد نہیں، پھر بنی اسرائیل کو جتاوے کہ مجھ میں اور کسی مخلوق میں کوئی رشتہ نہیں، اس صورت میں ان کی رغبت اور ارادت ہی میرے نزدیک زیادہ ہونی چاہیئے، ان کو وہ چیز دوں گا کہ نہ ان کی آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی نہ کسی آدمی کے دل پر گزری، مجھ کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ لے اور اپنے دل کی آنکھ سے میری طرف دیکھ اور اپنے سر کی آنکھ سے ان لوگوں کی طرف

مت دیکھ جن کے دل اور آنکھیں مجھ سے محجوب ہیں اور شترِ بے مہار ہوئے ہیں۔ مَیں نے ان سے ثواب منقطع کر دیا ہے۔ مَیں نے اپنی عزّت و جلال کی قسم کھائی ہے کہ اپنا ثواب اس بندے کے لیے نہ کھولوں گا، جو میری طاعت میں تجربے کے لیے یا آلا بالا بتانے کے لیے داخل ہو اور جن لوگوں کو تو سکھلادے۔ ان سے فروتنی کر اور ارادت والوں پر زیادتی مت کر۔ کیونکہ ان کا مرتبہ میرے نزدیک اتنا بڑا ہے کہ اگر اہلِ محبّت کو معلوم ہو جاوے، تو ان کے پاؤں پر گر پڑیں کہ انھیں کے اوپر کو ارادت والے راستے چلیں۔ اے داوٗد! اگر تو ایک مرید کو نشۂ غفلت سے نکال کر صاف کر دے گا، تو مَیں تجھ کو اپنے یہاں بڑا دانا اور ہوشیار لکھوں گا۔ اور جس کو مَیں اپنے یہاں ایسا لکھتا ہوں، اس پر وحشت اور احتیاجِ خلق نہیں رہتی۔ اے داوٗد! میرے کلام سے تمسک کر اور اپنے نفس کے واسطے ہی سے لے، اس میں سے کچھ مت دے، وَرنہ مَیں تجھ سے اپنی محبّت کو محجوب کر دوں گا، میری رحمت سے میرے بندوں کو ناامید مت کر اور اپنی شہوت کو میرے لیے ترک کر۔ مَیں نے شہوات کو اپنی مخلوق میں سے ضعیفوں کے لیے مباح کیا ہے، قوی لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ شہوات کو حاصل کریں، ان سے تو میری مناجات کی حلاوت کم ہو جاتی ہے اور زبردستوں کی ادنیٰ سزا میرے یہاں یہ مقرّر ہے کہ عین حصولِ شہوت کی جگہ مَیں ان کی عقلوں پر اپنی طرف سے حجاب ڈال دیتا ہوں، کیونکہ مَیں اپنے حبیب کے واسطے دُنیا پسند نہیں کرتا۔ اس کو اس سے صاف رکھتا ہوں۔ اے داوٗد! اپنے اور میرے درمیان کسی ایسے عالم کو ذریعہ مت کر، جو تجھ کو اپنی غفلت کے باعث میری محبّت سے محجوب

کروے۔ اس قسم کے لوگ میرے ارادت مند بندوں کے راہزن ہیں۔ ترک شہوات کے لیے روزے کی مداومت سے استعانت کرلے اور خبردار افطار کا تجربہ مت کرنا، اس لیے کہ میں روزے کو مداومت کے ساتھ ہی اچھا جانتا ہوں۔ اے داؤد! اپنے نفس کی دشمنی کر کے میرا ہی حبیب بن اور نفس کو شہوات سے باز رکھ کہ میں تیری طرف دیکھوں اور تجھ کو اپنے اور میرے درمیان کے حجاب دور نظر آویں، چونکہ مجھ کو اپنے ثواب کا احسان تجھ پر کرنا ہے تو تیری مدارات اس لیے کرتا ہوں کہ میرے ثواب پر قادر ہو جاوے اور جب تک تو میری اطاعت پر متمسک رہے گا، میں ثواب تجھ سے نہ روکوں گا اور خدائے تعالےٰ نے یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد جو لوگ تجھ سے رُوگرداں ہیں۔ اگر اُن کو معلوم ہو کہ میں ان کا کیسا منتظر ہوں اور ان سے نرمی کرتا ہوں اور ان کے گناہوں کے ترک کے لیے کیسا مشتاق ہوں تو وہ لوگ میری طرف شوق کے مارے مرجاویں اور ان کے جوڑ ایک دوسرے سے میری محبت کے باعث جدا ہو جاویں، اے داؤد۔ یہ تو میرا ارادہ ان لوگوں کے ساتھ ہے، جو مجھ سے رُوگرداں ہیں، تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہیں۔ ان کے باب میں میرا اراہ کیسا ہوگا، اے داؤد! جب بندہ مجھ سے بے پرواہ ہو جاتا ہے تو سب حالتوں سے زیادہ محتاج میری طرف ہوتا ہے اور جب وہ میری طرف سے رُوگرداں ہوتا ہے تو مجھ کو اس پر زیادہ تر رحم آتا ہے اور جب وہ میری طرف رجوع کرتا ہے تو مجھ کو سب سے زیادہ بڑا معلوم ہوتا ہے ؎

اے خدا قربان احسانت شوم　　آنچہ احسان ست قربانت شوم

—— پس یہ اخبار اور اس طرح کی اور نظریں بے شمار ہیں، جو اثبات محبّت اور شوق اور انس پر دلالت کرتی ہیں —— مراتب عالیہ کے حصُول کیلئے چند خصلتوں کی ضرُورت ہے اور وُہ یہ ہیں، کبھی قسم نہ کھائے، کبھی دروغ گوئی سے کام نہ لے۔ وعدہ کر لینے کے بعد اس کو ایفا کرے، کبھی ظالم پر بھی لعنت نہ بھیجے، کسی سے بدلہ نہ لے۔ کسی کے لیے بدُدعا نہ کرے، کسی کے کُفر و نفاق پر شاہد نہ بنے، گناہ سے کنارہ کش ہو کر ظاہری و باطنی کسی طرح بھی قصدِ گناہ نہ کرے۔ کسی کے لیے بارِ خاطر نہ بنے اور دُوسروں کا بار ختم کرنے میں مدد کرے۔ لالچ کو ختم کر کے لوگوں سے نا اُمید رہے، سب کو اپنے سے زیادہ بہتر تصوّر کرتے ہُوئے کسی جاہ و مرتبت کا خواہاں نہ ہو۔ اور اگر کوئی اِن تمام چیزوں پر عمل پیرا ہو جائے تو انشاءاللہ اس کے لیے سُود مند ثابت ہوگا۔ قربِ الٰہی کی منزل میں قلب علم کا رقیب بن جاتا ہے۔ احکامِ الٰہی کی بجا آوری کا نام صبر ہے۔ مصائب پر شاکر رہنے اور ان کو منجانب اللہ تصوّر کرنے کا نام تسلیم ہے، خُدا کے دشمنوں سے انقطاعِ تعلّق کا نام حیا ہے۔ ترکِ دُنیا کا نام حُبّ الٰہی ہے۔ محاسبہ کے ڈر سے گناہ نہ کرنے کا نام خوف ہے، مخلوق سے فرار کا نام انسِ خالق ہے اور جو مخلوق کے بُرا سمجھنے پر بھی اظہارِ مسرّت کرے، اس کو صادق کہا جاتا ہے۔ اے دوست! یا خُدا کا بن جا یا خُودی ترک کر دے۔ بذریعہ ریاضت نفس کو پاکیزہ بنانے سے راہِ راست مِل جاتی ہے اور جو شخص دنیا ہی میں جنّت کا منظر دیکھنے کا طلب گار ہو۔ اس کو صالح اور قانع لوگوں کی صُحبت اختیار کرنی چاہیے عارفین خندق رضا میں اتر کر اور بحرِ صفا میں غوطہ زنی کر کے وفا کے موتی

حاصل کر لیتے ہیں اور پھر حجاب خفا میں واصل الی اللہ ہو جاتے ہیں ــــ حضرت حسن بصریؒ، مالک بن دینارؒ اور شفیق بلخیؒ ایک مرتبہ حضرت رابعہؒ کے مکان پر صدق و صفا کے موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب کو ناقابلِ برداشت تصور کرے وہ اپنے دعوئ صدق میں کاذب ہے۔ یہ سُن کر حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے کہا کہ یہ قول خود پسندی کا آئینہ دار ہے۔ پھر شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب پر شکر ادا نہ کرے وہ اپنے دعوئ صدق میں جھوٹا ہے۔ اس پر حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ صادق ہونے کی تعریف کچھ اس سے اور زیادہ بلند ہونی چاہیئے، پھر مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب میں لذت محسوس نہ کرے اُس کا دعوئ صدق باطل ہے، لیکن حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ اس سے بھی افضل و اعلیٰ کوئی اور تعریف ہونی چاہیئے، یہ کہہ کر پھر آپ نے صدق کی یہ تعریف بیان کی کہ جو مالک کے دیدار پر اپنے زخموں کی اذیت فراموش نہ کر سکے وہ اپنے دعوئ صدق میں جھوٹا ہے ــــ دیدارِ خداوندی میں شدتِ تکلیف کو فراموش کر دینا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جب کہ حُسنِ یوسف کو دیکھ کر مصری عورتوں نے اپنی انگلیاں تراش ڈالیں اور تمنائے دیدار میں تکلیف کا قطعاً احساس نہ ہو سکا ــــ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں لبِ دریا وضو کر رہا تھا کہ سامنے کے محل پہ ایک خوب صورت عورت نظر آئی اور جب میں نے اس سے گفتگو کرنے کے لیے کہا تو اُس نے کہا کہ دُور سے میں تم کو دیوانہ تصور کیئے ہوئے تھی اور جب کچھ قریب

آ گئے تو مَیں نے عالِم سمجھا ــــــــــــــــــــ
اور جب بالکل قریب آ گئے تو اہلِ معرفت تصوّر کیا، لیکن اَب معلوم ہُوا کہ تم ان تینوں میں سے کچھ بھی نہیں ہو اور جب مَیں نے اس کی وجہ پُوچھی تو اُس نے جواب دیا کہ عالم نامحرم پر نظر نہیں ڈالتے اور دیوانے وضو نہیں کرتے اور اہلِ معرفت خُدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے۔ یہ کہہ کر وُہ غائب ہو گئی، اور مَیں نے سمجھ لیا کہ یہ غیب کی جانب سے ایک تنبیہہ ہے ـــــ عہدِ گزشتہ میں معاملہ دین پر موقوف تھا، دُوسرے دَور میں وفا پر، تیسرے دَور میں مرّوت پر۔ اور چوتھے دَور میں حیاؔ پر تھا، لیکن اب تو نہ دین ہے، نہ حیاؔ ہے نہ وفاؔ ہے نہ مروّت ہے۔ بلکہ سب کا معاملہ ہیبت پر موقوف ہے۔ قلب کا حقیقی فعل قربتِ الٰہی اور اُس کی صنعتوں کا مشاہدہ ہے ــــ اتباعِ نفس کرنیوالا قیدی ہے۔ راحتِ نفس کے معاملے میں نعمت و محنت میں تفریق نہ کرنی چاہیے۔ شجرِ یقین کا ثمر اخلاص ہے اور رشک کا ثمرہ ریا ہے۔ افضل ترین شکر یہ ہے کہ بندہ خُود کو اَدائیگی شکر سے عاجز تصوّر کرتا رہے۔ عام بندوں کی لڑائی نفس سے، اور اَبدالین کی جنگ فِکر سے، اور زاہدین کی جنگ شہوات سے، اور تائب کی جنگ لغزشوں سے اور مریدین کی جنگ لذّات سے ہوتی ہے۔ سلامتیٔ ایمان، درستیٔ جسم، اور ثمرۂ دین تین چیزوں پر موقوف ہے۔ اوّل کفایت سے کام لینا، دوم نواہی سے احتراز کرنا اور سوم کم غذا کھانا۔ اس لیے کہ کفایت تو درستیٔ باطن کا باعث ہوتی ہے اور نواہی سے کنارہ کشی نورِ باطن کا سبب بنتی ہے اور قلّتِ غذا نفس کو مشقّت برداشت کرنے کے قابل بنا دیتی ہے، مشاہدہ اصُولِ سماعت فروع پر مبنی ہے اور فروع کی

دوستی موقوف ہے۔ مطابقت اصول پر اور جب تک اس شئے کو معظّم نہ سمجھا جائے۔ جس کی تعظیم اللہ تعالےٰ نے کی ہو۔ اس وقت تک اصول و مشاہدے کا راستہ نہیں مل سکتا۔ انوارِ الٰہی سے زندہ رہنے والوں کو کبھی موت نہیں آتی، عارفین شروع سے ہی خدا کو یاد کرتے ہیں اور عام لوگ صرف تکلیف میں یاد کرتے ہیں، جس وقت حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حق سے حق کا مشاہدہ فرمایا تو حق کے ساتھ حق کے ذریعے زمان و مکان سے بقا حاصل کر لی، کیونکہ آپ کو وُہ حضوری حاصل ہُوئی کہ اوصافِ خداوندی میں گُم ہو کر زمان و مکان سے بے نیاز ہو گئے —— خُدا سے خائف رہنے والے قلب میں خُدا کی محبت اس طرح جاگزیں ہو جاتی ہے کہ اس کو عقلِ کامل عطا کر دی جاتی ہے اور جو مشکلات پر قابُو پانے کی کوشش کرتا رہتا ہے، وُہ شدید مشکلات میں گِھرتا چلا جاتا ہے اور جو بے سُود چیزوں کے حصُول کی سعی کرتا ہے، وُہ اس شئے کو کھو دیتا ہے، جس کو اس سے فائدہ پُہنچ سکتا۔ اگر تمھیں حق بات پر تھوڑا سا رنج بھی ہوتا ہے تو یہ اس چیز کی علامت ہے کہ تمہارے نزدیک حق کا درجہ بہُت کم ہے، جس کا ظاہر، باطن کا آئینہ دار نہ ہو، اس کی صحبت سے کنارہ کش رہو۔ یادِ الٰہی کرنیوالا خدا کے سوا ہر شئے کو خود بخود بھُولتا چلا جاتا ہے —— حضرت حبیبہ عدویہ رضی اللہ عنہا جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو جاتیں تو اپنے کپڑوں کو اپنے اُوپر اچھّی طرح لپیٹ کر چھت پر کھڑی ہو جاتیں اور دُعا میں مشغول ہو جاتیں اور کہتیں یا اللہ ستارے چھٹک گئے اور لوگ سو گئے۔ بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر دیئے اور ہر شخص اپنے محبُوب کے ساتھ تخلیے میں چلا گیا اور میں تیرے سامنے کھڑی ہوں: یہ

کہہ کر نماز شروع کر دیتیں اور ساری رات نماز پڑھتیں، جب صبح صادق ہو جاتی تو کہتیں، یا اللہ رات چلی گئی اور دن کا چاندنا ہو گیا۔ کاش! مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میری یہ رات تُو نے قبول فرما لی، تاکہ میں اپنے کو مبارکباد دُوں یا تُو نے رَد فرما دی تاکہ میں اپنی تعزیّت کروں۔ تیری عزت کی قسم! میں تو ہمیشہ اسی طرح کرتی رہوں گی، تیری عزّت کی قسم! اگر تُو نے مجھے اپنے دروازے سے دھکیل دیا، تب بھی تیرے کرم اور تیری بخشش کا جو حال مجھے معلوم ہے۔ اس کی وجہ سے میں تیرے دَر سے ہٹوں گی نہیں۔ حضرت عجرۃ رحمۃ اللہ علیہا نابینا تھیں، یہ ساری رات جاگتیں اور جب سحر کا وقت ہوتا تو بہت غمگین آواز سے کہتیں: یا اللہ عابدوں کی جماعت نے تیری طرف چل کر رات کے اندھیرے کو قطع کیا، وُہ تیری رحمت اور تیری مغفرت کی طرف ایک دُوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہے، یا اللہ میں صرف تجھ ہی سے سوال کرتی ہوں، تیرے سوا کسی دُوسرے سے میرا سوال نہیں کہ تُو مجھے سابقین کے گروہ میں شامل کر لے اور اعلیٰ علیّین تک پہنچا دے اور مقرب لوگوں کے درجے میں داخل کر دے۔ اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر دے، تُو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے، ہر اُونچے درجہ والے سے بلند ہے، سارے کریموں سے زیادہ کریم ہے۔ اے کریم مجھ پر کرم کر۔ یہ کہہ کر سجدے میں گر جاتیں کہ ان کے رونے کی آواز سُنائی دیتی اور صبح تک روتی رہتیں اور دُعائیں کرتی رہتیں۔ یحییٰ بن بسطام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت شعوانہؒ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور ان کے رونے چلّانے کو سُنتے، میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ کسی وقت تنہائی میں ان کے پاس جا کر سمجھائیں کہ اس رونے میں کچھ کمی کر دیں۔ میرے

ساتھی نے کہا کہ اچھا جیسے تمہاری رائے ہو۔ ہم ان کے پاس تنہائی میں گئے اور ان سے جا کر کہا اگر تم اس رونے کو کچھ کم کر دو اور اپنی جان پر ترس کھاؤ، تو یہ زیادہ بہتر ہے کہ بدن میں کچھ طاقت رہے گی، دیر تک اس سے کام لے سکو گی، وُہ یہ سُن کر رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ میری تو یہ تمنّا ہے کہ میں اتنا روؤں کہ آنکھ میں آنسو نہ رہے۔ پھر خُون کے آنسوؤں سے رونا شروع کر دُوں یہاں تک کہ میرے بدن کا سارا خُون آنکھوں سے نکلے۔ ایک بھی قطرہ خُون کا نہ رہے اور کہنے لگیں کہ مجُھے رونا کہاں آتا ہے۔ مجھے رونا کہاں آتا ہے۔ بار بار اِسی لفظ کو کہتی رہیں کہ مجھے رونا کہاں آتا ہے۔ یہاں تک کہ بیہوش ہو گئیں ——— مصر میں جب قحط پڑا تو کتنے ہی لوگ ایسے تھے کہ جب بھوک تنگ کرتی تو جاتے اور حضرت یُوسف علیہ السّلام کا دیدار کر لیتے اور بھوک مٹ جاتی (یعنی اس کا احساس ہی باقی نہ رہتا تھا) اس سے اندازہ کیجئے کہ جب خلقِ خدا کے جمال میں یہ تاثیر ہو سکتی ہے تو پھر حق تعالےٰ کا دیدار تو حق تعالےٰ کا دیدار ہے، اگر کسی پر اس جمال کا کشف ہو جائے اور وُہ درد و مصیبت سے بے خبر ہو جائے تو اس میں اچنبھے کی کونسی بات ہُوئی؟ ——— ایک شخص جنگل میں رہا کرتا تھا، وُہ ہر واقعے کو حُکمِ الٰہی پر محمُول کرتے ہُوئے راضی برضا رہتا تھا اور ہر بات پر یہی کہتا کہ بس بہتری اسی میں ہے۔ اس کے پاس ایک کُتّا تھا، جو گھر کی رکھوالی کرتا تھا۔ ایک گدھا بوجھ لانے لے جانے کے لیے رکھا ہوا تھا۔ ایک مُرغ تھا، جو صُبح کے وقت بیدار کیا کرتا تھا ایک دن بھیڑیا جو آیا تو اُس نے گدھے کو پھاڑ ڈالا۔ اُس مردِ خُدا نے کہا: "خیر اسی میں ہے"۔ دُوسرے دن اپنے ہی کُتّے نے مرغے کو مار ڈالا۔ اس نے پھر وُہی کہا کہ ——— "خیر اسی میں ہے"۔

اور تھوڑی دیر بعد کتا بھی کسی وجہ سے مر گیا۔ اس نے اس پر بھی وہی الفاظ دہرائے کہ خیر اسی میں ہے۔ یہ بات اس کے بیوی بچوں کو بہت ناگوار گزری اور انھوں نے کہا، جو نقصان بھی ہوتا ہے تم یہ کہہ کر ٹال دیتے ہو کہ خیر اسی میں ہے اور بہتری اسی میں ہے۔ یہ کیا بات ہوئی؟ اب یہ جانور جو ہلاک ہوئے ہیں، تو گویا ہمارے ہاتھ پاؤں تھے کہ جن سے ہم محروم ہو گئے ہیں اور تم وہی رٹ لگائے جاتے ہو کہ خیر اسی میں ہے اور بہتری اسی میں ہے! اس نے کہا! میں تو اب بھی یہی سمجھتا ہوں کہ خیر اسی میں ہو گی۔ اگلے ہی روز صبح کو جو بیدار ہوئے تو ارد گرد سناٹا اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اِدھر اُدھر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کے گرد و نواح میں جتنے لوگ آباد تھے، سب قتل ہوئے پڑے ہیں۔ اور سامان ڈاکو اڑا لے گئے ہیں اور ان کا گھر اس لیے بچ گیا کہ چوروں کو نہ کتے کے بھونکنے کی آواز آئی اور نہ مرغے کی بانگ سنائی دی! اس مردِ خدا نے کہا۔ دیکھا تم نے اے گھر والو! ہر کام میں جو بہتری اور مصلحت ہوتی ہے، اس کا علم صرف اللہ کو ہوتا ہے۔ انسان تو خواہ مخواہ بلا سوچے سمجھے بے قرار ہونے لگتا ہے ——— حضرت عیسٰی علیہ السلام کہیں چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص کو دیکھا کہ دبس بیماریوں کا گویا ایک پلندہ ہے کہ زمین پر پڑا ہے، یعنی) برص کے مرض میں مبتلا ہونے کے علاوہ کوڑھی بھی تھا اور اندھا بھی اور دونوں طرف فالج گرا ہوا تھا۔ اس شکستگی، خستگی اور بے دست و پائی کے باوجود اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ شکر ہے اس ذاتِ پاک کا، جس نے مجھے عافیت عطا فرمائی اور اس بلا سے محفوظ رکھا، جس میں بہت سے لوگ گرفتار ہیں، حضرت عیسٰی علیہ السلام نے

یہ سن کر اس سے پوچھا کہ وُہ کونسی بَلا باقی رہ گئی ہے، جس سے تم محفوظ رہ گئے ہو؟ (یعنی ابھی بیماریوں میں کوئی کسر باقی ہے؟) اس نے کہا: ہاں! میں اُس شخص کی نسبت یقیناً عافیت میں ہوں، جس کے دل میں وُہ معرفت پیدا نہیں کی گئی، جس کے نور سے میرا سینہ منوّر ہے۔" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تُو بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنا ہاتھ اس پر پھیرا اور وُہ شخص اسی وقت بھلا چنگا ہو گیا اور اُٹھ بیٹھا اور پیاری سی شکل صُورت نکل آئی۔

——— حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو جن دنوں بیمارستان میں رکھا گیا تھا، یعنی دیوانہ سمجھ کر پاگل خانے میں بند کر دیا ہوا تھا تو کچھ لوگ ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ وُہ کہنے لگے کہ ہم آپ کے دوست ہیں اور آپ کی خبر گیری کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے جھٹ ان پر پتھر پھینکنے شروع کر دیئے وُہ سب کے سب وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے، تب آپ نے فرمایا: تم جو اپنے آپ کو میرا دوست بتا رہے تھے تو کیا صاف جھوٹ نہ بول رہے تھے؟ کیونکہ اگر تم میرے دوست ہوتے تو میری بَلا پر صبر کرتے اور یوں بھاگ نہ جاتے! اسی سے ملتا جلتا واقعہ کسی خوش فکر نے یوں بیان کیا ہے (جس میں بلائے محبوب کو انداز محبوب کہہ کر صبرِ دوست کو نمایاں کیا گیا ہے:

کہتے ہیں لیلیٰ کا یہ دستور تھا — بھیک دیتی، در پہ جو آتا گدا
ایک دن مجنوں بھی کاسہ ہاتھ لے — جا پکارا در پہ کچھ للہ دے
آئی لیلیٰ اور سبھی کو کچھ دیا — ہاتھ سے مجنوں کے کاسہ لے لیا
لے کے دے مارا زمیں پر یکبار — رقص میں مجنوں ہوا بے اختیار

پُوچھا لوگوں نے اے مجنوں حکیم رقص کا تیرے بھلا تھا کیا مقام
بولا مجنوں یاں کوئی عاشق نہیں عاشقوں کی رمز سے واقف نہیں
ایسے ہوتے ہیں بھلا کس کے نصیب جو بلا نازل کرے اس کا حبیب
یہ بلا ہرگز نہ تھی اک راز تھا یہ بھی اک محبوب کا انداز تھا

اے دوست! اپنے دل کو مسجد بنا لے اور خدا کے ساتھ کسی کو نہ پکار چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ بے شک مسجدیں خدا کے لیے ہیں، تم خدا کے ساتھ اور کسی کو نہ پکارو۔ اللہ کا فرمان ماننے والے کا درجہ، اسلام سے ایمان، ایمان سے ایقان، ایقان سے معرفت، معرفت سے علم، علم سے محبّت، محبت سے محبوبیت اور طلب سے مطلُوبیت کی طرف ترقی کرتا جاتا ہے، اس وقت ایسا آدمی جب بندہ بن جاتا ہے تو چھوڑا نہیں جاتا، جب بھُولتا ہے یاد دلایا جاتا ہے، جب سوتا ہے، بیدار کیا جاتا ہے، جب غافل ہوتا ہے جگایا جاتا ہے، جب پشت پھیرتا ہے، متوجّہ کیا جاتا ہے جب خاموش ہوتا ہے بُلایا جاتا ہے، پھر وُہ ہمیشہ بیدار اور صاف ہو جاتا ہے۔ اس کے ظاہر سے باطن کو دیکھ لیتا ہے اور اپنے پیغمبر علیہ السّلام سے بیداری کا ورثہ پاتا ہے، حضور علیہ السّلام کی آنکھیں سویا کرتی تھیں اور دل بیدار رہتا تھا اور پس پشت سے آپ اس طرح دیکھتے تھے، جس طرح سامنے سے۔ ہر کسی کی بیداری، اس کی حالت کے مطابق ہے، پیغمبر علیہ السّلام کی بیداری کو کوئی نہیں پہنچتا اور آپ کے خصُوصیّات میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا، ہاں آپ کی اُمّت کے ابدال و اولیاء آپ کے غلام ہیں، ان کو آپ کے دریائے مقامات کا ایک قطرہ اور کرامات کے پہاڑوں کا ایک ذرّہ دیا گیا ہے، کیونکہ

یہ لوگ آپ کے وارث، دین کو تھامنے والے، دین کے مددگار، دین کے رہبر، علمِ دین اور شریعت کے پھیلانے والے ہیں، ان پر اور قیامت تک ان کے وارثوں پر خدا کا سلام اور اس کی رحمت۔ مومن نے دُنیا پر نظر ڈالی: اسے چاہا اور طلب کیا اور دنیا نے اس کے دل میں جگہ لے کر مالک بننا چاہا، اس نے جھٹ طلاق دے دی، پھر آخرت کو طلب کیا اور اسے پا لیا۔ جب اُس نے دِل کو گھیر لیا تو مومن کو اس کا خوف ہوا کہ کہیں یہ مجھ کو خدا سے نہ روک دے اور قید نہ کر لے۔ اس لیے اُسے بھی طلاق دے کر دنیا کے پہلو میں بٹھا دیا اور اس کا مہر ادا کر کے خدا کے دروازے پر جا پہنچا، وہاں خیمہ لگایا اور اس کی چوکھٹ کو تکیہ بنا لیا۔ اس نے ملّتِ ابراہیم کا اتباع کیا۔ پہلے ثریا کو دیکھا، پھر چاند کو، پھر سورج کو، پھر فرما دیا کہ فنا۔ اور غائب ہونیوالی چیزوں کو مَیں پسند نہیں کرتا، مَیں اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ مَیں باطل دینوں سے دینِ حق کی طرف مائل ہوں اور مشرک نہیں ہوں۔ مومن جب ہمیشہ خدا کی چوکھٹ سے تکیہ کرتا ہے اور خدا اس کے صدق طلب کو معلوم کر لیتا ہے تو دروازہ کھول دیتا ہے اور اس کے دل کو اپنے پاس آنے کی اجازت دیتا ہے، پھر اس سے اس کے حال اور دُنیا و آخرت کے ساتھ جو کچھ گزر چکی ہے، سب کی خبریں پوچھتا ہے، حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے، مومن اپنا سب قصہ سُناتا ہے، بعدہٗ خدا اسے مقرب کر لیتا ہے۔ اس سے انس اور کلام کرتا، اپنی رضا کی خلعت پہناتا۔ اسے حکمت و علم سے پُر کرتا ہے۔ اور اس کی دونوں مطلقہ عورتوں یعنی دُنیا و آخرت کو تجدیدِ عقد کرتا ہے۔ اس کے اور ان دونوں کے مابین حکمنامہ لکھتا ہے اور اس کے حق

میں ترک اذیت شرط کرلیتا ہے اور ان دونوں کو خامہ بنا دیتا ہے۔ یہ دونوں اس کا پورا حق ادا کرتی ہیں. خدا ان دونوں کے دِل میں اس کی محبّت ڈالتا ہے۔ اس کی حالت بدل جاتی ہے اور اس کا دِل خدا کے قرب میں جا رہتا ہے، ماسوائے سے الگ ہو جاتا ہے۔ یہ شخص آزاد بندہ بن جاتا ہے۔ ماسوائے سے الگ اور زمین و آسمان میں بے قید ہو کر رہتا ہے، کوئی چیز اس پر حاکم نہیں ہوتی اور وُہ اشیاء کا مالِک ہوتا ہے، وُہ ایسا بادشاہ بن جاتا ہے کہ خدا کے سوا اُس کا مالِک نہیں ہوتا۔ اس کے سامنے دروازہ کھُلا رہتا ہے، کوئی دربان ہوتا ہے، نہ پہرے دار۔ اے قاری! اہل اللہ کا غلام بن جا، کیونکہ ان کی چاہت کے وقت دُنیا و آخرت ان کی خدمتگار ہو جاتی ہے، وُہ ان دونوں سے بحکمِ الٰہی لیتے ہیں۔ بظاہر دُنیا سے لے کر تم کو دیتے ہیں، مگر انکا باطن آخرت میں ہے۔ اے اللہ! دنیا اور آخرت میں ہمیں اُن کی شناخت کرا دے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں کہ خدا سے ملاقات کئے بغیر مومن کو راحت نہیں ملتی، جب تیرے اور مخلوق کے تعلقات جاتے رہے اور خدا سے تعلّق ہو گیا تو یہ سمجھ کہ اُس نے تجھ کو پسند کر لیا، اس کی پسند کو بُرا نہ جان۔ جو خدا کے ساتھ صبر کرتا ہے، اس کے الطاف کے عجائبات دیکھ لیتا ہے۔ فقر پر صبر کرنیوالے کو غنا حاصل ہو جاتا ہے، نبوّت اکثر چرواہوں میں اور ولایت اکثر غلاموں اور غریبوں میں ہوئی ہے، بندہ جب خدا کے لیے ذلیل ہوتا ہے، خدا اس کو عزیز کر دیتا ہے اور جب تواضع کرتا ہے، اللہ تعالےٰ بلند کر دیتا ہے، عزّت و ذلت دینے والا۔ پست اور بلند کرنیوالا، توفیق دینے اور آسانی کرنیوالا وُہی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اہلِ معصیت سے دشمنی کر کے خدائے تعالیٰ کی محبت حاصل کرو اور ان سے دُور رہنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور اُن کو ناراض کر کے خداوند کریم کے کرم اور رضا کے طالب ہو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رُوح اللہ! پھر ہم کس کے پاس بیٹھیں، فرمایا کہ اُن لوگوں کے پاس بیٹھو، جن کے دیکھنے سے خدا یاد آوے اور جن کی تقریر تمہارا علم بڑھاوے اور جن کا عمل تُم کو شوقِ آخرت دلاوے۔ —— اللہ والوں کے مجمع میں وُہ لوگ ہوتے ہیں جن کا احترام کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ حُسنِ اَدب کو نگاہ رکھا جاتا ہے اور وُہ تمہاری عقل و فہم سے پرے ہیں۔ پکانیوالا اپنے کھانے کو اور روٹی والا اپنی روٹی کو، کاریگر اپنے کام کو، دعوت کرنیوالا آنے والے مہمان کو خوُب پہچانتا ہے —— لوگو! خدا کے مریدوں کے پاس جاؤ اور جو کوئی ہاتھ لگ جائے۔ اس کی جان و مال سے خدمت کرو۔ صادق مریدوں کی خوشبوئیں الگ ہیں، علامتیں ظاہر ہیں، چہروں پر نُور ہے، مگر تم میں، تمہاری بینائیوں اور ضعیف عقلوں میں فتور ہے، تم صدّیق و زندیق، حلال و حرام مسموم و غیر مسموم، مشرک و موحد، مخلص و منافق، عاصی و مطیع، مریدِ حق اور مریدِ خلق میں تمیز نہیں کر سکتے۔ اپنے علم پر عمل کرنیوالے مشائخ کی خِدمت کرو، تاکہ وُہ تم کو حقیقتِ اشیائ سے آگاہ کر دیں۔ اگر ایسے مشائخ کی تلاش مقصُود ہو تو رائے ونڈ کے تبلیغی مرکز میں چلے جاؤ اور وہاں سے پیدل حج کے لیے جانے والی جماعت کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ ایسے مشائخ حضرات راستے میں تجھے مِلتے جائیں گے ——

اے دوست! اپنے وجوُد کے انڈے کو صدق کی چونچ سے کھٹک دے اور مخلوق کی رویت اور ان کے ساتھ مقید رہنے کی دیوار کو اخلاص و توحید کی

کدال سے ڈھادے، زہد کے ہاتھ سے طلب اَشیائ کا پنجرہ توڑ ڈال، اور دل کے پَروں سے اُڑ، تاکہ دَریائے قرب کے کنارے پر جارہے، اس وقت تیرے پاس سابقہ خداوندی کا ملّاح عنایت کی کشتی لے کر آئے گا اور تجھے سوار کر کے قربِ الٰہی تک پار کر دے گا۔ دُنیا دَریا اور تیرا ایمان اُس کی کشتی ہے، اسلیئے لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اے بیٹے دُنیا دَریا، ایمان کشتی، طاعتیں ملّاح اور آخرت کنارہ ہے۔ اے گناہوں پر اصرار کرنیوالو، تمہارے پاس اندھاپن، بہراپن محتاجی اور فقر عنقریب آنے وَالا ہے، تمہارے ساتھ مخلوق کی سخت دلی، خسارون جُرمانوں اور چوریوں کے ذریعے سے تمہارے مَال برباد کر دے گی۔ عادل ہو خُدا کی طرف رجُوع کرو۔ مَال کے ساتھ شرک نہ کرو۔ اور اس پر بھروسہ نہ رکھّو۔ اس کے پاس نہ ٹھیرو۔ اسے دِل سے نکال کر گھروں اور جیبوں میں رَکھو۔ غلاموں اور وکیلوں کے حوالے کرو اور مَوت کا منظر دیکھنے کے لیے مَوت کے منتظر رہو۔ حرص کو کم اور امیدوں کو کوتاہ کردو ـــــ ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مومن عارف خُدا سے نہ دُنیا مانگتا ہے، نہ آخرت۔ بلکہ اَپنے مولا سے مولا ہی کا طلبگار ہوتا ہے ـــــ جو شخص خلوت میں پرہیز گار نہ ہو اور محبّتِ الٰہی کا دعوٰے کرے، وُہ جھُوٹا ہے۔ جو مال واَسباب نہ خرچے اور جنّت کی محبّت کا مدّعی بنے وُہ جھُوٹا ہے، جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی محبّت کا مدّعی ہو اور فقر یا فقیروں کو دوست نہ رَکھّے، وُہ کذّاب ہے۔ تو سر کی آنکھ سے دُنیا کو۔ قلب کی آنکھ سے آخرت کو اور باطن کی آنکھ سے مولا کو دیکھ سکتا ہے۔ مخلوق کے ساتھ اس اَدب سے رہ۔ کہ تیری آواز کسی کی آواز سے بَلند نہ ہو۔ گناہوں کے ساتھ خدا کا مقابلہ نہ کر۔ اس کے افعال کی بابت

معارض نہ بن. بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے بغداد کے محلّہ شرقیہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے ہزار کوڑے لگے، اس نے کچھ اُف نہ کیا، پھر اس کو قید خانے میں لیجایا گیا. مَیں اس کے پیچھے گیا اور پُوچھا کہ تجھ کو کیوں مارا گیا، اُس نے کہا اس لیے کہ مَیں عاشق ہوں. مَیں نے کہا کہ تُو چپکا کیوں رہا. اُس نے کہا کہ میرا معشوق مجھے دیکھتا تھا. مَیں نے کہا کہ پھر کیا ہی اچھا ہو جو تُو معشوقِ حقیقی کی طرف دیکھے. یہ سُن کر اُس نے ایک چیخ ماری اور پچھاڑ کھا کر مرگیا اور یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اہلِ جنّت خدائے تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے تو لذّتِ دیدارِ الٰہی کے مارے ان کی آنکھیں ان کے دلوں میں چلی جاویں گی اور آٹھ سو برس تک اُن کی طرف واپس نہ آویں گی.

سمنون محب کہتے ہیں کہ ہمارے ہمسائے میں ایک شخص رہتا تھا. اُس کے پاس ایک لونڈی تھی، جس سے اُس کو کمال محبّت تھی. اتّفاقاً وُہ بیمار پڑی. ایک روز وُہ شخص اس کے لیے خرما اور پنیر کا گھی میں حلوہ بنا رہا تھا. جس وقت وُہ چمچہ پھیر رہا تھا، اس لونڈی نے کرب و مرض میں آہ کہا، اُس شخص نے جو یہ آواز سُنی اس کے ہوش جاتے رہے اور چمچہ ہاتھ سے گر پڑا اور اضطراب میں انگلیوں ہی سے ہانڈی چلانے لگا. یہاں تک کہ انگلیاں سب جل کر گر گئیں، اس لونڈی نے پُوچھا: یہ کیا ہے، اس نے کہا کہ یہ تیری آہ کی تاثیر ہے ــــــ محمد بن عبداللہ بغدادی کہتے ہیں کہ مَیں نے بصرے میں ایک جوان کو اُونچی چھت پر چڑھے دیکھا کہ جھانک کر لوگوں سے ایک شعر اس مضمون کا کہتا تھا ــــــ

مرنا ہو جسے عشق میں یُوں جی سے گزر جائے ‍‍ ‍ بے موت نہیں عشق میں کچھ خیر تو مر جائے

پھر اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور مر گیا. پس اس جیسے امور مخلوق کی محبّت

میں حب ہو سکتے ہوں، تو خالق کی محبت میں ہونے تو بطریق اولیٰ ہیں، اس واسطے کہ باطن کی بصیرت بہ نسبت چشمِ ظاہری کے راست تر ہے اور حضرت ربوبیت کا جمال ہر ایک جمال سے کامل تر ہے، بلکہ عالم میں جتنا جمال ہے۔ وُہ اسی جمال کی خوبیوں میں سے ایک خوبی ہے۔ ہاں جس کی آنکھ نہیں ہوتی، وُہ صُورتوں کی خوبی کا انکار کیا کرتا ہے اور جو بہرا ہوتا ہے وُہ لذّتِ نغمات موزوں کا منکر ہوتا ہے، تو ضرور ہے کہ جس کا دِل نہ ہوگا، وُہ بلاشبہ اِن لذّتوں کا منکر ہوگا، جن کو بدُون دِل کے سمجھ ہی نہیں سکتے —— تم اکثر کہتے ہوگے اور کہو گے، مَیں جس سے محبت کرتا ہُوں، اس سے میری محبّت رہنے نہیں پاتی، اور رخنہ پڑجاتا ہے، یا تو جُدائی ہوجاتی ہے، یا وُہ مرجاتا ہے، یا رنجش ہوجاتی ہے اور مال سے اگر محبت کرتا ہُوں تو وُہ ضائع ہوجاتا ہے، اور ہاتھ سے نکل جاتا ہے، تب تم سے کہا جائے گا کہ اے خدا کے محبوب! اے وُہ کہ جس پر خدا کی عنایت ہے، اے وُہ جو خدا کا منظورِ نظر ہے، اے وُہ جس کے لیے اور جس پر خدا کی غیرت آتی ہے، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ غیور ہے، اُس نے تُم کو اپنے لیے پیدا کیا، اور تم غیر کے ہو رہنا چاہتے ہو، کیا تم نے خدا کا یہ ارشاد نہیں سُنا کہ "وُہ اُن لوگوں کو دوست رکھتا ہے، اور وُہ اُسے" اور یہ ارشاد کہ "مَیں نے جن و انس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وُہ میری عبادت کریں"، کیا تم نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد نہیں سُنا کہ خدا جب کسی بندے سے محبّت کرتا ہے، تو اسے مبتلا کرتا ہے، پھر اگر وُہ صبر کرتا ہے تو اُسے رکھ چھوڑتا ہے، عرض کیا گیا: یا رسُول اللہ رکھ چھوڑنے سے کیا مُراد ہے؟ فرمایا: اس کے مال و اولاد کو باقی نہیں رکھتا۔ اور یہ معاملت اس

لیے ہے کہ جب مال و اولاد ہوں گے تو اُس سے ان کی محبّت بھی رہے گی اور خدا سے جو محبت اسے ہے متفرق، ناقص اور تقسیم ہو کر حق اور غیر حق میں مشترک ہو جائے گی اور خدا شریک کو قبول نہیں کرتا۔ وُہ غیور ہے اور ہر شَے پر غالب و زبردست تو وُہ اَپنے شریک کو ہلاک و معدوم کر دیتا ہے، تاکہ وُہ اپنے بندے کے دِل کو خالص کر لے، خاص اپنے لیے بغیر کسی شریک کے، اس وقت اس کا یہ ارشاد صادق آجاتا ہے کہ "وُہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے اور وُہ لوگ اُسے" یہاں تک کہ دل جب (خدا کے اِن مصنوعی) شریکوں اور برابری کرنیوالوں سے جو اہل وعیال، دولت و لذّت اور خواہشیں ہیں۔ نیز ولایت و ریاست، کرامات و حالات منازل و مقامات، جنّتوں اور درجات اور قرب و نزدیکی کی طلب سے پاک و صاف ہو جاتا ہے، تو اس میں کوئی ارادہ اور آرزو باقی نہیں رہتی اور وُہ مثل سُوراخ دار برتن کے ہو جاتا ہے، جس میں کوئی رقیق چیز نہیں ٹھیرتی، کیونکہ وُہ خدا کے فعل سے ٹُوٹ جاتا ہے، جب اُس میں کوئی ارادہ پیدا ہوتا ہے، خدا کا فِعل اور اُس کی غیرت اس کو توڑ ڈالتی ہے۔ تب اُس کے دِل کے گرد عظمت و جبرُوت و ہیبت کے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں اور اُس کے گرداگرد کبریائی اور سطوت کی خندقیں کھودی جاتی ہیں کہ دِل میں کسی چیز کا ارادہ گھسنے نہیں پاتا۔ اس وقت دل کو اَسباب، یعنی مال اولاد اہل وعیال و اصحاب اور کرامات وحکم و بیانات کچھ مُضر نہیں ہوتے، کیونکہ یہ سب دِل سے باہر رہتے ہیں، تب اللہ تعالےٰ اُن سے غیرت نہیں کرتا، بلکہ یہ سب چیزیں خدا کی طرف سے بندے کے لیے بطورِ لطف و کرامت و رزق و نعمت کے ہوتی ہیں ___ اے دوست!

اگر تو ایمان کو مضبوط کرے گا تو پہلے معرفت کے گھر پھر علم کے جنگل، پھر صحرائے فنا تک پہنچ جائے گا۔ اپنے وجود ہستی اور مخلوق سے الگ ہو گا، پھر ایسا وجود ملے گا، جو تیری اور مخلوق کی ذات سے قائم نہیں، بلکہ ذاتِ الٰہی سے متعلق ہے۔ اس وقت تیرا غم دفع ہو گا، حفظِ الٰہی خادم بنے گا۔ حمیّت احاطہ کرے گی، توفیق آگے چلے گی۔ ملائکہ گرداگرد رہیں گے۔ ارواح سلام کریں گی۔ اللہ تعالےٰ مخلوق سے تجھ پر فخر کرے گا۔ اس کی نظریں تیری نگہبان ہو کر منزلِ قرب وانس و مناجات تک کھینچ لے جائیں گی —— یہ چیز آسمان سے زمین پر آتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا قول ہے کہ ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں، مگر ہم اُسے ایک مقرّرہ اندازے سے اتارتے ہیں۔ مینہ آسمان سے زمین پر برستا ہے، پھر سبزہ اُگ آتا ہے اور یہ مرتبہ آسمان سے دلوں کی زمین پر نازل ہوتا ہے اور ہر طرح کی بھلائی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسرار اور حکمتیں۔ توحید اور توکّل، مناجات اور قربِ الٰہی کے کھیت لہلہا جاتے ہیں۔ ایسے دِل میں درخت اور پھل جنگل اور میدان، دریا اور نہریں، پہاڑ وغیرہ سب موجود ہوتے ہیں، ایسا دِل انس وجن اور ملائکہ وارواح کا مجمع ہوتا ہے۔ یہ بات عقل سے باہر محض قدرت اور ارادہ وعلمِ الٰہی سے متعلّق ہے، وُہ اُس کے باعث مقبول بنا لیتا ہے اور یہ اُس کی مخلوق میں سے کسی کسی کو ملتا ہے۔ طالب کو چاہیئے کہ قناعت کا تہ بند اور عفت کی چادر پہنے۔ تاکہ وصل بخدا ہو جائے۔ دروازہ قرب کیلئے قدمِ صدق سے دوڑے۔ دُنیا و آخرت اور مخلوق و وجُود سے بھاگتا رہے عنایتِ خداوندی، اس کی رافت ورحمت، اور ارواحِ انبیاء و ملائکہ کا لشکر اس کا استقبال کریں گے اور اُسے خدا سے ملا دیں گے۔ —— اے مخاطب!

حضرت یوسف علیہ السلام آزاد تھے، وہ زبردستی اور ظلم سے غلام بنا کر بیچے گئے، انھوں نے اس شخص کا اتنا حق مانا، جس نے ان کے ساتھ سلوک کیا تھا؟ اور اس کو اپنا آقا کہا، حالانکہ وہ غلام نہ تھے اور نہ اُن کا کوئی آقا تھا، پھر اپنی اس حق شناسی کی وجہ یہ بیان کی کہ احسن مثوای مجھے اچھی طرح سے رکھا۔ اب ذرا اپنے اوپر غور کر، تو حقیقۃً غلام ہے ایسے آقا کا، جو تیرے وجود کے وقت سے برابر تیرے ساتھ احسانات کرتا رہا اور اتنی بار اس نے تیری پردہ پوشی کی جس کا کوئی شمار نہیں، تجھے یاد نہیں کہ اس نے کس طرح تیری پرورش کی تجھے سکھایا پڑھایا، تجھے روزی دی، تیری حفاظت کی، خیر کے اسباب مہیا کیے بہترین راستے پر تجھے ڈالا، اور ہر مکر و دشمنی سے تجھے بچایا اور حسن صورت ظاہری کے ساتھ باطنی ذکاوت وجودت طبع عنایت فرمائی، علوم کو تیرے لیے سہل بنا دیا، یہاں تک کہ مختصر سے عرصے میں تجھے وہ علوم حاصل ہوئے، جو دوسروں کو طویل عرصے میں نصیب نہیں ہوئے۔ تیری زبان پر علوم کو رواں کیا اور فصاحت وبلاغت کے ساتھ ان کی تعبیر کی قوت عطا فرمائی اور مخلوق سے تیرے عیوب کو چھپایا، ان کا معاملہ تیرے ساتھ حسن ظن کا رہا۔ تیرا رزق بغیر اہتمام و تکلف کے تجھ تک پہنچایا اور کسی کا احسانمند نہیں بنایا اور وہ بھی فراغت و اطمینان و کشائش کے ساتھ۔ بخدا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس کے کس کس احسان کا تذکرہ کیا جائے، حسنِ صورت کا، یا صحت اعضاء کا۔ یا سلامت مزاج، یا اعتدالِ ترکیب کا یا لطافتِ طبع اور دنارت و ابتذال سے بری ہونے کا۔ یا بچپن ہی سے سیدھے اور معتدل راستے کی توفیق کا، یا بے حیائیوں اور لغزشوں سے حفاظت کا یا منقولات کی ترجیح اور حدیث وسنت کے اتباع اور تقلید جامد سے

نجات کا، یا مبتدع کی پیروی اور اس کے سلسلے میں شمولیت سے محفوظ رہنے کا وان تعدّوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا کتنے دشمنوں نے تیرے لیے جال بچھایا اور اللہ تعالےٰ نے اس سے بچایا، کتنے مخالفوں نے تجھ کو سبک کرنا چاہا اور اس نے تجھے سربلندی عطا فرمائی، کتنی نعمتوں سے دُوسرے محرُوم رہے اور تو اُن سے سیراب کیا گیا۔ کتنے آدمی دُنیا سے نامُراد چلے گئے اور تُو شادکام اور فائز المرام ہے۔ اس حالت میں تیرے دن گُزر رہے ہیں کہ تیرا جسم صحیح سالم دین محفُوظ، علم روز افزوں، دِلی مقاصد پُورے، اگر کوئی مقصد بر نہیں آتا، تو اس کی طرف سے صبر پیدا کر دیا جاتا ہے اور تجھے معلوُم ہوتا ہے کہ اُس کے پُورا نہ ہونے ہی میں حکمتِ الٰہی تھی۔ یہاں تک کہ تجھے یقین آجاتا ہے کہ یہی تیرے حق میں بہتر تھا، اگر مَیں پچھلے احسانات کو گنانا شروع کر دُوں تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں اور وُہ ختم نہ ہوں اور تجھے معلوُم ہے کہ جن احسانات کا تذکرہ مَیں نے نہیں کیا ہے، وُہ اُن سے کہیں زیادہ ہیں اور جن کا ذکر مَیں نے کیا ہے، اُن کی طرف بھی مَیں نے صرف اشارہ کیا ہے، ان سب کے ساتھ تُجھ کو ایسا فعل کرنا کیسے زیب دیتا ہے، جو اس کی مرضی کے خلاف ہے۔

معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای انہ لا یفلح الظّٰلمون ۝

—— حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا: "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔"

ہر معنوی اور رُوحانی حقیقت ظاہری آثار اور جسمانی علامات سے پہچانی جاتی ہے تم کو زید کی محبّت کا دعوےٰ ہے۔ مگر نہ تمہارے دِل میں اس کے دیدار کی تڑپ ہے، نہ تمہارے سینہ میں صدمۂ فراق کی جلن اور نہ آنکھوں میں ہجر و جُدائی کے آنسُو ہیں، تو کون تمہارے دعوے کی تصدیق کریگا، اسی طرح خدا

کی محبّت اور پیار کے دعویدار تو بہتیرے ہو سکتے ہیں، مگر اس غیر محسوس کیفیت کی مادّی نشانیاں اور ظاہری علامتیں اس کے احکام کی پیروی اور اس کے رسُول کی اطاعت ہے، خدا کے رسُول کو اس اعلان کا حکم ہے۔ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ۔ آلِ عمران۔ (اگر تم کو خدا سے محبّت ہے تو میری پیروی کرو کہ خدا بھی تم کو پیار کرے گا) طبقات انسانی میں متعدد ایسے گروہ ہیں، جن کو خدا کی محبّت اور پیار کی دولت ملی ہے۔ (اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (مائدہ) خُدا نیکی کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

دائمی مسرّت: دُنیا کے عیش و مسرّت، باغ و بہار، شادیٔ و خوشی میں اگر کوئی خیال کانٹا سا چُبھتا ہے اور ہمیشہ انسان کے عیش و سُرور کو مکدر اور منغص بنا کر بے فکری کی بہشت کو، فکر و غم کی جہنّم بنا دیتا ہے، تو وُہ ماضی اور حال کی ناکامیوں کی یاد اور مستقبل کی بے اطمینانی ہے، پہلے کا نام حزن و غم ہے اور دُوسرے کا نام خوف و دہشت ہے۔ غرض غم اور خوف یہی دو کانٹے ہیں، جو انسانیت کے پہلُو میں ہمیشہ چبھتے رہے ہیں، لیکن جو محبُوب حقیقت کے طلب گار اور اُس کے والہ و شیدا ہیں، ان کو بشارت ہے کہ ان کا چمنستانِ عیش اس خارزار سے پاک ہوگا۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (یونس) ہاں! خدا کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وُہ غمگین ہوں گے۔ محبّت کا جو جذبہ بڑے کو چھوٹے کے ساتھ احسان نیکی درگزر اور عفو و بخشش پر آمادہ کرتا ہے، اس کا نام رحم اور رحمت ہے۔ اسلام کا خدُا تمام تر رحم ہے۔ اس کی رحمت کے فیض سے عرصۂ کائنات کا ذرّہ ذرّہ سیراب ہے، اس کا نام رحمٰن و رحیم ہے۔ جو کچھ یہاں ہے، سب اُس کی رحمت

کا ظہور ہے، وہ نہ ہو تو کچھ نہ ہو، اسی لیے اس کی رحمت سے نا اُمیدی جرم اور مایوسی گناہ ہے۔ مجرم سے مجرم اور گنہگار سے گنہگار کو وہ نوازنے کے لیے ہمہ وقت آمادہ و تیار رہتا ہے، گنہگاروں اور مجرموں کو وہ "میرے بندے" کہہ کر تسلی کا یہ پیام بھیجتا ہے۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ط (زمر) (اے پیغمبر! میرے ان بندوں کو پیام پہنچا دے۔ جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ اللہ یقیناً تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے کہ وہی بخشش کرنیوالا اور رحم کھانیوالا ہے۔)

فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو بشارت سناتے ہیں، تو کہتے ہیں۔ ولا تکن من القانطین (ناامیدوں میں سے نہ ہو) خلیل اللہ رمز سے ناآشنا نہ تھے کہ مرتبۂ خلّت محبت سے مافوق ہے، جواب دیا:

وَمَنْ یَّقْنَطُ عَنْ رَّحْمَۃِ رَبِّہٖٓ اِلَّا الْقَوْمُ الضَّآلُّوْنَ ۔ (حجر) (اپنے پروردگار کی رحمت سے گمراہ لوگوں کے سوا اور کوئی مایوس نہیں ہوتا) خدا کی رحمت لڑائی کا میدان ہے، دشمنوں میں بھاگ دوڑ مچی ہے، جس کو جہاں امن کا گوشہ نظر آتا ہے، اپنی جان بچا رہا ہے۔ بھائی بھائی سے، ماں بچے سے، بچہ ماں سے الگ ہے۔ اسی حال میں ایک عورت آتی ہے۔ اس میدانِ حشر میں اس کا بچہ گم ہو گیا ہے۔ محبت کی دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ جو بچہ بھی اس کو سامنے نظر آجاتا ہے۔ بچہ کے جوشِ محبت میں اُس کو چھاتی سے لگا لیتی ہے، اور اس کو دودھ پلا دیتی ہے، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کی نظر پڑتی ہے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں "کیا یہ ممکن ہے کہ یہ عورت خود اپنے بچے کو

اپنے ہاتھ سے دہکتی آگ میں ڈال دے؟ لوگوں نے عرض کی: "ہر گز نہیں"
فرمایا: تو جتنی محبّت ماں کو اپنے بچّے سے ہے، خدا کو اپنے بندوں سے
اس سے بہت زیادہ محبّت ہے۔ (صحیح بخاری) ایک دفعہ ایک غزوہ
سے آپ واپس تشریف لا رہے ہیں، ایک عورت اپنے بچّے کو گود
میں لے کر سامنے آتی ہے اور عرض کرتی ہے۔ یا رسُول اللہ! ایک ماں
کو اپنی اولاد سے جتنی محبّت ہوتی ہے، کیا خدا کو اپنے بندوں سے اس
سے زیادہ نہیں ہے؟ فرمایا: "ہاں"! بے شک اس سے زیادہ ہے" بولی
تو کوئی ماں تو اپنی اولاد کو خُود آگ میں ڈالنا گوارا نہ کرے گی"۔ یہ سُن کر
فرطِ اثر سے آپ پر گریہ طاری ہو گیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا: "خدا صرف اس
بندے کو عذاب دیتا ہے، جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے (سنن نسائی
باب ما یرجیٰ من الرحمۃ)۔ آپ ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں، ایک صحابی
چادر میں ایک پرند کو مع اس کے بچّوں کے باندھ کر لاتے ہیں، اور واقعہ
عرض کرتے ہیں کہ یا رسُول اللہ! میں نے ایک جھاڑی سے ان بچّوں کو
اٹھا کر کپڑے میں لپیٹ لیا۔ ماں نے یہ دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی
میں نے ذرا سا کپڑے کو کھول دیا، تو وُہ فوراً آکر میرے ہاتھ پر بچّوں پر گر پڑی
ارشاد ہوا کہ کیا بچّوں کے ساتھ، ماں کی اس محبّت پر تم کو تعجب ہے۔ قسم
ہے اُس ذات کی، جس نے مجھ کو حق کے ساتھ مبعُوث کیا، جو محبّت اس
ماں کو اپنے بچّوں کے ساتھ ہے، خُدا کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے
بدرجہا زیادہ ہے۔ (مشکوٰۃ) **حسنِ خاتمہ**: ربانی خمخانۂ عشق کا آخری ہوشمند
سرشار، ریاضِ محبّت کی بہارِ جاوداں کا آخری نغمہ خواں عندلیب، نظارۂ جمال

حقیقت کا پہلا مشتاق، مستورِ ازل کے چہرۂ زیرِ نقاب کا پہلا بند کشا، زندگی کے آخری گھنٹوں میں ہے، مرض کی شدّت ہے۔ بدن بخار سے جل رہا ہے اُٹھ کر چل نہیں سکتا، لیکن یک بیک وہ اپنے میں ایک اعلانِ خاص کی طاقت پاتا ہے۔ مسجد نبوی میں جان نثار حاضر ہوتے ہیں سب کی نظریں حضورؐ کی طرف لگی ہیں، نبوت کے آخری پیغام سُننے کی آرزو ہے۔ دفعۃً لب مبارک وَا ہوتے ہیں، تو یہ آواز آتی ہے، لوگو! مَیں خُدا کے سامنے اس بات کی برأت کرتا ہُوں کہ انسانوں میں میرا کوئی دوست ہے، میرا پیارا صرف ایک ہی ہے، وُہی جس نے ابراہیم علیہ السّلام کو اپنا پیارا بنایا۔ یہ تو وفات سے پہلے کا اعلان تھا، عین حالتِ نزع میں زبان مبارک پر یہ کلمہ تھا "خداوند بہترین رفیق (صحیح بخاری وفات) یہ سچ ہے کہ اسلام رحمتِ الٰہی کے ساتھ غضبِ الٰہی کا بھی معتقد ہے، مگر جانتے ہو کہ اسلام کے عقیدے میں اُس کی رحمت و غضب کا باہمی توازن کیا ہے، خدا فرماتا ہے، رحمتی سبقت غضبی (بخاری) میرے غضب سے میری رحمت آگے بڑھ گئی ہے۔

صَلائے عام: اے ربّانی عشق و محبّت کے طلبگارو! اگر واقعی تمہارے دِل فانی محبت سے ہٹ کر کسی باقی کی محبّت کے خواہشمند ہیں۔ اگر درحقیقت تمھیں ازلی و ابدی محبُوب کی تلاش ہے۔ اگر دراصل تمہارا جسم نہیں، بلکہ تمہاری رُوح کِسی کی محبّت کی سرشاری کے لیے بےتاب ہے، تو آؤ کہ یہ دولت صرف اسلام کے آستانے پر بٹتی ہے اور اسی کے خزانے سے ملتی ہے اے محبت کے طلبگارو! محبُوبِ ربّ العالمین، رحمت اللعالمین، فخرِ موجُودات سرورِ کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی غلامی اختیار کرلو! اللہ تمھیں اپنا محبُوب بنالیگا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی والہانہ زندگی کا سبب تھی جس کی وجہ سے نہ جان کی پرواہ تھی، نہ زندگی کی تمنا، نہ مال کا خیال تھا نہ تکلیف کا خوف، نہ موت سے ڈر، محبت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دل میں بس جانے کے بعد محبوب کو ہر چیز پر غالب کر دیتی ہے، نہ اس کے سامنے ننگ و ناموس کوئی چیز ہے، نہ عزت و شرافت کوئی شئے، حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے اور اپنے محبوب کے وسیلے سے اپنی اور اپنے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرمائیں، تو ہر عبادت میں لذت ہے اور دین کی ہر تکلیف میں راحت۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم کو خدا کی محبت کا دعوٰی ہے تو آؤ میری پیروی کرو۔ اگر تم سپہ سالار ہو اور سپاہی ہو تو میری پیروی کرو، اگر استاد اور معلم ہو تو میری پیروی کرو، اگر دولت مند ہو تو میری پیروی کرو، اگر غریب ہو تو میری پیروی کرو، اگر بیکس اور مظلوم ہو تو میری پیروی کرو، اگر تم خدا کے عابد ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر قوم کے خادم ہو تو میری پیروی کرو، غرض جس نیک راہ پر بھی ہو اور اس کے لیے بلند سے بلند اور عمدہ سے عمدہ نمونہ چاہتے ہو تو میری پیروی کرو

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ پائی جائیں۔ ایمان کی حلاوت اور ایمان کا مزہ نصیب ہو جائے، ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے ماسوائے سب سے زیادہ ہووے، دوسرے یہ کہ جس کسی

سے محبّت کرے، اللہ ہی کے واسطے کرے، تیسرے یہ کہ کُفر کی طرف لوٹنا اس کو ایسا ہی گراں اور مشکل ہو جیسا کہ آگ میں گرنا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت کے متعلّق سوال: حضرت علی کرم اللہ وجہ سے کِسی نے پُوچھا کہ آپ کو حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کتنی محبّت تھی؟ آپ رضؓ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے پاک کی قسم! حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے اور اپنی اولادوں سے اور اپنی ماؤں سے سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبُوب تھے۔ فائدہ: سچ فرمایا درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی حالت تھی اور کیُوں نہ ہوتی، جب کہ وُہ حضرات کامل الایمان تھے اور اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے: آپ ان سے کہدیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وُہ مال جو تُم نے کمائے ہیں اور وُہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وُہ گھر جن کو تُم پسند کرتے ہو (اگر یہ سب چیزیں) تم کو اللہ سے اور اس کے رسُول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حُکم بھیجدیں اور اللہ تعالیٰ بے حُکمی کرنیوالوں کو ان کے مقصُود تک نہیں پہنچاتا۔ ایک حدیث میں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! یہ تو ظاہر ہے کہ نبی کو اُمتی پر فضیلت ہے اور جنّت میں اس کے درجات اُونچے ہوں گے تو پھر اکٹھے ہونے کی کیا صُورت ہو گی؟ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اُوپر کے درجے والے نیچے کے درجے والوں کے پاس آئیں گے، ان کے پاس بیٹھیں گے، بات چیت کریں گے، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ مجھ سے بہت

محبّت کرنے والے بعض ایسے لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہونگے اور ان کی یہ تمنّا ہوگی کہ کاش اپنے اہل وعیال اور مال کے بدلے میں وُہ مجھے دیکھ لیتے۔

حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا اعلانِ اسلام اور تکلیف:(۱)

ابتدائے اسلام میں جو شخص مُسلمان ہوتا تھا، وُہ اپنے اسلام کو حتی المقدور مخفی رکھتا تھا حضُور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے بھی اِس وَجہ سے کہ ان کو کفار سے اذیّت نہ پہنچے، اخفا کی تلقین ہوتی تھی، جب مُسلمانوں کی مقدار اُنتالیس تک پہنچی، تو حضرت اُبوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، نے اظہار کی درخواست کی کہ علی الاعلان تبلیغ کی جائے حضُور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اوّلاً انکار فرمایا مگر حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، کے اصرار پر قبُول فرمالیا اور اِن سب حضرات کو ساتھ لے کر مسجدِ کعبہ میں تشریف لے گئے، حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے تبلیغی خطبہ شروع کیا، یہ سب سے پہلا خُطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چچا سیّد الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، اسی دن اسلام لائے ہیں اور اس کے تین دن بعد حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ، مشرّف بہ اسلام ہُوئے ہیں — خُطبے کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفّار ومشرکین مُسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، کو بھی باوجودیکہ مکّہ مکرّمہ میں ان کی عام طور سے عظمت اور شرافت مُسلّم تھی، اس قدر مارا کہ تمام چہرۂ مبارک خُون سے بھر گیا، ناک کان سب لہُولہان ہو گئے تھے پہچانے نہ جاتے تھے، جُوتوں سے لاتوں سے مارا، پاؤں میں روندا اور جو نہ کرنا تھا وُہ سب ہی کچھ کیا، حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، بے ہوش ہو گئے، بنو تیم یعنی حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی، وُہ وہاں سے اُٹھا کر لائے، کسی کو بھی اس میں تردّد نہ تھا کہ حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، اس

وحشیانہ حملے سے زندہ بچ سکیں گے، بنو تیم مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ کی اگر اس حادثے میں وفات ہو گئی تو ہم لوگ ان کے بدلے میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے، عتبہ نے حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہٗ کو مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا اظہار کیا تھا، شام تک حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ کو بے ہوشی رہی، باوجود آوازیں دینے کے، بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی، شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب سے پہلا لفظ یہ تھا کہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کیا حال ہے، لوگوں نے اس پر بہت ملامت کی کہ ان ہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دِن بھر موت کے مُنہ میں رہنے کے بعد بات کی تو وُہ بھی حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کا جذبہ اور ان ہی کی لَے۔ لوگ پاس سے اٹھ کر چلے گئے کہ بد دلی بھی تھی اور وُہ بھی کہ آخر کچھ باقی ہے کہ بولنے کی نوبت آئی۔ اور آپ کی والدہ اُمِّ خیر سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کے لیے کسی چیز کا انتظام کر دیں، وُہ کچھ تیّار کر کے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا، مگر حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ کی ایک ہی صدا تھی کہ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کیا حال ہے، حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کیا گزری، ان کی والدہ نے فرمایا: مجھے تو خبر نہیں کہ کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ اُمِّ جمیل رضی اللہ عنہا (حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی بہن) کے پاس جا کر دریافت کر لو کہ کیا حال ہے وُہ بے چاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بیتابانہ درخواست کو پُورا کرنے کے لیے اُمِّ جمیل رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا حال دریافت کیا، وُہ بھی عام دستُور کے مطابق اس وقت تک اپنے اسلام کو چُھپائے ہوئے تھیں، فرمانے لگیں: کون محمدؐ اور کون ابُوبکرؓ؟ تیرے بیٹے کی حالت سُن کر رنج ہوا، اگر تُو کہے تو میں چل کر اُس کی حالت دیکھ لُوں؟

اُم خیر نے قبول کر لیا اُن کے ساتھ گئیں اور حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر تحمل نہ کر سکیں، بے تحاشا رونا شروع کر دیا کہ بدکرداروں نے کیا حال کر دیا۔ اللہ تعالےٰ اُن کو اپنے کیے کی سزا دے، حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے پھر پُوچھا کہ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کیا حال ہے؟ اُمّ جمیل رضی اللہ عنہا نے حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی والدہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وُہ سُن رہی ہیں، آپ نے فرمایا کہ اُن سے خوف نہ کرو تو اُمّ جمیل رضی اللہ عنہا نے خیریت سُنائی اور عرض کیا کہ ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا: مجھ کو خُدا کی قسم ہے کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا، جب تک حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نہ کر لوں، ان کی والدہ کو بے قراری تھی کہ وُہ کچھ کھالیں اور انھوں نے قسم کھالی کہ جب تک زیارت نہ کر لوں، کچھ نہ کھاؤں گا، اس لیے والدہ نے اس کا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمد و رفت بند ہو جائے، مبادا کوئی دیکھ لے اور کچھ اذیت پہنچائے، جب رات کا بہت سا حصّہ گُزر گیا تو حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو لے کر حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچیں، حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے لپٹ گئے، حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی لپٹ کر روئے اور مسلمان بھی سب رونے لگے کہ حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی، اس کے بعد حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یہ میری والدہ ہیں، آپ اُن کے لیے ہدایت کی دُعا بھی فرمائیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرما دیں، حضُور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اوّلاً دُعا فرمائی، اس کے بعد اُن کو اسلام کی ترغیب دی، چنانچہ وُہ اسی وقت مسلمان ہو گئیں۔ **فائدہ**: عیش و عشرت، نشاط و فرحت کے وقت

محبّت کے دعوے کرنے والے سینکڑوں ہوتے ہیں، محبّت و عشق وُہی ہے جو مصیبت اور تکلیف کے وقت بھی باقی رہے **حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا اپنے باپ کو انکار** حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے۔ بنو قیس نے قافلے کو لُوٹا جس میں زید بھی تھے، اُن کو مکّہ کے بازار میں لاکر بیچا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے اُن کو خرید لیا، جب حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو انھوں نے زید کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا، زید کے والد کو ان کے فراق کا بہت سخت صدمہ تھا اور ہونا بھی چاہیئے تھا، کیونکہ اولاد کی محبّت بالکل فطری چیز ہے، وُہ زید کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے تھے۔ اکثر جو اشعار پڑھتے تھے، اُن کا مختصر ترجمہ یہ ہے۔

"مَیں زید کی یاد میں روتا ہُوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وُہ زندہ ہے تاکہ اس کی اُمّید کی جائے یا مَوت نے اس کو مٹا دیا، خُدا کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تجھے اے زید بازم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی واپس آئے گا یا نہیں۔ ساری دُنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے، جب آفتاب طلوع ہوتا ہے، جب بھی مجھے زید ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو ہوتی ہے، جب بھی اسی کی یاد مجھے ستاتی ہے اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو وُہ بھی اس کی یاد کو بھڑکاتی ہیں، ہائے میرا غم اور میرا فکر کس قدر طویل

ہوگیا، مَیں اس کی تلاش اور جستجو میں ساری دُنیا میں اُونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں گا اور دُنیا کا چکّر لگانے سے نہیں اُکتاؤں گا، اُونٹ چلنے سے اُکتا جائیں تو اُکتا جائیں لیکن مَیں کبھی نہیں اُکتاؤں گا، اپنی ساری زندگی اسی تلاش میں گزار دُونگا، ہاں میری مَوت ہی آگئی تو خیر کہ مَوت ہر چیز کو فنا کر دینے والی ہے، آدمی خواہ کتنی ہی اُمّیدیں لگا دیں، مگر مَیں اپنے بعد فلاں فلاں رشتہ داروں اور آل و اولاد کو وصیّت کر جاؤں گا کہ وُہ بھی اسی طرح زید کو ڈھونڈتے رہیں۔"

غرض یہ اشعار وُہ پڑھتے تھے اور روتے ہُوئے ڈھونڈتے پھرا کرتے تھے۔ اتّفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج کو جانا ہوا اور انھوں نے زید رضی اللہ عنہٗ کو پہچانا۔ باپ کا حال سُنایا شعر سُنائے، ان کی یاد و فراق کی داستان سُنائی حضرت زید رضی اللہ عنہٗ نے ان کے ہاتھ تین شعر کہہ کر بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ "مَیں یہاں مکہ میں خیریّت سے ہُوں، تم غم اور صدمہ نہ کرو، مَیں بڑے کریم لوگوں کی غلامی میں ہُوں۔" ان لوگوں نے جا کر زید رضی اللہ عنہٗ کی خیر و خبر اُن کے باپ کو سُنائی اور وُہ اشعار سُنائے، جو زیدؓ نے کہہ کر بھیجے تھے۔ اور پتہ بتایا۔ زید رضی اللہ عنہٗ کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر اُن کو غلامی سے چھڑانے کی نیت سے مکّہ مکرّمہ پہنچے۔ تحقیق کی اور پتہ چلایا، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا "اے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار! تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور اللہ کے گھر کے پڑوسی، تم خُود قیدیوں کو رہا کراتے ہو، بھُوکوں کو کھانا دیتے ہو، ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمہارے پاس پہنچے ہیں، ہم پر احسان و کرم فرماؤ اور فدیہ قبول کر لو اور اس کو رہا کر دو، بلکہ جو فدیہ ہو، اس سے زیادہ لے لو، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کیا زید رضی اللہ عنہٗ

کی طلب میں ہم لوگ آئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بس اتنی سی بات ہے، عرض کیا حضورؐ! بس یہی غرض ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: اس کو بلا لو اور اس سے پوچھ لو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمہاری نذر ہے اور اگر نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کر سکتا، جو خود نہ جانا چاہے، انھوں نے عرض کیا کہ آپؐ نے استحقاق سے بھی زیادہ احسان فرمایا، یہ بات خوشی سے منظور ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ بلائے گئے، آپؐ نے فرمایا کہ تم ان کو پہچانتے ہو، عرض کیا جی ہاں پہچانتا ہوں. یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا حال بھی تمھیں معلوم ہے۔ اب تمھیں اختیار ہے، میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو، ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضورؐ! میں آپ کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہوں، آپ میرے لیے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی بھی، ان دونوں باپ چچا نے کہا کہ زید! غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو اور باپ، چچا اور سب گھر والوں کے مقابلے میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں! میں نے ان میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے) ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلے میں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کر سکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ جواب سنا تو ان کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا، زید رضی اللہ عنہ کے باپ اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے

حضرت زید رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے۔ بچپن کی حالت میں سارے گھر اور عزیز و اقارب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر قربان کر دینا جس محبت

کا پتہ دیتا ہے وہ ظاہر ہے۔ **حضرت انس رضؓ بن نضر کا عمل اُحد کی لڑائی میں:-**

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو جب شکست ہو رہی تھی تو کسی نے یہ خبر اُڑا دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہو گئے اس وحشت ناک خبر سے جو اثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ہونا چاہیئے تھا، وہ ظاہر ہے، اسی وجہ سے اور بھی زیادہ گھٹنے ٹوٹ گئے حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ چلے جا رہے تھے کہ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت میں حضرت عمر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم نظر پڑے کہ سب حضرات پریشان حال تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے کہ مسلمان پریشان سے نظر آ رہے ہیں، ان حضرات نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم ہی زندہ رہ کر کیا کرو گے، تلوار ہاتھ میں لی اور کفار کے جمگھٹے میں گھس گئے اور اُس وقت تک لڑتے رہے کہ شہید ہوئے۔ فائدہ: ان کا مطلب یہ تھا کہ جس ذات کے دیدار کے لیے جینا تھا، جب وہی نہ رہی تو پھر گویا جی کر ہی کیا کرنا ہے۔ چنانچہ اسی میں اپنی جان نثار کر دی۔ **سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا پیام اُحد میں:** اُسی اُحد کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ، کا معلوم نہیں ہوا کہ کیا گزری۔ ایک صحابی کو تلاش کے لیے بھیجا، وہ شہدا کی جماعت میں تلاش کر رہے تھے، آوازیں بھی دے رہے تھے کہ شاید وہ زندہ ہوں پھر پکار کر کہا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ سعدؓ بن ربیع کی خبر لاؤں تو ایک جگہ سے بہت ضعیف سی آواز آئی، یہ اس طرف بڑھے، جا کر دیکھا کہ سعد رضی اللہ عنہ مقتولین کے درمیان پڑے ہیں اور ایک آدھ سانس باقی ہے جب یہ قریب پہنچے تو سعدؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام عرض کر دینا اور کہہ

دینا کہ اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ کو اس سے افضل اور بہتر بدلہ عطا فرمائیں جو کسی نبی کو اس کی اُمّت کی طرف سے بہتر سے بہتر عطا کیا ہو اور مسلمانوں کو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ اگر کافر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم تک پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ چمکتی ہوئی رہی، یعنی وہ زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا، یہ کہہ کر جاں بحق ہو گئے۔ درحقیقت ان جاں نثاروں نے (اللہ تعالیٰ اپنے لطف سے ان کی قبروں کو نور سے بھر دے) اپنی جاں نثاری کا پورا ثبوت دے دیا کہ زخموں پر زخم لگے ہوئے ہیں۔ دم توڑ رہے ہیں۔ مگر کیا مجال ہے کہ کوئی شکوہ یا گھبراہٹ یا پریشانی لاحق ہو جائے، ولولہ ہے تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت کا، حضور پر جاں نثاری کا حضور پر قربانی کا، کاش! مجھ سے نااہل کو بھی کوئی حصہ اس محبّت کا نصیب ہو جاتا۔

ایک عورت کا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خبر کے لیے بے قرار ہونا

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو اذیت بھی بہت پہنچی اور شہید بھی بہت ہوئے، مدینہ منوّرہ میں یہ خبر وحشت اثر پہنچی۔ تو عورتیں پریشان ہو کر تحقیق حال کے لیے گھر سے نکل پڑیں۔ ایک عورت نے مجمع کو دیکھا تو بیتابانہ پوچھا کہ حضور کیسے ہیں؟ اس مجمع میں سے کسی نے کہا کہ تمہارے والد کا انتقال ہو گیا، انھوں نے اناللہ پڑھی اور پھر بے قراری سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خیریت دریافت کی، اتنے میں کسی نے خاوند کے انتقال کی خبر سنائی اور کسی نے بیٹے کی اور کسی نے بھائی کی کہ یہ سب ہی شہید ہو گئے تھے، مگر انھوں نے پوچھا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم بخیریت ہیں، تشریف لا رہے ہیں، اس سے اطمینان نہ ہوا، کہنے لگیں: مجھے بتا دو کہاں ہیں، لوگوں نے اشارہ کر کے بتایا کہ اس مجمع میں ہیں، یہ دوڑی ہوئی

گئیں اور اپنی آنکھوں کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے ٹھنڈا کر کے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کی زیارت ہو جانے کے بعد ہر مصیبت ہلکی اور معمولی ہے ایک روایت میں ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، جب آپ زندہ و سلامت ہیں تو مجھے کسی کی ہلاکت کی پروا نہیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قبر شریف دیکھ کر ایک عورت کی موت: حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں اور آکر عرض کیا کہ مجھے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قبر مبارک کی زیارت کرادو۔ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا نے حجرۂ شریفہ کھولا، انھوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال کر گئیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔ فائدہ: کیا اس عشق کی نظیر بھی کہیں ملے گی کہ قبر کی زیارت کی تاب نہ لا سکیں اور وہیں جان دے دی — خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی عبدہؓ کہتی ہیں کہ میرے والد کا ہمیشہ یہ معمول تھا کہ رات کو جب سونے لیٹتے تو حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کے شوق میں بے چین ہوتے اور مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نام لے کر یاد کرتے اور کہتے یا اللہ یہی حضرات میرے اصول و فروع ہیں، میرا دل ان سے ملنے کو بے تاب ہے، میرا اشتیاق بڑھتا جا رہا ہے، یا اللہ مجھے جلدی سے موت عطا فرما کہ ان سے ملوں۔ اسی میں نیند آجاتی اور سو جاتے — حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ، رو رہے تھے اور یوں کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے ماں باپ آپ پر قربان! ایک کھجور کا تنا جس پر سہارا لگا کر آپ منبر بننے سے پہلے خطبہ پڑھا کرتے تھے، پھر جب منبر بن گیا اور آپ اس پر تشریف لے

گئے تو وہ کھجور کا تنا آپ کے فراق سے رونے لگا، یہاں تک کہ آپ نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا جس سے اس کو سکون ہوا (یہ حدیث کا مشہور قصہ ہے) یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم! آپ کی اُمّت آپ کے فراق سے رونے کی زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس تنے کے (یعنی امّت اپنے سکُون کے لیے توجّہ کی زیادہ محتاج ہے)، یا رسُول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قرُبان، آپ کا عالی مرتبہ اللہ کے نزدیک اس قدر اُونچا ہوا کہ اس نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ "جس نے رسُول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔ یا رسُول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کی فضیلت اللہ کے نزدیک اتنی اُونچی ہُوئی کہ آپ سے مطالبے سے پہلے معافی کی اطّلاع فرمادی، چنانچہ ارشاد فرمایا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ "اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے تم نے ان منافقوں کو جانے کی اجازت دی ہی کیوں"— یا رسُول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کا علوشان اللہ کے نزدیک ایسا ہے کہ آپ اگرچہ زمانے کے اعتبار سے آخر میں آئے، لیکن انبیاؑ کی میثاق میں آپ کو سب سے پہلے ذکر کیا گیا، چنانچہ ارشاد ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرَاهِيْمَ (الآیۃ) یا رسُول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کی فضیلت کا اللہ کے یہاں یہ حال ہے کہ کافر جہنّم میں پڑے ہُوئے اس کی تمنّا کریں گے کہ کاش! آپ کی اطاعت کرتے اور کہیں گے يٰلَيْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَ؛ یا رسُول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، اگر حضرت مُوسیٰ (علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام) کو اللہ جلّ شانہٗ نے یہ معجزہ عطا فرمایا ہے کہ پتّھر سے نہریں نکال دیں تو یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں

کہ اللہ تعالٰی نے آپ کی انگلیوں سے پانی جاری کر دیا (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ مشہور ہے) یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کہ اگر حضرت سلیمان (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کہ ہوا اُن کے صبح کے وقت میں ایک مہینے کا راستہ طے کرا دے اور شام کے وقت میں ایک مہینے کا طے کرا دے تو یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں کہ آپ کا براق رات کے وقت میں آپ کو ساتویں آسمان سے بھی پرے لیجائے اور صبح کے وقت آپ مکہ مکرمہ واپس آجائیں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ اللہ تعالیٰ ہی آپ پر درود بھیجے۔ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، اگر حضرت عیسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا فرمایا کہ وہ مُردوں کو زندہ فرما دیں تو یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں کہ ایک بکری جس کے گوشت کے ٹکڑے آگ میں بھون دیئے گئے ہوں وہ آپ سے یہ درخواست کرے کہ آپ مجھے نہ کھائیں، اس لیے کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے، یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، حضرت نوح (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنی قوم کے لیے یہ ارشاد فرمایا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔ "اے رب کافروں میں سے زمین پر بسنے والا کوئی نہ چھوڑ" اگر آپ بھی ہمارے لیے بد دُعا کر دیتے تو ہم میں سے ایک بھی باقی نہ رہتا بے شک کافروں نے آپ کی پشت مبارک کو روندا کہ جب آپ نماز میں سجدے میں تھے، آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کا بچہ دان رکھ دیا تھا اور غزوۂ اُحد میں آپ کے چہرۂ مبارک کو خون آلودہ کیا، آپ کے دندان مبارک کو شہید کیا اور آپ نے بجائے بد دُعا کے یوں ارشاد فرمایا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ "اے اللہ میری قوم کو معاف فرما کہ یہ لوگ جانتے نہیں (جاہل

ہیں) یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کی عمر کے بہت تھوڑے حصے میں (کہ نبوت کے تیئیس ہی سال ملے) اتنا بڑا مجمع آپ پر ایمان لایا کہ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طویل عمر (ایک ہزار برس) میں اتنے افراد مسلمان نہ ہوئے (کہ حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چوبیس ہزار تو صحابہ تھے اور جو لوگ غائبانہ مسلمان ہوئے حاضر نہ ہو سکے ان کی تعداد تو اللہ ہی کو معلوم ہے) آپ پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت زیادہ سے زیادہ ہے (بخاری کی مشہور حدیث عرضت علی الامم میں ہے رَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اتنی کثیر مقدار میں دیکھا کہ جس نے سارے جہان کو گھیر رکھا تھا) اور حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والے بہت تھوڑے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے: وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، اگر آپ اپنے ہم جنسوں ہی کے ساتھ نشست وبرخاست فرماتے تو آپ ہمارے پاس کبھی نہ بیٹھتے اور اگر نکاح نہ کرتے مگر اپنے ہی ہم مرتبہ سے تو ہمارے میں سے کسی کے ساتھ بھی آپ کا نکاح نہ ہو سکتا تھا اور اگر آپ اپنے ساتھ کھانا نہ کھلاتے، مگر اپنے ہی ہمسروں کو، تو ہم میں سے کسی کو اپنے ساتھ کھانا نہ کھلاتے، بے شک آپ نے ہمیں اپنے پاس بٹھایا، ہماری عورتوں سے نکاح کیا، ہمیں اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ بالوں کے کپڑے پہنے (عربی گدھے پر سواری فرمائی اور اپنے پیچھے دوسرے کو بٹھایا اور زمین پر دسترخوان) بچھا کر کھانا کھایا اور کھانے کے بعد اپنی انگلیوں کو زبان سے چاٹا اور یہ سب امور آپ نے تواضع کے طور پر اختیار فرمائے، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ۔ اللہ تعالیٰ ہی آپ پر درود وسلام بھیجے ؎ يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ ـــــ حضرت اویس قرنیؒ مشہور تابعی ہیں ـــ سید التابعین ان کا لقب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ انھوں نے پایا ہے مگر ماں کی خدمت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری سے قاصر رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق نقل کیا گیا کہ بہترین تابعی اویس قرنی ہیں۔ ایک روایت میں ان کے متعلق آیا ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ جل شانہٗ اس کو پورا کریں۔ ایک حدیث میں ان کے متعلق آیا ہے کہ جو ان سے ملے، ان سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کرائے۔ ایک حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سے اپنے لیے استغفار کرائیں۔ بڑے فضائل ان کے احادیث میں وارد ہیں، جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی حمایت میں شہید ہوئے (اصابہ) جب حج کیا اور مدینہ طیبہ کی حاضری پر مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے تو کسی نے اشارے سے بتایا کہ یہ ہے قبرِ اطہر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب غشی میں افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کہ مجھے لے چلو، مجھے اس شہر میں چین نہیں ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہوں۔ (اتحاف) ـــــ ایک بدو قبرِ اطہر پر حاضر ہوئے اور کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا اللہ تو نے غلاموں کے آزاد کرنے کا حکم دیا ہے یہ تیرے محبوب ہیں اور میں تیرا غلام ہوں اپنے محبوب کی قبر پر مجھ غلام کو آگ سے آزادی عطا فرما۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ تم نے اپنے تنہا کے لیے آزادی مانگی تمام آدمیوں کے لیے آزادی کیوں نہ مانگی، ہم نے تمھیں آگ سے آزادی عطا کی (مواہب) اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ ایک بدو قبر شریف کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور عرض

کیا، یا اللہ یہ آپ کے محبوب ہیں، اور مَیں آپ کا غُلام اور شیطان آپ کا دشمن۔ اگر آپ میری مغفرت فرمادیں تو آپ کے محبوبؐ کا دل خوش ہو۔ اور آپ کا غلام کامیاب ہوجائے اور آپ کے دشمن کا دِل تلملانے لگے اور اگر آپ مغفرت نہ فرمائیں تو آپ کے محبوب کو رنج ہو اور آپ کا دشمن خوش ہو اور آپ کا غلام ہلاک ہوجائے۔ یا اللہ! عَرب کے کریم لوگوں کا یہ دستور ہے کہ جب ان میں کوئی بڑا سَردار مَرجائے تو اس کی قبر پر غلاموں کو آزاد کیا کرتے ہَیں اور یہ پاک ہستی سارے جہانوں کی سَردار ہے تُو اس کی قبر پر مجھے آگ سے آزادی عطا فرما۔ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اس سے کہا کہ اے عربی شخص! اللہ جل شانہٗ نے تیرے اس بہترین سوال پر (انشاءاللہ) تیری بخشش کردی (مواہب)۔۔۔۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حاتم اصم بلخی رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور صوفیہ میں ہیں، کہتے ہیں کہ ۳۰ برس تک ایک قبہ میں انھوں نے چلّہ کیا تھا کہ بے ضرورت کسی سے بات نہیں کی، جب حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قبراطہر پر حاضر ہُوئے، تو اتنا ہی عرض کیا، اے اللہ! ہم تیرے نبی کی قبر شریف کی زیارت کو حاضر ہوئے ہیں، تو ہمیں نامُراد واپس نہ کیجیو۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ ہم نے تمہاری اور تمہارے ساتھ جتنے حاضرین ہیں سب کی مغفرت کردی۔ (زرقانی علی المواہب) بعض اوقات الفاظ چاہے کتنے ہی مختصر ہوں، جب اخلاص سے نِکلتے ہیں تو وُہ سیدھے پہنچتے ہیں۔۔۔۔ محبت رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں آپ کی اتّباع شرط ہے۔ علماء نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ محبّت کی علامات لکھی ہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جو شخص کسی چیز کو محبُوب

رکھتا ہے اس کو ماسوٰی پر ترجیح دیتا ہے۔ یہی معنی محبت کے ہیں، ورنہ محبت نہیں محض دعوئے محبت ہے، پس حضور کے ساتھ محبت کی علامات میں سب سے مہتم بالشان یہ ہے کہ آپؐ کا اقتدار کرے اور آپؐ کے اقوال وافعال کی پیروی کرے۔ آپؐ کے احکامات کی بجاآوری کرے اور آپؐ نے جن چیزوں سے روکدیا ہے، اُن سے پرہیز کرے، خوشی میں، رنج میں، تنگی میں وسعت میں ہرحال میں آپؐ کے طریقے پر چلے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:-

آپ اِن لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تُم خدا تعالےٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میری اتباع کرو، خدا تعالےٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردیگا، اللہ تعالےٰ بڑا معاف کرنیوالا ہے، بڑا رحم کرنیوالا ہے۔

ایک ایسی شخصی زندگی، جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسُول اللہ کی سیرت ہے، اگر دولتمند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو۔ اگر غریب ہو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سُنو۔ اگر بادشاہ ہو تو سلطانِ عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو۔ اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ۔ اگر تُم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ اُحد سے عبرت حاصل کرو۔ اگر تم استاد اور معلم ہو توصفہ کی درسگاہ کے معلمِ قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو رُوح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ۔ اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجدِ مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سُنو، اگر تنہائی و بیکسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبیؐ کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے

اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو فتح اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو۔ اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم ونسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم ونسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبداللہ اور آمنہ کے جگر گوشے کو نہ بھولو، اگر بچے ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو۔ اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصرای کے کاروان سالار کی مثالیں ڈھونڈو اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجرِ اسود کو کعبے کے ایک گوشے میں کھڑا کر رہا ہے۔ مدینے کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظرِ انصاف میں شاہ وگدا اور امیر وغریب برابر تھے۔ اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقدس شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے نانا کا حال پوچھو، تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو، تمہاری زندگی کے لیے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لیے سامان اور تمہارے ظلمت خانے کے لیے ہدایت کا نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیتِ کبرای کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے اس لیے طبقۂ انسانی کے ہر طالب اور نورِ ایمانی کے ہر متلاشی کے لیے صرف محمد رسول اللہ کی سیرت کا نمونہ نجات کا ذریعہ ہے، جس کی نگاہ کے سامنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، اس کے سامنے نوحؑ و ابراہیمؑ ایوبؑ و یونسؑ و موسیٰؑ اور عیسیٰ علیہم السلام سب کی سیرتیں موجود ہیں، گویا تمام

دُوسرے انبیائے کرام کی سیرتیں صرف ایک ہی جنس کی اشیا کی دکانیں ہیں اور محمد رسُول اللہ صلّی اللہ عَلیہ وسلّم کی سیرت اخلاق و اعمال کی دُنیا کا سب سے بڑا بازار (مارکیٹ) ہے، جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شے کے طلب گار کے لیے بہترین سامان موجُود ہے ـــــــ اللہ کے اس آخری مگر محبُوب ترین پیغمبرؐ کی زندگی میں بیک وقت اس قدر متضاد اور متنوّع اوصاف نظر آتے ہیں، جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا کر کے نہیں دکھائے، یعنی بادشاہ ایسا کہ ایک پُورا مُلک اُس کی مُٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خُود اپنے کو بھی اپنے قبضے میں نہ جانتا ہو، بلکہ خُدا کے قبضے میں، دولت مند ایسا ہو کہ خزانے کے خزانے اونٹوں پر لدے ہُوئے اُس کے دارالحکُومت میں آ رہے ہوں اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر چُولھا نہ جلتا ہو، اور کئی کئی وقت اس پر فاقے سے گزُر جاتے ہوں، سپہ سالار ایسا ہو کہ مٹھی بھر نہتے آدمیوں کو لے کر ہزاروں غرقِ آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑا ہو، اور صُلح پسند ایسا کہ ہزاروں پُرجوش جاںنثاروں کی ہمرکابی کے باوجُود صُلح کے کاغذ پر دستخط کر دیتا ہو اور بہادر ایسا کہ ہزاروں کے مقابلے میں تنِ تنہا کھڑا ہو اور نرم دل ایسا کہ کبھی اس نے انسانی خوُن کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو، باتعلّق ایسا ہو کہ عرب کے ذرّے ذرّے کی اس کو فکر، بیوی بچّوں کی اُس کو فکر، غریب و مفلس مُسلمانوں کی اُس کو فکر، خُدا کی بھوُلی ہُوئی دُنیا کے سدھار کی اُس کو فکر، غرض سارے سنسار کی اُس کو فکر ہو اور بے تعلّق ایسا کہ اپنے خُدا کے سوا کسی اور کی یاد اُس کو نہ ہو اور اُس کے سوا ہر چیز اُس کو فراموش ہو، اُس نے کبھی اپنی ذات کے لیے اپنے بُرا کہنے والوں سے بدلہ نہیں لیا اور اپنے

ذاتی دشمنوں کے حق میں دُعائے خیر کی اور اُن کا بھلا چاہا، لیکن خدا کے دشمنوں کو اس نے کبھی معاف نہیں کیا اور حق کا راستہ روکنے والوں کو ہمیشہ جہنّم کی دھمکی دیتا اور عذابِ الٰہی سے ڈراتا رہا، عین اُس وقت جب اس پر ایک تیغ زن سپاہی کا دھوکا ہوتا ہو، وہ ایک شب زندہ دار زاہد کی صورت میں جلوہ نما ہو جاتا ہے، عین اس وقت جب اس پر کشور کشا فاتح کا شُبہ ہو، وہ پیغمبرانہ معصومیّت کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتا ہے، عین اس وقت جب ہم اُس کو شاہِ عرب کہہ کر پُکارنا چاہتے ہیں، وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھُردری چٹائی پر بیٹھا درویش نظر آتا ہے، عین اُس دن جب عرب کے اطراف سے آآکر اس کے صحنِ مسجد میں مال و اَسباب کا انبار لگا ہوتا ہے۔ اس کے گھر میں فاقے کی تیاری ہو رہی ہے، عین اس عہد میں جب لڑائیوں کے قیدی... مُسلمانوں کے گھروں میں لونڈی اور غلام بنا کر بھیجے جا رہے ہیں۔ فاطمہؓ بنت رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جا کر اپنے ہاتھوں کے چھالے اپنے شفیق اباؐ کو دکھاتی ہیں، جو چکّی پیستے پیستے اور مشکیزہ بھرتے بھرتے ہاتھوں میں پڑ گئے تھے۔ عین اُس وقت جب آدھا عرب اُس کے زیرِ نگیں ہوتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حاضرِ دربار ہوتے ہیں، اِدھر اُدھر نظر اُٹھا کر کاشانۂ نبوّت کے سامان کا جائزہ لیتے ہیں، آپ ایک کھردری چارپائی پر یا چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، جسم مبارک پر بانوں کے نشان پڑ رہے ہیں، ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں، ایک کھونٹی میں خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے۔ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گھر کی یہ کُل کائنات دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، رو پڑتے ہیں، سبب دریافت ہوتا ہے عرض کرتے ہیں، یا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا

موقع ہوگا، قیصر وکسریٰ باغ وبہار کے مزے لُوٹ رہے ہیں اور آپ پیغمبر ہو کر اس حالت میں ہیں ارشاد ہوتا ہے : عمر! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ وہ دُنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات تمام تر خوبیوں سے متصف ہے حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کفر کے خلاف غیظ وغضب کا ولولہ پیش کرتی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات بُت شکینوں کا منظر دکھاتی ہے، حضرت موسٰی علیہ السلام کی زندگی کُفار سے جنگ وجہاد، شاہانہ نظم ونسق اور اجتماعی دستور وقوانین کی مثال پیش کرتی ہے، حضرت عیسٰی علیہ السلام کی لائف صرف خاکساری تواضع عفو ودرگزر اور قناعت کی تعلیم دیتی ہے، حضرت ایوب علیہ السلام کی حیات صبر وشکر کا نمونہ ہے. حضرت یونس علیہ السلام کی سیرت، ندامت و انابت اور اعتراف کی مثال ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی قید وبند میں بھی دعوتِ حق اور جوشِ تبلیغ کا سبق ہے. حضرت داؤد علیہ السلام کی سیرت گریہ وبکا، حمد وستائش اور دُعا وزاری کا صحیفہ ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی زندگی امیدِ خدا پر توکل اور اعتماد کی مثال ہے، لیکن حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو تو دیکھو کہ اس میں نوح اور ابراہیم موسٰی اور عیسٰی، سلیمان اور داؤد، ایوب اور یونس، یوسف اور یعقوب علیہم السلام والاکرام کی زندگیاں اور سیرتیں سمٹ کر سما گئی ہیں.

محدث خطیب بغدادی کی ایک ضعیف روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت ندا آئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملکوں ملکوں پھراؤ اور سمندر کی تہوں میں لے جاؤ کہ تمام دُنیا ان کے نام و نشان کو پہچان لے جن وانس، چرند وپرند، بلکہ ہر جاندار کے سامنے اُن کو

لے جاؤ۔ اُن کو آدم علیہ السلام کا خُلق، شیث علیہ السلام کی معرفت، نوح علیہ السلام کی شجاعت، ابراہیم علیہ السلام کی دوستی، اسمٰعیل علیہ السلام کی زبان، اسحاق علیہ السلام کی رضا، صالح علیہ السلام کی فصاحت، لوط علیہ السلام کی حکمت، موسیٰ علیہ السلام کی سختی، ایوب علیہ السلام کا صبر، یونس علیہ السلام کی طاعت، یوشع علیہ السلام کا جہاد، داؤد علیہ السلام کی آواز، دانیال علیہ السلام کی محبت، الیاس علیہ السلام کا وقار، یحییٰ علیہ السلام کی پاک دامنی اور عیسیٰ علیہ السلام کا زہد عطا کرو اور تمام پیغمبروں کے اخلاق میں اُن کو غوطہ دو" جن عُلماء نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے، اُن کا منشاء درحقیقت یہی ہے کہ وُہ پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی صفتِ جامعیت کو نمایاں کریں کہ جو کچھ اور انبیاء علیہم السّلام کو متفرّق طور سے عطا ہوا تھا، وُہ سب مجموعی طور سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو عنایت ہوا

خلفاء سے محبت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے محبت کے مترادف ہے:

ایک جگہ حضور نبیّ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ابوبکرؓ سے محبت کی، اس نے دین کو سیدھا کیا اور جس نے عمرؓ سے محبت کی، اس نے دین کے واضح راستے کو پالیا اور جس نے عثمانؓ سے محبت کی، وُہ اللہ کے نور کے ساتھ منوّر ہوا اور جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے دین کی مضبوط رسّی کو پکڑ لیا، جو صحابہ کرام کی تعریف کرتا ہے، وُہ نفاق سے بری ہے اور جو صحابہ کی بے ادبی کرتا ہے، وُہ بدعتی منافق، سنّت کا مخالف، مجھے اندیشہ ہے، کہ اس کا کوئی عمل قبول نہ ہو ــــ ایک حدیث شریف میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! میں ابوبکرؓ سے خوش ہوں، تم لوگ ان کا مرتبہ پہچانو۔ میں عمرؓ سے علیؓ سے، عثمانؓ سے طلحہؓ سے، زبیرؓ سے سعدؓ سے، سعیدؓ سے

عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے ابو عبیدہؓ سے، خوش ہوں، تم لوگ ان کا مرتبہ پہچانو
اے لوگو! اللہ جل شانہٗ نے بدر اور حدیبیہ کی لڑائی میں شریک ہونیوالوں
کی مغفرت فرمادی، تم میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کیا کرو۔
اور ان لوگوں کے بارے میں جن کی بیٹیاں میرے نکاح میں ہیں۔ یا میری
بیٹیاں جن کے نکاح میں ہیں، ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ قیامت میں تم سے کسی قسم
کے ظلم کا مطالبہ کریں کہ وہ معاف نہیں کیا جائے گا۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ
میرے صحابہ اور میرے دامادوں میں میری رعایت کیا کرو، جو شخص ان کے
بارے میں میری رعایت نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے بری ہیں اور
جس سے اللہ کریم بری ہیں، کیا بعید ہے کہ کسی وقت کسی گرفت میں آجائے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے، جو شخص صحابہ کرام کے بارے میں
میری رعایت کرے گا، میں قیامت کے روز اس کا محافظ ہوں گا۔ ایک
جگہ ارشاد ہے کہ جو میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کرے، وہ
میرے پاس حوضِ کوثر پہ پہنچ سکے گا اور جو ان کے بارے میں میری رعایت
نہ کرے گا، وہ میرے پاس حوض تک نہ آسکے گا اور مجھے صرف دور ہی
سے دیکھے گا۔ سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جو شخص حضور صلی اللہ
علیہ وسلّم کے صحابہؓ کی تعظیم نہ کرے وہ حضورؐ ہی پر ایمان نہیں لایا، اللہ جل شانہٗ
اپنے لطف وفضل سے اپنی گرفت سے اور اپنے محبوب کے عتاب سے
مجھ کو اور میرے دوستوں، محسنوں اور ملنے والوں کو، میرے مشائخ کو، تلامذہ
کو اور سب مومنین کو محفوظ رکھے اور ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین
کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔ آمین! برحمتک یا ارحم الراحمین!

مسلمانو! یہودی کتّوں کو دوست نہ بناؤ | سلطان نورالدین عادل بادشاہ

متقی اور صاحبِ اوراد و وظائف تھے، رات کا بہت سا حصّہ تہجّد اور وظائف میں خرچ ہوتا تھا، ۵۵۰ھ میں ایک شب تہجّد کے بعد سوئے، تو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خواب میں زیارت ہوئی کہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دو کیری آنکھوں والے آدمیوں کی طرف اشارہ فرما کر سلطان سے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں سے میری حفاظت کرو، سلطان کی گھبراہٹ سے آنکھ کُھلی، فوراً اُٹھ کر وضو کیا اور نوافل پڑھکر دوبارہ لیٹے تو معاً آنکھ لگی، اور یہی خواب بعینہٖ دوبارہ نظر آیا، پھر جاگے اور وضو کر کے نوافل پڑھے۔ پھر لیٹے اور معاً آنکھ لگنے پر تیسری مرتبہ پھر یہی خواب نظر آیا تو اُٹھ کر کہنے لگے کہ اب نیند کی کوئی گنجائش نہیں، فوراً رات ہی کو اپنے وزیر کو جو صالح نیک آدمی تھے،۔ جمال الدین نام بتایا جاتا ہے اور اس نام میں اختلاف بھی ہے، بلایا اور سارا قصّہ سُنایا، وزیر نے کہا کہ اب دیر کی کیا گنجائش ہے۔ فوراً مدینہ طیبہ چلیئے۔ اور اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہ کیجئے۔ بادشاہ نے فوراً رات ہی کو تیاری کی اور ۲۰ نفر مخصوص خدّام کو ساتھ لے کر تیز رَو اُونٹنیوں پر بہت سا سامان اور مال و متاع لدوا کر مدینہ طیّبہ کو روانہ ہو گئے اور دن رات چل کر سولھویں دن مصر سے مدینہ طیّبہ پہنچے۔ مدینہ طیبہ سے باہر غسل کیا اور نہایت ادب و احترام سے مسجد شریف میں حاضر ہوئے اور روضۂ جنّت میں دو رکعت نفل پڑھی اور نہایت متفکّر بیٹھے سوچتے رہے کہ کیا کریں۔ وزیر نے اعلان کیا کہ بادشاہ زیارت کے لیے تشریف لائے ہیں اور اہلِ مدینہ پر بخشش و اموال بھی تقسیم ہوں گے اور بہت بڑی دعوت کا انتظام کیا جس میں سارے اہلِ مدینہ کو مدعو کیا۔ بادشاہ

عطا کے وقت بہت گہری نگاہ سے لوگوں کو دیکھتے سب اہلِ مدینہ یکے بعد دیگرے آکر عطائیں لے کر چلے گئے، مگر وُہ جو دو شخص خواب میں دیکھے تھے نظر نہ آئے، بادشاہ نے پُوچھا کہ کوئی اور باقی رَہا ہو تو اس کو بھی بُلا لیا جائے، معلوم ہوا کہ کوئی باقی نہیں رَہا، بہت غور و خوض اور بار بار کہنے پر لوگوں نے کہا کہ دو نیک مرد متقی پرہیزگار مغربی بزرگ ہیں، وُہ کسی کی کوئی چیز نہیں لیتے، خُود بہت کچھ صدقات خیرات اہلِ مدینہ پر کرتے رہتے ہیں۔ سب سے یکسُو رہتے ہیں، گوشہ نشین آدمی ہیں۔ بادشاہ نے ان سے پُوچھا: تم کون ہو؟ کہنے لگے! مغرب کے رہنے والے ہیں، حج کے لیے حاضر ہُوئے تھے۔ حج سے فراغت پر زیارت کے لیے حاضر ہُوئے اور حضُور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پڑوس میں رہنے کی تمنا ہُوئی، تو یہاں قیام کر لیا، بادشاہ نے کہا: صحیح صحیح بتا دو، انھوں نے جو پہلے کہا تھا، اسی پر اصرار کیا، بادشاہ نے ان کی قیام گاہ پُوچھی، معلُوم ہوا کہ روضۂ اقدس کے قریب ہی ایک رباط میں قیام ہے۔ بادشاہ نے ان کو تو وہیں روکے رکھنے کا حکم دیا اور خُود ان کی قیام گاہ پر گیا، وہاں جا کر بہت تجسّس کیا، وہاں مال و متاع تو بہت سا ملا اور کتابیں وغیرہ رکھی ہُوئی ملیں، لیکن کوئی ایسی چیز نہ ملی، جس سے خواب کے مضمُون کی تائید ہوتی، بادشاہ بہت پریشان اور متفکّر تھا، اہلِ مدینہ بہت کثرت سے سفارش کے لیے حاضر ہو رہے تھے کہ نیک بزرگ دن بھر روزہ رکھتے ہیں، ہر نماز روضہ شریفہ میں پڑھتے ہیں، روزانہ بقیع کی زیارت کرتے ہیں، ہر شنبہ کو قبا جاتے ہیں، کسی سائل کو رد نہیں کرتے۔ اس قحط کے سال میں اہلِ مدینہ کے ساتھ انتہائی ہمدردی اور غمگساری انھوں نے کی ہے، بادشاہ حالات سُن کر تعجب کرتے تھے اور اِدھر اُدھر متفکّر پھر رہے

تھے، دفعۃً خیال آیا کہ ان کے مصلّے کو جو ایک بوریئے پر بچھا ہوا تھا، اٹھایا، اس کے نیچے ایک پتھر بچھا ہوا تھا، اس کو اُٹھایا تو اُس کے نیچے سے ایک سُرنگ نکلی، جو بہت گہری کھودی گئی تھی اور بہت دُور تک چلی گئی تھی، حتیٰ کہ قبرِ اطہرؐ کے قریب تک پہنچ گئی تھی یہ دیکھ کر سب دنگ رہ گئے، بادشاہ نے ان کو غصّے میں کانپتے ہُوئے پیٹنا شروع کیا کہ صحیح واقعہ بتاؤ، انھوں نے بتایا کہ وہ دونوں نصرانی ہیں، عیسائی بادشاہوں نے بہت سا مال ان کو دیا ہے اور بہت زیادہ دینے کا وعدہ کیا ہے، وہ حاجیوں کی صُورت بنا کر آئے ہیں، تاکہ قبرِ اطہر سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جسدِ اطہر کو لیجائیں، وہ دونوں رات کو اس جگہ کو کھودا کرتے اور جو مٹّی نکلتی، اس کو چمڑے کی دو مشکیں ان کے پاس مغربی شکل کی تھیں، انمیں بھر کر رات ہی کو بقیع میں ڈال آیا کرتے تھے، بادشاہ اس بات پر کہ اللہ جل شانہٗ نے اور اس کے پاک رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس خدمت کے لیئے منتخب کیا، بہت روئے اور دونوں کو قتل کرایا اور حجرہ شریفہ کے گرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی تک پہنچ گئی اور اس میں رانگ یا سیسہ پگھلا کر بھروادیا کہ جسدِ اطہر تک کسی کی رسائی نہ ہو سکے۔ (وفا اوّل)

ماں باپ کی عظمت اور اُن سے محبت

اللہ رب العزت نے اپنی سب کتابوں، توراۃ، انجیل، زبور، قرآن شریف میں والدین کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم فرمایا ہے، تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو اُن کے حق کے بارے میں وحی بھیجی ہے اور تاکید فرمائی ہے، اپنی رضا کو والدین کی رضا کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور اُن کی ناراضگی پر اپنی ناراضگی مرتب فرمائی ہے۔ ماں باپ کے حقوق کی اتنی اہمیت ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو اپنے والدین کی، یا اُن میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے، اُس کی مغفرت کی جائے گی اور وہ فرمانبرداروں میں شمار ہو گا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک یہ بھی ہے کہ ماں باپ کی خدمت اور اطاعت کرنیوالا لڑکا یا لڑکی جتنی دفعہ بھی عظمت اور محبت کی نگاہ سے ماں یا باپ کی طرف نظر کرے، اللہ تعالیٰ ہر دفعہ کے دیکھنے کے بدلے میں ایک مقبول حج کا ثواب اُس کے لیے لکھ دیتے ہیں، صحابہ کرامؓ نے حضور پاکؐ سے عرض کیا کہ حضرت! اگر روزآنہ سو دفعہ دیکھے، جب بھی ہر دفعہ کے دیکھنے کے بدلے میں اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، اللہ بہت بڑا ہے اور بہت پاک ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ اُس کے یہاں کوئی کمی نہیں۔ وہ جس عمل پر جتنا ثواب چاہے، دے سکتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب سے بڑے گناہ یہ بتلائے اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا، ایک اور

حدیث میں ہے، حضور پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: تین قسم کے آدمی ہیں جن کی طرف اللہ تعالٰے قیامت کے روز رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا، اُن میں سے ایک قسم وُہ لوگ ہیں، جو ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سے نقل کیا گیا کہ جو شخص صلہ رحمی کرے، اُس کی عُمر دراز ہوتی ہے۔ اعزّہ اُس سے محبّت کرتے ہیں، رزق میں اُس کے وسعت ہوتی ہے اور جنّت میں داخل ہوتا ہے۔ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، سے فرمایا: تین باتیں بالکُل حق اور پکّی ہیں ۱۔ جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وُہ چشم پوشی کرے، اس کی عزّت بڑھتی ہے، ۲۔ جو شخص مال کی زیادتی کے لیے سوال کرے، اس کے مال میں کمی ہوتی ہے ۳۔ جو شخص عطا اور صلہ رحمی کا دروازہ کھول دے اس کے مال میں کثرت ہوتی ہے۔ فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صلہ رحمی میں دس چیزیں قابلِ مدح ہیں۔ اوّل یہ کہ اس میں اللہ جلّ شانہٗ عمّ نوالہ کی رضا و خوشنودی ہے کہ اللہ پاک کا حکم صلہ رحمی کا اور دُوسرے رشتہ داروں پر مسرت پیدا کرنا ہے اور حضور پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ افضل ترین عمل مومن کو خُوش کرنا ہے، تیسرے اس سے فرشتوں کو بھی بہت مسرّت ہوتی ہے، چوتھے مُسلمانوں کی طرف سے اس شخص کی مدح اور تعریف ہوتی ہے۔ پانچویں، شیطان علیہ اللعنۃ کو اس سے بڑا رنج و غم ہوتا ہے، چھٹے اس کی وجہ سے عُمر میں زیادتی ہوتی ہے۔ ساتویں رزق میں برکت ہوتی ہے، آٹھویں مُردوں کو اس سے مسرّت ہوتی ہے، جنکے باپ دادا کا انتقال ہو گیا ہو، اُنکو جب اِس کی خبر ہوتی ہے تو اُن کو بڑی خوشی اس سے ہوتی ہے۔

نویں، آپس کے تعلقات میں اس سے قوت ہوتی ہے، جب تم کسی کی مدد کرو گے اس پر احسان کرو گے، تمہاری ضرورت اور مشقت کے وقت میں وہ دل سے تمہاری اعانت کرنے کا خواہش مند ہوگا۔ دسویں مرنے کے بعد تمھیں ثواب ملتا رہے گا کہ جس کی بھی تم مدد کرو گے، تمہارے مرنے کے بعد وہ ہمیشہ تمھیں یاد کرکے دعائے خیر کرتا رہے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ دو قدم اللہ کے یہاں بہت محبوب ہیں، ایک وہ قدم جو فرض نماز ادا کرنے کے لیے اٹھا ہو۔ دوسرا وہ قدم جو کسی محرم کی ملاقات کے لیے اٹھا ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر دوام اور استقلال سے اللہ جل شانہ کے یہاں ایسی نیکیاں ملتی ہیں، جیسے کہ اونچے اونچے پہاڑ اور ان کی وجہ سے رزق میں بھی وسعت ہوتی ہے، ایک صدقے کی مداومت، تھوڑا ہو یا زیادہ دوسرے صلہ رحمی پر مداومت، چاہے قلیل ہو یا کثیر، تیسرے اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، چوتھے ہمیشہ باوضو رہنا، پانچویں والدین کی فرمانبرداری پر مداومت کرنا۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات پاک کی، جس نے سمندر کو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنی اسرائیل کے لیے دو ٹکڑے کر دیا تھا، توراۃ میں لکھا ہے کہ اللہ سے ڈرتا رہ اور صلہ رحمی کرتا رہ میں تیری عمر بڑھا دوں گا اور سہولت کی چیزوں میں تیرے لیے سہولت پیدا کر دوں گا، مشکلات کو دور کر دوں گا، حق تعالیٰ شانہ نے قرآن شریف میں کئی جگہ صلہ رحمی کا حکم کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط (نساء ع۱) یعنی اللہ تعالیٰ

سے ڈرتے رہو، جس سے کہ اپنی حاجت طلب کرتے ہو اور رشتوں سے ڈرتے رہو، یعنی ان کو جوڑتے رہو، توڑو نہیں، دوسری آیت میں ارشاد ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ، یعنی رشتے دار کا جو حق نیکی اور صلہ رحمی کا ہے وہ ادا کرتے رہو۔ تیسری جگہ ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ یعنی اللہ جل شانہ توحید کا اور لا الٰہ الا اللہ کا حکم فرماتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کا اور ان سے درگزر کر دینے کا حکم فرماتے ہیں اور رشتہ داروں کو دینے کا یعنی صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں۔ فرمانبرداری والدین اور اس کا ثواب: والدین کی فرمانبرداری ہر شخص پر واجب ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ اگر ماں اور باپ دونوں بوڑھے ہو جائیں، تو انھیں اُف بھی نہ کہو، نہ انھیں جھڑکو اور اُن سے بات کرتے وقت نرمی اور تعظیم کرو۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے وصاحبهما فی الدنیا معروفا (دنیا میں والدین کا اچھی طرح ساتھ دو)۔ پھر فرمایا: اشکر لی ولوالدیك الی المصیر (میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو اور تم کو میری ہی طرف واپس آنا ہے۔ — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص ماں باپ کو رات بھر ناراض رکھے یہاں تک کہ صبح ہو جائے تو اس کے لیے دوزخ کے ۲ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جو صبح سے شام تک ناراض رکھے اُسکے لیے بھی دوزخ کے ۲ دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اگر ماں باپ میں سے کسی ایک کو ناراض کرے تو اس کے لیے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے

خواہ اس ناراضگی میں زیادتی ماں باپ ہی کی کیوں نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ماں باپ کی رضا مندی سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے اور ماں باپ کو ناراض کرنے سے اللہ بھی ناراض ہو جاتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک شخص آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا مَیں جہاد پر جانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا، کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ جواب دیا، جی! فرمایا: اُن کے حق میں اپنے نفس سے جہاد کر۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ اُن کی ضروریات پوری کی جائیں، انھیں تکلیف نہ پہنچنے دی جائے، چاہیئے کہ والدین کے ساتھ بچّوں جیسی نرمی اور محبّت کی باتیں کرے۔ والدین سے کبیدۂ خاطر نہ رہے، اُن کی حاجت روائی کرنے میں کوتاہی نہ کرے، سچّے دِل اور محبت سے اُن کی خدمت کرے فرض نماز روزے کے علاوہ نوافل پڑھے، انھیں پڑھنے کی نسبت والدین کی خدمت گزاری کا ثواب زیادہ ہے۔ ہر نماز کے بعد والدین کی بخشش کیلئے دُعا کرے، انھیں کوئی رَنج نہ پہنچنے دے، بلکہ اگر کوئی تکلیف ہو تو اُسے دُور کرنے کی کوشش کرے۔ اُن کے سامنے اُونچی آواز سے نہ بولے، نہ اُن کی بات کا جواب سختی سے دے، مگر خلافِ شرع امُور میں ان کی اطاعت نہ کی جائے، مثلاً حج، نماز، زکوٰۃ، کفّارہ اور خدا کی نذر وغیرہ۔ اگر والدین حرام کے لیے کہیں تو اُن کی مخالفت کرے، مختصر یہ کہ جو چیزیں شرعاً ممنوع ہیں، اُن کے بارے میں والدین سے اتفاق نہ کرے۔ مثلاً زنا، شراب خوری، قتل کسی پر زنا کی تہمت، کسی کا مال چھین لینا، چوری کرنا ان سب امُور میں والدین

کے ساتھ شرکت یا پیروی سے پرہیز کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان باتوں یا ان کاموں میں مخلوق کی تابعداری نہ کرو، جو خالق کی ناراضگی کا باعث ہیں. خُداوندِ عالم کا ارشاد ہے: وان جاھدك علی ان تشرك بی ما لیس لك بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا "اگر تیرے والدین تجھے اس تکلیف میں ڈالیں کہ تو اس چیز کو میرا شریک جانے جس کا تجھے علم نہیں، تو ان کا حکم نہ مان اور دُنیا میں ان کا صرف نیکی میں ساتھ دے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اور اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد سب کو معلوم ہے، یعنی جو کوئی ایسے کام کا حکم دے، جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے، یا جو اللہ کی عبادت میں خلل کا باعث بنے تو وُہ تسلیم نہ کرے غیر مسلم ماں کے ساتھ بھی سلوک کرنے کی ہدایت آئی ہے، صحیحین میں حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کا عہد تھا۔ ان دنوں میں میری والدہ میرے پاس آئی اور وُہ مشرکہ تھی، مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا، یا رسُول اللہ! میری ماں میرے پاس آئی ہے اور اسے ابھی تک اسلام سے رغبت نہیں کیا مَیں اس کے ساتھ سلُوک کروُں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں سلوک کرو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ابی طالب، رضی اللہ عنہ، سے راوی ہیں، کہ ایک شخص کو اُس کے والدین نماز باجماعت میں شرکت سے منع کیا کرتے تھے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص سے فرمایا کہ فرائض کو ترک کرنے کے بارے میں ماں باپ کے اس حُکم کی اطاعت نہ کرو۔ ماں باپ کی فرمانبرداری کی خاطر نفلوں کو ترک کیا جا سکتا ہے، یہ جائز ہی نہیں، بلکہ افضل ہے

کہ نفل ترک کر کے ماں باپ کا حکم مان لے، یہ بھی والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے مترادف ہے کہ تُو ان لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے، جن کے ساتھ تیرے والدین نے میل جول رکھا اور ان لوگوں سے قطع تعلق رکھے، جن سے تمہارے والدین الگ رہے، حبِ والدین کے لیے کبھی پر غصہ کرو، تو ایسا غصہ کرو، جیسا اپنے نفس سے زندگی اور موت کی حالت میں کرتے ہو۔ اگر ماں باپ پر تم کو غصہ آئے تو فوراً اس بات کو یاد کر لو کہ انھوں نے کس مصیبت سے تمہاری تربیت کی ہے، ماں باپ کی شفقت، ان کی محبت اور ماں کا رات رات بھر جاگنا اور ان کی محنت کو فوراً یاد کر لو۔ پھر آیت کریمہ بھی ذہن میں رکھو؛ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔ (اور ان سے ہمیشہ نیک بات کرو) اگر ان کی رحمت جو تم پر تھی، تمہارے غصہ کو کم نہ کرے، تو جان لو کہ تم خدا کی رحمت سے محروم ہو، خدا کا غضب تم پر آنے والا ہے اگر تم نے اللہ تعالےٰ کے حکم کے خلاف ماں باپ کے ساتھ کچھ کیا تو جب غصہ فرو ہو جائے تو اللہ تعالےٰ سے اس کی معافی چاہو اور توبہ کرو۔ اگر کسی ایسے سفر پر جانا چاہو، جو واجب نہیں، تو والدین کی رضامندی کے بغیر نہ جاؤ، نہ ماں باپ کی اجازت کے بغیر کسی لڑائی پر جاؤ۔ یہ بھی خیال رکھو، کہ تمہاری وجہ سے کوئی شخص، تمہارے والدین کو آزار پہنچانے کا باعث نہ بنے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے، جو ماں اور بچے میں جُدائی کرتا ہے، جب تم کھانے پینے کی چیزیں لاؤ تو اُن میں سے جو والدین پسند کریں، وہ اُن کے سامنے رکھو، باقی تم لو، کیوں کہ انھوں نے کافی مدت تمہاری پرورش کی ہے، خود جاگتے رہے اور تمھیں میٹھی نیند سُلایا ہے

تمھیں ہر ممکن آرام پہنچایا ہے۔ اگر ان امور پر عمل کروگے تو انشاء اللہ صراطِ مستقیم ملے گا۔۔۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے، اُن کے ساتھ ایک بڑے میاں بھی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انھوں نے عرض کیا کہ یہ میرے والد ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اِن سے آگے نہ چلنا ان سے پہلے نہ بیٹھنا، اِن کا نام لے کر نہ پکارنا اور اِن کو بُرا نہ کہنا۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ مجھے میرے رب نے نو باتوں کا حکم فرمایا ہے۔ ۱ حق تعالیٰ کا خوف ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی ۲ انصاف کی بات خوشی میں بھی، غصے میں بھی، ۳ میانہ روی فقر اور وسعت دونوں حالتوں میں (نہ تنگی میں کنجوسی کروں نہ وسعت میں اسراف کروں، نہ فقر میں جزع فزع کروں، نہ غنا میں عجب اور فخر کروں) ۴ اور جو شخص مجھے اپنی عطا سے محروم کرے، مَیں اُس کے ساتھ حُسنِ سلوک کروں ۵ جو شخص مجھ سے قطع تعلق کرے، مَیں اُس کے ساتھ بھی تعلقات وابستہ کروں ۶ جو شخص مجھ پر ظلم کرے، اُس کو معاف کر دوں، (انتقام لینے کی فکر میں نہ پڑوں) ۷ یہ کہ میرا سکوت، آخرت کا یا اللہ تعالیٰ کی آیات کا فکر ہو ۸ میری گویائی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو (تسبیح وغیرہ یا اللہ کے احکام کا بیان) ۹ میری نظر عبرت ہو (یعنی جس چیز کو دیکھوں، عبرت کی نگاہ سے دیکھوں) اور مَیں نیک کام کا حُکم کرتا رہوں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سات نصیحتیں کی ہیں (۱) مجھے اس کا حُکم فرمایا ہے کہ مسکینوں سے محبت کیا کروں اور ان کے قریب رہا کروں (۲) مجھے

اس کا حکم فرمایا ہے کہ میں اپنے سے اُونچے لوگوں (زیادہ مالداروں) پر نگاہ نہ رکھا کروں، اپنے سے کم درجہ والوں پر نگاہ رکھوں (ان پر غور کیا کروں)، (۳) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں صلہ رحمی کیا کروں۔ (۴) مجھے اس کا حُکم فرمایا ہے کہ میں کسی شخص سے کوئی چیز نہ مانگوں، (۵) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں حق بات کہوں، چاہے کسی کو کڑوی ہی لگے۔ (۶) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رضا کے مقابلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کروں (یعنی جس چیز سے حق تعالیٰ شانہٗ راضی ہوں، اُس کو اختیار کروں، اس کے کرنے پر احمق لوگ ملامت کریں تو کیا کریں، (۷) مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کروں، اِس لیے کہ یہ کلمات ایسے خزانے سے اُترے ہیں جو خاص عرش کے نیچے ہے —

— خوش قسمت ہے، وہ انسان جس کا لڑکا خوش خُلق، علم میں یکتا، تدبیر میں اچھا لوگوں سے سلوک کرنیوالا اور ماں باپ کا خدمت گزار ہو —

ہمارے بھائی جان: ہمارے بھائی جان محمد یوسف روزانہ صبح اُٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، پھر ورزش کرتے ہیں اور ٹہلنے جاتے ہیں، واپس آکر غسل کرکے ناشتہ کرتے ہیں، بھائی جان ایک من وزن ایک ہاتھ سے اور ایک من وزن دُوسرے ہاتھ سے اُٹھا لیتے ہیں۔ ایک دن مجھ سے کہا، رابعہ! آ تجھے سر سے اُونچا اُٹھاوں۔ میں نے کہا: میں ذرا سی بچّی ہوں، اُٹھا بھی لیا تو کیا کمال ہوا، کسی پہلوان سے مقابلہ کیجیے۔ بھائی جان بولے: بگلی اکھاڑے میں لڑنا شریفوں کا کام نہیں رہا۔ بھائی جان بڑے ہنسنے ہنسانے والے ہیں، جب کبھی ان کے ساتھ سفر ہوتا ہے، خُوب آرام ملتا ہے۔ نہ پانی کی

تکلیف ہوتی ہے، نہ کسی چیز کے منگانے کی، کبھی دوڑے دوڑے زنانہ ڈبّے میں پھل لے کر آتے ہیں، کبھی چائے پہنچاتے ہیں، کبھی امّاں سے باتیں کر جاتے ہیں، کبھی باجی کو اور مجھے ہنساتے ہیں اور لمبے سے لمبا سفر ہنسی خوشی گزر جاتا ہے، ایک دفعہ ہم حج کے لیے جا رہے تھے، ہمارے اسٹیشن پر گاڑی کم ٹھہرتی ہے، سامان رکھنے میں دیر ہوئی، گاڑی سرکنے لگی۔ بھائی جان نے امّاں کو پھول کی طرح اٹھا لیا اور گاڑی میں بٹھا دیا، امّاں نے ہر چند کہا، میں بیٹھ جاؤں گی، تو کیوں اٹھاتا ہے؟ کہیں چوٹ نہ لگ جائے بھائی جان بولے: امّاں میں جب بچہ تھا، آپ مجھے گود میں لیے پھرتی تھیں، کوئی مانے یا نہ مانے، میں تو مانتا ہوں کہ ماں سے بڑھ کر اولاد پر کسی کی شفقت نہیں ہوتی۔ ماں خود تکلیف اٹھاتی ہے اور بچے کو آرام پہنچاتی ہے ماں خود تکلیف اٹھاتی ہے اور بچے کو آرام پہنچاتی ہے، ماں خود نہیں کھاتی بچے کو کھلاتی ہے، خود جاگتی ہے، بچے کو سلاتی ہے، ذرا بھی بچہ بے آرام ہو جاتا ہے، تو ماں کا کلیجہ نکل پڑتا ہے۔ ماں کس پیار سے بچے کو چھاتی سے لگاتی ہے، بچہ کے دکھ درد سے کتنا بے قرار ہو جاتی ہے ـــــــ

ـــــــ امّاں آپ کا ذکر تو قرآنِ پاک نے بھی کیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ خدا کو ایک مانو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور جب ان میں سے ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں، تو ان کے سامنے "ہوں" نہ کرو، ان سے نرمی اور محبّت سے پیش آؤ۔ ایسی محبّت، جس میں عظمت اور احترام ہو، ادب ہو تعظیم ہو، ان کے سامنے جھکے جاؤ اور کہو امّاں آپ پر خدا کی رحمتیں ہوں آپ نے مجھ پر رحم کیا اور پالا ہے ـــــ ان سے کسی بات پر حجت نہ کرو

اُن سے چیخ کر بات نہ کرو۔ حد یہ ہے کہ اگر کسی کا بیٹی بیٹا نفل نماز پڑھتے ہوں اور ماں بُلائے تو نیت توڑ کر اُن کی ضرورت پوری کرنی چاہیئے اور اُن کا حکم بجالانا چاہیئے، کیا شان ہے آپ کی امّاں! ــــ جنت جس کی نعمتوں کا شمار نہیں ہے، جس میں کبھی دُکھ نہ ہوگا، جہاں تخت بچھے ہوں گے، جہاں پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے دماغ معطّر رہیں گے، جہاں درختوں میں رنگ رنگ کے پھول دار خوشے لٹکتے ہوں گے اور جنّتی کے جی میں خیال آتے ہی یہ خوشے گود میں آپڑیں گے۔ ــــ یہ جنّت، یہ عالمِ آخرت کی آرام گاہ!! آپ کے قدموں تلے ہے، امّاں مَیں آپ کے قدم چومتا ہوں، یہ کہا اور بھائی جان نے امّاں کے قدموں پر اپنی آنکھیں رکھدیں اور پاؤں چومنے لگے ــــ بھائی جان کی ایسی باتیں کبھی نہ سُنی تھیں، آج معلوم ہوا کہ ہمارے بھائی جان امّاں سے کتنی محبّت رکھتے ہیں۔ اور اُن کے دل میں امّاں کی کتنی عظمت ہے۔ امّاں جان بھائی جان کو دُعائیں دے رہی تھیں، ہاتھ اُٹھاکر اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ اَب بتائیے کہ یہ دُعا کیوں قبول نہ ہوگی۔؟

تعمیلِ قرآن ضروری

میری ماں ہے کتنی اچھّی ۔۔۔ میری ماں ہے کتنی سچّی
پالا تھا مجھے گود میں لیکر ۔۔۔ پھرتی رہتی دن بھر شب بھر
روتا دیکھ چھاتی سے لگاتی ۔۔۔ چومتی تھی اور دُودھ پلاتی
بچپن کی جب یاد ہے آتی ۔۔۔ میرے دل کی کلی کِھل جاتی
اُنگلی پکڑ کر پاؤں چلانا ۔۔۔ کبھی اُٹھانا کبھی بِٹھانا

گہوارے میں کبھی جھُلانا لوری دینا اور سُلانا

میری اَماں میری امّاں تیری خدمت میرا ایماں

امّاں توُ ہے خدا کی رحمت تیری خفگی خدُا کی لعنت

ماں کا ہر فرمان ضرُوری

تعمیلِ قرآن ضروری

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی والدہ بی بی زلیخا خواجہ نظام الدینؒ اولیاءؒ جنھیں سلطان جی اور محبُوب الٰہی بھی کہتے ہیں، ان کی عمر ۵ سال کی تھی کہ اُن کے والد حضرت سیّد احمد بُخاری اللہ کے پیارے ہو گئے، بی بی زلیخا نے خواجہ نظام الدّین کو پالا اور تربیت دی، ان کی تربیت کا ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ جب کبھی فاقہ ہوتا تو مُسکرا کر بیٹے سے فرماتیں: بابا نظام آج ہم خدا کے مہمان ہیں — حضرت خواجہ نظام الدّین فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی والدہ کی یہ بات بڑی اچھّی معلوم ہوتی تھی اور جب روز کے روز کھانا ملتا تو مَیں سوچتا والدہ کب فرمائیں گی۔ بابا نظام آج ہم خدا کے مہمان ہیں۔ اُس کا اَثر یہ ہوا کہ حضرۃ خواجہ نظام الدّین نے عمُر بھر دولت اور اَچھّے کھانے کی پَرواہ نہ کی۔ لنگر خانہ میں بریانی، زعفر، قورمہ اور حلوے پکتے اور سینکڑوں بھوُکے کھاتے اور حضرت خواجہ نظام الدّینؒ اولیاءؒ فقط جَو کی ایک ٹکیا اور ساگ کھاتے تھے — حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ جب کبھی مجھُے کوئی مشکل پیش آتی، والدہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور قدم چوُم کر دُعا کی درخواست کرتا اور جب بھی میری والدہ دُعا فرماتیں، مشکل آسان ہو جاتی، سچ ہے کہ ماں کی دُعا میں بڑی تاثیر ہے — **مخدُومہ جہاں** دلّی کے بادشاہوں میں

محمد تغلق بڑا نامور بادشاہ گزرا ہے، یہ بادشاہ بڑا سخی تھا اور عالموں کو خوب انعام دیتا تھا۔ اپنی ماں کا اتنا تابعدار تھا کہ اُس کی تابعداری دُور دُور مشہور ہو گئی تھی۔ محمدّ تغلق کی ماں کو دلّی کے مرد عورت مخدومہ جہاں کہا کرتے تھے، مخدومہ جہاں بڑی رحم دِل خاتون تھیں اور خیر خیرات بھی بہت کرتی تھیں۔ مخدومہ جہاں نابینا تھیں، انھیں آنکھوں سے نظر نہ آتا تھا۔ ایک دفعہ بادشاہ سفر پر گیا اور اپنی والدہ مخدومہ جہاں کو ساتھ لے گیا۔ بادشاہ واپس آگیا اور مخدومہ جہاں رُک گئیں۔ جس دن بادشاہ کو اطلاع ملی کہ مخدومہ جہاں واپس آرہی ہیں تو دلّی کے باہر استقبال کو گیا اور جس پالکی میں مخدومہ جہاں تھیں، وہاں پہنچ کر سلام عرض کیا اور ماں کے پاؤں پر اپنا سر رکھدیا اور اِس طرح بادشاہ نے ماں کی دُعائیں حاصل کیں۔ پیغمبر بادشاہ، امیر، غریب، ہندو، مُسلمان، سب ہی اپنی ماں کا ادب کرتے ہیں۔ گنہ گار نوجوان کی ماں کی دُعا سے بخشش ہوگئی ایک گنہ گار نوجوان جب گھر سے باہر جاتا، اپنی ماں کے قدم چُومتا اور ماں سے اجازت لے کر جاتا، ماں دُعا دیتی اور کہتی، بیٹے خدُا تجھے بخشے اور حاجیوں کا مرتبہ نصیب کرے۔ نوجوان مرگیا تو کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا، جنّت میں حاجیوں کے ساتھ سیر کرتا پھر رہا ہے، بزرگ نے لڑکے سے پُوچھا، تجھے یہ مرتبہ کیسے مِلا: نوجوان نے کہا فقط ماں کی دُعا سے۔

ماں کی دُعا میں ایسا اثر ہے کہ گنہ گار کو بھی اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے (اگر خدُا چاہے) **ماں باپ کا ادب ضروری ہے۔**

میں نے ترغیب وترہیب میں براویت بعض تابعین دیکھا ہے کہ اُن کا کسی

قبیلے پر گزر ہؤا، وہاں انھیں گورستان نظر پڑا، عصر کے بعد اس میں سے ایک قبر شق ہوگئی اور اس کے اندر سے ایک آدمی نکل آیا، اس کا سر گدھے کا سا تھا اور بدن آدمی کا سا، وُہ تین مرتبہ گدھے کی بولی بولا، پھر قبر اس کے اُوپر جُڑ گئی، پھر اُس کی عورت سے اُس کا حال پُوچھا، تو اُس نے بتلایا کہ یہ شراب پیا کرتا تھا اور اِس کی ماں اِس سے کہتی تھی کہ خُدا سے ڈر، تو جواب میں کہتا تھا تُو گدھے کی طرح چلّایا کر، پھر عصر کے بعد اس کی موت واقع ہوئی، اِسی وجہ سے عصر کے بعد اس کی قبر پھٹ جاتی ہے اور وُہ نکل کر تین بار گدھے کی بولی بولتا ہے ـــــــ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، آؤ کہ مَیں تم سے دو بُوڑھیوں کا قصہ بیان کرُوں، بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا، جس کی عورت اس سے محبّت کرتی تھی اور اس کی ایک بُڑھیا ماں تھی، جو بڑی نیک عورت تھی اور بُڑھیا ساس جو بد عورت تھی، وُہ اپنی بیٹی کو خاوند کی ماں کے مقابلے میں بھڑکایا کرتی تھی اور دونوں بُڑھیوں کی نکھیں جاتی رہی تھیں، اس کی عورت ہمیشہ اس کے پیچھے پڑی رہتی تھی، یہاں تک ہُوا کہ وُہ شخص اپنی ماں کو لے کر جنگل میں بے دانہ و پانی چھوڑ کر آیا کہ اُسے درندے کھا جائیں، اور وہاں سے لوٹ آیا، اس کے بعد اسے درندوں نے آگھیرا، اتنے میں ایک فرشتہ اُس کے پاس آیا اور پُوچھنے لگا: یہ کیسی آوازیں ہیں، جو تیرے چاروں طرف مجھے سُنائی دیتی ہیں، اس نے جواب دیا اچھّی آوازیں ہیں، اُونٹ گائے بکری کی آوازیں ہیں، اُس نے کہا: اچھا انشاءاللہ ایسا ہی ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر وُہ چلا گیا، جب صُبح ہُوئی تو تمام میدان اونٹوں اور گایوں اور بکریوں سے بھرا ہؤا تھا، اُس کے بیٹے نے کہا۔۔۔

چل کر دیکھوں تو میری ماں کا کیا حال ہوا، چنانچہ وُہ آیا، دیکھتا کیا ہے کہ سارا میدان اُونٹوں اور گایوں بکریوں سے بھرا ہوا ہے، اپنی ماں سے پُوچھنے لگا، اے ماں! یہ کیا ہے؟ وُہ بولی اے بیٹے، تُو نے مجھے ستایا تھا اور اپنی بی بی کا کہا مانا تھا، اس کے بعد وُہ اپنی ماں کو اُٹھا لے گیا اور جو کچھ خدائے تعالےٰ نے اُسے عطا فرمایا تھا، سب ہنکا کر مع اپنی ماں کے اپنی بی بی کے پاس پہنچا، اس کی بی بی کہنے لگی، خُدا کی قسم مَیں ہرگز نہ مانوں گی، جب تک میری ماں کو وَہاں جا کر نہ چھوڑ آؤ گے، جہاں اپنی ماں کو چھوڑ آئے تھے، چنانچہ وہ اُس کو بھی لے گیا، جب شام ہُوئی تو درندوں نے اُسے آگھیرا اور وُہی فرشتہ جو اُس شخص کی ماں کے پاس آیا تھا، پھر آیا اور کہنے لگا: اے بُڑھیا مائی یہ کیسی آوازیں ہیں، اُس نے کہا بری ہیں، یہ درندوں کی آوازیں ہیں۔ یہ مجھے کھایا چاہتے ہیں، اُس نے کہا بُرا ہوا اور ایسا ہی ہو جائے گا. اُس کے بعد وُہ چلا گیا اور ایک درندہ آکر اُسے کھا گیا۔ جب صُبح ہُوئی تو اُس کی بی بی نے کہا، جاؤ ذرا دیکھو تو میری ماں کا کیا حال ہوا، وُہ گیا، تو وہاں جو کچھ درندے کھا کر چھوڑ گئے تھے، اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اُس نے اپنی بی بی کو اس کی ماں کی ہڈیاں لا کر دے دیں اور وُہ غم کے مارے مر گئی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام انطاکیہ سے شام کا ارادہ کر کے چلے تو تھک گئے، خدائے تعالیٰ نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ اس پہاڑ کی وادی میں میرے اِدھر اُدھر کے آئے ہُوئے لوگ ہیں، وَہیں میرا ایک بندہ بھی ہے۔ اس سے سوار ہونے کے لیے کوئی شے لے لیجئے۔ مُوسےٰ علیہ السّلام نے اُسے نماز پڑھتے پایا۔ جب وُہ فارغ ہُوا تو اُسے مُوسےٰ علیہ السّلام نے

کہا: اے بندۂ خدا! مجھے سواری چاہیے. اُس نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ اَبر کا ٹکڑا چلا جا رہا ہے. اُس نے کہا، اے اَبر کے ٹکڑے اُتر آ. اور اس بندے کو سوار کر کے جہاں جانا چاہتا ہو پہنچا دے، چنانچہ وُہ اَبر اُتر کر زمین سے لگ گیا. مُوسےٰ علیہ السلام اُس پر سوار ہو کر چل دیئے، خدائے تعالےٰ نے مُوسےٰ علیہ السّلام سے فرمایا: آپ جانتے ہیں کہ مَیں نے یہ مرتبہ اُسے کیوں عطا کیا ہے، انھوں نے کہا: اے رَب! نہیں۔ ارشاد ہُوا کہ مَرتے دَم اس کی مَاں نے اس سے ایک حاجت چاہی تھی، اُس نے اُسے فوراً پوُرا کر دیا، تو اُس کی مَاں نے اُسے دُعا دی تھی کہ اے اللہ! جیسے اِس نے میری حاجت پوُری کی ہے، آپ اِس کی حاجت پوُری کیجئے، اگر یہ مجُھ سے یہ بھی درخواست کرے کہ آسمان کو زمین پر اُلٹ دوں، جب بھی منظوُر کر لوُں۔ مُوسیٰؑ نے کہا، اے رَب مجھے وصیّت کیجئے، ارشاد ہوُا، مَیں تمھیں تمھاری ماں کی نسبت وصیّت کرتا ہوُں، انھوں نے پھر عرض کیا وصیّت کیجئے ارشاد ہوُا مَیں تمہاری مَاں کی نسبت تمھیں وصیت کرتا ہوُں، حتیٰ کہ نویں بار فرمایا، مَیں تمھیں تمہارے باپ کی نسبت وَصیّت کرتا ہوُں. اے موسیٰؑ جو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلُوک کرتا ہے، دنیا میں مَیں اس کا وَلی رہتا ہوُں اور اس کی قبر میں مونس بنتا ہوُں اور حشر میں اس پر مہربان ہوتا ہوں اور پُل صراط پر اُس کا رہنما بنتا ہوُں اور جنّت میں اس سے گفتگو کرنے والا بنتا ہوُں کہ وُہ مجھ سے بلا واسطہ باتیں کریگا اور مَیں اس سے باتیں کروُں گا. نیشاپوُری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مُوسےٰ علیہ السّلام نے جب دیدار کی درخواست کی تو خدا نے پہاڑ پر حوالہ کر دیا، کیونکہ اُن کی

ماں نے اُن سے پُوچھا تھا کہ جب میں تمھاری مشتاق ہُوں تو تمھیں کہاں ڈھونڈوں تو اُنھوں نے کہا تھا کہ پہاڑ پر اور دُوسروں کے کلام میں ہے کہ جب اُن کی ماں کا انتقال ہوا اور ان کا نام اس امت کے فضائل میں آتا ہے، تو خُدا نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ وُہ آنکھ جس سے ہم تمھیں دیکھا کرتے تھے، جاتی رہی اور مَیں نے طبقات ابن السبکیؒ میں بروایت سلیم، جو اصحابِ شافعیؒ میں سے ہیں، دیکھا ہے، انھوں نے کہا کہ مَیں جب دس برس کا تھا تو سورۂ فاتحہ نہ پڑھ سکتا تھا، بعض مشائخ نے کہا کہ اپنی ماں سے کہہ کہ تیرے لیے علم و قرآن کی دُعا مانگے، ماں نے دُعا کی۔ ابن السبکیؒ فرماتے ہیں کہ وُہ اِمام ہو گئے کہ جن کی گرد تک پہنچنا مشکل ہے اور ایسے شہسوارِ علم نکلے کہ جن کے نشانِ قدم تک رسائی دشوار ہے —— بنی اسرائیل میں ایک مردِ صالح تھا اور اُن کا ایک لڑکا تھا، جب اُس کو موت آنے لگی، تو اُس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ خُدا کی نہ جھُوٹی قسم کھانا نہ سچّی، جب وُہ مر گیا تو لوگوں میں اُس کے چرچے پڑے اور بنی اسرائیل اس کے پاس پہنچے اور ہر ایک کہتا تھا کہ تیرے باپ کے ذمّہ میرا اِتنا اِتنا مال ہے، وُہ دے دیتا تھا، یہاں تک کہ بالکُل محتاج ہو کر رہ گیا، اس کے بعد اپنی بی بی اور دو بچّوں کو لے کر سفرِ دریا کے لیے نِکلا۔ اتّفاق سے کشتی شکستہ ہو گئی اور ہر شخص ایک ایک تختہ پر رہ گیا۔ وُہ شخص ایک جزیرے میں جا نکلا، اُسے ایک منادی نے آواز دی کہ اے اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنیوالے خُدا کو منظور ہے، کہ تیرے لیے خزانہ نکال دے اور وُہ فلاں مقام میں ہے، چنانچہ وہاں سے اُس نے خزانہ نکال لیا، اتّفاق سے خُدا نے اُس کے پاس کچھ اور لوگ پہنچا

دیئے، اُس نے ان کے ساتھ احسان کیا، لوگوں میں اس کے چرچے پڑے اور لوگ وہاں جانے لگے، یہاں تک کہ اس جزیرے میں شہر آباد ہو گیا اور وُہ شخص وَہاں کا سردار بن گیا، اس کے بعد اس کی بی بی کے اس خاوند نے سُنا، جس کے پاس اَب اس کی عورت تھی، وُہ بھی پہنچا، لیکن جزیرے کے قریب آیا تو عورت کو جہاز میں چھوڑ کر تنہا تحفہ لے کر اُس کے پاس حاضر ہوا اُس نے اس کو بھی مقرّب بنا لیا اور اس سے کہا کہ آج شب کو یہیں آرام کر، اُس نے کہا کہ مَیں ایک عورت کو جہاز میں چھوڑ آیا ہُوں اور اس کی عادت ہے کہ اُس کا کام کسی دُوسرے کے سپُرد نہیں کرتا، اس شخص نے جَواب دیا کہ مَیں دو شخصوں کو اس کے پاس بھیجے دیتا ہُوں، وُہ آج کی شب اس کی نگہبانی کرتے رَہیں گے، چنانچہ دو شخص گئے اور جب وَہاں پہنچے تو ایک دُوسرے سے کہنے لگا کہ ہم کو بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ اس عورت کی حفاظت کریں، لیکن ہمیں ڈر ہے کہ کہیں سو نہ جائیں، پس مناسب ہے کہ جو کچھ تم نے حالات دیکھے ہوں، تم بیان کرو اور جو مَیں نے دیکھے ہوں، مَیں بیَان کرُوں، چنانچہ ایک نے کہنا شروع کیا کہ میرا ایک بھائی تھا، جس کا تیرا ہی سا نام تھا، میرے والد ماجد فلاں شہر سے سوار ہو کر سفرِ دریا کو نکلے، اتفاق سے کِشتی شکست ہو گئی اور خدا نے ہم کو ایک دُوسرے سے جُدا کر دیا. جب اُس نے اتنی بات سُنی، تو پُوچھنے لگا. تیرے والد کا کیا نام تھا، اس نے بتلایا، پھر اس نے پُوچھا، تیری ماں کا کیا نام تھا، اس نے وُہ بھی بتلایا. یہ سُن کر وُہ اُس پر گر پڑا اور کہنے لگا. رَب کعبہ کی قسم! تو ہی میرا بھائی ہے اور ماں اِن دونوں کی باتیں سُن رَہی تھی جب

صُبح ہُوئی، تو بادشاہ کے پاس سے وُہ شخص آیا، تو اُس نے اُس عورت کو نہایت مغمُوم پایا، اُسے غصّہ آیا اور بادشاہ کے پاس گیا اور اُسے جا کر اطلاع کر دی۔ بادشاہ نے اُن دونوں شخصوں کو مع اُس عورت کے طلب کیا اور اُس عورت سے پُوچھا کہ یہ دونوں تیرے ساتھ کس طرح پیش آئے تھے، وُہ بولی، اے بادشاہ! اِن دونوں کو حکم دیجئے کہ رات جو قصّہ بیان کرتے تھے، پھر بیان کریں، اُن دونوں نے بیان کیا، بادشاہ سُن کر اپنے تخت سے اُچھل پڑا اور کہنے لگا کہ خُدا کی قسم تُم دونوں میرے بیٹے ہو۔ عورت بولی! خُدا کی قسم! مَیں ان دونوں کی ماں ہُوں۔ خُدا اِن سَب کے جمع کر دینے پر پُورے طور سے قادر ہے، وُہ ذات پاک ہے، جس نے اُن کو جُدا کیا اور پھر ملا دیا ——— ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المنتظم فی تواریخ الامم میں بیان کیا ہے کہ مُوسٰی علیہ السّلام نے اَپنے رَب سے درخواست کی کہ جنّت میں جو میرا رفیق ہو گا۔ اسے دکھلا دے۔ ارشادِ خداوندی ہوُا کہ فلاں شہر میں جائیے، وَہاں آپ کو ایک قصّاب ملے گا۔ وُہی آپ کا جنّت میں رفیق ہو گا، جب مُوسٰے علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اس کو دکان میں جا کر دیکھا۔ اور اس کے پَاس ایک تھیلا دَھرا تھا تو وُہ جوَان کہنے لگا، اے خُوبرو! کیا تم میرا مہمان بننا پسند کرتے ہو، مُوسٰی علیہ السّلام نے کہا، ہاں، چنانچہ وُہ انھیں اپنے گھر لے گیا اور اُن کے سامنے کھانا چُنا اور جب ایک لقمہ کھاتا تھا تو دو لُقمے اس تھیلی میں دَھرتا جاتا تھا، اسی حَال میں تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، وُہ جوَان اُچھل کر گیا اور تھیلا چھوڑتا گیا۔ مُوسٰی علیہ السّلام نے جو اس تھیلے کے اَندر دیکھا، تو اس میں ایک بڈّھے اور ایک بُڑھیا کو پایا، جو

استنے بڈّھے ہو گئے تھے، جیسے چڑیا کا بچّہ، جس کے ابھی پَر نہ نکلے ہوں۔ جب مُوسیٰ علیہ السلام نے انھیں دیکھا تو دونوں مُسکرائے اور اُن کی رسالت کی گواہی دے کر انتقال کر گئے، پھر جب وُہ جوان آیا تو اُس نے تھیلی میں دیکھا اور مُوسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہنے لگا آپ مُوسیٰؑ ہیں اور خدُا کے رسُول ہیں، انھوں نے پوُچھا: تجھے کِس نے بتلایا، اس نے کہا کہ انھیں دونوں شخصیتوں نے، جو تھیلے میں تھیں۔ یہ دونوں میرے ماں باپ ہیں، بُہت بُوڑھے ہو گئے تھے۔ اس لیے مَیں انھیں تھیلی میں لیے لیے پھرتا تھا، کیونکہ مجھے ڈر لگتا تھا کہ کہیں ان کو کوئی تکلیف نہ ہو اور مَیں کبھی بھی بغیر ان کو کھلائے پلائے کھاتا پیتا نہ تھا، پہلے وہ کھا پی لیتے تھے۔ جب میں کھاتا پیتا تھا اور وُہ دونوں خدُا سے روزانہ دُعا مانگا کرتے تھے کہ ان کی جان نہ نکلے جب تک مُوسیٰ علیہ السلام کی زیارت نہ کرلیں۔ مُوسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ مَیں نے تیری ماں کے لب ہلتے ہوُئے دیکھے تھے، اُس نے کہا: جب وُہ شکم سیر ہوتی تھی، تو کہا کرتی تھی کہ اے اللہ اس کو جنّت میں مُوسیٰ علیہ السلام کا ہم نشین بنائیو۔ مُوسیٰ علیہ السلام نے کہا اَچھا تو اس کا مژدہ سُن لے۔ **ماں باپ** پر ظلم نہ کرو ورنہ مارے جاؤ گے۔ مالک بن دینارؒ نے بیان کیا ہے کہ ایک بار مَیں حج کرنے کے لیے نکلا، لوگوں کو عرفات میں دیکھ کر میں نے کہا، کاش مجھے معلوُم ہو جاتا کہ ان میں سے کون مقبوُل ہے کہ مَیں اسے مبارکباد دیتا۔ اور کون مردُود ہے کہ مَیں اس کی تعزیّت کرتا، مَیں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے سوائے محمد بن ہارُون بلخی کے سَب کو بخشدیا اور اُن کا حج قبوُل نہیں کیا۔ جب صُبح ہوُئی تو میں خراسان

کے قافلے میں گیا اور میں نے پوچھا کہ تم میں بلخ کے لوگ ہیں، انھوں نے کہا ہاں، میں نے ان کے پاس جا کر محمد ہارون بلخی کا حال پوچھا، لوگوں نے جواب دیا تم نے تو ایک عابد زاہد آدمی کا حال پوچھا ہے۔ ان کو تو کہیں مکہ کے کھنڈروں میں جا کر تلاش کرو۔ چنانچہ میں نے اُن کو ایک کھنڈر میں دیکھا تو کہنے لگے کہ تو کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ مالک بن دینار۔ انھوں نے کہا شاید تو نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ میں نے کہا ہاں! اُنھوں نے کہا کوئی نہ کوئی نیک مرد ہر سال ایسا ہی دیکھا کرتا ہے۔ میں نے پوچھا، اس کا کیا سبب ہے؟ وہ بولے میں شراب پیا کرتا تھا، چنانچہ رمضان کی پہلی شب کو بھی میں نے پی لی۔ اس پر میری ماں نے مجھے ڈانٹا، میں نے اس حالت میں اس کو پکڑ کر تنور میں ڈال دیا۔ جب مجھے نشہ سے ہوش آیا، تو میری بی بی نے اس ماجرے کی مجھے خبر دی، پس میں نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال لیں اور ہر سال میں حج کرتا ہوں اور کہا کرتا ہوں۔ اے غم کے دور کرنے والے، میرا غم دور کر دے اور میرا غم زائل کر دے اور میری ماں کو مجھ سے راضی کر دے اور اس کے بعد ۲۶ غلام اور ۲۶ لونڈیاں آزاد کر چکا ہوں، مالکؒ نے بیان کیا کہ میں نے اس سے کہا، تم نے تو اپنی آگ سے زمین اور زمین والوں کو جلا ہی ڈالا تھا۔ اس کے بعد اسی شب کو میں نے خواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں، اے مالکؒ! خدا کی رحمت سے لوگوں کو مایوس نہ کرو۔ خدائے تعالےٰ نے محمد بن ہارون پر نظر کی ہے اور اُن کی دعا قبول فرمالی اور ان کی لغزش سے درگزر کیا۔ مگر وہ ایامِ دنیا میں سے تین دن تک دوزخ میں رہیں گے۔

پھر خدا اُن کی ماں کے دِل میں رحم ڈال دے گا اور وُہ خدا سے ان کی معافی کی درخواست کریں گی اور خدا اُنھیں بخش دے گا اور دونوں کے دونوں جنّت میں داخل ہو جائیں گے۔ مالکؒ کہتے ہیں کہ مَیں نے یہ خبر محمدؒ بن ہارُون کو پہنچائی۔ اس کے سُنتے ہی اُن کی رُوح پَرواز کر گئی اور پھر میں نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھی —— انس بن مالک بیان فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا۔ جب توریت پڑھتا تو اس کی خوش آوازی کی وَجہ سے مَرد وعورت نکل پڑتے، اور وُہ شراب بھی پیا کرتا تھا۔ ایک روز اُس کی ماں نے اُس سے کہا کہ اگر بنی اسرائیل کے عابدوں کو تیرا حال معلوم ہو جائے تو وُہ اپنے پڑوس سے تجھ کو نکالدیں۔ اس کے بعد وہ ایک شب کو نشے کی حالت میں آیا اور توریت پڑھنے لگا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ اُس کی ماں نے اس سے کہا؛ اٹھ وضُو کر۔ اس پر اس نے اس کے چہرے پر مارا، جس سے اس کی آنکھ نکل پڑی اور ایک دَانت ٹوٹ گیا، وُہ کہنے لگی، خدا تجھ سے کبھی رَاضی نہ ہو۔ جب صُبح ہُوئی اور اُس شخص نے اپنی ماں کو دیکھا تو کہنے لگا۔ اے ماں! مَیں تجھے سَلام کرتا ہُوں اور اَب سے قیامت تک مَیں تجھے کبھی نہ دیکھوں گا۔ اس نے جواب دیا کہ خدا تجھ سے رَاضی نہ ہو، جہاں چاہے جا۔ وُہ پہاڑ پر جا کر خُدا کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور چالیس برس تک عبادت کرتا رَہا۔ یہاں تک کہ اس کی کھال ہڈی سے لگ کر رہ گئی۔ پھر اُس نے سَر اُٹھا کر کہا کہ اے رَب اگر آپ نے مجھے بخش دیا ہو تو مجھے بتلا دیجئے۔ ہاتف نے آواز دی۔ تیری ماں کی رضامندی میں ہماری رَضا ہے۔ یہ سُن کر وُہ واپس گیا اور اُسے پکار کر کہا: اے کلیدِ جنّت اگر تو زندہ ہے تو نہایت خوشی ہے

اور اگر مُردہ ہے تو مصیبت ہے۔ اس نے پُوچھا، تُو کون ہے؟ اُس نے
کہا، مَیں تیرا فلاں لڑکا ہُوں۔ اُس نے کہا کہ خُدا تجھ سے راضی نہ ہو۔ اس
پر وُہ اس کی طرف بڑھا اور اس نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا اور کہنے لگا:
اسی ہاتھ سے تیری آنکھ نکالی تھی۔ یہی بہتر ہے کہ میرے پاس کبھی نہ رہے
اِس کے بعد اُس نے اَپنے ساتھیوں سے کہا، میرے لیے لکڑیاں اور آگ
جمع کرو۔ انھوں نے جمع کیں، وہ اُس میں کُود پڑا اور اَپنے بدن سے مخاطب
ہو کر کہنے لگا کہ آتشِ دوزخ سے پہلے آتشِ دُنیا کا مزہ چکھ لے۔ یہ خبر لوگوں
نے اُس کی ماں کو دی۔ اُس نے آواز دی۔ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک
تو کہاں ہے، اُس نے جواب دیا، آگ کے اندر، تب وہ کہنے لگی، اے بیٹا
خُدا تجھ سے راضی ہو۔ اس وقت خدائے تعالیٰ کا جبرئیل کو حُکم ہُوا، اُنھوں
نے اپنے بازُو کا ایک پر اس کی ماں کی آنکھ اور دَانت پر مَل دیا۔ اُس کی
آنکھ اور دَانت دونوں جیسے تھے، ویسے ہی ہو گئے۔ پھر اُس لڑکے کے
ہاتھ پر مَل دیا تو وُہ بھی حکمِ خُدا سے جیسا تھا، ویسا ہی ہو گیا۔ حضرت سلیمان
علیہ السّلام کے زمانے میں ایک مردِ صالح تھا، اُس کے لڑکے نے شراب
پی لی، اُس نے اس کو ڈانٹا، اُس نے اپنے باپ کے طمانچہ مارا کہ اُس
کی آنکھ نکل پڑی، جب لڑکے کو نشہ سے ہوش آیا تو اُس نے اپنا ہاتھ
کاٹ ڈالا، اُس کا باپ رونے لگا اور کہنے لگا، کاش میری ہزار آنکھیں،
ہوتیں اور ایک ایک کر کے نکل پڑتی تو اچھا تھا، لیکن تُو اپنا ہاتھ نہ کاٹتا۔ اس
کے بعد وُہ دونوں سلیمان علیہ السّلام کے پاس حاضر ہُوئے۔ انھوں نے باپ
کی آنکھ اس کی جگہ رکھدی اور لڑکے کا ہاتھ اپنی جگہ لگا دیا اور سلیمان علیہ السّلام

سنے کہا: اے اللہ! والد کی حرمت اور والدہ کی شفقت کی بدولت
اِن دونوں کو شفا عنایت فرما کر میری عزت رکھ لیجئے۔ چنانچہ فوراً خدا نے
دونوں کو شفا عنایت فرمائی ——— کسی مردِ صالح کی ایک صالحہ عورت
ماں تھی۔ جب ماں کو موت آئی تو اُس نے کہا کہ اے میری پونجی اور میرے
ذخیرے اور اے جس پر زندگی میں اور بعد وفات میرا بھروسہ ہے۔
مجھے مرتے دم رسوا نہ کرنا اور قبر میں مجھے وحشت میں نہ ڈالنا، جب وہ
مرگئی تو میں ہر جمعے کو اس کی قبر کی زیارت کو جایا کرتا تھا۔ اُس کے اور اُس
کے ہمسایوں کے لیے دُعا مانگا کرتا تھا۔ اُس نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا
اور اُس کی حالت پوچھی، اُس نے کہا موت کی بے چینی بڑی سخت ہے۔
اور خدا کے فضل سے اچھے برزخ میں ہوں۔ اُس میں حریر کا فرش لگا
ہے اور قیامت تک ریحان کے گدے بچھے رہیں گے۔ اے میرے
بیٹے! ہر جمعہ کو میری قبر کی زیارت کیا کر اور اس کو چھوڑنا مت، کیونکہ مجھے
اور میرے ہمسایوں کو تیری زیارت اور دُعا سے بڑی خوشی ہوتی ہے ——
—— حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے مروی ہے۔ جو مغرب اور عشا کے
درمیان شب جمعہ کو دو رکعتیں پڑھے۔ اس طرح کہ ہر رکعت میں فاتحہ اور آیتہ
الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص اور معوذتین پانچ پانچ بار پڑھے۔ اور
اس سے فارغ ہو کر پندرہ بار استغفار کرے اور پندرہ بار حضرت نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود بھیجے اور ان سب کا ثواب اپنے والدین کو بخشے تو
اُس نے دونوں کا حق ادا کیا اور خدا کے سوا اِن دونوں کا ثواب کسی کو معلوم
نہیں۔ ——— حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ باپ کے ساتھ

حُسنِ سلوک کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اُس کے چلے جانے کے بعد اس کے ساتھ تعلقات رکھنے والوں کے ساتھ حسن سلوک کرے ـــــ ابن دینارؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ مکّہ کے راستے میں تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ایک بدّو جاتا ہوا نظر پڑ گیا۔ حضرت ابنِ عمرؓ نے اُس کو اپنی سواری دے دی اور اپنے سر مبارک سے عمامہ اُتار کر اُس کی نذر کر دیا۔ ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت یہ شخص تو اس سے کم درجہ احسان پر بھی بہت خوش ہو جاتا۔ آپ نے عمامہ بھی دے دیا اور سواری بھی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا، اس کا باپ میرے باپ کے دوستوں میں تھا اور میں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ سُنا ہے کہ بہترین صلہ آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں پر احسان کرنا ہے ـــــ حضرت ابُوہریرۃ رضؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیّبہ حاضر ہوا تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہا مجھ سے ملنے تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ تمھیں معلوم ہے، مَیں کیوں آیا؟، میں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اپنے باپ کے ساتھ اُس کی قبر میں صلہ رحمی کرے۔ اُس کو چاہیئے کہ اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میرے باپ اور تمہارے والد میں دوستی تھی۔ اِس لیے آیا ہوں کہ دوست کی اولاد بھی دوست ہی ہوتی ہے ـــــ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے ماں باپ دونوں یا اُن میں سے کوئی ایک مر جائے اور وُہ شخص اُن کی نافرمانی کرنے والا ہو تو اگر وُہ ان کے لیے ہمیشہ دُعائے مغفرت کرتا رہے۔ اس کے علاوہ ان کے لیے اور دُعائیں کرتا رہے تو وُہ شخص فرمانبرداروں میں شمار ہو جائے گا۔

فائدہ: یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر انعام و احسان اور لطف وکرم ہے کہ والدین کی زندگی میں بسا اوقات ناگوار امور پیش آجانے سے دلوں میں میل آجاتا ہے، لیکن جتنا بھی رنج ہوجائے، والدین ایسی چیز نہیں جن کے مرنے کے بعد بھی دلوں میں رنج رہے۔ اُن کے احسانات یاد کرکے آدمی بے تاب نہ ہوجائے، لیکن اب وہ مر گئے اب کیا تلافی ہوسکتی ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل سے اس کا دروازہ بھی کھول دیا کہ اُن کے مرنے کے بعد ان کے لیے دُعائیں کرے۔ اُن کی مغفرت کو اللہ سے مانگتا رہے۔ اُن کے لیے ایصالِ ثواب جانی اور مالی کرتا رہے کہ یہ اُن کی زندگی کے زمانہ میں جو ان کے حقوق ضائع ہوئے ہیں۔ اس کی تلافی کردے گا اور بجائے نافرمانوں میں شمار ہونے کے فرمانبرداروں میں شمار ہوجائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ ہاتھ سے وقت نکل جانے کے بعد بھی اُس کا راستہ کھول دیا۔ کس قدر بے غیرتی اور دلی قساوت ہوگی۔ اگر اس موقعہ کو بھی ہاتھ سے کھودیا جائے۔ ایسا کون ہوگا۔ جس سے ہمیشہ والدین کی رضا ہی کے کام ہوتے رہے ہوں اور ادائے حقوق میں کوتاہی تو کچھ نہ کچھ ہوتی ہی ہے۔ اگر اپنا معمول اور کوئی ضابطہ ایسا مقرر کرلیا جائے، جس سے اُن کو ثواب پہنچتا رہے، تو کس قدر اعلیٰ چیز حاصل ہوسکتی ہے؟ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو یہ ان کے لیے حج بدل ہوسکتا ہے۔ ان کی رُوح کو آسمان میں اس کی خوشخبری دی جاتی ہے اور یہ شخص اللہ کے نزدیک فرمانبرداروں میں شمار ہوتا ہے۔ اگرچہ پہلے سے نافرمان ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین میں

سے کسی کی طرف سے حج کرے تو ان کے لیے ایک حج کا ثواب ہوتا ہے
اور حج کرنیوالے کے لیے نو حجوں کا ثواب ہوتا ہے ــــ علّامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ
نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یہ دُعا
پڑھے : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۤءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
وَلَهُ الْعَظَمَةُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ
هُوَ الْمَلِكُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ النُّوْرُ
فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ اور اس کے بعد یہ دُعا
کرے کہ یا اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے ۔ تو گویا اس نے
والدین کا حق ادا کر دیا ــــ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضور اقدس صلّی اللہ
علیہ وسلّم کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس وقت کہ قول ظاہر ہو جائے اور
عمل خزانے میں چلا جائے ، یعنی تقریریں تو بہت ہونے لگیں ۔ مضامین بہت
کثرت سے لکھے جائیں ، لیکن عمل ندارد ہو جائے ، گویا مقفّل رکھا ہوا ہے اور
زبانی اتّفاق تو آپس میں ہو جائے ، لیکن قلوب مختلف ہوں اور رشتہ دار
آپس کے تعلّقات توڑنے لگیں تو اُس وقت میں اللہ جلّ شانہٗ اُن کو اپنی
رحمت سے دُور کر دیتے ہیں اور اندھا بہرا کر دیتے ہیں ــــ حضرت حسن
رضی اللہ عنہ، سے بھی حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جب لوگ علوم
کو ظاہر کریں اور عمل کو ضائع کر دیں اور زبانوں سے محبّت ظاہر کریں اور
دلوں میں بغض رکھیں اور قطع رحمی کرنے لگیں ، تو اللہ جلّ شانہٗ اس وقت

ان کو اپنی رحمت سے دُور کر دیتے ہیں کہ پھر نہ سیدھا راستہ اُن کو نظر آتا ہے۔ نہ حق بات اُن کے کانوں میں پہنچتی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنّت کی خوشبو اتنی دُور تک جاتی ہے کہ وہ راستہ پانسو برس میں طے ہو، والدین کی نافرمانی کرنیوالا اور قطع رحمی کرنے والا جنّت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا۔

فرمانِ خداوندی

"اگر وہ (یعنی (ماں باپ) تیرے سامنے (یعنی تیری زندگی میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، چاہے ایک ان میں سے پہنچے یا دونوں (اور بڑھاپے کی بعض باتیں جوانوں کو گراں ہونے لگتی ہیں اور اس وجہ سے ان کی کوئی بات تجھے گراں ہونے لگے)، تب بھی ان سے کبھی "ہوں" بھی مت کرنا اور نہ اُن سے جھڑک کر بولنا، اُن سے خوب ادب سے بات کرنا اور اُن کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دُعا کرتے رہنا کہ اے ہمارے پروردگار! تو ان پر رحمت کر جیسا کہ انھوں نے بچپن میں مجھے پالا ہے (اور صرف ظاہر داری ہی نہیں، بلکہ دِل سے ان کا احترام کرنا، تمہارا رب، تمہارے دل کی بات خوب جانتا ہے اگر تم سعادت مند ہو (اور غلطی سے کوئی بات خلافِ ادب سرزد ہو جائے اور تم توبہ کر لو) تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطائیں بڑی کثرت سے معاف کرنیوالا ہے۔

(ترجمہ: سورۃ بنی اسرائیل۔ ع ۳)

میاں بیوی کی محبت

عورت کا درجہ

نیک عورت خدا تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے —— جب دُنیا میں اندھیر ہو گیا، گناہ پھیل گئے، تو خدا نے عورت ہی کے بطن سے جن کا نام بی بی آمنہ تھا، ہمارے سرکار محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم کو ولادت بخشی —— جب یہ بچے تھے، تب بھی پاک تھے، رحم دل تھے اور جب جوان ہوئے، تب بھی غریبوں کا سہارا، بے کسوں کی پناہ اور مظلوموں کے حامی تھے —— سچے تھے، غلط بات نہ کہتے تھے، وعدے کے پابند تھے، وفادار تھے، جو کہتے تھے، اُسے پورا کرتے تھے۔ کسی کھیل میں شریک نہ ہوتے، پہاڑوں کی طرف جاتے، غار میں اکیلے بیٹھ جاتے۔ جس غار میں بیٹھتے، اس کا نام حرا تھا —— سوچتے تو کیا سوچتے، یہی سوچتے ہوں گے کہ یہ سبزہ و گل، یہ پہاڑوں کی بلندی، آسمانی چھت کا پھیلاؤ، ستاروں کی جھلک، مہرِ تاباں کی چمک، خورشید درخشاں کی دمک کیوں ہے؟ اور کیا ہے؟ کون ہے جو چاند و سورج میں نور کی شعاعیں پہنچاتا ہے، کون ہے جو پوری کائنات کو تھام رہا ہے؟ کون ہے جو دوڑنے والے چرندوں کو طاقت بخشتا ہے اور اڑنے والے پرندوں کو حسنِ پرواز عطا فرماتا ہے۔ انسان کو بولنے کی طاقت بخشتا ہے اور ہر ایک کو الگ الگ حسن وجمال کی بخشش کرتا ہے۔ پتا، پتا، ڈالی، ڈالی، پھولوں اور پھلوں کی سبزی اور لالی کس کارخانے سے آتی ہے اور رنگ رچاتی ہے وقت آیا، کائنات کی نقاب اُلٹی، موجودات کی حقیقت آشکارا ہوئی۔ سرکارِ دو عالم کو فرشتے نے پکارا: محمدؐ محمدؐ ——

—— کچھ دیکھا، کچھ سُنا، کچھ سیکھا، گھر کی طرف چلے، تو کانپتے، ——

ڈرے، ڈرے اور گھبرائے ہوئے۔ نئی بات پیش آئی تھی۔ پھر کس نے تسلّی دی، کس نے تسکین بخشی، کس نے معمّہ حل کیا، ایک عورت نے —— بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا، آپ ڈرتے کیوں ہیں، آپ تو غریبوں کے والی ہیں، پاکیزہ خصلت، پابندِ عہد، امین، صادق الوعد ہیں۔ بی بی خدیجہؓ نے دل کی گرہ کھول دی۔ پھر دُنیا جانتی ہے کہ اُس پیکرِ صدق و صفا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کو کیا بخشا اور ظلم و بدی کو کس طرح دُور کیا۔ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ وفادار رہیں، جان و مال سے قربان ہوتی رہیں اور اب اور جب تک دُنیا ختم نہ ہو وہ ہر مسلمان کی ماں ہیں۔ ان ہی بی بی خدیجہؓ سے سیّدۂ عالم بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اور سیّدہ فاطمہ سے دو لال حسنؓ و حسینؓ چمکے، جن کی چمک دمک سے ہر مذہب و ملّت کے دلوں میں روشنی پیدا ہوتی ہے۔ رضی اللہ عنہما۔

اے عورت تو کیا نہیں ہے؟

بیٹی ہے۔ ماں ہے، بہن ہے، باعثِ تخلیقِ جہاں ہے۔ زندہ باد۔ اے عورت زندہ باد۔ اور بی بی خدیجہؓ؟ بی بی خدیجہؓ کو تو ہر مسلمان عورت جانتی ہے۔ بی بی خدیجہؓ مکّہ کی دولتمند عورتوں میں اوّل درجہ پر تھیں — نیکی میں بھی اوّل تھیں، مکّہ والے انھیں طاہرہ (پاک باز) کہا کرتے تھے۔ تجارت کا کاروبار کرتیں اور اپنی طرف سے دیانت دار مردوں کو باہر کے شہروں میں مال دے کر بھیجتیں اور نفع میں حصّہ دے دیتیں — مکّہ میں جب ہمارے سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہرہ ہوا کہ بات کا پکّا اور ہاتھ کا ایسا سچّا کوئی نہیں تو بی بی خدیجہ نے سرکار کو بلایا اور پوچھا کیا آپ میرا

مال باہر لے جائیں گے۔ مال میرا، محنت آپ کی، جتنا دُوسروں کو نفع دیتی ہُوں۔ اُس سے دوگنا آپ کو دُوں گی ـــــ سرکارؐ نے بی بی خدیجہ کی بات مان لی۔ سفر میں بی بی خدیجہ کا غلام ساتھ تھا۔ اُس کا نام تھا، میسرہ۔ مال اٹھانا، کھولنا، باندھنا، غلام کرتا۔ بیچنے کا اختیار سرکارؐ کو تھا۔ مال بکا تو اتنا نفع ہوا کہ کسی نے بھی بی بی خدیجہ کو اتنا نفع نہ دیا تھا۔ بی بی خدیجہ نے میسرہ سے حضُورؐ کے لین دین کا ڈھنگ پُوچھا تو میسرہ بولا، بی بی جی!! کیا تعریف کرُوں، اتنے سچّے اور نیک ہیں کہ دُوسرا ان جیسا مَیں نے آج تک دیکھا ہی نہیں۔ بی بی خدیجہ سوچنے لگیں، ایسے پاکیزہ آدمی، جیون ساتھی بن جائیں تو کیا اچھا ہو ـــــ بی بی خدیجہ دولت مند بیوہ، رسُول اللہؐ اعلیٰ خاندان اور مرتبے کے اُونچے، بی بی خدیجہ کی عمر ۴۰ سَال، حضورؐ کی ۲۵ سَال ـــــ خاندان بی بی خدیجہ کا بھی اُونچا تھا، وُہی قریش کا خاندان، جو سارے عرب کی ناک تھا۔ بی بی خدیجہ نے پیغام بھیجا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچا ابُو طالب نے مشورہ دیا کہ اگرچہ خدیجہ بیوہ ہیں، مگر بے حد پاک باز ہیں لوگ انھیں طاہرہ کہتے ہیں، ہمارا اُن کا ایک خُون ہے۔ یہ پیام قبُول کرلینا چاہیئے۔ ـــــ ابو طالب اور حضرت عباسؓ اور مکّہ کے دُوسرے معزز لوگ بھی تھے، ساتھ گئے اور نکاح ہو گیا۔ نکاح کا خطبہ ابو طالب نے پڑھایا خطبے میں کہا گیا؛ خدُا کا شکر ہے کہ ہم سیّدنا ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی اولاد ہیں کعبہ کے خادم ہیں۔ خدُا نے اپنا گھر ہمیں بخشا ہے، جہاں بڑے بڑے سر جھکاتے ہیں۔ جہاں سَال بہ سَال حج ہوتا ہے۔ جہاں امن وامان ہے۔ جہاں مجرم کو بھی کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ ہماری بات مانی جاتی ہے۔ ہمارا حکم چلتا ہے

اور ہم پر خدا کے سوا کوئی حکم نہیں چلاتا ۔ میرے بھتیجے محمد ابن عبداللہ دولت مند نہیں ہیں، مگر ہاشم کی اولاد ہیں، سب خاندانوں سے اُونچے یہ عبدالمطلب کے پوتے ہیں، جنھیں سب جانتے ہیں۔ یاد رکھو کہ مال و دولت سے حسب و نسب کی بلندی اور وُہ خوبیاں جو ان کی ذات میں ہیں۔ زیادہ وقعت رکھتی ہیں۔ مَیں خدیجہ بن خُوَیلد کو اُن کے نکاح میں دیتا ہُوں اور پھر بی بی خدیجہ جب تک زندہ رہیں۔ رسُول اللہؐ کی خدمت جان اور مَال سے کرتی رہیں، مُسلمان ہُوئیں، اسلام کی راہ میں مَال لٹایا اور ہمیشہ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تسلّی دی، کبھی لڑی نہیں۔ اپنے مَال پر اِترائی نہیں۔ بی بی خدیجہؓ کی وفات کے بعد جب کبھی حضُورؐ ان کا ذکر فرماتے، تو آبدیدہ ہو جاتے۔ اور ارشاد فرماتے۔ خدیجہؓ نے مجھے اُس وقت سہارا دیا، جب کوئی تسلّی دینے والا نہ تھا۔ اُن کا اسلام بڑی قیمت رکھتا ہے، وُہ بڑی وفادار تھیں ـــــ سچ یہ ہے کہ بی بی کو اپنے شوہر کا جان نثار اور فرماں بردار ہی ہونا چاہیئے۔

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا

تم جانتی ہو، بی بی عائشہؓ کون تھیں؟ ـــــ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبُوب بیوی تھیں۔ بی بی عائشہ نہ ہوتیں تو زندگی گزارنے کے جو طریقے اسلام نے بتائے ہیں، ہمیں معلُوم نہ ہوتے۔ بی بی عائشہؓ نے رسُول اللہؐ کی ہر بات اور ہر کام کو جس عمدگی سے بتایا ہے، ایسا کسی نے نہیں بتایا۔ بی بی عائشہؓ کا علم، اُن کی سمجھ ایسی تھی کہ رسُول اللہؐ کی وفات کے بعد بڑے بڑے صحابہ اُن سے مسائل پُوچھتے تھے اور اُن ہی کی بتائی ہُوئی باتوں

پر عمل کرتے تھے ـــــ اچھا اب ہم تمہیں بی بی عائشہ رضی اللہ عنہ کا تھوڑا سا
حال سُناتے ہیں۔ بی بی عائشہ رضؓ کی والدہ کا نام اُمّ رومان تھا اور باپ کا
نام سیدنا ابُوبکر صدّیق رضؓ۔ بھائی کا نام عبدالرحمٰن اور بہن کا نام اسمٰاؓ۔ بی بی عائشہ رضؓ
فخرِ موجُودات سرکارِ دوجہاں محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبُوب بیوی اور تمام
دُنیا کے مُسلمانوں کی محترم "ماں" تھیں۔ بچپن سے پڑھنے کا شوق تھا۔ بہت
باتیں ماں اور باپ سے سیکھیں۔ شادی ایسے گھر میں ہوئی جو اخلاق کا
سچائی کا اور تمام خوبیوں کا مرکز تھا۔ سرکارِ دوعالمؐ کے ارشادات، سرکارِ
دوعالمؐ کا اندازِ زندگی، چلنا، پھرنا، بولنا، چالنا، سونا جاگنا، راتوں کی نمازیں
اور خدُا سے مناجاتیں کیسے معلوُم ہوتیں۔ اگر بی بی عائشہؓ نہ ہوتیں ـــــ
جسے ہم حدیث کہتے ہیں، جسے ہم رسُول اللہؐ کا فرمان بتاتے ہیں، وہ کون
جانتا، گھریلو زندگی کے مسئلوں سے کون واقف ہوتا۔ اگر بی بی عائشہ رضؓ نہ ہوتیں
انھوں نے بتایا کہ شوہر کی اطاعت کس طرح کی جاتی ہے۔ خدمت کس طرح
کی جاتی ہے، عزّت کیسے کی جاتی ہے اور محبّت کیسے کی جاتی ہے۔ بی بی
عائشہ رضؓ نہ ہوتیں تو اُمّت کتنی چیزوں سے محرُوم رہ جاتی۔ لڑکیاں کیونکر جانتیں
کہ پیار پیار کی باتوں میں دین کی باتیں کیسے سیکھتے ہیں۔ بی بی عائشہ رضؓ نے
بچپن میں گڑیاں کھیلیں، کہانیاں کہیں، جھوُلا جھوُلا، سہیلیوں کو بلایا، دعوتیں
کیں اور کہانیاں سُنیں، شادی ہوئی تو زیادہ عمُر نہ تھی۔ باپ اور ماں کا
پیار تھا، گھر کی فکر تھی نہ باہر کی۔ جس گھر میں بیاہی گئیں، چھوٹا سا گھر تھا۔ مٹّی کی
دیواریں، چھ سات ہاتھ کی کوٹھڑی، کھجوُر کے پتّوں کی چھت پر کمبل پڑا ہوُا
چھت اتنی نیچی کہ کھڑے ہو کر چھوُلو۔ ایک پٹ کا کیواڑ، جس پر کمبل کا پردہ تھا

گھر میں اندھیرا رہتا تھا، چالیس چالیس دن چراغ نہ جلتا تھا۔ گھر بھر میں ایک پلنگ تھا۔ ایک چٹائی تھی ایک بستر تھا۔ ایک تکیہ اور دو مٹکے تھے۔ ایک پیالہ تھا اور ایک برتن۔ اللہ اللہ خیر صلاّ۔

گھر بھر میں فقط دو آدمی — ایک پیغمبر آخر الزّماں محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم جن کا کلمہ دُنیا پڑھتی ہے۔ ایک بی بی عائشہؓ، یہی گھر کی رکھوالی، باورچن، خدمت گار اور دھوبن تھیں، کبھی کھانا پکتا، کبھی نہ پکتا، کبھی فاقہ، کبھی پانی اور کبھی کھجُور پر گزارا۔ رسُول اللہ پُوچھتے، عائشہؓ گھر میں کچھ ہے؟ بی بی عائشہؓ کہتیں یارسُول اللہ! کچھ نہیں۔ بی بی عائشہ غریب گھر کی نہ تھیں، ذات میں کم نہ تھیں۔ بہادر بھائی کی بہادر بہن تھیں، شکل وصُورت لاکھوں میں ایک تھی۔ نکاح میں نہ بھائی نے جھگڑا کیا۔ نہ ماں نے زبان ہلائی، نہ باپ نے کچھ کہا۔ پانسو درہم (تقریباً ایک سو اکتیس تولے چاندی) کا مہر بندھا۔ نہ پاندان کا خرچ، نہ جوڑے، نہ زیور۔ بی بی عائشہؓ خوش تھیں، کیونکہ خاوند کی خوبیاں اِتنی تھیں کہ نہ مہر کم ہونے کا غم تھا، نہ سامان کم ہونیکا ملال تھا۔ نہ فاقوں کی دِکھن تھی۔ نہ مکان کی تنگی کا گلہ تھا۔ اس گھر میں کیا نہیں تھا۔ برکتیں تھیں، سعادتیں تھیں دین تھا، مذہب تھا، خُدا کا ذکر تھا، نیکی کی تعلیم تھی — عورتیں آتیں، بی بی عائشہؓ سے پُوچھتیں، زکوٰۃ کس حساب سے دی جائے، تہجّد کی نماز کس طرح پڑھی جائے، ظہر کی کتنی رکعتیں ہیں، صُبح کی نماز کس وقت ادا ہوتی ہے۔

دُور دُور سے لوگ آتے، رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اسلام سیکھتے۔ اپنے مذہب کے رواج بتاتے۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سُنتیں، سمجھتیں، جو بات سمجھ میں نہ آتی پُوچھتیں، بال کی کھال نکالتیں، کوئی بات رہ نہ جائے

سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ جاتیں اور دیکھتیں کہ سفر اور گھر کی عبادتوں میں کیا فرق ہو جاتا ہے ——— بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات کا، عمل کا، عبادت، ریاضت اور مجاہدات کا خزانہ تھیں، جسے انھوں نے اُمت میں تقسیم کیا ——— بی بی عائشہؓ سنگھار کرتی تھیں پوڈر اور غازہ کا نہیں، رنگ رنگ کے ملبُوسات کا نہیں۔ ان کا سنگھار عبادتوں کا سنگھار تھا، نیکی اور عبادت کا سنگھار تھا ——— بی بی عائشہؓ دلیر تھیں ان میں جنگی اسپرٹ تھی، بی بی عائشہؓ مدبّر تھیں، قوموں کی ترقی کا راز جانتی تھیں، بی بی عائشہؓ نے فوجوں کی کمان کی ہے۔ میدانِ جنگ میں تقریریں کی ہیں، فوجوں کا معائنہ کیا ہے، نقشۂ جنگ دیکھا ہے اور تیار کیا ہے۔ بی بی عائشہؓ رضا کارانہ طور پر کمر پر مشک لاد کر زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں برچھوں اور تیروں سے نہ ڈرتی تھیں اور سپاہیوں کی مدد کرتی تھیں ——— بی بی عائشہؓ نے سیاست پر ایسی تقریریں کی ہیں، جن سے لوگوں کے دل ہل گئے ——— رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد ان کا گھر حدیثِ رسُولؐ کی درس گاہ تھا۔ دُور دُور سے لوگ آ کر سبق لیتے تھے۔ بڑے بڑے صحابہ اُن کے شاگرد تھے۔ اگر غلطی کرتے تو بی بی عائشہؓ ٹوک دیتیں ——— ایک دفعہ ایک صحابی نے کہا: گھر والے اگر میّت پر روتے ہیں تو میّت پر عذاب ہوتا ہے۔ بی بی عائشہؓ نے یہ بات سُنی تو فرمایا، ان صاحب نے ادھوری بات کہی، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ روئے کوئی اور سزا ملے کسی کو۔ کیا انھوں نے قرآن نہیں پڑھا ہے، جس میں صاف صاف تعلیم ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ——— (ایک کا بوجھ دُوسرا نہیں اٹھاتا) بات اتنی

تھی کہ ایک یہودیہ کا جنازہ جا رہا تھا۔ ساتھ ساتھ رشتے والے روتے جا رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مُردے پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ رو رہے ہیں ـــــ رونے سے عذاب کیوں ہوتا؟ وہ تو میت کے بُرے کاموں کا نتیجہ تھا ـــــ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرۃ رضؓ نے کہہ دیا، عورت میں گھر میں، گھوڑے میں نحوست ہے۔ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے مشہور صحابی اور بے شمار احادیثِ مبارکہ کے راوی ہیں ـــــ بی بی عائشہ رضؓ نے سُنا تو فرمایا، یہ حضور کا ارشاد نہیں، یہودیوں کا عقیدہ ہے، جس کا حضورؐ ذکر فرما رہے تھے۔ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہٗ نے پوری بات نہیں سُنی ـــــ بی بی عائشہ رضؓ کھانا ہمیشہ کم کھاتیں، کبھی کبھی فاقہ کرتیں اور فرماتیں پیٹ بھر کر کھاتی ہوں تو رونا آجاتا ہے۔ میرے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کسی دن بھی دو مرتبہ پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ ہفتے گزر جاتے تھے چولھا نہیں سُلگتا تھا ـــــ بی بی عائشہ رضؓ کے اولاد نہ تھی۔ بھانجوں، بھتیجوں کو اولاد کی طرح چاہتیں، غریب بچوں کو پاس رکھتیں اور شادی بیاہ کر دیتیں، اتنی سخی تھیں کہ ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ نے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ شام ہوتے ہوتے سب لٹا دیئے۔ خود روزے سے تھیں، خادمہ نے کہا، افطار کے لیے بھی کچھ نہیں ہے۔ فرمایا، یاد کیوں نہیں دلایا۔ رحم دلی کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ ایک عورت آئی، جس کے ساتھ دو بچے تھے، گھر میں کچھ تھا نہیں، تین کھجوریں تھیں، وہی دے دیں۔ عورت نے ایک ایک بچوں کو دے دی اور ایک اپنے مُنہ میں رکھ لی اور جب بچے نے کھجور کھا کر ماں کو دیکھا تو ماں نے اپنے مُنہ کی کھجور بھی بچے کو دے دی۔ بی بی عائشہ رضؓ

نے یہ منظر دیکھا تو زار و زار رونے لگیں، رسُول اللہ کی وفات کے بعد بی بی عائشہ وُہ تمام عبادتیں کرتی تھیں، جن کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم پسند فرماتے تھے۔ عرفہ کا روزہ، اشراق اور چاشت کی نماز، تہجّد کی نماز، صدقہ اور خیرات یتیموں کی دلجوئی، غریبوں کی دستگیری اور پردے کی اتنی پابند تھیں کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ حد یہ کہ حجرہ شریف میں جب تک رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا روضہ اور اُن کے باپ حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ، کی قبر تھی، اندر چلی جاتی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کی وفات ہُوئی اور حجرہ شریف میں دفن کیئے گئے تو بے پردہ جانا چھوڑ دیا۔

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ۶۷ برس کی عمر میں وَفات پائی، جنکی رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تعریف کی۔ جن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، مسئلے پُوچھتے تھے اور تعریف کرتے تھے، جن کے شاگرد بڑے بڑے صحابہ تھے، سپردِ خاک ہوگئیں مگر اُن کی گود اَب بھی ہے جس میں تربیت پاکر کروڑوں بچّیاں، زندگی کے میدان میں دوڑ سکتی ہیں اور سنور سکتی ہیں

فرماں بردار بیوی

مُسلمانوں کے نیک فرماں رواؤں میں ایک خلیفہ سلیمان بن عبدالملک تھے۔ یہ قصّہ ان کی بیٹی فاطمہ کا ہے۔ فاطمہ دن میں رَنگ رَنگ کے جوڑے بَدلتیں۔ ایک سے ایک خوُب صُورت زیور پہنتیں، صُبح سے شام تک سُنار آتے اور نئے نئے زیوروں کے نمُونے دکھا کر پسند کراتے اور بنا کر لاتے۔ فاطمہ بادشاہ کی بیٹی تھیں، انھیں کس بَات کی کمی تھی۔ اللہ کا دیا سب کچُھ تھا۔ زمین پر مخملی قالین بچھے تھے، دروازوں پر زربفت کے پَردے لٹکتے تھے،

رات کو کافوری شمعیں روشن ہوتیں۔ اگر اور لوبان کی بتّیاں سلگائی جاتیں۔
فاطمہ کے چچیرے بھائی کا نام عُمر تھا۔ یہ عبدالعزیز کے بیٹے تھے۔ یہ بڑے
نیک تھے، غرور اور گھمنڈ نام کو نہ تھا۔ ایسے نمازی اور پرہیز گار کہ دمشق
شہر کا بچّہ بچّہ اُن سے محبّت کرتا۔ چچا نے جب اُن کی نیکی دیکھی تو اپنی بیٹی
فاطمہ سے اُن کی شادی کر دی، خدا کا کرنا، عمرؓ بن عبدالعزیز کے چچا جب
دنیا سے رُخصت ہونے لگے تو دمشق کی حکومت اپنے بھتیجے اور داماد
کو سُپرد کر گئے۔ کیونکہ وُہ نیک بھی تھے اور خُدا سے ڈرتے بھی تھے۔ فاطمہ
اَب بادشاہ بیگم بن گئیں، حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز جب مسندِ حکومت پر
بیٹھے، تو ہزاروں آدمی دربار میں حاضر تھے اور حلفِ وفاداری اُٹھا
رہے تھے، یعنی حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر قسم کھا رہے
تھے کہ ہم وفادار رہیں گے اور تابعدار رہیں گے۔ اسے بیعت کہتے
ہیں، یوں سمجھنا چاہیئے کہ سب لوگ بیعت کر رہے تھے، جب یہ بیعت ہو چکی
تو عمرؓ بن عبدالعزیز نے بلند آواز سے کہا: "لوگو سُنو! مَیں ایک انسان
ہوُں، خدا نے مجھے تمہاری خدمت کے لیے یہ منصب بخشا ہے۔ میرا فرض
ہے کہ جس طرح چرواہا اپنی بکریوں کی حفاظت کرتا ہے اور انھیں بچاتا
ہے، مَیں بھی ہر وقت دیکھ بھال کرتا رہوں گا اور نگرانی رکھوں گا تاکہ تمھیں
سرکاری آدمی تکلیف نہ دیں اور تم پر زیادتی نہ کریں —— مسلمانوں کے
خلیفہ کا خزانہ اس کی ذاتی ملکیّت نہیں ہے کہ اپنی مرضی سے جیسا چاہے
خرچ کرے۔ اے میرے بھائیو، یہ مال اور خزانہ جسے تم نے میرے
سپرد کیا ہے، تمھارا ہے اور تمہاری بھلائی کے لیے خرچ ہو گا، خُدا سے

دُعا کرو کہ مجھ میں غرور اور گھمنڈ نہ ہو اور مَیں نیک نیّتی سے تمھاری خدمت کرتا رہوں"۔ —— پھر عمُرؓ بن عبدالعزیز دربار سے اُٹھ کر محل سرائے میں گئے، تو فاطمہ سجی ہوئی، استقبال کے لیے کھڑی تھیں، خوشی اُن کے چہرے پر برس رہی تھی، اُنھوں نے مُسکرا کر اپنے شوہر کو دیکھا۔ عمُرؓ بھی مُسکرانے لگے دونوں کمرے میں بیٹھے، تو عمُرؓ نے کہا: سنو فاطمہ! میرے چچا، دمشق کے بادشاہ تھے۔ تم نے ایک سے ایک بڑھ کر زیور پہنا، مگر اَب دمشق والوں کا خدمت گزار مَیں ہوں، —— یہ زیور، یہ بھاری بھاری زرنگار جوڑے، یہ جواہرات سے مرصّع کنگن، جو تمھارے پاس ہیں، سچ پُوچھو تو مُسلمانوں کا مَال ہیں، میرے چچا نے مُسلمانوں کے خزانے سے رُوپے لے کر اپنی اولاد کو دیئے اور خُوب خرچ کیے، مگر مجھے یہ اَچھا نہیں معلُوم ہوتا کہ میرے ہی گھر کے آدمی پَرایا رُوپیہ اپنے کام میں لائیں۔ اگر تمھیں مجھ سے محبت ہے، تو سارا زیور قیمتی جوڑے مسلمانوں کے خزانے میں جمع کر دو۔ تاکہ میرے دل کی کر ید مٹ جائے اور تُم بھی گناہ سے بچ جاؤ —— فاطمہ نے ہنس کر سارا زیور اُتار دیا اور اپنے نیک دِل خاوند سے کہا: آپ کی محبّت اور فرمانبرداری میرا سب سے بڑا زیور ہے، زیور اور کپڑے کی کیا حقیقت ہے، مُسلمان عورت کی نجات زیور سے نہیں ہوتی، شوہر کی فرمانبرداری سے ہوتی ہے، عمُرؓ یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور بیوی کا زیور اور زرنگار جوڑے مُسلمانوں کے خزانے میں جمع کر دیئے، فاطمہ نے زندگی بھر بغیر زیور کے سادہ کپڑے پہن کر گزارا کیا اور کبھی خاوند سے کوئی شکایت نہ کی، فاطمہ ہمیشہ

اس خیال سے خوش رہیں کہ میں نے خاوند کے حکم کو ٹالا نہیں۔ فاطمہ کے باپ کا نام سلیمان اور دادا کا نام عبدالملک تھا۔ عبدالملک مروان کے بیٹے تھے اور دمشق میں حکومت کرتے تھے۔ ان کے شوہر حضرت عمرؓ عبدالعزیزؒ کے بیٹے تھے۔ عبدالعزیز، عبدالملک کے بھائی تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بڑے نیک نام اور مسلمانوں کے مشہور خلیفہ گزرے ہیں اور مسلمان انھیں امیرالمؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نام سے یاد رکھتے ہیں۔

خدمت سے عظمت

مجھے یاد ہے، جب میری عمر آٹھ برس کی تھی تو چیچک نکلی اور ایسی نکلی کہ سارا بدن، منہ ناک کان چیچک سے بھر گئے۔ اگرچہ خدا نے اچھا کر دیا، مگر صورت بگڑ گئی، جب بھی میں اپنا چہرہ آئینے میں دیکھتی، ڈر جاتی تھی —— جب بڑی ہوئی اور سمجھ آئی تو سوچا کرتی تھی کہ مجھے کون پسند کرے گا۔ مگر امی مجھے دیکھ کر نہال نہال رہتی تھیں اور کبھی افسوس نہ کرتی تھیں کہ صورت بگڑ گئی ہے۔ امی نے بچپن ہی سے مجھے پڑھنا لکھنا سکھایا تھا اور جب رات کو کام دھندے سے نمٹ کر آرام کرتیں تو کلمے یاد کراتیں، نماز روزے کے قاعدے بتاتیں، تیمم کس طرح کیا جاتا ہے، وضو کے آداب کیا ہیں کن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، وضو کے لیے پانی کیسا ہو؟ کبھی رسول اللہ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کہانی اور کبھی مسلمان بادشاہوں کا انصاف سناتیں —— زخمیوں کی مرہم پٹی، پھوڑے پھنسیوں کی دوائیں بیماروں کی دیکھ بھال کا ڈھنگ، گھر کی صفائی ستھرائی، چیزوں کو قرینے سے رکھنا، سامان کا سجانا۔ یہ سب کام امی نے مجھے سکھا دیئے تھے۔

اور میں بیمار کی دیکھ بھال اور تیمارداری ایسے قرینے سے کرتی تھی کہ شفاخانہ کی نرس بھی کیا کرے گی. کوئی کتنا ہی بیمار ہو، کتنا ہی چڑچڑا کیوں نہ ہو جائے، میں اس کی دیکھ بھال سے ذرا نہ اُکتاتی تھی۔ ایک دفعہ امّی جان بیمار ہوئیں، کمر میں ایسا درد اُٹھتا تھا کہ مچھلی کی طرح تڑپتی تھیں اور ہر وقت کمر دبواتی تھیں، مگر میں ان کی خدمت سے کبھی نہ گھبرائی، سُستی اور کاہلی میں جانتی ہی نہ تھی —— سینا، پرونا کشیدہ کاری سارے محلّے کی لڑکیاں مجھ سے سیکھتیں اور میں خوشی خوشی سکھاتی، تکیے، میزپوش، پلنگ پوش چادروں کے کونے بناتی اور اپنے چھوٹے بھائی کے رومالوں پر چنبیلی، گلاب، کاسنی کے پھولوں کے نقشے بنا کر ریشم کا کام کرتی. محلّے کی لڑکیاں آتیں، مسئلے مسائل پوچھتیں، کشیدہ کاری سیکھتیں، کھانا پکانے کی ترکیبیں پوچھتیں. حلوے، مُربّے، اچار، چٹنیاں بنانے میں میرا ہاتھ اتنا صاف تھا کہ اچھے اچھے دوا فروش بھی میرے بنائے ہوئے شربت اور اچاروں کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔ کبھی خود بہ خود میرے دل میں یہ خیال آتا. کہ اگر میری شادی ہو گئی تو کیا ہو گا. اگرچہ میرا ناک نقشہ اچھا تھا، مگر رنگ کالا اور چیچک کے اتنے داغ تھے کہ پاؤ سیر قیمہ بھرا جاتا، تب بھی برابر نہ ہوتے —— میرے پڑوس میں رضیہ رہتی تھی، بڑی بڑی آنکھیں، چمکتے گال، سُرخ سفید رنگ مگر روز خبریں ملتیں، آج خاوند سے لڑائی ہو گئی، آج ڈولی میں بیٹھ کر گھر آ گئی. آئے دن بے چارے ماں باپ داماد کی خوشامدیں کرتے پھرتے، پھر میں تو رنگ رُوپ میں اس کے پاسنگ بھی نہ تھی، مگر خُدا کی قدرت کہ شادی ہو گئی، کیسے ہوئی، کیونکر ہوئی

یہ تو میری امّی اور ابّا جان کو خبر ہو گی، مَیں تو فقط اتنا جانتی ہوں کہ باپ کے گھر سے رُخصت ہو کر دُوسرے گھر چلی گئی. سسرال کا اچّھا خاندان دو منزلہ پکّا مکان، پہلی رات اُوپر کی منزل پر پلنگ بچھا. سَردی کا موسم تھا. لحاف اوڑھے لیٹے تھی اور دل میں دُعا مانگ رہی تھی کہ عزّت رہ جائے. رات گئے دُولہا آئے، مجھے اُونگھ سی آگئی تھی، لحاف اُلٹ کر مُنہ دیکھا تو میرے کانوں میں آواز آئی. لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اور میرا کلیجہ دھک سے ہو گیا، وُہ دُوسرے پلنگ پر لیٹ گئے اور کروٹیں بدلنے لگے. کچھ دیر بعد آواز دی اری او. گلبدن، مگر جب کوئی نہ بولا، تو مَیں نے ہمّت کر کے پُوچھا کہ کوئی کام ہو تو میں حاضر ہُوں. ذرا دیر چپ رہے، پھر بولے، کم بخت پاؤں دبوانے کی بھی بُری عادت ہوتی ہے مَیں فورًا اُٹھ بیٹھی اور ہر چند وُہ ہائیں ہائیں کرتے رہے. پاؤں دبانے لگی، انھیں آرام مِلا تو وُہ سو گئے مگر مَیں برابر پاؤں دباتی رہی — تین کے گھنٹے کی آواز آرہی تھی، اُن کی آنکھ کھل گئی اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہا، بیگم یہ تُم نے کیا غضب کیا. تم پہلی رات کی دُلہن ہو، کوئی سُنے گا، تو کیا کہے گا. مَیں نے بڑی نرمی سے کہا، اوّل تو کسی کو خبر نہ ہو گی اور اگر ہو بھی جائے تو کہنے کا کیا حق ہے. مَیں آپ کی خادمہ ہُوں اور آپ کو آرام پہنچانا اپنا فرض سمجھتی ہُوں، اُنھوں نے میرے اس جَواب کا شکریہ ادا کیا اور قسم دے کر کہا، اَب سو جاؤ — وُہ اگرچہ رات بھر غافل سوتے رہے، مگر مَیں اپنی عادت کے موافق صُبح تڑکے اُٹھ بیٹھی. مَیں نے دیکھا جس کمرے میں ہمارا پلنگ ہے، اس کی نہ الماریاں صاف ہیں، نہ سامان

قرینے سے رکھا ہے۔ پردوں پر گرد چڑھی ہے، جگہ جگہ جالے ہی جالے لٹک رہے ہیں۔ پہلا کام مَیں نے یہ کیا کہ وُضو کیا، نماز پڑھی اور پھر تمام چیزوں کو صاف کیا۔ کتابوں کو قرینے سے لگایا، برتن تلا اُوپر الماری میں سجا دیئے اور سارے کمرے کی مرتّب شکل بنا دی۔ چوکی پر پانی بھر کر لوٹا رکھ دیا اور دُوسرا قلعی دار لوٹا برابر رکھ دیا، وُہ ذرا دیر سے اُٹھے، تو سَب چیزوں کو ایک نئے ڈھنگ سے سَجا ہوا دیکھ کر بولے، اوہو تُم نے تو جادُو سیکھا ہے۔ ضرُوریات سے فارغ ہو کر آئے تو صابن، تولیہ، منجن قرینہ سے رکھا ہوا تھا۔ اب عورتیں اور مرد اُٹھے۔ اور شادی کے گھر میں غل و شور ہونے لگا، خدا خدا کر کے ایک بجے کھانا آیا۔ گھر بھر میں اصیلوں کی حکومت تھی، سَب گھر والے عیش پسند تھے۔ — خوشدامن (ساس)، اُوپر آئیں تو مَیں نے اُن کی قدم بوسی کی اور سلام کیا اُنھوں نے کمرہ دیکھا تو باغ باغ ہوگئیں — ایک ہفتے تک تو مَیں کچھ نہ بولی اور اُوپر کی دیکھ بھال کرتی رہی، پھر انتظامات کی نگرانی کی، اَب وُہ آتے تو ہر چیز تیار دیکھتے۔ صُبح کو غسل کا گرم پانی تیار ملتا۔ ناشتے میں ہر روز تبدیلی رہتی اور ٹھیک وَقت پر ملتا۔ کبھی کبھی مذاق سے کہتے، بیوی کیا ہے، خانساماں ہے اور مَیں مُسکرا کر رہ جاتی۔ اتفاق کی بات کہ چند دن بعد وُہ بیمار ہوگئے اور ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ نمونیہ ہے، سارا گھر پریشان ہو گیا، پُوچھنے والوں کا تانتا لگ گیا۔ ڈاکٹر نے کہا، مریض کو سکُون، تنہائی اور اچھّی نرس کی ضرُورت ہے۔ نرس کون ہو۔ یہ سَوال بڑا ٹیڑھا تھا، مَیں نے کہا، نرس کی ضرُورت نہیں۔

میری امی نے مجھے تیمار داری بتائی ہے۔ نرس اتنی تندہی سے نگرانی نہیں کرسکتی، جتنی مَیں کرسکتی ہوں اور یہ سچ بھی تھا۔ غرض کہ نرس کی ڈیوٹی مَیں نے سنبھال لی۔ میز پر سفید اور صاف میز پوشش بچھاکر دوائیاں چن دیں، چارٹ لکھ کر لٹکا دیا، تھرمامیٹر احتیاط سے رکھدیا۔ گھنٹے، گھنٹے منٹ منٹ کا حساب، دوا کی خوراک کب ہوگی، گولی کب دیجائیگی۔ سینک کتنی مرتبہ ہوگی، گھر والوں سے کہہ دیا کہ نہ اس کمرے میں شور و غل کیا جائے، نہ مریض سے زیادہ باتیں کی جائیں۔ ایک ہفتہ لگاتار دیکھ بھال کرتی رہی، ذرا کی ذرا سرہانے لگی ہوئی آرام کرسی پر سستی اُتار لیتی۔ اور پھر مریض کی دیکھ بھال میں لگ جاتی، آخر خدا نے فضل کیا اور مرض جاتا رہا، طاقت آنے لگی۔ ڈاکٹر نے اُن سے کہا، زندگی خطرے میں پڑچکی تھی، تمہاری بیوی نگرانی نہ کرتی تو مشکل ہوجاتی، یہ بیوی نہیں فرشتہ ہے۔ ڈاکٹر چلا گیا، تو ہنس کر بولے، آئیے آپ کو فرشتہ کہوں یا مسیحا؟۔ مَیں نے کہا، ان میں سے کچھ بھی نہ کہیے، اپنی خادمہ کہیئے۔ اس کے بعد میرے خاوند اکثر کہا کرتے تھے، حسن و جمال سے زیادہ عورت کی خدمت مرد کو مسخر کرلیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمان بہنوں کو اپنے شوہر کا حق پہنچانے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

اللہ والوں کا خاندان

کسی شہر میں مسلمانوں کا ایک خاندان رہتا تھا۔ اُن کی ذات کسی کو معلوم نہ تھی۔ کوئی کہتا سید ہیں کوئی مغل بتاتا، کوئی اُن کا کلا ٹھلا دیکھ کر کہتا پٹھان ہیں۔ اور کوئی اگر اُن سے پوچھتا کہ آپ کی ذات کیا ہے تو وہ کہتے ؛ "مسلمان"

نہ سید، نہ مغل، نہ پٹھان، بس مسلمان — ان کا ایک مکان بہت بڑا تھا، آمنے سامنے بڑے بڑے دالان، دو منزلے پر ایک بڑا کمرہ، آگے سائبان، سردی میں نیچے رہتے تھے، گرمی میں اوپر سوتے تھے، ہوا کے لیے چاروں طرف کھڑکیاں کھلی تھیں اور برسات میں فرفر ہوا آتی رہتی تھی۔ مکان کے سامنے پھلواری تھی۔ شام کے وقت بچے بڑے مونڈھوں اور کرسیوں پر بیٹھ جاتے۔ مکان کے مالک کا نام فرخندہ جمال تھا، بہت خوبصورت، تندرست، چوڑا چکلہ سینہ بڑی بڑی آنکھیں، اونچی ناک اور پیشانی بلند۔ اُن کا کوئی لڑکا نہ تھا، دو لڑکیاں تھیں، ایک کا نام تہذیب جہاں، دوسری کا نام سلیقہ خانم، نہ جانے یہ انوکھے نام انھوں نے کیوں رکھے تھے —— ان کی بیوی رابعہ بہت نیک اور پابندِ صوم و صلوٰۃ خاتون تھی۔ پاس پڑوس والوں سے بڑی محبت سے پیش آتی تھیں، کبھی عمدہ قسم کا سالن پکتا تو بھیج دیتی تھیں۔ پڑوسی کو کوئی ضرورت پیش آجاتی اور انھیں پتہ لگ جاتا تو وہ ضرورت پورا کر دیتیں، پڑوسیوں کے بچوں کو پاس بٹھاتیں۔ پھلوں کا زمانہ ہوتا تو پھل کھلاتیں، کپڑے پھٹے ہوتے تو سوئی تاگہ لے کر سی دیتیں، کبھی کبھی نیا کپڑا پہنا دیتیں، پڑوسن انکار کرتیں تو زبردستی بچے کے گلے میں ڈال دیتیں اور کہتیں جیسے تمہارا بچہ، ویسے میرا بچہ —— رابعہ کی ایک لڑکی کی عمر ۲ سال کی تھی اور ایک کی ۵ سال کی۔ یہ دونوں لڑکیاں چندے آفتاب اور چندے ماہتاب تھیں، جو کوئی دیکھتا تکتا رہ جاتا چلتیں تو ایسا لگتا کہ مخمل پر چل رہی ہیں، کسی نے انھیں بے تحاشا بھاگتے

نہیں دیکھا۔ یہ لڑکیاں، کوئلہ اور مٹی سے کبھی نہ کھیلتیں اور ماں جس بات کو کہتی، فوراً کرتی تھیں۔ اِدھر اُدھر ٹال کر نہ جاتیں، نہ بہانہ کرتیں۔ نہ جھوٹ بولتیں — اُن کا باورچی خانہ دو مرتبہ دھویا جاتا تھا اور جتنے برتن برتے جاتے تھے، سب کو چھنی ہوئی باریک راکھ سے مانجھ کر اور دھو کر صافی سے خشک کر کے الماری میں تلا اُوپر رکھ دیا جاتا تھا اور الماری بند کر دی جاتی تھی۔ برتنوں کے مانجھنے کی راکھ ڈبے میں ڈھکی ہوئی کونے میں رکھی رہتی تھی۔ ایک روز ایسا ہوا کہ پڑوسن کو نیند نہیں آئی، گرمی زیادہ تھی، وُہ کھڑکی کھول کر بیٹھ گئیں۔ اتنے میں قرآن پاک کی آواز آئی، کان لگا کر سُنا تو رابعہ کی آواز تھی۔ پھر ایک بار ایک آواز آئی، جس نے رابعہ کی آواز کی نقل کی اور قرآن پاک کی آیتیں پڑھیں یہ سلیقہ خانم کی آواز تھی۔ پڑوسن بی بی دیر تک ان پیاری پیاری آوازوں کو سُنتی رہیں اور جب رابعہ نے کہا، سلیقہ بی بی اَب سو جاؤ باقی سبق کل پڑھنا تو کھڑکی سے اُٹھ کر پلنگ پر جا لیٹیں۔ دُوسرے روز تہذیب جہاں کی آواز آرہی تھی اور رابعہ اُسے کلمۂ توحید یاد کرا رہی تھی، اوّل خود پڑھتی تھی، پھر تہذیب جہاں دُہراتی تھی۔ کچھ دیر بعد جب بچّی کو سونے کی اجازت مِل گئی، تو پڑوسن بھی اَپنے پلنگ پر لیٹ گئیں۔ بی پڑوسن کو کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یاد تھا، مگر دُوسرا، تیسرا، چوتھا اور پانچواں کلمہ یاد نہ تھا اور انھوں نے بھی یہ کلمے سُن سُن کر یاد کر لیے — ایک روز رابعہ اپنی بچّیوں سے کہہ رہی تھیں :۔ بیٹی! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، (۱) خدا کی

یکتائی اور قدرت کا زبان سے اقرار کرنا اور دل سے یقین رکھنا۔ (۲) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول اور بندہ سمجھنا۔ (۳) نماز پڑھنا (۴) زکوٰۃ دینا (۵) حج کرنا۔ جس کسی نے نماز چھوڑ دی، روزے نہ رکھے، زیور اور روپیہ پاس ہوا اور زکوٰۃ نہ دی۔ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ جانے اور واپس آنے بھر روپیہ ہوا اور حج نہ کیا' وہ مسلمان نہیں ہے، چاہے اس کا نام مسلمانوں جیسا ہو۔ اسلام کوئی رسمی اور رواجی چیز نہیں ہے' جسے فقط مان لیا جائے۔ یہ تو قانون ہے، جس پر عمل کئے بغیر مسلمان، مسلمان نہیں ہوتا۔ غرض کہ رابعہ بچوں کو سوتے وقت کچھ نہ کچھ بتاتی تھی، دن میں دو گھنٹے باپ نے مقرر کر رکھے تھے، جس میں دینیات قرآن پاک کا ترجمہ اور مسئلے مسائل سکھاتے تھے — ماں باپ نے ۷ برس کی عمر میں بچیوں کو نماز شروع کرا دی تھی اور ۹ برس کی عمر میں دونوں بچیاں قرآنِ پاک اتنی صفائی اور عمدگی سے پڑھتی تھیں کہ جو کوئی سنتا، عش عش کرتا۔ شہر میں ایک کالج بھی تھا، جس میں بی۔اے تک کی تعلیم تھی اور اتفاق سے پرنسپل صاحب کا مکان فرخندہ جمال کے مکان کے قریب تھا اور کبھی کبھی پرنسپل صاحب ملاقات کے لیے آیا کرتے تھے۔ پرنسپل صاحب کہا کرتے تھے کہ بچوں اور بچیوں کے لیے جہاں کلام مجید ترجمہ سمیت پڑھانا ضروری ہے۔ انگریزی اور اردو بھی ضروری ہے۔ علم اور زبان میں تنگ خیالی نہ کرنا چاہیئے۔

تہذیب جہاں پڑھنے لکھنے کی بہت شوقین تھی، اُس نے تیرہ برس کی عمر میں ایف۔اے تک کی تعلیم حاصل کر لی تھی، خدا کا کرنا اسی زمانہ میں

ایک لڑکا جس کے نہ ماں باپ تھے، نہ کوئی دُوسرا وارث تھا۔ کالج میں داخل ہوا۔ بورڈنگ میں جگہ نہ تھی۔ اِس لیے پرنسپل صاحب نے اپنے ہاں ٹھیرا لیا تھا۔ اِس لڑکے نے راتوں کو بجلی کے کھمبے کی روشنی میں بیٹھ بیٹھ کر پڑھا تھا اور دن کو ٹیوشن کر کے اپنی ضرورتیں پوری کی تھیں۔ یہ لڑکا بڑا بھولا اور شکل وصورت کا بہت اچھا تھا، علم کا اتنا شوقین تھا کہ جب کالج جاتا تو راستے بھر کتاب پڑھتا جاتا تھا اور کالج سے آتا تو کتاب پڑھتا آتا تھا۔ نہ کسی سے ہنسی مذاق کرتا، نہ اِدھر اُدھر دیکھتا تھا۔ رات میں سوتا کم اور پڑھتا زیادہ تھا۔ امتحان میں پورے صوبے میں اوّل آیا، تو حکومت اُسے امداد دینے لگی تھی، فرخندہ جمال نے اُس کی نیکی اور شوقِ تعلیم کی بابت سُنا تو تعریف کی ـــــ اُدھر سلیقہ خانم کو گھرستی کا زیادہ شوق تھا۔ کبھی گھر کی صفائی ہو رہی ہے، کبھی کپڑے دُھل رہے ہیں، جو کپڑا میلا ہوتا، پانی کھولا کر اور سوڈا ڈال کر، بالٹی میں ڈال دیتی، دو گھنٹے بھیگا رہنے کے بعد مَل مَل کر دھوتی اور جب خُوب اُجلا ہو جاتا تو نیل کے ہلکے رنگ میں ڈبو کر نچوڑ دیتی۔ سَلیقہ خانم نے استری بھی منگالی تھی، کپڑا سُوکھ جاتا تو استری سے شکنیں صاف کرتی اور تہہ بنا کر بکس میں رکھ دیتی فرخندہ جمال کے پڑوسیوں کا بیان ہے کہ ہم نے اُن کے گھر میں کبھی میلا کپڑا زمین پر کھونٹی پر یا غسل خانے میں نہیں دیکھا۔ سلیقہ خانم کو گھر کے سجانے اور پودے لگانے کا بڑا شوق تھا۔ کھانا پکانے کا ایسا سلیقہ تھا کہ اچھے اچھے باورچی مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ قِسم قِسم کی مٹھائیاں، اَچار اور مربّے، معجونیں اور شربت بناتی اور ہر ایک شربت کی چاشنی اور

معجونوں کا قوام اچھے اچھے یونانی دواخانوں سے بہتر اور اعلیٰ ہوتا۔ شربتِ انناس، شربتِ فالسہ، آم کا مربّہ، انناس کا مربّہ، سیب اور بہی کا مربّہ، پیٹھے کا مربّہ ایسا بناتی کہ بڑے بڑے ماہر بھی دیکھتے تو واہ واہ کرتے۔ گھر کی صفائی ایسی رکھتی تھی کہ دیواریں، دالان کے در اتنے شفاف رہتے تھے کہ چاہو تو منہ دیکھ لو۔ پان کی پیک، بلغم، داغ، دھبّے کا نشان نظر نہ آتا تھا، سبزی ترکاری کاٹی جاتی تو چھلکے ایک کشتی میں ڈال کر پھینک دیئے جاتے۔ غرضکہ صفائی اور سلیقے میں، چیزوں کو قرینے سے رکھنے میں سلیقہ خانم کا محلّہ میں جواب نہ تھا۔ خوب صورت دونوں تھیں، خوب سیرت دونوں تھیں، خوش آواز دونوں تھیں۔ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتیں تو محسوس ہوتا کہ نور کا نغمہ اُبل رہا ہے۔ اگر تہذیب جہاں عربی فارسی پڑھنے، اُردو کی ترقی کرنے میں محلّے بھر میں یکتا تھی، تو سلیقہ خانم صفائی اور ستھرائی میں بے مثل تھی، سینے اور کشیدہ کاری میں بھی جواب نہ تھا۔ میز پوش، صراحی پوش، خوان پوش، تکیے ایسے بناتی تھی اور ایسے رنگ بھرتی تھی کہ منہ سے بول اُٹھتے، تکیے کے اشعار ڈھونڈ ڈھونڈ کر کشید کرتی کہ جو دیکھتا خوش ہو جاتا، غرضکہ سلیقہ خانم اور تہذیب جہاں دونوں آفتاب ماہتاب تھیں، جن کی چاندنی سے فرخندہ جمال کا گھر روشن تھا۔ جوانی آتی جاتی تھی اور اُن کے چہرے کا نکھار بڑھتا جاتا تھا۔ عضو عضو سڈول ہوتا جاتا تھا اور رگ رگ سے حُسن و جمال پھوٹا پڑتا تھا۔ رابعہ اور فرخندہ جمال دیکھتے اور اُن کے حُسن و جمال، تعلیم و سلیقہ پر فخر کرتے، کبھی دونوں میاں بیوی اُن کی شادی بیاہ پر اظہارِ خیال کرتے۔ رابعہ کہتیں، مَیں تو اپنی

تہذیب کے لیے خوب صورت دولہا چاہتی ہوں، جس کی عمر کم ہو، کنوارا ہو اور جیسی میری تہذیب ہے، ایسا ہی ہو۔ فرخندہ جمال ہنس کر کہتے حسن و جمال عارضی چیز ہے، کتنی ہی بیماریاں ہیں، جن سے چہرہ بگڑ جاتا ہے، لقوہ ہے، کالا بخار ہے، چیچک ہے، آنکھوں کا حسن، چہرہ کا حسن رنگ و روپ ملیامیٹ ہو جاتا ہے۔ انسان کا حسن کردار کا حسن ہے عادتوں کا حسن ہے، دین و مذہب کا حسن ہے۔ ایک دن رابعہ نے کہا، فرخندہ جمال صاحب! کبھی آپ نے اس مسئلے پر بھی غور کیا ہے کہ ہماری تہذیب جوان ہو گئی ہے، ہم اور آپ اپنا وقت ختم کر چکے ہیں اس کی شادی ہو جائے تو ہم بڑی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں۔ فرخندہ جمال بولے ہاں رابعہ میں نے اکثر راتوں میں سوچا ہے، مگر ابھی کسی کا انتخاب نہیں کر سکا ہوں، یہی ناصر جو کالج میں پڑھتا ہے، کبھی کبھی اس پر نگاہ جاتی ہے، اگرچہ یتیم ہے، کوئی سرپرست نہیں ہے، مگر اُس کی ذاتی خوبیاں مجھے گدگداتی ہیں۔ اس کی خودداری، فراخدلی، دینی اور مذہبی احساس، غیروں سے ہمدردی، حسن و اخلاق پتہ دیتا ہے کہ یہ انسانیت اور شرافت کا نمونہ ہے اور کسی بڑے خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ رابعہ نے کہا کہ یہ کہیں نوکر تو ہے نہیں؟۔ فرخندہ جمال بولے: نوکری تو منٹوں میں مل جائے گی، لائق ہے، اعلیٰ تعلیم ہے، اعلیٰ سند ہے، گورنمنٹ وظیفہ دیتی ہے، چار مہینے باقی ہیں، اِس دفعہ بھی فرسٹ آگیا، تو نوکری خود اُسے پکارتی پھرے گی — میرا خیال یہ ہے کہ اگر یہ رشتہ ہو جائے، تو میں تہذیب جہاں کے نام کی رقم ناصر کو دیدوں اور وہ اس

سے کاروبار شروع کر دے۔ تجارت آزاد پیشہ ہے، تجارت میں ۹۹ درجے رزق ہے، خُدا تعالیٰ نے تجارت کو فضل سے تعبیر کیا ہے۔ تجارت میں سو رُوپیہ روز بھی کم ہیں پانچ سو بھی کم ہیں۔" دیکھ لو تاجر کے سَر پہ تاج ہے۔ اس دفعہ ناصر نے تجارت کا مضمُون لیا ہے، مگر تہذیب جہاں بھی یہ رشتہ پسند کرتی ہے یا نہیں؛ یہ مَرحلہ بھی طے کر لیا جائے گا۔ مَیں ناصر کے دوستوں سے کہوں گا کہ وُہ ناصر کا منشا معلوُم کریں۔ آپ تہذیب کی سہیلیوں سے کہیں کہ وُہ تہذیب کی مَرضی ٹٹولیں، خیال تو یہ ہے کہ دونوں خوش بھی ہوں گے ـــــ چلو سو جاؤ پھر کِسی وَقت باتیں ہوں گی۔ اور اس طرح بات ٹل گئی۔

خدا کی قدُرت کہ ناصر پھر امتحان میں فرسٹ ڈویژن آیا اور چند ہی دن میں اُسے ملازمت مل گئی، جس کی ابتدا، چار سو سے ہوُئی اور ایک ہزار تک کی ترقی تھی ـــــ فرخندہ جمال نے پرنسپل صاحب سے ناصر اور تہذیب کے رشتے کا ذکر کیا تو انھوں نے بڑے زور سے تائید کی اور بتایا کہ ناصر کی خلوت کی زندگی اور جلوت کی زندگی دونوں پاک اور بے داغ ہیں اور ناصر سے بات چیت ہو جانے کے بعد شادی طے ہو گئی ـــــ ناصر خوش تھا یا ناخوش، اس کی ہمیں خبر نہیں، مگر دیکھنے والے ناصر کی خوُب صوُرت آنکھوں میں خوشی کی لہریں دیکھتے تھے۔ ناصر نے پرنسپل صاحب سے کہا، آپ فرخندہ جمال صاحب سے کہہ دیجئے کہ وُہ جہیز کا دھندا نہ کریں، جس وَقت مَیں اپنا مکان بناؤں گا، سامان کی ضرورت بھی ہو گی اور یہ سامان خوُد میرا خرید کردہ ہو گا ـــــ فرخندہ جمال صاحب

یہ پیغام سُن کر ہنس پڑے اور بولے یہ اُن کی سعادت ہے، مگر میرے پاس جو کچھ ہے، ان ہی دونوں لڑکیوں کا ہے، سامان اتنا ہی دُوں گا، جتنی ایک متوسط گھرانے کو ضرُورت ہوتی ہے۔ دو پلنگ، دو بستر، دو لحاف، تین پتیلیاں، پانچ چھ تانبے اور چینی کے برتن اور اگر ان کی مرضی ہو تو ایک چرخہ اور ایک چکّی۔ زیور جو لڑکی ہمیشہ پہنتی ہے، وُہی رہے گا۔ ہاتھ میں دو دو چوڑیاں، کانوں میں آویزے، پاؤں کا زیور نہ مجھے پسند ہے، نہ اُسے کسی کا قرضہ مجھ پر نہیں ہے نہ کسی سے قرضہ لے کر اضافہ کرُونگا، گنے چُنے براتی ہونے چاہئیں، ایک قسم کا کھانا دُوں گا اور مسنون طریقے پر نکاح ہو جائے گا نکاح ہو گیا، رخصتی ہوگئی، فرخندہ جمال نے اپنے ہی مکان کے ایک حصّے میں سامان لگا دیا، مسہری بچھا دی اور تہذیب جہاں کو پہنچا دیا۔ مہر فقط سَوا سَو رُوپیہ مقرّر ہوُا، فرخندہ جمال نے جوڑوں کی قیمت دے دی کہ جب چاہیں بنا لیں۔ نکاح فرخندہ جمال نے خوُد پڑھایا اور ایک مختصر تقریر کی۔ میں نے اپنی بیٹی تہذیب جہاں کو ناصر میاں کے سُپرد کیا ہے۔ مَیں نے اپنی بیٹی کو بہُت سا زیور دیا ہے، جسے نہ کوئی دیکھ سکتا ہے، نہ چُرا سکتا ہے، نہ توڑ سکتا ہے، نہ اُس کی قیمت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ مَیں نے اُسے فہمِ شریعت کا جھوُمر دیا ہے۔ گلے میں رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تابعداری اور غلامی کا طوق دیا ہے، ہاتھوں میں صدقہ دینے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے کنگن دیئے ہیں، صبر و حیا کا جواہر نگار نیکلس دیا ہے۔ ایمان و توکل کے بازو بند دیئے ہیں۔ مَیں نے اُسے شریعتِ مصطفوی کا بہشتی زیور سَر سے پاؤں تک پہنا دیا ہے۔ ناصر میاں تہذیب جہاں کو باحیا، محنتی اور سُگھڑ بیوی پائینگے

جو بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھے گی اور بچوں پر شفقت رکھے گی۔ اللہ تعالےٰ دونوں پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور راہِ راست پر قائم رکھے۔ آمین۔ ناصر کی سعادت مندی سے فرخندہ جمال اور رابعہ بے حد خوش تھے۔ سلیقہ خانم کو ایک بھائی مل گیا تھا اور وہ ایک منصوبہ بنا رہی تھی۔ منصوبہ یہ تھا کہ چھالیہ تراشنے والی ایک مشین بنائی جائے، جس میں گول دانے بنیں اور ایک ایسی مشین ہو جس سے سوت باریک ہو کر پیچک اور ریل تیار کئے جائیں اور جب اس کا ذکر ناصر سے ہوا تو وہ خوشی سے اچھل کر بولا:۔ سلیقہ بہن، یہ دونوں چیزیں تو میرے دماغ میں عرصے سے گھوم رہی ہیں۔ ایک دن فرخندہ جمال صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے، ناصر چہل قدمی سے آکر سامنے بیٹھ گئے۔ فرخندہ جمال نے کہا کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ ناصر نے کہا: ابا جان مجھے آپ سے ضروری مشورہ کرنا ہے۔ میرے ایک دوست جو ایم اے تک میرے ساتھ رہے ہیں، جائنٹ مجسٹریٹ ہو کر آئے ہیں، ان کی عمر بھی کم ہے۔ صورت شکل بھی اچھی ہے، تفسیرِ قرآن پر عبور رکھتے ہیں، شریعت کے پابند ہیں۔ آپ کی رائے ہو تو سلیقہ بہن کے لیے کوشش کروں۔ فرخندہ جمال نے رضامندی ظاہر کی اور چند دن بعد ظفر علی صاحب جائنٹ مجسٹریٹ کی شادی سلیقہ خانم سے ہوگئی۔ ظفر صاحب کا دماغ قدرتی میکانک تھا، سلیقہ خانم کی تجویز عملی شکل میں آگئی اور ظفر صاحب نے نمونہ بنا لیا۔ اور مشینیں تیار ہو گئیں چھالیہ کے دانے بازار میں جانے لگے اور پسند کئے گئے، پیچک اور ریل کی اتنی مانگ ہو گئی کہ سپلائی دشوار ہو گئی اور ظفر صاحب نے ملازمت چھوڑ کر سارا وقت اسی میں لگا دیا۔ ظفر اور ناصر صاحب دونوں دو قالب

اور ایک جان تھے۔ دونوں بہنیں پیار و محبت کا نمونہ تھیں، دونوں کے اولادیں ہوئیں، فرخندہ جمال اس عرصے میں حج کو گئے اور وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ ان کے گھر سے رمضان میں زکوٰۃ تقسیم ہوتی تھی، غریبوں محتاجوں اپاہجوں اور بیواؤں کو مدد دی جاتی تھی، انھوں نے مسجدیں بنائیں، مسافر خانہ بنایا، دینی مدرسوں میں چندے دیئے اور اب ان کا خاندان اللہ والوں کا خاندان مشہور ہے۔

بُری رسمیں

مائیوں بیٹھی ہیں

مائیوں بیٹھنا ایک رسم ہے۔ شادی سے پہلے دُلہن کو الگ کمرے میں بٹھا دیتے ہیں، پہلے زمانے میں ایک ایک مہینے تک مائیوں بیٹھا کرتی تھیں، اب اتنے دنوں نہیں بیٹھتیں۔

—— بلقیس کا رشتہ پختہ ہوا اور تاریخ مقرر ہو گئی، تو ہاجرہ خالہ مبارکباد کے لیے آئیں۔ گھر میں قدم رکھتے ہی کہا۔ کہاں ہے، میری بلقیس بیٹی۔ کمرہ میں پردہ پڑا دیکھ کر پوچھنے لگیں، یہاں کون ہے؟ صادقہ نے کہا:۔ آپ کی بھانجی بلقیس مائیوں بیٹھی ہے، ہاجرہ خالہ نے کہا: ارے صادقہ اس گھٹن اور گرمی میں کیا غریب بلقیس کو مارنے کا ارادہ ہے، پردہ ہٹاؤ۔ اور بیچاری کو باہر لاؤ، بچی کو سرسام ہو جائے، گرمی کی شدت سے دم گھٹ جائے تو کیا ہوگا، تعجب ہے، پڑھ لکھ کر بھی تمہارے دماغ میں روشنی نہیں آئی، افسوس! لو صاحب! بچی کو سات دن یا گیارہ دن مائیوں بٹھائیں گی، جہاں تازہ ہوا کا گزر نہ ہوگا۔ بھوکا رکھا جائے گا، پینڈیاں کھلائی جائیں گی اور پھر اگر قبض ہو کر اور بھوک بند ہو کر بیمار پڑے گی، تو سر پکڑ کر رویا جائے گا۔ یہ مائیوں کون بٹھا رہی ہیں؟ صادقہ! جھنوں

نے مذہبی تعلیم بھی پائی ہے اور تھوڑی بہت انگریزی بھی پڑھی ہے، اُردو فارسی بھی جانتی ہیں، اخبار اور رسالے بھی پڑھتی ہیں، انھیں سوچنا چاہیئے تھا کیا سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مائیوں بیٹھی تھیں۔ کیا بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا مائیوں بیٹھی تھیں؟ صحابہؓ کی لڑکیاں مائیوں بیٹھا کرتی تھیں؟ بزرگانِ دینؒ کی لڑکیاں مائیوں بیٹھتی تھیں۔ کوئی جاہل اور ناواقف ہو تو اُسے صبر بھی کیا جائے، کیونکہ وہ ضدّی بھی ہوتا ہے اور رسموں کی پابندی کے بغیر اُسے چین بھی نہیں آتا، مگر تم سے یہ امید نہ تھی، یہ کہہ کر خالہ ہاجرہ نے پردہ کھینچ کر پھینک دیا اور بلقیس کو باہر لے آئیں۔ پنکھا جھلا، تو حواس ٹھیک ہوئے صادقہ نادم ہو رہی تھی، بہن سے بولی: آپا میں تو مائیوں کے خلاف تھی۔ پڑوسن بی بی نے کہا، یہ تو پرانا دستور ہے، کیا تم وہابی ہو جو مائیوں نہیں بٹھاتیں۔ اس سے تو چہرے پر شیری اور نور آجاتا ہے، ہاجرہ نے قہقہہ لگا کر کہا، بھئی نور اور شیری کی بھی خوب ہی۔ جب سات دن یا گیارہ دن بند کمرے میں بٹھایا جائے گا، ہوا لگے گی نہیں۔ چلنا پھرنا ہو گا نہیں، ظاہر ہے چہرہ پیلا ہو جائے گا۔ بے وقوف اور جاہل عورتوں نے اس کا نام شیری اور نور رکھ دیا ہے، تم گیارہ دن بیٹھ جاؤ، تمہارے چہرے پر بھی شیری اور نور آجائے گا۔ خبردار! مائیاں بٹھانا شریعت میں کہیں نہیں ہے اور مسلمان کو شریعت کے خلاف کچھ نہ کرنا چاہیئے اور یہ تو ایسی رسم ہے، جس میں فائدہ کوئی نہیں اور نقصان کا سخت خطرہ ہے۔

گھڑی بھر کی واہ واہ، عمر بھر کی آہ آہ	فضول خرچی، بے پروائی، سستی اور غفلت سے ملک تباہ ہو گئے

ہیں، خاندان بگڑ گئے ہیں، عالیشان مکان خاک کا ڈھیر بن گئے ہیں۔ بادشاہوں کی اولاد نے بھیک مانگی ہے۔ دلّی کے بادشاہوں کی بیگمات، لکھنؤ کی نواب زادیاں مدتوں دربدر ماری پھریں اور ان کی اولاد واہی تباہی اور بے نشان ہے۔

رابعہ نے کہا: خیر ہے، آپنی خفگی کیوں ہو رہی ہے۔ رابعہ کے شوہر بولے: میں خفا نہیں ہو رہا، سمجھانے کے لیے ایک مثال دی ہے، ہماری عورتیں حساب سے واقف نہیں ہیں۔ بُرا نہ ماننا اگر میں کہوں بے حساب اور فضول خرچ کرنے سے خدا بھی ناراض ہوتا ہے۔ تم ہی کہا کرتی ہو:- کھائے مَن بھاتا اور پہنے جگ بھاتا، یعنی جس چیز کو ہر ایک دیکھتا ہے، وہ ایسی ہونی چاہیئے جس پر انگلی نہ اُٹھ سکے۔ انسان کے اخراجات کو سب دیکھتے ہیں اور چاہے کوئی سامنے نہ کہے، پیٹھ پیچھے ناعاقبت اندیش آنکھ کا اندھا اور مستقبل سے بے فکر بتاتے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہر مہینے قرض بڑھتا چلا جا رہا ہے اور آمدنی بڑھتی نہیں، پھر اگر اُس کا انجام نہ سوچا گیا تو کیا ہوگا، حساب لگاؤ۔ تین دکانیں، جن کا کرایہ اٹھارہ روپے۔ ایک امرود کی بغیا، پچاس روپے سال، تین چھوٹے مکان، جن کا کرایہ دس روپے ماہانہ۔ اب انھیں ۵ آدمیوں کے کنبے پر تقسیم کرو۔ کھانے پینے کا خرچ تو ہونا ہی چاہیئے، چٹنی ہو یا دال ہو۔ مسالہ، ہلدی مرچ بھی ضروری ہے، ایندھن بھی ہونا ہی چاہیئے۔ دھوبی کی دُھلائی اور غلّے کی پسائی بھی، ضروری ہے، مگر یہ کس نے بتایا ہے کہ مہینے کی پہلی تاریخ پارٹی کی دعوت ضرور کی جائے، بریانی

شامی کباب اور کوفتے ضرور پکیں، حاضرینِ مجلس کو چائے ضرور پلائی جائے۔ پانوں کی تھالیاں بار بار گردش کرتی رہیں اور یہ کونڈے کیا چیز ہیں؟ گھی ہو، میدہ ہو، شکر ہو، میوہ ہو، باوضو ہو کر بنایا جائے۔ اور اب ذرا ان کونڈوں کی کہانی بھی سن لو۔۔۔ کسی زمانے میں دلّی شہر میں بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کونڈوں کا بڑا رواج تھا۔ اسے بی بی کی صحنک کہتے تھے۔ کنواری لڑکیاں، نہا دھو کر آتیں اور ان کونڈوں کا مالیدہ یا میٹھی پوریاں کھاتیں۔ دلّی کے کسی بڑے مولانا نے وعظ فرمایا کہ یہ کونڈے اسلام میں کہیں نہیں ہیں اور اُنکا کرنا اپنے کو دوزخ کا ایندھن بنانا ہے۔ یہ بات شدہ شدہ بادشاہ بیگم تک پہنچی، بادشاہ بیگم خود بھی کونڈے کرتی تھیں، ان کی دیکھا دیکھی اور سُنا سُنی، دلّی کی عورتوں میں زیادہ رواج ہو گیا تھا۔ بادشاہ بیگم نے حکم دیا کہ مولانا کو حاضر کیا جائے۔ مولانا بڑے عالم اور دلّی کے بڑے اُونچے خاندان سے تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ تشریف لائے تو بادشاہ بیگم نے پردے کی آڑ سے پوچھا، کیا آپ بی بی فاطمہؓ کی صحنک کو منع کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ اُن کا کرنا اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنانا ہے۔ مولانا نے برجستہ جواب دیا: مَیں کیوں منع کرتا، بی بی کے ابا محمد رسُول اللہ۔۔۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم جن کی شفاعت کا ہمیں بھروسہ ہے منع فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: جو کوئی دین میں نئی بات کا رواج دے گا، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔ پھر ایسی دردِ انگیز تقریر کی اور دوزخ کے عذاب کا ایسا نقشہ کھینچا کہ بادشاہ بادشاہ بیگم، خواصیں اور خادمائیں، سب زار و زار رونے لگیں اور توبہ توبہ کرنے لگیں۔ بادشاہ بیگم

ہچکیاں لیتے ہُوئے بولیں :۔ ہمیں معلُوم نہ تھا کہ بی بی کے ابّا اور ہمارے آقا محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اس سے ناخوش ہوتے ہیں، مولانا آپ گواہ رہیئے کہ ہم آئندہ کونڈے ہرگز نہ کریں گے۔

شگون

پڑھے لکھے گھروں کی لڑکیاں اور بیویاں بھی کبھی کبھی شگون کے پھیر میں پڑکر اپنے کاموں کا نقصان کرلیتی ہیں، لڑکیاں تو بے قصُور ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ اُنھوں نے جوکچھ دیکھا اور سُنا ہے، وُہی خیال دل میں رچا رہتا ہے۔ قصُور گھر کے بڑوں کا ہے کہ وہمی باتوں میں اُلجھ جاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ خُدا کے حُکم کے بغیر نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ نہ نقصان پہنچاتا ہے۔ کسی ضرُوری کام سے کہیں جانا ہو اور بلّی راستہ کاٹ جائے یا کوئی چھینک دے تو مُنہ بنا کر گھر کو لَوٹ آنا نہ چاہیئے اور ضرُوری کام کو ٹالنا نہ چاہیئے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کام کا وقت ٹل جاتا ہے، تو پھر وُہ کام نہیں ہوتا اور ذرا سے وہم سے سینکڑوں رُوپے کا نقصان ہو جاتا ہے۔ شگون کے وہم میں پڑجانا بڑی کمزوری ہے۔ اور اس کے معنے یہ ہیں کہ ہمیں خُدا پر کامل یقین نہیں ہے۔ اگر اس بات پر زیادہ سوچ بچار کیا جائے تو ہمارے مُسلمان ہونے میں بھی شک آجائیگا۔ یاد رکھو کہ اگر ہمارا ایمان قوی اور مضبُوط ہے کہ خُدا تعالےٰ کے حُکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا، تو کِسی کے چھینک دینے، جانور کے راستہ کاٹ دینے اور اُلّو کے بولنے سے ہمارا کچھ نہیں بگڑ سکے گا، شگون، فال، جوتشیوں اور نجومیوں کا کہنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہمارے حضُور محمّد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جہاد پر تشریف لے جارہے تھے۔ شہر کے

دروازے پر پہنچے تو کچھ سقے خالی مشکیں لیے جا رہے تھے، ساتھیوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ بڑی بدشگونی ہے کہ شہر سے نکلتے ہی خالی مشکیں دکھائی دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا، ذرا بھی بدشگونی نہیں؛ خالی مشکیں لیے جا رہے ہیں، بھر کر لائیں گے۔ ہم بھی خالی ہاتھ جا رہے ہیں فتح پا کر بھرے پرے آئیں گے۔ خدا پر یقین رکھنے والے، کبھی شگون اور فال کی پرواہ نہیں کرتے، وہ تو خدا کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔ شگون اور فال سے آدمی کمزور ہو جاتا ہے، اس لیے چھینک بلّی اور خالی مشکوں کو دیکھ کر کبھی نہ ڈرنا چاہیئے۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْر (ترجمہ: ہمارا کارساز اللہ تعالےٰ ہے، وُہی ہمارا آقا ہے اور وُہی ہمارا مددگار ہے۔

نجومی اور جوتشی

دیکھنا، پیپل کے نیچے کون بیٹھا ہے۔ ماتھے پر تلک لگائے، گلے میں مالا ڈالے، سامنے پوتھیوں کا ڈھیر ہے، آس پاس، برقعہ اوڑھے عورتیں بیٹھی ہیں۔ یہ نجومی ہے!! انگلیوں پر حساب لگاتا ہے اور عورتوں کو بتاتا جاتا ہے۔ کبھی پالنے اُٹھاتا ہے، کبھی پوتھی اُٹھا کر ایسی بولی بولتا ہے، جو سمجھ میں نہیں آتی۔ لوگ کہتے ہیں کہ نجومی قسمت کا حال بتا دیتے ہیں اور یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ بیاہ کب ہوگا، بچے کتنے ہوں گے، عُمر کتنی ہوگی، روپیہ کب اور کتنا ملے گا بے پڑھی لکھی عورتیں اور کبھی تعلیم یافتہ عورتیں بھی اُن کے دھوکے میں آجاتی ہیں اور جو کچھ یہ مانگتا ہے، دے دیتی ہیں۔ یہ نجومی اناج منگاتا ہے، لونگیں الائچیاں منگاتا ہے، پیسے مانگتا ہے اور شام کو جب گھر جاتا ہے، تو جیب

میں نقدی اور کندھے پر اناج کی گٹھڑی باندھ کر لے جاتا ہے۔ عورتوں کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ نجومیوں سے اپنی مرادوں کو پوچھنا اور ان پر یقین کرلینا بڑا ہی سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ جو بات کل ظہور پذیر ہوگی، اس کا بھید خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ موت کب ہوگی اور کہاں ہوگی، عمر کتنی ہوگی اور روپیہ کتنا اور کب آئے گا — ان نجومیوں کو تو اپنی قسمت کا حال بھی معلوم نہیں ——

—— اگر نجومی قسمت کا حال جانتے اور کسی کی قسمت سنوار سکتے، تو اس طرح پھٹے حال صبح سے شام تک پیپل کے پیڑ تلے، دری کے پھٹے ٹکڑے پر نہ بیٹھے رہتے۔ ایک مزے دار کہانی یہ ہے کہ دو بھائی روز کے روز تلک چندن لگا کر پھیری لگایا کرتے تھے۔ ایک بھائی کہتا آج بارش ضرور ہوگی، دوسرا کہتا آج بارش ہرگز نہ ہوگی — بارش ہو جاتی، تو جس نے بارش کی خبر دی تھی، سب سے کہتا: دیکھا: میں نے کہا نہیں تھا کہ بارش ضرور ہوگی اور بارش نہ ہوتی تو دوسرا کہتا میں نہ کہتا تھا کہ بارش نہ ہوگی۔ اور اس طرح لوگوں کو بے وقوف بناتے رہتے نجومی کی ایک تاریخی کہانی بھی ہے، جسے ہم تمھیں سناتے ہیں۔ لگ بھگ ایک ہزار برس کی بات ہے، شہر بغداد میں ایک مسلمان بادشاہ کی حکومت تھی، اس کا نام تھا ہارون الرشید عبّاسی۔ کسی ترکیب سے نجومی نے یہ بات معلوم کرلی کہ بادشاہ نے اپنے وزیر کو کسی ضروری کام کے لیے بھیجا ہے اور وہ کام ہو گیا ہے۔ نجومی کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وزیر آیا ہی چاہتا ہے نجومی نے ایسے جوڑ توڑ کیے کہ بادشاہ کے دربار تک پہنچ گیا۔ بادشاہ نے

نجُومی سے پُوچھا کہ میرا وزیر کب آئے گا اور جس کام کے لیے وُہ گیا ہے: وُہ کام ہوا ہے یا نہیں؟ نجومی نے بڑی دیر تک، انگلیوں پر گنتی کی اور حساب کرتا رہا، پھر کاغذ پر اُلٹی سیدھی لکیریں کھینچ کر بولا، بادشاہ سلامت! آپ کا وزیر آیا ہی چاہتا ہے اور جس کام کے لیے وُہ گیا تھا، جیسی آپ کی مرضی تھی ویسا ہی ہو گیا ہے۔ بادشاہ بڑا خوش ہوا اور نجُومی سے کہا: اگر تیری بات سچّی ہُوئی تو انعام سے مالامال کر دیا جائے گا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی۔ کہ وزیر کے آنے کی اطلاع ہُوئی اور بادشاہ کے حضُور میں حاضر ہو کر وزیر نے کامیابی کی خبر سُنائی۔ بادشاہ کے دل میں نجومی کی بڑی عزّت ہو گئی، اور اسے بڑا با کمال سمجھنے لگا، بادشاہ نے سوال کیا، اچھا نجومی یہ بتاؤ کہ مَیں کب تک زندہ رہُوں گا؟ بے وقوف نجُومی شیخی میں آکر بولا، آپ ایک سال اور زندہ رہیں گے۔ بادشاہ یہ سُن کر دَھک سے رہ گیا اور ساری ہنسی خُوشی بھُول گیا، جو اُمراء بادشاہ کے آس پاس بیٹھے تھے، اُنھوں نے ہر چند تسلّی دی کہ نجُومی غلط کہتا ہے، مگر بادشاہ کے دِل سے یہ خیال دُور نہ ہوا خدا کا کرنا کہ بادشاہ کا سب سے عقلمند اور دُور اندیش وزیر جس کا نام جعفر برمکی تھا آ گیا۔ جعفر نے دَربار میں سنّاٹا اور اُداسی دیکھی تو بڑا حیران ہوا، ایک طرف بادشاہ سَر جُھکائے، آنکھوں میں آنسُو بھرے، دم بخود بیٹھا تھا، دُوسری طرف تمام امیر اور وزیر ایک دُوسرے کا مُنہ تک رَہے تھے، ایک طرف نجُومی کھڑا تھا۔ جعفر نے بادشاہ سے کہا، جہاں پناہ! خیر تو ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا، جعفر خیر کہاں؟ ہماری زندگی ایک سال رہ گئی ہے۔ بادشاہت اور حکومت ختم!! جعفر بڑا عقلمند تھا، سمجھ گیا کہ

یہ سب نجومی کی کارستانی ہے۔ بادشاہ سے پُوچھا حضور! یہ بات آپ سے کِس نے کہی ہے؟ بادشاہ نے نجومی کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ بڑا باکمال نجومی ہے، ابھی مَیں نے تمہارے بھائی کا حال پُوچھا تھا۔ اس نے جو بات بتائی، گھڑی کی گھڑی میں ظہور ہو گیا، مجھے یقین ہے کہ میری عمر اُس نے جتنی بتائی ہے، اس سے زیادہ مَیں نہیں جی سکتا۔ جعفر نے کہا، حضور یہ لوگ بڑے مکّار ہوتے ہیں۔ اِدھر اُدھر سے سن گن کر باتیں بنا دیتے ہیں۔ بادشاہ پر جعفر کی بات کا بھی اثر نہ ہوا تو جعفر نے نرالی ترکیب سوچی اور نجومی کو اپنے قریب بُلا کر پُوچھا، میاں نجومی ذرا یہ بتاؤ کہ تمہاری عمر کتنی ہوگی؟ نجومی نے حساب لگا کر کہا، ابھی ۳۰ برس تک تو مرتا نہیں، ۳۰ برس بعد بیماری کی ایک گرہ ہے، وُہ نکل گئی تو ۲۰ برس اور جیوں گا۔ جعفر نے تلوار نکال کر فوراً نجومی کی گردن اڑا دی، یہ دیکھ کر بادشاہ ہنس پڑا اور اسے یقین ہو گیا کہ نجومی جھوٹا ہے، کیونکہ اگر اس کی زندگی ہوتی تو کسی کی طاقت نہیں تھی کہ اُسے مار سکتا۔ اس کے بعد ہارُون رشید عبّاسی مدّت تک زندہ رہا، مگر نجومی کی کہانی ختم ہو گئی۔ نجومی کی باتوں پر اعتبار کرنے سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ آدمی کو فکر لگ جاتی ہے اور غم میں گھُلنے لگتا ہے، پھر یہ کہ شریعت میں نجومیوں کی بات پر یقین کرنا بڑا گناہ ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وُہ خود بھی ایسے لوگوں سے بچیں اور اپنی ماں، بہن بہو، بیٹیوں کو بھی ایسی باتوں سے بچنے کی تلقین کریں۔

ٹھیکہ دار نی کا زیور

نوبت کی آواز آرہی ہے، کڑگھن، کڑگھن، کڑگھن محلّہ میں دُھوم دھام ہے، ٹھیکے دار کے دروازے

پر نوبت بج رہی ہے۔ دیگیں چڑھی ہیں، بریانی پک رہی ہے، میٹھے میں زردہ ہے، بھئی اس زمانے میں بریانی اور زردہ کھلانا بڑا مشکل کام ہے، نہ چاول ملتے ہیں، نہ عمدہ قسم کا گھی ملتا ہے۔ آج ٹھیکے دار کے بچے کا غسل ہے۔ دو ہفتے ہوئے ختنے ہو چکے ہیں۔ ٹھیکے دار کی بیوی بڑی خوش ہیں۔ زیور سے گوندنی کی طرح لدی پھر رہی ہیں۔ دیکھو! مہترانی بھی انعام مانگنے آئی ہے، حجّام بھی امیدوار ہے۔ گھر میں محلے کی عورتیں اور رشتے دار بھرے پڑے ہیں۔ ایک طرف پانوں کی کشتیاں ہیں، چھالیوں کا ڈھیر ہے، تمباکو الگ رکھا ہے، لڈوؤں کے تھال سفید چادر سے ڈھکے کمرے میں الگ سجے ہیں، چرچا ہو رہا ہے کہ مولانا احسان" جو تمام بستی میں سب سے زیادہ مقدّس بزرگ ہیں، ٹھیکے دار کی تقریب میں نہیں آئے، حجّام گیا، خود ٹھیکیدار گئے۔ مولانا نے صاف منع کر دیا۔ ٹھیکیدار گئے تو مولانا نے فرمایا: میں آپ کو بُرا نہیں کہتا، لیکن یہ بات خدا۔ رسُول کو سخت ناپسند ہے کہ بریانی اور زردہ پکے، بوندی کے لڈو بٹیں، بھنگیوں، دھوبیوں حجّاموں کو انعام دیا جائے۔ دروازے پر نوبت بجے ہزاروں رُوپیہ دھوم دھام پر خرچ ہو، مگر جب سال گزرے تو زکوٰۃ دینے میں حجّت ہو۔ یوُں تو ٹھیکیدارنی برادری کی عورتوں کے سامنے زیور کی نمائش کرتی پھرتی ہیں، مگر سال پیچھے، سوکھے منہ سے کہدیتی ہیں: مولوی جی! ہم غریب کس طرح زکوٰۃ دیں، ہمارا تو سارا رُوپیہ ٹھیکہ میں لگا ہوا ہے، سال پیچھے پیسے بھی نہیں بچتے۔ کوئی پوُچھے، جناب یہ چاندی سونے کا زیور جو سَر سے پاؤں تک لدا ہوا ہے۔ رُوپے کی بچت ہے

کہ نہیں اور کیا اس پر زکوٰۃ معاف ہے؟ دکھاوے کے لیے ہزاروں خرچ کیا جائے اور زکوٰۃ کے سینکڑہ پر ڈھائی روپے نہ دیئے جائیں اور خدا کے خوف سے نہ ڈرا جائے، جہاں پائی پائی کا حساب لیا جائے گا، اور بھائی میری محبت اور عداوت تو محض اللہ کے لیے ہے، ذاتی دشمنی کسی سے بھی نہیں ہے، سُنا ہے، ٹھیکیدار مولوی صاحب کے سامنے رو پڑے، مگر بیوی کے ڈر سے گھر پر کچھ نہیں بولے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ

حاجی عبدالوہاب شادی کی رسموں کے بڑے دشمن ہیں، اُنھوں نے قرآن پاک اور حدیثیں پڑھیں ہیں اور سب اُنکا ادب کرتے ہیں اور رشتہ کرتے وقت اُن سے مشورہ لیتے ہیں، آج ان کے دوست آئے ہیں اور لڑکے کے لیے رشتہ کا مشورہ کر رہے ہیں کہ عبدالمالک صاحب بڑے شریف ہیں۔ حاجی عبدالوہاب نے جواب دیا۔ مجھے اُن کی شرافت سے انکار نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ اسلامی شریعت کے مطابق شادی کریں گے یا رسم و رواج کے سائے میں، دوست بولے، کیا شادی میں بھی اسلامی اور غیر اسلامی ہے۔ حاجی عبدالوہاب نے کہا:۔ اسلامی اور غیر اسلامی تو ہر بات میں ہے، شادی میں، غمی میں، چال میں، ڈھال میں، فکر و خیال میں، اسی بات کی تو ہم تبلیغ کرتے ہیں۔ دوست نے کہا، شادی ہمارے معاشرے کا قانون ہے، دُولہا بنو، عمدہ لباس پہنو، سہرا باندھو، مُنہ پر ریشمی رُومال رکھو، سر جھکا کر مسند پر بیٹھو، پھر قاضی آئے، مہر پر سوال و جواب ہو، وکیل اور گواہ بنیں، قاضی صاحب کہیں آپ کی زوجیت میں دیا، وہ کہیں میں نے

قبول کیا، چھوارے لٹیں اور ڈراما ختم ہو جائے۔ حاجی عبدالوہاب:۔ جی نہیں، شادی، معاشرے کا رواج نہیں ہے، یہ تو ہمارے حضور پاک محبوبِ خدا، محمد رسول اللہ کا سکھایا اور بتایا ہوا مقدس طریقہ ہے، جس سے دو انسان ایک دوسرے سے وابستہ ہو کر ایک ذات بن جاتے ہیں، ایک کی راحت، دوسرے کی راحت، ایک کی تکلیف، دوسرے کی تکلیف بن جاتی ہے، شادی، عمامہ، باندھنے، گھوڑے کی سواری اور مسند کا نام نہیں ہے، فخرِ موجودات کی اُمت میں آجانے کی سند ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) دوست: بہرحال یہ فرمائیے کہ اس رشتے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟۔ حاجی عبدالوہاب: آپ کا شہر غیر اسلامی مراسم کا گڑھ ہے وہاں کی رسموں کی پابندی غیر اسلامی طرزِ زندگی اور اسراف کی حد تک اخراجات کا بوجھ اُٹھانا ہر ایک کا کام نہیں ہے! دیکھیے! دلہن مانجھا بیٹھے تو دولھا بھی مانجھا بیٹھے سُرخ لنگی، زرد کرتا، کامدار ٹوپی اوڑھے لچکے کا کنگنا باندھے لوٹا کٹورا چوکی آئے، دولہا کو نہلایا جائے اور پنیڈیاں کھلائی جائیں، دُلہن غسل کرے تو پان اور دو پیسے دُلہن کے پاؤں تلے رکھے جائیں، دولھا اطلس کا پاجامہ زرد کرتا، پہن کر دلہن کے دروازے پر جائے، دولہا کے گھوڑے تلے دلہن کے غسل کا پانی بہایا جائے، دولھا گھر میں جائے تو دلہن کے بھیگے پاجامہ کے نیچے سے گزرے، جو پہلے سے رسّی میں لٹک رہا ہو اور وہ پانی دولہا کے کپڑوں پر ٹپکے، نکاح میں لاکھ دو لاکھ سے کم کا مہر نہ ہو لاحول ولاقوۃ کیا یہی مسلمانوں کی شادی ہے، یہ تمام طریقے غیر اسلامی ہیں، رہی یہ دلیل

کہ ہمارے باپ دادا بے وقوف نہ تھے، سخت مہمل اور جاہلانہ ہے۔
ہمارے باپ دادا (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہ تھے
ہماری بیٹیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے
بڑھ کر نہیں ہیں۔ یاد رکھیے! جب کسی قوم پر زوال آتا ہے، تو ایسی ہی
جاہلانہ دلیلوں میں چھپنا چاہتی ہے۔ باپ دادا کے دامنوں میں پناہ ڈھونڈتی
ہیں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دامن میں پناہ نہیں ڈھونڈتی —
صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ، علی
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دامن میں پناہ نہیں ڈھونڈتی، غیر شرعی مراسم کو
ضروری سمجھتی ہے۔ جہیز کی گراں باری کو فخر جانتی ہے اور اس پر جھگڑے
کرتی ہے، سنیے دوست! رشتہ ہو یا نہ ہو، میں کوئی طریقہ شریعتِ
اسلامی کے خلاف مشورہ نہیں دے سکتا۔ مجھے خدا کے سامنے جواب دینا
پڑے گا۔ آپ جہیز میں کچھ نہ دیں، برتن نہ دیں، میز و کرسی نہ دیں مسلمان
کی متاع تو ایک صالحہ اور پاک باز عورت ہے، جو اسلام سے واقف
ہو، نماز روزے کی پابند ہو، بڑوں کا ادب کرے، چھوٹوں پر شفقت
کرے۔ ایسی عورت آئے گی تو دولت بھی آجائے گی، رحمت بھی آجائے
گی اور خدا کے انعامات بھی میسر آجائیں گے۔ اللہ بس باقی ہوس، یا حیُّ
یا قیوم، —— جو شخص فارغ البال رہنے کا طالب اور دین پر مدد کا
خواہاں ہو۔ اس کے لیے خوش خلق عورت کا ہونا بڑی غنیمت ہے، کیونکہ
اگر عورت زبان دراز، سخت گو، تند خو، نعمت کی ناشکر ہو گی تو نفع کی
نسبت کر اس سے نقصان زیادہ ہو گا، چنانچہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

کا قول ہے:۔

زن بد در سرائے مرد نکو ہم دریں عالم ست دوزخ او

اور عورتوں کی زبان پر صبر کرنا ان میں سے ہے کہ ان سے اولیا کا امتحان لیا جاتا ہے۔ کسی عرب کا قول ہے کہ چھ قسم کی عورتوں سے نکاح مت کرو اوّل انانہ، دوم منانہ، سوم حنانہ، چہارم حداقہ، پنجم براقہ ششم شداقہ۔ انانہ اس کو کہتے ہیں، جو ہر وقت کراہتی اور آہ آہ کرتی رہتی ہے اور ہر گھڑی اپنا سر پٹی سے باندھے رہے، یعنی جو عورت دائم المرض، یا بتکلف مریض ہی رہے۔ اس کے نکاح میں کچھ برکت نہیں، اور منانہ اس کو کہتے ہیں کہ خاوند پر اکثر احسان جتاوے کہ میں نے تیری خاطر یہ کیا اور وہ کیا۔ اور حنانہ وہ ہے جو اپنے پہلے شوہر یا اپنی اولاد پر جو شوہر اول سے ہو فریفتہ رہے تو ایسی سے بھی اجتناب مناسب ہے اور حداقہ وہ ہے کہ ہر چیز پر نظر ڈالتی رہے اور اُس کی خواہش کرے، پھر شوہر کو اس کے خریدنے کے لیے تکلیف دیوے اور براقہ کے دو معنی ہیں ایک اہل حجاز کے موافق یعنی جو عورت دن بھر اپنے چہرے کے بناؤ سنگھار میں رہے۔ تاکہ بناوٹ سے اس میں آب و تاب ہو جاوے اور دُوسرے اہل یمن کے محاورے کے مطابق یعنی جو عورت کھانے پر رُوٹھے اور اکیلے ہی کھاوے اور ہر چیز میں سے اپنا حصہ جُدا کرے اور شداقہ اس کو کہتے ہیں، جو بہت بکتی رہے اور اسی لحاظ سے متشدق بھی نکلا ہے، جو اس حدیث شریف میں وارد ہے ان اللہ یبغض الثرثارین المتشدقین اور کہتے

ہیں کہ سیاح ازدی نے اپنے سیاحت میں حضرت الیاس علیہ السلام کی زیارت کی، آپ نے ازدی کو نکاح کے لیے ارشاد فرمایا اور مجرّد رہنے سے ممانعت کی اور فرمایا کہ چار قسم کی عورتوں سے نکاح مت کرنا۔ اوّل طالب خلع سے کہ ہر گھڑی بلا سبب خلع کی درخواست کرے۔ دوم شیخی والی کہ دُوسری عورتوں پر دُنیا کے لوازم سے فخر کرے۔ تیسرے فاسقہ جو خُفیہ آشنا رکھتی ہے اور اس باب میں مشہُور ہو۔ ایسی ہی کے لیے اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ولا متخذات اخدان ۵۔ چوتھی زبردست کہ خاوند پر قول و فعل میں بڑھ چڑھ کر رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو عادتیں مردوں میں بُری ہیں، وُہ عورتوں میں اچھی ہوتی ہیں اور وُہ بخل اور تکبّر اور نامردی ہے، اس لیے کہ عورت اگر بخیل ہو گی تو اپنا مال اور شوہر کا مال بچا وے گی اور اگر متکبّر ہو گی تو ہر شخص سے نرم اور فریفتہ کرنیوالے کلام سے نفرت کرے گی اور جب نامرد ہو گی تو ہر چیز سے ڈرے گی اور اپنے گھر سے نہ نکلے گی اور شوہر کے ڈر کے مارے تہمت کی جگہوں سے اجتناب کرے گی۔

عورت کی خصُوصیّت

عورت کو دیندار اور صاحبِ عقل ہونا چاہیئے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، عورت کے ساتھ چار چیزوں کے پیشِ نظر نکاح کیا جاتا ہے، دولت، حسن، عالی نسبی اور دینداری فتح مندی اس شخص کے لیے ہے، جو محض دینداری کے باعث عورت سے

نکاح کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جو عورت دیندار ہوتی ہے، وہ اپنے شوہر کی مدد کرتی ہے، تھوڑی شے پر قانع ہوتی ہے اس کے برعکس بے دین عورتیں شوہر کو گناہ اور غم میں مبتلا رکھتی ہیں، ایسی عورتوں سے وُہی بچتا ہے، جسے اللہ محفوظ رکھے۔

عورت کا فرض

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: جب تم اپنی عورتوں سے ہمبستری کرو تو اُن سے وُہ چیز طلب کرو، جو اللہ تعالےٰ نے تمہارے لیے مقرر کی ہے، یعنی اولاد۔ یہی نیت عورت کی بھی ہونا چاہیئے۔ اس کے لیے نکاح کا مقصد اولاد حاصل کرنا ہو۔ عورت کے لیے ثوابِ عظیم یہی ہے کہ وُہ زنا سے بچے اور خدا سے ہمیشہ یہی چاہے کہ شوہر کے ساتھ ہر دُکھ درد میں شریک رہے۔ حمل اور جننے کی تکلیف صبر کے ساتھ برداشت کرے اور اولاد کو اچھی تربیت دے۔

زیاد بن میمونؓ نے، حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ مدینہ شریف میں مولا نام ایک عورت عطر فروشی کا کام کرتی تھی، اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا، مَیں ہر رات بناؤ سنگھار کرکے بدن پر عطر لگاتی اور پہلی رات کی دُلہن کی طرح بن جاتی ہوں، جب میرا شوہر اپنی خواب گاہ میں آتا ہے، تو مَیں اس کے بستر پر چلی جاتی ہوں تاکہ اللہ کی خوشنودی حاصل کروں، مگر میرا شوہر میری طرف سے مُنہ پھیر لیتا ہے۔ گویا وُہ مجھے اپنا دشمن سمجھتا ہے ــــ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے آنے تک یہاں بیٹھی رہو، جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو آتے ہی

پُوچھا، یہ خُوشبو کیسی ہے، شاید مولا آئی ہے اور تم نے اس سے کچھ خریدا ہے، حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا ؛ مَیں نے اس سے کچھ خریدا نہیں ہے، تب مولا نے وُہی مقصد دہرایا، جسے سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مولا سے کہا، جا ! اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کر، جو کچھ وہ کہے اُسے سُن ! وُہ کہنے لگی ! یا حضرتؐ ! مجھے اس کا کچھ ثواب ملے گا آنحضرتؐ نے جواب فرمایا۔ جو عورت اپنے خاوند کی آراستگی اور اصلاح کے لیے کوئی چیز اُٹھاتی یا رکھتی ہے۔ اسے اس کے عوض ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور ایک دَرجہ بلند ہوتا ہے اور جو عورت اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے، اُسے اِتنا اَجر دیا جاتا ہے، جتنا رات کو عبادت کرنیوالے، دن کو روزہ رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنیوالے کو ملتا ہے، جب اسے دردِ زہ لاحق ہوتا ہے تو ہر درد کے بدلہ میں ایک غلام آزاد کرنیکا ثواب ملتا ہے اور جب بچہّ ماں کے پستان چُوستا ہے، تو ہر دفعہ کے عوض عورت کو ایک غُلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جب بچہّ شیر خوارگی کے ایام پُورے کر کے چلتا ہے، تو آسمان سے آواز دی جاتی ہے کہ اے عورت ! تُو نے سابقہ زمانے کا کام پُورا کر دیا اب جو زمانہ باقی ہے، وُہ کام شروع کر ـــ حضرت عائشہؓ نے یہ سُن کر عرض کیا یا رسُولؐ اللہ ! عورتوں کو تو بہت سا ثواب مِل گیا، مَرد کے بارے میں بھی فرمایئے ! یہ سُن کر آنحضرتؐ مُسکرا دیئے، فرمایا ؛ جو مرد اپنی عورت کا ہاتھ پکڑ کر ٹہلتا ہے، اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے، جو مرد پیار

سے اپنی عورت کے گلے میں ہاتھ ڈالتا ہے، اس کے حق میں دس نیکیاں
لکھی جاتی ہیں، جب وُہ عورت کے ساتھ مباشرت کرتا ہے، تو دُنیا و
مافیہا سے افضل ہو جاتا ہے. جب غسل کرتا ہے، تو بدن کے جس بال
پر سے پانی گزرتا ہے، اس ہر بال کے عوض میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے
اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور
غسل کرنے کے عوض میں جو چیز دی جاتی ہے، وُہ دُنیا سے اور جو کچھ دُنیا
میں ہے، سب سے افضل ہے اور بے شک اللہ تعالےٰ اس پر فخر
کرتا اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندے کی طرف دیکھو کہ اس
سرد رات میں غسلِ جنابت کے لیے اُٹھا۔ اسے میرے پروردگار ہونے
کا یقین ہے۔ تم بھی اس بات پر گواہ رہنا کہ مَیں نے اسے بخش دیا۔
ابنِ مبارک بن فضالہ رض نے حضرت امام حسین رض سے روایت کی ہے۔
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: عورتوں کے حق میں میری نصیحت
قبُول کرو، کیونکہ عورتیں تمہاری بندی میں ہیں۔ عورتیں صرف اللہ تعالےٰ
کی امانت ہیں اور تم پر صرف ان کا جسم حلال کیا ہے۔ عباس بن کثیر
نے عبداللہ سے"۔ آپ نے حضرت میمونہ رض سے روایت کی ہے۔
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ میری اُمّت کے مَردوں میں افضل
وہ ہے، جو اپنی عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور میری اُمّت
کی عورتوں میں افضل ترین وُہ ہے، جو اپنے شوہر کے ساتھ اچھا سلوک
کرتی ہے۔ ایسی عورت کو رات اور دن میں ایسے ہزار شہیدوں کا
ثواب ملتا ہے، جو خُدا کی راہ میں صبر کے ساتھ شہید ہوتے ہیں، اور

اُسکے اجر کی توقع اللہ سے رکھتے ہیں۔ ان عورتوں میں سے ہر عورت
جنّت کی موٹی آنکھوں والی حُور پر اسی قدر افضلیت رکھتی ہے، جیسی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم میں سے ادنیٰ پر۔ میری اُمّت کی عورتوں میں
وُہ عورت سب سے افضل ہے، جو اپنے شوہر کی خواہش کے مطابق
اس کی فرمانبرداری کرتی ہے، سوائے ان کاموں کے جو گناہ کے کام
ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری اُمّت کے مَردوں میں سے
بہتر وُہ مَرد ہے، جو اپنے اہل کے ساتھ اسی طرح مہربانی سے پیش آتا
ہے، جس طرح ماں اپنے بچّے کے ساتھ۔ ایسے مَرد کے لیے ہر دن
رات میں صبر اور شکر کے ساتھ اللہ کے راستے میں شہید ہونیوالے سَو
آدمیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضؓ نے عرض کیا،
یارسُولؐ اللہ! عورت کو تو ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا اور مرد کو سَو شہیدوں
کا، یہ کیوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: تمھیں معلوُم نہیں؟ کہ عورت کے ذریعے
مرد کو زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ مرد کو اللہ تعالےٰ جنّت میں مرتبے پر مرتبہ
اس لیے دیتا ہے کہ عورت اس سے خوش ہے اور اُس کے حق میں
دُعا کرتی ہے، تجھے معلوُم ہے؟ کہ اللہ کے نزدیک شرک کے بعد سب
سے بڑا گناہ (بیوی کا) شوہر کی نافرمانی کرنا ہے۔ لٰہذا تم خبردار رہو
اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ وُہ تم (مَردوں) سے ان دو ناتوانوں کے
بارے میں پوُچھے گا۔ ایک ناتوان، تو یتیم ہے اور دُوسری "بیوی" جو
شخص ان دونوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرتا ہے، وہ اللہ کے قریب
پہنچ جاتا ہے اور ان کے ساتھ بدی کرنیوالا اللہ کے قہر کا شکار رہوگا۔

نیز فرمایا شوہر کا حق ایسا ہی ہے، جیسے تم پر میرا حق۔ میرے حق کو ضائع کرنیوالا اللہ کے حق کو ضائع کرنیوالا ہے۔ اور اللہ کے حق کو ضائع کرنے والا غضب الٰہی کا مستحق ہے اور وُہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ حضرت ابی جعفر بن محمد بن علی رضؓ فرماتے ہیں، جابر بن عبداللہ نے کہا کہ ایک بار مَیں اور کئی دُوسرے آدمی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک عورت آئی اور سلام عرض کرکے گویا ہُوئی: یارسُولؐ اللہ! یہاں سے کافی دُور جن کی طرف سے مَیں ایلچی بن کر آئی ہُوں اور ان کی طرف سے یہ پیغام لائی ہُوں کہ مَردوں اور عورتوں کا رَب اللہ ہے۔ مَردوں اور عورتوں کا باپ آدم ہے اور اُن کی ماں حوّا ہیں۔ سو جب مَرد اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نِکلتے ہیں، اور قتل کیے جاتے ہیں، تو اللہ کے ہاں بھی زندہ رہتے ہیں، وَہاں انھیں روزی دی جاتی ہے۔ اگر لڑائی میں زخمی ہوتے ہیں، تو انھیں ویسا ہی اَجر ملتا ہے، جو آپؐ نے فرمایا ہے اور ہم جب ان کی خدمت کرتی ہیں، تو کیا ہمارے لیے بھی کوئی اَجر ہے — آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ ان عورتوں سے کہدو کہ اُنکے لیے بھی اجر ہے۔ وہ اس طرح کہ تُم اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کرتی ہو ان کے حقوق کی نگہداشت کرتی ہو، ان باتوں کے عوض تمھیں بھی مَردوں کے بَرابر ثواب ملے گا۔ مگر تم میں بُہت کم عورتیں ہیں، جو ایسا کرتی ہیں — حضرت ثابت رضؓ نے حضرت انس رضؓ سے روایت کی ہے کہ عورتوں نے مجھے آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ میں نے عورتوں کی طرف سے حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا، یارسُولؐ اللہ! مرد تو مصیبت اور

جہاد کے ثواب کی وجہ سے عورتوں سے بڑھ گئے۔ کیا عورتوں کے لیے بھی کوئی ایسا کام ہے کہ وہ بھی اس کے طفیل غازیوں کے برابر ثواب حاصل کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورتوں کا اپنے گھر کی خدمت کرنا غازیوں ہی کے ثواب کے برابر ہے۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کیا عورتوں کو بھی جہاد کرنا چاہیئے آپؐ نے فرمایا، عورتوں کا غیرت کرنا، جہاد کے برابر ہے، یعنی ان کا اپنے نفس سے جہاد کرنا۔ پس اگر وہ صبر کریں تو جہاد کرنے والی ہیں اور راضی ہوں کہ جہاد کے لیے تیاری کرنے والی ہیں اور ان کے لیے دو ثواب ہیں، لہٰذا عورت اور مرد دونوں کو مناسب ہے کہ وہ ثواب ملنے پر اعتقاد رکھیں۔ نکاح اور جماع کرنے اور امرِ حق کے بجالانے پر ویسا ہی عمل کریں، جیسا ان پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جب تک عورت اور مرد دونوں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ عورتوں کا مردوں پر وہی حق ہے، جو مردوں کا عورتوں پر ہے اور عورت کو اس بات پر اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرنا، کافروں کے ساتھ جہاد کرنے سے افضل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شوہر کی آغوش اور قبر کے علاوہ کوئی شے عورت کے لیے افضل نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کی بیوی نہ ہو، وہ فقیر ہے، فقیر ہے، فقیر ہے (آپؐ نے ۳ مرتبہ یہ الفاظ فرمائے) لوگوں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ! خواہ وہ دولت مند ہی ہو؟ آپؐ نے جواب دیا ہاں، اگر اس کی بیوی نہیں تو وہ فقیر ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا، جو عورت شوہر نہیں رکھتی، وہ مسکینہ

ہے، مسکینہ ہے، مسکینہ ہے (۳ مرتبہ یہ الفاظ فرمائے) لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! خواہ وُہ مال دار اور تونگر ہی ہو؟ آپؐ نے فرمایا:۔ خواہ وُہ مالدار ہو، مگر شوہر کے بغیر مسکینہ ہے۔

اُوپر جو کچُھ بیان ہوا ہے۔ اس میں دو چیزیں قابلِ غور ہیں۔ ایک جگہ آپؐ کا ارشادِ مبارک ہے کہ جو مَرد اپنی عورت کا ہاتھ پکڑ کر ٹہلتا ہے۔ اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ دُوسری جگہ ارشادِ مبارک ہے کہ شوہر کی آغوش اور قبر کے علاوہ کوئی شئے عورت کے لیے افضل نہیں اور ہر مسلمان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں پردے کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے۔ اس لیے وُہ حضرات جو اپنی عورتوں کو ہاتھ پکڑ کر غیروں کے سامنے بازاروں میں ٹہلتے ہیں، ان کے لیے کوئی ثواب نہیں، میرا خیال ہے ان کو اس طرح مجرمانہ طور ٹہلنے کی پاداش میں ایک ایک قدم پر جوتا پڑنا چاہیئے۔ جب تک کہ وُہ پردہ میں نہ چلے جاویں۔

نصائح نکاح کے بارے میں

مالدار عورت سے نکاح کرنے میں پانچ خرابیاں ہیں۔ اوّل مہر کا زیادہ ہونا، دوم رخصت میں لیت ولعل ہونا، سوم خدمت کا نہ کرنا، چہارم زیادہ خرچ کا تحمّل، اگر دل چھوڑنے کو ہو تو مال کی حرص سے چھوڑا نہ جانا اور مفلس میں، ان میں سے کوئی بات نہیں اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ عورت چار چیزوں میں مَرد سے کم ہونی چاہیئے، ورنہ وُہ مَرد کو حقیر سمجھے گی، عمُر میں، قد میں، مَال میں، اور حسب میں اور چار چیزوں میں بڑھ کر ہونی چاہیئے، خُوب صُورتی میں، اَدب میں، پرہیز میں اور خُلق میں اور

علامتِ صدق و ارادت کی دَوَام نکاح میں خلق بنی ہے۔ کسی بزرگ نے نکاح کیا اور ہمیشہ اس کی خدمت کرتے رہے، یہاں تک کہ وُہ شرمائی اور اپنے باپ سے کہنے لگی کہ مَیں اُس شخص کے حال میں حیران ہُوں، اتنے برس سے اس کے گھر میں جب پائخانے کو جاتی ہُوں، لوٹا مجھ سے پہلے وَہاں رکھ دیتا ہے۔ ایک بزرگ نے ایک خوب صُورت عورت سے نکاح کیا، جب رخصت کے دن قریب آئے، اس کے چیچک نکل آئی، اس کے گھر والوں کو نہایت رنج ہُوا کہ اَب شوہر اس کو پسند نہ کرے گا۔ اس مردِ بزرگ نے خبر پاکر بہانہ کیا کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں اور اس کے بعد اندھا بن گیا، جب وُہ عورت گھر میں آئی، ۲۰ برس رہ کر مَر گئی، پھر آپ نے آنکھیں کھول دیں۔ لوگوں نے سبب پُوچھا، کہا کہ مَیں جان بُوجھ کر اندھا ہوا تھا تاکہ سسرال والے رنج نہ کریں، لوگوں کو کمال حیرت ہُوئی اور کہا کہ ایسے لوگ چل بسے اَب دُنیا میں نہیں۔ ایک صُوفی نے بدخُلق عورت سے نکاح کیا۔ ہمیشہ اس کی بابت لوگوں نے کہا کہ آپ طلاق کیوں نہیں دے دیتے آپ نے فرمایا، مجھے یہ خوف ہے کہ شاید کوئی شخص اس کے باعث ایذا نہ پاوے۔ پس اگر تو بھی نکاح کرے تو ایسا ہی ہونا چاہیئے اور اگر بے نکاح رہ سکے اور جانے کہ نکاح کرنے سے سلوکِ آخرت میں خلل واقع ہوگا تو نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہے، محمد بن سلیمان ہاشمی کا ذکر ہے کہ ان کے یہاں ۸۰ ہزار درم کی آمدنی ہر روز ہوتی تھی۔ بصرہ کے لوگوں اور علماء کو لکھا کہ مَیں کسی عورت سے نکاح کیا چاہتا

ہوں، سب نے بہ اتفاق لکھا کہ بی بی رابعہ عدویہ سے آپ نکاح کریں تو مناسب ہے، تو آپ نے ان کو اس طرح لکھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آج اتنی آمدنی دی ہے کہ ۸۰ ہزار درم روز آتا ہے اور کچھ دن ہی جاتے ہیں کہ پورے لاکھ ہر روز عنایت فرماوے گا۔ اگر تم مجھ کو منظور کرو تو یہ سب تمہارا ہی ہے اُنھوں نے جواب لکھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بعد حمد و نعت کے واضح ہو کہ دُنیا میں زہد کرنے سے دل کو چین اور بدن کو راحت ہے اور اس کی طرف رغبت کرنا، موجب رنج و اندوہ ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ بفورِ پہنچنے اس رقعہ کے اپنی زادِ آخرت کی تیاری کریں اور معاد کی فکر میں لگیں اور خود اپنے نفس کے وصی ہوں۔ تاکہ اور لوگوں کو میراث بانٹنے میں وصی کی حاجت نہ رہے، تمام عمر روزہ رکھو اور موت کے وقت افطار کرو اور میرا حال یہ ہے کہ اگر خداوند کریم مجھ کو اتنا عنایت کرے، جتنا تم کو دیا ہے، یا اس سے بھی دوچند، سہ چند ہو، تب بھی ایک لمحہ بے یادِ الٰہی مجھے اچھا نہ معلوم ہوگا۔ فقط اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو چیز مانع شغلِ الٰہی سے ہو اس میں نقصان ہے تو آدمی بھی اپنے حال اور قلب پر غور کرے۔ اگر مجرّد رہنا اچھا معلوم ہو تو فبہا اور اگر نہ رہ سکے تو نکاح بہتر ہے اور اس مرض کی ۳ دوائیں ہیں :- اوّل بھوک، دوم نظر کا بند رکھنا، سوم دل کو ایسے شغل میں مصروف کر دینا، جو اس پر حاوی ہو جاوے۔ اگر ان تینوں تدبیروں سے کچھ فائدہ نہ ہو تو آخر کو نکاح ہے۔ اس سے اس بیماری کی جڑ جاتی رہتی

ہے اور اسی جہت سے سلف کے لوگ نکاح کی طرف سبقت کرتے تھے اور اپنی لڑکیوں کا نکاح کر دیتے تھے۔ سعید بن المسیّب فرماتے ہیں کہ شیطان کسی سے بے توقع نہیں اور عورتوں کے سبب ضرور ہی جال مارتا ہے، اور جب ان کی عمر ۸۴ برس کی ہوئی اور ایک آنکھ بھی جاتی رہی اور دوسری سے بھی رتوندی آتی تھی۔ اس وقت فرماتے تھے کہ مجھے عورتوں سے زیادہ کسی چیز کا خوف نہیں، اور عبداللہ بن رفاعہؓ فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس جا کر بیٹھا کرتا تھا چند روز نہ گیا، پھر ایک روز جب گیا تو پوچھا کہ کہاں تھے، میں نے کہا کہ میری بیوی مر گئی تھی، اس لیے حاضری سے مقصّر رہا، آپ نے فرمایا کہ تم نے ہم کو اطلاع نہ کی ہم بھی آتے، بعد اس کے میں نے اٹھنا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ اب اور کوئی بیوی بھی ہے کہ اٹھے جاتے ہو، میں نے عرض کیا کہ حضرت میری دو چار پیسے کی اوقات ہے، مجھے کون بیٹی دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا: آپ دیں گے۔ فرمایا کہ ہاں! اور خطبہ پڑھ کر تھوڑے سے مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح کرا دیا۔ میں وہاں سے اٹھا اور خوشی کے مارے پھول رہا تھا اور یہ سوچتا تھا کہ کس سے ادھار لوں کہ مغرب کا وقت ہو گیا۔ میں نماز پڑھ کر گھر آیا اور چراغ جلایا۔ روزہ افطار کر کے روٹی اور تیل کھانے بیٹھا۔ اتنے میں دروازے سے دستک کی آواز آئی۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید! میں نے بہت فکر کیا کہ کون سے سعید ہیں؟ خیال میں نہ آیا اور سعید بن المسیّب کا

دھیان بھی نہ تھا، کیونکہ انھوں نے ۴۰ برس سے مسجد کے سوا جانا بالکل ترک کر دیا تھا، جب میں دروازے پر آیا تو دیکھا کہ سعید بن المسیب ہیں مجھ کو خیال ہوا کہ شاید کوئی ضرورت آپ کو ہوئی ہوگی۔ مَیں نے عرض کیا آپ نے مجھے کیوں نہیں بُلوایا، فرمایا کہ تمہارے پاس آنا ہی مناسب تھا، مَیں نے پوچھا کہ کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ تم نے نکاح کیا تھا، مجھے تمہارا اکیلا ہونا بُرا معلوم ہوا، اس لیے تمہاری بیوی کو پہنچانے آیا ہوں مَیں نے جو دیکھا تو واقع میں وہ نیک بخت ان کے پیچھے کھڑی ہوئی ہے۔ انھوں نے ہاتھ پکڑ کے دروازے میں کر دیا اور دروازے کو بند کر کے تشریف لے گئے۔ وہ عورت مارے شرم کے گر پڑی۔ مَیں نے دروازے کی کنڈی لگا کر جس پیالے میں روٹی اور تیل رکھا تھا، اس کو چراغ کے سامنے سے ہٹایا کہ عورت کی نظر اس پر نہ پڑے۔ پھر چھت پر چڑھ کر اپنے ہمسایوں کو پکارا۔ سب جمع ہو گئے پوچھا کیا حال ہے، مَیں نے کہا کہ سعید بن المسیب نے آج دن کو اپنی بیٹی مجھ سے بیاہی تھی۔ اَب رات کو مجھے خبر بھی نہ تھی، وہ اسے یہاں پہنچا گئے۔ لوگوں نے تعجّب سے پوچھا کہ کیا سعید نے تمہارا نکاح کیا ہے، مَیں نے کہا کہ ہاں۔ انھوں نے پوچھا کہ لڑکی گھر میں ہے مَیں نے کہا کہ ہاں .... مَیں نے اس کو دیکھا، تو نہایت خوب صورت، کلام اللہ کی حافظ اور طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم اور حقوقِ شوہر سے واقف پایا، ایک مہینے تک نہ سعید بن المسیب میرے پاس آئے اور نہ میں ان کے پاس گیا

بعد مہینے کے مَیں گیا، تو آپ حلقے میں تھے، مَیں نے سلام کیا، آپ نے
جواب دیا۔ جب لوگ اُٹھ گئے، اس وقت پُوچھا کہ اُس آدمی کا کیا
حال ہے؟ مَیں نے کہا، بہت اچھا حال ہے۔ دوست خوش ہوں
اور دشمن جلیں، کہا کہ اگر کوئی بات خلافِ مرضی پاؤ تو لاٹھی سے خبر
لینا۔ مَیں گھر کو چلا آیا۔ انھوں نے ۲۰ ہزار دِرم میرے پاس بھیج
دیئے اور یہ وُہی لڑکی تھی، جس کو عبدالملک بن مروان اپنے بیٹے
ولید کے ساتھ اپنے عہدِ خلافت میں نسبت چاہتے تھے، مگر سعید بن
المسیب نے انکار کر دیا تھا اور عبدالملک نے ایک حیلہ قائم کر کے
ان کے سو کوڑے مارے تھے اور جاڑے کے موسم میں ایک گھڑا
ٹھنڈا ان پر ڈالا تھا اور کمبل کا کرتہ پہنایا تھا۔ پس ان کا اسی رات
رخصت کر دینا، کمال دینداری اور احتیاط کی دلیل ہے۔ جزاہ اللہ
خیر الجزاء۔

راز و نیاز

مرد کو جائز نہیں کہ جماع کے بارے میں راز
کی باتیں کسی سے بیان کرے۔ یہی حکم عورت
کے لیے بھی ہے، کیونکہ یہ بے وقوفی اور کمینہ پن ہے، شرع اور
عقل، دونوں کے اعتبار سے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہٗ نے
ایک طویل حدیث میں فرمایا ہے کہ ایک بار آنحضرت صلعم نے ایک
جلسے میں مردوں کو مخاطب کر کے پُوچھا کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے
جو اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت دروازہ بند کر کے پردہ ڈال
لیتا ہے اور اللہ کے حکم کے مطابق سے اس فعل کو پوشیدہ رکھتا ہے

لوگوں نے جواب دیا، جی یا رسُولؐ اللہ! ایسے لوگ ہیں. تب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پُوچھا؛ کیا تم میں کوئی ایسا بھی ہے، جو اس فعل کو لوگوں سے بیان کرتا پھرتا ہے کہ مَیں نے ایسا کیا، ویسا کیا؟ تو لوگ خاموش رہے. تب آنحضرتؐ نے عورتوں سے مخاطب ہو کر پوچھا: کیا تم میں کوئی ایسی عورت ہے؟ جو اپنے شوہر کی خاص باتیں، دُوسری عورتوں کے سامنے بیان کرتی ہو؟ یہ سُن کر عورتیں بھی خاموش رہیں۔ کچھ دیر بعد ایک عورت اپنے زانو کے بَل کھڑی ہُوئی اور آگے بڑھ کر عرض کرنے لگی، یا رسُولؐ اللہ! ایسی باتیں مرد بھی کرتے ہیں اور عورتیں بھی۔ تب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا. جو مَرد یا عورتیں ایسی باتیں کرتی ہیں. ان کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک شیطان ایک شیطانیہ سے کوچہ و بازار میں ملتا ہے اور اپنی حاجت پُوری کر کے چل دیتا ہے حالانکہ لوگ ان کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اے لوگو! یاد رکھو کہ مرد کی خوشبُو تو وُہ ہے کہ اس کی بُو ظاہر ہے، مگر رنگ ظاہر نہیں ہوتا، عورتوں کی خوشبُو ایک ایسی چیز ہے، جس کا رنگ تو ظاہر ہے، مگر بُو نہیں ہوتی۔

بچوں کی تربیت و پرورش

دُخترِ رسُول صلّی اللہ علیہ سلم کی زندگی

افلاس سے تھا سیدہ پاک کا یہ حال
گھر میں کوئی کنیز ، نہ کوئی غُلام تھا
گھِس گھِس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں
چکّی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا

اَٹ جاتا تھا لباسِ مبارک غبار سے
جھاڑو کا مشغلہ بھی جو ہر صُبح و شام تھا
آخر گئیں جنابِ رسُولِؐ خُدا کے پاس
یہ بھی کچھ اتفاق کہ واں اذنِ عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض
واپس گئیں کہ پاسِ حیا کا مقام تھا
جب پھر گئیں دوبارہ تو پوچھا حضورؐ نے
کل کس لیے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا
حیرت یہ تھی کہ اَب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں
حیدرؓ نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا

ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن
جن کا کہ صفۂ نبیؐ میں قیام تھا
میں ان کے بند و بست سے فارغ نہیں ہنوز
ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدّم ہے انکا حق
جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیّدۂ پاک رہ گئیں
جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا
یوں کی ہے اہلِ بیتِ مطہر نے زندگی
یہ ماجرائے دخترِ خیرالانامؐ تھا

لڑکی ہے ایک دولت

اے کامیاب انساں اے خوش خطاب انساں
کیوں رنج سے ہے نالاں غم سے نہ ہو پریشاں
لڑکی خدا نے دی ہے
یہ نورِ زندگی ہے
قدرت کا نور یہ ہے دل کا سرور یہ ہے
عنوانِ زندگی ہے
ہنس ہنس کے کہ رہی ہے

فردوس کی کلی ہوں خوشبو میں بس گئی ہوں
جنّت سے آ رہی ہوں پہچان لو وُہی ہوں

جس کو رسُولِ اکرمؐ
کرتے تھے پیار ہر دم

ان کو بھی خُدا نے لڑکی ہی پہلے دی تھی
ایسی کہ جس کے دَم سے دُنیا میں روشنی تھی
شکرِ خُدا اَدَا کر سجدے میں سَر جُھکا کر

لڑکی ہَے ایک نعمت
لڑکی ہے ایک دولت
لڑکی ہے ہبتِ قدُرت

اللہ کا عطیہ، اللہ کی عنایت ہَے نُورِ عین لڑکی اور دِل کا چین لڑکی
آغوش میں اُٹھا لے معصُوم کی دُعا لے

لڑکا ہو یا کہ لڑکی !!
یہ دَین ہَے خدُا کی

تعلیم بھی اُسے دے کر تربیت بھی اُس کی
اس کو سکھا سلیقے آدابِ زندگی بھی
یہ ہَے گھروں کی مَلکہ ہر بزم کا اُجالا

اس سے خفا نہ ہونا

اے کامیاب انساں اے خوش خطاب انساں

اس سے خفا نہ ہونا

چھوٹے بچے

پاؤں چلنے والے بچے جنھیں آیا اور خادماؤں کی نگرانی میسّر نہیں اور جو ہر گھڑی گھر کی چار دیواری میں رہتے ہیں، ہماری توجہ کے زیادہ مستحق ہیں، ان کی ماؤں بہنوں اور دُوسرے عزیزوں کو چاہیے کہ کسی دم اُن کی دیکھ بھال سے غافل نہ ہوں۔ یہ بچے ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں اور بیٹھ نہیں سکتے۔ دوڑنا، بھاگنا کِسی چیز کو اُٹھاکر پھینک دینا، اٹھانا اور مُنہ میں رکھ لینا، ہر وقت یہی کرتے رہتے ہیں۔ بچّے، سِینا پرونا، مسالہ پیسنا اور آگ جلانا تو جانتے نہیں، ہاں جو کچھ دیکھتے ہیں، تو نقل اتارنے لگتے ہیں؛ ان کی مائیں غصّے میں آکر جب کبھی تھپّڑ مارتی ہیں تو اس کی بھی نقل کرتے ہیں، کوئی لکڑی لیکر کُتّے یا کوّے کو مارنے دوڑے تو غور سے دیکھتے ہیں اور پھر ماں پر اور بہن پر ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔ یہ تھپّڑ نہیں مارتے، لکڑی نہیں مارتے، پتّھر نہیں مارتے، بلکہ نقل کرتے ہیں اور یہ نقل کبھی اصل بن جاتی ہے اور ماں کے مُنہ پر تھپّڑ لگ جاتا ہے، لکڑی کی چوٹ لگ جاتی ہے، پتّھر لگ جاتا ہے اور خُون بہنے لگتا ہے۔ ماں غصّے میں انھیں مارتی ہے اور دھکّا دیتی ہے اور کبھی نہیں سوچتی کہ بچّہ بے قصُور ہے۔ عاقل اور دانش مند ماں باپ بچّہ پیدا ہوتے ہی، اپنی بہت سی عادتیں چھوڑ دیں تو بڑی اصلاح ہو جائے، شاکوٹ کی ایک خاتون کا بیان ہے کہ جب ان کا پہلا بچّہ ہوا، تو انھوں نے کسی سے آپ، اور جناب کے سوا بات نہیں کی، کوئی ناشائستہ بات زبان سے نہیں نکالی، چیخ کر بولنا چھوڑ دیا۔ تھپّڑ کے لیے ہاتھ نہیں اٹھایا، لکڑی کو ہاتھ میں نہیں لیا، کھڑے ہو کر

پانی نہیں پیا، نہ لوٹے کی ٹنٹیو سے منہ لگایا، روٹی ہاتھ پر رکھ کر نہیں کھائی
پابندی سے پانچوں وقت نماز پڑھی، صبح کو قرآنِ پاک کی تلاوت کی۔ ان کے
خاوند نے حقّہ اور سگرٹ چھوڑ دیا۔ گھر پہ تاش اور شطرنج کی محفل جمتی
تھی، جسے قطعاً ترک کر دیا اور ایسی بہت سی باتیں جنھیں بُرا سمجھا جاتا ہے؛
چھوڑ دیں، یہ بچّہ جوں جوں بڑھتا گیا شائستہ بنتا چلا گیا اور ایسی اُٹھان
ہوئی کہ مثال میں اس کا نام لینے لگے۔ دیکھو یوسف صاحب کے بچّے
کو دیکھو، اس کی بول چال ادب اور تہذیب کیسی ہے، ماں باپ کا کتنا
فرمانبردار ہے، بڑوں کی کیسی تعظیم کرتا ہے، چیخ کر کبھی نہیں بولتا، نماز روزے
کا پابند ہے۔ صبح صبح قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے۔ والدین کسی بات پر
خفا بھی ہوتے ہیں، تو خطا ہو یا نہ ہو، معافی مانگ لیتا ہے؛

دیکھا آپ نے نقل کا کرشمہ؟

خُوب سمجھ لینا چاہیئے کہ بیٹا ایک امانت ہے، جو اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ماں باپ کے حوالے کر دی جاتی ہے، اس کا معصُوم دل
ایک صاف وشفّاف ہیرے کی طرح پاک اور داغ دھبّے سے قطعی طور
خالی اور ہر طرح کے نقش سے بالکل صاف ہوتا ہے، لیکن موم کی طرح
نقش پذیر (یعنی ہر طرح کے نقش وصُورت کو قبُول کرنے کی صلاحیت
رکھتا ہے۔ وُہ ایک پاک یعنی خالص زمین کی طرح ہے، جس میں جو بیج
بھی ڈالو گے اُگ آئے گا اور برگ و بار بھی لائے گا۔ اگر نیکی کا بیج بو دیا
جائے تو دین و دُنیا کی سعادتیں، اللہ کی طرف سے اُسے عطا ہو سکتی ہیں
اور ان کے ثواب میں وُہ اکیلا ہی نہیں، بلکہ اس کے ماں باپ اور معلّم و

اُستاد بھی شریک ہوں گے اور اگر اس کے خلاف ہوگا۔ بدی کا بیج بویا جائے گا، تو بدبختی نہ صرف اس کے حصے میں آئے گی، بلکہ یہ سب ماں باپ اور اُستاد بھی اس کے حصہ دار ہوں گے اور جو کچھ اس پر گزرے گی، وُہی حشر ان کا بھی کم و بیش ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ"۔ ـــــ اور بیٹے کو آتشِ دُنیا کی نسبت آتشِ دوزخ سے بچانا ہی زیادہ ضروری ہے۔ اور یہ اس طرح زیادہ ممکن ہوگا کہ اُسے زیورِ آداب سے آراستہ کیا جائے اور نیک اخلاق کی تعلیم دی جائے بُری صُحبت کے قریب بھی نہ جانے دیں کہ تمام بُرائیوں کی جڑ دراصل بُری صحبت ہی ہُوا کرتی ہے۔ اس کو آرام پسندی (تن آسانی) اور عمدہ پوشاک کا عادی نہ بننے دیں، کیونکہ پھر اسے ان کے بغیر صبر کہاں؟ یُوں تو تمام عمر اسی شوق کی نذر ہو جائے گی اور اس کوشش کا آغاز اس کی زندگی کے آغاز ہی سے ہو جانا چاہیئے (یہاں تک کہ شیر خوارگی کے زمانے سے)، چنانچہ جو عورت اسے دُودھ پلائے، وُہ خُود صالح اخلاق، نیک اور حلال کھانے والی ہونی چاہیئے، کہ بدخوئی دایہ سے بھی تو بچے کے رگ و پے میں سرایت کر سکتی ہے، جو دُودھ حرام سے پیدا ہوگا، وُہ لامحالہ پلید ہوگا اور بچے کا گوشت پوست اس سے نشو و نما پائے گا، تو اس کی طبیعت کو اس سے خواہ مخواہ نسبت پیدا ہوتی چلی جائے گی اور اس کے بالغ ہونے پر آخر رنگ لائے گی اور جب بچے کی زبان بولنے کے قابل ہو جائے تو امی ابا کے بجائے

سب سے پہلا لفظ "اللہ" ہی اُس کی زبان سے نکلنا چاہیئے اور یہی نام اسے سب سے پہلے سکھانا بھی چاہیئے اور جب (اس میں احساسات ظہور پذیر ہونے لگیں، مثلاً وُہ بعض چیزوں سے شرم محسُوس کرنے لگے تو اللہ کا شکر کریں کہ یہ خوشخبری اور دلیل اس امر کی ہے کہ نورِ عقل کی شعاعوں نے اس کے قلب و ذہن کو منوّر کرنا شروع کر دیا ہے اور شرم کو اس کا نگہبان کر دیا ہے کہ بُری باتوں پر وُہ برابر شرمایا کرے، بلکہ عقل حسبِ ضرُورت اسے شرم دلایا کرے (خواہشات میں سے) سب سے پہلی جو بچّے میں پیدا ہوتی ہے، وُہ غذا کی خواہش ہے۔ پس لازم ہُوا کہ سب سے پہلے اُسے کھانے کے آداب سکھائے جائیں کہ:

سیدھے (دائیں) ہاتھ سے کھائے۔ شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھے، جلدی جلدی نگلتا نہ جائے، بلکہ پہلے اچھی طرح چبائے اور ندیدوں کی طرح دُوسروں کے لقمے نہ گنتا رہے، یعنی انھیں کھاتا نہ دیکھتا رہے اپنا لقمہ اپنے سامنے سے اُٹھائے۔ جب تک ایک لقمہ نہ نگل لے دُوسرا لقمہ نہ اُٹھائے، ہاتھ اور کپڑوں کو گندا نہ کرے۔ کبھی کبھی رُوکھی سُوکھی روٹی بھی کھانے کو دے دیا کریں تاکہ سالن کے بغیر اسے کھانا دُشوار ہی نہ ہو جائے۔ زیادہ کھانے کی بُرائی اسے بیان کریں اور کہیں کہ زیادہ کھانا بے وقوفوں، وحوش اور ڈھور ڈنگروں کا کام ہے (پھر انسان یہ حیوانی حرکت کیوں کریں، بلکہ زیادہ کھانے والے بچّوں کی بُرائی (کہانی یا لطیفے کی صُورت میں) اس کے سامنے بیان کرتے رہیں، اور بااَدب و باتمیز بچّوں کی تعریف کیا کریں، تاکہ اس کی بھی رگِ حمیت پھڑکے

اور وُہی شوق (مؤدّب و صاحبِ تمیز بننے کا) اس کے دل میں بھی چُٹکیاں لینے لگے۔ سادہ سفید (مگر اُجلے) کپڑوں کو اُس کی نظر میں اَچھّا ٹھہرائیں کہ (اس کا رجحان ادھر ہی رہے) اور ریشمی کپڑوں کو قابلِ مذمّت اور ذلیل بتائیں اور کہیں یہ عورتوں اور رنڈیوں کا کام ہے (مَردوں کا تھوڑی ہے) اور اَپنے آپ کو بنانا سنوارنا ہجڑوں کا کام ہے نہ کہ مَردوں کا۔ اور یہ بھی خیال رکھیں کہ لڑکا ان لڑکوں کی صُحبت میں نہ رہے، جو ریشمی اور زرق بَرق لباس پہننے کے عادی ہیں اور عیش و عشرت کے دلدادہ ہیں۔ ورنہ ان کی تقلید میں ویسی ہی آرزوئیں اس کے دل میں مچلنے لگیں گی اور یہ اس کی ہلاکت کا سامان ہیں۔ اسکے علاوہ دُوسری ہر قسم کی بُری صُحبت سے بھی اسے باز رکھیں، کیونکہ جسے صحبتِ بد سے محفوظ نہ رکھا جاتے۔ اس میں شوخی، بے حیائی، چوری چکاری جھوٹ، گُستاخی اور بے باکی جیسے خصائلِ بد خواہ مخواہ پیدا ہو جاتے ہیں اور مدّتوں تک ان عادات کا ترک کرنا۔ اس کے لیے بے حد دشوار ہو جاتا ہے اور جب اسے مکتب میں بھیجیں تو سب سے پہلے قرآن مجید پڑھانا چاہیئے، پھر نیک لوگوں کے قصّے کہانیاں اور حکایتیں اور صحابہؓ کی سیرت و عادات کے بارے میں روایات اس کے سامنے بیان کریں تاکہ اسے اس چیز کا موقع ہی نہ مل سکے کہ حُسن و عشق کے دلفریب افسانے سُنا کرے یا عشقیہ اشعار پہ جھُوما کرے اور عورتوں کے تذکرے سے دل بہلایا کرے اور ایسے معلّم یا ادیب کی شاگردی سے بھی بچانا چاہیئے، جس کے نزدیک اس طرح کے اشعار زندہ دلی اور تیزیٔ طبع کا موجب

ہوتے ہیں اور جذباتِ لطیف کو بیدار کرتے ہیں کہ ایسا ادیب درحقیقت ادیب نہیں بلکہ شیطان ہے، جو فسق و فجور کا بیج اس کے دل میں بونا چاہتا ہے، اگر لڑکے سے کوئی کارِ خیر انجام پائے اور اخلاقِ حسنہ کی کوئی جھلک اس میں دکھائی دے تو اس کی دلجوئی و حوصلہ افزائی کے لیے اس کی تعریف کریں اور بطورِ انعام کوئی ایسی چیز دیں جو اس کی پسندیدہ ہو اور یہ تعریف دُوسرے لوگوں کے سامنے بھی کریں اور اگر اس سے خطا سرزد ہو تو ایک دو مرتبہ چشم پوشی سے کام لیں اور پہلی ہی مرتبہ سختی نہ کریں؛ جس سے وُہ ذلیل ہو کر رہ جائے اور اس ردِّ عمل کا شکار ہو جائے کہ چلیئے اب ذلیل و خوار تو ہو ہی گئے، پھر باز آنے کی کیا ضرورت ہے۔ خصوصًا اس صُورت میں جب کہ اُس نے چھُپ کر کوئی خطا کی ہو، تو ایک مرتبہ انجان بن جانا ہی مناسب ہے، کیونکہ اگر بہت زیادہ ڈانٹ ڈپٹ کریں گے تو وہ بالکل ہی کھُل کھیلے گا اور اعلانیہ خطاکار بن جائے گا اور اگر وُہ بار بار خطا کرے تو بھی ایک آدھ مرتبہ اسے پوشیدہ طور پر سزا دیں اور تنبیہہ کریں کہ اگر آئندہ کبھی ایسا کروگے تو لوگوں کو پتہ چل جائے گا اور سوچو تو سہی کہ تمہاری کیسی رُسوائی ہو گی؟ اور پھر جب یُوں بدنام ہو جاؤ گے تو کوئی شریف آدمی تمھیں مُنہ بھی نہ لگائے گا!

باپ کو چاہیئے کہ اپنے وقار و دبدبے کو اس کی نگاہوں میں برقرار رکھنے کے انداز اختیار کرے اور اس سلسلے میں ماں کو چاہیئے کہ لڑکے کو باپ کے رُعب سے ڈراتی رہے تاکہ وُہ اُن کے قابو میں رہے۔ دن کے وقت سونے کا چسکا اس میں نہ پیدا ہونے دیں، تاکہ سستی و

کاہلی میں مبتلا نہ ہو جائے اور رات کو بھی نرم و ملائم گدیلوں کا خوگر اسے نہ بنائیں، تاکہ اس کے قویٰ مضبوط ہونے کے علاوہ جفاکشی کے ذائقے سے بھی آشنا رہیں اور ہر روز گھڑی دو گھڑی کے لیے اسے کھیلنے ضرور دیں، تاکہ چُست اور چاق و چوبند رہا کرے اور تنگدلی اور اُداسی سے بچا رہے، کیونکہ اُداسی و تنگدلی بجائے خود بدخوئی کا سبب بن جاتی ہے اور دل کی دُنیا تاریک و ویران ہو جاتی ہے اور اسے یہ بات خاص طور سے بتائیں کہ جس سے ملے تواضع اور فروتنی سے ملے اور دُوسرے لڑکوں کے سامنے فخر و نخوت ظاہر نہ کرے اور شیخیاں نہ بگھارتا پھرے لڑکوں سے چیزیں نہ لیا کرے، بلکہ اگر ہو سکے تو انھیں کچھ دے دیا کرے اور اس ضمن میں اُسے یہ سمجھائیں کہ چیزیں لینا دراصل چیزیں مانگنا ہی ہوتا ہے اور یہ کم ہمت گداگروں کا شیوہ ہے اور نقدی یا جنس کی صُورت میں دُوسروں سے اُدھار لینے کا تو اسے راستہ ہی معلوم نہ ہونا چاہیئے کہ یہ تو اس کی ہلاکت کا سامان فراہم کرنے کے مترادف ہوگا کہ یہی چیز اسے افعالِ بد کے گہرے غار میں دھکیل دے گی۔ اس کے علاوہ آداب کے سلسلے میں اسے یہ تعلیم بھی دیں کہ لوگوں کے سامنے تھوکا نہ کرے اور نہ ہی ناک صاف کر کے غلاظت کو ان کے آگے پھینک دیا کرے، دُوسروں کی طرف پُشت کر کے نہ بیٹھے۔ ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھے کہ یہ کاہل و سُست ہونے کی دلیل ہے، زیادہ باتیں نہ بنائے۔ قسم اور سوگند ہرگز نہ کھائے اور اس وقت تک بات نہ کرے جب تک کوئی اس سے دریافت نہ کرے، بڑوں کا احترام کرے اور

چلتے وقت اُن کے آگے آگے نہ ہو لیا کرے۔ زبان کو فحش گوئی اور لعنت و ملامت سے پاک رکھے اور اسے ذہن نشین کرائیں کہ جب اُستاد اُسے سزا دے تو رونا پیٹنا اور شور مچانا شروع نہ کر دے اور نہ کسی کی سفارش اُستاد کے پاس لے جائے بلکہ صبر کرے کہ صبر و تحمل ہی تو مردانگی کی سب سے بڑی علامت ہے اور رونا دھونا اور چیخیں مارنا تو عورتوں کا کام ہے یا پھر رنڈیاں ٹسوے بہایا کرتی ہیں، لیکن یہ باتیں مردوں کو زیب نہیں دیتی ہیں۔

لڑکا جب سات برس کا ہو جائے تو شفقت و نرمی سے اسے طہارت کرنا اور نماز پڑھنا سکھائیں اور آہستہ آہستہ نرمی ہی سے اسے حکم دیتے رہیں تاکہ عادی ہو جائے، لیکن دس برس کی عمر کو پہنچ جائے تو پھر اگر اس میں تقصیر کرے تو اسے مار پیٹ کر اسکی پابندی کرائیں اور چوری جھوٹ اور حرام خوری سے اسے نفرت دلائیں تاکہ وہ ان افعال کو بہت برا سمجھنے لگے اور ہمیشہ ان کی مذمت کرتا رہے اور جب اس طریق سے پرورش پاتے پاتے وہ لڑکپن کی عمر کو پیچھے چھوڑ کر بالغ ہو جائے تو پھر ان آداب کے اسرار و رموز اسے سمجھانا شروع کریں تاکہ وہ اس کے دل کی گہرائیوں میں اُتر جائیں۔ تب اسے بتائیں کہ کھانا کھانے کا اصل مقصد محض پیٹ بھرنا نہیں اور وہ جو تمھیں بچپن میں ہم بتایا کرتے تھے کہ جانوروں کا کام ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور طاعت کرنے کی طاقت برقرار رہے کہ یہ دُنیا حقیقت میں آخرت کے لیے زادِ راہ جمع کرنیکا ایک مقام

ہے، اسی لیے یہ ہمیشہ کسی کے ساتھ نہیں رہتی اور موت اچانک اور ناگہاں آتی ہے اور اُسے اس دُنیا سے لے جاتی ہے اور اسے بتائیں کہ عقلمند وُہی ہے جو اس دُنیا سے آخرت کے لیے توشہ جمع کرلے، تاکہ حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرکے بہشت میں جا سکے، جہاں وُہ وُہ نعمتیں اور آرام میسّر ہیں جن کا تصور بھی اس دنیا میں نہیں کر سکتے۔ اور خواجہ محمد اسلام کی مشہُور کتاب موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہوگا پڑھائیں۔ اور جب ابتداء میں اس کی تربیت پُورے آداب کے ساتھ ہُوئی ہوگی اور ابتدائے عمر میں پرورش کے مذکُورہ اصُولوں کو مدِنظر رکھ کر اسے پالا گیا ہوگا۔ تو یہ باتیں اس کے دل پر پتّھر کی لکیر ہوجائیں گی یعنی ان کے نقش اس کے دل پر پُختہ ہوجائیں گے، لیکن اگر ابتداء میں اسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے تو یہ باتیں ایسی ہوں گی، جیسے دیوار سے مٹی گر رہی ہو۔ یعنی اُس پر اُن کا خاک اثر نہ ہوگا۔

حکایت : سہل تستریؒ اپنی سرگزشت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۳ برس کی عمر میں ہی مَیں اپنے ماموں کو رات کے وَقت نماز ادا کرتے غور سے دیکھا کرتا تھا، ایک مرتبہ مجھ سے کہنے لگے کہ جس خدا نے تمھیں پیدا کیا ہے کیا تُم اسے یاد نہ کروگے؟ مَیں نے کہا: مَیں اسے کِس طریقے سے یاد کروں؟ فرمایا: اے بیٹا! رات کو بستر پر لیٹنے کے بعد ۳ مرتبہ زبان سے نہیں بلکہ دل میں کہہ لیا کرو کہ "میرا اللہ میرے ساتھ ہے، میرا اللہ میری جانب دیکھتا ہے، اور میرا اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے، مَیں ہر رات کو ایسا ہی کرنے لگا اور کئی دن تک کرتا رہا۔ ایک

مرتبہ پھر مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہا: جو کچھ میں نے تجھے بتایا تھا، اب (تین کے بجائے) سات مرتبہ کہا کرو۔ (میں نے اس پر عمل کیا) تب گیارہ مرتبہ کہنے کا حکم دیا اور میں انہی کے ارشاد کے مطابق اسے بجا لاتا رہا حتیٰ کہ میرا دل اس ذکر میں ایک حلاوت سی محسوس کرنے لگا، کہ اس کے بغیر رہنے کا سوال ہی نہ تھا، ایک سال عرصہ ہو چکا تو فرمایا: میں نے جو کچھ تمھیں بتایا ہے اسے ساری عمر یاد رکھنا (اور اس پر عمل کرتے رہنا) یہاں تک کہ تمھیں قبر میں اُتار دیں کہ یہ شغل اس دُنیا میں بھی اور اس جہاں میں تیرا دستگیر رہے گا۔ میں نے یہ سلسلہ جاری رکھا اور پھر (چند سال بعد) ایک وقت وُہ آیا کہ اس کی لذّت و حلاوت (دل کے علاوہ) دماغ میں بھی محسوس ہونے لگی، پھر ایک دن فرمانے لگے کہ بیٹا! خُدا جس شخص کے ساتھ رہتا ہو، جس کا نگران ہو اور جس کو دیکھتا ہو، اس سے گُناہ سرزد نہیں ہو سکتا (یعنی نہیں ہونا چاہیئے) پس خبردار جو کبھی گُناہ کے قریب بھی پھٹکے! کیونکہ وُہ تمھیں دیکھتا ہے (تو گناہ کرتے ہُوئے بھی دیکھ لے گا) پھر مجھے معلّم کے حوالے کر دیا، لیکن وہاں میرا جی نہیں لگتا تھا، آخر گھبرا کر میں نے ماموں سے کہا کہ مجھے گھڑی دو گھڑی کے لیے وہاں بھیج دیا کریں تاکہ پڑھ کر آجایا کروں، جب میں نے قرآن مجید ختم کیا، اس وقت میری عُمر ۷ برس کی تھی، ۱۰ برس کی عمر کو پہنچا تو میں نے مسلسل روزے رکھنے شروع کر دیئے اور جَو کی روٹی کھانے لگا، بارھویں برس تک یہ سلسلہ جاری رہا، لیکن جونہی تیرھواں سال شروع ہوا، میرے دل میں ایک مسئلہ سا پیدا ہو گیا (اس کی پیچیدگی کے پیشِ نظر) میں نے اجازت چاہی کہ

مجھے بصرہ جانے دیں، تاکہ وہاں کسی سے اس کا حل دریافت کرسکوں۔ (اجازت مل گئی) اور مَیں بصرہ روانہ ہوگیا۔ ہر عالم سے پوچھا، لیکن کسی سے اس کا حل دریافت نہ ہوسکا۔ آخر ایک عابدِ زمانہ کا پتہ نشان معلوم ہوا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے اس مسئلے کو حل کردیا اور میری بے قراری ختم ہوئی اور ایک عرصے تک مَیں ان ہی کی خدمت میں رہا۔ آخر تستر واپس چلا آیا۔ تب یہ معمول بنا لیا کہ ایک درم کے عوض جَو خرید لیتا تھا اور اُس کی سُوکھی روٹی سے روزہ افطار کرلیا کرتا تھا اور ایک درم کے عوض خریدے ہُوئے جَو پُورے ایک برس تک کیلئے کافی ثابت ہوتے۔ اس کے بعد مَیں نے ارادہ کرلیا کہ روزہ تین دن کے بعد افطار کیا کروں گا۔ حتیٰ کہ مَیں اس پر قادر ہوگیا۔ تب پانچویں دن افطار کرنے لگا۔ پھر ساتویں دن اور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ۲۵ - ۲۵ دن تک کچھ نہ کھائے بغیر رہ سکتا تھا اور ۲۰ برس تک اسی حال میں صابر رہا اور راتوں کو زندہ رکھنا، یعنی رات رات بھر عبادت میں رہنا میرا واحد مشغلہ تھا۔" یہاں پر یہ حکایت اس لیے بیان کی گئی ہے کہ پوری طرح واضح ہوجائے کہ ہر وُہ کام جسے عظیم کام کہا کرتے ہیں، اس کی تخم ریزی بچپن ہی میں کرنا پڑتی ہے (ورنہ بڑے کام کرنے کے لیے بڑے لوگ میسّر نہیں آسکتے)۔

صِلہ رحمی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کیا تم کو میں وہ بات نہ بتادوں جو نماز اور روزہ اور خیرات کے درجہ سے افضل ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ آپس میں صلح کرادینی ہے باہمدگر پھوٹ ڈالنا دین کا مٹانے والا ہے۔ ایک شخص نے مرتے وقت اپنے بیٹے سے یوں کہا کہ بیٹا اگر تجھ کو لوگوں کی صحبت کی ضرورت پڑے تو ایسے شخص کے ساتھ رہنا کہ جب تو اُس کی خدمت کرے تو تیری حفاظت کرے اور جب تُو اُس کے پاس بیٹھے تو تجھ کو زینت دے۔ اگر تجھ کو کوئی مشقت پیش ہو تو وہ برداشت کرے اگر تو اپنا ہاتھ خیر کے لئے پھیلانا چاہے تو وہ پھیلا دے اور اگر تجھ سے کوئی خوبی دیکھے تو اس کو شمار کرے اور اگر بُرائی دیکھے تو اس کو روک دے جس وقت تُو اس سے سوال کرے تو دیوے اور اگر تُو خاموش رہے تو ابتدا کرے اور اگر تجھ پر کوئی بلا نازل ہو تو تیری غمخواری کرے۔ جب تُو کوئی بات کہے تو تیرے قول کی تصدیق کرے اور اگر تُو کسی کام کا قصد کرے تو اچھا مشورہ دے۔ اور اگر تم دونوں میں اختلاف ہو تو تجھ کو اپنے نفس پر ترجیح دے تو یہ وصیّت جمیع حقوق صحبت کی جامع ہے۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بار سات برس کی خشکی ہوئی یہاں تک کہ مردار اور لڑکوں کو کھا گئے اور پہاڑوں میں جا جا کر رونے اور تضرع کیا کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اُن کے پیغمبر پر وحی نازل کی کہ اگر بالفرض تم میری طرف اتنا چلو گے کہ تمہارے گھٹنے تک گھس جاویں اور تمہارے ہاتھ آسمان کے بادلوں کو لگ جاویں اور دُعا کرتے کرتے زبانیں تھک جاویں تب بھی میں نہ کسی دعا مانگنے والے کی دعا قبول کروں گا نہ کسی رونے والے پر ترس کروں گا جب تک کہ حقداروں کے حقوق اُن کو نہ پہنچا دوگے جب سب اس امر کے بموجب کاربند ہوئے تو اسی روز مینہ

برسا۔ مسلمان پر مسلمان کے تین حقوق ہیں۔ اول یہ کہ اگر کسی کو نفع نہ پہنچا سکے تو مضرت بھی نہ پہنچائے۔ دوم یہ کہ اگر کسی کو اچھا نہ کہے تو برا بھی نہ کہے۔ سوم یہ کہ اگر کسی کو خوش نہ کر سکے تو غمزدہ بھی نہ کرے۔ احمق ہیں وہ لوگ جو افعالِ جہنم کے بعد جنت طلب کرتے ہیں۔ توبہ کے بعد ایک گناہ بھی ان ستر گناہوں سے بدتر ہے جن کے بعد توبہ کی گئی ہو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک آپؐ ہنسے یہاں تک کہ آپؐ کے دانت مبارک ظاہر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آپؐ کے اوپر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کو کس بات سے ہنسی آئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ دو شخص میری امت میں سے خدائے تعالیٰ کے سامنے دو زانو ہوئے اور ایک نے جنابِ الٰہی میں عرض کی کہ میرا حق اس میرے ساتھی سے دلا دے۔ خدائے تعالیٰ نے دوسرے سے ارشاد فرمایا کہ اس کا حق دیدے اس نے عرض کیا کہ بارِ خدایا میرے پاس تو کوئی نیکی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے سے ارشاد فرمایا کہ اب تو کیا کرے گا کہ اس کے پاس تو کوئی نیکی نہیں رہی اس نے عرض کیا کہ یہ شخص میرے گناہوں میں سے اپنے اوپر لے لے۔ راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ڈب ڈبا آئیں اور رونے لگے۔ پھر فرمایا کہ یہ دن بہت بڑا ہے۔ اس دن میں لوگ اس بات کے محتاج ہوں گے کہ کوئی ان کی طرف سے ان کے گناہ اپنے اوپر لے لے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالب سے فرمایا کہ اپنا سر اٹھا کر جنت میں دیکھ اس نے سر اٹھایا اور عرض کیا کہ الٰہی مجھے چاندی کے شہر بلند اور سونے کے محل موتیوں سے جڑے معلوم ہوتے ہیں یہ کون سے نبی کے ہیں یہ کون سے صدیق کے یا کس شہید کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اس کے ہیں جو ان کا مول ادا کرے اس نے عرض کیا کہ ان کے مول کا مالک کون ہے کس سے دیا جا سکتا ہے فرمایا کہ ان کا مول

تیرے پاس ہے۔ عرض کیا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی کو حق معاف کرنا اُس نے عرض
کیا کہ الٰہی میں نے اُس کو معاف کیا حکم ہُوا کہ اپنے اِس بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت
میں داخل کر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور
آپس میں صُلح رکھو کہ اللہ تعالیٰ ایمان داروں میں خود میل کرتا ہے۔ اِس حدیث
میں تنبیہہ ہے اس بات پر کہ یہ مرتبہ خدائے تعالیٰ کو اختیار کرنے سے حاصل ہوتا
ہے۔ یعنی آپس میں میل کرانے اور دُوسرے اخلاق اختیار کرنے سے پس اب تُو
اپنے نفس کے باب میں فکر کر کہ اگر تیرا نامۂ اعمال اخلاق سے خالی ہو گا۔ یا خدائے
تعالیٰ تیرے لئے لطف فرما کر معاف فرمائے گا اور تجھ کو یقین سعادت ابدی کا
ہو گا تو فیصلہ کی جگہ سے پھرنے کے وقت کیسا خوش ہو گا کہ تجھ کو خلعت رضا عطا ہوگی
اور ایسی سعادت پر رجوع کرے گا جس کے بعد شقاوت نہ ہو اور وہ دولت
پائے گا جس کے گرد فنا نہ پھٹکے اور اُس وقت خوشی اور سرور کے مارے تیرا دل
اُڑے گا اور چہرہ سفید اور نُورانی اور ایسا چمکنے لگے گا جیسے چاند چودھویں رات کو
چمکتا ہے تو اب خیال کر کہ خلق کے درمیان تُو کیسے سر اٹھائے گا ناز سے چلتا ہو گا
کہ پیٹھ گناہوں سے خالی ہو گی اور تازگی نسیم راحت اور رضا کی ٹھنڈک تیرے
دونوں پہلوؤں سے دمک رہی ہو گی اور تمام خلق اگلی پچھلی تجھ کو دیکھتی ہو گی اور تیرے
حُسن و جمال میں غبطہ کرتی ہو گی اور فرشتے تیرے آگے اور پیچھے چلتے ہوں گے اور
پکار کر مجمع میں کہتے ہوں گے کہ یہ فلاں شخص کا بیٹا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس سے راضی
ہُوا، اور اِس کو راضی کر دیا اور ایسی سعادت کو پہنچا کہ جس کے بعد کبھی بدبختی نہ ہو گی،
بھلا تیرے نزدیک کیا یہ رُتبہ اُس مرتبے سے بڑا نہیں جس کو تُو دُنیا میں لوگوں کے
دلوں میں حاصل کرتا ہے اور اُس کے لئے ریا اور تکلّف اور دین میں سستی اور
بناوٹ کرتا ہے۔ پس اگر تُو جانتا ہے کہ یہ رُتبہ دنیا کے رتبے سے بہتر ہے بلکہ دُنیا

کے رُتبے کو اس مرتبے سے کچھ نسبت ہی نہیں تو پھر اِس رُتبے کے حاصل کرنے کے واسطے اخلاص صاف اور خدا کے ساتھ معاملہ کرنے میں نیت درُست کو وسیلہ بنا کہ یہ رُتبہ بدون اخلاص اور سچی نیّت کے تجھ کو نہ ملے گا

نیک صُحبت اختیار کرو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال اُس شخص کی سی ہے، جو مشک والے کے پاس بیٹھا ہے کہ اگر مشک نہ بھی ملے تب بھی اُس کی خوشبو سے دماغ کو فرحت ہوگی اور بُرے ساتھی کی مثال آگ کی بھٹی والے کی سی ہے کہ اگر چنگاری نہ بھی پڑے تو دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں،

دوست بناتے وقت

جب کسی کو دوست بناؤ تو اُس میں پانچ باتیں دیکھو۔ اول عقل، دوم خوش خلقی، سوم یہ کہ بدکار نہ ہو۔ چہارم یہ کہ بدعتی نہ ہو۔ پنجم یہ کہ حریص نہ ہو۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی مصاحبت اختیار کرے اُس میں پانچ چیزیں ہونا چاہئیں۔ اوّل صاحب عقل ہو اس لئے کہ عقل اصل راسُ المال ہے بے وقوف کی مصاحبت میں کوئی فائدہ نہیں ہے اس کا مآل کار وحشت اور قطع رحمی ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے تو یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ احمق کی صُورت کو دیکھنا بھی خطا ہے، دوسری چیز یہ ہے کہ اُس کے اخلاق اچھے ہوں کہ جب آدمی کے اخلاق خراب ہوں تو وہ عقل پر بسا اوقات غالب آجاتے ہیں ایک آدمی سمجھدار ہے بات کو خوب سمجھتا ہے۔ لیکن غصّہ، شہوت اور بُخل وغیرہ اکثر عقل کا کام نہیں کرنے دیتے، تیسری چیز یہ ہے کہ وُہ فاسق نہ ہو اس لئے کہ جو شخص اللہ جل شانہٗ سے بھی نہ ڈرتا ہو اس کی دوستی کا کوئی اعتبار نہیں نہ معلوم کس جگہ کس مُصیبت میں پھنسا دے، چوتھی چیز یہ ہے کہ وُہ بدعتی نہ ہو کہ اُس کے تعلقات سے بدعت کے ساتھ

متاثر ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اُس کی نحوست کے متعدی ہونے کا خوف ہے بدعتی اِس کا مستحق ہے کہ اُس سے تعلقات اگر ہوں تو منقطع کر لئے جائیں، نہ یہ کہ تعلقات پیدا کئے جائیں۔ پانچویں چیز یہ ہے کہ وہ دُنیا کمانے پر حریص نہ ہو کہ اُس کی صحبت سمِّ قاتل ہے۔ اس لئے کہ طبیعت تشبہ اور اقتداء پر مجبور ہوا کرتی ہے اور مخفی طور پر دُوسرے کے اثرات لیا کرتی ہے۔ حضرت امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت زین العابدین نے وصیت فرمائی ہے کہ پانچ آدمیوں کے ساتھ نہ رہنا اُن سے بات بھی نہ کرنا حتیٰ کہ راستہ چلتے ہوئے اُن کے ساتھ راستہ بھی نہ چلنا۔ ایک فاسق شخص کہ وُہ تجھے ایک لقمہ بلکہ ایک لقمہ سے کم میں بھی فروخت کر دے گا میں نے پوچھا کہ ایک لقمہ سے کم میں فروخت کرنے کا کیا مطلب؟ فرمایا کہ ایک لقمہ کی اُمید پر وُہ تجھے فروخت کر دے پھر اُس کو وہ لقمہ بھی جس کی اُمید تھی نہ ملے دمحض اُمیدؔ پر فروخت کر دے (۲) بخیل کے پاس نہ جائیو کہ وہ تجھ سے ایسے وقت میں تعلق توڑ دے گا جب تُو اس کا سخت محتاج ہو (۳) جھوٹے کے پاس نہ جائیو کہ وہ بالو (دھوکہ) کی طرح سے قریب کو دُور اور دُور کو قریب ظاہر کر لیگا۔ (۴) احمق کے پاس کو نہ گزرنا کہ وُہ تجھ کو نفع پہنچانا چاہے گا اور نقصان پہنچائے گا (۵) قطع رحمی کرنے والے کے پاس نہ گزریو کہ میں نے اس پر قرآنِ پاک میں تین جگہ لعنت پائی ہے۔

اگر تم کو اچھی طرح میل جول منظور ہے تو ان امور مفصلۂ ذیل پر عمل کرو۔ دوست اور دشمن سے بکشادہ پیشانی ملو نہ ان کو ذلیل کرو نہ آپ ہیبت میں پڑو۔ وقار اختیار کرو نہ اتنا کہ تکبرؔ ہو جائے اور تواضع کرو نہ اتنی کہ ذلیل ہو اپنے سب کاموں میں اوسط درجہ پر رہو کہ افراط اور تفریط سب باتوں میں مذموم ہے۔ اپنے دونوں جانب کو مت دیکھو۔ کثرت سے مُڑ کر نگاہ مت کرو۔ جماعتوں کے پاس کھڑے مت رہو اور جب بیٹھو تو اطمینان سے بیٹھو جس سے یہ معلوم نہ ہو کہ اٹھا چاہتے ہیں۔

انگلیاں مت چٹکاؤ اور انگوٹھے وغیرہ سے مت کھیلو۔ دانتوں میں خلال مت کرو۔ ناک میں اُنگلی مت دو۔ کثرت سے نہ تھوکو۔ بہت مرتبہ ناک صاف مت کرو۔ منہ پر سے مکھیاں بہت مت اڑاؤ۔ انگڑائی اور جمائی لوگوں کے سامنے بہت مت لو۔ اسی طرح نماز اور تنہائی میں بھی، مجلس میں غل اور شور مت کرو۔ بات مُسلسل اور ترتیب وار کہو اور جو کوئی اچھی بات کہے اُس پر کان لگاؤ۔ بدوں اس کے کہ تعجب مبالغہ کے ساتھ کرو اور دوبارہ کہنے کے لئے درخواست نہ کرو اور اِس کا ذکر مت کرو کہ مجھ کو اپنا لڑکا یا شعر یا تصنیف یا فلاں چیز اچھی معلوم ہوتی ہے۔ عورتوں کی طرح بہت زینت مت کرو اور نہ غلاموں کی طرح میلے کچیلے رہو۔ سُرمہ اور تیل کثرت سے مت لگاؤ۔ حاجتوں میں اصرار مت کرو۔ ظُلم پر کسی کو شجاع مت کہو۔ اپنے زن و فرزند سے بھی اپنے مال کی مقدار مت کہو۔ دُوسروں کا تو ذکر کیا ہے اس لئے کہ اگر ان کے عندیہ میں تھوڑا ہو گا تم ان کی نظروں میں خوار ہو گے اور اگر بہت ہو گا تو کبھی تم سے خوش نہ رہیں گے، نہ اُن کو اتنا ڈراؤ کہ تمہارے پاس نہ بھٹکیں اور نہ اتنا پرچاؤ کہ سر پر چڑھ بیٹھیں، اپنی لونڈی غلاموں سے ہنسی مت کرو ورنہ تمہار وقار جاتا رہے گا اور جب کسی مقدمہ کی جواب دہی کرو تو عزت کے ساتھ رہو اور نادانی سے احتراز کرو اور جلدی مت کرو اور اپنی حجت کو تامل کرو اور ہاتھوں سے بہت اشارہ مت کرو اور جو لوگ پیچھے ہوں اُن کو گردن موڑ کر مت دیکھو اور پالتی مار کر مت بیٹھو اور جب غصہ تھم جاوے تب بولو اور اگر بادشاہ تم کو اپنا مقرب کرے تو اُس سے اسی طرح رہو کہ گویا بھال کی ناگ پر ہو اور اگر تم سے ہنسی خوشی رہے تو یہ مت سمجھو کہ اب نہیں بگڑے گا بلکہ اس کے انقلاب سے ڈرتے رہو کہ دم بھر میں بگڑ جاتا ہے اور اُس کے ساتھ ملائمت ایسی کرو جیسی بچوں سے کرتے ہیں تو اُس سے وہ گفتگو کرو جس کی اُس کو تمنا ہو اور اگر وہ تمہارے ساتھ بلطف پیش آئے تو اس

وجہ سے اس کے زن و فرزند اور نوکروں کے معاملہ میں دخل نہ دو گو اس کے عندیہ میں تم دخل دینے کے مستحق ہو اس لئے کہ بادشاہ اور اس کے گھر والوں کے معاملہ میں دخل دینے والا ایسا گرتا ہے کہ پھر کبھی نہیں اٹھتا اور جو دوست کہ تندرستی کا یار ہو اس سے احتراز کرو کہ وہ دشمنوں سے زیادہ ہے۔ اپنے مال کو آبرو کی نسبت کر عزیز مت سمجھو اور اگر کسی مجلس میں جاؤ تو اس کا طریق یہ ہے کہ اول سلام کرو اور جو لوگ پہلے آ چکے ہوں، اُن کے اوپر مت جاؤ اور جہاں جگہ دیکھو وہاں بیٹھو بشرطیکہ تواضع اور انکسار کے بھی مناسب ہو اور بیٹھنے میں جو شخص پاس ہو اس کو سلام کرو اور راستہ میں اول تو بیٹھنا نہ چاہیئے اور اگر بیٹھو تو اس کے آداب یہ ہیں کہ نگاہ نیچی رکھو اور مظلوم کی مدد کرو اور فریادی دادخواہ کا ساتھ دو اور کمزور کو سہارا دو اور بھولے ہوئے کو راہ بتاؤ اور سلام کا جواب دو۔ سائل کو کچھ عطا کرو۔ اچھی بات کا امر کرو۔ بری بات سے روکو۔ تھوکنے کا موقع تلاش کرو تو قبلہ کی جانب مت تھوکو اور نہ داہنی جانب بلکہ بائیں طرف یا دائیں پاؤں کے نیچے تھوکو اور بادشاہوں سے ہم نشین مت ہو اور اگر ہو تو اس کا ادب یہ ہے کہ غیبت اور جھوٹ سے احتراز کرو اور راز کو مخفی رکھو اور حاجتیں کم بیان کرو اور گفتگو میں الفاظ شائستہ اور شستہ بیان کرو۔ اور بادشاہوں کے اخلاق کا ذکر کرو اور ہنسی کم کرو اور اُن سے بہت خوف کرو، اگرچہ تم سے دوستی ظاہر کریں اور اُن کے سامنے ڈکار مت لو اور نہ کھانے کے بعد اُن کے پاس خلال کرو۔ اور بادشاہ کو چاہیئے کہ ہم نشینوں کی ہر ایک بات کا تحمل کرے لیکن افشاء راز اور ملک میں خلل ڈالنے اور عزت کے درپے ہونے کو تحمل نہ کرے اور عوام کے پاس نہ بیٹھے اور اگر اتفاق ہو تو اس کا طریق یہ ہے کہ اُن کی بات میں دخل نہ دے اور اُن کی بیہودہ باتیں کم سنے اور جو الفاظ اُن سے برے سرزد ہوں اُن سے تغافل کرے اور باوجودیکہ ان سے کچھ غرض متعلق ہو تب بھی اُن

سے مُلاقات کم کرے۔ ہنسی ٹھٹھا نہ عاقل سے کرو۔ نہ غیر عاقل سے اس لئے کہ عاقل تم سے کینہ کریگا اور بیوقوف کو تم پر جرأت ہو گی کیونکہ ٹھٹھا کرنا ہیبت دُور کرتا ہے اور آبرُو کھوتا ہے اور آخر کو کینہ لاتا ہے اور دوستی کی حلاوت کھوتا ہے اور عالم کی سمجھ میں عیب لگاتا ہے اور بیوقوف کو دلیر کرتا ہے اور دانا کے نزدیک مرتبہ کم کرتا ہے اور پرہیز گار ٹھٹھے والے کو بُرا سمجھتے ہیں اور ٹھٹھا دل کو بجھاتا ہے، اور خدا تعالیٰ سے دُور کرتا ہے اور غفلت پیدا کرتا ہے اور لذّت کا مُوجب ہے، اِس سے باطن اندھے ہوتے ہیں اور دل مرتے ہیں اسی سے عیبوں کی کثرت ہوتی ہے اور گناہ کھل جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ٹھٹھا بجز حماقت اور اترانے کے نہیں ہوتا اور اگر کوئی شخص کسی مجلس میں مبتلاء مزاح یا شوروغوغا کا ہو تو چاہیئے کہ اٹھنے کے وقت خدا تعالیٰ کا ذکر کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ من جلس فی مجلس فکثر فیہ لفظہ فقال قبل ان یقوم من مجلسہ ذلک سُبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک و اتوب الیک الا غفرلہ ما کان فی مجلسہ ذلک۔ جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں بہت سی باتیں اُس نے کیں اور کھڑے ہونے سے پیشتر یہ دُعا پڑھی کہ الٰہی تیری پاکی کہتا ہُوں اور تیری حمد کے ساتھ میں گواہی دیتا ہُوں کہ تیرے سوا کوئی معبُود نہیں۔ تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں تو جو کچھ اس شخص سے اِس مجلس میں ہُوا ہو گا اُس کو بخش دیا جائیگا۔ ترمذی بروایت ابی ہریرہؓ

مُسلمانوں اور یگانوں کے حقوق

مسلمانوں کے حقوق میں مجمل حقوق یہ ہیں کہ مُسلمان سے جب ملاقات ہو اس کو سلام کرنا اور جب پکارے اس کا جواب دینا اور جب چھینکے تو یرحمک اللہ کہنا اور بیمار ہو تو عیادت کرنی اور مر جائے تو جنازے پر جانا اور اگر تم پر قسم کھالے تو اس کی قسم کو سچا کرنا اور نصیحت چاہے تو اس کو بہتر بات بتاتی اور اُس کے پیٹھ پیچھے

اُس کو بُرا نہ کہنا اور اُس کے لئے وہ بات پسند کرنی جو اپنے لئے پسند ہو اور اُس کے حق میں وہ بات بُری سمجھنی جو اپنے حق میں بُری لگے اور یہ سب اُمور احادیث و آثار میں وارد ہیں اور حضرت انسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے حقوق سے چار باتیں تجھ پر لازم ہیں۔ اول یہ کہ نیکی کرنے والے کی مدد کرے دوم گناہ کرنے والے کے لئے مغفرت چاہے۔ سوم اُن کے بدنصیب کے لئے دُعا مانگے، چہارم اُن میں کے تائب سے محبّت رکھے، اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد رحماء بینھم کے معنی یہ ہیں کہ نیک آدمی بدکار کے لئے دُعا مانگے اور بدکار نیک کے واسطے یعنی بدکار شخص اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نیک کو دیکھے تو یوں دعا مانگے الٰہی تُو نے جو اِس کو خیر عنایت کی اُس کو اُس میں برکت کر اور اُس کو اسی پر ثابت رکھ اور ہم کو اُس سے فائدہ عنایت فرما اور جب نیک بخت کسی بدکار کو دیکھے تو یہ دُعا مانگے، الٰہی اِس کو ہدایت کر اور توفیق توبہ عنایت فرما اور اِس کی خطا مُعاف کر (۱) اول حق یہ ہے کہ جمیع اہل ایمان کے لئے وہی بات چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے اور اُن کے لئے وہی بات بُری سمجھے جو اپنے لئے بُری سمجھتا ہے۔ (۲) یہ ہے کہ کسی مُسلمان کو اپنے فعل یا قول سے ایذا نہ دے۔ (۳) یہ ہے کہ ہر مسلمان سے تواضع کرے اور اس پر تکبر نہ کرے۔ (۴) یہ ہے کہ ایک مسلمان کی چغلی دوسرے سے نہ کھائے، اور جو کچھ ایک سے سُنے وہ دوسرے کو نہ پہنچائے۔ (۵) یہ ہے کہ جس شخص سے شناسائی ہو اُس سے اگر کبیدگی کی صورت ہو جائے تو تین دن سے زیادہ ترکِ ملاقات نہ کرے (۶) یہ ہے کہ اگر بن سکے تو ہر شخص پر حتی الوسع احسان ہی کرے یہ تمیز نہ کرے کہ لائقِ احسان کون ہے اور عدم لیاقت کس میں ہے (۷) یہ ہے کہ کسی مُسلمان کے پاس بدون اُس کی اجازت کے نہ جاوے بلکہ تین بار

اجازت چاہے اگر وہ اجازت دے تو فبہا اور اگر اجازت نہ دے تو واپس چلا آوے (۸) یہ ہے کہ سب لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آوے ہر شخص کی لیاقت کے موافق گفتگو کرے۔ (۹) یہ ہے کہ بوڑھوں کی عزت کرے اور لڑکوں پر رحم کرے (۱۰) یہ ہے کہ سب خلق کے ساتھ ہشاش بشاش اور نرم رہے حضورؐ نے فرمایا کہ جنت میں ایسے دریچے ہیں کہ ان کے باہر کی چیز اندر سے اور اندر کی باہر سے معلوم ہوتی ہے ایک اعرابی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کن لوگوں کے لئے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو کلام اچھی طرح کرے اور کھانا کھلاوے اور رات کو اس وقت نماز پڑھے کہ لوگ سوتے ہوں اور حضرت معاذؓ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں خدائے تعالیٰ سے ڈرنے اور راست گفتاری اور وفا عہد اور ادائے امانت اور ترکِ خیانت اور ہمسایہ کی رعایت اور یتیم پر رحمت اور نرم بولنے اور سلام کرنے اور تواضع کرنے کی (۱۱) یہ ہے کہ جس مسلمان سے کوئی وعدہ کرے اس کو پورا کرنا چاہیئے (۱۲) یہ ہے کہ لوگوں کا عوض اپنے نفس سے لے اور ان کے ساتھ وہی کام کرے جس کو چاہے کہ لوگ اس کے ساتھ کریں (۱۳) یہ ہے کہ جس شخص کے لباس اور صورت سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ شخص بڑے رتبے کا ہے تو اس کی تعظیم زیادہ کرے یعنی ہر ایک شخص کے ساتھ اس کے مرتبے کے موافق پیش آنا چاہیئے۔ (۱۴) یہ ہے کہ اگر صورت مسلمانوں میں اصلاح کر دینے کی بن سکے تو چاہیئے کہ ان میں صلح کرا دے (۱۵) یہ ہے کہ سب مسلمانوں کے عیبوں کو چھپا دے۔ (۱۶) یہ ہے کہ تہمت کی جگہوں سے احتراز کرے تاکہ اہلِ اسلام کے دل بدگمانی سے اور ان کی زبانیں غیبت سے بچی رہیں (۱۷) یہ ہے کہ جس شخص کے عندیہ میں اپنی قدر و منزلت ہو اگر اس سے کسی دوسرے کو کام آ

پڑے تو اُس سے کسی کی سفارش کر دے اور اُس کی مطلب برآری کے لئے جو کچھ اپنے آپ سے ہو سکے کر گزرے۔ (۱۸) یہ ہے کہ ہر ایک مُسلمان سے کلام سے پیشتر سلام سے ابتدا کرے اور سلام کے وقت مُصافحہ کرے۔ (۱۹) یہ ہے کہ اپنے بھائی مُسلمان کی عزت اور جان و مال کو ظلم سے بچاوے بشرطیکہ بچانے پر قادر ہو اور ظلم کو اس پر سے دفع کرے اور اُس کی طرف ہو کر ظالم سے لڑے اور مظلوم کی ہر طرح مدد کرے کہ اخوتِ اسلام کے مقتضائے یہ امر آدمی پر واجب ہے۔ (۲۰) یہ ہے کہ اسکی چھینک کا جواب دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چھینکنے والا کہے الحمدُ للہِ علیٰ کُلِّ حالٍ اور جو اُس کا جواب دے وہ کہے یرحمک اللہ اور چھینکنے والا پھر اس کو کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ (۲۱) یہ ہے کہ اگر کسی شریر سے پالا پڑے تو چاہیئے کہ اُس سے خوش خلقی کر کے محفوظ رہے (۲۲) یہ ہے کہ توانگروں کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرے اور مساکین سے اختلاط رکھے اور یتیموں کے ساتھ سلوک کرے (۲۳) یہ ہے کہ ہر مُسلمان کی خیر خواہی کرے اور اُس کے دل میں خوشی داخل کرنے کی کوشش کرے۔ (۲۴) یہ ہے کہ بیمار پُرسی کرے اور اس حق کے ثابت ہونے اور ثواب پانے کو جان پہچان اور مسلمان ہونا مریض کا کافی ہے۔ (۲۵) یہ ہے کہ اُن کے جنازے کے ہمراہ جائے۔ (۲۶) یہ ہے کہ اُن کی قبروں کی زیارت کرے اور اس سے مقصود دعا اور عبرت اور دل کا نرم ہوتا ہو۔

ہمسایہ کے ساتھ نیک سلوک کرو

موعظت :۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے اپنے ہمسایہ کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اُس نے خدا کو ایذا دی اور جس نے اپنے ہمسایہ سے لڑائی ٹھانی اُس نے مجھ سے لڑائی ٹھانی اور جس نے مجھ سے

لڑائی ٹھانی اس نے خدا سے لڑائی ٹھانی اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے تم جانتے ہو ہمسایہ کا کیا حق ہے اگر تم سے مدد چاہے اسے مدد دو اگر قرض مانگے اس کو قرض دو اگر محتاج ہو جائے تو اس پر کرم کرو اگر بیمار پڑے تو عیادت کرو۔ اگر مر جائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ اور اگر اسے کوئی بھلائی پہنچے تو مبارک باد دو اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو تعزیت کرو اور مکان اتنا اونچا مت بناؤ جس سے تمہارے پڑوسی پر ہوا کی آمد ورفت بند ہو جائے، سوائے اس کی اجازت کے اگر کوئی پھل خریدو تو اسے تحفہ بھیجو اگر یہ نہ کرو تو چھپا کر گھر میں لے آؤ اور اپنے لڑکوں کو باہر لے کر نہ جانے دو۔ ورنہ اُس کے بچے رنجیدہ ہوں گے اور اُس کو اپنی تقدیر کی کمی سے ایذا مت دو مگر اُسے بھی اس میں سے حصہ دے دو تم جانتے ہو حق ہمسائیگی کا کیا ہے قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ سوائے اس کے جس پر خدا کی رحمت ہو کوئی حق ہمسائیگی پورا نہیں کر سکتا۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان آئے جب آپؐ نے وضو کیا تو بچا ہوا پانی انہوں نے پی لیا اور جو کچھ اس میں سے گر پڑا اٹھا لے کر اپنے اپنے چہروں پر مل لیا۔ آپؐ نے فرمایا ایسا تم نے کیوں کیا وہ بولے خدا اور رسول کی محبت کی وجہ سے شاید خدا اور رسول کو ہم سے محبّت ہو جائے آپؐ نے فرمایا آدمی کو جس سے محبّت ہوتی ہے اسی کے ساتھ ہوتا ہے اگر تم کو خدا اور رسولؐ سے محبّت ہے تو تین عادتوں کی محافظت رکھو۔ راست گوئی، ادائے امانت، اور ہمسائیگی کی نگہداشت کیونکہ ہمسائیگی کی ایذا رسانی سے نیکیاں مٹ جاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ہمسایہ وہ ہے جس کا ایک حق ہوتا ہے اور وہ ہے کافر ہمسایہ۔ اور ایک ہمسایہ وہ ہے جس کا دوہرا حق ہے اور وُہ ہے مسلمان ہمسایہ۔ اور ایک ہمسایہ وُہ ہوتا ہے جس کے حقوق تین گنا ہوتے ہیں اور یہ وہ ہمسایہ ہے جو قرابت دار بھی ہوتا ہے اور فرمایا

کہ جبرئیل علیہ السلام نے ہمسایہ کے حقوق کے بارے میں مجھے اتنی لمبی چوڑی وصیت کی کہ مجھے (بار بار) یہی گمان ہوتا تھا کہ شاید میری وراثت میں بھی یہ حق شامل ہو کر رہیگا۔ اور فرمایا کہ ان لوگوں سے جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہہ دیجئے کہ ہمسایوں کا احترام کیا کرو اور فرمایا کہ جس نے ہمسایہ کے کتے پر پتھر پھینکا، اُس نے بلاشبہ ہمسایے کی دلآزاری کی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں عورت ہمیشہ روزہ سے رہتی ہے اور رات بھر محو نماز رہتی ہے لیکن ہمسایہ کو تکلیف دیتی ہے تو فرمایا کہ اس کا مقام دوزخ ہے اور فرمایا کہ (اردگرد) کے چالیس گھروں تک جو لوگ رہتے ہیں وہ ہمسایوں میں داخل ہیں۔ اور زہریؒ کہتے ہیں کہ چالیس گھروں سے مُراد چالیس آگے کے چالیس پچھواڑے کے اور چالیس بائیں طرف اور چالیس دائیں طرف کے گھر ہوتے ہیں (جن کے مکین ہمسائے ہوتے ہیں) اور فرمایا کہ ہمسایہ کا حق فقط اسی چیز تک محدُود نہیں کہ اسے ایذا نہ پہنچائیں اور ستایا نہ کریں بلکہ یہ کہ اُس کے ساتھ نیکی کریں اور حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن درویش ہمسایہ اپنے امیر ہمسایہ سے اُلجھے گا اور خدُا سے فریاد کریگا کہ اے پروردگار! اس سے مواخذہ کیا جائے کہ یہ میرے ساتھ نیکی کرنے سے کیوں گریز کرتا رہا اور اس کے گھر کا دروازہ مجھُ پر ہمیشہ بند کیوں رہا۔ ایک بزرگ چوہوں کی وجہ سے بہُت پریشان رہتے تھے۔ کسی نے کہا کہ آپ بلّی کیوں نہیں رکھ لیتے (کہ یہ کمبخت آپ کے گھر سے بھاگ جائیں؟) بزرگ نے جواب دیا کہ بلّی اس لیئے نہیں رکھتا کہ اس سے ڈر کر چوُہے ہمسایہ کے گھر میں جا گھُسیں گے، اور اس کا مطلب تو یہ ہوُا کہ جس چیز کو میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا اسے ہمسایہ کے لئے پسند کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے بھی ہو کہ ہمسایہ کے حقوُق کیا ہوتے ہیں؟ اور پھر ان حقوق کا شمار کرتے ہوئے فرمایا

کہ ہمسایہ کا حق تب یہ ہوتا ہے کہ: (۱) اگر اسے مدد کی ضرورت ہو تو اس کی مدد کرو۔ (۲) اگر وہ کچھ قرض یا اُدھار مانگے تو اسے دو (۳) اگر وہ غریب ہو تو اُس کی حاجت روائی کرو (۴) اگر بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرو اور اگر مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ (۵) اگر اسے کوئی خوشی نصیب ہو تو اس کی مسرت و شادمانی میں شریک ہو کر اسے مبارک باد دو اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑ جائے تو اس کے رنج و غم میں شریک رہو (۶) اپنے گھر کی دیوار اتنی اونچی نہ لے جاؤ کہ اُس کے گھر میں ہوا کی آمد و رفت بند ہو جائے (۷) اگر کوئی میوہ ترکاری اپنے ہاں لاؤ تو اس کے ہاں بھی بھجواؤ اور البیا نہ کر سکو تو یہ بات ان سے پوشیدہ رکھو (۸) اپنے بچوں کو اس بات کی اجازت نہ دو کہ وہ باہر ہمسائے کے دروازے کے سامنے جا کر اُن کے بچوں کو تنگ کریں (کہ اس سے خواہ مخواہ بڑوں کے درمیان رنجش پیدا ہونے کا امکان ہے) (۹) آپ کے باورچی خانے کا دھواں ہمسائے کی پریشانی کا باعث نہیں ہونا چاہیئے۔ ہاں اگر اسے بھی کھانے کی کوئی چیز بھیجتے رہو تو ایک بات بھی ہے اور فرمایا — جانتے بھی ہو ہمسائے کا تم پر کتنا حق ہے؟ قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ ہمسائے کا حق وہی شخص ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ امور بھی اس کے حقوق میں شامل ہیں کہ (الف) اپنے مکان کے کسی حصے سے اس کے گھر کے اندر نہ جھانکتے رہیں (ب) اگر وہ لکڑی تیری دیوار پر رکھے تو اسے مت روکو۔ (ج) اس کا پرنالہ بند نہ کریں (د) اگر وہ مٹی وغیرہ کا ڈھیر تمہارے دروازے کے سامنے ڈال دے تو اس سے لڑائی نہ کریں، (ہ) اگر اس کے کوئی راز معلوم ہو بھی جائیں تو انہیں راز ہی رہنے دیں۔ (و) اس کے زنان خانے پر نظر نہ ڈالیں اور اُس کی لونڈیوں کو گھورتے نہ رہیں۔ (ز) اس کے ساتھ ایسی باتیں نہ کریں جو اس کی دلآزاری کا باعث ہوں۔ ابوذرؓ سے

روایت ہے کہ۔ میرے دوست حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ اگر تیرے باورچی خانہ میں کوئی چیز پکائی جائے تو پانی ذرا زیادہ ڈال لیا کرو اور ہمسایہ کو اس میں سے ضرور کچھ بھیجا کرو۔" حضرت ابوالربیع فرماتے ہیں کہ میں نے ایک گاؤں میں ایک نیک عورت کی شہرت سنی جس کا نام فضہؓ تھا میری عادت کسی سے ملنے کی نہ تھی مگر اس کے احوال میں نے ایسے سُنے کہ مجھے اس کے پاس جانے کی خواہش پیدا ہوئی میں اُس گاؤں میں گیا اور اس کی تحقیق کی تو مجھے لوگوں نے بتایا کہ اُس کے یہاں ایک بکری ہے جس کے تھنوں سے دُودھ اور شہد دونوں نکلتے ہیں۔ مجھے یہ سُن کر تعجب ہوا میں نے ایک نیا پیالہ خریدا اور اُس کے گھر جا کر میں نے کہا کہ تمہاری بکری کے متعلق میں نے یہ شہرت سنی ہے کہ وہ دُودھ اور شہد دیتی ہے میں بھی اُس کی برکت دیکھنا چاہتا ہوں، اس نے وُہ بکری میرے حوالے کر دی میں نے ——————

اس میں سے دودھ نکالا تو واقعی اس میں سے دودھ اور شہد نکلا ہم نے اُس کو پیا۔ اس کے بعد میں نے پُوچھا کہ یہ بکری کہاں سے تمہارے پاس آئی کہنے لگی اس کا قصہ یہ ہے کہ ہم غریب آدمی ہیں ایک بکری کے سوا ہمارے پاس کچھ نہ تھا، اُسی پر گزارا تھا اتفاق سے بقرعید آگئی۔ میرے خاوند نے کہا کہ ہمارے پاس کچھ اور تو ہے نہیں یہ بکری ہمارے پاس ہے لاؤ اسی کی قربانی کر لیں۔ میں نے کہا کہ ہمارے پاس گزر کے لئے اس کے سوا تو کوئی چیز ہے نہیں، ایسی حالت میں قربانی کا حکم تو ہے نہیں پھر کیا ضرور ہے کہ ہم قربانی کریں۔ خاوند نے یہ بات مان لی اور قربانی ملتوی کر دی۔ اس کے بعد اتفاق سے اُسی دن ہمارے یہاں ایک مہمان آگیا تو میں نے خاوند سے کہا کہ مہمان کے اکرام کا تو حکم ہے اور کوئی چیز تو ہے نہیں اس بکری ہی کو ذبح

کرلو. وہ اس بکری کو ذبح کرنے لگا مجھے یہ خیال ہوا کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچّے اس بکری کو ذبح ہوتے دیکھ کر رونے لگیں گے اس لئے میں نے کہا کہ باہر لیجا کر دیوار کی آڑ میں ذبح کرلو بچّے نہ دیکھیں وہ باہر لے گئے اور جب اُس پر چھُری چلائی تو یہ بکری ہماری دیوار کے اوپر کھڑی تھی اور وہاں سے خود اُتر کر مکان کے صحن میں آگئی۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید وہ بکری خاوند کے ہاتھ سے چھُوٹ گئی ہیں اس کو دیکھنے باہر گئی تو خاوند اس بکری کی کھال کھینچ رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایسی ہی بکری گھر میں آگئی۔ اس کا قصہ میں نے سُنایا۔ خاوند کہنے لگے کہ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کا بدل ہمیں عطا فرمایا ہو۔ یہ وہ بکری ہے جو دُودھ اور شہد دیتی ہے یہ سب کچھ محض مہمان کے اکرام کی وجہ سے ہے۔ پھر وہ عورت کہنے لگی کہ اے میرے بچّو یہ بکری دلوں میں چرتی ہے اگر تمہارے دل نیک رہیں گے تو اس کا دُودھ بھی اچھا رہے گا اور اگر تمہارے دلوں میں کھوٹ آگیا تو اس کا دُودھ بھی خراب ہو جائیگا۔ اپنے دلوں کو اچھا رکھو ہر چیز تمہارے لئے اچھی بن جائے گی۔

یتیم پر احسان کرنا

خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فامّا الیتیم فلا تقھر واما السّائل فلاتنھر اور فرمایا ہے۔ فذالک الذی یدع الیتیم ولایحضّ علیٰ طعام المسکین یعنی اس پر قہر کرتا ہے ڈانٹتا ہے اور اس کو اپنا حق لینے نہیں دیتا۔ اس کو ثعلبیؒ نے بیان کیا ہے۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قسم اُس کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے قیامت میں خدا اُس کو عذاب نہ دے گا جو یتیم پر رحم کرتا ہے اس سے نرمی سے باتیں کرتا ہے اور اس کی

یتیمی اور ضعیفی پر رحم کھاتا ہے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں بہتر گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کے گھروں میں بدتر گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو۔ ابو درداؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی سنگدلی کی شکایت کی آپ نے فرمایا یتیم پر رحم کھایا کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور اپنے کھانے میں سے یتیم کو کھلایا کرو۔ تمہارا دل نرم ہو جائیگا اور تمہاری حاجتیں پوری ہوں گی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جو یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے اور سوائے خدا کے اور کسی لئے ہاتھ نہیں پھیرتا اس کو ہر بال کے عوض میں جس پر اس کا ہاتھ گزرتا ہے۔ دس دس نیکیاں ملتی ہیں اور جو کسی یتیم لڑکی یا لڑکے پر جو اس کے پاس ہو احسان کرتا ہے وہ اور میں اس طرح جنّت میں قریب ہوں گے جیسے یہ دونوں انگلیاں آپؐ نے کلمہ اور بیچ کی اُنگلی قریب کر کے ارشاد فرمایا۔

حکایت: ایک شخص نے بہت گناہ کیے تھے ایک دن اُسے ایک یتیم ملا اُس نے اُسے کپڑا پہنا دیا جب رات ہوئی تو اس نے خواب دیکھا گویا قیامت ہے اور اُسے جہنم میں لے جانے کا حکم ہوا ہے جب وہ جہنم کے قریب پہونچا تو دیکھتا کیا ہے کہ وہی یتیم کہہ رہا ہے کہ اسے چھوڑ دو اُس نے مجھے کپڑے پہنائے تھے اس وقت اس کو لیجانے والے کہیں گے کہ ہم کو تو یہ حکم نہیں ہے اس وقت خدا کی جانب سے آواز آئے گی کہ اچھا یتیم کی خاطر اسے چھوڑ دو۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب یتیم روتا ہے تو خدائے رحمٰن کا عرش ہلنے لگتا ہے، خدا فرماتا ہے اے میرے فرشتو اس یتیم کو کس نے رُلایا ہے جس کے باپ کو میں نے مٹی میں چھپا دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اے

ہمارے پروردگار آپ زیادہ جانتے ہیں خدا فرماتا ہے اے میرے فرشتو
گواہ رہو جو اسے چپ کرائے گا اور راضی کر دے گا، میں قیامت میں اسے
راضی کر دوں گا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا
تم یتیم کے رونے سے بچتے رہو کیونکہ وہ رونا راتوں رات چلا جاتا ہے، اور
لوگ سوتے رہتے ہیں۔ سدیؒ نے خدا تعالیٰ کے قول اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ
اَمْوَالَ الْیَتَامٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا۔ کے متعلق بیان
کیا ہے کہ قیامت میں یتیم کا مال کھا جانے والے کے بدن کے تمام منافذ
سے آگ نکلے گی۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے قیامت میں ایک
گروہ اپنی قبروں سے اس طرح اٹھے گا کہ ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے
ہوں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہوں گے آپؐ
نے جواب میں یہی آیت پڑھی۔ جس کا مضمون ہے کہ ظلم سے یتیموں کا مال کھانے
والے اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔ ایک مرتبہ عید کا دن تھا، اور آپؐ
تشریف لئے جا رہے تھے راہ میں کچھ بچے کھیل کود رہے تھے، ایک بچہ
مغموم و افسردہ، سب سے الگ تھلگ بیٹھا تھا اور کھیل میں کوئی دلچسپی
نہیں لے رہا تھا، آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا: "کیا بات ہے؟"
اس نے کہا: "میں یتیم ہوں، میری ماں نے دوسری شادی کر لی ہے، کوئی
نہیں جو میری سرپرستی کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:
کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ محمدؐ تمہارا باپ ہو۔ عائشہؓ تمہاری ماں ہو،
اور فاطمہ رضؓ تمہاری بہن"! بچہ خوش ہو گیا اور پھر وہ، باپوں میں سب سے
بہتر باپ، ماؤں میں سب سے برتر ماں اور بہنوں میں سے سب سے
افضل ترین بہن کے دامن شفقت میں پہنچ گیا۔

مظلوم کی امداد

حضرت بلال مؤذن رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسالت مآب خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں مکہ میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا، پیغمبر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا، باہر جاکر دیکھو۔ جب میں باہر آیا تو ایک نصرانی کو کھڑا دیکھا، اس نے پوچھا محمدؐ یہاں ہیں، میں نے کہا ہاں، وہ گھر کے اندر آیا اور کہا یا محمدؐ تم کہتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں، اور خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔ مجھ کو اور لوگوں کو دینِ اسلام کی دعوت دیتے ہو، اگر تم رسول برحق ہو تو اس کو دیکھو کہ قوی ضعیف پر ظلم نہ کرے، پیغمبر علیہ السلام نے پوچھا، تم پر کس نے ظلم کیا ہے، اس نے کہا ابوجہل نے میرا مال لے لیا ہے، یہ وقت آپؐ کے قیلولہ کا تھا اور بڑی گرمی پڑ رہی تھی، لیکن آپؐ اسی وقت روانہ ہوئے، تاکہ مظلوم کی مدد فرمائیں، میں نے (یعنی حضرت بلال رضؓ نے) عرض کی، یا رسول اللہ! قیلولہ کا وقت ہے، گرمی پڑ رہی ہے، ابوجہل بھی قیلولہ کر رہا ہوگا، وہ برہم ہوگا لیکن آپؐ نہ رُکے اور اسی طرح خشمگیں ابوجہل کے دروازہ پر پہنچ کر اس کو کھٹکھٹایا، ابوجہل کو غصہ آیا، اُس نے اپنے بتوں لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ جس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے اُس کو جاکر مار ڈالوں گا باہر آیا تو دیکھا کہ حضرت رسالت مآبؐ کھڑے ہیں، بولا "کیسے آئے، کسی آدمی کو کیوں نہ بھیج دیا،" پیغمبر علیہ السلام نے غصّہ میں فرمایا، اس نصرانی کا مال تم نے کیوں لے لیا ہے، اس کا مال واپس کردو، ابوجہل نے کہا "اگر اسی کے لئے آئے ہو تو کسی آدمی کو کیوں نہ بھیج دیا، مال واپس کر دیتا۔ پیغمبر علیہ السّلام نے فرمایا، باتیں نہ بناؤ، اس کا مال واپس کرو، ابوجہل اس کا تمام مال باہر لایا اور اس کے حوالے کیا، نصرانی سے پیغمبرؑ نے فرمایا اب تو تمھارا مال تمھارے پاس پہنچ گیا، اس نے کہا لیکن ایک

اُونی تھیلا رہ گیا ہے۔ پیغمبرؐ نے ابوجہل سے فرمایا' تھیلا بھی دو' ابوجہل نے کہا کہ اے محمدؐ تم واپس جاؤ' میں اس کو پہنچا دوں گا۔ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا میں اس وقت تک واپس نہ جاؤں گا جب تک کہ تم تھیلا بھی واپس نہ کردو گے' ابوجہل گھر کے اندر گیا' اس کو وہ تھیلا نہ ملا۔ لیکن اس سے بہتر تھیلا لایا اور بولا "وہ تو مجھ کو نہیں ملا مگر اس سے بہتر لایا ہوں اور اسی کو اس کے بدلہ میں دیتا ہوں"۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اے نصرانی یہ تھیلا بہتر ہے یا وہ بہتر تھا۔ اس نے کہا اے محمدؐ! یہ بہتر ہے۔ پیغمبر علیہ السّلام نے فرمایا اگر تم یہ کہتے کہ وہ بہتر تھا تو میں اس وقت تک واپس نہ جاتا جب تک میں قیمت لے کر تمہارے حوالے نہ کرتا۔ ایک دوسری روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی مظلوم کی مدد کرتا ہے، خدائے تعالیٰ قیامت کے روز پل صراط کو عبور کرنے میں اس کی مدد کرےگا۔ اور بہشت میں جگہ دے گا اور جو کوئی کسی مظلوم کو دیکھتا ہے اور وہ مظلوم اس سے فریاد کرتا ہے لیکن وہ فریاد نہیں سنتا' تو قبر کے اندر اس کو آگ کے سو کوڑے مارے جائیں گے۔ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی مظلوم کی مدد کرتا ہے اس کے لئے تہتر "مغفرتیں لکھی جاتی ہیں' ان میں سے ایک تو اُس کو دنیا میں مل جاتی ہے۔ اُس سے اُس کا کام سدھرتا ہے اور بقیہ بہتر عقبیٰ میں ملتی ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کارواں شہر سے باہر ٹھہرا۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا' کارواں شہر سے باہر ٹھہرا ہے چلو ہم اس کی پاسبانی کریں' ایسا نہ ہو کہ کارواں والے سو جائیں اور کوئی ان کا سامان اُٹھا لے جائے چنانچہ وہ رات بھر پاسبانی کرتے رہے۔ حق تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے دوستوں کو یہ اوصاف عطا

فرماتے تھے "رحماء بینھم" وہ تمام مسلمانوں پر مہربان تھے اور ان کے لئے غم کھاتے رہے۔ امراء، ملوک، اصحاب منصب، ارباب قدر و منزلت کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے کا سب سے نزدیک راستہ یہ ہے کہ وہ عاجزوں کی دستگیری اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کریں چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچنے کی راہیں تو بہت ہیں لیکن سب سے زیادہ نزدیک راہ دلوں کو راحت پہنچانا ہے۔ ان بزرگ سے یہ کہا گیا کہ جس شہر کے وہ رہنے والے ہیں اُس کا بادشاہ شب بیدار ہے۔ نفل نمازیں بہت پڑھتا ہے۔ نفل روزے بھی رکھتا ہے، فرمایا "بے چارے نے اپنے کام کو تو کھو دیا ہے، لیکن دُوسروں کے کام میں لگا ہوا ہے، لوگوں نے ان بزرگ سے پُوچھا کہ آخر اس بادشاہ کا اپنا کام کیا ہے، تو فرمایا اس کا کام تو یہ ہے کہ طرح طرح کے کھانے پکوائے اور بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھلوائے، طرح طرح کے کپڑے سلوائے اور ننگوں کو پہنوائے، اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کرے، حاجت مندوں کی دستگیری کرے، نفل نماز اور نفل روزے تو درویشوں کا کام ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں میں چین کی زمین میں سفر کیا کرتا تھا اور اس میں ایک بادشاہ تھا، ایک بار جو میرا اِدھر گزر ہوا تو وہ بادشاہ بہرہ ہو گیا تھا اپنی قوتِ سامعہ کے جانے سے وہ رونے لگا۔ وزیروں نے کہا کہ آپ کیوں روتے ہیں خدا نہ کرے کہ آپ روئیں اس نے کہا کہ میں بہرہ ہو گیا اس لئے روتا ہوں ہر چند مجھ کو اپنی مصیبت پر رنج نہیں مگر یہ تردد ہے کہ مظلوم دروازہ پر چیخا کرے گا اور میں اس کی آواز نہ سنوں گا۔ پھر اس نے یہ کہا میرے کان جاتے رہے تو کیا ہوا میری آنکھیں موجود ہیں لوگوں میں منادی کر دو کہ کوئی سُرخ لباس نہ پہنے صرف وہی پہنے جو مظلوم ہو پھر وہ صبح شام ہاتھی پر سوار ہو کر پھرا کرتا تھا کہ کوئی مظلوم نظر پڑے تو اُس کا انصاف کرے۔ ایک حدیث میں

ہے حضرت ابوذرؓ نے حضورصلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کل کتابیں کتنی نازل ہوئیں حضور نے فرمایا سو صحیفے اور چار کتابیں ان میں سے حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل ہوئے اور حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے قبل دس صحیفے نازل ہوتے اور چار کتابیں تورات (حضرت موسیٰ علیہ السلام پر) انجیل (حضرت عیسیٰؑ پر) زبور (حضرت داؤد علیہ السلام پر) اور قرآن (سید الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) نازل ہوئیں، میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا سب امثال (تنبیہات) تھیں (ایک مضمون اس کا یہ ہے) او غلبہ کرکے حکومت لینے والے بادشاہ اور مغرور میں نے تجھے اس لئے نہیں اٹھایا تھا کہ تو دنیا کو تو جمع کرتا رہے میں نے تجھے اس لئے ابھارا تھا کہ تو مظلوم کی آواز کو مجھ تک نہ آنے دے (اس کی دادرسی وہیں کردے) اس لئے کہ میں اس کی پکار کو رد نہیں کروں گا چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا ارشاد فرمایا کہ سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں (منجملہ ان کے یہ بھی تھا) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو موت کا یقین ہو پھر وہ کسی بات پر کس طرح خوش ہوتا ہے (کہ موت ہر وقت پر سوار ہے نہ معلوم کس وقت آجائے) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جس کو موت کا یقین ہے پھر اس کو کسی بات پر ہنسی آتے۔ مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو دنیا کو اور اس کے انقلابات کو دیکھے (کہ آج ایک شخص لکھ پتی ہے کل کو فقیر اور ٹکڑے ٹکڑے کا محتاج ہے آج ایک شخص جیل خانہ میں ہے اور کل کو حاکم بن رہا ہے) پھر اس کی کسی بات پر اطمینان کرے اور (تعجّب ہے) اس شخص پر جس کو (قیامت کے دن) حساب کا یقین ہے پھر وہ عمل نہ کرے۔

کسی آدمی نے ایک بزرگ سے شکایت کی کہ میں فلاں بندے کے ساتھ احسان کرتا ہوں مگر وہ میرے لئے برائی کرتا ہے میرا ارادہ ہے کہ اس پر احسان کرنا چھوڑ دوں تو اس بزرگ نے کہا کہ جب ایک آدمی برائی کو نہیں چھوڑتا تو تو نیکی کو کیوں چھوڑتا ہے۔ حضرت حاتم رح کے پاس ایک عورت کوئی مسئلہ پوچھنے آئی تو اتفاق سے اس کی ریح خارج ہو گئی جس کی وجہ سے وہ بہت نادم ہوئی، لیکن آپ نے فرمایا کہ زور سے بات کہو میں بہرہ ہوں۔ پھر اس نے بلند آواز سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دے دیا، مگر در حقیقت آپ بہرے نہیں تھے بلکہ اس عورت کی شرمندگی رفع کرنے کے لئے جان بوجھ کر بہرے بن گئے تھے اور جب تک وہ عورت حیات رہی آپ مسلسل بہرے بنے رہے۔ اسی مناسبت سے آپ کو اصم کہا جاتا ہے۔ مومن کی اذیت سے پرہیز کرو۔ کیونکہ وہ ایذا دینے والے کے بدن میں زہر اور اس کے فقر و عذاب کا سبب ہے، اے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے خواص سے ناواقف ان کی غیبت کا مزا نہ چکھ، کیونکہ وہ زہر قاتل ہے۔ خبردار خبردار ہرگز ہرگز ان کی برائی کے درپے نہ ہو، ان کے لئے غیرت کرنے والا موجود ہے۔ اے منافق، النفاق کا شک تیرے دل سے متعلق ہے، اور تیرے ظاہر و باطن کا مالک ہو گیا ہے، ہر حال میں توحید و اخلاص کا استعمال کیا کر شفا پائے گا اور تیرا شک جاتا رہے گا تم اکثر حدود شرع کو توڑتے، تقوے کی زرہ کو پھاڑتے تو توحید کے کپڑوں کو ناپاک کرتے اور جمیع افعال و اقوال میں خدا کو اپنے اوپر غضبناک کرتے ہو۔

پاکدامنی خدا کا بہت بڑا انعام ہے

ایک بار امام ابو حنیفہ رح کے حاسدوں نے چاہا کہ ان کی بات کو بٹہ اور

شہرت کو دھبہ لگائیں۔ اس ارادہ سے ایک عورت کو کچھ دے دلا کر اس امر پر آمادہ کیا کہ ابو حنیفہؒ کو رات کے وقت اپنے گھر بلا لے جائے اور لوگوں پر ظاہر کرے کہ انہوں نے میری آبرو ریزی کا ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ پچھلی رات کو جب وہ نماز صبح کے ارادے سے جامع مسجد میں جا رہے تھے ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی میرا شوہر بیمار ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کچھ وصیت کرے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وصیت سے پہلے اُس کا انتقال نہ ہو جائے ذرا آپ میرے ساتھ چلے چلیئے۔ چنانچہ وہ اُس کے ہمراہ اس کے گھر میں داخل ہوتے اس نے کواڑ بند کر لئے اور چلانے لگی۔ حساد جو تاک میں تھے آ پہنچے اور امام صاحبؒ کو اور اس عورت کو گرفتار کر کے خلیفہ کے پاس لے گئے خلیفہ نے حکم دیا کہ طلوع آفتاب تک اِن دونوں کو قید خانے میں رکھو امام صاحب قید خانہ میں نماز پڑھنے لگے وہ عورت نادم ہوئی اور لوگوں نے جو کچھ اسے سکھایا پڑھایا تھا اُن سے بیان کر دیا۔ امام صاحب نے اس سے کہا کہ داروغۂ جیل سے تو کہہ کہ مجھے ایک ضرورت درپیش ہے میں جاتی ہوں اور ابھی لوٹ آؤں گی یہ کہہ کر اُم حماد یعنی میری بی بی کے پاس جا اور سارا ماجرا بیان کر کے کہدے وہ میرے پاس اس وقت چلی آئیں اور تُو اپنا راستہ لے اس عورت نے ایسا ہی کیا اور امام صاحبؒ کی بی بی آ گئیں۔ جب آفتاب نکلا تو خلیفہ نے امام صاحبؒ اور عورت کو طلب کیا اور امام صاحبؒ سے کہا کیا تمہیں اجنبیہ کے ساتھ خلوت میں رہنا جائز تھا۔ امام ابو حنیفہؒ نے جواب دیا فلاں شخص کو میرے پاس بلا دیجئیے یعنی اپنے خسر کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آپ نے اپنی بی بی کا منہ کھول کر انہیں دکھلا دیا اور پوچھا کہ یہ کون ہے اُنہوں نے اپنی بیٹی کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہنے لگے یہ میری بیٹی ہے۔ میں نے امام صاحبؒ کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا ہے پس اس طرح خدا نے ان کی بات کو اُونچا کیا اور ان کی آبرو رکھ لی۔ سفیان ثوریؒ کہتے

ہیں کہ میں نے ابو حنیفہؒ کو کبھی کسی دشمن کی برائی کرتے نہیں سنا۔ علی ابن ابی عاصم کہتے ہیں کہ اگر امام ابو حنیفہؒ کی عقل کا آدھی روئے زمین کے لوگوں کی عقل سے موازنہ کیا جائے تو ان کی عقل غالب رہیگی۔ ابو حنیفہؒ کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ یعنے اگر لوگ مجھ پر حسد کریں تو میں ان کو کبھی برا بھلا نہ کہوں گا۔ میرے سوا اور اہل فضل پر بھی (لوگوں کو) حسد ہوتا رہا ہے۔ لیکن جو کچھ مجھ میں اور ان میں (فضل وکمال) ہے (وہ ویسا ہی رہا) اور ہمارے بہتیرے (حاسد) حسد کے مارے مر کھپ گئے۔

حکایت: بنی اسرائیل میں سے کسی قاضی نے حج کے لئے سفر کیا اور اپنے بھائی کو اپنا جانشین بنا دیا ایک روز وہ بھائی اپنی بھاوج کے پاس گیا اور اس کو پھسلانے لگا وہ بولی خدا سے ڈر اور اپنے بھائی کے ساتھ خیانت نہ کر اسی دم ابلیس ایک آدمی کی صورت میں اس کے پاس آپہنچا اور کہنے لگا اگر یہ تیرا کہنا نہ مانے تو تو اس پر حد زنا قائم کر دے اور اسے رجم کر ڈال۔ چنانچہ اس نے عورت سے کہا کہ میں تجھے رجم کر دوں گا وہ کہنے لگی جو چاہے سو کر میں ہرگز نہ مانونگی۔ پس اس نے اس پر حد جاری کی اور اسے رجم کر ڈالا۔ اتفاق سے رات کو ادھر سے ایک ساربان کا گذر ہوا اس نے اس عورت کی آہ وزاری کی آواز سنی اور اسے اپنے گھر لے گیا۔ ساربان کے گھر والوں میں سے ایک شخص اس کے پاس آیا اور خوب صورت پاکر اس کو پھسلانے لگا لیکن اس نے اپنے آپ کو بچا رکھا اس پر رات کو اس عورت کے ذبح کرنے کے ارادے سے گھسا اور بجائے اس کے ساربان کے لڑکے کو ذبح کر ڈالا۔ وہ بھی اس سے الفت رکھتا تھا۔ ساربان کی عورت نے کہا میرے خیال میں ذبح تو اسی عورت نے کیا ہے لیکن چونکہ تو نے اسے خراب کر ڈالا ہے۔ اس لئے اس کا بچاؤ کرتا ہے آخر اس شخص نے اس عورت کو کچھ درہم دے کر کہا کہ میرے گھر سے چلی جاوہ اپنا منہ اٹھا کر چل دی یہ بھی کہا ہے کہ دین کی وجہ سے ایک شخص سولی پر چڑھایا جاتا ہے۔ اس نے

وہ سارے درہم دے کر اُسے رہا کرایا۔ اس پر وہ کہنے لگا میں تیرا غلام بنا رہوں گا۔ چنانچہ کنارۂ دریا کی طرف اس کے ساتھ روانہ ہوا لیکن اتفاقی بات اس نے بھی اُسے پھسلانا چاہا وہ بولی تیری طرف سے مجھے یہی بدلہ ملتا ہے آخر جب وہ مایوس ہو گیا تو ایک تاجر سے جو جہاز پر تھا کہنے لگا کہ میرے پاس ایک خوبصورت لونڈی ہے میں اُسے بیچنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ جب تاجر نے اسے دیکھا تو تین سو اشرفیاں اس کے حوالے کیں اس عورت نے ہزار کہا کہ میں حرہ ہوں لیکن وہ اسے زبردستی لے ہی گیا جب رات ہوئی تو اس نے دست درازی شروع کی وہ بولی خدا سے ڈر اس پر اس نے اس کے منہ پر مارا، مارنا تھا کہ جہاز کو ہوائے تند نے آلیا اور جہاز غرق ہو گیا اور خدا نے اس عورت کو بچا لیا یہاں تک کہ ایک بادشاہ عادل کے پاس پہنچی اور اس سے اس نے اپنا ماجرا بیان کیا اُس نے اس کے لئے ایک عبادت خانہ بنوا دیا۔ جس میں وہ عبادت کرنے لگی اور اس کی صلاح اور تقوے کی خبر پھیلی اور مصیبت زدہ لوگ اس سے دُعا کرانے کے لئے اس کے پاس آنے لگے خدا تعالیٰ اس کی دعا کی برکت سے لوگوں کو عافیت عنایت فرماتا تھا جب اس کا خاوند حج سے لوٹا اور اس نے اس کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے کہا کہ اس نے زنا کیا تھا اور رجم کی گئی اس کے بعد وہ اپنے بھائی کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ اندھا ہو گیا ہے اور گواہوں کے منہ میں بادخورہ کا مرض ہو رہا ہے لوگوں نے اس سے کہا کہ فلاں مقام پر ایک صالحہ عورت رہتی ہے اپنے بھائی کو اس کے پاس لے جا کر دعا کرا وہ اسے لے کر چلا گواہ بھی ساتھ ہو لئے راستہ میں اُنہوں نے اس ساربان کو دیکھا اور اس کے ساتھ وہ شخص تھا جس کو اس عورت نے سولی سے چھڑایا تھا اس کے بعد وہ تاجر ملا جس کو موج نے کنارہ پر پھینک دیا تھا وہ بھی بڑی مصیبت میں پھنسا ہوا تھا۔ قصہ کوتاہ یہ سب کے سب اس عورت کے پاس

پہنچے اور اس سے دعا کی درخواست کی اس عورت نے کہا جو کوئی اپنے اپنے گناہ کا اقرار کرے گا میں اس کے لئے دعا کروں گی اس عورت کے خاوند کا جو بھائی تھا کہنے لگا مجھے اپنے گناہ سے شرم آتی ہے بھائی نے کہا کوئی مضائقہ نہیں کہو اس نے کہا میں نے تیری بی بی کو پھسلانا چاہا تھا لیکن وہ نہ مانی تب میں نے اس پر زنا کے جھوٹے گواہ قائم کئے اور شتربان کے ساتھی نے کہا کہ اس شخص کے پاس ایک عورت تھی میں نے اس کو پھسلانا چاہا تھا وہ نہ مانی تو میں نے اسے ذبح کرنا چاہا۔ اتفاق سے چھری اس کے لڑکے کے لگ گئی وہ جوان جسے اس نے سولی سے چھڑایا تھا کہنے لگا۔ مجھے ایک عورت نے سولی سے چھڑایا تھا پھر میں نے اس کو پھسلانا چاہا، وہ نہ مانی تو میں نے اس کو تاجر کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ تاجر نے کہا کہ میں نے جب اس پر دست درازی کی اور وہ نہ مانی تو میں نے اس کے چہرے پر مارا تھا، اس کے بعد ہوا اسے تند نے ——

ہم سب کو آلیا اس وقت اس عورت نے اپنے خاوند سے کہا میرے پاس آؤ اور بلا کر اپنا چہرہ کھول کر دکھلا دیا۔ جب اس نے اسے دیکھا تو بول اٹھا خدا خوب جانتا ہے کہ تو پارسا ہے اس کے بعد عورت نے کہا تو نے اپنے بھائی کی اور گواہوں کی باتیں سن لیں اور شتربان سے کہا تیرے لڑکے کا قاتل یہی ہے اور تاجر سے کہا اس شخص نے مجھے تیرے ہاتھ بیچا تھا اور تیرا مال لے لیا تھا اب تم لوگ چاہے قصاص لو چاہے معاف کر دو، لیکن میں نے تو خدا کے واسطے سب کو معاف کر دیا اور یہ کہہ کر دعا کرنے لگی کہ اے اللہ ان سب کی مصیبتوں کو دور کیجئے۔ خدا نے ان سب کو عافیت عطا فرمائی اور وہ خوشی خوشی اپنے خاوند کے ساتھ چلی گئی۔ **فائدہ** میں نے خدا تعالیٰ کے قول لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ۔ (یعنی اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتا) کی تفسیر کے ذیل میں دیکھا ہے کہ بعض کا بیان ہے کہ انہوں

(یوسف) نے دیکھا تھا کہ ایک شخص دیوار سے نکلا اور اس نے لکھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً الآیۃ پھر وہ دوسری دیوار کی طرف پھرے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک قلم نے یہ لکھا وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ (اور بے شک تم پر بزرگ لکھنے والے نگہبان ہیں۔) پھر اور دیوار کی طرف پھرے تو لکھا دیکھا یَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ (وہ خدا نگاہوں کی خیانت کو جانتا ہے) پھر اور دیوار کی طرف پھرے تو لکھا دیکھا کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَہِیْنَۃٌ (ہر نفس اپنے کئے میں گرفتار ہے)۔ پھر زمین کی طرف نظر ڈالی تو لکھا دیکھا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰی (بیشک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں اور دیکھ رہا ہوں) پھر مکان کی چھت کی طرف نظر کی تو جبرئیلؑ کو یعقوبؑ کی صورت پر دیکھا کہ اپنی انگلیاں کاٹ رہے ہیں پس مارے شرم کے یوسفؑ کو غش آگیا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ کنواں نظر آیا تھا۔ جس میں وہ ڈالے گئے تھے اس وقت ان سے کہا گیا کہ اے یوسفؑ کیا اسے بھول گئے اور بعض نے کہا ہے کہ جنت کی ایک حُور انہیں نظر پڑی تھی جس کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے اور اُس سے پوچھا تو کس کے لئے ہے اس نے جواب دیا میں اس کے لئے ہوں جو زنا نہ کرے امام رازیؒ نے کہا ہے کہ یہ آیت وَلَقَدْ ھَمَّتْ بِہٖ وَھَمَّ بِھَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ مہمات میں سے ہے اس کی تحقیق اور اس سے بحث کرنا چاہیئے۔ پس مطلب یہ ہے کہ یوسفؑ کے مناسب جو تھا انہوں نے اس کا ارادہ کیا تھا یعنے اس کو ہٹانا اور باز رکھنا چاہا تھا اور زلیخا کے مناسب جو تھا اس نے اس کا ارادہ کیا تھا یعنی وصال سے اپنا مقصد حاصل کرنا اور بعض نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اس (زلیخا) نے حرام کے ذریعہ سے ان کے ساتھ وصال چاہا تھا اور انہوں نے حلال طور پر وصال چاہا تھا اور برہان سے مُراد اس سے بھاگ جانا ہے اور بھاگنے میں دو فائدے تھے۔

پہلا فائدہ قمیض کا پیچھے سے پھٹنا۔ دوسرا یہ کہ ہٹاتے رہتے تو جھپٹ جاتی اور سامنے سے قمیص پھٹتی اور شاید قتل ہی کر ڈالتی پھر کہا ہے سب سے اچھی تاویل یہ ہے کہ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا۔ سے مراد یہ ہو کہ اُسے ان کی طرف رغبت ہوئی اور انہیں اس کی طرف کیونکہ جب حسن وجمال والی عورت بنا و سنگار کر کے کسی جوان آدمی کے سامنے آتی ہے تو خواہ مخواہ اس کا جی اس پر مائل ہو جاتا ہے پھر کبھی طبعی اور نفسانی خواہش قوی رہتی ہے اور کبھی عقل وحکمت کا اقتضا غالب رہتا ہے اور سوء اور فحشاء میں فرق یہ ہے کہ سوء مثل مساس اور بوسہ وغیرہ کے مقدمات زنا میں سے ہے اور فحشاء خود زنا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ سوء بچپن اور نادانی کی حالت میں اس فعل کے کرنے کو کہتے ہیں اور فحشاء بڑے ہونے کی حالت میں پس یوسف ؑ اپنے بچپن میں بھی اور بڑے ہونے کی حالت میں بھی باعصمت رہے۔ حتیٰ کہ خدا اس امر کا شاہد ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے بیشک خدا گواہ ہے کہ وہ (یوسف ؑ) اس کے مخلص بندوں میں سے ہے۔ جن کو شیطان نے بھی مستثنیٰ کر کے کہا ہے۔ سوائے مخلص بندوں کے سب کو بہکاؤں گا۔ پس جو اِن کریم ابن کریم کی شان میں ایسی بات کا گمان کرے جو منصب نبوت کے شایاں نہیں وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے۔

حکایت: کسی مرد صالح نے۔ بیان کیا ہے کہ میں نے ایک لوہار کو دیکھا کہ لوہے کو آگ کے اندر سے اپنے ہاتھ سے نکال لیتا ہے اور اسے کچھ ضرر نہیں پہنچتا میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میرے پڑوس میں ایک خوبصورت عورت رہتی تھی میرے قلب کو اس سے تعلق ہو گیا۔ لیکن اس کی پارسائی کے باعث سے میرا اس پر قابو نہ چلا اس کے بعد قحط پڑا اور وہ مجھ سے کہنے لگی کہ خدا کے واسطے مجھے کچھ کھلا دے میں نے کہا ہاں مگر اپنے اوپر مجھے قابو دے وہ بولی میں گناہ تو نہیں کر سکتی جب دوسرا دن ہوا تو پھر اُس نے کہا خدا کے واسطے مجھے کچھ کھلا دے میں نے اس کو پھر پہلے

ہی دن کی طرح جواب دیا وہ نہ مانی پھر تیسرے دن اس نے کہا خدا کے واسطے مجھے کچھ کھلا دے بھوک نے مجھے ستایا ہے۔ میں نے پھر ویسا ہی جواب دیا اس پر میرے گھر میں آئی میں نے اس کے سامنے کھانا رکھ دیا وہ رونے لگی اور کہنے لگی کیا خدا کے لئے کھلاتے ہو میں نے جواب دیا نہیں تب وہ نکل کر چلی گئی جب چوتھا دِن ہوا تو مجھ سے کہنے لگی خدا کے واسطے مجھے کچھ کھلا دو میں نے کہا نہیں اس کے بعد میرے گھر میں آئی میں نے اس کے سامنے کھانا رکھ دیا خدا نے اپنے لُطف و کرم سے میری خبر گیری کی اور میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ عورت ہو کر تو گناہ سے بچتی ہے اور میں باز نہیں آتا اے اللہ میں آپ سے توبہ کرتا ہوں اس کے بعد میں نے اس سے کہا اچھا کھا اور کچھ خوف نہ کر یہ خدا تعالےٰ ہی کے لئے ہے۔ تب اس نے کہا اے اللہ اگر یہ سچا ہے تو دنیا اور آخرت میں اس پر آگ کو حرام کر دے۔ پس خدا نے اس کی دُعا قبول کر لی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو کسی عورت یا لڑکی پر حرام کی قدرت پائے اور خدا کا خوف کھا کے اسے چھوڑ دے تو خدا اُسے فزع اکبر سے نجات دے گا اور دوزخ کو اس پر حرام کر دے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے
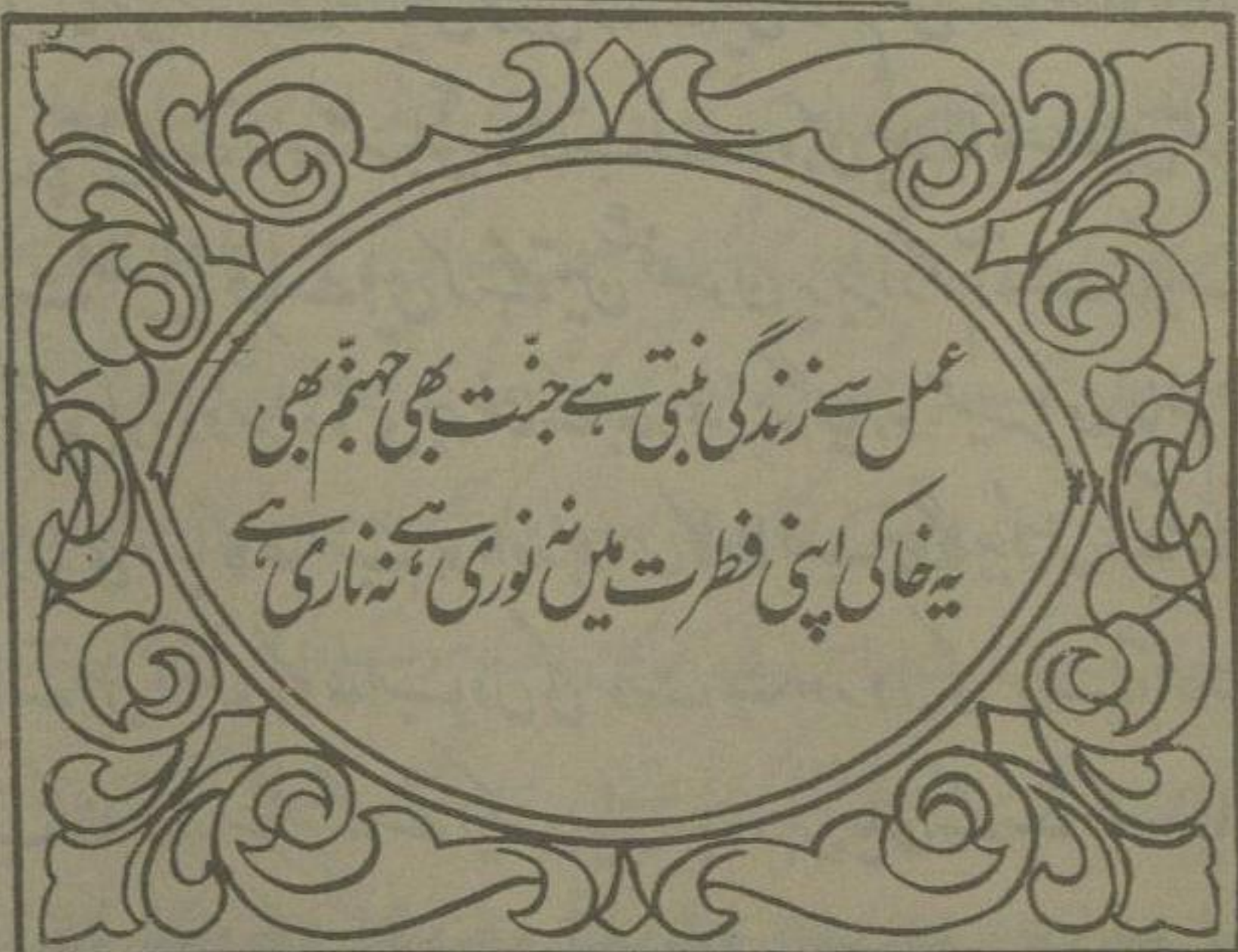
علم | ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے، اور اس کی طلب (یعنی تلاش کے لئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے، اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے، اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے، اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے۔ اس لئے کہ علم جائز ناجائز پہچاننے کے لئے علامت ہے اور جنّت کے راستوں کا نشان ہے۔ وحشت میں جی بہلانے والا اور سفر کا ساتھی ہے (کہ دینی کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدّث ہے۔ خوشی اور رنج میں دلیل ہے۔ دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بُلانے والے ہوتے ہیں۔ علم تخم ہے اور عمل کھیتی ہے، اور اخلاص اس کا پانی۔ ایمان دار کی گفتگو اللہ کا ذکر، اور اس کی نظر عبرت اور اس کا سکوت فکر ہوتا ہے۔ پیغمبرانہ تعلیم نے انسان کے اندر احساس کی نزاکت، رُوح کی صفائی، اخلاق کی بلندی، عزّتِ نفس، خود پسندی سے نجات، قدرت رکھتے ہوئے دُنیا کی دل لبھانیوالی چیزوں سے بے رغبتی، حوصلہ وفکر کی بلندی، خدا سے ملنے کی تڑپ پیدا کی۔ ان کے یقین میں قوّت عطا کی۔ ذات وصفات کا وہ گہرا علم بخشا جس کا تصوّر صرف وہی انسان کر سکتا ہے جس نے ان افراد کی سیرتوں کا صحیح طور پر اور گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا ہو۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ علم عمل کے لئے آواز دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو وہ علم باقی رہتا ہے ورنہ وہ بھی چلا جاتا ہے یعنی علم ضائع ہو جاتا ہے۔ حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے تین شخصوں پر بڑا رحم آتا ہے۔ ایک قوم کا سردار جو ذلیل ہو گیا ہو۔ دوسرا وہ غنی جو غنا کے بعد فقیر ہو گیا ہو۔ تیسرا وہ عالم جس سے دُنیا کھیلتی ہو (یعنی دُنیا کا طالب ہو، اور جو اس کا طالب ہو گا یہ اُس سے کھیلے گی)۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ عُلماء کا عذاب دل کی موت ہے اور دل کی موت آخرت کے عمل سے دُنیا طلب کرنا ہے۔ ہر علم کے لئے ایک بیان ہے، ہر بیان کے لئے ایک زبان، ہر زبان کے لئے

ایک عبادت، ہر عبادت کے لئے ایک طریقہ ہے، ہر طریقہ کے لئے ایک گروہ کا وجود ضروری ہے۔ علم کی چار قسمیں ہیں۔ اوّل علمِ معرفت، دوم علمِ عبادت، سوم علمِ عبودیت، چہارم علمِ خدمت۔ جس عبادت میں علم نہ ہو اُس میں کوئی نیکی نہیں۔ اور جس علم میں سمجھ نہ ہو اُس میں کوئی خوبی نہیں۔ اور جس پڑھنے میں سوچ نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں جس کا علم یقین تک، یقین خوف تک، خوف عمل تک، عمل ورع تک، ورع اخلاص تک اور اخلاص مشاہدے تک نہیں پہنچتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ تین قسم کے لوگوں سے احتراز کرو۔ اوّل غافل علماء سے، دوم کاہل قاریوں سے، سوم جاہل صوفیوں سے۔

اخلاص صوفی وہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ سے خلیل ہونے کا درس اور حضرت اسمٰعیلؑ سے تسلیم کا درس اور حضرت داؤدؑ سے غم کا درس اور حضرت ایوبؑ سے صبر کا درس اور حضرت موسیٰؑ سے شوق کا درس اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاص کا درس حاصل کرے۔ علّامہ دمیریؒ نے حیٰوۃ الحیوان میں ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السّلام جب زمین پر اُتارے گئے تو جنگل کے تمام وحشی جانور آکر آپ کو سلام کرتے تھے اور زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ آپ ہر جنس کو اُس کے مناسب دُعا دیتے جاتے تھے یہاں تک کہ ہرنوں کی ایک جماعت آئی۔ آپ نے اُن کو بھی دُعا دی اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ اُن میں مُشک کے نافہ پیدا ہو گئے۔ دوسرے گروہ نے اُن سے اس کا سبب پوچھا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم آدم علیہ السّلام کی زیارت کرنے گئے تھے۔ اُنہوں نے ہمیں دُعا دی تھی اور ہماری پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تھا۔ اس وجہ سے یہ بات پیدا ہوگئی۔ اس پر وہ گروہ بھی گیا۔ انہوں نے اُن کو بھی دُعا دی اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا، لیکن انہیں کچھ نہ ملا۔ تب وہ اُن سے کہنے لگے کہ ہم نے بھی تمہاری ہی طرح کیا لیکن ہمیں تو کچھ بھی حاصل نہ ہؤا۔ انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم نے خدا کے واسطے اُن کی زیارت کی تھی اور تم نے مُشک کے لئے۔ اس لئے ہم کامیاب ہوئے اور تم محروم رہے۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں جہاد پر جا رہا تھا کہ راستے میں ایک شخص نے جو کشتی میں ہمارے ساتھ

سوار تھا، کہا کہ یہ توبرہ میں فروخت کرنا چاہتا ہوں اگر کوئی خریدنا چاہے تو میں نے کہا۔ لاؤ میں خریدلیتا ہوں، فلاں شہر میں بیچ دوں گا اور نفع حاصل کروں گا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے دو (فرشتے) نیچے اُترے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان میں سے تمام لوگوں کے نام لکھ لو کہ کون کس کام سے آیا ہے فلاں کے بارے میں لکھو کہ غازی ہے۔ فلاں صرف تماشہ بینی کے لئے آیا ہے۔ فلاں تجارت کے لئے آیا ہے، اور فلاں ریاکاری کے تحت آیا ہے۔ اتنے میں مجھ پہ جو نگاہ پڑی تو کہا کہ اس کا بھی لکھ لو کہ تجارت کے لئے آیا ہے۔ میں نے کہا۔ اللہ اللہ کیجئے، میرے کام کو دیکھئے اور پھر یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ میرے پاس کون سا مال و اسباب تجارت کا ہے، جو مجھے سوداگر ٹھہراتے ہو؟ میں آخر کون سی تجارت کے لئے آیا ہوں؟ جواب ملا کہ۔ اے شیخ! وہ توبرا جو تُو نے خریدا تھا، تو کیا نفع کمانے کی نیت سے نہیں خریدا تھا؟ یہ سُن کر میں رونے لگا، اور کہا۔ خدا کی قسم میں سوداگر نہیں ہوں۔ ان میں سے دوسرے نے کہا۔ چلو اس کے دفترِ اعمال میں یوں لکھ دو کہ یہ جہاد کے لئے آیا تھا اور راستے میں منافع کمانے کے لئے اس نے ایک توبرہ خریدا تھا۔ پھر جو حکم اللہ تعالیٰ فرمائے، سو فرمائے۔ اسی لئے تو کہا گیا ہے کہ گھڑی بھر کا اخلاص بھی نجات کا سبب بن جاتا ہے لیکن اخلاص ہے بڑی نادر و کمیاب جنس۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ علم تخم ہے، عمل کھیتی ہے اور اخلاص اس کا پانی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو وحی بھیجی کہ تُو نے کبھی میرے لئے کوئی کام کیا ہے؟ عرض کیا کہ الٰہی، میں نے تیرے لئے نماز پڑھی، روزہ رکھا، صدقہ دیا، زکوٰۃ دی۔ حکم ہُوا کہ نماز تیرے لئے برہان ہے، اور روزہ سپر ہے اور صدقہ سایہ ہے، اور زکوٰۃ نُور ہے، میرے لئے کون سا عمل کیا؟ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ الٰہی مجھے بتا دے کہ تیرے لئے کون سا عمل ہے؟ ارشاد ہُوا کہ تُو نے کبھی میرے لئے کسی دوست سے دوستی یا کسی دشمن سے دشمنی کی یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ تین آدمی کہیں چلے جا رہے تھے کہ اُن کو بارش نے آلیا۔ وہ پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے۔ پہاڑ سے غار کے منہ پر ایک پتھر کی چٹان آپڑی اور غار کو بند کر دیا۔ تینوں میں سے ایک نے دوسروں سے کہا۔ اپنے اُن نیک عملوں پر نظر ڈالو جو خاص طور پر خدا کے لئے کئے ہوں اور اس عمل کے وسیلہ سے خدا سے دُعا مانگو۔ اُمید ہے کہ خداوند تعالیٰ اس پتھر یا اس مصیبت کو دُور کر دے۔ ایک نے اُن سے کہا کہ اے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے کئی چھوٹے بچے تھے۔ مَیں بکریاں وغیرہ چرایا کرتا تھا کہ اُن کا دودھ ان سب کو پلاؤں۔ جب شام ہو جاتی تو مَیں گھر آتا، دودھ دوہتا اور سب سے پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا، پھر بچّوں کو دیتا۔ ایک روز ایسا اتّفاق ہوا کہ چراگاہ کے درخت مجھ کو دُور لے گئے (یعنی بکریاں چراتا چراتا مَیں دُور نکل گیا) اور وقت پر مَیں گھر واپس نہ آسکا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی جب گھر پہنچا تو دیکھا کہ میرے ماں باپ دونوں سو گئے ہیں۔ مَیں نے حسبِ معمول دُودھ دوہا۔ پھر دودھ کا برتن لے کر ماں باپ کے پاس پہنچا، اور اُن کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ مجھ کو اُن کا جگانا بھی بُرا معلوم ہوا۔ بچّے میرے پاؤں کے پاس پڑے بھوک سے روتے اور چلّاتے رہے۔ اور مَیں دودھ لئے کھڑا تھا۔ صبح تک یہی کیفیت رہی یعنی مَیں دُودھ لئے کھڑا رہا اور بچے روتے روتے سو گئے۔ اور ماں باپ پڑے سوتے رہے۔ اے اللہ! اگر تُو جانتا ہے کہ مَیں نے یہ کام محض تیری رضامندی اور خوشنودی کے لئے کیا تھا، تو تُو اس پتھر کو اتنا کھول دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے پتھر کو اتنا ہٹا دیا کہ آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے شخص نے کہا۔ اے اللہ! میرے چچا کی ایک بیٹی تھی مَیں اُس سے انتہائی محبّت رکھتا تھا۔ ایسی محبّت جیسی کسی مرد کو کسی عورت کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ مَیں نے اُس سے جماع کی خواہش ظاہر کی۔ اُس نے کہا۔ جبتک سَو[100] اشرفی نہ دو گے، ایسا نہیں ہو سکتا۔ مَیں نے کوشش شروع کی اور سو اشرفیاں جمع کر لیں۔

اور ان کو لے کر میں اس کے پاس پہنچا۔ پھر جب میں اُس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا (یعنی جماع کے لئے)۔ تو اُس نے کہا۔ اے خدا کے بندے! خدا سے ڈر اور مُہر کو نہ توڑ! میں تیرے خوف سے فوراً اُٹھ کھڑا ہُوا (یعنی اُس سے جماع نہیں کیا)۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میرا یہ فعل محض تیری رضامندی اور خوشنودی کے لئے تھا تو اس پتھر کو ہٹا دے اور ہمارے لئے راستہ کھول دے۔ خداوند تعالیٰ نے پتھر کو تھوڑا سا اور ہٹا دیا تیسرے شخص نے کہا۔ اے اللہ! میں نے ایک شخص کو مزدوری پر لگایا تھا ایک فَرَق (پیمانہ) چاول کے معاوضہ پر۔ جب وہ شخص اپنا کام ختم کر چکا تو کہا۔ میری مزدوری مجھ کو دیجئے۔ میں اُس کو مزدوری دینے لگا تو وہ اس کو چھوڑ کر چلا گیا اور پھر اپنے حق کو لینے کے لئے نہ آیا تو میں نے اس کی مزدوری کے چاولوں سے کاشت شروع کر دی اور ہمیشہ کاشت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُن چاولوں کی قیمت سے میں نے بہت سے بیل اور اُن کے چرواہے جمع کر لئے۔ پھر مدّت کے بعد وہ مزدور میرے پاس آیا۔ اور کہا۔ خدا سے ڈر اور مجھ پر ظلم نہ کر، اور میرا حق میرے حوالہ کر۔ میں نے کہا کہ ان بیلوں اور چرواہوں کو لے جا (کہ وہ تیرا حق ہے)۔ اُس نے کہا۔ بندے خدا سے ڈر، اور مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا کہ میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا۔ ان بیلوں اور چرواہوں کو لے جا، یہ سب تیرے ہی ہیں۔ چنانچہ اُس نے ان سب کو جمع کیا اور لے کر چلا گیا۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میرا یہ فعل محض تیری خوشنودی اور رضامندی کے لئے تھا، تو تُو اس پتھر کو بالکل ہٹا دے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اس پتھر کو ہٹا دیا اور راستہ کھول دیا۔ (صحیح بخاری و مسلم)۔

تشریح: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس حدیث میں جن تین صاحبوں کا قصّہ بیان فرمایا ہے۔ بظاہر یہ کسی اگلے پیغمبر کے اُمّتی تھے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی اُمّت کی سبق آموزی کے لئے اس قصّہ کو بیان فرمایا۔ اس واقعہ میں اللہ کے

اُن بندوں نے اپنے جن اعمال کو خدا کے حضور میں پیش کر کے اُس سے دُعا کی —— اُن کی خصوصیتیں قابلِ لحاظ ہیں۔ سب سے پہلی اور سب سے اہم خصوصیت جس کا حدیث میں صراحتہً ذکر بھی ہے یہ ہے کہ تینوں عمل صرف اللہ کی رضا جوئی میں کیے گئے تھے، اور ان اعمال کی اس خصوصیت کی بنا پر اُن بندوں نے اللہ کے حضور میں اُن کو پیش کیا تھا۔ دوسری ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ تینوں عمل اللہ کے حکم و مرضی کے مقابلے میں اپنے نفس کی چاہت کو دبانے اور قربان کرنے کی اعلیٰ مثال ہیں۔ ذرا سوچیے، پہلے شخص کا مجاہدۂ نفس کتنا سخت ہے۔ دن بھر وہ جانوروں کو جنگل میں چراتا رہا ہے اور شام کو دیر سے تھکا ہارا آیا ہے۔ قدرتی طور پر اُس کا جی سونے کو بے حد چاہتا ہوگا، بلکہ وہ سونے کے لئے مضطر اور بے قرار ہوگا لیکن چونکہ ماں باپ بغیر دودھ پیئے سو گئے تھے اور یہ اللہ کی رضا اسی میں سمجھتا تھا کہ جس وقت نیند سے اُن کی آنکھ کھُلے، یہ اُن کو دودھ پلا دے۔ اس لئے یہ شخص رات بھر دُودھ کا برتن ہاتھ میں لئے اُن کے سرہانے کھڑا رہا، اور پھر اُس کے بچے اُس کے قدموں میں پڑے بھُوک سے روتے چلّاتے رہے، لیکن اُس نے ماں باپ کے حق کو مقدّم جان کر اللہ ربّ العزت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یہ مجاہدہ بھی کیا کہ بوڑھے ماں باپ سے پہلے اپنے پیارے بچوں کو بھی دُودھ نہ پلایا، یہاں تک کہ اسی حال میں صبح ہو گئی۔ اسی طرح دوسرے شخص کے عمل کی یہ خصوصیت بھی ظاہر ہے۔ ایک جوان، ایک لڑکی سے عشق رکھتا ہے، اور جب ایک بلیش قرار رقم طے ہو جاتی ہے، اور کسی طرح وہ رقم مہیّا کر کے اُس کو دے بھی دیتا ہے، اور زندگی کی سب سے بڑی تمنّا پوری کرنے کا اُسے پورا موقع مل جاتا ہے اور کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی، تو ٹھیک اُس وقت اللہ کا نام بیچ میں آتا ہے اور وہ بندہ اپنے نفس کی خواہش پوری کئے بغیر اللہ سے ڈر کر اور اس کی رضا طلبی میں اُٹھ کھڑا ہوتا ہے، ہر نفس رکھنے والا انسان اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ کتنا سخت مجاہدہ ہے، اور اللہ کی رضا کے مقابلے میں خواہشِ نفس قربان کرنے کی یہ کتنی اعلیٰ مثال ہے۔ اسی طرح تیسرے شخص کے عمل کی یہ

خصوصیت بھی ظاہر ہے۔ ایک مزدور کے چند سیر چاول ایک شخص کے پاس رہ گئے۔ اُس نے انھی چاولوں کو اپنی زمین میں بو دیا۔ پھر جو پیداوار ہوئی، اُس کو اس نے اسی مزدور کی ملکیّت قرار دے کر اُسی کے حساب میں اُس کو لگاتا اور بڑھاتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس سے اتنی دولت فراہم ہوگئی کہ جانوروں کا ایک ریوڑ کا ریوڑ بن گیا۔ پھر جب کچھ مدّت کے بعد وہ مزدور آیا تو اُس امانت دار، نیک کردار بندہ نے وہ ساری دولت جو خود اس کی اپنی محنت اور توجّہ سے فراہم ہوئی تھی، وہ سب کی سب اُس مزدور کے حوالہ کر دی۔ ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ اُس وقت شیطان نے دل میں کیسے کیسے وسوسے ڈالے ہوں گے اور اپنے نفس کی یہ کتنی شدید خواہش ہوگی کہ یہ دولت جو صرف اپنی محنت سے پیدا کی گئی ہے اور جس کا اس مزدور کو کوئی علم بھی نہیں ہے، اس کو اپنے ہی پاس رکھا جائے لیکن اللہ کے اس بندے نے رضاء الٰہی کی طلب میں اپنے نفس کی اس خواہش کو قربان کیا اور وہ ساری دولت اس بیچارے مزدور کے حوالے کر دی۔ اس طرح ان تینوں عملوں کی خصوصیت یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اصطلاحی اور عرفی عبادت نہیں ہے۔ بلکہ ایک کا تعلق بابِ معاشرت سے ہے، ایک کا بابِ معاملت سے، اور ایک کی نوعیت یہ ہے کہ اللہ کے ایک بندہ نے خدا سے ڈر کر اور اس کی رضا جوئی میں ایک ایسے گناہ کو چھوڑا ہے جو اس کی انتہائی تمنّا اور خواہش تھی اور جس کے سارے اسباب بھی اُس نے فراہم کر لئے تھے۔ اس حدیث سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی، کہ اگر بندہ اپنے کسی نیک عمل کے متعلّق یہ اندازہ رکھتا ہو کہ وہ اخلاص کی کیفیت کے ساتھ ادا ہوا ہے تو اپنی دُعا میں بطور وسیلہ کے اللہ تعالےٰ کے حضور میں پیش کر سکتا ہے۔

توکّل خدائے سبحانہٗ نے ایک پرندہ جس کو نعات کہتے ہیں پیدا کیا ہے۔ جب اس کے بچے نکلتے ہیں تو زرد ہوتے ہیں۔ نر مادہ سے کہتا ہے کہ یہ میرے بچے نہیں ہیں کیونکہ مجھ سے کچھ مشابہت ہی نہیں ہے۔ اس پر دونوں میں جھگڑا ہوتا رہتا ہے اور دونوں بچوں کو

چھوڑ دیتے ہیں اور بچے اکیلے رہ جاتے ہیں۔ خدا چیونٹیوں کے پَر نکال دیتا ہے، وہ ہوا میں اُڑ کر بچوں کے منہ میں جا پہنچتے ہیں۔ سچے زاہد کی یہی روزی ہے جو اس کو مِل جائے اور یہی لباس ہے جو اس کا بدن چھپا دے اور وہی مسکن ہے جو میسّر آئے۔ دُنیا اس کا زندان ہے اور قبر اس کی خواب گاہ ہے۔ اور خلوت اس کی مجلس ہے اور نصیحت حاصل کرنا اس کی فکر ہے اور قرآن اس کی باتیں ہیں اور خدا اس کا انیس ہے اور ذکر اس کا رفیق ہے اور زُہد اس کا قرین ہے اور غم اس کی شان ہے اور بھُوک اُس کا شوربا ہے اور حکمت اس کا کلام اور مٹی اس کا فرش ہے اور تقویٰ اس کی چادر ہے اور خاموشی اس کی غنیمت ہے۔ صبر پر اس کا اعتماد ہے، توکّل اس کو کافی ہے، عقل اس کی رہنما ہے، عبادت اس کا پیشہ ہے اور انشاء اللہ جنّت اس کا وطن ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کہ جب آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر آپ فرمائیں تو کوئی طبیب ہم آپ کے لئے بُلاویں۔ آپ نے فرمایا کہ طبیب نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا کہ مَیں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔ اور حضرت ابو ذرؓ سے حالتِ مرض میں کسی نے پوچھا کہ آپ کو کس چیز کی شکایت ہے؟ آپ نے فرمایا، اپنے گناہوں کی۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ کا دل کس چیز کو چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی مغفرت کو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کے لئے طبیب بُلا لاویں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو طبیب ہی نے بیمار کیا ہے۔ اور حضرت ابو ذرؓ کی آنکھیں دُکھتی تھیں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ ان کا علاج کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ان کی کچھ فکر نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ خدائے تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت بخشے۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں اس سے وہ دُعا مانگوں گا جو آنکھوں کی نسبت زیادہ مُہتمم ہو۔ اور ربیع بن خثیمؓ کو فالج ہو گیا تھا۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ دوا کریں۔ انھوں نے فرمایا کہ مَیں نے قصد تو کیا تھا مگر پھر عاد اور ثمود اور دوسری قومیں بہت سی یاد آگئیں کہ ان میں بہت سے طبیب تھے، لیکن نہ طبیب رہا

نہ مریض۔ نہ کچھ جھاڑ پھونک کام آئی۔ اور حضرت احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص توکّل کا معتقد ہو کر یہ رہ چلے اس کے لئے مَیں یہ اچھّا سمجھتا ہوں کہ دوا وغیرہ پینے سے علاج نہ کرے۔ اور ان کو خود کو بیماریاں ہوتیں تو طبیب کے پوچھنے پر بھی اس سے نہ کہتے۔ اور حضرت سہل سے پوچھا گیا کہ بندے کا توکّل کب درست ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس کے جسم میں ضرر اور مال میں نقصان آوے تو وہ اس کی طرف التفات نہ کرے اور اپنے ہی حال میں مشغول رہے اور یہی جانے کہ خدائے تعالیٰ میرے سر پر قائم ہے۔

عبدالواحد بن زیدؒ سے روایت ہے کہ میرا گذر ایک راہب پر ہوا میں نے پوچھا کہ آپ کو کھانا کہاں سے ملتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جس شخص نے چکّی یعنی میرے دانت بنائے ہیں وہی اپنی عنایت کے کھلیان سے اس میں ڈال دیتا ہے، مجھ کو پسا پسایا ملتا ہے۔ سلیمانؑ ایک بار سمندر کے کنارہ پر گئے۔ وہاں پر انہیں ایک چیونٹی ملی۔ جس کے منہ میں ایک سبز پتّی دبی تھی۔ جب وہ پانی کے قریب پہنچی تو ایک مینڈھک نے نکل کر اپنی پیٹھ پر اسے سوار کر لیا اور تھوڑی دیر غوطہ لگائے رہا۔ پھر مع اس کے نکل آیا۔ سلیمانؑ نے یہ ماجرا دریافت کیا۔ اُس نے کہا۔ یا نبی اللہ! سمندر میں ایک بڑا بھاری سخت پتھر ہے۔ اُس کے اندر ایک کیڑا ہے، خدا نے مجھے دن میں دو بار اُس کی رزق رسانی پر مقرّر کیا ہے اور ایک فرشتے کو مینڈھک کی صورت پر پیدا کیا ہے۔ وہ مجھے سوار کر کے پتھر تک پہنچا دیتا ہے۔ پتھر پھٹ جاتا ہے اور کیڑا مجھ سے پتّی لے لیتا ہے اور کہتا ہے، وہ پاک ہے جس نے مجھے پیدا کر کے سمندر کے اندر سکونت پذیر بنایا ہے اور جس نے میرا رزق کبھی فراموش نہیں فرمایا۔ اے اللہ! جیسے آپ نے میرا رزق کبھی فراموش نہیں فرمایا، اسی طرح اُمّتِ محمدی کو بھی رحمت سے فراموش نہ فرمائیے گا۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک بار میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہیں چلا۔ دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ درخت پر اپنی چونچ مار رہا ہے۔ حضرت نبی صلی اللہ

علیہ وسلّم نے فرمایا - جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے ؟ میں نے عرض کیا - خدا اور رسول زیادہ جانتے ہیں - آپ نے فرمایا - وہ کہتا ہے ، اے اللہ آپ عادل ہیں - آپ نے مجھے بینائی سے محجوب کیا ہے ، اب مجھے بھوک لگی ہے - اتنے میں ایک ٹڈی آئی اور اس کے منہ میں گھس گئی - پھر اپنی چونچ زمین پر مارنے لگا - حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو ، اب کیا کہتا ہے ؟ میں نے عرض کیا ، نہیں - آپ نے فرمایا - کہتا ہے جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے وہ اُس کو کافی ہوتا ہے - حضرت بابا فرید گنج شکرؒ فرماتے ہیں - ایک مرتبہ یہ دعا گو کئی اور مسافروں کے ساتھ سیوستان کی طرف سفر کر رہا تھا - اس شہر سے باہر ایک غار تھا - اُس غار میں ایک درویش رہتے تھے - جو عبادت اور ریاضت میں اس قدر مشغول رہتے تھے کہ کسی بزرگ کو نہیں دیکھا گیا - غرض جب مَیں اُن کے پاس پہنچا وہ تلاوتِ کلام پاک سے فراغت کر کے تھوڑی دیر ہم لوگوں کی طرف متوجّہ ہوئے اور قصہ بیان کیا کہ اے عزیزو ! بیس برس تک مَیں سیاحی کرتا رہا تھا - ایک مرتبہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا ، جو ایک پہاڑ میں جنگل کے درمیان رہتے تھے اور وہ ایسی جگہ تھی کہ ایک پرندہ کا بھی ملنا وہاں مشکل تھا - میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ یہ درویش یہاں رہتے تو ہیں لیکن اس جنگل میں روزی ان کو کہاں سے ملتی ہے - جیسے ہی یہ خیال میرے دل میں گذرا - انہوں نے میری طرف متوجّہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش ! رزق کے لئے تم کو کیا تعجّب ہو رہا ہے ، کیا روزی دینے والے خدا کو نہیں جانتے - کلامِ پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ - جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اے میرے بندو ! خواہ تم آبادی میں رہو یا ویرانہ میں رہو ، جہاں بھی رہو - تمہارے حصّہ کی روزی جو تمہارے لئے مقدّر ہو چکی ہے تم کو مل جائے گی - اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تاکہ قدرتِ خدا وندی کا تماشا دیکھ سکو - جب ان بزرگ نے یہ بات فرمائی ، میرے بدن میں کپکپی پیدا ہوئی -

پھر فرمایا کہ یہ جو پتھر تمہارے سامنے پڑا ہوا ہے اُٹھا لو اور توڑ دو۔ میں ان بزرگ کے حکم کے مطابق اُٹھا اور اس پتھر کو توڑ دیا۔ اس پتھر کے اندر ایک کیڑا تھا جو باہر نکل آیا۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ اس کو دیکھو۔ میں نے جب اس کو غور سے دیکھا تو دیکھا کہ وہ کیڑا ایک سبز پتی منہ میں لئے ہوئے ہے اور کھا رہا ہے۔ اس وقت ان بزرگ نے فرمایا کہ اے درویش! جو ذات کہ ایک کیڑے کو پتھر کے اندر رکھ کر اس کو اس کی روزی پہنچاتی ہے، کیا وہ قادر نہیں ہے کہ مجھ کو میرے حصہ کا رزق جہاں بھی میں رہوں دے دے۔ اس کے بعد میں اس رات کو بھی ان درویش کے پاس ٹھہر گیا۔ جب افطار کا وقت ہوا۔ ایک آدمی کو میں نے دیکھا، کہ وہ دو روٹیاں اور کچھ حلوہ لئے ہوئے آموجود ہوا تعظیماً سر جھکایا اور ان بزرگ کے پاس رکھ کر واپس چلا گیا۔ جب وہ بزرگ تلاوت سے فارغ ہوئے۔ مجھ کو سامنے بُلایا اور کہا کہ اے درویش! آؤ افطار کرو۔ تم پوچھ رہے تھے کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں۔ اس کے بعد جب دن ہوا، میں نے ان بزرگ کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا اور واپس آ گیا۔ پس اے درویش! ان بزرگ نے مجھ سے جو کچھ باتیں کہیں تھیں، ان کو اچھی طرح کان اور دل میں محفوظ کر لیا اور اس غار میں آکر جم گیا۔ اور اس کو کم و بیش آج بیس سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ عالمِ غیب سے مجھ کو رزق مل رہا ہے اور نہ صرف مجھ ہی کو بلکہ اس ویرانہ میں جو بھی آجاتا ہے، اس کے حصہ کا بھی رزق آجاتا ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جب عشاء کی نماز کا وقت ہوا، تو میں اور میرے ہمراہی نے ان بزرگ کے ساتھ نماز ادا کی۔ تھوڑی دیر کے بعد یکایک ایک آدمی کھانے کا خوانچہ سر پر رکھے ہوئے حاضر ہوا، اور ان بزرگ کے سامنے رکھ دیا۔ اور ہم دونوں نے ان بزرگ کے ساتھ آسودہ ہو کر کھایا لیکن کھانے کے بعد اس میں کچھ بھی کم نہیں ہوا۔ جب ہم لوگ آسودہ ہو کر کھا چکے تو ان بزرگ نے اپنے پائے مبارک

کو زمین پر مارا۔ یکایک وہاں پر پانی کا چشمہ نکل آیا۔ ہم لوگوں نے پانی پیا۔ وہ خوانچہ ہم لوگوں کے سامنے سے غیب ہو گیا۔ جب دن ہوا، تو ہم لوگوں نے ان بزرگ سے مصافحہ کرنا چاہا۔ انہوں نے ہاتھ جو بڑھایا تو وہ کٹا ہوا تھا۔ مجھ کو بڑا تعجّب ہوا، کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ جیسے ہی کہ میرے دل میں یہ خیال گزرا، فوراً ہی ان بزرگ نے کہنا شروع کیا کہ اے عزیز! ایک دن مَیں جیسے ہی غار سے باہر نکلا، سامنے ایک اشرفی پڑی ہوئی تھی۔ مجھے رغبت ہوئی کہ اس کو اُٹھا لوں کیونکہ ممکن ہے یہ بھی رزق ہی ہو جو عالمِ غیب سے مجھے بھیجی گئی ہو۔ جیسے ہی مَیں نے اُسے اُٹھانا چاہا، ایک آواز آئی، کہ اے جھوٹے دعویٰ کرنے والے! یہی توکّل کا عہد تم نے میرے ساتھ کیا تھا کہ ایک سکّے کو دیکھ کر اس کو لینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا کہ اپنا رزق خود پیدا کریں اور میرے "واسطے" کو بھول گئے۔ جیسے ہی کہ یہ آواز میں نے سُنی، وہیں پر چھُری موجود تھی، اُٹھا کر اس ہاتھ کو جو تم دیکھ رہے ہو، کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ پس اے درویش! جو ہاتھ کہ خدا تعالےٰ کی مرضی کے بغیر کوئی چیز اُٹھالے، اُس ہاتھ کا کٹا ہوا ہونا ہی بہتر ہے۔ پس اے عزیز! اس واقعہ کو بیس سال کا زمانہ گزر رہا ہے کہ شرمندگی کی وجہ سے مَیں نے آسمان کی طرف نہیں دیکھا ہے اور برابر دل میں کہتا ہوں، کہ یہ کیا حرکت مجھ سے سرزد ہو گئی۔ پھر حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! مرد یہ لوگ تھے کہ خدا کی راہ سے ذرا سا بھی باہر نہیں ہوتے تھے اور رزق کے لئے ایک لمحہ کے واسطے بھی اپنے دل میں فکر نہیں لاتے تھے۔ حسین منازلی جو حضرت بشرؒ کے یاروں میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ مَیں حضرت بشرؒ کی خدمت میں چاشت کے وقت بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک بزرگ آپ کے پاس ادھیڑ عمر کے گندم گوں گلے پٹخے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت بشرؒ ان کی تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے اور مَیں نے ان کو اور کسی کی تعظیم کیلئے اُٹھتے نہیں دیکھا۔ پھر آپ نے مجھ کو چند درم دیئے اور فرمایا کہ بہت عمدہ کھانا اور خوشبو

جو ہماری حیثیت کے لائق ہو، خرید لاؤ۔ اور آپ نے ایسے الفاظ کبھی مجھ سے نہیں فرمائے تھے۔ غرض کہ میں کھانا لے آیا۔ آپ نے ان بزرگ کے ساتھ کھانا کھایا۔ حالانکہ پہلے کسی کے ساتھ کھاتے میں نے ان کو نہ دیکھا تھا۔ جب بقدرِ حاجت کھا چکے اور کھانا بہت کچھ بچ رہا تو وہ بزرگ اس کو لے کر اپنے کپڑے میں باندھ کر ساتھ لے گئے۔ مجھ کو تعجّب ہوا، اور اُن کی حرکت بُری معلوم ہوئی۔ حضرت بشرؒ نے مجھ سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو انکی یہ حرکت ناپسند معلوم ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ البتہ اس وجہ سے کہ وہ کھانا بچا ہوا بے اجازت لے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بزرگ ہمارے بھائی حضرت فتح موصلیؒ ہیں کہ آج موصل سے ہمارے ملنے کو تشریف لائے تھے۔ ان کی غرض اس فعل سے یہ تھی کہ ہم کو تعلیم کر دیں کہ جب توکّل صحیح ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ ذخیرہ کرنا کچھ ضرر نہیں کرتا۔ متوکّلین کے احوال جو اسباب کے ساتھ متعلّق ہوتے ہیں ان کی مثال میں واضح ہو کہ خلق کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی ہے جیسے ایک جماعت سائلوں کی بادشاہی محل کے دروازے کے میدان میں کھڑی ہو، اور وہ سب کھانے کی حاجت رکھتی ہو، اور وہ بادشاہ بہت سے غلاموں کو روٹیاں دے کر بھیجے اور ان کو حکم کر دے کہ بعضوں کو دو۲ دو دینا اور بعضوں کو ایک، اور اسباب میں کوشش کرنا کہ کوئی رہ نہ جائے، اور پھر ایک منادی کو حکم کرے کہ ان لوگوں کو پکار کر سُنا دو کہ ٹھہرے رہو اور میرے غلاموں کو جب وہ تمہارے پاس آویں، مت لپٹو بلکہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ اطمینان سے رہو۔ غلام حکم کے تابع ہیں اور ان کو حکم ہوا ہے کہ تم کو کھانا پہنچاویں۔ پس جو کوئی غلاموں سے لپٹے گا اور اس کو ستائے گا، اور دروازہ کھُلنے پر دو روٹیاں لے کر چلا جائے گا، میں اس کے پیچھے ایک غلام بھیجوں گا وہ اس پر مقرر رہے گا، یہاں تک کہ اس کی سزا اس روز دوں جو میں نے اپنے عندیئے میں ٹھہرا لیا ہے مگر میں اس کو کہتا نہیں ہوں کہ کب سزا دوں گا۔ اور جو غلاموں کو

نہ ستاوے گا اور ایک روٹی پر قناعت کرے گا جو غلام کے ہاتھ سے اس کو ملے گی، اور چُپکا رہے گا، اس کو اُسی روز جس میں دوسرے کو سزا دوں گا، ایک بھاری خلعت عنایت کروں گا اور جو اپنی جگہ ہی پر ٹھہرا رہے گا اور دو روٹیاں پاوے گا تو اس کو نہ سزا ہوگی نہ خلعت۔ اور جس شخص کو میرے غلام کچھ نہ دیویں اور وہ رات کو بھوکا سو رہے گا اور میرے غلاموں پر خفا نہ ہوگا، نہ یہ کلمہ منہ سے نکالے گا کہ کاش مجھ کو بھی ایک روٹی مل جاتی تو ایسے شخص کو میں اپنا وزیر بناؤں گا اور کارخانۂ سلطنت اس کے سپرد کر دوں گا۔ پس اس ندا کے بعد سائلوں کی چار قسمیں ہو گئیں۔ ایک تو وہ جن پر غلبۂ شکم ہوا اور انہوں نے التفات سزائے موعود کی طرف نہ کیا اور کہا کہ آج سے کل تک بہت وقت ہے، ہم کو بھوک اب لگ رہی ہے۔ یہ سوچ کر غلاموں پر چڑھ گئے اور ان کو ستا کر دو روٹیاں لے لیں اور میعادِ مذکور میں مستحق سزائے موعود کے ہوئے۔ اس وقت پچھتائے مگر کیا ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جو غلاموں سے تو سزا کے خوف کے مارے نہ لپٹے مگر شدّتِ گرسنگی دو روٹیاں لیں اور سزا سے محفوظ رہے اور ان کو خلعت بھی نہ مِلا۔ تیسرے وہ کہ انہوں نے یہ کہا کہ ایسی جگہ بیٹھنا چاہیئے کہ غلاموں کے سامنے ہوں تا کہ وہ ہم کو چھوڑ نہ جائیں مگر جب وہ روٹیاں دیں، تو ایک ہی روٹی لینا چاہیئے اور اسی پر قناعت کرنی چاہیئے شاید ہم کو خلعت مِل جاوے۔ پس ان کو حسبِ وعدہ بادشاہی خلعت مل گئی۔ چوتھی قسم وہ لوگ جو صحن کے کونوں میں جا چُھپے اور غلاموں کی نظر سے بچے اور آپس میں کہا کہ اگر ہم کو ڈھونڈ بھال کر دیویں گے تو ایک روٹی لے کر قناعت کر لیویں گے اور اگر ان کی نظر سے رہ گئے تو رات بھر بھوک کی سختی کی برداشت کر لیں گے تو شاید پھر رات کو اگر غلاموں پر خفگی بھی نہ آوے تو رُتبہ وزارت اور قربِ بادشاہ کا حاصل ہو۔ مگر ان کا منصوبہ نہ چلا اور غلاموں نے ان کو ہر گوشے میں تجسّس کر کے ایک ایک

روٹی پہنچا دی اور اسی طرح ہر روز معاملہ ہوتا گیا۔ چند روز کے بعد اتفاقاً تین آدمی ایک کونے میں چھپ گئے اور غلاموں کی آنکھ اُن پر نہ پڑی۔ کسی وجہ سے زیادہ تفتیش وہ نہ کر سکے اور وہ تینوں آدمی سخت بھوک میں سوئے۔ دو نے تو ان میں سے کہا کہ کیا اچھا ہوتا، تو ہم غلاموں کے سامنے ہو جاتے اور اپنا کھانا لے لیتے، ہم سے صبر نہیں ہو سکتا۔ اور تیسرا آدمی چُپ رہا۔ صبح تک ویسے ہی گذار دیا۔ اسی کو درجۂ قرب و وزارت ملا۔ اس مثال میں میدان زندگی دنیاوی ہے اور اس کا دروازہ موت اور میعاد نامعلوم روز قیامت اور وزارت کے وعدے سے غرض وعدہ شہادت ہے جو متوکّل کے لئے ہے بشرطیکہ بھوک میں راضی وفات پاوے اور اس وعدے کے وفا کے لئے تاخیر قیامت تک نہ ہوگی۔ کیونکہ شہداء خدائے تعالیٰ کے پاس زندہ رہتے ہیں، اور ان کو رزق ملتا رہتا ہے، اور غلاموں مطیع فرمانِ بادشاہی سے غرض اسباب ہیں، اور غلاموں سے لپٹنے والے وہ ہیں جو اسباب میں حد سے زیادہ بڑھتے ہیں، اور جو شخص صحن کے بیچ میں غلاموں کی زیرِ نگاہ بیٹھے، ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو شہروں کی خانقاہوں اور مسجدوں میں ساکن بیٹھ رہے ہیں اور گوشے میں چھپنے والے وہ ہیں جو توکّل کی ہیئت پر جنگلوں میں پھرتے ہیں اور اسباب ان کے پیچھے پھرتے ہیں اور رزق ملے جاتا ہے، مگر شاذ و نادر کبھی نہیں ملتا۔ پس اگر کوئی ان میں سے بھوکا خدا سے راضی مرتا ہے تو اس کو شہادت اور قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ اور خلق میں جو یہ تقسیم ہے تو شاید سو میں سے نوے آدمی تو ایسے ہیں جن کا تعلق اسباب سے ہے، اور سات ایسے ہیں جو شہروں میں مقیم ہیں اور اپنے سامنے اور مشہور ہونے کو بسبب گذر کر لیتے ہیں، اور تین ایسے ہیں جو جنگلوں میں پھرتے ہیں۔ ان میں سے دو اسباب پر خفا ہیں، اور صرف ایک مرتبۂ قرب پر پہنچا ہے اور شاید کہ زمانۂ گذشتہ میں یہ نسبت ہوگی۔ اب لاکھ میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو تارکِ اسباب ہو۔ توکّل کے بارے میں خدا کا کلام کافی ہے۔

خدا فرماتا ہے۔ "جس نے توکّل کیا اللہ پر، اللہ اس کے لئے کافی ہے"۔ یہ بھی فرمایا کہ "تم اللہ پر توکّل کرو اگر تم ایمان دار ہو"۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ حج کے زمانے میں میری اُمّت کے لوگ مجھے دکھائے گئے۔ مَیں نے دیکھا کہ اُن سے زمین اور پہاڑ بھرے ہوئے ہیں۔ مجھے اپنی اُمّت دیکھ کر تعجب ہؤا۔ مجھ سے فرمایا گیا کہ تم خوش ہوئے۔ مَیں نے عرض کیا۔ مَیں خوش ہؤا۔ پھر ارشاد ہؤا کہ اس جماعت کے ساتھ ستّر ہزار آدمی حساب کے بغیر بہشت میں داخل ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں دیتے، نہ فال نکالتے ہیں، نہ افسوں پڑھتے ہیں بلکہ صرف اللہ پر توکّل کرتے ہیں۔ اس وقت عکاشہ محسن کا بیٹا اُٹھا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے لئے دُعا کریں کہ میں بھی اس جماعت میں شامل ہو جاؤں۔ آپ نے دعا فرمائی۔ کہ اے اللہ اسے بھی ان میں سے کر دے۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہؤا، اور عرض کیا کہ میرے لئے بھی دعا کریں۔ آپؐ نے جواب دیا، اس کام میں عکاشہ تم پر سبقت لے گیا توکّل کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے سارے کام خدا کے سپرد کر دیئے جائیں۔ یعنی خواہش اور تدبیر کی باریکیوں سے الگ ہو کر فراخ میدان میں احکامات و رضائے الٰہی میں سبک خرامی کی جائے۔ یعنی بندہ اپنے دل میں خیال کرے کہ تقدیر اُلٹ پلٹ نہیں ہو سکتی قسمت کا لکھا مٹ نہیں سکتا، اور جو لکھا ہی نہیں گیا وہ رونما ہو ہی نہیں سکتا۔ اپنے دل کو ان باتوں سے تسکین دے، اور خدا کے وعدوں کا انتظار کرے۔ وہ وعدے کا سچا اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ توکّل کے تین درجے ہیں۔ توکّل، تسلیم اور تفویض۔ متوکّل شخص خدا کے وعدوں پر اپنے دل کی تسکین حاصل کرتا ہے۔ صاحبِ تسلیم خدا کے علم پر کفایت کرتا ہے، اور صاحبِ تفویض اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ توکّل آغاز ہے۔ تسلیم درمیانہ درجہ ہے۔ اور تفویض سب سے اعلیٰ درجہ۔ توکّل مومنوں کی صفت ہے۔ تسلیم اولیاء اللہ کی۔ اور تفویض صرف موحدوں

کی ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ توکّل عوام کی صفت ہے تسلیم خاصوں کی صفت ہے اور تفویض خاص الخاص لوگوں کی ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ توکّل پیغمبروں کی صفت ہے تسلیم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی، اور تفویض خاص حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے ۔ حضرت ابراہیمؑ کو توکّل اس وقت نصیب ہوا جب آپ کو آگ میں پھینکنے کا بندوبست کیا گیا ۔ حضرت جبرئیلؑ نے آپؑ سے پوچھا کہ کوئی حاجت ہو تو بتائیں ۔ آپ نے جواب دیا کہ میری کوئی حاجت نہیں ۔ یہ اس لئے فرمایا کہ آپ کے نفسِ مبارک میں خدا کے سوا اور کوئی دکھائی نہ دیتا تھا ۔ سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ توکّل کا پہلا مقام یہ ہے کہ جس طرح مُردے کو نہلانے والا مُردے کو جس طرح چاہے لٹاتا ہے، مُردہ خود کوئی حرکت نہیں کرتا، اسی طرح بندہ بھی اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے ۔ متوکّل کا درجہ صرف اللہ تعالےٰ پر ہی نظر رکھتا ہے ۔ اس سے نہ کوئی سوال کرنا نہ کچھ پوچھنا ہے ۔ نہ وہ عنایت اور فضلِ الٰہی کو رد کر سکتا ہے نہ منع کرتا ہے ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ متوکّل تقدیرِ الٰہی پر شاکر رہتا ہے ۔ حمدونؒ کا کہنا ہے کہ توکّل کا مطلب خدا کی بخشش اور اُمّید کی رسّی کو مضبوط پکڑنا ۔ ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ توکّل کی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے خوف اور اُمّید کو دل سے نکال دیا جائے ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ توکّل یہ ہے کہ آج کی زندگی کو بے فکری سے گزارے اور کل کی فکر نہ کرے ۔ ابو علیؒ فرماتے ہیں کہ توکّل کے نگاہ رکھنے کے تین درجے ہیں ۔ اوّل یہ کہ کچھ حاصل ہو تو خدا کا شکر ادا کرے ۔ جب نہ ملے تو صبر کرے ۔ ملنا یا نہ ملنا اس کی نظر میں برابر ہوں ۔ تیسرے یہ کہ نہ ملنے پر بھی شکر کرے اور جانے کہ خدا کی اس میں مصلحت ہے ۔ حضرت جعفرؒ نے ابراہیم خواصؒ سے روایت کی ہے کہ مکّہ کے سفر میں مجھے ایک وحشی ملا ۔ میں نے اُس سے پوچھا تم جنّ ہو یا انسان ؟ اُس نے کہا ۔ مَیں جنّ ہوں ۔ مَیں نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے ؟

کہا، مکّہ کو۔ مَیں نے کہا۔ تمہارے پاس کوئی سواری اور توشہ تو ہے نہیں۔ اُس نے جواب دیا۔ ہماری قوم میں ایسے لوگ ہیں جو صرف توکّل پر سفر کرتے ہیں۔ مَیں نے توکّل کا مطلب پوچھا۔ اس نے کہا۔ توکّل کے معنی ہیں، خدا سے لینا۔ سہل نے فرمایا توکّل کا مطلب ہے، بندوں کو روزی دینے والے کی پہچان۔ پھر فرمایا۔ توکّل اس وقت تک درست نہیں ہوتا جبتک آدمی یہ خیال نہ کرے کہ اگر آسمان تانبے کی مانند اور زمین لوہے کی مانند ہو جائے۔ نہ آسمان سے پانی برسے، نہ زمین سے کچھ پیدا ہو تب بھی خدا مجھے بھول نہیں سکتا۔ زمین اور آسمان کے درمیان خدا ہی اس کی روزی کا ضامن ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ روزی حاصل کرنے کے لئے خدا کی نافرمانی نہ کی جائے۔ ایک بزرگ توکّل کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ اپنے نفس کے لئے کسی سے مدد طلب نہ کرے۔ نہ ہی کسی غیر اللہ کو اپنا روزی رساں جانے۔ کارسازِ حقیقی کے سوا کسی کو کارساز نہ جانے۔ جنیدؒ فرماتے ہیں کہ توکّل یہ ہے کہ ہمہ تن اپنے رب کی عنایت و شفقت کی طرف توجّہ رہے۔ دوسروں پر بھروسہ نہ کرے۔ نوری فرماتے ہیں کہ توکّل یہ ہے کہ اپنی تدبیر کو اللہ کی تدبیر میں فنا کر دے۔ اسی کو اپنا وکیل اور کارساز جانے جیسا کہ خدا فرماتا ہے "اللہ تعالےٰ بندے کی وکالت کے لئے کافی ہے"۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست تصوّر فرمایا۔ یعنی جب جبرئیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا کہ ان کی کوئی حاجت ہے تو انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب طرف سے اپنے دل کو تسلّی دینا، اپنے مالکِ حقیقی، خالقِ کون و مکاں پر بھروسہ کرنا توکّل ہے۔ بہلول دیوانہ سے پوچھا گیا کہ بندہ کب متوکّل ہوتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا، جب اس کا دل مخلوق کی طرف سے منزلوں دُور اور خدا کے بالکل قریب ہو۔ حاتم اصمّ سے پوچھا گیا کہ آپ کو توکّل کس طرح حاصل ہوا۔ فرمایا۔ چار خصلتوں کے باعث۔ اوّل یہ کہ مَیں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ میری روزی اللہ کے سوا اور کسی کے

ہاتھ میں نہیں۔ چنانچہ میں اس کی فکر نہیں کرتا اور میں جانتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی میرا کام نہیں کرتا، لہٰذا میں اپنے کام میں مشغول ہوں، اور جانتا ہوں کہ اچانک ملک الموت آنے والا ہے۔ چنانچہ میں ہر لمحہ اس کا انتظار کرتا ہوں اور اپنا کام چستی سے سرانجام دے رہا ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہر حال میں اپنے رب کے سامنے ہوں۔ چنانچہ میں اس سے شرم کرتا ہوں۔ ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یحییٰ سے توکّل کی کیفیت پوچھی۔ تو فرمایا کہ اگر تم اژدہے کے منہ میں چلے جاؤ، تو بھی اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ یہ سُننے کے بعد میں نے بایزید بسطامیؒ سے جاکر توکّل کی بابت پوچھا۔ انہوں نے فرمایا۔ کیا عبدالرحمٰن کے جواب سے تمہاری تسلّی نہیں ہوئی کہ اب مجھ سے پوچھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس کی حقیقت ظاہر فرمائیں۔ بایزید نے فرمایا۔ اگر تم پہلے ہی میرے پاس آجاتے، تو میں توکّل کی حقیقت بیان کر دیتا۔ اب جاکر کسی اور جگہ سے یہ سوال دریافت کرو۔ اگر وہ سانپ جو عرش کے دروازہ پر حلقہ کئے ہوئے ہے تم پر حملہ کر دے، تو تم اللہ کے سوا کسی کا خوف دل میں نہ لانا۔ ابوموسیٰ کہتے ہیں میں وہاں سے رخصت ہوکر دیبل کی طرف گیا اور ایک سال تک وہاں رہا۔ پھر بایزید کی خدمت میں آیا۔ میں ایک ماہ تک ان کی خدمت میں رہا۔ جب میرے دل میں کوئی فکر ہوتا تو شیخ اس کی اطلاع مجھے کر دیتے میرے بتانے کے بغیر ہی شیخ مجھے بتا دیتے۔ بعد ازاں میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت سے رخصت ہونا چاہتا ہوں۔ اور فائدے کا طالب ہوں۔ آپ نے فرمایا مخلوق کا فائدہ طلب کرنا، فائدہ میں داخل نہیں۔ چنانچہ میں رخصت ہوگیا۔

ابنِ طاؤسؒ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی جنگل میں اونٹ پر سوار تھا۔ اُس نے اونٹ کو بٹھایا اور نکیل پکڑ کر اپنا منہ آسمان کی طرف کرکے کہا۔ اے اللہ! جب تک میں لوٹ کر واپس نہ آؤں، یہ اونٹ اور اس پر لدا ہوا سامان

تیرے سپرد ہے۔ یہ کہہ کر وہ مسجدِ حرام میں گیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر آیا تو دیکھا کہ اس کا سامان اور اونٹ چوری ہو گئے۔ اُس نے دوبارہ آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہا۔ اے اللہ میرا مال چوری ہو گیا اور تیری نگرانی میں چوری ہوا۔ ہم اسی طرح بیٹھے تھے کہ دیکھا کہ ایک اعرابی ابو قبیس کے پہاڑ سے اُترا۔ اُلٹے ہاتھ سے اُونٹ کی مہار کھینچ رہا تھا اُس کا دایاں ہاتھ کٹ چکا تھا جو اس کی گردن میں لٹک رہا تھا۔ وہ اس اعرابی کے پاس آیا اور کہا۔ اپنا اونٹ لے لو اور سارا سامان بھی دیکھ لو۔ میں نے اس شخص سے حال پوچھا تو اُس نے کہا۔ ابو قبیس پہاڑ کے ایک سرے پر مجھے ایک شخص نظر آیا، جو گھوڑے پر سوار تھا۔ اُس نے کہا۔ اے چور! اپنا ہاتھ آگے بڑھا میں نے ہاتھ بڑھایا تو اس نے میرا ہاتھ ایک پتھر پر رکھا اور دوسرا پتھر اس پر دے مارا۔ میرا ہاتھ کٹ گیا۔ پھر اُس نے میرا ہاتھ میرے گلے میں لٹکا دیا، اور کہا۔ پہاڑ کے نیچے جاؤ اور جس کا یہ اونٹ ہے اس کے حوالے کر دو۔ عمر بن خطاب رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم خدائے تعالیٰ پر کامل توکّل کرو، تو وہ ہر حال میں تمہیں روزی دے گا جس طرح پرندوں کو روزی دیتا ہے۔ محمد بن کعب نے ابنِ عباس رضؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بزرگ بننا چاہے وہ خدا سے ڈرے۔ جو غنی بننا چاہے اُسے چاہیئے کہ یہ سمجھ لے کہ جو چیز خدا کے قبضہ میں ہے وہ میرے ہاتھ کی چیز سے زیادہ مضبوط اور پائیدار ہے۔ حضرت عمر رضؓ مثال میں دو شعر فرماتے ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ اپنے اُوپر احسان کر: اس لئے کہ سب چیزوں کا اندازہ خدا کے حکم سے ہے۔ جو چیز تمہیں نہیں پہنچی، وہ نہیں ملے گی، اور جو پہنچنے والی ہے اُسے کوئی روک نہیں سکتا۔ یحییٰ بن معاذ سے پوچھا گیا۔ آدمی کیسے متوکّل ہوتا ہے؟ فرمایا، جب وہ خدا کی وکالت پر راضی ہو جائے۔ بشر رحؒ فرماتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں۔ ہم نے خدا پر توکّل کیا، مگر وہ

جھوٹ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم، اگر وہ توکّل کرتے تو خدا اُن کے ساتھ وہی کرتا جس پر وہ راضی ہوتے۔ ابو تراب بخشی کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو خدا کی بندگی میں مصروف کرنا، اور دل کو خدا کی رزاقی پر صابر و شاکر کرنا اور اس پر کفایت کرنا توکّل ہے۔ اگر ملے تو شکر کرے، نہ ملے تب بھی صبر کرے۔ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ تدبیر سے باز رہنا اور اپنی قوّت کو اپاہج جاننا توکّل ہے۔ ایک شخص کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ ارباب و اسباب سے قطع تعلق کرنا توکّل ہے۔ سائل نے اس کی وضاحت چاہی تو فرمایا کہ اپنے نفس کو خدا کی بندگی میں مشغول کرنا، نفس سے غرور کو دُور کرنا توکّل ہے پھر فرمایا۔ سب طرف سے تو قطع تعلق کرنا چاہیئے لیکن ظاہری کوشش جو کسبِ حلال ہے، وہ دل کے توکّل کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ کیونکہ آدمی کے دل میں یہ مضبوط ارادہ ہوتا ہے کہ تقدیرِ الٰہی برحق ہے۔ دل ہی توکّل کا مقام ہے۔ یہی انسان کی حقیقت ہے۔ جو کوئی کسب سے انکار کرتا ہے وہ اصل میں سنّت کا منکر ہے۔ جس نے توکّل سے انکار کیا، اس نے ایمان سے انکار کیا۔ اگر کوئی شے ملنے میں دشواری پیش آئے تو یہ تقدیرِ الٰہی ہے۔ اگر آسانی سے مِل جائے تو یہ بھی مشیّتِ الٰہی ہے۔ پس اس کا جسم ظاہر میں چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر اس کا دل تقدیرِ الٰہی اور اللہ کے وعدہ پر صابر و شاکر ہوتا ہے۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا۔ مَیں اونٹ چھوڑ دیتا ہوں اور توکّل کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس کا زانو باندھ دے اور توکّل کر۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ متوکّل شخص شیر خوار بچّہ کی مانند ہے کہ وہ کسی آنے والی چیز کو نہیں پہچانتا، مگر اپنی ماں کی چھاتیوں کو۔ اسی طرح متوکّل سارے شبہات کو دل سے خارج کرتا، اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو اللہ کے دستِ قدرت میں ہے اس پر تکیہ کرنا، اور جو لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس سے نااُمید رہنا

توکّل کہلاتا ہے۔ دل سے روزی کا فکر دُور کرنا توکّل ہے۔ اگر کہا جائے کہ توکّل، تسلیم اور تفویض میں کیا فرق ہے۔ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ توکّل یہ ہے کہ خدا کے وعدہ پر سکون ہو۔ اور تسلیم یہ ہے کہ خدا کے علم پر اکتفا کیا جائے۔ اور تفویض یہ ہے کہ خدا کے حُکم پر راضی رہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ سے پوچھا کہ دین کی بنیاد کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ "عقل"۔ لوگوں نے پوچھا۔ عقل کی بنیاد کیا ہے؟ فرمایا۔ "حِلم"۔ لوگوں نے پوچھا۔ حِلم کی بنیاد کس پر ہے؟ فرمایا۔ "صبر پر" پھر فرمایا کہ تمام برائیوں کو ایک جگہ جمع کر کے اس کی کنجی دنیا کی دوستی کو بنایا ہے۔ توکّل کے بارے میں لوگوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ توکّل کے معنی یہ ہیں کہ سوائے اللہ جل شانہٗ کے کسی سے امید وابستہ نہ رکھے۔ اور متوکّل اس کو کہتے ہیں جو ظاہر و باطن ہر حال میں راضی بہ رضا رہے۔ حضرت خواجہ معین الدّین چشتی نے فرمایا ہے، کہ اہلِ طریقت کے لئے دس شرائط ضروری ہیں۔ اوّل [۱] طلب حق۔ دوسرے [۲] طلب مرشدِ کامل۔ تیسرے [۳] ادب۔ چوتھے [۴] رضا۔ پانچویں [۵] محبّت و ترکِ فضول۔ چھٹے [۶] تقویٰ۔ ساتویں [۷] استقامتِ شریعت۔ آٹھویں [۸] کم کھانا اور کم سونا۔ نویں [۹] لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا۔ دسویں [۱۰] نماز اور روزہ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اہلِ حقیقت کے لئے بھی دس چیزیں ضروری ہیں۔ اوّل [۱] یہ کہ معرفت میں کامل اور اللہ تک پہنچا ہوا ہو۔ دوم [۲] یہ کہ کسی شخص کو ضرر نہ پہنچائے اور نہ کسی کے بارے میں بُری بات سوچے۔ سوم [۳] یہ کہ حق تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرے، اور لوگوں سے وہی بات کہے جس میں دُنیا اور دین کا فائدہ ہو۔ چہارم [۴] تواضع، پنجم [۵] گوشہ نشینی۔ ششم [۶] یہ کہ ہر شخص کی عزّت اور احترام کرے اور اپنے کو تمام لوگوں سے کم تر اور حقیر سمجھے۔ ہفتم [۷] رضا و تسلیم۔ ہشتم [۸] یہ کہ ہر رنج و مصیبت میں صبر و تحمّل سے کام لے۔ نہم [۹] سوز و گداز اور عجز و نیاز۔ دہم [۱۰] قناعت، و توکّل۔ زہد کی چار قسمیں ہیں۔ توکّل [۱] الی اللہ، مخلوق [۲] سے بزاری، اخلاص [۳] کا اظہار کرنا، خدا [۴] کی راہ میں مصائب برداشت کرنا۔

حسنِ خُلق

دوستو آؤ ہم سب کے سب خدا کی رضا کے جویا بن جائیں، اپنی شہوتوں اور خواہشات کی بندگی سے آزاد ہو جائیں اور ایک خدائے واحد کی بندگی میں لگ جائیں۔ صرف اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے ہاتھ پاؤں نہ ماریں اور اِس دُنیا کو صرف اپنے گھر کے اندر محدود نہ سمجھیں اپنے چار بچوں والی، آٹھ بچوں والی، دس بارہ افراد خاندان والی دُنیا نہ سمجھیں کہ ساری دُنیا اِسی ایک گھر کے اندر آگئی اور یہی میری دُنیا ہے، یہیں مجھے مرنا اور جینا ہے۔ اِس قفس سے جس کی تیلیاں کہیں سونے کی ہیں، کہیں لوہے کی، مگر بہر حال یہ ایک پنجرہ ہے اِس پنجرہ سے آزاد ہو جائیں اور آفاق کی وسعتوں سے آشنا ہو جائیں۔ (وَكَذَٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ) ہم کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا خالق کیا ہے، اُس کی کیا صفات ہیں، اُس کے پاس کیا ہے، اُس سے کیا چیز مانگنی چاہیئے، اُس کے خزانے میں کیا کچھ ہے، اُس کے خزانے سے مجھے کیا مل سکتا ہے، وہ کون سے اعمال ہیں، کون سے اخلاق ہیں، کون سے عقائد ہیں، کون سا طرزِ زندگی ہے جس سے میں خالق سے وہ نعمتیں حاصل کر سکتا ہوں جن کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ (ما لا عین رأت، ولا أذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر) نہ کسی آنکھ نے اُس کو دیکھا، نہ کسی کان نے اُس کو سنا اور نہ کسی دل میں اُس کا خیال گزرا۔ وہ ہے جنت کا منظر

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دس باتیں مکارم اخلاق کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اُس کو عنایت کرتا ہے ممکن ہے کہ آدمی میں ہوں اور اس کے باپ میں نہ ہوں اور غلام میں ہوں اور آقا میں نہ ہوں اوّل راست گفتاری دوم لوگوں سے راستی برتنی، سوم سائل کو دینا۔ چہارم سلوکوں کا مکافات کرنا پنجم صلۂ رحمی ششم امانت کی حفاظت ہفتم ہمسایہ کے حق کی رعایت ہشتم ہم صحبتی کا پاس

نہم مہمان کی دعوت دہم جو سب کی اصل ہے وہ حیا ہے۔

خدا کے ساتھ نیک خوئی

اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ اُس کے تمام احکام بسر و چشم بجا لائے جائیں، جن چیزوں سے منع فرمایا ہے اُن سے باز رہیں ہر حالت میں اپنا استحقاق قائم رکھنے کے لئے اُس کی اطاعت و عبادت پر کمربستہ رہیں۔ قضائے الٰہی سے جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اُس پر صبر و شکر کریں اُس پر کوئی اعتراض نہ کریں۔ خدا کو وحدہٗ لاشریک جانیں کسی شک و شبہ کے بغیر اُسے اپنے وعدہ کا سچا جانیں۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کا ارشاد

ذوالنون مصریؒ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں بدترین کون ہے فرمایا جس کا اخلاق بُرا ہو۔

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ سے فرمایا کہ اپنے کپڑوں کو پاک کرو۔ یعنی اپنا خلق اچھا بناؤ۔ اور فرمایا "میں نے اپنی ظاہر و باطن کی تمام نعمتیں تم پر ختم کر دیں" ظاہر سے مراد حسن آفرینش اور باطن سے مراد نیک اخلاق ہے۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ کا واقعہ

ابراہیم ادہمؒ سے کسی نے پوچھا، کیا آپ دنیا میں کبھی خوش بھی ہوئے۔ فرمایا دو دفعہ، ایک دفعہ اس وقت جب کہ میں بیٹھا تھا ایک کتا آیا اس نے ٹانگ اُٹھا کر مجھ پر پیشاب کر دیا دوسری مرتبہ میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے مجھے گھونسہ مارا۔

حضرت اویس قرنیؓ کا واقعہ

اویس قرنیؓ کو لڑکے دیکھ کر ڈھیلے مارا کرتے تھے، آپ نے ان سے فرمایا۔ اگر تم ڈھیلے مار کر خوش ہوتے ہو تو چھوٹے چھوٹے ڈھیلے مارا کرو تاکہ میری ٹانگیں زخمی ہو کر اُن سے خون جاری نہ ہو اور میں نماز پڑھ سکوں۔

حضرت احنفؒ بن قیس کا واقعہ

احنفؒ بن قیس کو ایک شخص نے گالیاں دیں اور پیچھے پیچھے ہو گیا۔ جب احنف اپنے قبیلہ کے قریب پہنچے تو کھڑے ہو گئے اور اُس سے کہا جتنا مارنا ہے مجھے مار لے اور اپنا دِل ٹھنڈا کر لے، ایسا نہ ہو کہ میری قوم تمہیں دیکھ لے تو گالیوں کا جواب گالیوں سے دے۔

حضرت حاتم اصمؒ کا ارشاد

حاتم اصمؒ سے کہا گیا۔ کوئی شخص ہر کسی کی باتوں کو برداشت کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا سچ ہے۔ مگر نفس کی نہیں

حضرت علیؓ کا اخلاق

روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ نے اپنے غلام کو پکارا تو اس نے جواب نہ دیا۔ دوسری اور تیسری مرتبہ پکارا گیا۔ مگر پھر بھی نہ بولا۔ حضرت علیؓ نے اُس کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ لیٹا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اے غلام تُو سنتا نہیں، اُس نے جواب دیا میں سُنتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر بولتا کیوں نہیں ؟ اُس نے جواب دیا، اِس لئے کہ آپ سے آزار پہنچنے کا مجھے خوف نہیں۔ اِس لئے میں نے بولنے میں غفلت سے کام لیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ تمہیں خدا کے صدقہ کے طور پر آزاد کر دیا گیا۔ کہا گیا ہے کہ نیک خُلق یہ ہے کہ ظاہر میں لوگوں سے مِل جل کر رہے۔ مگر دِل میں اُن سے علیحدہ رہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نیک خُلق یہ ہے کہ لوگوں کے آزار کو برداشت کرے۔ حقوق العباد ادا کرے۔ کہا گیا ہے کہ انجیل میں ہے " اے میرے بندو! جب تمہیں غصہ آجائے تو مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا"۔ مالک بن دینارؒ کو ایک عورت نے ریاکار کہا۔ تو آپ نے فرمایا اے عورت تُونے میرا نام خوب پہچان کر رکھا۔ ارباب بصیرت میرے نام سے ناواقف رہے۔ لقمانؑ نے اپنے فرزند سے کہا کہ تین آدمی ان تین چیزوں کے بغیر نہیں پہچانے جاتے، بُردبار اور حلیم غصہّ کے وقت دلیر اور شجاع لڑائی کے وقت، اور بھائی حاجت کے وقت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ میں ایسی صفت

سے کبھی موسوم نہ کیا جاؤں، جو مجھ میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "یہ تو میں نے اپنی ذات ہی کے لئے کیا تو پھر تیرے لئے کیوں کروں۔"

اللہ کے ساتھ جیسا گمان رکھو گے ویسا معاملہ ہوگا

اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص کو ہزار برس تک دوزخ میں رکھا جائے گا۔ پھر اُس کے "یا حنّان و یا منّان" پکارنے پر حق تعالیٰ حضرت جبرئیلؑ سے کہے گا کہ اسے باہر نکال لاؤ۔ جب اُسے نکال کر حضورِ حق میں پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال کیا جائے گا کہ۔ اے بندے! تُو نے دوزخ کو کیسا پایا؟ وہ عرض کرے گا کہ۔ اس سے بدتر کوئی جگہ ہو ہی نہیں سکتی! حق تعالیٰ حکم دے گا کہ اسے پھر وہیں (دوزخ میں) لے جاؤ۔ اور جب اُسے لے جا رہے ہوں گے تو وہ مُڑ مُڑ کر پیچھے دیکھتا جائے گا۔ حق تعالیٰ کہے گا کہ اے بندے یہ دیکھنا کس غرض سے ہے؟ وہ عرض کرے گا۔ بارِ خدایا! میرا گمان یہ تھا کہ مجھے دوزخ سے باہر جو نکالا گیا ہے تو پھر واپس اُس میں نہ ڈالا جائے گا اس پر حق تعالیٰ حکم دے گا کہ اِسے بہشت میں لے جاؤ۔ اور اِس طرح اُمید اُس کی نجات کا وسیلہ بن جائے گی۔ واثلہ بن الاسقعؓ ایک بیمار کے پاس گئے اور پُوچھا کہ بتاؤ خدائے تعالیٰ سے کیا گمان رکھتے ہو اُس نے کہا کہ میرے گناہوں نے مجھ کو ڈبو دیا ہے اور ہلاکت کے کنارے لگا دیا ہے مگر میں اپنے رب کی رحمت کی توقع رکھتا ہوں یہ سُن کر واثلہؓ نے اللہ اکبر کہا اور سب گھر والوں نے اُن کے ساتھ اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا کہ میں نے سُنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں تو وہ جو چاہے مجھ پر گمان کرے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جوان پر نزع کی حالت میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ تُو اپنے آپ کو کیسا جانتا ہے۔ اُس

نے عرض کیا کہ میں خدائے تعالیٰ سے توقع رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں باتیں ایسے وقت میں جس بندے کے دِل میں اکٹھی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کو وہی دیتا ہے۔ جو وہ توقع رکھتا ہے اور خوف سے اُس کو مامون رکھتا ہے۔ ثابت نبانی فرماتے ہیں کہ ایک جوان تیز مزاج تھا اور اُس کی ماں اُس کو نصیحت کیا کرتی اور کہا کرتی کہ بیٹا تجھے ایک روز آنا ہے وہ دن یاد کر جب اُس پر موت آئی تو اُس کی ماں اُس پر گر پڑی اور کہنے لگی کہ بیٹا میں تجھ کو اسی پچھاڑ کھانے سے ڈرایا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ تیرے اُوپر ایک دن آنا ہے اُس نے کہا کہ اے مادرِ مشفقہ میرا رب بہت احسان کرنے والا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ آج بھی کسی قدر احسان سے مجھ کو محروم نہ فرمائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے اُس شخص پر حسنِ ظن کے باعث رحم فرمایا۔ حضرت وہبؓ بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص رحم کرتا ہے اُس پر رحم کیا جاتا ہے اور جو خاموش رہتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور جو جہالت کرتا ہے وہ غالب ہوتا ہے اور جو جلدی کرتا ہے وہ خطا کرتا ہے اور جو شر کی حرص کرتا ہے وہ اس سے محفوظ نہیں رہتا اور جو باتوں میں دخل دیا کرتا ہے اُس کو گالیاں ملتی ہیں۔ اور جو بُری بات کو بُرا نہیں جانتا وہ گنہگار ہوتا ہے اور اگر بُرا سمجھتا ہے تو اُس سے بچا رہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بموجب چلتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے اور جو اُس سے خوف کرتا ہے مامون رہتا ہے، اور جو اُس کو دوست رکھتا ہے وہ ہر دل عزیز ہوتا ہے اور جو اللہ سے نہیں سوال کرتا وہ محتاج ہو جاتا ہے اور جو اُس کے عذاب سے نہیں ڈرتا ذلت اُٹھاتا ہے اور جو اُس سے مدد چاہتا ہے فتح پاتا ہے۔

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے | اللہ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک

ایسا واضح، مفصل، مرتب، معین اور مختتم دین دیا جو بیک وقت ساری دُنیا کو اور دُنیا کی ساری قوموں کو اور قوموں کے تمام طبقات کو اور طبقات کے تمام افراد کو اور افراد کے تمام حالات کو وسیع ہے جس سے بیک وقت حاکم اور محکوم، امیر اور غریب مرد عورت، تندرست و بیمار، جوان اور بوڑھے، کم استعداد و بلند استعداد متمدن و غیر متمدن، عالم و جاہل کو پوری راہنمائی حاصل ہو سکتی ہے اور اپنے اپنے دائرہ میں اپنی استعدادوں کو نشو و نما دینے اور اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور انسانیت کے حدود کے اندر انتہائی روحانی ترقی کرنے کے پورے پورے مواقع حاصل ہیں جس میں قوموں کی کوئی تقسیم، ملکوں کی کوئی تفریق اور زمانوں کی کوئی تحدید نہیں، وہ عقائد اور الٰہیات سے لے کر انسانی زندگی کے روزمرہ کے واقعات اور انسانی ضروریات تک کے لئے یکساں طور پر واضح احکام و قوانین اور ہدایات و تعلیمات رکھتا ہے جس میں نہ کسی قیاس و تجربہ کی ضرورت ہے نہ بار بار قانون سازی کی نہ وقتاً فوقتاً ترمیم و تنسیخ کی، وہ صرف عقائد نہیں بلکہ اخلاقی ضوابط اور اجتماعی معاشرتی و سیاسی قوانین پر بھی مشتمل ہے، وہ صرف کاغذی تعلیم نہیں بلکہ اپنے ساتھ اپنی ایک کامیاب ترین عملی مثال (پیغمبرؐ کی سیرت) رکھتا ہے، جس سے انسانی زندگی کی تمام منزلوں اور ان کے حالات و اختلافات کے لئے پوری راہنمائی اور ہمت افزائی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت ابن عطاؒ نے مریدین سے سوال کیا کہ بندوں کے مراتب کس شئے سے بلند ہوتے ہیں۔ کسی نے جواب دیا صائم الدھر رہنے سے کسی نے کہا کہ سدا نماز میں مشغول رہنے سے۔ کسی نے عرض کیا مجاہدات پر مداومت کرنے سے، کسی نے کہا خیرات و صدقات جاری رکھنے سے لیکن آپ نے فرمایا کہ صرف اسی کو بلند مراتب حاصل ہوتے ہیں جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔ خوش خلق وہ آدمی ہے کہ کثیر الصلاح کم از کم سخن غیر فضول کثیر العمل کم لغزش راست

گفتار نیکوکار صاحب وقار صابر شاکر راضی حلیم رفیق پارسا شفیق ہشاش بشاش ہو بدگفتار دشنام دہندہ چغلخور غیبت کنندہ جلد باز کینہ ور بخیل حاسد نہ ہو بغض وغضب اللہ ہی کے واسطے کرے۔ حاتم اصمؒ فرماتے ہیں کہ مومن فکر و عبرت میں مشغول رہتا ہے اور منافق حرص و امل میں مومن سوائے خدا کے کسی سے توقع نہیں نہیں رکھتا۔ اور منافق بغیر اللہ تعالیٰ کے سب سے متوقع رہتا ہے مومن سوائے خدا کے سب سے مامون وندڑ۔ اور منافق سوائے خدا کے سب سے خائف مومن مال دیتا ہے دین نہیں دیتا اور منافق دین دیتا ہے مال نہیں دیتا مومن حسنات کر کے روتا ہے اور منافق گناہ کر کے ہنستا ہے مومن کو خلوت اور تنہائی اچھی معلوم ہوتی ہے اور منافق کو جماؤ اور جماعت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ مومن کھیتی کرتا ہے اور اُس کے بگاڑ سے ڈرتا ہے اور منافق بیخ کنی کرتا ہے اور توقع خرمن کی رکھتا ہے مومن امر و نہی سیاست کی کر کے اصلاح کرتا ہے اور منافق امر و نہی ریاست کی کر کے فساد کرتا ہے اور حُسنِ خُلق کا اوّل امتحان ایذا پر صبر کرنے سے ہوتا ہے پس جو کوئی دوسرے کی بدخُلقی کی شکایت کرے اس کی بدخلقی کی دلیل ہے کیونکہ حُسنِ خُلق ایذا اور جفا کی برداشت کا نام ہے حُسنِ خُلق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ایک قول دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ یعنی "تیرا اخلاق بہت اچھا ہے۔ روایت ہے کہ انس بن مالکؓ نے آنحضرتؐ سے دریافت فرمایا کہ مسلمانوں میں ازروئے ایمان کون شخص بہتر ہے۔ آپؐ نے فرمایا مخلوق میں بہتر وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو کیوں کہ انسان کے لئے حُسنِ خلق بہترین خصلت ہے اِس سے آدمی کا ذاتی جوہر ظاہر ہوتا ہے وہ اپنے نیک خُلق میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اپنی پیدائش میں نامور ہوتا ہے۔

آنحضرتؐ کا اخلاق

کہا گیا ہے کہ ہمارے پیغمبرؐ کو معجزات، کرامات اور بزرگی کے علاوہ حُسنِ خُلق کے لئے مخصوص فرمایا گیا۔ جیسی

تعریف آپؐ کے اخلاق کی بیان کی گئی - ایسی کسی اور کے اخلاق کی بیان نہیں ہوئی
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تُو اپنے ستودہ اخلاق کے باعث بزرگ
ہے - کہا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کے اخلاق حمیدہ کے باعث اُن کی تعریف فرمائی گئی ہے
آپؐ نے خلقِ خدا کو دونوں جہانوں کی نعمتوں سے نوازا اور خود ذاتِ الٰہی پر اکتفا
کیا - خلق بزرگ اسے کہتے ہیں کہ خدا کی معرفت میں اپنی طرف سے جنگ نہ کرے
اور خلقِ بزرگ کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ خدا کے مشاہدہ میں معروف ہو تو خلقِ خدا
کی آواز کا اس پر کچھ اثر نہ ہو -

حضرت ابو سعید خزاّرؒ کا ارشاد

حضرت ابو سعید خزاّرؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو سوائے خدا کے اور کسی شے سے کوئی سروکار نہ تھا -

حضرت جنیدؒ کا ارشاد

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں میں نے حارث کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے تین چیزوں کے ساتھ تین چیزوں
کو مکمل کیا خوبروئی کو ضیانت سے خوش کلامی کو سچائی سے اور امانت کی تکمیل کو ایفائے عہد سے

بزرگوں کا فرمان

بزرگوں کا کہنا ہے کہ خوش خُلق آدمی اپنے آپ کو ہیچ جانتا ہے اور دُوسروں کو بزرگ سمجھتا ہے فرمایا
نیک خو کی علامت یہ ہے کہ دُوسروں کو آزار نہیں دیتا خود محنت اُٹھاتا ہے

اخلاق

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور صفی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تادیب قرآن مجید سے فرمائی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تفرع
زاری بدرگاہ باری بہت کرتے اور ہمیشہ سوال کرتے کہ مجھ کو محاسن آداب اور
مکارم اخلاق سے آراستہ کر - چنانچہ سعد بن ہشامؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ
کی خدمت میں گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا حال اُن سے پُوچھا
اُنہوں نے فرمایا کہ تُو قرآن پڑھتا ہے میں نے کہا ہاں انہوں نے فرمایا کہ آنحضرتؐ

کا خُلق قرآن مجید تھا۔ جنگِ اُحد میں آپؐ کے دندان مُبارک کی چوکڑی ٹوٹ گئی اور سرِ مُبارک میں ضرب آئی تو خون چہرہ مبارک پر بہتا تھا اور آپؐ خون کو پونچھتے تھے اور فرماتے تھے کیسے بھلا ہوگا۔ اُس قوم کا جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگین کیا حالانکہ وہ اُن کو اُن کے پروردگار کی طرف بُلاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اِس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو پُورا کروں۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا خُلق کامل کردیا تو تعریف فرمائی اور یہ ارشاد کیا وانک لعلی خلق عظیم۔ سبحان اللہ اُس کی کیا بڑی شان اور کتنا کامل احسان اور کیسا فضلِ عظیم اور اور لطفِ عمیم ہے کہ آپ ہی اپنے نبی کریم کو خُلق سے آراستہ کیا اور آپ ہی تعلیم فرماتا ہے اور خُلق کو آپؐ کی طرف منسوب کرتا ہے کہ تُو بڑے خُلق پر ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق سے بیان فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق کو پسند کرتا ہے جب طے کے قیدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کئے گئے تو اُن میں ایک لڑکی بھی تھی اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ مصلحت سمجھیں تو مجھ کو رہا فرمادیں اور قبائل عرب کو مجھ پر نہ ہنسائیں کہ اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ اپنی قوم کی حمایت کرتا تھا اور قیدی کو رہا کرتا تھا، بھوکے کا پیٹ بھرتا تھا اور کھانا کھلاتا تھا اور سلام کا افشا کرتا تھا کبھی کسی حاجت کے طالب کو محروم نہیں پھیرا۔ میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لڑکی یہ صفت سچے ایماندار کی ہے اگر تیرا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اُس پر رحمت اللہ کی کہتے اور لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اِس کو چھوڑ دو کہ اِس کا باپ مکارم اخلاق کا دوست دار ہے۔ پس ابوبردہؓ کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کیا مکارم اخلاق کو دوست رکھتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے

کہ جنت میں بجز خوش اخلاق کے اور کوئی داخل نہ ہوگا اور حضرت معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اسلام کا محیط مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کو کر دیا ہے اور منجملہ اُن کے یہ باتیں ہیں باہم اچھی طرح رہنا عمدہ فعل کرنا پہلو کا ملائم رکھنا، خیرات دینا، کھانا کھلانا اسلام کا افشا کرنا مسلمان بیماروں کو پوچھنا نیک ہو یا بد مسلمان کے جنازہ کے ہمراہ جانا اور جس شخص کے ہمسایہ میں رہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اس کے ساتھ اچھی طرح رہنا اور بوڑھے مسلمان کی عزت کرنی اور دعوت کا قبول کرنا اور دُوسرے کی دعوت کرنی اور معاف کرنا اور لوگوں میں صلح کرانی اور جود اور کرم اور سماجت کرنا اور ابتدا سلام کرنا اور غصہ کا پی جانا اور لوگوں سے درگذر کرنی اور جو چیزیں اسلام نے حرام کر دی ہیں اُن سے اجتناب کرنا یعنی کھیل اور باطن اور غنا اور آلات لہو تمبا مہا اور ہر کینہ اور عیب کی بات اور غیبت اور بخل اور زیادتی کنجوسی اور جفا اور دغا اور فریب اور چغلی اور آپس میں بگاڑ ڈالنا اور قرابت کو توڑنا اور بد خُلقی اور تکبر اور شیخی اور اترانا اور بڑائی مارنی اور فحش کہنا اور فحش سننا اور کینہ اور حسد اور بد فالی اور سرکشی اور حد سے گذرنا اور ظلم۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمدہ نصیحت ایسی نہیں چھوڑی جس کی طرف ہم کو نہ بُلایا ہو اور نہ کوئی عیب اس قسم کا چھوڑا کہ ہم کو ڈرایا نہ ہو یا منع نہ کیا ہو اور اِن سب باتوں سے یہ آیت کفایت کرتی ہے۔ ان اللہ یامر وبالعدل والاحسان الآیہ اور حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس طرح وصیت فرمائی کہ اے معاذ میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں خدا تعالیٰ سے ڈرنے کی اور سچ بولنے کی اور عہد پُورا کرنے اور امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے اور ہمسایہ کا لحاظ رکھنے اور یتیم پر رحم کرنے اور نرم سلوک کرنے اور سلام کے فاش کرنے کی اور حُسنِ عمل اور کوتاہ کرنے

اس کی اور ایمان پر جمے رہنے اور قرآن کی سمجھ پیدا کرنے کی اور آخرت کی محبت اور حساب سے خائف رہنے اور بازو کو پست رکھنے کی اور میں تجھ کو منع کرتا ہوں کہ کسی حکیم کو گالی مت دینا اور سچے شخص کو جھوٹا مت ٹھہرانا اور کسی گنہگار کی اطاعت نہ کرنا اور امام عادل کی نافرمانی مت کرنا اور زمین میں فساد مت کرنا اور تجھ کو وصیت کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ سے ڈرنے کی ہر پتھر اور درخت اور ڈھیلے کے پاس اور یہ کہ ہر گناہ کے لئے توبہ نئی کرنا پوشیدہ گناہ کے لئے پوشیدہ توبہ اور ظاہر گناہ کے لئے ظاہر۔ غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس طرح ادب تعلیم فرمایا اور اُن کو مکارم اخلاق اور محاسن آداب کی طرف بلایا۔

تزکیہ اخلاق

جب تک ایک شخص تمام دنیاوی چیزوں سے فارغ نہ ہو جائے راہ سلوک میں گامزن نہ ہو اور جب وہ کسی کا مرید ہو کر خلوت میں بیٹھے تو اپنے اور دُوسروں کے تمام حقوق ادا کرے۔ اس میں مطلق ریا اور غصّہ نہ ہو۔ دُنیاداروں کی مجلسوں اور محفلوں سے دُور رہے۔ وراثت میں جو مال اور دولت ملنے والی ہو، اُس سے بھی باز آئے، اگر کوئی اُس کا مال بھی لے لے تو اُس کے لئے شور و غوغا نہ کرے۔ وہ کسی دوسرے کے خیر و شر سے واسطہ نہ رکھے۔ اُس کے دِل میں جتنی ہوس ہو اس کو دُور کر دے، اگر دُور نہ ہو تو مجاہدہ و ریاضت کرتا رہے اُس کو ہمیشہ اپنی موت کا منتظر رہنا چاہیئے۔ ایسی تفریح سے جو جائز بھی ہو پرہیز کرے آج کا کام کل پر اُٹھا نہ رکھے۔ کسی حال میں اپنے نام کی شہرت نہ دے۔ بازار صرف شدید ضرورت کے وقت جائے۔ فقہا نے طہارت و لطافت کی جو باتیں بتائی ہیں اُن پر عمل کرے، اُن سے زیادہ پر عمل کرنا بے کار ہے گرسنگی تشنگی اور شب بیداری کو دوست رکھے۔ لوگوں کی آمد و رفت اپنے یہاں زیادہ نہ ہونے دے۔ امیروں کی صحبت سے گریز کرے۔ اگر کوئی دو وقت مسلسل اس کو کھانا لا کر دے تو تیسرے

وقت اُس کی صحبت سے احتراز کرے کیونکہ فاقہ نفس کی شکستگی کے لئے ضروری ہے۔ مصیبت کے وقت مضطر اور مضطرب نہ ہو کسی حال میں نہ روئے، روئے بھی تو اُس کے لئے کہ کہیں منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے اُس کو موت نہ آجائے اپنی درازئ عمر کے لئے خداوند تعالیٰ سے دُعا کرے، تاکہ راہِ سلوک میں اُس کو ترقی درجات حاصل ہو۔ سخت ضرورت کے وقت مثلاً مہمان کے آنے یا حقوق ادا کرنے یا صلہ رحمی کے لئے یا غایت گرسنگی کی حالت میں قرض لے سکتا ہے لیکن قرض ادا کرنے کی کوشش میں لگا رہے۔ پند و نصائح کا فرض انجام دے۔ زیادہ تر خاموش رہے۔

شرکت جہاد

ضرورت کے وقت ایک سالک جہاد میں بھی شرکت کرسکتا ہے لیکن اس نیّت سے شریک نہ ہو کہ اس کو درجہ شہادت ملے گا اور زندہ رہ گیا تو ثواب ملے گا، یہ نیّت مستحسن ضرور ہے لیکن ایک سالک کی نیّت اس سے ماوراء ہونی چاہیئے۔ وہ جہاد میں صرف خداوند تعالیٰ کی خاطر شریک ہو۔ وہ جہاد میں اپنی تلوار کو سیف اللہ، اپنے تیر کو سہم اللہ اور اپنے سنان کو سنان اللہ سمجھے۔

شاہی ملازموں کا اخلاق

اگر کوئی سالک بادشاہ کا ملازم ہے اور اُس کو کوئی نامشروع کام کرنے کو کہا جائے تو ایسی ملازمت اُس کے لئے حرام ہے، سالک اگر ملازمت میں رہے تو رعایا کے ساتھ معاملات میں اسی طرح پیش آئے جیسے وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ پیش آتا ہو۔ رات کو ذکر و فکر میں مشغول رہے، لیکن دن کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا کوئی کام نہ چھوڑے۔ اپنی ملازمت کو اِس لئے برقرار رکھے کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں خصوصاً کمزوروں اور عاجزوں کو نجات دلا سکے گا۔ مال و دولت کی ہوس نہ کرے، نامشروع کپڑے مثلاً ریشمی قبا، ریشمی موبند اور کلاہ زر نہ پہنے، اگر بادشاہ نامشروع کپڑے عطا کرے تو اس کے سامنے پہن لے، پھر باہر آکر اُتار دے۔

بادشاہ کا اخلاق

اگر کوئی بادشاہ راہِ سلوک میں گامزن ہو تو وہ سُلطان ابراہیم بن ادہمؒ، معاویہ ثانی اور عبداللہ (ابن زبیرؓ) بن سکتا ہے، لیکن اگر وہ بادشاہی کے لئے موزوں ہو تو پھر اسی فرض کو انجام دے، سلوک کی طرف مائل نہ ہوا ور حکومت میں ایسے متدین اور صالح لوگوں کو عہدہ دار مقرر کرے جو شرعی احکام کو نافذ کر سکیں اور اُس کو باخبر رکھیں کہ احکام شرعی پر عمل ہو رہا ہے اگر اُس کی حکومت میں کوئی مُسلمان زکوٰۃ نہ دیتا ہو تو سختی سے وصول کرے اور اگر زکوٰۃ دینے میں حیلہ کرتا ہو تو چند تازیانے بھی لگائے۔ وہ اِس پر نظر رکھے کہ اُس کی سلطنت میں کوئی شراب یا دوسری نشہ آور چیزیں نہ پی سکے۔ اگر کوئی پیتا ہو تو اُس کو اسّی کوڑے لگائے۔ فقیروں، کمزوروں، یتیموں اور عاجزوں، لنگڑوں، گونگوں اور بیواؤں کی پوری خبرگیری کرے، اُن کو برباد ہونے سے بچا لینے سے زیادہ کوئی مشکل کام نہیں۔

نیک خوئی کی نشانی کے بارے میں

یاد رہے کہ نیک خوئی (یعنی اخلاقِ نیک) کی نشانیاں وہی ہیں جو حق تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بیان فرمادی ہیں۔ چنانچہ مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ۔ "تحقیق ان مسلمانوں نے آخرت میں، فلاح پائی (۱) جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں (۲) اور جو لغو باتوں سے (خواہ قولی ہوں یا فعلی) برکنار رہنے والے ہیں (۳) اور جو (اعمال واخلاق میں) اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں (۴) اور جو اپنی شرمگاہوں کی (حرام شہوت رانی سے) حفاظت رکھنے والے ہیں (۵) لیکن اپنی بی بیوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ اُن پر اس میں) کوئی الزام نہیں (۶) ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی کا طلب گار ہو) ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں (۷) اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھنے والے ہیں (۸) اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے

ہیں (۹) ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں (۱۰) جو فردوس کے مالک ہوں گے۔
اور بزرگوں کا کہنا ہے کہ نیک اخلاق وہ شخص ہوتا ہے جو شرم والا ہو، باتیں کم کرتا ہو، یعنی صرف کام کی) فوراً غصہ میں نہ آجاتا ہو، سچ بولنے والا ہو، بہت اطاعت گزار ہو بات بات پر چوں کرنے والا نہ ہو، فضول کام نہ کرتا ہو، سب کا بھلا چاہتا ہو، ہر کسی سے نیکی کرتا ہو، باوقار، مشفق، دھیمے مزاج کا، صابر و شاکر، بُردبار اور متحمل مزاج، نرم دل رفیق و مددگار، لالچ سے دُور ہو اور تنگدل اور زُود رنج نہ ہو، کم لوگوں سے دوستی رکھتا ہو۔ کسی پر لعنت بھیجنا یا گالی دینا یا نکتہ چینی کرنا یا غیبت کرنا اس کا شیوہ نہ ہو، فحش کلامی اور جلد بازی اس کی عادت نہ ہو، حسد اور کینہ اسے پسند نہ ہو، خندہ پیشانی اور شیریں زبانی سے اسے محبّت ہو۔ اس کی دوستی اور دُشمنی جس سے بھی ہو حق تعالیٰ کے لئے ہو کسی پر غصہ آئے تو خدا کے لئے اور کسی کی خوشنودی درکار ہو تو صرف خُدا کے لئے درکار ہو اور جاننا چاہیے کہ خوش خلقی کا ظہور اکثر و بیشتر تحمّل و بُردباری کی بدولت ہُوا کرتا ہے۔
مثلاً حضورؐ کو کافروں نے کیا کیا رنج نہ پہنچائے۔ یہاں تک کہ دندانِ مبارک کو شہید کیا لیکن حضورؐ نے فرمایا تو فقط یہ کہ — اے اللہ! ان پر رحم کر کہ یہ نہیں جانتے (کہ کیا کر رہے ہیں) اور حکایت ہے کہ ایک مرتبہ ابراہیم ادھمؒ جنگل میں چلے جا رہے تھے، ایک لشکری کا ان کے قریب سے گذر ہُوا اور پُوچھنے لگا۔ کیا تو بندہ ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں بھائی میں بندہ ہوں۔ کہا تم رہنے والے کہاں کے ہو؟ آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے کہا۔ میں یہ پُوچھ رہا ہوں کہ کس آبادی یعنی بستی کے رہنے والے ہو۔ فرمایا۔ میرے نزدیک تو آبادی اسی (قبرستان) کو کہتے ہیں! لشکری نے لاٹھی اُٹھائی اور آپ کے سر پر دے ماری۔ آپ خون میں لت پت ہو گئے۔ پھر وہ آپ کو پکڑ کر شہر میں لے گیا۔ جب آپ کے اصحاب نے دیکھا تو اس لشکری سے کہنے لگے کہ (اے بدبخت!) یہ تو زاہدِ زمانہ اور عابدِ روزگار حضرت ابراہیم ادھم ہیں! لشکری فوراً

گھوڑے سے نیچے اُتر آیا اور ان کے پاؤں چوم کر کہنے لگا۔ حضرت نے یہ کیوں فرمایا تھا
کہ۔ ہاں میں بندہ (یعنی غلام ہوں)؟ فرمایا اس لئے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں! اس
(لشکری) نے کہا۔ مجھے معاف فرما دیجئے! فرمایا جاؤ میں نے معاف کیا۔ بلکہ میں
نے تو اس وقت بھی تیرے حق میں دُعا کی تھی جب تو نے میرا سر پھوڑ دیا تھا۔ مریدوں
نے پُوچھا یا حضرت وہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ مجھے معلوم تھا کہ (دُعا کرنے سے) مجھے
ثواب ملے گا۔ اور مجھے یہ پسند نہ تھا کہ مجھے تو اس کی وجہ سے ثواب حاصل ہو اور یہ بیچارہ
میری وجہ سے اپنے اعمال نامے میں ایک بدی کا اضافہ کر بیٹھے!

نرالی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں
ایذا کا خوف صاحبِ تمکیں کو کیا امیر نشتر سے آشنا رگِ سنگِ گراں نہیں

آپ کیسے ہیں

حاتم اصم نے حامد لفاف سے پُوچھا کہ تمہارا حال کیسا ہے
انہوں نے جواب دیا کہ سالم اور عافیت سے ہوں۔ حاتم
کو یہ جواب بُرا معلوم ہُوا کہا کہ اے حامد سلامتی تو پُل صراط پار اور عافیت جنّت میں ہے
اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب کوئی پوچھتا کہ آپ کیسے ہیں تو فرماتے
ایسا ہوں کہ جس چیز کی توقع کرتا ہوں اس کی تقدیم پر قادر نہیں اور جس چیز سے ڈرتا ہوں
اس کو ٹال نہیں سکتا اپنے عمل کے بدلے میں گروی ہوں اور بہتری بالکل دوسرے کے ہاتھ
ہے۔ پس کوئی محتاج مجھ سے زیادہ حاجتمند نہیں۔ اور ربیع بن خثیم رضؓ سے اگر کوئی پوچھتا کہ
آج آپ کیسے ہیں تو کہتے کہ ضعیف گناہ گار ہیں اپنی قسمت کا دانہ پانی پورا کرتے ہیں
اور انتظار میں ہیں کہ کب مرتے ہیں اور حضرت ابو درداءؓ سے اگر کوئی پُوچھتا کہ آج آپ
کیسے ہیں فرماتے کہ اچھا ہُوں اگر دوزخ سے بچ جاؤں اور سفیان ثوریؒ سے اگر
کوئی پوچھتا کہ آپ کیسے ہیں فرماتے کہ اُس کا شکر اُس کے سامنے کرتا ہُوں اور ایک
کی بُرائی دوسرے کے سامنے اور ایک سے بھاگ کر دُوسرے کے پاس جاتا ہوں۔ اور

حضرت اویس قرنیؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو کہ شام ہو تو یہ نہیں جانتا کہ صبح پکڑوں گا اور صبح ہو تو یہ نہ جانے کہ شام پکڑوں گا۔ اور مالک بن دینارؒ سے کسی نے پوچھا کہ آج آپ کیسے ہیں فرمایا کہ ایسا ہوں کہ عمر گھٹی جاتی ہے اور گناہ بڑھتے جاتے ہیں۔ اور کسی حکیم سے پوچھا کہ تم کیسے ہو کہا موت کی خاطر اپنی زندگی پسند نہیں کرتا اور اپنے رب کے سامنے اپنے نفس سے راضی نہیں اور کسی دوسرے حکیم سے سوال کیا گیا کہ تم کیسے ہو کہا کہ اپنے رب کا رزق کھاتا ہوں اور اس کے دشمن ابلیس کی اطاعت کرتا ہوں۔ اور کسی نے محمد بن واسع سے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہر روز آخرت کی طرف کو ایک منزل چلتا ہو اس کا حال تم ہی سمجھ لو کہ کیا ہو گا۔ اور حامد لفافؒ سے کسی نے پوچھا کہ تم کیسے ہو کہا کہ تمنا یہ ہے کہ ایک دن اور رات عافیت میں گذرے سائل نے کہا کہ آپ ہر روز عافیت سے نہیں ہیں فرمایا کہ عافیت اس روز ہوتی ہے۔ جس میں خدائے تعالیٰ کی نافرمانی نہ کروں۔ اور ایک شخص نزع کی حالت میں تھا اس سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ اس شخص کا کیا حال ہو گا جو کہ سفر دُور دراز بدون زاد کے طے کیا چاہتا ہے اور قبر وحشت ناک میں بدون مونس کے جاتا ہے اور بادشاہ عادل کے سامنے بدون حجت کے حاضر ہوتا ہے۔ اور حسان ابن ابی سنان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں فرمایا کہ اس شخص کا کیا حال ہے۔ پوچھتے ہو جو مرے گا پھر اُٹھایا جائے گا پھر حساب لیا جائے گا۔ اور حضرت ابن سیرین نے ایک شخص عیالدار تنگ دست سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اس نے کہا کہ کیا حال پوچھتے ہو اس کا جس کے ذمہ پانسو درم قرض ہوں اور وہ عیالدار ہو۔ حضرت سیرینؒ اپنے گھر جا کر ہزار درم نکال لائے اور اس شخص کو دے کر فرمایا کہ پانسو سے تو اپنا قرضہ ادا کرنا اور پانسو اپنے عیال کے لئے رکھنا اور آپ کے پاس بجز ان ہزار درم کے اور نہ تھے پھر فرمایا کہ بخدا اب کسی سے اس کے حال کا

استفسار کبھی نہ کروں گا اور یہ عہد اس لئے کیا کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ استفسار کرنے کے بعد اگر اعانت نہ بن سکے گی تو استفسار ریا اور نفاق میں متصور ہوگا ۔ حاصل یہ کہ اکابر سلف کا سوال دین کے احوال اور خدائے تعالیٰ کے معاملہ میں دل کے حالات سے ہوتا تھا اور اگر دنیا کے امور کو پوچھتے تھے تو کچھ دوسرے کی حاجت معلوم ہوتی تھی ۔ اس کے پورا کرنے میں اہتمام کرتے تھے اور حتی الوسع انجاح مرام کر دیتے تھے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں کو جانتا ہوں کہ ایک دُوسرے سے ملاقات نہ کرتے تھے لیکن اگر ایک شخص دوسرے کی تمام متاع پر حکم کرتا تو دوسرا اس کو کبھی نہ روکتا ۔ خواجہ اسلام کہتا ہے اب میں ایسے لوگ دیکھتا ہوں کہ آپس میں ملتے ہیں اور ایک دُوسرے سے اتنا تپاک کرتے ہیں کہ گھر کی مرغی تک کا حال پوچھتے ہیں لیکن اگر ایک شخص بے تکلفی کر کے دوسرے سے بالفرض ایک روپیہ لینا چاہے تو وہ ہرگز نہیں دیتا تو یہ بات بجز ریا اور نفاق کے اور کیا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ جب دو شخص ملتے ہیں تو ایک کہتا ہے مزاج شریف اور دوسرا کہتا ہے ، آپ کا مزاج لطیف کہ نہ اول انتظار جواب کا کرتا ہے نہ دوسرا اس کے سوال کا جواب دیتا ہے بلکہ اپنا سوال پیش کرتا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کو معلوم ہے کہ یہ امر دوسر۔ کے دکھانے اور تکلف کا ہے بلکہ بعض اوقات دل میں تو کینہ اور بغض ہوتا ہے اور زبان سے خیریت پُوچھی جاتی ہے ۔ خدا بچائے ، اچھے اخلاق لطیف جذبات پاک محبت ، فرزندانہ سعادتمندی اور مردانہ حوصلہ مندی اور اولوالعزمی نیک بندے کی متاع عزیز ہے ۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے احتراز کرو کہ وہ نہ لغزش کو معاف کریں نہ خطا کو بخشیں نہ عیب کو چھپا دیں ، حساب کوڑی کوڑی کا کریں ، تھوڑے بہت پر حسد کریں اپنا انتقام لیں دوسروں کا انصاف نہ کریں ، بھول چوک پر مواخذہ کرنے بیٹھیں عفو کرنے سے اینٹھیں ، بھائیوں کو بہکائیں اور چغلی اور بہتان سے انہیں مفارقت کرائیں

اکثروں کی صحبت میں نقصان اور زیان ہے اور ان سے علیحدہ رہنا زیبا اور شایان ہے اگر خوش ہوتے تو بظاہر خوشامد ہے اور اگر ناخوش ہوتے تو دل میں کینہ اور حسد ہے، نہ کینہ کی حالت میں ان سے چین موجود ہے نہ خوشامد کی صورت میں توقع بہبود ہے بظاہر ذی لباس ہیں اور باطن میں موذی نخاس کہاں کہاں خیال دوڑاتے ہیں، تمہارے پیچھے چشمکوں سے اشارے اُڑاتے ہیں، دوستوں کا یہ وقار ہے کہ حسد کے مارے ان کی موت کا انتظار ہے، جلسوں میں تمہاری خطائیں شمار کریں تاکہ غصہ اور وحشت کی حالت میں ان سب کی تم پر بھرمار کریں اور جس کو خوب آزما لو نہ اس کی دوستی پر اعتماد نہ کرو اور آزمانے کا طور یہ ہے کہ مُدت تک ایک مکان خواہ ایک جگہ میں اس کے ساتھ رہو اور بحالی اور موقوفی اور توانگری اور مفلسی میں اس کو دیکھو یا اس کے ساتھ کوئی سفر کر دیا روپیہ اشرفی کا معاملہ اس سے کر دیا تم کو کوئی سختی پیش آوے اور اس میں اس کے محتاج ہو تو ان باتوں میں اگر اس کو اچھا پاؤ تو اگر وہ عمر میں تم سے بڑا ہے تو بمنزلہ باپ کے جانو اور اگر چھوٹا ہو تو بیٹا تصوّر کرو اور اگر برابر ہو تو بھائی بناؤ۔

ہر حال میں اللہ کا شکر کرو

شکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول دلیل ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں تمہاری نعمتوں میں زیادتی کروں گا۔

حضرت عائشہ رضؓ کا بیان

عطا رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آنحضرتؐ سے جو مشاہدات آپ نے دیکھے وہ مجھ سے بیان فرمائیں، آپ یہ سُن کر رو پڑیں اور فرمایا حضورؐ کا کون سا حال تعجب خیز نہیں۔ فرمایا ایک رات آنحضرتؐ میرے پاس تشریف لائے اور بستر پر میرے ساتھ آرام فرمانے لگے۔ آپؐ کا جسم مبارک میرے جسم سے مس ہُوا۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکر رضؓ کی لڑکی! مجھے عبادت کرنے کی اجازت دے۔ میں نے عرض کیا اگرچہ میں آپ کی معیت کو پسند کرتی ہوں۔ مگر مجھے آپ کی خواہش

منظور ہے اور اجازت دیتی ہوں۔ چنانچہ آپ اُٹھے مشکیزہ سے وضو کیا پھر نماز پڑھنے
لگے اور اس قدر روئے کہ آپ کے مبارک سینہ پر آنسو بہنے لگے، رکوع کیا تو پھر روئے
سجدہ کیا تو بھی روتے رہے، سجدہ سے سر اُٹھایا تو اس وقت بھی رو رہے تھے اسی
حال میں تھے کہ بلال رضؓ تشریف لائے اور نماز کی اطلاع دی۔ میں نے آنحضرتؐ سے
نماز میں رونے کا سبب پوچھا اور کہا کہ آپ کیوں روئے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے
پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار
بندہ نہ بنوں۔ کہ میں کس طرح اس کا شکر بجالاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل
فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے آسمان اور زمین کی پیدائش کے بیچ نشانیاں ہیں ....

شُکر کی حقیقت

اہل تحقیق کے نزدیک شُکر کی حقیقت یہ ہے کہ انعام کرنے والے کو عاجزی اور فروتنی سے قبول کرے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات متحدہ صفات کی تعریف فرمائی کہ میں شکور ہوں

شکُور کے معنی

شکور کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو شُکر ادا کرنے پر نیکی اور بدی کی جزا دیتا ہے۔ شکر کی جزا شُکر ہی ہے۔ جیسا کہ فرمایا "بدی کا بدلہ بدی ہے"۔ شُکر کے معنی یہ ہیں کہ نیکی کے ساتھ یاد کرنے والے کو نیکی کے ساتھ یاد کیا جائے۔

خدا اور بندہ کا شُکر

بندہ کا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اس کے احسان پر بجالائے۔ اور خدا کا شکر یہ ہے کہ وہ اپنے بندے کو اپنے احسان سے یاد کرے۔ بندہ کا احسان یہ ہے کہ اپنے خالق کی عبادت کرے اور خدا کا احسان یہ ہے کہ اپنے بندے کو نعمت عطا کرے اور بندے کا شکر یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا دل اور زبان سے اقرار کرے۔ شکر تین طرح کا ہے۔ زبان سے شکر ادا کرنا، نیازمندی کے ساتھ نعمت کا اعتراف کرنا دوسرا

شکر انسان کے جسم سے تعلق رکھتا ہے۔ وفائے عہد، عبودیت، خدمت گزاری اور دل سے شکر کرنے پر ثابت قدم رہے۔ بساط شہود کی حرمت کو نگاہ میں رکھے — آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ اپنے دوست میں عیب دیکھے تو اسے چھپائے، کانوں کا شکر یہ ہے کہ کوئی عیب سنے تو اسے چھپائے۔ غرض خدائے تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں ان کی ناشکری نہ کرے۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ عام لوگوں کا ایک شکر یہ ہے کہ وہ قول اور گفتار میں سچے ہوں۔ خدا کے اوامر و نواہی بیان کریں۔ عابدوں کا ایک شکر یہ ہے کہ ان کے افعال اطاعت الٰہی کے مطابق ہوں۔ عارف باللہ لوگوں کا ایک شکر یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں ثابت قدم رہیں۔ یعنی ہر حال میں اپنی اطاعت اور نیکی میں ترقی کرتے رہیں۔ جو طاعت اور عبادت وہ بجا لائیں، اسے توفیق اور تائید الٰہی سمجھیں یہ لوگ گوشہ عزلت اختیار کرتے ہیں۔ فنافی اللہ ہوتے ہیں، فروتنی، اپنے قصور اور جہل کا اقرار کرتے ہیں۔ ہر حال میں نیازمند رہتے ہیں۔ یہ ساری باتیں شکر کہلاتی ہیں ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ نعمت کا شکر یہ ہے کہ بندہ احسان کو دیکھے اور اس کی حرکت کو نگاہ میں رکھے۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ نعمت کا شکر یہ ہے کہ آدمی خدا کی نعمت کے بارے میں اپنے آپ کو طفیلی خیال کرے۔ ابوعثمان فرماتے ہیں شکر یہ ہے کہ شکر سے عجز کی معرفت ہو۔ یعنی وہ یہ جانے کہ میں اللہ کے شکر سے عاجز ہوں۔ فرمایا شکر پر شکر کرنا کامل شکر ہے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ تو اپنے شکر کو خدا کی توفیق جانے۔ خدا کی یہ توفیق تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ پس لازم ہے کہ خدا کے شکر پر شکر کرے۔ پھر اس کے شکر پر شکر کرے۔ یہاں تک کہ اس کی کوئی حد نہیں۔ پھر اپنی عاجزی کا اعتراف کرے۔ کہا گیا ہے کہ شکر نعمت اللہ تعالیٰ کی مرحمت پر نیازمندی سے منسوب کرنا شکر ہے۔ جنید فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ اپنے آپ کو عطائے نعمت کا مستحق نہ جانے۔ کہا گیا ہے کہ شاکر وہ ہے جو عطا شدہ نعمت پر شکر کرتا ہے اور شکور وہ ہے جو اپنی گمشدہ نعمت پر شکر ادا کرے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ شاکر وہ ہے جو نعمت ملنے پر شکر ادا کرے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شاکر وہ ہے جو عطا پر شکر ادا کرتا ہے اور شکور وہ ہے جو بلا پر صبر کرتا ہے۔ شاکر وہ ہے کہ جب اسے کچھ ملے تو شکر ادا کرے اور شکور وہ ہے کہ اگر دیر تک کچھ نہ ملے تو اس پر شکر ادا کرے۔ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ آدمی نعمت دینے والے کو دیکھے نعمت کو نہ دیکھے۔ فرمایا شکر یہ ہے کہ جو نعمت میسر ہو اسے زوال پذیر ہونے یا اس کے ضائع ہونے سے بچاتے جو مقصود ہو اسے تلاش کرے۔ عثمان فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کا شکر کھانے پینے اور پہننے میں ہے اور خواص کا شکر نزول الہام یا معرفت دلی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں" حضرت داؤد فرماتے ہیں "اے پروردگار! میں کیوں کر تیرا شکر ادا کروں۔ جب کہ خود شکر ہی تیری نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اس پر خدائے تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے داؤد! البتہ اب تُو نے شکر کیا ہے۔

حضرت ادریسؑ کی دُعا

بزرگوں نے فرمایا ہے۔ اگر تم کسی کے احسان کے عوض میں اس پر احسان نہ کر سکو تو زبان سے اس کا شکر ادا کرو۔ فرمایا جب حضرت ادریسؑ کو اللہ تعالےٰ نے اپنی بخشش کی خوش خبری سُنائی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے درازیٔ عمر کے لئے دُعا مانگی۔ آپ سے اس درخواست کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا میں نے یہ درخواست شکر ادا کرنے کے لئے کی ہے پہلے اس لئے عمل کیا کرتا تھا کہ بخشش اور آمرزش حاصل ہو اور اب تیرا شکر ادا کروں گا پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے نے اپنے بازو پھیلا دیئے اور ان پر آپ کو بٹھا کر آسمان پر لے گئے

ایک واقعہ

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک پیغمبر کا گزر ایک چھوٹے پتھر کے پاس سے ہوا۔ پتھر میں سے بہت سا پانی نکل رہا تھا۔ پیغمبر کو پتھر کی یہ حالت دیکھ کر تعجب ہوا۔ اس اثناء میں اللہ تعالےٰ نے پتھر کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی

پیغمبر نے اس سے پوچھا۔ تیرا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا۔ جس وقت سے میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ کلام سنا ہے کہ "جس آگ کا ایندھن پتھر اور آدمی ہیں" اس وقت سے میں خوف اور ڈر کے مارے رو رہا ہوں۔ پیغمبر نے اس پتھر کے حق میں دُعا فرمائی کہ اے اللہ! اس پتھر کو آگ سے نجات دے۔ تب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی فرمایا کہ میں نے اسے نجات دی۔ ایک دن پھر اس پیغمبر کا گزر پتھر پر سے ہوا تو دیکھا کہ پتھر میں سے پہلے سے زیادہ پانی جاری ہے۔ آپ کو تعجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پتھر کو بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ تب پتھر نے عرض کیا کہ پہلے میں خوف اور غم سے ایسا تھا مگر اب خوشی اور شکر کے باعث رو رہا ہوں۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ جو آدمی شاکر ہوتا ہے۔ اس کی نعمتیں ہمیشہ زیادہ ہوتی اور ترقی کرتی رہتی ہیں، کیونکہ وہ نعمتوں کو دیکھتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں دوں گا۔ صابر شخص اللہ کی پناہ میں رہتا ہے اس لئے خدا اسے بلا سے بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "جو لوگ صبر کرنے والے ہیں خُدا ان کے ساتھ ہے" اور فرمایا کہ حمد تو ہر سانس پر ہوتا ہے اور شکر اس کی نعمتوں پر ہوتا ہے

حمد کرنے والے

ایک صحیح روایت میں آیا ہے کہ حمد کرنے والے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے کے لئے بلائے جائیں گے جو چیز اُن لوگوں سے دُور ہو گئی اس پر اُنہوں نے صبر کیا۔ اور جو انہیں عطا ہوئی۔ اُس پر اُنہوں نے شکر کیا۔

سبق آموز واقعہ

ایک بزرگ ذکر کرتے ہیں کہ میں نے ایک بہت سن رسیدہ آدمی کو سفر میں دیکھا تو اس سے حال پوچھا اُس نے جواب دیا۔ جوانی کے شروع میں چچا کی لڑکی سے محبت ہو گئی۔ وہ بہت پیار اور محبت سے پیش آتی تھی۔ خدا کی مرضی سے اس کے ساتھ میرا نکاح ہو گیا۔ ہم بستر ہونے کی پہلی رات ہم نے ایک دوسرے سے کہا خُدا نے ہمیں وصل کی یہ دولت عطا کی ہے۔ اس کے شکرانہ

یں نماز پڑھیں۔ چنانچہ ہم تمام رات نماز ہی پڑھتے رہے۔ دوسری رات بھی ہم نے شکرانہ کی نماز پڑھنے میں گزار دی۔ آئندہ رات کو بھی ایسا ہی ہوا۔ یہاں تک کہ اسی طرح ستر سال گزر گئے۔ بلکہ اسی سال گزر گئے اور ہم ہر رات اسی طرح شکرانہ میں ہی گزارتے رہے۔ اس کی عورت بھی ساتھ تھی۔ پوچھنے والے نے عورت سے پوچھا کہ اے بی بی! کیا یہ بات سچ ہے، اس نے جواب دیا ہاں بالکل سچ ہے۔

صبر ملائمت حلم کا ہم پلہ ہے

صبر، علم مومن کا دوست جانی ہے اور حلم اس کا وزیر اور عقل راہ نما اور عمل سربراہ کار اور رفق اس کا والد اور نرمی بھائی اور صبر سپہ سالار ہے۔ عارفین کا قول ہے کہ صبر کے لئے ثنا کا دروازہ کھلا ہے اور ثنا کے لئے عطا کا دروازہ کھلا ہے اور عطا کے لئے جزا کا دروازہ کھلا ہے اور جزا کے لئے بقا کا دروازہ کھلا ہے اور بقا کے لئے لقا کا دروازہ کھلا ہے۔ اس دن کتنے ہی چہرے تر و تازہ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اور جس کو دیدار نصیب ہو گیا اُس کو خدا کی رضا حاصل ہو گی۔

ارشادِ الٰہی

صبر کے باب میں خدا تعالیٰ کا کلام کافی دلیل ہے۔ فرمایا "اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر کراؤ اور ڈرو، شاید اس سے تمہیں رُستگاری نصیب ہو جائے" اور فرمایا "صبر کرو تم، نہیں ہے صبر مگر ساتھ مدد اللہ تعالیٰ کے"۔

چند احادیث

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ صدمہ پہنچنے پر صبر کرنا بہتر ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا سارا مال تلف ہو گیا ہے اور میرے جسم کو بیماری نے لاغر کر دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اگر کسی بندہ کا مال ضائع نہ ہو اسے کوئی بیماری یا رنج نہ پہنچے تو اس میں کوئی نیکی اور خوبی نہیں۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ جب کسی بندے کو دوست بناتا ہے تو اسے مصیبت میں ڈال دیتا ہے پھر اسے صبر عطا کرتا ہے

روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جب کسی بندے کو اللہ کے ہاں سے کوئی درجہ ملنا ہوتا ہے تو وہ شخص اس درجے کو اپنے خاص عمل سے حاصل نہیں کرتا بلکہ اس پر بیماری کی بلا نازل ہوتی ہے۔ تب وہ اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ روایت ہے کہ جب آیت "جو بدی کرتا ہے تو اس کے موافق اسے جزا دی جاتی ہے" نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رض نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلعم جب یہ آیت نازل ہوئی ہے تو اس کے بعد خلاصی کیونکر ہوگی؟ آپ صلعم نے فرمایا اے ابوبکر رض! خدا تمہیں بخشے۔ کیا تم بیمار نہیں ہوا کرتے۔ اور جب بیماری میں مبتلا ہوتے ہو تو کیا صبر نہیں کرتے تمہیں غم و الم لاحق نہیں ہوتا؟ یہ تمام اعمال بد کی پاداش میں ہیں یعنی سارے گناہوں کا کفارہ ہے

تین طرح کا صبر

صبر تین طرح پر ہے ایک تو خدا کے لئے ہے اور وہ اس طرح کہ انسان خدا کے احکام بجا لائے، جن کاموں سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہے۔ دوسرا صبر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے یعنی آدمی خدا کی تقدیر پر صابر و شاکر رہے۔ تیسرا صبر خدا کے اُوپر ہوتا ہے۔ یعنی خدا نے روزی دینے، روزی کو کشادہ کرنے، مددگار ہونے، اور آخرت کا ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے، اس پر صبر کے ساتھ انتظار کرے۔

صبر کی دو قسمیں

بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ صبر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ بندہ اپنے کام میں صبر کرے۔ دوسرے یہ کہ جو کام بندہ کا نہیں اس پر صبر کرے۔ کام پر صبر کرنا دو طرح کا ہے۔ ایک یہ کہ اس کام کے بارے میں خدا کے جو احکام ہیں، ان میں صبر کرے۔ دوسرے یہ کہ خدا کے جو موانع ہیں ان میں صبر کرے۔ جو بندہ کا کام نہیں۔ اس میں صبر یہ ہے کہ بندہ پر جو رنج و مصیبت آتی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہے۔ انسان اس میں صبر کرے۔ جیسے جسمانی مشقت، روحانی رنج اور بیماری وغیرہ۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ صبر کرنے والے تین طرح کے لوگ ہیں ایک وہ

ہیں جو وقت پر صبر کرتے ہیں۔ دُوسرے وہ ہیں جو وقت کے بغیر صبر کرتے ہیں تیسرے وہ ہیں جو سراپا صبر ہی صبر ہیں۔

شبلیؒ کا ارشاد

شبلیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ صابروں کے لئے سب سے سخت صبر کون سا ہے؟ فرمایا خدا کے بیچ صبر کرنا۔ اس شخص نے کہا ایسا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کے واسطے صبر کرنا۔ اس نے کہا یہ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا خدا کے ساتھ صبر کرنا۔ اس نے کہا یہ بھی نہیں۔ تب شبلیؒ نے پُوچھا کہ تم ہی بتاؤ۔ اس نے کہا سب سے زیادہ صبر خدا سے صبر کرنا ہے۔ شبلیؒ نے یہ سُن کر زبردست نعرہ لگایا۔ قریب تھا کہ آپ کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔

جنیدؒ کا ارشاد

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان کے لئے دُنیا سے آخرت کا سفر کرنا بہت آسان ہے۔ مگر خدا کے مقابلہ میں مخلوق سے جُدائی اختیار کرنا بہت مشکل ہے۔ اس سے بھی زیادہ سخت یہ ہے کہ خود بخود خدا کی طرف رغبت کرے۔ خدا کے ساتھ صبر کرنا بھی سخت مشکل ہے۔ جب جنیدؒ سے صبر کے بارے میں پُوچھا گیا تو فرمایا کہ بغیر نفرت کے بھوڑا بھوڑا کڑوا گھونٹ پی جانا صبر ہے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ صبر ایمان کے جسم کا سر ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ قول آنحضرتؐ کا ہے

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ صبر کے معنی ہیں، مخالفت سے دُور رہنا، غم و غصہ کو آرام کے ساتھ برداشت کرنا اور میدان معیشت میں فقر و تنگی میں تونگری کا اظہار کرنا، کہا گیا ہے کہ صبر یہ ہے کہ انسان بلا کو اچھی طرح ادب کے ساتھ جھیلے اور فرمایا صبر ایک تونگری ہے جو بلا کی حالت میں شکوہ شکایت نہ کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ فرمایا صبر یہ ہے کہ انسان بلا وارد ہوتے وقت نیکی اور حسن صحبت کے ساتھ اسی طرح ثابت قدم رہے جس طرح تندرستی کی حالت میں ہوتا ہے۔ فرمایا بندگی اور طاعت کا سب سے نیک اور

اچھا اجر صبر ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی اجر نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے "جن لوگوں نے صبر کیا ہم ضرور انہیں زیادہ نیک چیزوں کے ساتھ اجر دیں گے جیسا کہ وہ کرتے تھے" فرمایا "صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب پورا دیا جاتا ہے"۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ صبر یہ ہے کہ انسان خدا کی راہ میں ثابت قدم رہے۔ اگر آزار اور بلا اس پر نازل ہو تو کشادہ پیشانی اور فراخ دلی سے اسے قبول کرے۔ فرمایا احکامِ الٰہی پر ثابت قدم رہنا اور سنت نبویؐ کو مضبوطی سے قائم رکھنا صبر ہے۔ یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ عاشقوں کا صبر زاہدوں سے زیادہ سخت ہے۔ تعجب ہے کہ وہ کس طرح صبر کرتے ہیں کہا گیا ہے کہ شکوہ شکایت نہ کرنا صبر کہلاتا ہے اور صبر کے معنی یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ اپنے پاک پروردگار سے مدد طلب کی جائے اس کی طرف پناہ لی جائے۔ اور کہا گیا ہے کہ صبر کی مشابہت خدائے تعالیٰ کے نام سے ہے۔ نعمت اور محنت کی حالت میں یکساں طور پر آرام خاطر سے صبر کرنا صبر کہلاتا ہے۔ بلا اور سختی کو آرام اور آسائش خیال کرنا صبر ہے۔ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے لڑکے نے وفات پائی آپ کو نہایت قلق ہوا آپ کے پاس دو فرشتے آئے اور سامنے دو زانو بیٹھ گئے جیسے دو مدعی مدعا علیہ ہوں۔ ایک نے ان میں سے عرض کیا کہ میں نے کھیت لویا تھا جب وہ تیار ہوا تو اس شخص نے اس کو پامال کر دیا۔ آپ نے دوسرے سے فرمایا کہ تو کیا جواب دیتا ہے اس نے عرض کیا کہ میں راستہ چلا جاتا تھا ایک کھیت پر گزر ہوا دہنے بائیں سب طرف دیکھ کر معلوم کیا تو راہ کھیت ہی میں تھی وہاں ہی گزرا۔ آپ نے مدعی سے فرمایا کہ تو نے راستے میں بیج کیوں ڈالا تھا، تجھے معلوم نہیں کہ لوگوں کے لئے راستہ ضروری ہے اس نے عرض کیا کہ پھر آپ لڑکے پر غم کیوں کرتے ہیں آپ کو معلوم نہیں کہ موت آخرت کی سڑک ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے توبہ کی اور پھر کبھی لڑکے پر رنج نہ کیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک اپنے بیمار لڑکے کے پاس گئے اور فرمایا کہ جان پدر اگر تو میری ترازو

میں ہو تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ میں تیری ترازو میں ہوں۔ اس نے عرض کیا کہ آپ کی مرضی کے موافق اگر ہو تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میری مرضی کے موافق ہو خلاصہ حضرت عمرؒ کے قول کا یہ ہے کہ اگر تو وفات پائے اور میں صبر کروں تو اس سے اچھا سمجھتا ہوں کہ میں وفات پاؤں اور تو صبر کرے یعنی جزائے صبر میرے نامۂ اعمال میں رہے اور حاصل کے جواب کا ظاہر ہے کہ جو بات والد کو محبوب دیکھی اس کو محبوب جانا اور حضرت عباس رضؓ سے روایت ہے کہ کسی نے ان کو بچےؓ کی وفات کی خبر سنائی آپ نے "انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے ایک عیب کو چھپایا اور مشقت کو ٹالا اور ثواب پہنچایا، پھر اتر کر دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ کا حکم ہم کو تھا وہ ہم کر چکے، یعنی خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ تو ہم نے دونوں باتیں ادا کیں اور حضرت ابن مبارکؒ کا ایک لڑکا گذر گیا تھا ایک مجوسی نے بطور تعزیت یہ جملہ اُن کی خدمت میں عرض کیا کہ عاقل کو چاہیئے کہ آج وہ کام کرے جو جاہل چند روز کے بعد کرتا ہے۔ مراد اس سے صبر ہے آپ نے فرمایا کہ یہ جملہ اس کا لکھ لو اور بعض علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے پر مصیبت ڈالے جاتا ہے حتیٰ کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور ایک گناہ بھی اس کے ذمہ نہیں رہتا اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ جیسے آدمی اپنے گھر والوں کے لئے خیر کا کفیل ہوتا ہے۔ اللہ عز وجل اپنے بندۂ مومن کے واسطے بلا کا عہد کر لیتا ہے اور حاتم اصم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ خلق کے چار طرح کے لوگوں پر قیامت کے دن چار چیزیں حجت فرما دے گا تو انگروں پر حضرت سلیمان علیہ السلام سے اور فقیروں پر عیسیٰ علیہ السلام سے اور غلاموں پر یوسف علیہ السلام سے اور مریضوں پر ایوب علیہ السلام سے کہ ہم لوگ ایسے کیوں نہ ہوئے اور روایت ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب کفار بنی اسرائیل سے بھاگ کر درخت کے اندر چھپ گئے اور شیطان مردود

نے ان کا حال ان سے کہہ دیا تو ایک آرا لائے اور درخت کو چیرنا شروع کیا۔ جب آپ کے سر مبارک پر آرہ پہنچا تو آپ نے ایک آہ سرد دل پر سے نکالی۔ وحی الٰہی ہوئی کہ اے زکریا اگر دوبارہ آواز نکلی تو دفتر نبوت سے نام مٹا دوں گا۔ حضرت زکریاؑ نے دانتوں تلے زبان دے لی اور صبر کیا یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو گئے۔

گر کشی در جرم بخشی رو تے سر بر آستانم　　بندہ را فرماں نباشد ہر چہ فرمائی برآنم

اور ابن مسعود بلخی فرماتے ہیں کہ جس کو کوئی مصیبت آوے اور وہ اس میں کپڑے پھاڑے یا چھاتی کوٹے تو ایسا ہے کہ نیزہ لے کر خدائے تعالیٰ سے لڑنے کو تیار ہوا اور حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو ارشاد فرمایا کہ سونے کا آگ سے امتحان کیا جاتا ہے اور ایماندار بندے کا امتحان مصیبت سے ہوتا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو محبوب جانتا ہے تو ان کو مبتلائے مصیبت کر کے امتحان لیتا ہے۔ اس صورت میں جو شخص اس سے راضی رہتا ہے وہ بھی اس سے راضی ہے اور جو ناراض ہے اس سے وہ بھی ناراض ہے۔ اور احنف بن قیس رح کہتے ہیں کہ ایک روز میری ڈاڑھ میں بہت درد تھا۔ میں نے اپنے چچا سے کہا کہ ڈاڑھ کے درد کے مارے مجھے رات بھر نیند نہیں آئی اسی طرح تین بار میں نے کہا انہوں نے فرمایا کہ تُو ایک رات میں ڈاڑھ کی اتنی شکایت کرتا ہے میری آنکھ تیس برس کی جاتی رہی ہے مگر کسی کو معلوم بھی نہیں ہُوا۔ اور حضرت عزیر علیہ السلام پر وحی نازل ہُوئی کہ جب تجھ پر بلا نازل ہو تو میری شکایت میری مخلوق سے مت کر جو کہنا ہو مجھی سے کہہ جیسے میں تیری شکایت اپنے فرشتوں سے نہیں کرتا جس وقت کہ تیرے عیوب و خطائیں میرے پاس آتی ہیں سچ ہے۔

پس پردہ بیند عملہائے بد　　ہم او پردہ پوشید بالائے خود

رضا

کچھ ایسے بھی ہیں جن کو فقر میں تونگری، بیماریوں میں نعمتیں
وحشت میں انس دوری میں قرب، رنج میں راحت حاصل

ہوتی ہے۔ اے صبر کرنے والو، رضامند رہنے والو، اپنے نفس اور خواہشوں کی جانب سے فنا ہو جانے والو تمہیں مبارکباد۔ رضا کی دو قسمیں ہیں اوّل حق کے ساتھ تدبیر میں رضا اختیار کرنا۔ دوم حق سے حق کی تقدیر میں رضا اختیار کرنا۔ مشکوفات غیبی ہی کا نام ایمان ہے، عبادت نام ہے دائمی غم و خوشی کو ترک کر دینے کا، وصل نام ہے محبوب سے اس اتصال کا جس کے بعد کچھ یاد نہ رہے۔ نفس و دنیا اور ابلیس سے کنارہ کشی کا نام تقویٰ ہے۔ عبادت الٰہی سے نفس کو شکست دینے کا نام ریاضت ہے۔ قابو یافتہ شے سے اعراض اور غیر قابو یافتہ شے کو طلب نہ کرنے کا نام قناعت ہے۔ زہد نام ہے زر و مال کو نظر انداز کر دینے کا۔ امید وصل میں مسرت کا نام رجا ہے اپنے تمام امور کو سپرد خدا کر کے مصائب پر صبر کرنے کا نام رضا ہے۔ ابراہیمؑ نے طریق سے پہلے رفیق گھر سے پہلے ہمسایہ۔ وحشت سے پہلے انیس، مرض سے پہلے پرہیز بلا سے پہلے صبر، قضا سے پہلے رضا حاصل کر لی تھی۔ اپنے باپ ابراہیمؑ سے تعلیم لو اور اقوال و افعال میں اُن کی اقتدا کرو۔ حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہوں گے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالاخانے ہوں گے، ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوتے ہوں گے، وہ ایسے چمکتے ہوں گے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے ان بالاخانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں۔ اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے آپس میں ملتے جلتے ہیں۔

رضائے الٰہی

رضا کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اللہ راضی ہے مسلمانوں سے اور وہ راضی ہیں اس سے" پھر فرمایا "میں مسلمانوں کو بشارت دیتا ہوں ساتھ اپنی رحمت اور رضامندی کے

ایک روایت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص خدائے تعالیٰ کے پروردگار ہونے پر راضی ہوا۔ اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔

دُوسری روایت

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا۔ کہ خیریت اسی میں ہے کہ تم ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہو۔ اگر خُدا کی رضا پر راضی رہنے کی طاقت ہو تو بہتر ورنہ اس حال میں صبر کرو اللہ تعالےٰ کے کلام "جب ان میں سے کسی کو خبر دی جاتی ہے کہ تمہارے گھر میں لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ تو غم کے مارے ان کا مُنہ سیاہ ہو جاتا ہے ......" کی تفسیر میں ابوقتادہ فرماتے ہیں۔ یہ عرب کے مشرکین کا حال تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کے بُرے کاموں کے متعلق انہیں خبر دی۔ پس مسلمان کو چاہیئے کہ خدا نے اس کے حق میں جو پسند فرمایا ہے اس پر راضی رہے۔ انسان کے نفس کی خواہش سے خدائے تعالیٰ کی تجویز اس کے حق میں ہر صورت سے بہتر ہوتی ہے۔ پس اے ابن آدم! جس امر کو تو مکروہ جانتا ہے۔ وہ تیرے لئے بہتر ہی ہوتا ہے۔ اس لئے تجھے واجب ہے کہ خدا سے ڈرے۔ اس کے حکم پر راضی اور خوش رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قریب ہے کہ جس چیز کو تم اپنے حق میں مکروہ جانتے ہو وہ تمہارے لئے نیک ہو۔ اور جسے تم اپنے حق میں نیک سمجھتے ہو وہ تمہارے لئے بُری ہو۔ خدا ہی اس امر کو جانتا ہے تم نہیں جانتے" یعنی تمہارے دین و دُنیا کی نیکی کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ لوگوں کی نیکیوں کے دفتر برابر لپیٹ کر رکھے جا رہے ہیں۔ اور حکم دیا گیا ہے کہ عبادت کریں، احکام بجا لائیں، بُرے کاموں سے باز رہیں، تقدیرِ الٰہی پر شاکر رہیں۔ آدمی کے کام کے انجام کا جو فائدہ یا ضرر ہے اسے مجمل طور پر بیان کر دیا گیا ہے اس لئے بندہ کو چاہیئے کہ ہمیشہ خدا کی فرماں برداری اور اطاعت اختیار کرے جو کچھ اس کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے اس پر خوش رہے خدا کو کوئی الزام نہ دے اور اس بات پر یقین رکھے کہ آدمی کو جو رنج اور مصیبت پہنچتی ہے۔ یہ اس کے مقدر میں ہوتی ہے اس کا باعث خواہشات نفسانی، خدا کی نافرمانی یا اس کی ناخوشی ہوتی ہے جو شخص قضا پر راضی ہوتا ہے۔ اسے ہمیشہ راحت نصیب

ہوتی ہے جو ناراض ہوتا ہے، اس کی بدبختی اور رنج بڑھ جاتا ہے دُنیا میں جو کچھ اُس کی تقدیر میں لکھا ہوتا ہے وہ اسے ضرور ملتا ہے۔ جب کوئی شخص ہوا و ہوس نفسانی کی پیروی کرتا ہے اور اس کا فرماں بردار ہوتا ہے تو وہ قضائے الہٰی سے ناراض ہو جاتا ہے نفسانی خواہش آدمی کو احکامِ الہٰی کے خلاف ترغیب دیتی ہے۔ اگر اس کے موافق کرے تو اس کا رنج اور تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ راحت اور آرام اس میں ہے کہ آدمی اپنے نفس کی ہوا ہوس کے خلاف کرے۔ کیونکہ ایسا کرنے والا خدا کی قضا اور رضا سے موافقت رکھتا ہے۔ یہ دونوں باتیں ضرور پیش آتی ہیں۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جو شخص ہوا و ہوس کی پیروی کرے گا۔ اسے ضرور رنج والم کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ایسا کرنا خدا سے لڑنے کے مترادف ہے۔ جب ہوائے نفس کا غلبہ ہو تو یہ لڑائی ضرور ہوتی ہے اگر غلبہ نہ ہو تو نہیں ہوتی۔

رضا کے مختلف معنی

اہلِ علم اور اہلِ طریقت نے رضا کے معنوں میں اختلاف کیا ہے۔ یعنی کیا رضا حالات میں سے ہے اور اس میں کسب کو کچھ دخل نہیں یا مقامات سے ہے اور اس میں کسب کو دخل ہے، اہل عراق میں سے ایک کا کہنا ہے کہ رضا احوال میں سے ایک حال ہے جس میں آدمی کے کسب کا کچھ دخل نہیں بلکہ وہ نازل ہوتی ہے اور تمام احوال کی طرح دل میں حلول کرتی، احوال حلول کرنے کے بعد زائل ہو جاتے ہیں پھر دُوسرے وارد ہوتے ہیں۔

خراسانیوں کا قول

خراسانیوں کا قول ہے کہ رضا مقامات میں سے ایک مقام اور توکل کا انجام ہے۔ جب توکل انتہا کی حد کو پہنچ جائے تو بندہ کسب کی طرف توجہ کرتا ہے۔ ان دونوں اقوال کی مطابقت کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ رضا کی ابتدا بندے کا کسب ہے۔ یعنی آدمی کسب سے رضا کو حاصل کرتا ہے اور یہ مقامات میں سے ہے۔ اس کی نہایت احوال میں سے ایک

حال ہے۔ جو کسب سے حاصل نہیں ہوتا۔ جو شخص رضا پر راضی ہوتا ہے وہ تقدیر الٰہی پر اعتراض نہیں کرتا۔ ابو علی وقاق فرماتے ہیں، رضا یہ نہیں کہ آدمی خود بلا اور مصیبت کو تلاش کرے۔ بلکہ رضا یہ ہے کہ آدمی خدا کے حکم اور اس کی رضا میں کوئی اعتراض نہ کرے۔ شیخوں نے فرمایا ہے کہ قضا پر راضی ہونا درگاہ الٰہی کا ایک بڑا کشادہ دروازہ ہے اور وہ دُنیا کی بہشت ہے جو شخص رضا سے آراستہ ہو۔ اللہ اس کے ساتھ خوبی اور خوشی سے پیش آتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسے بزرگی کا بڑا درجہ عطا کرتا ہے۔

اُستاد اور شاگرد کا واقعہ

ایک شاگرد نے اپنے اُستاد سے پُوچھا۔ کیا آدمی کو یہ بات معلُوم ہو سکتی ہے کہ اُس کا خدا اس سے راضی ہے۔ اُستاد نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا کی رضامندی پوشیدہ ہے ظاہر نہیں۔ شاگرد نے کہا۔ نہیں۔ بندہ کو یہ بات معلوم ہو سکتی ہے۔ استاد نے پوچھا کیونکر؟ شاگرد نے جواب دیا، جب بندہ اپنے دل میں متوجہ ہو اور اُسے خدا سے راضی پاتے۔ تو جان لے کہ خدا بھی اس سے راضی ہے۔ اُستاد نے کہا تم نے بہت اچھا کہا۔ اے لڑکے جب تک خدا بندہ سے راضی نہ ہو اس وقت تک بندہ کبھی راضی نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے "خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے"۔

حضرت مُوسیٰؑ کا واقعہ

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے وہ عمل بتائیں کہ اس کے کرنے سے تُو مجھ سے راضی ہو جاتے۔ ارشاد ہوا۔ اے موسیٰؑ! تم اسے کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حضرت مُوسیٰؑ یہ سُن کر رو پڑے اور سجدے میں گر گئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔ کہ اے عمران کے بیٹے! میری خوشی اسی میں ہے کہ تُو میرے حکم پر خوش رہے۔ فرمایا اگر کوئی یہ چاہے کہ مجھے تسلیم و رضا کا مقام مل جائے تو وہ خدا کی رضا کو خوشی سے قبول کرے۔

رضا کی دو قسمیں

بزرگ فرماتے ہیں کہ رضا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو خدا کے ساتھ رضا کا ہونا۔ دُوسرے خدا سے رضا۔ خدا کے ساتھ جو رضا ہے وہ تدبیر کے وقت ہوتی ہے اور خدا سے رضا اس طرح ہے کہ حق کو باطل سے الگ کر نیکا حکم دے۔

مختلف ارشادات

بعض کہتے ہیں رضا یہ ہے کہ کسی کے دائیں طرف دوزخ رکھی جائے تو یہ نہ کہے کہ دوزخ کا اس رُخ پر ہونا اچھا نہیں۔ اگر بائیں طرف ہوتی تو اچھا تھا۔ فرمایا رضا یہ ہے کہ انسان اپنے دل سے کراہت نکال دے۔ یہاں تک کہ اس میں صرف خوشی اور سرور باقی رہے۔

رابعہ عدویہؒ کا ارشاد

رابعہ عدویہؒ سے پوچھا گیا کہ آدمی کب قضا پر راضی ہوتا ہے۔ فرمایا اس وقت جب وہ مصیبت میں بھی اسی طرح خوش رہے جیسے نعمت کے ملنے پر خوش ہوتا ہے۔

حضرت جنیدؒ کا ارشاد

کہتے ہیں۔ ایک دفعہ شبلیؒ نے حضرت جنیدؒ کے سامنے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا۔ جنیدؒ نے یہ سُن کر فرمایا آپ کا سینہ تنگ ہے۔ اس لئے یہ قول آپ سے صادر ہُوا۔ اور سینہ کی یہ تنگی اس لئے ہے کہ قضا پر رضا کو ترک کر دیا ہے۔

ابو سلیمانؒ کا ارشاد

ابو سلیمانؒ فرماتے ہیں رضا یہ ہے کہ خدا سے بہشت نہ مانگا جائے اگر آگ سے جلنے کا خطرہ بھی ہو تو اس سے امن کی درخواست نہ کی جائے

ذوالنونؒ مصری کا ارشاد

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ رضا کا ہونا تین علامتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اول یہ کہ خدا کی قضا میں اپنا اختیار ثابت نہ کرے۔ دوم یہ کہ قضا کے بعد اس کی تلخی کو معلوم نہ کرے۔ سوم یہ کہ بلا کی حالت میں محبت کا جوش قائم رہے۔ فرمایا قضا یہ ہے کہ قضا کی سختی سے دل کو خوشنودی حاصل ہو۔ ابو عثمان سے آنحضرت صلعم کے قول "قضا کے بعد میں تجھ سے تیری

رضامندی چاہتا ہوں"، کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا قضا سے پہلے رضا ہے کہ اس پر قصد کرے۔ قضا کے بعد رضا یہ ہے کہ خدا کی رضا پر راضی ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ حسین رضؓ ابن علی رضؓ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ابوذر رضؓ فرماتے ہیں۔ میں امیری کی نسبت فقیری کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ تندرستی کی نسبت بیماری کو مرغوب رکھتا ہوں، زندگی کی نسبت موت کو اچھا جانتا ہوں۔ حضرت امام حسین رضؓ نے فرمایا۔ خدائے تعالیٰ ابوذر رضؓ پر رحمت کرے۔ مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کے حسن اختیار پر اعتماد کرتا ہے اور جس شے کو خدا نے اس کے لئے مقدر کر دیا ہے، اس کی خواہش کرتا ہے، اس کے سوا دوسری چیز کو نہیں چاہتا، وہ سب سے نیک آدمی ہے۔ فضیل بن عیاض رحؒ نے بشر حافی رحؒ سے فرمایا کہ دُنیا میں رضا زہد سے افضل ہے کیونکہ جو رضا پر راضی ہوتا ہے وہ یہ نہیں چاہتا کہ میں اپنے مرتبہ سے اُوپر جاؤں۔ فضیل کا یہ قول بالکل درست ہے کیونکہ اس میں ہر حال پر رضا ہوتی ہے۔ رضا ہی میں خیر ہے۔ خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عؑ سے فرمایا۔ میں نے تمہیں اپنی ہم کلامی اور پیغمبر بنانے کے لئے سارے لوگوں سے برگزیدہ کر دیا اس لئے جو چیز تمہیں دیتا ہوں وہ لے لو اور اپنی اس خلعت فاخرہ پر خوش ہو جاؤ اور شکر کرو۔"

آنحضرت صؐ کا ارشاد

اسی طرح آنحضرت صؐ نے فرمایا کہ دُنیا کی زندگی کے لئے جو بیبیاں تمہیں دی گئی ہیں، ان کے سوا اوروں پر آنکھ نہ رکھو اور نہ للچاؤ۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ادب سکھایا، اپنے حال کی نگہداشت کا حکم دیا اور راضی بہ قضا رہنے کا حکم دیا۔ فرمایا "جو تیرے لئے تیرے رب کا رزق ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے" اور وہ یہ ہے۔ نبوت، صبر، قناعت، علم دین کی ولایت، پیشوائی اور جو چیزیں دی گئی ہیں وہی بہتر اور لائق ہیں۔ پس ساری نیکیاں حال کی نگہداشت اور رضا میں موجود ہیں، جو دوسری چیزیں ہیں وہ حال کے خلاف ہیں۔ ان کی طرف دھیان نہ دیا جائے کیونکہ اپنے طور پر چیزوں کی طرف توجہ کرنے

میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ یا تو وہ چیز نصیب میں ہو گی یا نہ ہو گی۔ کسی اور کی قسمت میں ہو گی یا وہ کسی کے نصیب میں نہ ہو گی۔ خدا نے اس چیز کو صرف آزمائش کے لئے ہی پیدا کیا ہو گا۔ پس جو چیز نصیب میں ہے وہ ضرور ملے گی چاہے اسے تلاش کیا جائے چاہے نہ کیا جائے۔ پس اس کی تلاش میں حرص اور لالچ نہ کیا جائے۔ عقل کے نزدیک بھی حرص اور لالچ ناپسندیدہ ہیں اگر وہ چیز کسی اور کی قسمت میں ہے تو اس کی تلاش کرنا ناحق رنج اور تردد کا باعث ہو گا۔ کیونکہ اس تک رسائی کسی طرح نہ ہو سکے گی۔ نہ ہی وہ چیز خود تمہارے پاس آسکے گی۔ اگر دوسری بات ہے، یعنی وہ چیز کسی کے بھی نصیب میں نہیں صرف آزمائش ہی آزمائش ہے تو عقلمند آدمی کو اسکی طرف کبھی دھیان نہ دینا چاہئے

مختلف مقولے

ایک قوم کے لوگوں کا مقولہ ہے کہ قضا پر رضا یہ ہے کہ اگر کسی ایک چیز سے تمہاری دوستی ہو اور کسی دوسری چیز کو مکروہ جانتے ہو تو دونوں تمہارے نزدیک یکساں ہوں۔ بعض کہتے ہیں۔ رضا یہ ہے کہ قضا کی تلخی پر صبر کیا جائے۔ بعض کا کہنا ہے کہ رضا یہ ہے کہ خدا کے کاموں میں چون وچرا نہ کی جائے۔ احکام الٰہی کے آگے گردن جھکا دی جائے۔ بعض کہتے ہیں رضا یہ ہے کہ تدبیر میں نیک وبد کی تمیز نہ کی جائے۔ بعض بزرگ اپنے اختیار کو ترک کر دینے کا نام رضا بتاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جو لوگ اپنے دل سے اختیار کی جڑ کو بالکل ہی کاٹ کر پھینک دیتے ہیں وہی اہلِ رضا ہیں۔ اس قسم کے لوگ نفس کی خواہشات کو دل میں نہیں آنے دیتے۔ نہ ہی خدا سے کسی شے کی درخواست کرتے ہیں، نزول حکم سے قبل خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتے۔ جب خدا کا کوئی ایسا حکم وارد ہوتا ہے جس کے بارے میں نہ انہیں کوئی خیال ہوتا ہے اور نہ اُس کا انہیں انتظار ہوتا ہے تو بڑے ذوق وشوق سے اُس کا استقبال کرتے ہیں، اسے خوشی خوشی قبول کرتے اور بجا لاتے ہیں۔ ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر

ان پر آزمائش کے طور پر کوئی حکم وارد ہو تو اسے بہت بڑی نعمت جانتے ہیں عطائے عظمیٰ خیال کرتے ہیں اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ سرور کے بعد اپنی نعمتوں میں یہ بات دیکھیں کہ ان میں مشغول رہنا ان کے لئے نقصان دہ ہے کیونکہ اس شغل میں منعم حقیقی کی طرف سے ان کا دل ہٹ کر دوسری جانب ہو جاتا ہے جب ایسا ہو تو سمجھو کہ بلا وارد ہوتی۔ ان کے دل اصل مقام سے ہٹ گئے۔ اور وہ پستی میں گر گئے۔ حالانکہ دلوں کا مقام بہت بلند ہے۔ وہاں بلا کا کیا کام؟ وہاں بلا کا گذر نہیں ہو سکتا۔ خدا کے خزانے میں کوئی کمی نہیں۔ اس کی بخشش بے شمار ہے۔ وہ چاہے تو پل بھر میں گدا کو تخت پر بٹھا دے۔ اس کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ نہ ہی اس میں کوئی تعجب ہے۔ قضا پر رضا کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ خدا کے سوا سب طرف سے اپنا رشتہ توڑ لے۔ جو شخص خدا کے سوا کسی اور سے طمع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مذمت کرتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں۔ میں نے توراۃ میں پڑھا ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو اپنے جیسی مخلوق سے کسی شے کی اُمید کرتا ہے وہ ملعون ہے۔

چند احادیث

حدیث میں آیا ہے کہ خدا فرماتا ہے، مجھے اپنے جلال کی قسم اپنی بزرگی اور عزت کی قسم، جو شخص میرے سوا کسی اور سے کوئی امید رکھے۔ میں اس کی امید منقطع کر دیتا ہوں اور جن لوگوں سے وہ امید رکھتا ہے انہیں ذلیل کر دیتا ہوں۔ اپنی قربت سے انہیں دُور کر دیتا ہوں۔ انہیں اپنے وصل سے محروم رکھتا ہوں کیا تم میرے سوا کسی دوسرے سے یہ اُمید رکھتے ہو کہ وہ سختی میں تمہاری فریاد رسی کرے، سب سختیاں میرے ہاتھ میں ہیں۔ میں ہی زندہ ہوں اور میں ہی سب کی اُمیدیں پوری کرنے والا ہوں۔ تم میرے سوا غیر سے امید رکھتے ہو اور اپنے خیال کے مطابق حاجت براری کے لئے غیروں کے دروازے کھٹکھٹاتے ہو حالانکہ

اُن کے دروازوں پر قفل لگے ہیں اور ان کی چابیاں میرے پاس ہیں۔ ایک دُوسری حدیث میں آیا ہے کہ خدا فرماتا ہے کوئی بندہ خلقت کو چھوڑ کر میرا دامن پکڑے تو میں اس کے دل کی نیت جانتا ہوں۔ اگر تمام آسمان اور زمین اور ان میں جس قدر مخلوق ہے، سب مل کر اسے رنج پہنچانا چاہیں تو بھی میں اس کی ان سے خلاصی کرا سکتا ہوں اگر کوئی بندہ میرے سوائے دوسری مخلوق سے حاجت کی درخواست کرے تو میں آسمان سے اس کے اسباب منقطع کر دوں گا، اس کے پاؤں نیچے کی ساری زمین کو شور بنا دُوں گا۔ پھر دُنیا میں اس پر رنج وغم وارد کر دوں گا۔ اور وہ اسی سے ہلاک ہو جائے گا بعض اصحاب سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے جو شخص لوگوں سے عزت کا طالب ہوتا ہے وہ ہلاک ہو جائے۔ آدمی اپنے جیسے کسی بندے پر تکیہ کرتا ہے تو وہ خوار وذلیل ہو جاتا ہے۔ بنی آدم سے اس کا طمع، اس کی فکر، خواری اور ذلت کے لئے کافی ہے۔ اسے دو چیزیں دی جاتی ہیں۔ دُنیا میں اسے ذلت نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں دیدار الٰہی سے محروم رہتا ہے۔ اس کے رزق میں بھی زیادتی نہیں ہوتی۔

مختلف فرمودات

بعض علما فرماتے ہیں جو لوگ مرید اور حق کے طالب ہیں اگر وہ طمع رکھتے ہوں تو یہ طمع سب سے بڑھ کر ضرر دینے والی چیز ہے۔ یہی چیز ان کے دلوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ ان کے دلوں کو خوار، ویران اور تاریک کر دیتی ہے انہیں خدا سے دور رکھتی ہے انکے ارادوں کو پریشان کر دیتی ہے۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ اصحاب سے پوچھا کہ تم کیا ہو انہوں نے عرض کیا کہ ہم ایماندار ہیں آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے عرض کیا کہ بلا پر صبر کرتے ہیں اور وسعت کے وقت شُکر کرتے ہیں اور قضا کے موقعوں پر راضی رہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی ایماندار ہو۔ اور فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو خدا تعالیٰ میری اُمت کے

ایک گروہ کو پرِ عنایت فرما دے گا وہ اپنی قبروں میں سے اُڑ کر جنت کی طرف جاویں گے اور اس میں جس طرح جہاں چاہیں گے وہاں مزے اُڑا دیں گے۔ ان سے فرشتے پوچھیں گے کہ تم حساب دے چکے وہ کہیں گے کہ ہم نے تو حساب نہیں دیکھا فرشتے پوچھیں گے کہ تم پل صراط سے اتر چکے وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تو وہ بھی نہیں دیکھا پھر پوچھیں گے کہ تم نے دوزخ کو دیکھا وہ کہیں گے ہم نے کچھ نہیں دیکھا فرشتے کہیں گے کہ پھر تم کس شخص کی اُمت میں سے ہو وہ کہیں گے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہیں وہ پوچھیں گے کہ ہم تم کو قسم دیتے ہیں سچ بتاؤ کہ تمہارے اعمال دُنیا میں کیا تھے وہ کہیں گے کہ دو خصلتیں ہم میں تھیں جن کے باعث خدائے تعالیٰ کے فضل سے ہم اس رتبہ کو پہنچے ایک تو یہ کہ جب تنہا ہوتے تو خدا کی نافرمانی سے حیا کیا کرتے دوسرے یہ کہ جس قدر ہمارے لئے مقدر کر دیا تھا اس پر راضی رہتے، فرشتے کہیں گے کہ تب تو یہ حال تمہارا ہونا ہی چاہیئے۔ اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ یامعشر الفقراء اعطو اللہ الرضی من قلوبکم تظفروا بثواب فقرکم والا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اخبار میں ہے کہ بنی اسرائیل نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ اپنے رب سے ہمارے لئے کوئی ایسا کام پوچھ دیجئے کہ جب ہم اس کو کریں تو وہ ہم سے راضی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی جو کچھ یہ کہتے ہیں تو نے سنا حکم ہوا کہ اے موسیٰؑ ان سے کہہ دے کہ مجھ سے راضی رہیں تاکہ میں ان سے راضی رہوں اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں من احب ان یعلم مالا عند اللہ عزوجل فلینظر ما للہ عزوجل عندہ فان اللہ تبارک وتعالیٰ ترل العبد منہ حیث انزلہ العبد من نفسہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار میں ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اولیا کو دُنیا کی فکر سے کیا کام ہے۔ فکر دنیاوی میری مناجات

کی حلاوت ان کے دلوں سے کھو دیتی ہے، اے داؤد میں اپنے اولیاء سے
یہ بات محبوب جانتا ہوں کہ روحانی ہوں کچھ غم نہ کریں اور روایت ہے کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الہٰی مجھ کو وہ بات بتا دے جس میں
تیری رضا ہو تاکہ میں اس کو کروں حکم ہوا کہ میری رضا تیری ناخوشی میں ہے تو اپنے
دل نہ چاہتی بات پر صبر نہیں کرنے کا عرض کیا کہ وہ کون سی بات ہے۔ ارشاد ہو۔
حکم ہوا میری رضا اس میں ہے کہ میری قضا پر تُو راضی رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے اپنی مناجات میں عرض کیا کہ الہٰی تیری خلق میں سے کون سی تیرے نزدیک زیادہ
محبوب ہے، ارشاد ہُوا کہ جس شخص سے میں اس کی محبوب چیز لے لوں تو مجھ سے میل
رکھے۔ عرض کیا کہ پھر وہ کون ہیں جن پر تو خفا ہوتا ہے۔ حکم ہوا کہ وہ لوگ ہیں کہ کسی کام میں
مجھ سے خیر کی طلب کرتے ہیں جب میں ان کے لئے حکم دیتا ہوں تو میرے حکم سے ناخوش
ہوتے ہیں اور ایک روایت اس سے بھی سخت ہے کہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ
کوئی معبود سوائے میرے نہیں اور جو میری مصیبت پر صبر نہ کرے اور میری نعمتوں
کا شاکر نہ ہو میرے حکم پر راضی نہ ہو اس کو چاہیئے کہ میرے سوا کوئی اور رب نہ بنالے
اور اسی جیسی حدیث قدسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ میں نے سب مقادیر کو مقدر کیا اور ان کی تدبیر کی اور کام کو محکم کیا۔ پس جو
راضی ہُوا تو اُس کے لئے میری رضا ہے یہاں تک کہ مجھ سے ملے اور جو ناخوش ہو اس
کے لئے میری خفگی ہے یہاں تک کہ میرے پاس آوے اور ایک حدیث قدسی مشہور
میں ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں نے خیر و شر دونوں پیدا کئے ہیں پس اچھا حال وہ ہے
جس کو میں نے خیر کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں کو خیر پر چلایا اور برائی ہے اس
کو جس کو میں نے شر کے لئے بنایا اور شر کو اس کے ہاتھوں پر جاری کیا اور ہلا کی پر ہلاکی
ہے اس کی جس نے چوں و چرا کیا اور اخبار پیشین میں مروی ہے کہ ایک پیغمبر نے دس

برس تک خدائے تعالیٰ سے بھوک اور مفلسی اور جوؤں کی شکایت کی مگر کچھ مفید نہ پڑی پھر اللہ تعالیٰ نے اُن پر وحی بھیجی کہ اس طرح کب تک شکایت کرتا رہے گا میرے یہاں ام الکتاب میں پیدائش زمین و آسمان سے پہلے تیرا حال اسی طرح لکھا ہے اور ویسا ہی ہونا جاتا ہے۔ میں نے دُنیا کی پیدائش سے پہلے تجھ پر اسی طرح حکم کیا ہے اب کیا تُو یہ چاہتا ہے کہ تیرے لئے میں نئے سرے سے دنیا دوبارہ بناؤں یا یہ چاہتا ہے کہ جو میں نے تیرے لئے مقدر کیا ہے اُس کو بدل دُوں تو جو تُو چاہے اور پسند کرے وہ میری خواہش اور پسند سے بڑھ کر ہو قسم ہے اپنے عزت وجلال کی اگر یہ بات تیرے دل میں گذرے گی تو تیرا نام دفتر نبوت سے محو کر دُوں گا اور روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کوئی چھوٹا لڑکا آپ کے بدن پر چڑھتا اترتا تھا یعنی آپ کی پسلیوں پر سیڑھی کی طرح پاؤں رکھ رکھ کر سر تک چڑھ جاتا اور پھر وہاں سے اسی طرح اُترتا۔ آپ اپنا سر زمین کی طرف ڈالے رہتے اور کچھ نہ کہتے، نہ سر اُٹھاتے۔ آپ کے کسی لڑکے نے عرض کیا کہ بابا جان یہ آپ کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ آپ اس کو منع نہیں فرماتے آپ نے فرمایا کہ جو میں دیکھتا اور جانتا ہوں تم کو معلوم نہیں ایک حرکت میں نے کی تھی تو اس کے عوض میں کرامت اور آسائش کے گھر سے خواری اور بدبختی کے گھر میں اُتار دیا گیا اب ڈر ہے کہ اگر دوسری حرکت کروں تو اور نہ جانوں کیا مصیبت مجھ پر آوے گی اور حضرت انس بن مالک رضی فرماتے ہیں کہ میں نے دس برس خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی اگر میں نے کوئی کام کیا تو آپ نے یہ نہ فرمایا، کیوں کیا اور اگر نہ کیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں نہ کیا اور جو چیز ہو گئی تو اس کو یہ نہ فرمایا کہ کاش نہ ہوتی اور اگر نہ ہوئی تو یہ نہ کہا کہ کاش ہوتی اور اگر آپ کے گھر والوں میں سے مجھ سے کوئی جھگڑتا تو فرماتے کہ اسے چھوڑ دو جو تقدیر میں کچھ ہونا ہے وہی ہوگا اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد تو بھی چاہتا ہے اور میں بھی چاہتا ہوں اور ہو گا

وہی جو میں چاہتا ہوں پس اگر تو میرے چاہے پر راضی ہوگا تو میں تیری خواہش سے تجھ کو کافی ہوں گا اور اگر تو میری خواہش نہ مانے گا تو تجھ کو تیری خواہش میں مشقت میں ڈالوں گا پھر بھی وہی ہوگا جو میں چاہوں گا اور آثار میں بھی فضیلت رضا کی بہت ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں اول جو لوگ جنت میں بلائے جاویں گے وہ، وہ ہوں گے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں یعنی ہر حال میں راضی رہتے ہیں اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو سوائے موقع تقدیر حکم الٰہی کے اور کوئی خوشی باقی نہیں رہی اور ان سے جو لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ میرے لئے حکم کرے اور میمون بن مہرانؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص حکم الٰہی پر راضی نہ ہو تو اس کی بیوقوفی کا کچھ علاج نہیں۔ اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو تقدیر الٰہی پر درست نہ رہے گا تو اپنے نفس کی تقدیر پر بھی درست نہ رہے گا۔ اور عبد العزیز ابن ابی روادؒ فرماتے ہیں کہ جَو کی روٹی سِرکے کے ساتھ کھانے میں اور اُون پہننے میں شان نہیں ہے بلکہ شان درویشی خدائے عزوجل سے راضی رہنے میں ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں آگ کی چنگاری چاٹوں جو جلا دے سو جلاوے اور چھوڑ دے سو چھوڑ دے، تو میرے نزدیک یہ اس بات سے بہتر ہے کہ جو چیز ہوگئی ہو اس کو میں کہوں کہ کاش نہ ہوتی یا نہ ہوئی چیز کو کہوں کہ کاش ہو جاتی اور ایک شخص نے حضرت محمد بن واسعؒ کے پاؤں میں زخم دیکھ کر کہا کہ مجھے تمہارے اس زخم سے ترس آتا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ زخم جب سے ہوا ہے میں شکر کرتا ہوں کہ آنکھ میں نہیں نکلا۔ اور بنی اسرائیل کے قصوں میں ہے کہ ایک عابد نے اللہ تعالیٰ کی عبادت مدت تک کی اس کو خواب میں دکھلایا گیا کہ فلانی عورت بکریاں چرانے والی جنت میں تیری رفیق ہوگی، عابد نے اُٹھ کر اس عورت کا نشان پوچھ کر اس کو تلاش کیا اور تین دن اس کے یہاں مہمان رہے تاکہ اس کا عمل دیکھیں، عابد خود تو رات کو کھڑے رہتے اور وہ لیٹ

کر سو جاتی دن کو یہ روزہ رکھتے اور وہ افطار کرتی اس سے پوچھا کہ تیرا عمل اس کے سوا اور کچھ بھی ہے عورت نے کہا اور تو کچھ بھی نہیں یہی ہے جو تم نے دیکھا۔ میں اپنے آپ میں اور کچھ نہیں جانتی یہ کہتے رہے کہ بھلا یاد کر کے کہو کوئی اور بات بھی ہے اُس نے کہا کہ ایک چھوٹی سی خصلت مجھ میں اور ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر میں سختی میں ہوتی ہوں تو اس امر کی تمنا نہیں کرتی کہ اچھی حالت میں ہوں اور اگر مرض میں ہوتی ہوں تو یہ تمنا نہیں ہوتی کہ تندرستی میں ہو جاؤں اور اگر دُھوپ میں رہوں تو سائے کی متمنی نہیں ہوتی یہ سن کر عابد نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہ چھوٹی سی خصلت ہے یہ تو ایسی بڑی خصلت ہے جس سے عابد عاجز ہیں اور بعض اکابر سلف فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم آسمان میں فرماتا ہے تو اہلِ زمین سے یہ بات اس کو محبوب ہوتی ہے کہ اس کے حکم پر راضی ہوں۔ اور حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں کہ ایمان کا اعلیٰ حصہ یہ ہے کہ حکم پر صبر کرے اور تقدیر پر راضی ہو اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ تنگی اور فراخی میں جس حال میں میں رہوں مجھ کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی اور حضرت سفیان ثوریؒ نے حضرت رابعہ بصریؒ کے سامنے ایک روز کہا کہ الٰہی تو ہم سے راضی ہو حضرت رابعہؒ نے فرمایا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ خود تو اس سے راضی نہیں اور اس کی رضا کی استدعا کرتے ہو انہوں نے کہا کہ استغفر اللہ پھر جعفر بن سلیمان ضبعی نے حضرت رابعہؒ سے پوچھا کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کب راضی کہلاتا ہے انہوں نے جواب دیا کہ جب مصیبت پر اتنا خوش ہو جتنا نعمت پر ہوتا ہے اور حضرت فضیلؒ فرمایا کرتے کہ جب بندے کے نزدیک خدائے تعالیٰ کا دینا اور نہ دینا دونوں یکساں ہو جاویں تو وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو چکا اور احمد بن ابی الحواریؒ حضرت ابو سلیمانؒ دارانی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اپنے بندوں سے اسی بات سے راضی ہوتا ہے جس بات سے کہ غلام اپنے آقا سے راضی ہوتا ہے احمد بن ابی الحواریؒ نے پوچھا کہ یہ

کس طرح ہے انہوں نے فرمایا کہ دُنیا میں مراد غلام کی یہی ہوتی ہے کہ آقا مجھ سے خوش رہے، انہوں نے کہا کہ ہاں یہی مقصود ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے یہی محبوب جانتا ہے کہ اس سے راضی رہیں اور حضرت سہل رضؓ فرماتے ہیں کہ بندوں کو یقین سے اس قدر بہرہ ملتا ہے جس قدر کہ وہ رضا سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور رضا سے بہرہ اتنا ہوتا ہے جتنا وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ زندگی کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان اللہ عزوجل بحکمتہ وجلالہ جعل الروح والفرح فی الرضا الیقین وجعل الغم والحزن فی الائک

ایک عارف سے لوگوں نے کہا کہ تم کو رضا کا اقصیٰ مرتبہ حاصل ہؤا ہے کہ نہیں اس نے کہا کہ اقصیٰ مرتبہ تو نہیں ملا مگر مقام رضا پر پہنچ گیا ہوں اگر خدائے تعالیٰ مجھ کو دوزخ کا پل بنا دے کہ لوگ میرے اُوپر سے گذر کر جنّت میں جاویں پھر اپنی قسم سچی کرنے کو مجھ سے ہی دوزخ کو بھر دے تو اس کے اس حکم کو پسند کروں اور اس کی اس تقسیم پر راضی ہوں اور یہ کلام ایسے شخص کا ہے جس کی ہمت قطعاً محبت میں مستغرق ہو یہاں تک کہ اس کو آتش دوزخ کی تکلیف بالکل محسوس نہ ہو اور اگر ہو بھی تو وہ لذت حصول رضائے محبوب میں چھپ جاوے۔ یعنی جب اس کو اس بات کا مزہ ملے کہ مجھ کو دوزخ میں ڈالنے سے اس کی رضا پوری ہوگی اور اس کی رضا عین مقصود ہے تو اس لذت کے سامنے دوزخ کی تکلیف اگر ہو بھی تو دب جاوے اور غلبہ کرنا اس حالت کا نفس الامر میں محال نہیں گو ہم جیسے ضعیفوں کے حالات کی نسبت کر بعید معلوم ہوتا ہے لیکن جو ضعیف کہ کسی کیفیت سے عاجز ہو اس کو نہ چاہیئے کہ زبردستوں کے حالات کا منکر ہو اور گمان کرے کہ جس امر میں مَیں عاجز ہوں اس سے اولیا بھی عاجز ہیں۔

سچائی

ارشاد اللہ ربّ العزت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور اُن لوگوں سے محبت رکھو جو سچے ہیں۔

حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی شخص سچائی اختیار کرتا ہے ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچائی سے محبت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے صدیقوں میں لکھ لیتا ہے اور جو جھوٹ بولتا ہے، جھوٹ کو اپنا پیشہ بنا لیتا ہے اسے کاذبوں یعنی جھوٹوں کی فہرست میں لکھ لیتا ہے۔

مختلف بیانات

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ پر وحی نازل فرمائی کہ اگر کوئی شخص اپنے دل میں مجھے صادق جانے تو میں اسے ظاہر میں لوگوں میں سچا کر دیتا ہوں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ کاموں کو انجام دینے کے لئے راستی ہی ستون ہے اور اسی سے کام کا بندوبست ہوتا ہے یہ پیغمبری کا دوسرا درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ راست باز ہیں، وہ پیغمبر، صدیقوں شہیدوں اور نیکو کاروں کے ساتھ ہوتے ہیں

لفظ صادق اور صدیق

صادق کا لفظ صدق سے نکلا ہے۔ صدیق صدق سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ صدیق اسے کہتے ہیں جس سے ہمیشہ سچائی ظاہر ہو، سچ بولنا اس کی عادت ہو۔ اس کا ظاہر اور باطن راستی سے آراستہ ہو۔ پس جو شخص قول کا سچا ہو وہ صادق ہوتا ہے۔ اور صدیق وہ ہے جو قول فعل اور حال میں راستی رکھتا ہو۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اللہ میرے ساتھ ہو۔ تو وہ راستی اختیار کرے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ راستبازوں کے ساتھ ہوتا ہے

حضرت جنیدؒ کا ارشاد

جنیدؒ فرماتے ہیں کہ سچا آدمی دن میں چالیس بار پھرتا ہے اور ریاکار چالیس برس تک ایک ہی حال پر رہتا ہے فرمایا خدائے تعالیٰ سچا ہے۔ اس کا کلام بھی سچا ہے۔ فرمایا صدق یہ ہے کہ خطرناک مقامات پر بھی سچ کہے اور ایسا کرنے سے ڈرے نہیں۔ فرمایا سچا کلمہ خود دل کی سچائی پر دلالت کرتا ہے۔ فرمایا صدق کے اختیار کرنے سے آدمی زبان کے ذریعہ حرام سے رُک جاتا

ہے۔ فرمایا۔ سچ بولنا خدا کے لئے پورا عمل کرنا ہے۔

سہل بن عبداللہ کا ارشاد

سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شرع کے حکم میں اپنے یا کسی غیر کے لئے سُستی اور غفلت کرے تو وہ راستی کی بُو بھی نہیں سونگھ سکتا۔

ابو سعید قرشیؒ کا ارشاد

ابو سعید قرشیؒ فرماتے ہیں کہ صادق وہ ہے جو اپنی موت کے لئے تیار رہے اور خواہ اس کا راز فاش بھی ہو جائے وہ شرم نہ کرے، یعنی سب سے کھل جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو" فرمایا صدق قصد سے توحید کی صحت ہے۔ فرمایا اصل صدق یہ ہے کہ جہاں جھوٹ بولنے سے چھٹکارا ہو سکے۔ وہاں بھی سچ ہی بولے۔ فرمایا صادق میں تین خصلتیں ہوتی ہیں جن میں وہ خطا نہیں کرتا۔ اوّل یہ کہ اس کی عبادت میں شیرینی ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ مخلوق اس سے خوف کھاتی ہے سوم یہ کہ اس کے کلام میں تمکنت ہوتی ہے۔

ذوالنون مصریؒ کا ارشاد

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں راستی اور سچائی خُدا کی تلوار ہے جس سے وار کیا جاتا ہے اور وہ رسّی کو دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔

فتح موصلیؒ کا واقعہ

لوگوں نے فتح موصلیؒ سے صدق کی بابت پُوچھا۔ آپ نے لوہاروں کی بھٹی میں جس میں آگ دہک رہی تھی اپنا ہاتھ ڈال دیا اور آگ کے انگاروں کی طرح دہکتا ہُوا لوہا اس میں سے نکال لیا اور اتنی دیر تک اپنے ہاتھ میں رکھا کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ فرمایا صدق یہ ہے۔

حارث محاسبیؒ کا ارشاد

حارث محاسبیؒ سے صدق کی علامت پُوچھی گئی تو فرمایا صادق وہ ہے کہ اگر لوگوں میں اس کی عزت اور مرتبہ خاک میں مل جائے تو بھی کچھ پرواہ نہ کرے اور اپنے نیک اعمال کی لوگوں کو ذرا بھی خبر نہ ہونے دے بلکہ ظاہر ہونے کو بُرا جانے۔ اگر لوگوں کو اس کی بُرائی

کا علم ہو تو وہ مطلق بُرا خیال نہ کرے۔ اگر وہ اپنی بُرائی کو محسوس کرے گا تو اس سے یہ ظاہر ہو گا کہ وہ لوگوں میں اپنی عزت کا طلب گار ہے اور رتبہ کم ہونے پر افسوس کرے گا یہ بات صدیق لوگوں سے بعید ہے کہ وہ لوگوں سے عزت اور مرتبہ کے طلب گار ہوں اس میں ترقی چاہیں صدیقوں کی یہ عادت نہیں ہوتی۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص دائمی فرض کو ادا نہ کرے تو اس کا کوئی فرض قبول نہیں کیا جاتا۔ لوگوں نے پوچھا دائمی فرض کیا ہے؟ فرمایا سچائی، پھر فرمایا اگر کوئی شخص سچے دل سے اپنے رب کا طلب گار ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو آئینہ کی طرح صاف کر دیتا ہے، اسے جلا بخشتا ہے۔ پس جو لوگ سچے دل سے اپنے پروردگار کے طلب گار ہوتے ہیں، ان کا دل صاف اور مجلّیٰ ہو جاتا ہے وہ اپنے دل کے صاف شفاف آئینے میں دُنیا اور آخرت کی ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتے ہیں

حکایت: ۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ نے فرمایا ہے میں نے اپنے کام کی بنیاد صدق پر رکھی اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ میں اپنے وطن سے طلب علم میں بغداد کی طرف روانہ ہُوا میری ماں نے مجھے چالیس دینار دیئے اور مجھ سے صدق کا عہد کرا لیا پھر جب ہم لوگ سرزمین ہمدان میں پہنچے عرب کے لوگ نکل نکل کر ہمارے پاس آئے اور انہوں نے قافلہ کو آلیا ان میں سے ایک میرے پاس سے گذرا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ تیرے پاس کیا ہے میں نے کہہ دیا چالیس دینار وہ سمجھا کہ میں تمسخر کرتا ہوں مجھے چھوڑ کر چل دیا دوسرے نے دیکھ کر مجھ سے پُوچھا کہ تیرے پاس کیا ہے میں نے پھر کہہ دیا کہ چالیس دینار وہ مجھ کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گیا اس نے بھی مجھ سے دریافت کیا میں نے صاف صاف بتلا دیا اس نے پُوچھا کہ سچ پر تجھے کس شے نے آمادہ کر دیا میں نے جواب دیا کہ میری ماں نے مجھ سے سچ بولنے کا عہد لے لیا تھا اس لئے مجھے ڈر ہُوا کہ کہیں اس کی عہد شکنی مجھ سے نہ ہو جائے اس کو سُن کر وہ چیخ اُٹھا اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کہنے لگا تُو تو اپنی ماں کی عہد شکنی سے ڈرے اور مجھے خدا کی عہد شکنی سے خوف نہ آئے، پھر اُس نے

اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ قافلہ والوں سے جو کچھ لیا ہو لوٹا دو اور کہنے لگا میں خدا کے واسطے آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں اُس کے ساتھ والے کہنے لگے کہ ڈاکہ زنی میں تو ہمارا سردار تھا آج توبہ کرنے میں بھی تو ہمارا سردار ہے یہ کہہ کر سچ کی برکت سے سب کے سب تائب ہو گئے۔ ایک روز حضرت امام حسن رضؓ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے، کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا، ضرورت مند تھا، لہٰذا صدقہ کے طور پر آپ سے کچھ طلب کیا، لیکن حضرت کے پاس نانِ جویں کے لئے بھی کچھ نہ تھا، بالکل خالی ہاتھ تھے، صاف انکار کرتے ہوئے آپ کو حجاب آیا، آپ نے کہا۔ "کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں جس میں ثواب بھی ہے اور فائدہ بھی؟" وہ بولا "فرمایئے" حضرت رضؓ نے ارشاد کیا۔ "خلیفہ کے پاس جاؤ، اُس کی بیٹی کا انتقال ہو گیا ہے، اُس کی خدمت میں اچھی سی تعزیت پیش کرو!" اس آدمی نے کہا۔ "بتایئے کیا کہوں جاکر؟" حضرت نے فرمایا۔ "اس سے کہنا، "وہ خدا سزاوار ستائش ہے جس نے اپنی بندی کو اپنے پاس بلا لیا اور آپ کو اس کی قبر پر آنے اور فاتحہ پڑھنے کا موقع دیا اور اسے یہ غم نہ دیا کہ وہ زندہ رہتی اور آپ کی قبر پر آکر بیٹھتی"! وہ آدمی سیدھا خلیفہ کے پاس گیا اور تعزیت میں یہی الفاظ کہے۔ یہ الفاظ سن کر خلیفہ کا غم کم ہو گیا اور اسے انعام مرحمت فرمایا، پھر کہا۔ "سچ کہنا یہ الفاظ تمہارے ہی ہیں؟" وہ بولا۔ "نہیں حضرت امام حسن رضؓ کے"! خلیفہ نے کہا۔ "سچ ہے وہ فصاحت کا معدن ہیں"! خلیفہ نے اس آدمی کی سچی بات پر پھر اسے انعام مرحمت فرمایا۔

بُردباری کا بیان

حضرت حسن رضؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ دین میں پکا ہو اور ایمان کا یقین رکھتا ہو اور علم مع حلم اور دانائی ملائمت کے ساتھ اور حقوق کی داد و دہش بجا لانے اور تونگری میں میانہ روی اور فاقہ کے وقت تحمل اور قدرت کے وقت احسان اور شدت میں صبر کرے اور شہوت اس پر غالب نہ ہو اور ننگ و حمیت اس پر سرکش نہ کریں، حرص و پیٹ کے باعث

ذلیل نہ ہو اور نیت میں کسی طرح کا قصور و فتور نہ واقع ہو مظلوم کی نصرت و مدد کرے ضعیفوں پر رحم کرے، بخیل نہ ہو۔ جب اس پر کوئی ظلم کرے تو معاف کرے اور جاہلوں سے درگذر کیا کرے۔ بیمار کو بہ نسبت تندرست کے جلد غصہ آتا ہے اور عورت کو بہ نسبت مرد کے اور لڑکے کو بہ نسبت بالغ کے اور بوڑھے کو بہ نسبت جوان کے اور بُری عادت والے کو بہ نسبت اہل فضل کے جلد جوش آجاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کی طرف بھیجا تو فرمایا میری بات سنو اور میری وصیت یاد رکھو اور میرا پیغام رسالت لے جاؤ کیونکہ تم میرے لشکر میں سے ایک لشکر ہو۔ میں اپنی آنکھ اور کان سے تمہاری رعایت و حفاظت رکھوں گا اور تم کو اپنی سلطانی کی ڈھال پہناؤں گا تو میرے کام میں اس سے پوری قوت حاصل ہو جائے گی۔ میں اپنی نہایت کمزور مخلوق کے پاس تمہیں بھیجوں گا جو میری نعمت پاکر اترا اٹھا ہے اور میری تدبیر خفی سے بے خوف ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ میرے حق کا منکر ہو گیا اور میری ربوبیت سے انکار کر بیٹھا اور گمان کرتا ہے کہ مجھے پہچانتا ہی نہیں اور میں اپنی عظمت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ حجت جو میرے اور میری مخلوق کے درمیان ہے نہ ہوتی تو میں اُسے نہایت جابر کی طرح پکڑتا کہ جس کے غضبناک ہونے سے کیا آسمان اور کیا زمین کیا پہاڑ اور کیا دریا سب کے سب غضبناک ہو جاتے ۔۔ اگر میں زمین پر حکم دُوں تو اسے نگل جائے یا پہاڑوں کو حکم دوں تو اُسے چکنا چور کر ڈالیں یا دریاؤں کو حکم دُوں تو اسے غرقاب کر دیں یا آسمان کو حکم دُوں تو کنکر پتھر کی بُوچھاڑ کر دیں لیکن میرے نزدیک وہ ذلیل ہے اور میرے حکم نے اُس کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہے پس اس کو میرا پیغام پہنچا دو اور میری توحید کی طرف اُس کو بلاؤ اور اس کو آگاہ کر دو کہ یقیناً میں عفو اور مغفرت سے بہ نسبت غضب اور عقوبت کے زیادہ قریب ہوں۔ خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین

اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے معاف کرنے سے بندہ کی عزت ہی بڑھتی ہے پس معاف کر دیا کرو خدا تمہیں عزت دے گا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قیامت میں منادی پکارے گا کہ جس کا اجر خدا کے ذمہ ہو اسے چاہیئے کہ کھڑا ہو جائے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ عرض کیا گیا وہ کون لوگ ہوں گے آپؐ نے فرمایا لوگوں کو معاف کر دینے والے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور بروایت ابن عباسؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کیا میں تمہیں تم میں سے بُرے لوگوں کو آگاہ نہ کر دوں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسُول اللہؐ کیوں نہیں ضرور کیجئے آپؐ نے فرمایا یقیناً تم میں سے بُرا وہ شخص ہے جو اکیلے کھاتا ہے اور اپنے غلام کو کوڑے لگاتا ہے اور اپنی بخشش کو روکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس سے بھی بدتر لوگوں سے تمہیں آگاہ کروں لوگوں نے عرض کیا یا رسُول اللہؐ کیوں نہیں فرمایا جو لوگوں سے بغض رکھتا ہو اور لوگ اس سے بغض رکھتے ہوں پھر فرمایا کیا اس سے بھی بدتر شخص سے آگاہ نہ کروں لوگوں نے عرض کیا یا رسُول اللہؐ کیوں نہیں آپ نے فرمایا جس سے نہ نیکی کی اُمید ہو نہ اس کے شر سے امن ہو پھر فرمایا کیا اس سے بھی بدتر شخص سے تمہیں آگاہ نہ کروں لوگوں نے عرض کیا یا رسُول اللہؐ کیوں نہیں آپؐ نے فرمایا جو لوگ کسی کی لغزش سے درگذر نہیں کرتے اور کسی کی معذرت قبول نہیں کرتے۔ وحشی حضرت حمزہؓ کا قاتل، فتح طائف کے بعد بھاگ کر کہیں چلا گیا تھا اور جب وہ مقام بھی فتح ہو گیا تو کوئی دوسری جائے پناہ نہیں ملتی تھی، لوگ کہتے ہیں وحشی تم نے ابھی محمدؐ کو پہچانا نہیں، تمہارے لئے خود محمدؐ کے آستانہ سے بڑھ کر کوئی دوسری جائے امن نہیں ہے، وحشی حاضر ہو جاتا ہے، حضُور دیکھتے ہیں آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں، پیارے چچا کی شہادت کا منظر سامنے آجاتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں، قاتل سامنے موجود ہے مگر صرف یہ ارشاد ہوتا ہے، وحشی جاؤ میرے سامنے نہ آیا کرو، کہ شہید چچا کی

یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود کی قوم پر گذرے تو انہوں نے آپ کو برا کہا آپ نے ان کو کلمہ خیر فرمایا لوگوں نے عرض کیا یا حضرت! وہ تو آپ کو برا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم میں سے ہر ایک وہی دیتا ہے جو اس کے پاس ہے ع

مے ترا دو چہ کنم آنچہ در آوند من ست

اور لقمان حکیمؒ فرماتے ہیں کہ تین شخص تین باتوں میں پہچانے جاتے ہیں۔ حکیم تو غصہ کے وقت اور بہادر لڑائی کے وقت، اور دوست حاجت کے وقت اور ایک حکیم کے یہاں اس کا ایک دوست آیا، اس نے ماحضر پیش کیا حکیم کی بی بی بدمزاج تھی۔ دستر خوان تو اٹھا لیا اور شوہر کو گالیاں دینی شروع کیں وہ مہمان غصہ ہو کر اٹھ گیا، حکیم اس کے پیچھے گیا اور کہا کہ تم کو یاد ہے کہ ایک بار ہم تمہارے گھر کھانا کھاتے تھے۔ اتنے میں ایک مرغی آئی اس نے دستر خوان پر کسی چیز کو خراب کر دیا ہم میں سے کوئی غصہ ہوا تھا اس نے کہا کوئی نہیں حکیم نے کہا تو اب بھی ایسا ہی تصور کرو وہ شخص ہنس پڑا اور خفگی جاتی رہی اور کہنے لگا کہ حکماء کا قول درست ہے کہ حلم ہر درد و چوٹ کی دوا ہے اور ایک شخص نے ایک حکیم کے پاؤں میں ضرب ایسی ماری کہ اس کو دکھ معلوم ہوا مگر غصہ نہ ہوا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ میں نے یہ سمجھ لیا کہ میرا پاؤں کسی پتھر میں سے پھسل گیا اور چوٹ لگ گئی اس وجہ سے غصہ نہیں کیا۔ ابلیس نے فرعون سے کہا کہ تو خدائی کا کیسے دعویٰ کرتا ہے حالانکہ میں تجھ سے سن میں بڑا ہوں لیکن میں نے کبھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ اس نے جواب دیا تو نے سچ کہا میں خدا سے توبہ کرتا ہوں۔ ابلیس نے کہا ایسی بات نہ کہو کیونکہ مصر کے لوگ تجھ کو اپنا رب تسلیم کر چکے ہیں، پھر اس نے فرعون سے پوچھا کیا مجھ سے اور تجھ سے بھی بدتر روئے زمین پر کوئی شخص ہوگا اس نے جواب دیا ہاں وہ شخص جس کا بھائی اس سے معذرت کرے اور وہ نہ مانے۔ حضرت حسینؓ بن علیؓ فرماتے تھے اگر میرے ایک کان میں مجھے کوئی گالی دے پھر دوسرے میں معذرت کرے تو بھی میں قبول کر

لوں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جس کے پاس اس کا بھائی معذرت کرتا ہُوا آئے تو اُسے چاہیئے کہ اس کا عذر قبول کرے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر اگر ایسا نہیں کرے گا تو حوض کوثر پر اُسے جانا نصیب نہ ہوگا۔ قیس بن عاصم بڑے حلیم تھے اُن کے حلم کا یہ حال تھا کہ ان کے بھتیجے کو مشکیں باندھ کر لائے جس نے ان کے بیٹے کو قتل کر ڈالا تھا اور ان سے کہا آپ کا بھتیجا جس نے آپ کے بیٹے کو قتل کیا ہے موجُود ہے، اُس وقت وہ اپنی قوم سے باتیں کر رہے تھے جب تک بات پوری نہ کر لی قطع کلام نہیں کیا پھر آپ نے بھتیجے سے کہا تُو نے بہت بُرا کیا اپنے چچا کے بیٹے کو مار ڈالا اور رحم کو قطع کیا اور اپنا جتھا کم کیا پھر آپ نے اپنے دوسرے بیٹے سے کہا کہ اس کا بندھن کھول اور اپنے بھائی کو چھُپا ڈال اور اپنی ماں کو اُس کے بیٹے کی دیت دیدے کیونکہ وہ ہم سے قرابت قریبہ نہیں رکھتی۔ حضرت ابو درداؓ کی ایک لونڈی نے ان سے عرض کیا کہ میں نے ایک برس تک زہر دیا مگر تم میں کچھ اثر نہ ہُوا آپ نے پوچھا کہ تُو نے زہر کیوں دیا۔ اس نے عرض کیا کہ اس خیال سے کہ آپ سے راحت مل جائے آپ نے فرمایا کہ تو جا میں نے خدائے تعالیٰ کی رضا کے لئے تجھ کو آزاد کیا۔ اور احنف بن قیس سے کسی نے پُوچھا کہ تم نے بردباری کس سے سیکھی۔ انہوں نے کہا کہ قیس بن عاصم سے سائل نے کہا کہ ان کا حلم کیا مشہور رہے کہا کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ان کی لونڈی ایک سیخ کباب کی اُن کے پاس لائی وہ سیخ اس کے ہاتھ سے چھُوٹ کر اُن کے لڑکے پر گری جو اسی وقت زخمی ہو کر مر گیا۔ اس لونڈی کے حواس جاتے رہے اور نہایت ہراساں ہوئی انہوں نے سوچا کہ بدون آزاد کرنے کے اس کا ڈر موقوف نہ ہوگا اس سے کہا کہ خوف مت کر جا تُو آزاد ہے۔ اور میمون بن مہران کے پاس ایک لونڈی تھی آپ کے یہاں کوئی مہمان آگیا آپ نے لونڈی سے کہا کہ کھانا جلد لے آ وہ ہاتھ میں بھرا پیالہ لے کر جلد چلی اور وہ ایسی پھسلی کہ وہ پیالہ آپ کے سر پر گر گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ تُو

نے مجھ کو جلا دیا۔ لونڈی نے عرض کیا کہ اے خیر کے سکھانے والے اور لوگوں کے ادب دینے والے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بموجب کاربند ہوجیے۔ انہوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا ہے اس نے کہا کہ وہ فرماتا ہے والکاظمین الغیظ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے غصہ کو ضبط کیا اس نے کہا کہ آگے یہ ارشاد فرمایا والعافین عن الناس۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو معاف کیا۔ اس نے کہا کہ کچھ اور بھی سلوک کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واللہ یحب المحسنین انہوں نے فرمایا کہ تُو خدائے تعالیٰ کے لئے آزاد ہے۔

دُشمن پر احسان

ایک مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی آیا اور ادب بجا لا کر ایک طرف بیٹھ گیا اور عرض کی کہ حضرت بہت عرصہ سے آپ کی قدمبوسی کی تمنا تھی، اللہ کا شکر ہے یہ عظیم سعادت آج میسر ہوئی جیسے ہی اس نے یہ جملہ کہا حضرت خواجہ نے اس کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور پھر ذرا توقف کے بعد فرمایا کہ اے آدمی! جس نیّت سے تُو آیا ہے اُس کو پُورا کر۔ حضرت کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہی اس کے سارے جسم میں لرزہ طاری ہوگیا۔ وہ خوف زدہ ہو کر زمین پر گر گیا اور بڑی عاجزی سے بولا کہ حضرت، فلاں شخص نے مجھ کو آپ کی ہلاکت پر آمادہ کیا تھا جیسا کہ آپ پر روشن ہے میں فلاں شخص کا مقرر کردہ ہوں۔ میری ذرا بھی ایسی بیہودہ حرکت کرنے کی نیّت نہ تھی۔ پھر بغل سے ایک چھری نکال کر رکھ دی حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اے آدمی! کسی کا راز ظاہر مت کر، اب زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں۔ اس نے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا میں سزا کا مستحق ہوں آپ حکم دیجیے کہ لوگ مجھے سزا دیں بلکہ مار ڈالیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے عزیز! ہم لوگوں کی روش یہ ہے کہ جو ہم لوگوں کے ساتھ بُرائی کرے اس کے ساتھ اچھائی کریں اور تم نے تو اپنے جی سے میرے ساتھ بُرائی بھی نہیں کی۔ یہ کہہ کر اس کا سر اپنے قدموں سے اُٹھایا اور

اُس کے لئے دُعا فرمائی کہ خداوندا! اس شخص کو نیک توفیق عطا کر۔ دُعا کرتے ہی اُسکا دِل بدل گیا اور اُس نے حضرت کی ملازمت اختیار کر لی اور دیندار آدمی ہو گیا۔ یہاں تک کہ پینتالیس حج کئے اور کعبہ ہی میں جاں بحق ہوا اُس کی قبر مجاوران مکہ معظمہ کے قبرستان میں ہے۔ **حکایت**:۔ میں نے قرطبی کی تفسیر میں دیکھا ہے کہ مامون کے پاس ایک لونڈی کھانا لائی اتفاق سے اس کے ہاتھ سے گر پڑا وہ ناراض ہوا وہ کہنے لگی اے میرے مالک آپ خدا کا قول والکاظمین الغیظ یاد کیجئے۔ اس نے کہا میں نے ضبط کر لیا پھر وہ بولی والعافین عن الناس اس نے کہا میں نے معاف کر دیا۔ پھر وہ بولی واللہ یحب المحسنین اس نے کہا تو خدا کے واسطے آزاد ہے۔ میں نے تفسیر رازی میں دیکھا ہے کہ دُوسرے کے ساتھ احسان کرنا نفع پہنچانے یا ضرر دفع کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اول جیسے محتاجوں کو دینے میں مال خرچ کرنا جاہلوں کو تعلیم دینا اور خدا کے قول الذین ینفقون فی السّرّاء والضّرّآء سے یہی مراد ہے سراء سے مقصود تونگری ہے اور ضراء سے ناداری دوم یعنی ضرر دُور کرنا دُنیا کے اعتبار سے تو یہ ہے کہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ کرے اور یہی عافین عن الناس سے مراد ہے اور چونکہ یہ آیت جمیع احسان کی جامع ٹھہری اسی لئے فرمایا کہ خدا احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے کیونکہ ثواب کے درجوں میں اُس سے بڑا اور اشرف کوئی درجہ نہیں کہ بندہ خدا کا محبوب بن جائے۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو غصہ ضبط کرتا ہے اس حالت میں کہ وہ اپنا غصہ نکال سکتا ہے۔ خدا اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلا کر اختیار عطا کرے گا کہ جتنی حورِ عین چاہے لے لے اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ دو فائدے۔ **پہلا فائدہ**:۔ خدا تے تعالیٰ نے موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی کہ کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ جتنی چیزوں پر آفتاب و ماہتاب طلوع

ہوتے ہیں سب آپ کے لئے دُعاگو بن جائیں انہوں نے کہا ہاں ارشاد ہُوا کہ میری خلق اور اُن کی سختیوں پر صبر کیجئے جیسے میں اُن پر صبر کرتا ہوں جو میری دی ہُوئی روزی کھاتے ہیں اور میرے سوا دُوسروں کی عبادت کرتے ہیں اور بعض نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اور عرض کیا کہ یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں سے میل جول رکھوں یا ان سے کنارہ کش رہوں - آپ نے فرمایا میل جول رکھو اور ان کی تکلیفیں برداشت کر لیا کرو۔ کتاب شرف المصطفےٰ میں روایت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہے جو مومن لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور ان کی ایذادہی برداشت کر لیتا ہے - اس مومن سے افضل ہے جو لوگوں سے ملتا جلتا نہیں اور نہ اُن کی ایذادہی کو برداشت کرتا ہے - حضرت حسن رضؓ قصہ حضرت یُوسف علیہ السلام کا بیان فرماتے ہیں کہ بھائیوں نے ان کو بیچ دیا اور کنوئیں میں ڈالا اور کیا کیا سلوک کیا غرضکہ بھائی کو بیچا اور باپ کو رنج دیا۔ پھر عورتوں کے مکر سے قید میں مُبتلا ہوتے مگر دیکھو خدا نے ان سے کیا کیا۔ سب سے زیادہ ذی ثروت وعزّت بنایا اور انہیں کا بول بالا رہا اور زمین کے خزانوں کا مالک کر دیا - ان سب باتوں کے بعد جب حکومت پوری ہو گئی، اور گھر بار سب وہاں آ گئے تو یہ ارشاد فرمایا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین

نیکی کی راہ اختیار کرو

حضورِ اقدسؐ نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری مثال اور تمہارے اہل وعیال اور مال واعمال کی مثال کیا ہے صحابہؓ کے دریافت کرنے پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کے تین بھائی ہوں اور وہ مرنے لگے، اس وقت ایک بھائی کو وہ بُلائے اور پُوچھے کہ بھائی تجھے میرا حال معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے، اس وقت تو میری کیا مدد کرے گا، وہ جواب دیتا ہے کہ تیری تیمارداری کروں گا، علاج کروں گا، ہر قسم کی خدمت کروں گا اور جب تو مر جائے گا تو نہلاؤں گا، کفن پہناؤں گا اور کاندھے پر اُٹھا کر لے جاؤں گا اور دفن کے بعد تیرا ذکرِ خیر کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بھائی تو اہل وعیال ہیں۔ پھر وہ دوسرے بھائی سے سوال کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ تیرا میرا واسطہ زندگی کا ہے۔ جب تو مر جائے گا تو میں دوسری جگہ چلا جاؤں گا۔ یہ بھائی مال ہے، پھر وہ تیسرے بھائی کو بُلا کر پوچھتا ہے، وہ کہتا ہے کہ مَیں قبر میں تیرا ساتھی ہُوں، وحشت کی جگہ تیرا دل بہلانے والا ہوں۔ جب تیرا حساب کتاب ہونے لگے گا تو نیکیوں کے پلڑے میں بیٹھ کر اُس کو جھکاؤں گا۔ یہ بھائی عمل ہے حضورؐ نے فرمایا۔ اب بتلاؤ کون سا بھائی کار آمد ہُوا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی کار آمد بھائی ہے، پہلے دونوں تو بے فائدہ ہی رہے۔ ایک دفعہ حضرت ذوالنون مصریؒ نے دریائے نیل کے کنارے ایک توانا بچھو کو چلتے دیکھا، حضرت ذوالنونؒ بھی اس کے پیچھے چلتے رہے، اس اثنا میں ایک مینڈک دریا کے کنارے پر آیا اور بچھو اُس مینڈک کی پشت پر سوار ہو گیا، مینڈک دریا میں تیرنے لگا تو حضرت ذوالنونؒ یہ دیکھ کر کشتی پر سوار ہو گئے اور دریا کے دوسرے کنارے پہنچ گئے اور بچھو نے بھی دریا کے دوسرے کنارے پہنچ کر مینڈک کی پشت سے اُتر کر چلنا شروع کیا۔ حضرت ذوالنون بھی اس کے پیچھے چل دیے۔ حضرت ذوالنون نے دیکھا کہ ایک نوجوان درخت کے نیچے سو رہا ہے اور سانپ اُس کی طرف بڑھ رہا ہے، بچھو یہ دیکھ کر سانپ کی طرف بڑھا اور سانپ کو کاٹا، سانپ مر گیا اور سانپ کے

زہر سے بچھو بھی مر گیا اور خدا نے اپنے اس بندے کو بچا لیا کیوں کہ وہ نیک عمل تھا۔ حکایت: ایک شخص میدان میں نکل کر گیا، اسے ایک کنواں ملا اس میں ایک آدمی اور بندر اور سانپ اور چیتا گر پڑا تھا، اس شخص نے کہا اس آدمی کو میں اس کے دشمنوں سے ضرور چھڑاؤں گا، پھر اس نے رسّی لٹکائی تو اس میں سانپ لٹک آیا پھر لٹکائی تو بندر لٹک آیا پھر لٹکائی تو چیتا لٹک آیا۔ یہ سب اس کے شکر گذار ہوئے اور کہنے لگے اس آدمی کو مت نکال کیونکہ وہ ناشکرا ہے، اس نے ان کی بات نہ سُنی اور اُس آدمی کو بھی نکال لیا پھر بندر نے کہا کہ میں فلاں پہاڑ میں رہتا ہوں اگر تیرا وہاں آنا ہو تو میں اس کا عوض اُتار دوں گا اور سانپ اور چیتے نے بھی ایسا ہی کہا پھر وہ شخص بندر کے پاس گیا تو وہ طرح طرح کے میوے لایا اور اُس نے بڑی خاطر داری کی پھر چیتے کے پاس گیا تو وہ فوراً عاجزی کرنے لگا اور جا کر ایک بادشاہ کی لڑکی مار کر اس کے کپڑے اور زیور اس شخص کو لا کر دیئے، اُس شخص نے جی میں کہا جن سے مجھے امید نہ تھی انھوں نے تو میرے ساتھ یہ سلوک کیا پھر وہ اس آدمی کے پاس گیا اور اس سے بندر اور چیتے کا حال بیان کیا اور اُس سے درخواست کی اِن زیور اور کپڑوں کے فروخت کرنے میں میری مدد کرو، اُس نے حاکم سے جا کر اطلاع کر دی، اُس نے اپنے پیادے بھیج دیئے، وہ اسے گرفتار کر کے لے گئے اور نہایت سختی سے اُسے مارا اور قید کر دیا۔ اُس کے پاس سانپ آیا اور اس سے کہا کہ میں نے تجھے منع نہ کیا تھا، آخر تُو نے نہ مانا پھر سانپ جا کر حاکم کے بیٹے کے گلے میں لپٹ گیا، یہ دیکھ کر اس کا باپ چیخ اٹھا، سانپ نے کہا اگر تُو اس بیچارے غریب نیک آدمی کو قید خانہ سے رہا کرتا ہے تو خیر ورنہ میں اِسے مار ڈالتا ہوں، اُس نے رہا کر دیا تو سانپ چلا گیا، حاکم نے کہا اے شخص اپنا ماجرا بیان کر، اُس نے بیان کیا۔ بندر، سانپ اور چیتے نے اُس کی تصدیق کی پھر حاکم نے اُس آدمی کو سُولی کا حکم دیا۔ حدیث میں ہے شیر کہا کرتا ہے اے الٰہی نیکی کرنے والوں میں سے کسی پر مجھے مسلّط نہ کر۔ حکایت: کسی مرد صالح کا بیان ہے کہ اُسے ایک سانپ نظر آیا اور اس سے کہنے لگا مجھے پناہ دے خدا تجھے پناہ دے گا، اس نے کہا تُو کون ہے، سانپ نے کہا میں موحد ہوں، اِس پر اُس نے منہ کھول دیا سانپ اس کے پیٹ میں

گھس گیا اتنے میں ایک شخص تلوار لیے آپہنچا اور سانپ کو پوچھنے لگا لیکن وہ اُسے نہ ملا پھر وہ جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ گیا، سانپ اس سے کہنے لگا بتلا تیرے کہاں کاٹوں جگر میں یا اور کہیں اُس نے پوچھا کیوں، سانپ بولا کہ تُو نے ایسے کے ساتھ نیکی کی ہے جو اس کے لائق نہ تھا. اُس شخص نے کہا اچھا مجھے اتنی مہلت دے کہ مَیں اپنے لیے قبر کھود لوں. اِس کے بعد ایک فرشتہ نے اتر کر اُسے کچھ کھِلا دیا اور وہ سانپ ٹکڑے ہو کر نکل پڑا اُس نے پوچھا تو کون ہے اُس فرشتے نے کہا میں تیری نیکی ہوں جو تُو نے سانپ کے ساتھ کی تھی حضرت عیسٰےؑ نے فرمایا ہے کہ اُس شئے کی کثرت کرو جس کو آگ نہیں کھاتی. کسی نے پوچھا وہ کیا ہے آپ نے فرمایا نیکی. حدیث میں آیا ہے کہ جو دُنیا میں احسان والے ہیں وہی آخرت میں بھی احسان والے ہیں اور جو دُنیا میں بُرے کام کرنے والے ہیں وہ آخرت میں بھی بُرے کام کرنے والے ہیں اور جنّت میں سب سے پہلے احسان کرنے والے جائیں گے، اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے. بعض کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آخرت میں خُدا کے احسان کے قابل ہوں گے جیسا کہ دُنیا میں خدا کے لیے احسان کرنے والے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ اُن کا یہ وصف اس لیے بیان ہوا ہے کہ انھوں نے دُنیا میں اپنے مال سے کرم کیا ہے اور آخرت میں اس امّت کے گنہگاروں پر اپنی نیکیوں سے کرم کریں گے. حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت ہوگی تو خُدا میری امّت کے ایک گروہ کو لائے گا اور اُن کو بے حساب جنّت میں داخل کردے گا اور ایک گروہ کو لائے گا اور اُن سے حساب لے گا، خُدا تعالےٰ ارشاد فرمائے گا اے میرے بندو تمھارا نبی کون ہے، وہ کہیں گے ہمارے نبی محمّد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں. خدا فرمائے گا تمھارے گناہ کچھ بڑھے وہ کہیں گے نہیں پھر فرمائے گا گناہ کم ہوئے وہ کہیں گے نہیں. پھر فرمائے گا اے میرے بندو تمھارا کس پر بھروسہ تھا، وہ عرض کریں گے آپ سے نیک گمان رکھنے پر۔ خدا رضوان کو حکم دے گا کہ جو بے حساب جنّت میں گئے ہیں اُنکو نکال لاؤ اور بُلا کر فرمائے گا کہ امّتِ محمّدیہ میں سے یہ تمھارے بھائی ہیں اِن کی نیکیوں سے اِن کے گناہ زیادہ ہو گئے ہیں تم انھیں

اپنی نیکیوں میں سے کچھ دیدو، وہ اپنی کچھ نیکیاں دیدیں گے اور خدا سب کو جنّت میں داخل فرمادے گا۔ اسی واسطے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ دنیا میں احسان کرنے والے آخرت میں بھی احسان کرنے والے ہوں گے ۔

دُنیا آخرت کی کھیتی ہے

اے عزیز اس نصیحت کو قبول کر گو نصیحت کرنے والا تیری نسبت زیادہ تر محتاج نصیحت کا ہے اور جاننا چاہیے کہ جتنا وقت تدبیر اور زادِ راہ لینے کا اور احتیاط کا ہے وہ یہی چھوٹی سی زندگی ہے، پس اگر اس کو ایک ایک روز غفلت میں ٹالنا ہو گا تو کیا تعجب ہے کہ ایسے وقت میں موت تیری آوے جس میں تیرا دل مرنے کے لیے نہ چاہتا ہو پھر تو حسرت اور ندامت کبھی نہ جاوے گی۔ اب اگر جو بات تجھ سے کہی جاوے اگر خوف کی کمی کے باعث تجھ سے اس کی پیروی نہ ہو سکے اور جس قدر ہم نے خاتمے کا حال کتاب میں لکھیں، وہ تیرے ڈرانے کے لیے کافی نہ ہو تو ہم کسی قدر احوال خائفین کا لکھتے ہیں جس سے ہم کو توقع ہے کہ کچھ سختی تیرے دل کی موقوف ہو جاوے کیوں کہ یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ انبیاؑ اور اولیاؒ اور علماؒ کی عقل اور اُن کے عمل اور رُتبے خدائے تعالےٰ کے یہاں تیری عقل اور رُتبے سے بڑھ کر تھے تو یہ سوچنا چاہیے کہ ان پر خوف کیوں زیادہ تھا اور اُن کے غم و گریہ کی کیا وجہ تھی کہ اُن میں سے بعض چیخیں مارتے تھے اور بعض بے ہوش ہو جاتے تھے بعض غش کھا کر گرتے تھے بعض مُردہ ہو کر زمین پر جا پڑتے تھے اور اگر اُن کے احوال سے بھی تیرے دل میں خوف نہ پیدا ہو تو بھی کچھ تعجب نہیں اس لیے کہ غفلت والوں کے دل پتھر جیسے یا اُن سے بھی سخت ہیں۔ اربابِ دل پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے اور دل مثل زمین کے ہے اور ایمان گویا تخم ہے اور طاعات ایسے ہیں زمین جوتنا اور صاف کرنا اور نہریں کھودنی اور اس میں پانی پہنچانا ہے اور جو دل کہ دُنیا کا حریص اور اُس میں ڈوبا ہوا ہے وہ ایسا ہے جیسے زمین شور کہ جس میں بیج نہ جمے اور چونکہ آخرت کا روز کھیت کاٹنے کا ہے تو جو کچھ کوئی بووے گا وہی کاٹے گا اور وہاں کی کھیتی بدون تخم ایمان کے نہیں بڑھتی اور ایمان خبث قلبی اور بد خلقی کے ہوتے

فائدہ کم کرتا ہے جیسے شور زمین میں بیج کچھ فائدہ نہیں دیتا تو جو بندہ توقع مغفرت کی رکھتا ہے اُس کا حال کھیت والے ہی کا سا سمجھنا چاہیے اگر کسی کسان نے زمین عمدہ تلاش کر لی اور اُس میں بیج قسم اوّل ڈالا جو نہ بگڑا تھا نہ بودار پھر اور حاجتیں جو کھیتی کے لیے چاہییں وہ بھی ادا کیں کہ وقت پر پانی دیا اور کانٹوں اور گھاس سے اُس کو تولایا اور جو چیز مانع بیج کے جمنے اور بڑھنے کی نظر آئی اس کو دفع کیا پھر اللہ کے فضل سے توقع کی کہ کھیتی کے تیار ہونے تک وہ آفاتِ ارضی وسماوی سے اُس کو محفوظ رکھ کر ہم کو غلبہ عنایت فرماوے گا تو اس کی توقع کو رجا کہیں گے اور اگر تخم کسی اونچی شور زمین میں ڈالا کہ جہاں پانی نہیں پہنچ سکتا اور بیج کی خبر نہ لی پھر منتظر کھیت کاٹنے کا ہو تو اس کے انتظار کو رجا نہ کہیں گے بلکہ بیوقوفی اور احمق بولیں گے اور اگر تخم اچھی زمین میں بویا لیکن اس میں پانی نہ تھا اور منتظر مینہ کا ایسے وقت میں ہوا کہ جس میں اکثر پانی نہیں برستا لیکن برسنا منع بھی نہیں ہے تو ایسے انتظار کا نام بھی رجا نہیں اس کو تمنع کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ رجا صرف اس صورت میں ہوتی ہے کہ محبوب چیز کا انتظار ہو اور جتنے اسباب کہ بندے کے اختیار میں ہوں وہ سب ہو چکیں فقط وہی باقی رہ جاویں جو اُس کے اختیار میں نہ ہوں اور وہ فضلِ الٰہی شاملِ حال ہوتا ہے کہ جس کے موانع اور آفات دُور رہیں اسی طرح بندہ اگر تخمِ ایمان مزرعۂ دل میں بووے اور اُس کو طاعت کے پانی سے سینچے اور اخلاقِ بد کے کانٹوں سے زمینِ دل کو صاف کرے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے منتظر ثبوت ایمان کا وقت موت تک اور متوقع حسن خاتمہ کا ہو جو موجب مغفرت ہی رہے تو اس کا انتظار رجا حقیقی اور بذاتِ خود عمدہ کہلاوے گا اور یہ رجا اسباب کے باعث ہو گی کہ جن اسباب ایمان سے لوازم مغفرت کامل ہوتے ہیں اُن کے مرتے دم تک مواظبت کرے اور اگر تخم ایمان کی تو خبر نہ لی اور طاعات کا پانی بھی نہ دیا یا دل کو اخلاقِ رذیلہ سے بھرا رکھا اور لذتِ دُنیا کی طلب میں ڈوبا رہا اور پھر منتظرِ مغفرت ہوا تو یہ انتظار حمق اور غرور ہے۔

تقوے

دانائیوں میں بڑی دانائی تقوے ہے اور حماقت میں بڑی حماقت بدکاری
سچائیوں میں بڑی سچائی امانت اور جھوٹ میں بدترین جھوٹ خیانت ہے۔

تقوےٰ ماتھے میں نہیں کہ اُس پر شکن ڈالا جاوے نہ چہرے میں ہے کہ اُس کو تُرش کیا جاوے نہ رخسار میں ہے کہ اس کو پھیرا جاوے نہ گردن میں ہے کہ اُس کو جھکایا جاوے نہ دامن میں ہے کہ اس کو اکٹھا کیا جاوے تقوےٰ تو دلوں میں ہے۔ کمیلؓ ایک شخص ہیں کہتے ہیں کہ مَیں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے ساتھ ایک مرتبہ جارہا تھا، وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مقبرہ کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا اے مقبرہ والو، اے بوسیدگی والو، اے وحشت اور تنہائی والو! کیا خبر ہے، کیا حال ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال تقسیم ہو گئے اولادیں یتیم ہو گئیں بیویوں نے دوسرے خاوند کر لیے، یہ تو ہماری خبر ہے کچھ اپنی بھی کہو، اِس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کمیل! اگر اِن لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں یہ کہتے کہ بہترین توشہ تقوےٰ ہے، یہ فرمایا اور پھر رونے لگے اور فرمایا، اے کمیل! قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے۔ کسی بزرگ سے دریافت کیا گیا۔ بندوں میں سے بزرگ کون زیادہ ہے فرمایا کہ مروت اور تقوےٰ والے پوچھا کہ اعمال میں سے افضل کون سا عمل ہے۔ فرمایا کہ فرائض کا ادا کرنا حرام چیزوں سے اجتناب کے ساتھ رہنا، پوچھا کہ کلام میں سے کون سا سننے کے قابل ہے فرمایا کہ سچ کہنا ایسے شخص کے سامنے جس سے بیم ورجا ہو پُوچھا کہ ایمان والوں میں سے کون سا دانا ہے، فرمایا کہ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طاعت پر عمل کرے اور لوگوں کو اس طرف بلاوے، پوچھا کہ اہلِ ایمان میں سے زیادہ خسارہ میں کون ہے، فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی ظالم کی خواہش میں چلے اور اپنی آخرت دوسرے کی دُنیا کے عوض فروخت کرے۔ بشر بن حارث کا قول ہے کہ سب سے سخت عمل تین ہیں، قلّت کی حالت میں بخشش کرنا، تنہائی میں پرہیزگار رہنا، جس سے ڈر اور اُمید ہو اُس کے سامنے سچ بولنا۔ روایت ہے کہ بشر بن حارث حافی کی ہمشیرہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا، مَیں اپنے کوٹھے پر سوت کاتا کرتی ہوں، اُس وقت ایک شخص کی روشنی کا عکس مجھ پر پڑتا ہے، کیا اُس روشنی میں مجھے سوت کاتنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا تُو کون ہے، وہ کہنے لگی مَیں بشر بن حافی کی بہن ہوں۔ یہ سُن کر امام صاحب رو دیے

فرمایا پرہیزگاری کا ظہور تمھارے ہی گھر سے ہوتا ہے، اُس روشنی میں تم سوت نہ کاتا کرو۔ علی عطارؒ فرماتے ہیں، مَیں نے بصرے کی گلیوں میں دیکھا کہ بوڑھے لوگ بیٹھے ہیں اور لڑکے کھیل رہے ہیں، مَیں نے لڑکوں سے پوچھا ان بوڑھوں کے سامنے تمہیں کھیلتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ وہ کہنے لگے ان سے شرم کیا آئے ان میں پرہیزگاری کم ہے، اس لیے ہمیں اِن کا خوف بھی نہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ نفس سے سخت تر علاج میں نے کسی چیز کا نہیں دیکھا کبھی تو میرے مفید ہوتا ہے اور کبھی مضر اور ابوالعباس موصلی اپنے نفس سے کہتے ہیں کہ نہ تو شہزادوں کے ساتھ دُنیا کا مزہ پاتا ہے نہ آخرت کی طلب میں عابدوں کے ساتھ محنت اٹھاتا ہے کیا مجھ کو جنّت اور دوزخ کے بیچ میں قید کرے گا شرم نہیں کرتا، اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ نفس سے زیادہ سرکش گھوڑے کو بھی لگام کی حاجت نہیں ہوتی اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ نفس کے ساتھ ریاضت کی تلواروں سے لڑنا چاہیے اور ریاضت چار طرح پر ہے، تھوڑا کھانا تھوڑا سونا بقدر حاجت بولنا اور سب لوگوں کی ایذا کو سہنا۔ تھوڑے کھانے سے شہوت مر جاتی ہے اور تھوڑے سونے سے نیّت صاف ہوتی ہے اور کم بولنے سے آفتوں سے سلامت رہتا ہے اور ایذا کی برداشت سے اقصیٰ مراتب کو پہنچتا ہے اور بندہ پر حلم اور برداشت جفا کے برابر کوئی چیز سخت نہیں، پس جب نفس میں سے شہوت کا ارادہ اٹھے یا شیرینی بیہودہ کی اس سے جوش مارے اسی وقت چاہیے کہ شمشیر قلّت طعام خلاف کم خوابی سے برہنہ کرے اور خاموشی کا تازیانہ اس پر جڑے یہاں تک کہ ظلم اور انتقام سے باز آوے اور ہمیشہ کو اس کے وبال سے چھوٹے اور قدورت شہوات سے اس کو پاک و صاف کر دے تاکہ اس کی آفتوں سے چھٹی ملے اس وقت نوری اور ہلکا پھلکا ہو جاوے گا اور میدان حیرات میں دوڑتا پھرے گا اور طاعت کے رستوں میں سرپٹ گھوڑے کی طرح جولانیاں کرے گا اور ایسا ہو جاوے گا جیسے بادشاہ چمن میں سیر کرتا ہے اور یہ بھی انہوں نے ہی فرمایا ہے کہ انسان کے دُشمن تین ہیں، دنیا اور شیطان اور نفس تو دُنیا سے زہد کرنے سے بچنا چاہیے اور شیطان سے اس کی مخالفت کرنے سے ترک شہوات

سے اور بعض حکما کا قول ہے کہ جس شخص پر نفس غالب ہو جاتا ہے وہ اس کی چاہ کی چاہ میں قید ہو جاتا ہے اور بیڑیاں اور طوق پڑ جاتا ہے باگ اُس کے قبضہ میں ہوتی ہے جدھر چاہتا ہے لیے پھرتا ہے قلب کے فوائد سے مانع ہوتا ہے اور امام جعفرؓ فرماتے ہیں کہ اس پر علماؒ وحکماؒ کا اتفاق ہے کہ عیش دائمی بے عیش چھوڑے نہیں ملتا اور ابو یحییٰؒ وراق فرماتے ہیں کہ جس نے اعضاء کی خوشی شہوات کے ارتکاب سے کی اس نے مزرعہ دل میں تخمِ نداست بویا اور وہیبؒ بن الورد فرماتے ہیں کہ روٹی سے زیادہ اگر ہو تو خواہش نفس میں داخل ہے اور یہ بھی ان کا قول ہے کہ جو کوئی شہوات دنیا سے محبّت کرتا ہے چاہیے کہ ذلّت کے واسطے تیار رہے روایت ہے زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اس وقت میں کہ آپ مالکِ مصر ہو گئے تھے عرض کیا اے یوسف حرص اور شہوات نے بادشاہوں کو غلام کر دیا اور صبر اور تقویٰ نے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا آپ نے فرمایا یہ تو خدا ہی نے کہا ہے انہ من تیق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو مَیں جاگا اور نماز پر کھڑا ہوا کچھ وہ لذّت نہ ملی جو ہمیشہ ہوتی تھی، تو ارادہ کیا کہ سو رہوں، یہ بھی نہ ہو سکا پھر بیٹھنا چاہا یہ بھی ممکن نہ ہوا، آخر مکان سے نکلا کہ ایک آدمی کمبل میں لپٹا ہوا راستہ میں لیٹا ہے، جب اس نے میری آہٹ سُنی اُس نے کہا اے ابو قاسم اس وقت ذرا میرے پاس آنا، مَیں نے کہا میاں صاحب پہلے سے تو آپ نے اطلاع نہیں فرمائی، اُس نے کہا ٹھیک ہے کہ مَیں نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ تمھارے دل کو میرے لیے حرکت دے، مَیں نے کہا یہ تو اللہ تعالیٰ نے کیا اب آپ فرمائیں کیا مطلب ہے، اُس نے کہا کہ نفس کے درد کا کس وقت علاج ہوتا ہے، مَیں نے جواب دیا جب آدمی خواہش نفس کے خلاف کرتا ہے یہی اس کا علاج اور دوا ہے، پس وہ شخص اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ سُن مَیں نے تجھ کو سات بار یہی جواب دیا تھا تُو نے نہ مانا اور کہا کہ جنید سے سنوں گا اب سُن لیا، پھر وہ شخص چل دیا اور مَیں نے نہ پہچانا اور یزید رقاشی فرمایا کرتے کہ یارو ٹھنڈا پانی مجھ کو دُنیا میں نہ دو ایسا نہ ہو کہ آخرت میں اس سے محروم رہوں اور ایک شخص نے

عمرؒ بن عبدالعزیز سے دریافت کیا کہ میں کس وقت کلام کیا کروں کہا جب نفس خاموشی چاہے اس نے پوچھا کہ چپ کس وقت رہوں، فرمایا کہ جب وہ بولنا چاہے اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جس کو شوق جنت کا ہو وہ دنیا میں شہوات سے الگ رہے اور حضرت مالکؒ بن دینار بازاروں میں پھرتے جب کوئی چیز اپنے جی چاہتی دیکھتے تو اپنے نفس سے کہتے کہ صبر کرنا چاہیے بخدا کہ میں تجھ کو منع کرتا ہوں صرف تجھ کو اپنے نزدیک بڑا سمجھ کر روکتا ہوں۔ ان سب روایتوں سے معلوم ہوا کہ علماء حکما کا اس پر اتفاق ہے کہ سعادتِ اخروی کا طریق سوائے روکنے نفس کے ہوائے نفسانی سے اور مخالفت شہوات کے اور کوئی نہیں تو اس پر ایمان واجب ہے۔ ایک بزرگ نے سفیان ثوریؒ کو خواب میں دیکھا کہ آپ دو پروں کے ساتھ بہشت میں اڑتے پھر رہے ہیں۔ پوچھا یہ مرتبہ کیسے ملا۔ آپ نے جواب دیا پرہیزگاری کے باعث۔ حضرت عیسیٰؑ ایک قبر پر تشریف لے گئے اور مردے کو آواز دی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے مردہ زندہ ہو گیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں حمّال تھا اور لوگوں کا سامان اٹھا کر لے جایا کرتا تھا۔ ایک روز کسی کی لکڑیاں اٹھا کر لے جا رہا تھا۔ ان میں سے ایک خلال میں نے توڑ لیا۔ مرنے کے بعد آج تک اسی خلال کے مطالبہ میں گرفتار ہوں۔

تقوے کی تکمیل

پرہیزگاری کی تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان دس خصوصیات اپنے میں پیدا نہ کرے: ۱۔ زبان کو غیبت سے بچائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ (۲) بدگمانی سے بچے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، بہت بدگمانیوں سے بچو، اس لیے کہ بعض بدگمانی گناہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، برے گمان سے دور رہو کیونکہ برا گمان ایک طرح کا جھوٹ ہے۔ (۳) ہنسی مذاق اور ٹھٹھا کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ایک گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے۔ (۴) حرام کی طرف نہ دیکھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اے پیغمبر! مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں ممنوعات سے بند رکھیں۔ (۵) زبان سے حق بات کہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جب بات کرو تو انصاف کرو۔

(۶) اللہ کا احسان مانے، اپنے نفس پر بھروسا نہ کرے نہ اسے اچھا جانے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تجھے ایمان کا راستہ دکھایا۔ (۷) اپنے مال کو مستحق افراد پر خرچ کرے نہ کہ ان لوگوں پر جو اس کے مستحق نہیں یا جو باطل کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کی تعریف میں فرماتا ہے: وہ لوگ خرچ کرنے والے ہیں، نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بُخل کرتے ہیں، یعنی گناہوں میں خرچ نہیں کرتے اور اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرنے میں سُستی نہیں کرتے۔ (۸) بڑے اور بلند مرتبے حاصل کرنے کی خواہش نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، آخرت کا گھر بہشت ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو دنیا میں بڑے بڑے مرتبوں کی خواہش نہیں کرتے اور نہ فساد کرتے ہیں۔ (۹) پانچوں وقت کی نماز ادا کرے، رکوع اور سجود اچھی طرح بجالائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، تم نمازوں کو نگاہ میں رکھو، خاص کر درمیانی نماز یعنی نمازِ عصر کو اور اللہ کے تابعدار بنو۔ (۱۰) سنّتِ رسولؐ کی پیروی کرے اور مُسلمانوں کے ساتھ شامل رہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اور یقیناً یہ میری سیدھی راہ ہے۔ تم اس پر (سنّت پر) چلو، دوسری راہیں مت اختیار کرو۔ اگر دوسرے راستوں میں داخل ہوگے تو اللہ کے سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔ اسلامی زندگی ہی میں یہ باتیں ہیں: صلاح و تقویٰ، صدق و امانت، ذکر و عبادت، رضا و قناعت، نشاط و قوّت، روحانی بالیدگی اور پُرکیف جذبات۔

عاجزی اختیار کرو

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے کرم کو تقویٰ میں پایا اور غنا کو یقین میں اور شرف کو تواضع میں۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ عزّت اسی کو ہے جو خدا کے واسطے ذلیل ہو اور برتری اُس کو ہے جو اللہ جل شانہ کے واسطے تواضع کرے اور مامون وہی ہے جو خُدا سے ڈرے اور نفع اُسی کو ہے جو اپنے نفس کو خدا کے واسطے بیچ دے اور ابو علی جرجانی کا قول ہے کہ نفس کا خمیر کبر اور حرص اور حسد سے ہے، پس جس شخص کو خدائے تعالیٰ ہلاک کرنا چاہتا ہے اُس کو تواضع اور خیر خواہی اور قناعت سے باز رکھتا ہے اور جس کے ساتھ بہتری کرنی ہوتی ہے اُس کو یہ باتیں عنایت فرمادیتا ہے تو جب کبھی اس کے دل میں کبر کی آگ بھڑکتی ہے، اس کو خدا کی مدد سے تواضع فرو کر دیتی ہے اور اگر حسد

کی آگ اُبھرتی ہے تو اللہ کی توفیق سے خیر خواہی اُس کو بجھاتی ہے اور اگر حرص شعلہ زن ہوتی ہے تو خدا کے فضل سے قناعت اس کو فرو کر دیتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے مجھے اختیارِ انتخاب عطا فرماتے ہُوئے کہا کہ رسول و بندہ بننا چاہتے ہو یا رسول و بادشاہ؟ مجھے ذرا توقف ہوا، میرے دوست حضرت جبرئیلؑ وہیں موجود تھے۔ انہوں نے جو مجھے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا تو کہا کہ —— عاجزی اختیار کیجیے۔ تب مَیں نے عرض کیا کہ بارِ خدایا! مَیں چاہتا ہوں کہ رسول و بندہ رہوں۔ حق تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی نازل فرمائی کہ —— مَیں اُس شخص کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری بزرگی کے آگے اظہارِ عجز کرے اور میری مخلوق کے ساتھ اپنی بڑائی پر اِترایا نہ کرے اور اپنے دل کو خوف سے خالی نہ رکھے اور سارا دن میری یاد میں بسر کرے اور میری خاطر شہوات و خواہشات سے کنارہ کش رہے۔ اور حضورؐ نے فرمایا —— کرم تقویٰ میں ہے اور شرف عاجزی میں اور تونگری یقین میں ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ —— نیک بخت ہیں وہ جو اس دنیا میں فروتنی اور عاجزی اختیار کرتے ہیں کہ قیامت کے دن وہی لوگ مسند نشین ہوں گے۔ اور خدا ٹھنڈا رکھے اُن لوگوں کو جو دو شخصوں کے درمیان اس دنیا میں صلح و آشتی کروا دیتے ہیں کہ قیامت کے دن جنّتِ فردوس اُن کا ٹھکانہ ہوگا اور سعادت مند ہیں وہ لوگ جن کا دل اس دنیا سے پاک اور منقطع ہے کہ قیامت کے دن اُس کے ثواب میں انہیں حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوش نصیب ہے ہر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے راہِ اسلام دکھائی، اُس کی صورت بھی اچھی ہی بنائی اور اُس کا حال بھی اچھا رکھا تاکہ وہ بے ننگ و نام نہ رہے اور اُس کے ساتھ اُسے عاجزی و فروتنی کی نعمت سے بھی حصّہ عطا فرمایا اور اسے اپنے برگزیدہ بندوں میں شمار کیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "تم لوگ عبادات میں سے افضل ترین عبادت کو بھُولے رہتے ہو، جسے عاجزی کہتے ہیں"۔ حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ عاجزی کا حق جب ادا ہوتا ہے کہ تم حق بات کو تسلیم کر لو چاہے اس کا کہنے والا کوئی بچّہ ہو یا قوم کا جاہل ترین فرد ہو۔ حضرت ابن المبارکؒ کا قول ہے کہ فروتنی کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص دنیاوی مرتبہ کے اعتبار سے تم سے کمتر ہو، تم اپنے آپ کو اس سے بھی گھٹا کر

رکھو تاکہ اسے یہ احساس ہو کہ تمھارے نزدیک دنیاوی مرتبے کی کوئی وقعت نہیں (بلکہ ہے تو صرف انسان کی)، اور جو شخص مرتبے میں تم سے بالاتر ہو اُس سے اپنے آپ کو بڑھا چڑھا کر رکھو تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ دنیاوی دولت وحشمت کی تمھاری نگاہوں میں کوئی قدر و منزلت نہیں ہے۔

حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے بذریعہ وحی فرمایا کہ میں جو نعمت بھی تمھیں عطا کرتا ہوں اگر تم عاجزی سے اس پر شکر کرو تو میں تمام نعمتوں کی تم پر تکمیل کر دوں۔ ابن سماکؒ نے خلیفہ ہارون الرشیدؒ سے کہا کہ یا امیر المومنین آپ کے شرف و بزرگی کی موجودگی میں آپ کی یہ عاجزی و فروتنی اس سے بھی کہیں زیادہ شریف و بزرگ معلوم ہوتی ہے۔ خلیفہ نے کہا آپ نے کیا ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ تب آپ نے کہا "یا امیر المومنین! حق تعالیٰ جس شخص کو مال، جمال اور جاہ وحشم عطا کرتا ہے وہ شخص اگر اُس مال سے دوسروں کی حاجت روائی و غمگساری کرے اور جمال میں پارسائی کا حسن نمایاں رکھے اور جاہ وحشم میں عاجزی و فروتنی کا مظاہرہ کرے تو حق تعالیٰ کے ہاں اس کا نام خاصانِ حق کی فہرست میں درج کر لیا جاتا ہے"۔ خلیفہ نے قلم دوات طلب کر کے اِس قول کو لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح صبح تو انگروں کے ساتھ چند لمحے گزار کر محتاجوں اور مسکینوں کی صحبت میں جا بیٹھتے اور فرماتے کہ "ایک مسکین مسکینوں کے ساتھ بیٹھا ہے"۔ ؎

گرچہ سردار مزوں کا ہے امیری کا مزہ چھوڑ لذّت کے تئیں لے تو فقیری کا مزہ

حسن بصریؒ کا قول ہے کہ عاجزی کا مطلب یہ ہے کہ تُو باہر جس کسی کو دیکھے اُسے اپنے آپ سے افضل سمجھے۔ جناب مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر پکارے کہ "تم سے جو شخص بدترین ہے وہ باہر چلا جائے" تو مَیں سب سے پہلے باہر نکل آؤں اور کوئی شخص میرے آگے نہ نکل سکے سوائے اُس کے کہ مجھے پکڑ کر زبردستی پیچھے دھکیل دے۔ یہ بات جب ابنِ مبارک تک پہنچی تو انھوں نے کہا "مالک جبھی تو اتنے بزرگ و محترم ہیں۔ ایک شخص شبلیؒ کے پاس آیا تو شبلیؒ نے حسبِ عادت اس سے پُوچھا تُو کیا ہے؟ (یعنی وہ یہ نہیں کہتے تھے

کہ "تُو کون ہے ؟") اس شخص نے کہا "میں وہ نقطہ ہوں جو گیارہ کے حرف کے نیچے ہوتا ہے"۔ یعنی جس کے نیچے اور کچھ ہوتا ہی نہیں۔ آپ نے کہا خُدا تجھے اس سے آگے بڑھا دے کہ تُو نے تو اپنے آپ کو سب سے آخر میں رکھ لیا (یعنی سب سے آخری مجلس میں سب سے محترم ہوتا ہے) بزرگوں میں سے کسی نے حضرت علیؓ کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "ثواب آخرت کی خاطر تو انگروں کا درویشوں کے سامنے عاجزی کرنا کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر وہ تکبّر پیارا لگتا ہے جو حق تعالیٰ پر بھروسہ کر کے درویش لوگ تو انگروں کے ساتھ کیا کرتے ہیں!" یحییٰ بن خالد کا قول ہے کہ اہلِ کرم جب پارسائی اختیار کرتے ہیں تو عاجز بن جاتے ہیں اور کوئی ناقص و کمینہ آدمی جب پارسا بنتا ہے تو متکبّر و مغرور ہو جاتا ہے۔" حضرت بایزیدؒ کا قول ہے کہ "جب تک تُو کسی آدمی کو بھی اپنے سے کمتر تصوّر کرتا ہے تُو متکبّر ہے۔ حضرت جنیدؒ نے ایک مرتبہ نمازِ جمعہ کے وعظ میں فرمایا کہ "اگر حدیث شریف میں یہ نہ آیا ہوتا کہ آخر زمانہ میں قوم کا سردار وہی ہو گا جو ان میں کمتر درجے کا شخص ہو گا تو مَیں ہرگز تمھارے سامنے وعظ کے لیے کھڑا نہ ہوتا۔" (مطلب یہ کہ مَیں اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھتا ہوں) اور آپ ہی کا ارشاد ہے کہ "اہلِ توحید کے نزدیک تو عاجزی بجائے خود تکبّر ہے کیونکہ عاجزی کا مطلب ہے اپنے آپ کو نیچے لانا، تو نیچے لانے کی ضرورت جبھی پیش آ سکتی ہے کہ پہلے ایسی بلندی پر ہو کہ اُسے نیچے لانا پڑے!" (مطلب یہ کہ یوں کہا جائے کہ اس نے عاجزی اختیار کی بلکہ یوں کیوں نہ کہا جائے کہ وہ ہے ہی عاجز اور تھا ہی عاجز اور رہے گا ہی عاجز) جناب عطا سلمیؒ کا معمول تھا کہ جب آندھی یا طوفان کی صورت ہوتی یا باد و باراں میں برق چمکتی اور کڑکتی تو حاملہ عورت کی طرح اپنے پیٹ پر ہاتھ مارتے اور کہتے یہ سب میری ہی بدبختی اور شومیٔ اعمال کا نتیجہ ہے جو خلقِ خُدا اس آفت میں گرفتار ہوئی جا رہی ہے۔" کچھ لوگ حضرت سلمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فخر کرنے لگے (یعنی ان کی ذات کو قابلِ فخر بتایا) آپ نے کہا میری ابتدا نطفہ سے ہوئی اور انتہا یہ ہو گی کہ مُردار ہو جاؤں گا اور اس کے بعد کا فیصلہ وہ ترازو

کرے گا جس میں میرے اعمال ڈالے جائیں گے کہ اگر نیکیوں کا پلڑا بھاری رہا تو واقعی میں بزرگی کے درجے تک پہنچ جاؤں گا اور اگر بدیوں کا پلڑا جھک گیا، یعنی ایسا نہ ہوا تو ذلیل و بدترین کہلاؤں گا — دس خصلتیں ایسی ہیں جن کو اختیار کر کے آدمی بزرگی کا مقام حاصل کر سکتا ہے:

① پہلی خصلت یہ ہے کہ دانستہ یا نادانستہ خدا کی جھوٹی یا سچی قسم نہ کھائے، اگر وہ اس امر پر عامل رہا تو بارگاہِ عالی سے اُس پر نُور کا دروازہ کُھل جاتا ہے اور دل میں اس کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے جو اس کے بدن میں ترقّی کرتا جاتا ہے اور اس قدر بلند ہو جاتا ہے کہ اسے قصد اور بینائی میں قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ اپنے بھائیوں اور ہمسایوں کی نظر میں بزرگی حاصل کر لیتا ہے۔ ہر شخص اس کا تابع ہو جاتا ہے، ہر دیکھنے اور پہچاننے والا اس سے ڈرتا ہے۔ ② دوسری خصلت یہ کہ جھوٹ بولنے کی عادت ترک کر دے، اس لیے کہ جب وہ سچ بولنے کا عادی ہو جائے گا تو اللہ تعالےٰ اس کا سینہ کھول دے گا۔ اس کی عقل جلا پائے گی، وہ یوں محسوس کرے گا کہ جھوٹ بولنا اُسے آتا ہی نہیں۔ جھوٹ بولنے والے کو بھی روک دے، بلکہ اس سے ملنے میں عار سمجھے، اس کے حق میں دُعا کرے کہ اے اللہ جھوٹ بولنے سے بچا تاکہ اسے ثواب حاصل ہو۔ ③ تیسری خصلت یہ ہے کہ جس سے بھی وعدہ کرے اسے پورا کرے، ہاں مجبوراً کسی وجہ سے ایفا نہ کر سکے تو اور بات ہے۔ مگر قادر ہو تو وعدہ سے نہ پھرے۔ ایسا کرنے والا راست قدم اور مضبوط قلعہ کا مالک ہوتا ہے، یہی سیدھی راہ ہے۔ وعدہ خلافی دروغ گوئی کے برابر ہے۔ وعدہ وفا کرنے والے کے لیے سخاوت اور حیا کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ دوست احباب اس کی قدر کرتے ہیں، بارگاہِ الٰہی میں اسے بلند مرتبہ نصیب ہوتا ہے۔ ④ چوتھی خصلت یہ ہے کہ کسی کو بُرا نہ کہے، نہ کسی کو ایذا دے، حتیٰ کہ چیونٹی کو بھی ایذا نہ پہنچائے۔ نیک اور راست گو لوگوں کا یہی عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نگہبانی کرتا ہے۔ اس کی عاقبت بخیر ہوتی ہے۔ ایسی نیکیوں کا ذخیرہ کرنے والے کو اللہ تعالےٰ خطروں سے بچاتا ہے، لوگوں کے آزار سے محفوظ رکھتا ہے۔ بندوں کو اس پر مہربان بنا دیتا ہے۔ اپنی طرف سے عطا کا سزاوار ٹھہراتا ہے۔ ⑤ پانچویں خصلت یہ ہے کہ کسی کے لیے بددعا نہ کرے

اگر کسی نے اس پر ظلم کیا ہو تب بھی اس کے خلاف زبان نہ کھولے، نہ ہی اس سے بدلہ لے، بلکہ اس کا محاسبہ اللہ کے سپرد کر دے، اپنے قول یا فعل سے اس کا بدلہ نہ لے۔ یہ خصلت بندہ کے درجہ کو بلند کرتی ہے۔ اس خصلت کے طفیل دنیا و آخرت میں بلند درجے نصیب ہوتے ہیں۔ ہر شخص کے دل میں خواہ وہ نزدیک ہو یا دُور، اس کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ اس کی دُعا قبولیت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے، تمام مسلمانوں کے دل میں اس کی عزّت بیٹھ جاتی ہے۔ ⑥ چھٹی خصلت یہ ہے کہ کسی اہلِ قبلہ کے متعلق شرک، کفر یا نفاق کی گواہی نہ دے کیونکہ اصل مہربانی یہی ہے۔ یہ بلندی درجات کا باعث ہے۔ آنحضرتؐ کا یہی مرتبہ ہے۔ یہ امر خدا کے علم میں دخل دینے سے بچاتا ہے، اس کے باعث رضائے الٰہی اور رحمتِ بے حساب حاصل ہوتی ہے، یہی وہ دروازہ ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ بندے پر رحمت نازل کرتا ہے۔ ⑦ ساتویں خصلت یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں گناہوں سے اپنی نظر کو بچائے، اپنے ہاتھ اور پاؤں کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھے۔ یہ نگہداشت ایک بہت بڑا ذریعہ ہے جس سے اُس کے دل اور اعضا میں نیک اعمال سرایت کر جاتے ہیں اور وہ انھیں دنیا و آخرت کے لیے جمع کرتا ہے۔ ⑧ آٹھویں خصلت یہ ہے کہ لوگوں میں سے کسی پر اپنا بوجھ نہ ڈالے، بلکہ لوگوں پر سے اپنا بوجھ اٹھالے، جس چیز کا محتاج ہو اُس سے بے نیاز ہو جائے۔ عابدوں اور پرہیزگاروں کی عزّت اور شرف اسی میں ہے۔ اِس کے باعث وہ لوگوں سے نیک کام کروانے پر قادر ہوتے ہیں اور بُرائی سے باز رکھتے ہیں۔ تمام لوگ ایسے عابد سے راستی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ایسی خصلت کے حامل کو خدا تعالیٰ غنی کر دیتا ہے، اُسے یقین اور توکل نصیب ہوتا ہے، نفسانی خواہش زور نہیں پکڑتی۔ سب لوگ اُس کے ساتھ صدق گوئی سے پیش آتے ہیں۔ یہ صفت مومنوں اور پرہیزگاروں کا شرف ہے۔ اخلاص کے دروازہ کی طرف نزدیک ترین راستہ ہے۔ ⑨ نویں خصلت یہ ہے کہ آدمی کسی کے سامنے طمع کا ہاتھ نہ بڑھائے۔ لوگوں کے جاہ و حشم کو دیکھ کر اپنے نفس کی ہوا و ہوس کو تیز نہ ہونے دے۔ اس سے عزّت اور تونگری نصیب ہوتی ہے۔ خالص تمنا حاصل ہوتی

ہے، خالص غنا والا بڑے ملک کا سردار بنتا ہے۔ یہ صفت خدا کے دروازوں میں سے اعتماد کے دروازے کی طرف ہے۔ اس صفت کے باعث پرہیزگاری میں کاملیت نصیب ہوتی ہے۔ یہ ان لوگوں کی امانت ہے جو دنیا سے قطع تعلق کر کے سچے دل سے اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ⑩ دسویں خصلت تواضع ہے جس سے عابد کا مقام مضبوط ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک اس کا درجہ کامل اور بلند ہوجاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے جن کاموں کی کوشش کرے ان پر قادر و توانا ہوتا ہے۔ یہ صفت ساری خصلتوں کی جڑ ہے بلکہ ساری عبادتوں کا ایک درخت ہے۔ اس خصلت کے طفیل آدمی کو وہ مقام نصیب ہوتا ہے جو ہر حال یعنی خوشی و غم میں راضی بہ رضائے حق رکھتا ہے۔ یہ خصلت پرہیزگاری کا کمال ہے۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ان خصلتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نفسانی خواہشات سے ہمیں بچائے۔

سخاوت

آنحضرتؐ کی نصیحت:۔ آنحضرتؐ نے فرمایا لوگو! تم اپنے مال سے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتے، چاہیے کہ تم فراخ حوصلہ بنو، کشادہ دلی سے بخشش اور کرم کے دروازے کھول دو۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضورؐ کے سامنے بیٹھا تھا کہ حضورؐ نے (اہتمام اور تنبیہ کے طور پر) میرے عمامہ کا پچھلا کنارہ پکڑ کر فرمایا کہ اے زبیر میں اللہ کا قاصد ہوں، تمہاری طرف خاص طور سے اور سب لوگوں کی طرف عام طور سے (یعنی یہ بات تمہیں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے خاص طور سے پہنچاتا ہوں)، تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے کیا فرمایا ہے، میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ جب اپنے عرش پر جلوہ فرما تھا تو اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کی طرف (کرم کی) نظر فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بندو! تم میری مخلوق ہو، میں تمہارا پروردگار ہوں، تمہاری روزیاں میرے قبضہ میں ہیں، تم اپنے آپ کو ایسی چیز کے اندر مشقت میں نہ ڈالو جس کا ذمہ میں نے لے

رکھا ہے۔ اپنی روزیاں مجھ سے مانگو۔ اِس کے بعد حضورؐ نے پھر فرمایا کہ اور بتاؤں تمھارے رب نے کیا کہا؟ یہ کہا کہ اے بندے تُو لوگوں پر خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا تو لوگوں پر فراخی کر میں تجھ پر فراخی کروں گا تُو لوگوں پر خرچ میں تنگی نہ کر تاکہ میں تجھ پر تنگی نہ کروں تُو لوگوں سے بچاکر باندھ کر نہ رکھ تاکہ میں تجھ سے باندھ کر نہ رکھوں تُو خزانہ جمع کرکے نہ رکھ تاکہ میں تیرے (نہ دینے) پر جمع کرکے رکھ لوں۔ رزق کا دروازہ سات آسمانوں کے اُوپر سے کھلا ہوا ہے جو عرش سے ملا ہوا ہے وہ نہ رات کو بند ہوتا ہے نہ دن میں، اللہ جل شانہٗ اس دروازے سے ہر شخص پر روزی اتارتا رہتا ہے اُس شخص کی نیت کے بقدر اُس کی عطا کے بقدر اُس کے صدقہ کے بقدر اُس کے اخراجات کے بقدر اُس کو عطا فرماتا ہے جو شخص زیادہ خرچ کرتا ہے اس کے لیے زیادہ اتارا جاتا ہے جو کم خرچ کرتا ہے اُس کے لیے کمی کردی جاتی ہے اور جو روک کر رکھتا ہے اس سے روک دیا جاتا ہے۔ اے زبیر خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ اور باندھ کر نہ رکھو کہ تم پر باندھ کر رکھ دیا جائے۔ اور شمار نہ کرو کہ تم پر بھی شمار کیا جائے۔ تنگی نہ کرو کہ تم پر بھی تنگی کردی جائے۔ مشقّت میں (لوگوں کو) نہ ڈالو کہ تم پر مشقّت ڈال دی جائے۔ اے زبیر اللہ جل شانہٗ خرچ کرنے کو پسند کرتا ہے اور تنگی کو ناپسند کرتا ہے۔ سخاوت (اللہ جل شانہٗ کے ساتھ) یقین سے ہوتی ہے اور بخل شک سے پیدا ہوتا ہے۔ جو شخص (اللہ جل شانہٗ کے ساتھ کامل) یقین رکھتا ہے وہ جہنّم میں داخل نہ ہوگا اور جو شک کرتا ہے وہ جنّت میں داخل نہ ہوگا۔ زبیر! اللہ جل شانہٗ سخاوت کو پسند کرتا ہے چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ بہادری کو پسند کرتا ہے، چاہے سانپ اور بچھو ہی کے مارنے میں کیوں نہ ہو۔ اے زبیر! اللہ جل شانہٗ زلزلوں (اور حوادث) کے وقت صبر کو محبوب رکھتا ہے اور شہوتوں کے غلبے کے وقت ایسے یقین کو پسند کرتا ہے جو سب جگہ سرایت کرجائے (اور شہوت کے پورا کرنے سے روک دے) اور (دین میں) شبہات پیدا ہونے کے وقت عقلِ کامل کو محبوب رکھتا ہے اور حرام اور گندی چیزوں کے سامنے آنے پر تقویٰ کو پسند کرتا ہے۔ اے زبیر بھائیوں کی تعظیم کرو اور نیک لوگوں کی عظمت بڑھاؤ اور اچھے

آدمیوں کا اعزاز کرو، پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو اور فاسق لوگوں کے ساتھ راستہ بھی نہ چلو۔ جو ان چیزوں کا اہتمام کرے گا جنّت میں بغیر عذاب کے اور بغیر حساب کے داخل ہو گا۔ یہ اللہ کی نصیحت ہے مجھ کو اور میری نصیحت ہے تم کو۔" ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر تجھ میں چار چیزیں ہوں تو دُنیا کی کسی چیز کے نہ ہونے کا قلق نہیں ہے۔ امانت کی حفاظت، بات میں سچائی، اچھی عادت، روزی میں پاکیزگی۔ ایک حدیث میں ہے مبارک ہے وہ شخص جس کی کمائی اچھی ہو، (یعنی پاکیزہ ہو) اُس کا باطن نیک ہو، اُس کا ظاہر شریفانہ ہو، لوگ اُس کی بُرائی سے محفوظ ہوں، مبارک ہے وہ شخص جو اپنے علم پر عمل کرے اور ضرورت سے زائد مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دے اور ضرورت سے زائد بات کو روک لے یعنی بے ضرورت بات نہ کرے۔ جو شخص عذابِ دوزخ سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اُس کے لیے سب عبادات اور اطاعت سے بہتر طاعت کرنا ضروری ہے۔ بے بسوں کی مدد کرنا، مجبوروں کی ضرورت پُوری کرنا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے۔ جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اُسے دوست رکھے گا۔ اوّل دریا جیسی سخاوت، دوم آفتاب جیسی شفقت، سوم زمین جیسی تواضع۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے ابلیس سے کہا مخلوق میں سب سے زیادہ تیرا محبوب کون ہے، جواب دیا بخیل مومن۔ پھر فرمایا کہ سب سے بڑا دشمن کون ہے، اُس نے کہا کرم کرنے والا فاسق۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کا سبب؟ ابلیس نے کہا بخیل مومن کے حال سے مجھے توقّع رہتی ہے کہ اُس کا بخل ضرور اُسے گناہ میں مبتلا کر دے گا اور کریم فاسق سے خوف رہتا ہے کہ کرم کے باعث اُس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

ایک مرتبہ جہاد میں پکڑے جانے والے کچھ قیدیوں کو حضورؐ نے قتل کرنے کا حکم دیا، لیکن ایک کو معاف کر دیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم! دین ایک، خدا ایک اور اِن سب کا گناہ بھی ایک ہے تو پھر باقی سب کو قتل کر کے اِس ایک شخص کو قتل سے کیوں بچایا گیا؟ فرمایا ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اور خبر دی کہ اس شخص کو قتل نہ کیجئے کہ یہ سخی ہے۔

اور فرمایا سخی کا کھانا دوا ہے اور بخیل کا کھانا بیماری ہے۔ اور فرمایا۔ سخی خدا کے نزدیک بہشت سے نزدیک اور لوگوں سے نزدیک ہوتا ہے لیکن دوزخ سے دُور ہوتا ہے، جبکہ بخیل خدا سے دُور، بہشت سے دُور اور خلقِ خدا سے بھی دُور ہوتا ہے؛ البتہ دوزخ کے عین قریب ہوتا ہے۔

حضرت ابوالحسن مداینیؒ کہتے ہیں کہ حضرت حسینؓ، حضرت حسنؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ سفرِ حج پر روانہ ہوئے۔ دورانِ سفر ایک جگہ وہ اونٹ کہیں پیچھے رہ گیا جو زادِ سفر اٹھائے ہوئے تھا۔ اِن سب کو بھوک اور پیاس نے جب ستایا تو ایک اعرابی بڑھیا کے پاس گئے اور کہا کہ تمھارے پاس کچھ پینے کو ہے؟ وہ بولی ہاں ہے۔ اُس کے پاس ایک بکری تھی، اُس کا دُودھ دوہا اور انھیں پلا دیا۔ انھوں نے پوچھا کیا تیرے ہاں سے کچھ کھانے کو بھی مل سکتا ہے؟ وہ بولی کہ اور تو کچھ نہیں لیکن یہ بکری تو بہر حال ہے ہی، اِسی کو ذبح کر کے کھا لیجئے۔ انھوں نے بکری ذبح کی اور کھالی اور جاتے ہوئے کہا کہ ہم قریش میں سے ہیں۔ جب اِس سفر سے واپس آئیں گے تو تم ہمارے پاس آنا ہم تیرے ساتھ نیکی کریں گے۔ اِن کے رخصت ہونے کے بعد اُس بڑھیا کا خاوند گھر آیا تو اس سے بہت بگڑا اور کہنے لگا کہ تُو نے بکری مفت میں اُن لوگوں کے لیے ضائع کر دی، جن کے بارے میں تجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ وُہ تھے کون؟ اتفاقاً اُن پر ایسی افتاد پڑی کہ وہ میاں بیوی سخت غریب ہو گئے اور اِسی غربت و مفلسی کے عالم میں مدینہ پہنچے۔ وہاں اونٹ کی مینگنیاں چُنتے تھے اور بیچ کر اپنا پیٹ پالتے تھے۔ ایک دن اُس عورت کا گزر ایک کُوچے سے ہوا۔ وہاں ایک مکان کے دروازے پر حضرت حسنؓ بیٹھے ہوئے تھے اور اس عورت کو پہچان لیا اور پُوچھا۔ "اے بُڑھیا! کیا تُو نے مجھے پہچانا؟" اُس نے کہا۔ نہیں! حضرت حسنؓ نے کہا۔ "مَیں تمھارا وہی مہمان ہوں جس نے فلاں وقت تیرے ہاں سے کھانا کھایا تھا۔" وہ بولی۔ کیا تم وہی ہو؟ آپ نے کہا۔ "ہاں مَیں وہی ہُوں۔" اور پھر حکم دیا کہ ایک ہزار بکریاں خرید کر مع ایک ہزار دینار اس کے حوالے کر دی جائیں اور اپنے غلام کے ہمراہ اسے حضرت حسینؓ کے پاس بھیجا۔ انھوں نے پُوچھا کہ میرے بھائی نے تجھے کیا دیا؟ اُس نے کہا ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار؛ چنانچہ آپ نے بھی اُسے ایک ہزار بکریاں اور ایک

ہزار دینار دے کر اپنے غلام کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضؓ کے پاس بھیج دیا۔ انھوں نے پوچھا کہ ان کی طرف سے تجھے کیا ملا؟ اُس نے کہا دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار ملے ہیں۔ انھوں نے بھی دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار اُس کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ "تو انہیں تکلیف دینے کے بجائے اگر سیدھی میرے پاس چلی آتی، تو مَیں تجھے اتنا دیتا کہ وہ نہ دے سکتے"! وہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار لیکر اپنے شوہر کے پاس چلی گئی (اور کہا یہ اُن لوگوں کا حُسنِ سلوک ہے، جنھیں مَیں جانتی بھی نہ تھی اور بکری انھیں دے دی تھی۔) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم نے اپنے بندوں کے لیے احسان کے واسطے کئی صورتیں بنادی ہیں۔ ایک یہ کہ خود سلوک کرنا ان کو محبوب ہے، دوم احسان و سلوک کرنے والوں کی محبّت خلق کے دل میں ڈال دی، سوم احسان کے طالبوں کا منہ محسنوں کی طرف پھیر دیا، چہارم داد و دہش اُن پر آسان کر دی ہے جیسے خود اپنے خزانۂ رحمت سے کسی قحط زدہ خشک زمین پر مینہ عنایت فرماتا ہے اور زمین اور آسمانوں کو اُس کے سبب سے زندہ کرتا ہے اور فرمایا کہ آدمی کا ہر ایک سلوک داخلِ صدقہ ہے اور جو کچھ آدمی اپنے نفس اور اپنے اہل پر خرچ کرے وہ بھی اُس کے حق میں صدقہ ہی لکھا جاتا ہے اور جس خرچ سے آدمی اپنی عزّت بچاوے وہ بھی صدقہ ہے اور انسان کسی طرح کا خرچ کرے اللہ پر اُس کا عوض پہنچانا ضرور ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضؓ سے پوچھا کہ مروّت و رفعت اور اکرام کس کو کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مروّت اس کا نام ہے کہ آدمی اپنے دین کی اور نفس کی حفاظت کرے اور اپنے کام کو اچھی طرح پر کرے اور منازعت و مکروہات میں داخل ہونے کو بھی بخوبی انجام دے اور رفعت یہ ہے کہ ہمسایہ کی مصیبت کو ٹالے اور صبر کی جگہوں میں صبر کرے اور کرم یہ ہے کہ بدون مانگے دوسروں کے ساتھ سلوک کرے اور وقت پر کھانا کھلاوے اور باوجود مال دینے کے سائل پر عنایت و رافت کرے۔ اور ایک شخص نے آپ کی خدمت میں کسی مطلب کے لیے عرضی لکھ کر حوالہ کی آپ نے بدون پڑھتے فرمادیا کہ تیری حاجت پوری

کی جاوے گی۔ کسی نے عرض کیا اے رسول اللہؐ کے نواسے آپ نے اُس کی عرضی کو ملاحظہ کر کے ہی جواب دیا ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ جتنی دیر میں اس کی عرضی پڑھتا وہ میرے سامنے ذلیل کھڑا رہتا اور اِس بات کی پُوچھ مجھ سے خدا تعالیٰ فرماتا کہ تم نے سائل کو اتنی دیر کیوں ذلیل کھڑا رکھا۔

ایک عابدہ عورت حبان بن ہلال کے پاس کھڑی ہوئی، وہ اپنے دوستوں میں بیٹھے تھے، اُس نے پوچھا کہ تمھارے نزدیک سخاوت کس کو کہتے ہیں؟ اُنھوں نے کہا کہ دنیا خرچ کرنا ایثار کرنا۔ اُس نے کہا کہ یہ تو دنیا کی سخاوت ہوئی، دین کی سخاوت کیا ہے؟ کہا کہ خدا کی عبادت سخی دل سے کریں اور کچھ گراں نہ گزرے۔ اُس نے پوچھا کہ اس سے ثواب کی بھی نیّت ہے یا نہیں، کہا کہ ہاں توقع ثواب ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ خدائے تعالیٰ نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ ایک نیکی کے بدلے دس دی جاویں گی۔ اُس نے کہا کہ سبحان اللہ جب ایک دے کر دس لیے تو سخاوت دل کیا ٹھہری۔ اُنھوں نے پوچھا کہ پھر تمھارے نزدیک سخاوت کیا ہے تمھیں بتاؤ۔ اُس نے کہا کہ میری دانست میں سخاوت یہ ہے کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ طاعت میں لذّت اور مزہ ملے اور گراں بھی نہ گزرے اور با ایں ہمہ اس پر نیّت اجر کی بھی نہ ہو، یہاں تک کہ ہر چہ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ کا حال ہو جاوے۔ کیا اس بات کی تمھیں شرم نہیں آتی کہ خدائے تعالیٰ کو تمھارے دلوں کا حال معلوم ہو جاوے کہ یہ ایک چیز کے عوض میں دوسری چیز چاہتے ہیں۔ ایسی بات تو عوام میں بھی بُری ہوتی ہے یعنی جب ایک شخص کو معلوم ہو کہ فلاں شخص مجھ سے سلوک اس واسطے کرتا ہے کہ مَیں اُس کو ایک کے بدلے میں زیادہ دُوں تو وہ بیشک اس دینے سے خوش نہ ہوگا۔ اسی طرح ایک اور عورت عابدہ کا قول ہے کہ تم لوگوں کا خیال ہے کہ سخاوت دراہم اور دیناروں ہی سے ہوتی ہے لوگوں نے پوچھا کہ پھر اور کون سی چیز سے ہے۔ اس نے کہا کہ سخاوت میرے نزدیک جان سے کرنی چاہیے اور اس کی تفسیر حضرت محاسبیؒ کے قول میں ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ سخاوت دین میں ہے کہ محض خدا کے واسطے اپنے نفس پر کھیل جاوے اور جان کا دینا اور اپنے خون کا بہا دینا خدا کی راہ میں بُرا معلوم نہ ہو سخاوت دلی سے اس کا مرتکب ہو، نیّت ثواب کی نہ حال میں ہو نہ

مال میں اور گو ثواب کی حاجت بھی ہو، مگر کمال سخاوت کی خوبی دل پر ایسی جم جاوے کہ ثواب کو خدا ہی کے اختیار پر چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ خداوند کریم اس سے پھر وہ معاملہ کرے کہ اس کے وہم و خیال میں بھی نہ ہو۔

خیرات کا صلہ

حضرت خواجہ عبد الواحد بن زیدؒ ایک مرتبہ وعظ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنا تمام مال و متاع اللہ کی راہ میں قربان کر دے گا۔ اس کو جنت الفردوس میں ٹھکانا اور آنکھوں میں کھپ جانے والی نُور سرشت حُور ملے گی۔ اتفاقاً چار بھائی اس مجلس میں شریک تھے۔ ان میں سے ایک کے دل میں یہ بات جم گئی اور وہ فوراً وہاں سے اٹھا اور گھر آ کر اپنا سارا مال و متاع فقراء میں تقسیم کر دیا اور تن تنہا حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا حال کہہ سُنایا۔ حضرت خواجہ نے اس کو شاباش دی اور تسلّی و تشفی دے کر اسمِ اعظم پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ اسمِ اعظم پڑھنے کے دوران اس آدمی نے دیکھا کہ ایک دلکش باغ ہے اور اس میں زمرد کا ایک خوبصورت محل ہے اور اس محل میں بہت سی حسین و جمیل عورتیں جمع ہیں جو اسے دیکھ کر آپس میں کہہ رہی ہیں کہ یہ حور عین المرضیہ (آنکھوں کو اچھی لگنے والی کا شوہر آ رہا ہے۔ وہ مرد ان کے نزدیک گیا اور پُوچھا کہ تم میں "حور عین المرضیہ" کون ہے۔ اُن عورتوں نے یک زبان ہو کر کہا اللہ اللہ یہ کیسی بات آپ کر رہے ہیں ہم لوگ تو "حور عین المرضیہ" کی لونڈیاں ہونے کے بھی لائق نہیں ہیں۔ آپ اسے دیکھنا چاہتے ہیں تو اور آگے جائیے، وہ شخص اور آگے بڑھا ایک اور باغ اور محل دیکھا جو پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت اور شاندار تھا اور اس میں بھی پری جمال اور حسین و رعنا دوشیزائیں جمع تھیں اور ان لوگوں نے بھی اس کو دیکھ کر وہی کہا کہ یہ جوان "حور عین المرضیہ" کا شوہر معلوم ہوتا ہے، اس شخص نے ان عورتوں سے بھی یہی سوال کیا کہ تم میں سے "حور عین المرضیہ" کون ہے، ان لوگوں نے جواب دیا کہ "حور عین المرضیہ" کو دیکھنا چاہتے ہو تو اور آگے جاؤ۔ ہم لوگ تو اُس کی لونڈیوں کی بھی برابری نہیں کر سکتیں۔ مجبور ہو کر وہ شخص اور آگے بڑھا۔ آگے ایک

اور باغ اور محل دیکھا جو پہلے دونوں سے زیادہ خوبصورت اور پُر شکوہ تھا اور اس میں مہر و ماہ کو شرما دینے والی حسین عورتیں موجود تھیں۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ "حور عین المرضیہ" انہی میں سے ایک ہو گی۔ ان کے پاس جا کر اس نے پوچھا کہ تم میں سے "حور عین المرضیہ" کون ہے؟ ان لوگوں نے بڑی نرمی سے جواب دیا کہ ہم لوگ "حور عین المرضیہ کی لونڈیاں ہیں اور آپ بلاشبہ ان کے شوہر معلوم ہوتے ہیں۔ آپ ہماری مالکہ سے ملنا چاہتے ہیں تو اندر تشریف لے جائیے۔ اس بات سے اس کا دل خوشی سے اُچھلنے لگا اور وہ پردہ اٹھا کر محل کے اندر چلا گیا۔ دیکھا کہ "حور عین المرضیہ" بنی سنوری، سولہ سنگار کیے دلہن بنی بیٹھی ہے۔ وہ مرد دل و جان سے اس پر عاشق ہو گیا اور ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں جب ہوش آیا تو اس پری پیکر نے اس کو اشارے سے بلا کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ اب اس شخص کو صبر و ضبط کا یارا نہ رہا اور اس نے دستِ شوق بڑھا کر اسے اپنی آغوش میں لینا چاہا۔ "حور عین المرضیہ" نے بڑی دلربائی اور نرمی سے اس سے کہا کہ آپ اتنا بے چین اور مضطرب کیوں ہو رہے ہیں، بس ہم لوگوں کے وصل میں تین گھنٹے سے زیادہ کی تاخیر نہیں ہے اور آپ جانتے ہیں ایک پہر گزرنے میں کتنی دیر لگتی ہے، یہ تین گھنٹے تو دیکھتے دیکھتے گزر جائیں گے اور ہم دونوں ایک دوسرے کے وصل سے شادکام ہوں گے۔ یہ سُن کر اس مرد نے دستِ شوق کو روک لیا۔ یکایک اس کی آنکھ کُھل گئی اور وہ ہوش میں آ گیا۔ لیکن جب اس نے اپنی محبوبہ کو نہیں دیکھا تو مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ کو خبر ہوئی انھوں نے اس کو اپنے سامنے بلوایا اور فرمایا کہ اے احمق! یہ کیسی دیوانگی تجھ پر طاری ہے۔ اس مرد نے پُورا قصّہ کہہ سُنایا۔ آپ نے آہستہ سے اس کے کان میں فرمایا کہ تمھاری باتیں سب صحیح ہیں، لیکن تم کو اپنی محبوبہ کا وہ جملہ یاد نہیں رہا جو اس نے تم سے کہا تھا۔ پھر ایک پہر یعنی تین گھنٹے کے لیے یہ اضطراب کیسا، تم مضطرب نہ ہو۔ ایک پہر میں اپنی محبوبہ کے وصل سے شادکام ہو گے۔ اسی دوران کفّار کی ایک جماعت شہر پر حملہ آور ہوئی، لوگ جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوئے، یہ شخص بھی

مسلّح ہو کر جہاد میں شریک ہوا اور جی کھول کر دادِ شجاعت دی۔ بے شمار کافروں کو جہنّم واصل کیا۔ آخر میں لڑتا ہوا دوسرے مسلمانوں کے ساتھ شہید ہوا۔ فتح مسلمانوں کی ہوئی اور دشمن مغلوب و مقہور ہوئے۔ حضرت خواجہ نے اس مردِ جانباز کی لاش مبارک خود تلاش کر کے نکالی۔ شہید کے متبسّم چہرے پر ایک خاص قسم کا جلال اور جمال ہویدا تھا جو بہت کم شہدا میں دیکھا گیا۔ پھر حضرت نے اس پر نماز پڑھ کر اپنے دستِ مبارک سے اس کی تجہیز و تکفین فرمائی۔

غربا کی حاجت روائی

حضرت شیخ حاجی شریف زندنیؒ کے دیار میں فقراء میں سے ایک شخص رہتا تھا جس کی سات جوان لڑکیاں تھیں۔ وہ فقر و فاقہ میں ہمیشہ مبتلا رہتا تھا اور اس کی وجہ سے بہت پریشان اور بے بس تھا۔ ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے عرضِ حال کی کہ حضرت میری طرف خاص توجہ فرمائیے کہ میں اپنی جوان لڑکیوں سے سبکدوش ہو جاؤں۔ حضرت شیخ کے یہاں اس وقت کچھ موجود نہ تھا، اس لیے انھوں نے فرمایا کہ آج جاؤ کل آنا۔ حضرت شیخ کے فرمانے کے مطابق وہ واپس ہو گیا۔ واپسی میں اُسے ایک آتش پرست ملا۔ اس نے پوچھا درویش! کیا حال ہے؟ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا میری سات جوان لڑکیاں ہیں اور سبکدوش ہونے کے لیے پاس میں ایک پیسہ بھی نہیں، سخت عاجز اور بے بس ہو رہا ہوں۔ حضرت شیخ حاجی شریفؒ کے پاس اپنی حالت بیان کرنے گیا تھا انھوں نے کل بلایا ہے، ناامید جا رہا ہوں دیکھیں کیا صورت پیدا ہوتی ہے۔ اس مجوسی نے کہا اے فقیر! حضرت شیخ تو خود ہی نادار ہیں اور تم سے زیادہ فقر میں مبتلا ہیں وہ کیا تمھیں دیں گے، اسی لیے انھوں نے تم سے بہانہ کیا ہو گا۔ جاؤ اور ان سے کہو کہ اگر سات برس تک میری خدمت گزاری قبول کریں اور جو میں کہوں اُس کو بجا لائیں تو میں سات ہزار دینار ان کو دے سکتا ہوں، فقیر لوٹا اور سارا ماجرا حضرت شیخ سے کہہ سُنایا۔ حضرت شیخ نے ان تمام باتوں کو سُن کر فرمایا سبحان اللہ! اس سے بہتر کیا ہو گا کہ میری سات سال کی خدمت گزاری کے بدلے کسی غریب حاجت مند کی

ضرورت پوری ہو جائے، پھر حضرت شیخ اس فقیر کو ساتھ لیے ہوئے اس مجوسی کے پاس پہنچے اور جو کچھ اس مجوسی نے کہا اس کو قبول کر لیا۔ مجوسی نے قاضی شہر کے سامنے جا کر خط بندگی ان سے لکھوا لیا اور سات ہزار دینار ان کو دے دیئے حضرت خواجہؒ نے وہ سب دینار اس فقیر کو دے دیے کہ جا کر لڑکیوں کی شادی انجام دے اور خود اس مجوسی کی خدمت گزاری کے لیے اس کے پاس ٹھہر گئے، اس مجوسی نے ان کے سپرد رات کی پاسبانی کی اور حضرت شیخ مستعدی کے ساتھ اس کے حکم کی تعمیل میں لگ گئے۔ خلیفہ انکا معتقد تھا، ان کو جو یہ خبر معلوم ہوئی اس نے فوراً سات ہزار دینار اور سات ہزار درہم حضرت خواجہؒ کی خدمت میں روانہ کیے اور کہلا بھیجا کہ سات ہزار دینار اس مجوسی کو دے کر اس سے نجات حاصل کریں اور سات ہزار درہم اپنی ضرورت پر خرچ فرمائیں۔ حضرت شیخ زندنیؒ نے وہ تمام دینار و درہم فقرا اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیئے اور کہا کہ میں نے سات سال تک اس مجوسی کی خدمت کرنے کا عہد کیا ہے، وہ تو مجھے پُورا کرنا ہی ہے۔

مجوسی کا قبولِ اسلام

یہ خبر اس مجوسی کو ملی، تو اس نے حضرت سے آ کر پوچھا کہ اے شیخ جب خلیفہ وقت نے آپ کی خلاصی کے لیے دینار و درہم بھیجے تو پھر آپ نے اس سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا۔ اپنی خلاصی کرا لیتے تاکہ اس کڑی خدمت کی تکلیف سے بچ جاتے۔ حضرت شیخ نے جواب دیا کہ تم اس محنت اور تکلیف کی لذّت اور قدر کو کیا جانو، میرا اللہ فقر اور محنت کو پسند کرتا ہے اور میں اپنے خدا کو پسند کرتا ہوں پھر جس میں وہ راضی ہو اسی میں میرے لیے راحت ہے۔ اللہ دلجوئی کو پسند کرتا ہے اور دلجوئی کرنے والوں کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ مجوسی حضرت شیخ کی باتوں سے بہت متاثر ہُوا اور کہا کہ حضرت میں نے اپنی خوشی سے آزاد کیا آپ جائیے اور دلجمعی سے اپنے اللہ کے کاموں میں مشغول رہیے۔ حضرت شریف زندنیؒ نے فرمایا کہ جب تُو نے مجھ کو آزاد کیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ تجھ کو دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔ زبان مبارک سے اس جملہ کے نکلتے ہی وہ مجوسی

اسلام کی طرف مائل ہوگیا اور فوراً کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر سچے دل سے مسلمان ہوگیا اور سب کچھ چھوڑ کر حضرت شیخ کی خدمت میں لگ گیا اور کچھ ہی دنوں میں حضرت کی تعلیم و تربیت سے شیخ کامل ہوگیا۔ حکایت: کسی نبی کے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا اس نے منادی کرادی کہ سوائے میرے کوئی خیرات نہ کرے۔ ایک عورت کے دروازے پر ایک سائل گزرا، اس نے تین روٹیاں دے دیں، یہ بات بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اس نے اس کا ہاتھ کٹوا کر شہر بدر کر دیا۔ وہ کسی دوسرے بادشاہ کی سلطنت میں گئی، بادشاہ نے اس عورت سے حال پوچھا تو اس نے اپنا ماجرا بیان کیا اس پر بادشاہ نے اس سے نکاح کر لیا اور خدا نے اس بادشاہ کے دل میں اس کی ایسی جگہ دی کہ اس نے اپنی ساری بیویوں پر اسے ترجیح دینا شروع کی اور خدا نے اس سے ایک لڑکا عنایت کیا، بادشاہ جب جنگ کرنے نکلا تو بادشاہ کی کسی بی بی نے بادشاہ کی طرف سے اس بادشاہ کی ماں کو لکھ بھیجا کہ جس عورت کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں اسے سلطنت سے نکال دے، یہ سن کر وہ عورت بچہ لے کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہتی ہوئی نکل کھڑی ہوئی۔ وہ دجلہ پر پانی پینے آئی تو لڑکا دریا میں گر پڑا اور نظروں سے غائب ہوگیا اس نے دعا مانگی کہ اے اللہ آپ کا شکر ہے اور آپ ہی سے شکایت ہے اور آپ ہی فریاد رس ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہی جاتی ہے اور آپ ہی پر بھروسہ ہے۔ اس کے بعد اس کے پاس تین فرشتے اُتر کر آئے، ایک نے کہا یہ تیرا ہاتھ ہے، دوسرے نے کہا یہ تیرا دوسرا ہاتھ ہے اور تیسرا دجلہ میں اُتر پڑا اور کہنے لگا یہ تیرا لڑکا ہے۔ پھر انھوں نے اس سے کہا یہ تیری تین روٹیاں ہیں جو خدا کے نام پر تُو نے خیرات کی تھیں، اس کے بعد وہ دجلہ کے کنارے پر لوگوں سے کنارہ کش ہو کر عبادتِ خدا میں مشغول ہوگئی جب اس کا خاوند بادشاہ واپس آیا، تو اس نے اپنی ماں سے اس کا حال پوچھا، ماں نے خط کے حال سے اطلاع دی، تب اسے معلوم ہوا کہ یہ عورتوں کی مکاری کا نتیجہ تھا، اس کے بعد اس عورت کا حال پوچھتا پھرا۔ یہاں تک کہ وہ ملی، اس سے اس نے واپس چلنے کی نسبت کہا اس نے انکار کیا اس پر وہ بھی اسی

کے ساتھ تارک الدنیا ہو کر عبادت میں مشغول ہوگیا اور اپنے مُلک سے دستبردار ہوگیا اور احیاء میں ہے کسی کی روایت ہے کہ نماز تجھ کو نصف راستہ تک پہنچادے گی اور روزہ تجھ کو بادشاہ کے دروازہ تک پہنچا دے گا اور خیرات تجھ کو اندر داخل کردے گی۔

خیرات کی ترغیب

حضور پاکؐ کا ارشاد ہے کہ مَیں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا مَیں نے دیکھا کہ اُس میں کثرت سے داخل ہونے والے فقراء ہیں اور وسعت والے ابھی روکے ہوئے ہیں اور جہنّمی لوگوں کو جہنّم میں پھینک دیا گیا اور میں جہنّم کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو مَیں نے اس میں کثرت سے داخل ہونے والی عورتیں دیکھیں۔ عورتوں کے جہنّم میں کثرت سے داخل ہونے کی وجہ ایک اور حدیث میں آئی ہے۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم عید کے دن عید گاہ میں تشریف لے گئے۔ جب عورتوں کے مجمع پر گذر ہوا تو حضورؐ نے عورتوں سے خطاب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم صدقہ بہت کثرت سے کیا کرو۔ مَیں نے عورتوں کو بہت کثرت سے جہنّم میں دیکھا ہے۔ انھوں نے دریافت کیا یارسول اللہؐ! یہ کیا بات ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ عورتیں لعنت (بددعائیں) بہت کرتی ہیں اور خاوند کی ناشکری بہت کرتی ہیں اور یہ دونوں باتیں عورتوں میں ایسی کثرت سے شائع ہیں کہ حد نہیں۔ جس اولاد پر دم دیتی ہیں، ہر وقت اُس کی راحت اور آرام کی فکر میں رہتی ہیں ذرا ذراسی بات پر اُس کو ہر وقت بددعائیں تو مرجا تو گڑ جا تیرا ناس ہو جائے وغیرہ وغیرہ الفاظ ان کا تکیہ کلام ہوتا ہے اور خاوند کی ناشکری کا تو پوچھنا ہی کیا ہے، وہ غریب جتنی بھی ناز برداری کرتا رہے ان کی نگاہ میں وہ لاپرواہی رہتا ہے۔ ہر وقت اس غم میں مری رہتی ہیں کہ اُس نے ماں کو کوئی چیز کیوں دے دی، باپ کو تنخواہ میں سے کچھ کیوں دے دیا؟ بہن بھائی سے سلوک کیوں کر دیا؟ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے صلوٰۃ الکسوف میں دوزخ جنّت کا مشاہدہ فرمایا تو دوزخ میں کثرت سے عورتوں کو دیکھا۔ صحابہؓ نے جب اس کی وجہ دریافت کی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ احسان فراموشی کرتی ہیں اگر تو تمام عمر اُن میں سے کسی پر احسان

کرتا رہے. پھر کوئی ذرا سی بات پیش آجائے تو کہنے لگتی ہیں کہ میں نے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہ دیکھی. حضورؐ کا یہ ارشاد بھی کہ عورتوں کی عام عادت ہے جتنا بھی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اگر کسی وقت کوئی بات ان کو خلافِ طبع پیش آجائے تو خاوند کے عمر بھر کے احسان سب ضائع ہو کر کہتی ہیں کہ اس گھروے میں مجھے کبھی چین نہ ملا. یہ ان کا خاص تکیہ کلام ہے. ان روایات سے عورتوں کے کثرت سے جہنّم میں داخل ہونے کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سے بچاؤ اور حفاظت کی چیز بھی صدقہ کی کثرت ہے؛ چنانچہ اس عید والی حدیث میں ہے کہ حضورؐ جب یہ ارشاد فرما رہے تھے تو حضرت بلالؓ حضورؐ کے ساتھ تھے اور صحابیؓ عورتیں کثرت سے حضورؐ کا پاک ارشاد سننے کے بعد اپنے کانوں کا زیور اور گلے کا زیور نکال نکال کر حضرت بلالؓ کے کپڑے میں جس میں وہ چندہ جمع کر رہے تھے ڈال رہی تھیں. ہمارے زمانے میں اوّل تو عورتوں کو اس قسم کی سخت حدیثیں سُن کر خیال بھی نہیں ہوتا اور اگر کسی کو ہوتا بھی ہے تو پھر اُس کا نزلہ بھی خاوند ہی پر گِرتا ہے کہ وہی ان کی زکوٰۃ ادا کرے، ان کی طرف سے صدقے کرے. اگر وہ خود بھی کریں گی تو خاوند ہی سے وصول کر کے، مجال ہے کہ ان کے زیوروں کو کوئی آنچ آجاوے ویسے چاہے سارا ہی چوری ہو جائے، یا بیاہ شادیوں اور لغو تقریبات میں گروی رکھ کر ہاتھ سے جاتا رہے مگر اُس کو اپنی خوشی سے اللہ کے یہاں جمع کرنا اِس کا کہیں ذکر نہیں. اسی حال میں اس کو چھوڑ کر مرجاتی ہیں، پھر وہ وارثوں میں تقسیم ہو کر کم داموں میں فروخت ہوتا ہے. بنتے وقت نہایت گراں بنتا ہے، بکتے وقت نہایت ارزاں جاتا ہے، لیکن ان کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ یہ گھڑائی کے دام بالکل ضائع جا رہے ہیں، ان کو بنواتے رہنے سے غرض. یہ تڑوا کر وہ بنوالیا، وہ تڑوا کر یہ بنوالیا اور اپنے کام آنے والا نہ وہ ہے، نہ یہ ہے اور بار بار تڑوانے میں مال کی اضاعت کے علاوہ گھڑائی کی اجرت ضائع ہوتی رہتی ہے. یہ مضمون درمیان میں عورتوں کے کثرت میں جہنّم میں جانے کی وجہ میں آگیا تھا اصل مضمون تو یہ تھا کہ مال کی کثرت کچھ نہ کچھ رنگ تو لاتی ہی ہے، حتیٰ کہ حضرات مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

کے بارے میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن فقراء مہاجرینؓ اغنیاء سے چالیس برس سال قبل جنّت کی طرف بڑھ جائیں گے، حالانکہ ان حضرات کے ایثار اور صدقات کی کثرت اور اخلاص کا نہ تو اندازہ کیا جا سکتا ہے، نہ مقابلہ ہو سکتا ہے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے یہ دُعا کی: اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّ اَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّ احْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ (اے اللہ زندگی میں بھی مجھے مسکین رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت عطا کر اور میرا حشر بھی مسکینوں کی جماعت میں فرما)" حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! یہ کیوں؟ (یعنی آپ مسکینی کی دُعا کیوں فرماتے ہیں)، حضورؐ نے فرمایا کہ مساکین اپنے اغنیاء سے چالیس برس سال قبل جنّت میں جائیں۔ عائشہ مسکین کو نامراد واپس نہ کرو چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ عائشہ مساکین سے محبت رکھا کرو، ان کو اپنا مقرب بنایا کرو اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن تمھیں اپنا مقرب بنائیں گے۔

سائل کو نہ دھتکارو

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ مَیں تم کو حضرت خضرؑ کا حال سناؤں؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم خوشی سے تیار ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ایک دن حضرت خضرؑ بنی اسرائیل کے بازار میں ٹہل رہے تھے کہ ان کو ایک شخص ملا جو مکاتب تھا (مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کے آقا نے اس کی آزادی کو روپیہ کی ایک خاص تعداد پر موقوف کر دیا ہو) اس غلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے خدا کے نام پر سوال کیا۔ حضرت خضرؑ نے کہا میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اگر تُو چاہے تو یہ ممکن ہے کہ مجھ کو غلام بنا کر فروخت کر دے۔ مَیں غلامی کو اختیار کر لیتا ہوں، لیکن اللہ کے نام کو بے قدر نہیں کر سکتا۔ اس سائل نے اس بات کو منظور کر لیا۔ اور حضرت خضرؑ کو ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور قیمت اس شخص سے وصول کر لی جس نے حضرت خضرؑ کو خریدا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک بوڑھا آدمی سمجھ کر حضرت خضرؑ کی توقیر کی اور کوئی کام اُن کو نہیں بتایا۔ حضرت خضرؑ نے اپنے آقا سے کہا آپ مجھے کوئی کام بتائیے، لیکن آقا نے کہا میں تم کو تکلیف دینا نہیں چاہتا، مگر جب حضرت خضرؑ نے بار بار تقاضا کیا تو اُس نے ایک

پتھروں کا ڈھیر بتایا اور کہا کہ ان کو دوسری جگہ منتقل کر دیجئے۔ یہ کہہ کر آقا سفر میں چلا گیا اور جب سفر سے لوٹ کر آیا تو اُس نے دیکھا کہ حضرت خضرؑ اس کام سے فارغ ہو چکے تھے۔ اُس نے دیکھ کر تعجب کیا، کیونکہ اُس نے جو کام بتایا تھا وہ چھ آدمیوں کی طاقت و محنت سے بھی زائد تھا حضرت خضرؑ نے مزید خدمت کا مطالبہ کیا تو پھر آقا نے کہا، مَیں تم کو محنت میں ڈالنا نہیں چاہتا، بلکہ تم مجھ کو کچھ نصیحت کر دیا کرو، مَیں تم کو خدمت کا اہل نہیں سمجھتا، لیکن جب حضرت خضرؑ نے اصرار کیا تو اُس نے مجبوراً ایک مکان بنانے کی خدمت سپرد کر دی اور خود سفر میں چلا گیا۔ جب دو تین دن میں واپس آیا تو اُس نے دیکھا کہ مکان تیار ہو چکا تھا، اب اُس سے ضبط نہ ہو سکا اور اُس نے کہا، مَیں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں، سچ بتائیے آپ کون ہیں؟ حضرت خضرؑ نے کہا اس نام کی عزّت کے لیے مَیں نے غلامی اختیار کی تھی تُو نے پھر اسی نام کا واسطہ دیا۔ پھر حضرت نے پورا واقعہ سنایا اور یہ بھی کہا اے میرے آقا جس شخص سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کیا گیا اور اُس نے باوجود قدرت کے سائل کو رد کر دیا تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت کے ساتھ آئے گا کہ نہ اس کے جسم پر گوشت ہو گا اور نہ چمڑا۔ آقا ان تمام واقعات سے سخت متاثر ہوا اور حضرت خضرؑ سے دریافت کیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت خضرؑ نے صرف آزادی کی خواہش کی اور آقا نے آپ کو آزاد کر دیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مالدار آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا مرغ پکا ہوا تھا اور بیوی بھی اللہ تعالیٰ نے خوبصورت عنایت فرمائی تھی۔ دونوں میاں بیوی کھانا کھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک سائل نے صدا لگائی کہ گھر والو اللہ تمھیں برکت دے، مَیں غریب ہُوں اور بھوکا ہُوں، مجھے کھانا دو۔ مالدار آدمی کھانا بھی کھا رہا تھا اور بیوی سے دل لگی بھی کر رہا تھا۔ اُس نے کوئی جواب سائل کو نہ دیا۔ سائل نے تھوڑی دیر بعد پھر صدا لگائی۔ مالدار آدمی کو سائل کی بے وقت صدا بُری معلوم ہوئی۔ وہ اُٹھ کر غصّے سے باہر آیا اور سائل کو مارا۔ سائل نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ آئندہ کبھی مخلوق سے سوال نہیں کروں گا، یہ عہد کر کے وہ کسی جگہ مزدوری کرنے لگ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے مزدوری سے جمع ہونے والی رقم سے کاروبار شروع کر دیا۔ اللہ

نے اُس کے کام میں بہت برکت دی تو وہ شہر کا مشہور تاجر بن گیا۔ اب جس مالدار نے اس سائل کو مارا تھا، اس کی بھی سُنیے۔ جب اُس نے سائل کو مارا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ بات ناپسند آئی اور خدا کی شان کہ اس مالدار کو اس دن سے کاروبار میں خسارہ ہونا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ اتنا غریب ہو گیا کہ کھانے کے لیے روٹی بھی نہ رہی۔ اپنی غریبی سے تنگ آ کر اس نے اپنی بیوی کو بھی علیحدہ کر دیا اور خود کہیں چلا گیا۔ اُس کی بیوی نے ایک تاجر کے ہاں نوکری کر لی اور اُس کے گھر کی دیکھ بھال کرتی رہی۔ تاجر کی بیوی نہ تھی۔ اُس نے جب اپنے گھر کی ملازمہ کا طریقہ اور سلیقہ دیکھا تو اسے خیال ہوا کہ یہ کسی اچھے اور نیک گھرانے کی عورت معلوم ہوتی ہے، اُس تاجر نے اس سے شادی کر لی۔ ایک دن بیوی نے مُرغ پکایا اور دونوں میاں بیوی کھانے کے لیے بیٹھ گئے، اتنے میں ایک فقیر نے صدا لگائی کہ سخی گھر والو، مَیں غریب ہُوں بھوکا ہُوں، اللہ کے نام پر کھانا کھلا دو۔ تاجر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تمام کھانا سائل کو دے دو اور اپنے لیے اور پکا لو۔ بیوی کھانا طشت میں رکھ کر جب دروازہ پر آئی تو دیکھا کہ بوسیدہ کپڑوں میں وہی اس کا شوہر کھڑا ہے۔ اُس کا حال دیکھ کر تاب نہ لا سکی اور بے ہوش ہو کر گر پڑی، کھانا بھی گر پڑا۔ یہ حال دیکھ کر تاجر نے اُس کو سنبھالا اور دریافت کیا کہ کیا بات پیش آئی۔ اُس کی بیوی نے ساری بات فقیر کو مارنے کی اور خاوند کے اچھے حال کی زندگی کی کہانی سنائی اور بتایا کہ یہ میرا شوہر تھا، مَیں نے اس کے گھر میں اچھا وقت گزارا تھا، اب اس کو اس حال میں دیکھ نہ سکی۔ اس تاجر نے کہا وہ سائل جس کو تیرے شوہر نے مارا تھا وہ مَیں ہی ہُوں۔ اِس پر اُس تاجر نے اُس کے پہلے شوہر کو بہت کچھ مال و متاع دیا کہ اس سے کاروبار کر، اور اُس کی بیوی کو بھی چھوڑ دیا اور اُس کے پہلے خاوند سے ہی اُس کی شادی کر دی اور نصیحت کی کہ سائل کو نہ دھتکارنا۔

دعوتِ عمل

ہر مسلمان کو چاہیے کہ یورپ کی اس تہذیب سے بغاوت کرے جس نے انسان کو گمراہ، سرکش وجود اور ایک طاقت ور تباہ کن ہستی بنا دیا ہے۔ اس نے اس کو ایک ایسی اندھی بہری مشین بنا دیا ہے جو نہ روح رکھتی ہے، نہ دل، نہ عقیدہ،

نہ ضمیر، اس نے پوری دنیا کو ایک قمار خانہ یا بوچڑ خانہ اور پوری زندگی کو خرید و فروخت اور لین دین کی ایک منڈی بنادیا ہے۔ اس نے زندگی کی ندرت، جدت، تنوع، گہرائی اور حرارت سلب کرلی ہے۔ اس تہذیب کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا جس نے زندگی کو ایک نہ ختم ہونے والا سفر، نہ ختم ہونے والی مشکلات بنادیا ہے۔ ایک ایسی ریس بنادیا ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں، ایک ایسی جدوجہد یگ و دو جس کا کوئی نتیجہ نہیں۔ اس نے عصر حاضر کے انسان کو کولہو کا بیل بنادیا ہے جو مسلسل ایک دائرہ میں چکر کاٹتا رہتا ہے۔ اس نے انسان سے اس کی سب سے بیش قیمت متاع چھین لی۔ اس کو سب سے بڑی شرافت سے محروم کردیا اور وہ ہے ایمان اور یقین، بے لوث اخلاص، پاکیزہ محبت اور درد و سوز کی دولت۔

ایثار

صحابہؓ کا دوسروں کی وجہ سے پیاسے مرنا

حضرت ابوجہمؓ بن حذیفہ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے اور ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاؤں۔ اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جان کنی شروع تھی۔ میں نے پوچھا پانی کا گھونٹ دوں۔ انھوں نے اشارے سے ہاں کردی۔ اتنے میں دوسرے صاحب نے جو قریب ہی پڑے تھے اور وہ بھی مرنے کے قریب تھے آہ کی۔ میرے چچازاد بھائی نے آواز سنی تو مجھے اُن کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ میں اُن کے پاس پانی لے کر گیا، وہ ہشام بن ابی العاصؓ تھے، اُن کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ان کے قریب ایک تیسرے صاحب اسی حال میں پڑے دم توڑ رہے تھے، اُنھوں نے آہ کی، ہشامؓ نے مجھے اُن کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ میں اُن کے پاس پانی لے کر پہنچا تو اُن کا دم نکل چکا تھا، ہشامؓ کے پاس واپس آیا تو وہ بھی جاں بحق ہوچکے تھے۔ اُن کے پاس سے اپنے بھائی کے پاس واپس لوٹا تو اتنے میں وہ بھی ختم ہوچکے تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ فائدہ: اس نوع کے متعدد واقعات کتب حدیث میں مذکور ہیں۔ کیا انتہا ہے اس ایثار کی کہ اپنا

دم توڑ رہا ہو اور پیاسا ہو۔ ایسی حالت میں کسی دوسرے کی طرف توجہ کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس کو پیاسا چھوڑ کر دوسرے کو پانی پلانے چلا جائے اور اُن مرنے والوں کی رُوحوں کو اللہ جلّ شانہٗ اپنے لطف وفضل سے نوازیں کہ مرنے کے وقت بھی جب ہوش و حواس سب ہی جواب دے دیتے ہیں۔ یہ لوگ ہمدردی میں جان دے دیتے ہیں۔

حضرت حمزہؓ کا کفن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے اور بے درد کافروں نے آپؓ کے کان ناک وغیرہ اعضاء کاٹ دیے اور سینہ چیر کر دل نکالا اور طرح طرح کے ظلم کیے۔ لڑائی کے اختتام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہؓ شہیدوں کی لاشیں تلاش فرما کر اُن کی تجہیز وتکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہؓ کو اس حالت میں دیکھا، نہایت صدمہ ہُوا اور ایک چادر سے اُن کو ڈھانپ دیا۔ اتنے میں حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں۔ حضورؐ نے اس خیال سے کہ آخر عورت ہیں ایسے ظلم کے دیکھنے کا تحمل مشکل ہو گا، ان کے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کرو، انھوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضورؐ نے دیکھنے سے منع فرما دیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے یہ سُنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیے گئے، اللہ کے راستے میں یہ کون سی بڑی بات ہے ہم اس پر راضی ہیں۔ میں اللہ سے ثواب کی امّید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ صبر کروں گی۔ حضرت زبیرؓ نے حضورؐ سے جا کر اس کلام کا ذکر کیا تو حضورؐ نے اس جواب کو سُن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرما دی، آکر دیکھا، انا للہ پڑھی اور دعا کی، ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ احد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں، ایک عورت تیزی سے آرہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا دیکھو، عورت کو روکو۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں، میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں۔ میں جلدی سے انھیں روکنے کے لیے بڑھا، مگر وہ قوی تھیں۔ ایک گھونسا میرے مارا اور کہا 'پرے ہٹ'، میں نے کہا کہ حضورؐ نے منع فرمایا ہے تو فوراً کھڑی ہو گئیں، اس

کے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے لیے لائی تھی کہ میں ان کے انتقال کی خبر سن چکی تھی، ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا، ہم لوگ وہ کپڑے لے کر حضرت حمزہؓ کو کفنانے لگے کہ برابر میں ایک انصاری جن کا نام سہیلؓ تھا شہید پڑے ہوئے تھے، ان کا بھی کفار نے حضرت حمزہؓ جیسا ہی حال کر رکھا تھا۔ ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہؓ کو تو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو، اس لیے ہم نے دونوں کے لیے ایک ایک کپڑا تجویز کر دیا، لیکن ایک کپڑا اُن میں بڑا اور دوسرا چھوٹا تھا۔ ہم نے قرعہ ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصّہ میں آئے گا، وہ اُن کے کفن میں لگایا جائے۔ قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیلؓ کے حصّہ میں آیا اور چھوٹا حضرت حمزہؓ کے حصّہ میں آیا جو ان کے قد سے بھی کم تھا کہ اگر سر کو ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانپ دو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دو۔ ابنِ سعدؒ کی روایت میں ہے کہ حضرت صفیہؓ جب دو کپڑے لے کر حضرت حمزہؓ کی نعش پر پہنچیں تو اُن کے قریب ہی ایک انصاری اسی حال میں پڑے ہوئے تھے تو ایک ایک کپڑے میں دونوں کو کفن دیا گیا۔ حضرت حمزہؓ کا کپڑا بڑا تھا، یہ روایت مختصر ہے اور خمیس کی روایت مفصّل ہے۔ **فائدہ**: یہ دو جہاں کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے وہ بھی اس طرح کہ ایک عورت اپنے بھائی کے لیے دو کپڑے دیتی ہیں، اس میں یہ گوارا نہیں کہ دوسرا انصاری بے کفن رہے، ایک ایک کپڑا بانٹ دیا جاتا ہے اور پھر چھوٹا کپڑا اس شخص کے حصّہ میں آتا ہے جو کئی وجہ سے ترجیح کا استحقاق بھی رکھتا ہے۔ غریب پروری اور مساوات کے دعویدار اگر اپنے دعوؤں میں سچے ہیں تو ان پاک ہستیوں کا اتباع کریں جو کہہ کر نہیں بلکہ کر کے دکھلا گئے۔ ہم لوگوں کو اپنے لیے ان کا پیرو کہنا بھی شرم کی بات ہے۔

بکرے کی سری کا چکر کاٹ کر واپس آنا

حضرت ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابیؓ کو کسی شخص نے بکرے کی سری بطور ہدیہ دی، انھوں نے خیال فرمایا کہ میرے فلاں ساتھی زیادہ ضرورت مند ہیں، کنبہ والے ہیں اور ان کے گھر

والے زیادہ محتاج ہیں، اس لیے ان کے پاس بھجوا دی۔ ان کو ایک تیسرے صاحب کے متعلق یہی خیال پیدا ہوا اور ان کے پاس بھیج دی، غرض اس طرح سات گھروں میں پھر کر وہ سری سب سے پہلے صحابی کے گھر لوٹ آئی۔ فائدہ: اس قصہ سے ان حضرات کا عام طور سے محتاج اور ضرورت مند ہونا بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی کہ ہر شخص کو دوسرے کی ضرورت اپنے سے مقدّم معلوم ہوتی تھی۔

حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو زچگی میں لے جانا

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں لبا اوقات رات کو چوکیدارہ کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گذر ہوا، دیکھا کہ بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ لگا ہوا ہے جو وہاں پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور خیمہ سے کراہنے کی آواز آرہی ہے۔ سلام کر کے ان صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت فرمایا کہ تم کون ہو۔ انھوں نے کہا کہ ایک مسافر ہوں جنگل کا رہنے والا ہوں، امیر المؤمنین کے سامنے اپنی کچھ ضرورت پیش کر کے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں، دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ سے آواز کیسی آرہی ہے، ان صاحب نے کہا کہ عورت کی ولادت کا وقت قریب ہے درد زہ ہو رہا ہے، میاں تم جاؤ اپنا کام کرو، آپؓ نے اصرار فرمایا، کوئی دوسری عورت بھی پاس ہے، انہوں نے کہا کوئی نہیں، آپؓ وہاں سے اٹھے اور مکان پر تشریف لے گئے اور اپنی بیوی حضرت ام کلثومؓ سے فرمایا کہ ایک بڑے ثواب کی چیز مقدر سے تمہارے لیے آئی ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا ہے۔ آپؓ نے فرمایا ایک گاؤں کی رہنے والی بیچاری تنہا ہے، اس کو درد زہ ہو رہا ہے، انھوں نے ارشاد فرمایا ہاں ہاں تمہاری صلاح ہو تو میں تیار ہوں اور کیوں تیار نہ ہوتیں کہ یہ بھی آخر حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ولادت کے لیے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو تیل گودڑ وغیرہ لے لو اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی ساتھ لے لو، وہ

لے کر چلیں۔ حضرت عمرؓ خود پیچھے پیچھے ہو لیے، وہاں پہنچ کر حضرت امّ کلثومؓ تو خیمہ میں چلی گئیں اور آپؓ نے آگ جلا کر اس ہانڈی میں دانے اُبالے، گھی ڈالا۔ اتنے میں ولادت سے فراغت ہو گئی، اندر سے حضرت امّ کلثومؓ نے آواز دے کر عرض کیا۔ امیر المؤمنینؓ اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دیجئے۔ امیر المؤمنین کا لفظ جب ان صاحب کے کان میں پڑا تو وہ بڑے گھبرائے، آپؓ نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں۔ وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھ دی کہ اس عورت کو بھی کچھ کھلا دیں۔ حضرت امِ کلثوم نے اس کو کھلایا، اس کے بعد ہانڈی باہر دے دی، حضرت عمرؓ نے اس بدّو سے کہا کہ تم بھی کھاؤ، پوری رات تمہاری جاگنے میں گذر گئی، اس کے بعد اہلیہ کو ساتھ لے کر گھر تشریف لے آئے اور ان صاحب سے فرما دیا کہ کل ہمارے پاس آنا تمہارے لیے انتظام کر دیا جائے گا۔

فائدہ: ہمارے زمانے کا کوئی بادشاہ، رئیس یا کوئی معمولی حیثیت کا مالدار بھی ایسا ہے جو غریب کی ضرورت میں مسافر کی مدد کے لیے اس طرح اپنی بیوی کو رات کے وقت جنگل میں لے جائے اور خود چولہا جھونک کر کھانا پکائے۔ مالدار چھوڑیئے کوئی دیندار بھی ایسا کر سکتا ہے۔ سوچنا چاہیے کہ جن کے ہم نام لیوا ہیں اور ان جیسی برکات کی ہر بات میں امید رکھتے ہیں کوئی کام بھی ہم ان جیسا کر لیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے ایک باغ پر گذرے۔ اس باغ میں ایک حبشی غلام باغ کا رکھوالی تھا، وہ روٹی کھا رہا تھا اور ایک کتّا اُس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ ایک لقمہ بنا کر اپنے منہ میں رکھتا تو ویسا ہی ایک لقمہ بنا کر اس کتّے کے سامنے ڈالتا۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اِس منظر کو کھڑے دیکھتے رہے۔ جب وہ غلام کھانے سے فارغ ہو چکا تو یہ اس کے پاس تشریف لے گئے، اُس سے دریافت کیا تم کس کے غلام ہو؟ اُس نے کہا میں حضرت عثمانؓ کے وارثوں کا غلام ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے تمھاری ایک عجیب بات دیکھی، اُس نے عرض کیا آقا تم نے کیا دیکھا؟ فرمانے لگے کہ تم جب ایک لقمہ کھاتے تھے ساتھ

ہی ایک لقمہ اس کتے کو دیتے تھے۔ اس نے عرض کیا کہ یہ کتا کئی سال سے میرا ساتھی ہے' اس لیے ضروری ہے کہ میں کھانے میں بھی اس کو اپنا ساتھی رکھوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کتے کے لیے تو اس سے کم درجہ کی چیز بھی بہت کافی تھی؟ غلام نے عرض کیا مجھے اللہ جل شانہٗ سے اس کی غیرت آتی ہے کہ میں کھاتا رہوں اور ایک جاندار آنکھ مجھے دیکھتی رہے۔ حضرت ابن جعفرؓ اس سے بات کر کے واپس تشریف لائے اور حضرت عثمانؓ کے وارثوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اپنی ایک غرض لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ انہوں نے کہا، کیا ارشاد ہے؟ ضرور فرمائیں آپؓ نے فرمایا کہ فلاں باغ میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ جناب کی خدمت میں وہ ہدیہ ہے اس کو بلاقیمت قبول فرمالیں، فرمانے لگے کہ میں بغیر قیمت لینا نہیں چاہتا۔ قیمت طے ہو کر معاملہ ہو گیا۔ پھر حضرت ابن جعفرؓ نے فرمایا کہ اس میں جو غلام کام کرتا ہے اس کو بھی لینا چاہتا ہوں۔ انہوں نے عذر کیا کہ وہ بچپن سے ہمارے ہی پاس پلا ہے۔ اس کی جدائی شاق ہے' مگر حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے اصرار پر انہوں نے اس کو بھی ان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ یہ دونوں چیزیں خرید کر اس باغ میں تشریف لے گئے اور اس غلام سے فرمایا کہ میں نے اس باغ کو اور تم کو خرید لیا ہے۔ غلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ آپ کو یہ خریداری مبارک فرمائے اور اور برکت عطا فرمائے؛ البتہ مجھے اپنے آقاؤں سے جدائی کا رنج ہوا کہ انہوں نے بچپن سے مجھ کو پالا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے فرمایا کہ میں تم کو آزاد کرتا ہوں اور یہ باغ تمہاری نظر ہے۔ اس غلام نے عرض کیا کہ پھر آپ گواہ رہیں کہ یہ باغ میں نے حضرت عثمانؓ کے وارثوں پر وقف کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی اس بات پر اور بھی تعجب ہوا اور اس کو برکت کی دعائیں دے کر واپس آگیا۔ یہ تو مسلمانوں کے اسلاف کے غلاموں کے کارنامے تھے۔ جس رات یعنی شب ہجرت حضرت علیؓ مرتضےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ کے بستر پر سوئے تو خدائے تعالےٰ نے حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم دونوں میں بھائی چارہ کر دیا اور تم دونوں میں سے ایک کی عمر زیادہ کی تو بتاؤ کہ کونسا تم میں کم زندگی چاہتا

ہے اور زیادہ حیات دوسرے کے واسطے پسند کرتا ہے۔ دونوں نے یہی چاہا کہ میری عمر زیادہ ہو یعنی ایثار کا مضمون کسی نے پسند نہ کیا۔ ارشاد ہوا کہ تم دونوں حضرت علیؓ کے موافق بھی نہ ہوئے کہ میں نے اس میں اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلّم میں بھائی چارہ کیا تو آج رات اس کے بچھونے پر اس کی جان کے بدلے اپنی جان فدا کرتا ہے، اور اس کا جینا اپنے جینے پر مقدم سمجھتا ہے۔ اب تم زمین پر جاؤ اور حضرت علیؓ کی حفاظت اس کے دشمنوں سے کرو بس بموجب ارشاد کے حضرت جبرئیل آپ کے سرہانے اور حضرت میکائیل ان کے پائنتی کھڑے ہوئے حضرت جبرئیل فرماتے ہیں کہ واہ واہ اے فرزند ابو طالب تجھ سا آج کوئی نہیں کہ خدائے تعالےٰ تجھ سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔

حکایت بعض (مفسد پرداز) لوگوں نے ایک مرتبہ چند صوفیوں کے خلاف خلیفۂ وقت کے کان بھرے۔ آخر خلیفہ کے حکم سے اُن کے قتل کے لیے تلوار اٹھائی گئی اور سب کے قتل کا وقت آپہنچا۔ حضرت ابو الحسن نوریؒ بھی ان میں شامل تھے (لیکن ان کی باری ذرا بعد میں آتی تھی؛ تاہم انھوں نے انتظار نہ کیا)، اور سب سے پہلے آگے بڑھ کر اپنے آپ کو جلاد کے سامنے پیش کر دیا۔ خلیفہ نے کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ (جبکہ اصل میں باری فلاں صوفی کی تھی؟) آپ نے فرمایا کہ یہ میرے دینی بھائی ہیں، لہٰذا میں نے چاہا کہ زندگی کے چند لمحے جو باقی ہیں، وہ بھی انھی پر کیوں نہ نثار کر دوں (کہ ایثار کا تقاضا یہی تھا) خلیفہ نے کہا کہ ایسے با مروّت لوگوں کو قتل نہیں کیا جا سکتا (کہ اس سے بڑی بے مروّتی اور کیا ہو گی؟) اور سب کو رہا کر دیا۔ صوفیہ سے روایت ہے کہ ہم چند لوگ متفق ہو کر طرسوس کے باب جہاد سے باہر نکلے اور ایک کتا ہمارے ساتھ ہو لیا، ہم باہر نکل کر ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے، وہاں سے متصل ایک مردار پڑا تھا کتّے نے مردار کو دیکھ کر شہر کو مراجعت کی اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے پھرا تو بیس کتے اسکے ہمراہ تھے۔ وہ سب کے سب آتے ہی مردار پر جھک پڑے اور یہ کتّا الگ بیٹھا ہوا دیکھتا رہا یہانتک کہ گوشت مردار کا سب ہو چکا اور ہڈیاں رہ گئیں، جب شہر کے کتے چلے گئے تب اس کتّے نے ان پسماندہ ہڈیوں سے اپنا شکم سیر کیا۔

گناہوں سے بچو

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور جن و انس کو تخلیق فرمایا پھر عصمت و کفایت اور جبلت کو تخلیق فرما کر حکم دیا کہ ہر نوع کے افراد میں سے ایک ایک شئے کو اپنے لیے منتخب کرلیں چنانچہ ملائکہ نے عصمت کو اختیار کیا۔ جنات نے کفایت کو اور انسانوں نے جبلت کو منتخب کیا۔ اسی لیے انسان کثرت کے ساتھ حیلہ سازی سے کام لیتا ہے۔ سب سے زیادہ خسارے میں ہے وہ جو افعال بد میں زندگی گزارتا ہے۔ حیرت ہے ان لوگوں پر جو بیماری کے خوف سے کھانا تو ترک کردیتے ہیں لیکن خوف آخرت سے معصیت نہیں چھوڑتے۔

راہِ سلوک کے گناہ

راہ سلوک میں چار گناہ کبیرہ ہیں (۱) گورستان میں قہقہہ لگانا (۲) گورستان میں کھانا پینا، کیونکہ یہ عبرت کا مقام ہے (۳) مردم آزاری کرنا (۴) خدا کا نام لے کر لرزہ براندام نہ ہونا) سالک کو ان گناہوں سے بچنا لازمی ہے۔ ظاہر بلا باطن ہیچ ہے خلق بلا خالق ہیچ ہے دروازہ بلا دار ہیچ ہے، ویرانہ پر قفل لگانا ہیچ ہے، اے دنیا بلا آخرت۔ اے خلق بلا خالق تو جس مشغلہ میں ہے یہ قیامت کے دن نفع نہ دے گا بلکہ ضرر پہنچائے گا۔ یہ سامان جو تیرے پاس ہے تجھ سے نہ خریدا جائے گا۔ ریاء، نفاق، معاصی تیرا اسباب ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ بازارِ آخرت میں رواج نہ پائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اے گناہ کرنے والے اپنے گناہ کے آخری شر سے بے غم نہ ہو اس لیے کہ جب تو یہ نہیں جانتا کہ اللہ تیرے ساتھ کیا کرنے والا ہے تو تیرا ہنسنا گناہ سے بڑھ کر ہے۔ اور گناہ پر تیرا اس لیے خوش ہونا کہ تو اس کے کرنے پر قادر ہوا گناہ پر گناہ ہے۔ اور گناہ پر تیرا غم کرنا اس لیے کہ تو اس کے کرنے پر قادر نہ ہو سکا بدتر از گناہ ہے اور دورانِ ارتکاب گناہ میں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر تیری طرف ہے، تیرے قلب کا بے چین نہ ہونا گناہ در گناہ ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں: کہ بڑی غلطی میرے نزدیک یہ ہے کہ معاف ہونے کی توقع پر بدوں ندامت گناہ کیے جائے اور بدوں اطاعت توقع قرب الٰہی کی رکھے اور آگ کا بیج بو کر منتظر جنت کا رہے اور گناہوں کے عوض طالب مطیعوں کے مقام کا ہو اور

بدوں عمل آرزو ثواب کی کرے اور باوجود زیادتی کے خدائے تعالیٰ سے کسی مراد کا متمنی ہو۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ کفر کی بنا کس چیز پر ہے، ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ چار ارکان پر اس کی بنا ہے۔ اوّل جفا، دوم نابینائی، سوم غفلت، چہارم شک۔ پس جو جفا کرے گا وہ حق کو حقیر جانے لگا اور باطل کو کھلا کھلی کرے گا اور علماء کو برا جانے گا اور جو اندھا ہوگا ذکر کو بھول جاوے گا اور جو غفلت کرے گا وہ راہِ راست سے پھرے گا اور جو شک کرے گا وہ آرزوؤں سے مغالطے میں پڑے گا۔ پھر حسرت اور ندامت اس کو گرفتار کرلے گی اور جس چیز میں اس کو شک تھا وہ خدا کی طرف سے اس پر ظاہر ہو جاوے گی۔ حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں طلب کرنا بہشت کا بے عمل کے ایک گناہ ہے گناہوں سے اور امیدِ شفاعت بے سبب و بے علاقہ ایک قسم ہے فریب سے اور امید رکھنا رحمت کا اُس سے کہ فرمانبرداری نہ کرے اُس کی حمق اور جہالت ہے۔ اور حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ ایک قوم کو باز رکھا بخشش کی آرزوؤں نے یہاں تک کہ باہر نکلی دنیا سے اور حال یہ ہے کہ نہیں ہے ان کے لیے نیکی۔ کہتا ہے ایک اُن میں سے کہ اچھا رکھتا ہوں میں گمان اپنے پروردگار سے کہ بخشنے والا ہے۔ جھوٹ کہتا ہے اگر اچھا ہوتا گمان اُس کا ساتھ پروردگار کے تو اچھے عمل کرتا اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ دور رہو اے بندگانِ خدا ان آرزوؤں باطل سے کہ یہ وادی احمقوں کی ہیں کہ پڑے ہیں لوگ ان میں قسم ہے خداتعالیٰ کی نہ دی۔ خداتعالیٰ نے کسی بندے کو اُس کی آرزوؤں سے خیر دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ وہ سب گناہوں سے بچ نہیں سکتا تو جتنے گناہوں سے بچ سکتا ہے اتنوں سے بچے۔ خواہ وہ تھوڑے ہی ہوں اور جہاں تک ہو سکے بڑے گناہوں سے توبہ کرے۔ اس لیے کہ گناہ کبیرہ اللہ کے ہاں زیادہ قابلِ گرفت ہیں۔ ان سے اللہ کا غصہ اور غضب بھڑک اٹھتا ہے۔ چھوٹے گناہ بڑے گناہوں کی نسبت کم درجے کے ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک اُن کی بخشش میں زیادہ آسانی ہوتی ہے۔ کبیرہ گناہ سے توبہ کرنا بھی کچھ مشکل نہیں۔ کبیرہ گناہ کو ترک کر دینے سے ایمان، یقین اور دل میں قوت پیدا ہوتی ہے، نورِ ہدایت سے دل روشن ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کے لیے سینے کو کشادگی عطا ہوتی ہے۔ پھر صغیرہ گناہ خود بخود چھوٹ جاتے ہیں۔ گناہوں کی باریکیوں اُن کے حال اور مقام سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ شرک سے بھی آگاہ

ہو جاتا ہے پھر اُسے ایسا مقام نصیب ہوتا ہے جہاں وہ صرف وہی کام کرنے لگ جاتا ہے۔ جو کرنے چاہئیں اور ممنوع کاموں سے دور رہتا ہے۔ جو شخص اس سیدھی راہ پر لگ جاتا ہے، اس کا ذائقہ چکھ لیتا ہے۔ کاملینِ محبّت کی صحبت اختیار کر کے اُس میں ثابت قدمی اختیار کرتا ہے۔ وہ ایسی تمام باتوں کو اچھی طرح جان لیتا ہے۔ پس آدمی کو چاہیئے کہ شروع ہی میں ایسا طریقہ اختیار کرے جو آسان ہو، ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جو مشکل ہو کیونکہ تم اس لیے بھیجے گئے ہو کہ کاموں کو آسان کرو اس لیے نہیں بھیجے گئے کہ کاموں میں ایسی مشکلات پیدا کرو کہ لوگوں کو اُن سے نفرت ہو جائے۔ یہ محکم دین ہے۔ اس میں نرمی کے ساتھ چلو۔ جس نے نرمی کو ترک کیا وہ سیدھی راہ سے بہک گیا، پھر کوئی اُس کا رہبر نہیں۔

اعضا کی حفاظت

انسان کی سعادت کا ملا اسی میں ہے کہ دیدارِ الٰہی کو اپنا مقصد بناوے اور آخرت کو اپنا مستقر جانے اور دنیا کو منزل اور بدن کو سواری اور اعضاء کو خادم تصوّر کرے اور اپنی قوّتِ مدرکہ کو بادشاہ قرار دے۔ جس کا دار السلطنت قلب ہے اور قوّتِ خیالی دماغ میں ہے۔ اس بادشاہ کا قاصد کیوں کہ محسوسات کی خبریں اُس کے پاس جمع ہوتی ہیں۔ اور قوّتِ حافظہ اُس کا مسکن مؤخر دماغ اس کا خزانچی ہے اور زبان اُس کی ترجمان اور اعضاء متحرک اُس کے محرر، اور حواسِ خمسہ اُس کے جاسوس ہیں اور ہر واحد اُن میں سے ایک طرف کی اخبار رسانی پر متعین ہے اور کان عالمِ آواز پر، اور ناک عالمِ خوشبو پر اور علیٰ ہٰذا القیاس پھر یہ سب اپنے اپنے علاقہ کے اخبار جمع کرتے ہیں اور قوّتِ خیالی تک پہنچا دیتے ہیں جس کا کام قاصدی ہے۔ وہ ان اخبار کو خزانچی یعنی حافظہ کے سپرد کرتی ہے اور خزانچی بحضور بادشاہ پیش کرتا ہے تاکہ بادشاہ کو اُن اخبار میں سے جس قدر سلطنت کی تدابیر یا جس سفر کے درپے ہے۔ اُس کی تکمیل میں یا جس دشمن کے ساتھ منازعت ہے اُس کے قلع قمع میں یا رنو نکے دور کرنے میں ضرورت ہو اس قدر لے لیوے، پس اگر ایسا ہی کیا تو سعید اور کامیاب اور خدا کی نعمتوں کا شاکر ہوا اور جب ان سب کو بے کار رکھا یا کام تو لیا مگر اُس میں اپنے دشمنوں یعنی شہوت اور غضب اور

لذائذ فانی اور آبادی رہگذر مسمیٰ بہ دنیا کا ہی لحاظ رکھا تو شقی اور رسوا اور خدا کی نعمتوں کا کافر ہوگا۔ اور لشکرِ الٰہی کو جو اُس کا تابع تھا تلف کرے گا اور دشمنانِ خدا کی عزت اور حزب اللہ کی ذلت ہوگی۔ انجام اُس کا یہ ہوگا کہ مستحق عقاب اور عذاب اور خرابیٔ معاد کا ہوگا (انسان میں آنکھیں تو رہبر ہیں اور کان محافظ اور زبان ترجمان اور ہاتھ دو طرف لشکر کے اور پاؤں قاصد اور قلب بادشاہ ہے۔ پس جب بادشاہ اچھا ہوگا تو اُس کے توابع اچھے ہوں گے۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے بنی اسرائیل سے پوچھا کہ کھیتی کہاں جمتی ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ مٹی میں۔ آپ نے فرمایا تو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ حکمت بھی اُسی دل میں جمتی ہے جو مثل مٹی کے ہو)

دِل بنا دُنیا بنی

نسفی نے کہا ہے کہ خدا نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے اپنے بندہ کے جوف میں ایک گھر بنایا ہے اور اِس کا نام دل ہے اُس کی زمین معرفت ہے اور اُس کا آسمان ایمان ہے اس کا آفتاب شوق ہے اُس کا چاند محبت ہے اُس کی مٹی ہمت ہے اُس کا رعد خوف ہے اُس کی بجلی اُمید ہے اس کا ابر فضل ہے اُس کی بارش رحمت ہے اُس کا درخت وفا ہے اُس کا پھل حکمت ہے اُس کا دن فراست ہے اور یہی اُس کی روشنی ہے اُس کی رات معصیت ہے اور یہی تاریکی ہے اُس میں ایک دروازہ علم کا ہے، ایک دروازہ حلم کا، ایک دروازہ یقین کا ایک دروازہ غیرت کا اور اُس میں ایک ستون اُنس کا ہے اور ایک ستون توکل کا ایک ستون یقین کا ایک ستون صدق کا اور اس میں فکر کا قفل لگا ہوا ہے میرے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ یحییٰ بن معاذ رازیؒ سے مروی ہے کہ مومن کا دل ایک جوف دار گوشت کا لوتھڑا ہے جس میں بانی جو ہر بھرا ہوتا ہے اُس کے گرد فردانیت کا باغ ہوتا ہے اور اُس کے نیچے نورانی صحن ہوتا ہے کتاب لولویات میں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں سُن لو بلا شک زمین میں خدا تعالیٰ کے کچھ برتن ہیں اور وہ دل ہیں خُدا کو سب سے زیادہ محبوب وہ دل ہوتا ہے جو سب سے زیادہ صاف اور سخت و رقیق ہو یعنی صاف گناہوں سے سخت دین میں رقیق اپنے بھائیوں پر

پر ہو داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار ہر بادشاہ کا خزانہ ہوتا ہے آپ کا کیا خزانہ ہے۔ ارشاد ہوا کہ میرا خزانہ تو عرش سے زیادہ بڑا ہے اور کرسی سے زیادہ وسیع ہے اور جنت سے زیادہ پاکیزہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور وہ مسلمان کا دل ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ مومن کے دِل میں سب سے پہلے حلم کا ستارہ طلوع ہوتا ہے۔ پھر قمرِ علم پھر معرفت کا آفتاب ستارۂ علم کی روشنی سے تو دنیا کو دیکھتا ہے قمرِ علم کی روشنی سے آخرت کو اور آفتابِ علم کی روشنی سے مولیٰ کو۔ نفسِ مطمئنہ ستارہ ہے قلبِ سلیم قمر ہے اور سرِ صافی یعنی صاف باطن آفتاب ہے۔ نفس کا مقام دروازہ پہ ہے قلب کا مقام درگاہ میں اور سر کا مقام خدا تعالیٰ کے سامنے قائم ہے وہ دِل کو تلقین کرتا ہے، دل نفس کو تلقین کرتا ہے اور وہ زبان کو لکھواتا ہے اور زبان خلق کو لکھاتی ہے) چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کر دیتی ہیں۔ احمقوںؔ سے مقابلہ (۲) گناہوں کی کثرت (۳) عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط اور (۴) مُردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ مُردوں سے مراد وہ مال دار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کر دی ہو۔

کان کی حفاظت

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کلام کا ضرر جو کان میں پڑتا ہے کھانے کے ضرر سے جو پیٹ میں پڑتا ہے زیادہ شدید ہوتا ہے کیونکہ انسان غذا کے فضلہ کو تو بذریعہ قضائے حاجت کے دفع کر دیتا ہے اور کلام عمر باقی رہتا ہے اور سننے والا بھی کہنے والے کا شریک ہے اور حدیث میں ہے جو شخص کسی قوم کی بات سُنے اور وہ ناپسند کرتے ہوں تو اُس کے دونوں کانوں میں سیسہ پلایا جائے گا۔

آنکھ کی حفاظت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت میں ہر آنکھ روتی ہوگی سوائے اُس آنکھ کے جو خدا کے محارم سے باز رہی ہو اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی صبح

ایسی نہیں ہوتی کہ جس میں دو فرشتے یہ نہ پکارتے ہوں کہ مردوں کے لیے عورتوں سے تباہی ہے اور عورتوں کے لیے مردوں سے تباہی ہے) حضرت یُوسف علیہ السلام نے جب اپنی نگاہ کو محفوظ رکھا تو بلا سے بچے رہے اور زُلیخا نے جب نظر ڈالی تو بلا میں پھنس گئی اور آدم علیہ السلام نے شجرہ کی طرف نظر کی تو جنت سے اترنا پڑا اور قابیل نے جب ہابیل کی بہن کی طرف نظر کی تو عذاب میں مبتلا ہو گیا۔

زبان کی حفاظت

حکایت: احیاء میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے منہ میں پتھر رکھ لیا کرتے تھے اور اس طرح اپنے آپ کو کلام سے روکے رہتے تھے اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ اُس نے مجھ کو بہتیرے گھاٹوں پر جا اُتارا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں طول قید کی کوئی شئے زبان سے زیادہ محتاج نہیں ہے اور لوگوں نے بیان کیا ہے زبان کے خطرناک ہونے کی ایک یہی علامت ہے کہ خدا نے اُس کو دو دروازوں کے اندر بند کیا۔ ایک دانت دوسرے دو ہونٹ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ابن آدم ــــ کی سب سے زیادہ خطائیں اس کی زبان میں ہیں اور جس نے اپنی زبان کو روکا خدا اُس کی پردہ پوشی کرتا ہے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا اُس پر رحم کرے جس نے اچھی بات کہی پس اُس نے غنیمت حاصل کی یا خاموشی اختیار کی پس سلامتی میں رہا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کا کلام زیادہ ہوا۔ اُس کی چُوک زیادہ ہوئی اور جس کی چُوک زیادہ ہوئی اُس کے گناہ زیادہ ہوئے اور جس کے گناہ زیادہ ہوئے وہ آگ کے زیادہ لائق ہوا اور عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے عبادت کے دس جز ہیں اُن میں نو خاموشی میں ہیں اور ایک لوگوں سے بھاگنے میں ہے۔ لُقمان سے کہا گیا بکری ذبح کر کے سب سے عُمدہ جو شئے ہو ہم کو کھلاؤ۔ وہ دل اور زبان لے آئے، پھر کہا گیا اب ذبح کر کے سب سے بُری شئے کھلاؤ پھر بھی وہ دل اور زبان لے آئے۔ اِس کا سبب اُن سے پوچھا گیا تو بیان کیا کہ بدن میں

دو لوتھڑے ہیں اگر وہ دونوں بُرے ہو جائیں تو بدن بدتر ہو جاتا ہے اور اگر پاکیزہ بن جائیں تو بدن پاکیزہ تر ہو جاتا ہے۔) چار آدمی ایسے ہوں گے کہ دوزخ کے لوگوں کو باوجود اُن کے ایذا کے اور ایذا دیں گے یعنی وہ تو اپنی مصیبت میں ہوں گے کھولتے پانی اور آگ میں دوڑ رہے ہوں گے اور اپنی خرابی و تباہی پکار رہے ہوں گے اس پر وہ چاروں اور زیادہ جلوں کو جلادیں گے ان میں سے ایک شخص ایسا ہوگا کہ اُس کے مونہہ سے پیپ اور خون بہتا ہوگا تو اُس سے پوچھیں گے کہ اے پھٹکارے ہوئے کہہ تیرا کیا حال ہے تُو نے ہم کو دُکھ پرُ دکھ دیا۔ وہ کہے گا کہ جو کلمہ بُرا اور خبث مجھے سوجھتا تھا اس کو منہ سے کہہ کر جماع کا سا مزہ لیا کرتا تھا۔

غیبت سے بچو

حضرت نبی صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اپنے بھائی کا عیب دیکھ کر چھُپالے اور پھر بھی اسے خُدا جنّت میں نہ داخل کرے، جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے خُدا دنیا اور آخرت میں اُس کی پردہ پوشی کرتا ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے جو کسی مسلمان کی عیب پوشی کرتا ہے خدا قیامت میں اُس کی عیب پوشی کرے گا اور جو اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو ظاہر کرتا ہے خدا اس کا عیب ظاہر کرے گا یہاں تک کہ وہ فضیحت ہو جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ چغلخور جنّت میں نہ جائے گا۔ خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کے پاس وحی بھیجی جو شخص غیبت سے توبہ کر کے مرے گا وہ بھی سب سے آخر جنّت میں جائے گا اور جو شخص اس پر اصرار کرتا ہوا مرے گا وہ سب سے پہلے جہنّم میں جائے گا اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے لوگوں کی آبرو سے اپنی زبان روکی قیامت میں خدا اس کی لغزشوں سے درگذر کرے گا۔ ابو عمران نے کہا ہے کہ غیبت قاریوں کا میوہ اور فاسقوں کی ضیافت اور بادشاہوں کے باغ اور عورتوں کے کھیلنے کا مقام اور پرہیزگاروں کے گھوڑے اور سگ صفت لوگوں کے لیے بجائے سالن کے ہے اور بعض نے کہا ہے دوزخی کتّوں کے لیے بجائے سالن کے ہے اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شب معراج میں ایک قوم پر میرا گذر

ہُوا اُن کے تانبے کے ناخن تھے اور اس سے وہ اپنے چہروں کو نوچے ڈالتے تھے، مَیں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون ہیں، انھوں نے کہا یہ لوگوں کی غیبت کرنے والے اور لوگوں کی آبرو کے درپے رہنے والے ہیں۔ حکایت: ایک روز داؤدؒ طائی کا ایک جگہ گزر ہوا وہاں بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر اُٹھا کر لوگ ان کے گھر لے آئے۔ جب ہوش آیا تو اس کا سبب اُن سے پوچھا گیا۔ انھوں نے کہا کہ مَیں نے اس مقام پر ایک شخص کی غیبت کی تھی، مجھے وہ واقعہ اور نیز خدا کے سامنے اس کی پرسش کا خیال آگیا تھا۔ حکایت: حضرت حسن بصریؒ سے کہا گیا کہ فلاں شخص آپ کی غیبت کرتا تھا آپ نے اس کے پاس خرمائے تر کا ایک خوان بھیجا اور کہلا بھیجا کہ مجھے معلوم ہُوا ہے کہ تم نے اپنی نیکیاں مجھے ہدیہ میں بھیجی ہیں، لہٰذا مَیں نے اس کا بدلہ دینا پسند کیا۔ حاتمؒ اصم کا قول ہے کہ غیبت کرنے والا اور چغلخور دونوں دوزخ کے بندر ہوں گے اور جھوٹا دوزخ کا کتا بنے گا اور حاسد دوزخ کا سؤر ہوگا۔ حکایت: ایک بار حضرت عیسٰیؑ نے ابلیس کو دیکھا کہ ایک ہاتھ میں شہد لیے ہوئے ہے اور دوسرے میں راکھ۔ اس سے اس کا باعث دریافت کیا تو کہنے لگا کہ غیبت کرنے والوں کی شفا میں یہ شہد خرچ کرتا ہوں اور راکھ یتیموں کے مُنہ میں جھونک دیتا ہوں تاکہ ان کی آنکھیں آشوب کر آئیں اور لوگوں کو اُن سے نفرت ہو جائے اور پھر اُن کے ساتھ بھلائی نہ کریں۔ حضرت کعب احبارؓ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ بن عمران جب جلدی کر کے خدا کے پاس گئے تو عرش کے سایہ میں انھیں ایک شخص نظر پڑا، ان کو اس مقام پر دیکھ کر رشک آیا اور جی میں کہنے لگے کہ خدا کے نزدیک یہ بڑا اکرم ہے اس کے بعد خُدا سے اس کا حال پوچھا۔ ارشاد ہوا کہ میں اس کی تین باتیں بیان کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ لوگوں کو خُدا نے جو کچھ اپنے فضل و کرم سے دیا ہے اس پر یہ کبھی حسد نہیں کرتا تھا، دوسرے اپنے والدین کو ستاتا نہ تھا، تیسرے چغلی نہیں کھاتا پھرتا تھا۔ حکایت: مَیں نے عیون المجالس میں دیکھا ہے کہ حجاج نے ایک خوبصورت لونڈی خریدی اور اس کی محبت میں گرفتار ہوا۔ پھر ایک تنہا مکان میں ایک خادم کی نگرانی میں اُسے رکھا۔ اتّفاق سے ایک جوان پر اُس لونڈی کی نظر

پڑ گئی اور اُس پر فریفتہ ہو گئی۔ خادم سے کہنے لگی کہ مَیں تجھے اتنا اتنا دوں گی مجھے اس سے ملا دے۔ اُس نے ویسا ہی کیا۔ اس کے بعد ایک روز حجاج نے لونڈی کے لیے بھُنا ہوا مرغ بھیجا، اُس نے اُس جوان کے سامنے پیش کیا۔ وہ جوان بولا کہ میرا ایک دوست ہے اگر وہ ہم لوگوں کے ساتھ کھائے تو کوئی حرج نہیں، اُس نے کہا اچھا جوان اپنے دوست کو بُلا لایا جب سب کھا چکے تو اس دوست نے حجاج کے پاس جا کر اس ماجرے کی اطلاع کر دی۔ حجاج نے خادم اور جوان اور لونڈی کو بُلا بھیجا جب سب آ کر جمع ہوئے، تو خادم سے کہا کہ تُو نے ایسا کیوں کیا، اُس نے جواب دیا کہ زر کی محبت سے، پھر لونڈی سے پوچھا، اُس نے جواب دیا کہ جوان کی محبت سے، پھر اُس دوست سے کہا تیرا کیا عذر ہے، تُو نے کیا خوب کھا پی کر مزے نہیں اُڑائے تھے؛ اس کے بعد اُس کی گردن مار دی اور اُس جوان سے لونڈی کا نکاح کر دیا اور اُس سے کہا کہ تجھے مبارک ہو۔ لطیفہ: جب حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ سے ملے تو بھیڑیا انھیں مبارکباد دینے آیا۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ کیا تُو یوسفؑ کو پہچانتا تھا، اس نے کہا ہاں، انھوں نے فرمایا کہ پھر مجھے خبر کیوں نہیں دی۔ اُس نے جواب دیا کہ مجھے چغلخوری سے ڈر معلوم ہوا۔ کتاب العقائق میں مذکور ہے کہ جب بھیڑیا حضرت یعقوبؑ کے پاس پہنچا تو آپؑ نے اُس سے پوچھا کیا تُو نے یوسفؑ کو کھایا ہے، اُس نے کہا نہیں۔ انھوں نے فرمایا میرے لڑکوں نے تو مجھ سے یہی کہا ہے۔ اُس نے کہا نہیں مَیں نے نہیں کھایا۔ پھر کہا ایسا کیوں کہا، کیونکہ بھیڑیے کا بولنا کرامت ہے اور عاصی اس کے قابل نہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ انھوں نے پوچھا کہ اے بھیڑیئے تیرا مکان کہاں ہے، اُس نے کہا مصر میں ہے، مَیں زمین شام میں اپنے بھائی کی تلاش کو جاتا ہوں، مجھے خبر ملی ہے کہ ایک بادشاہ نے اُسے شکار کر لیا ہے اور اب کل اُسے ذبح کیا چاہتا ہے اور مجھے سترہ دن گزرے ہیں کہ مَیں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ پھر حضرت یعقوبؑ نے اُس سے پوچھا کہ تجھے کچھ یوسفؑ کی خبر بھی معلوم ہے۔ اُس نے کہا، ہاں۔ انھوں نے کہا اچھا تو بیان کر، اُس نے کہا کہ چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔ انھوں نے فرمایا، مَیں بادشاہ سے تیرے بھائی کی سفارش کر دوں گا۔ اُس نے جواب دیا مَیں خدا

سے دعا کروں گا کہ آپ کو یوسفؑ سے ملا دے۔ حکایت: حضرت کعب احبارؓ کا بیان ہے کہ ایک بار موسیٰؑ بنی اسرائیل کے لیے بارانِ رحمت طلب کرنے نکلے۔ خدا نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ میں تمھاری دعا قبول نہیں کرتا، کیونکہ تم میں ایک چغلخور آدمی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا یا ربّ مجھے بتا دیجئے وہ کون ہے۔ ارشاد ہوا اے موسیٰؑ میں تم لوگوں کو چغلخوری سے منع کرتا ہوں، پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ میں خود چغلخور بنوں۔ الحاصل سب نے توبہ کی اور خدا کے حکم سے بارش ہوئی، لیکن جب کاشت تیار ہوئی تو اس میں بالیاں نہ لگیں، لوگوں نے خدا تعالےٰ سے اس کی شکایت کی۔ ارشاد ہوا اے موسیٰؑ انھوں نے مجھ سے بارش مانگی تھی، رزق تو مانگا نہ تھا۔ اچھا اے موسیٰؑ تنور جلا کر اس میں بیج ڈال دو؛ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ آگ کے اندر گیہوں اُگ آئے ہیں اور بالیاں لگی ہوئی ہیں۔ پھر ارشاد ہوا اے موسیٰؑ دیکھو مجھے قدرت ہے کہ آگ کے اندر کھیتی اُگاؤں اور پانی کے اندر نہ ہونے دوں۔ ایک شخص کو کسی دانا کی تلاش تھی جو اس کے (سات) سوالوں کا جواب دے سکے۔ آخر سات سو میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اسے یہ موقع ملا (یعنی ایک ایسے دانا سے اس کی ملاقات ہو ہی گئی) اور اُس نے پوچھا کہ:

(۱) آسمان سے زیادہ وسیع و فراخ کون سی شے ہے؟ (۲) زمین سے زیادہ وزنی چیز کون سی ہے؟ (۳) کوئی شے ایسی بھی ہے جو پتھر سے سخت تر ہو؟ (۴) کون سی چیز ہے جو آگ سے زیادہ گرم ہے؟ (۵) زمہریر سے سرد تر چیز کون سی ہے؟ (۶) دریا سے زیادہ تونگر کسے کہا جا سکتا ہے؟ اور (۷) وہ کیا چیز ہے جو یتیم سے بھی زیادہ خوار ہو؟ مردِ دانا نے (ان سوالات) کے جو جواب دیے وہ (علی الترتیب) یہ ہیں: (۱) حق تعالیٰ کی ذات آسمان سے فراخ تر ہے۔ (۲) بے گناہ پر تہمت لگانا زمین سے گراں تر ہے۔ (۳) کافروں کا دل پتھر سے سخت تر ہے۔ (۴) حسد کی جلن آگ سے گرم تر ہے۔ (۵) عزیز و اقارب کی حاجت روائی نہ کرنے والا زمہریر سے سرد تر ہے (۶) صابر کا دل دریا سے زیادہ تونگر ہے۔ اور (۷) وہ چغلخور جو لوگوں میں مشہور (یعنی بدنام) ہو یتیم سے زیادہ خوار ہے۔ بعضوں کا قول ہے کہ تم لوگ لوگوں کی آنکھ کا تو تنکا بھی دیکھ لیتے ہو، مگر اپنی

آنکھ کا شہتیر بھی نہیں سُوجھتا اور حضرت حسینؓ فرمایا کرتے کہ اے ابنِ آدم حقیقتِ ایمان پر جبھی پہنچے گا کہ جو بُرائی تجھ میں ہے اس پر دوسروں کو بُرا نہ کہے گا اور اپنی بُرائی کی اصلاح پہلے کرے گا اور جب پہلے اپنے نفس کی اصلاح مقدم جانے گا تو یہی شغل کافی ہے، دوسروں کی طرف التفات کی نوبت بھی آنی مشکل ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب تر وہی بندہ ہے جس کا ایسا ہی حال ہو اور مالک ابنِ دینار فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر مع حواریوں کے ایک مرے کُتّے پر ہوا تو حواریوں نے کہا کہ اس کُتّے میں سے کیا بُری بُو آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے دانتوں کی سفیدی کتنی تیز ہے۔ اس سے حضرت عیسیٰؑ نے ان کو کُتّے کی غیبت سے بھی منع فرمایا اور تنبیہ کی کہ اللہ کی مخلوق میں سے اچھی شے کے سوا اور کچھ ذکر نہ کرنا چاہیے اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو جو دوسرے کی غیبت کرتا تھا آپ نے منع فرمایا کہ خبردار غیبت مت کرو یہ چیز اُن لوگوں کا سالن ہے جو انسانوں میں سے کُتّے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کا ذکر کیا کرو کہ اس سے شفا ہے لوگوں کا ذکر مت کیا کرو کہ اس میں روگ ہے۔ اللہ ہم کو حُسنِ توفیق عنایت فرمائے۔

جُھوٹ سے بچو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان کے پاس ایک سُرمہ، ایک سفوف اور ایک چٹنی ہوتی ہے۔ اُس کی چٹنی جھوٹ ہے اور اس کا سفوف غصّہ ہے اور اس کا سُرمہ نیند ہے۔ جب ابلیس زمین پر اُترا تو ربّ العزّت سے درخواست کی۔ الٰہی تُو نے مجھ کو زمین پر اُتار کر مردود کر دیا، میرے لیے رہنے کی جگہ کیا ہے۔ فرمایا، حمّام تیرے رہنے کا مقام ہے۔ عرض کیا کہ بیٹھک بھی ارشاد ہو، حکم ہوا تیری بیٹھک بازار اور چوراہا ہے۔ عرض کیا کہ میری خوراک بھی مقرر ہو، حکم ہوا کہ جس کھانے پر خدا کا نام نہ لیا جائے وہ تیری غذا ہے۔ عرض کیا کہ میرے لیے پانی بھی عنایت ہو، ارشاد ہوا کہ نشہ کی چیزیں تیرا پانی ہیں۔ عرض کیا کہ مجھے ایک خبر رساں بھی ملے، حکم ہوا کہ مزامیر تیرے مؤذن ہیں۔ عرض کیا میرے لیے کچھ پڑھنے کی چیز مرحمت ہو، حکم ہوا کہ وہ بُرے شعر ہیں۔ عرض کیا کہ لکھنے کے لیے بھی ارشاد

ہو حکم ہوا کہ بدن کو گوندنا تیری کتابت ہے۔ عرض کیا کہ مجھے حدیث عنایت ہو، حکم ہوا کہ جھوٹ تیری حدیث ہے۔ عرض کیا کہ میری شکار گاہ بھی مقرر رہو۔ حکم ہوا کہ وہ عورتیں اور ایک اس کے بڑے اسلوں میں تعصّب مذاہب اور خواہش نفسانی ہے اور جو اپنے خلاف پر ہوں اُن سے بغض رکھنا اور اُن کو حقارت سے دیکھنا اور یہ ایک ایسی بات ہے جس سے عابد اور فاسق دونوں ہلاک ہوتے ہیں۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ شیطان کے پانچ فرزند ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو ایک کام سپرد کر دیا۔ ایک کا نام ثبرؔ اور اس کو مصیبت کا کام سپرد ہے تو واویلا کرنا اور گریبان پھاڑنا اور طمانچہ مارنا اور نوحہ وغیرہ کرنا سب اسی کے اغوا سے ہوتا ہے، دوسرے کا نام اعور ہے اس کا کام زنا کے لیے بہکانا اور اس کو نظروں میں اچھا معلوم کرنا ہے، تیسرا مبسوطؔ ہے جس کو جھوٹ کا عہدہ ہے، چوتھا داسم ہے کہ آدمی کے ساتھ گھروں میں جا کر اقربا کی برائیاں اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور اُس کو اُن سے خفا کر دیتا ہے، پانچواں زلنبورؔ وہ بازار میں رہتا ہے، وہاں کے فسادات سب اس کی جہت سے ہوتے ہیں۔ فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ راگ زنا کا منتر ہے اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ راگ بدکاری کا ایلچی ہے اور یزید بن ولیدؓ نے فرمایا کہ راگ سے کنارہ کرو کہ وہ شہوت بڑھاتا ہے اور مروّت کو ڈھاتا ہے اور شراب کا قائم مقام ہے اور نشہ کا اثر کرتا ہے۔ حاتم اصمؒ نے کسی بزرگ سے نفع بخش نصیحت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ عام وصیّت تو یہ ہے کہ اپنے قول کا معقول جواب سوچے بغیر کوئی بات منہ سے نہ نکالی جائے اور خاص وصیّت یہ ہے کہ جب تک تمہارے اندر بات نہ کہنے کی طاقت موجود ہے خاموشی اختیار کرو۔ مومن وہ شخص ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔ درویشی، بیماری اور موت۔ حاجتمندوں کی مدد کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ اگر کوئی شخص اوراد و وظائف میں مشغول ہو اور کوئی حاجتمند آجائے تو لازم ہے کہ وہ اوراد و وظائف کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجّہ ہو اور اپنے مقدور کے مطابق اس کی حاجت پوری کرے۔ افضل ترین جہد موت کو یاد کرنا ہے۔ تین شخص بہشت کی بُو تک نہ پائیں گے، ایک جھوٹ بولنے والا درویش، دوسرا کنجوس، تیسرا خیانت کرنے والا سوداگر۔ حکایت: مَیں نے

سورۂ برأۃ کی تفسیر رازی میں دیکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا کہ میں اسلام لانا چاہتا ہوں، لیکن مجھے زنا، شراب، چوری اور جھوٹ محبوب ہے اور میں ان سب کو چھوڑ نہیں سکتا ہوں۔ پس مجھے کسی ایک خصلت کے چھوڑ دینے کا حکم کیجئے۔ آپ نے فرمایا جھوٹ چھوڑ دے، چنانچہ اس نے چھوڑ دیا۔ پھر اس نے زنا کا ارادہ کیا اور جی میں کہنے لگا کہ اگر مجھ سے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلّم پوچھیں گے، پس اگر میں اقرار کروں گا تو مجھے حد کے کوڑے لگائیں گے اور اگر انکار کروں گا تو میں بدعہد بنوں گا۔ ایسے ہی شراب اور چوری کے متعلق قصّہ پیش آیا۔ پھر حضرت رسول اللہ ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ؐ سچ کی بدولت آپ ؐ نے مجھ پر سارے گناہوں کا دروازہ بند کر دیا۔ لطیفہ : حضرت امام بخاری ؒ ایک شخص سے حدیث طلب کرنے کے لیے نکلے، اُسے دیکھا کہ اُس کا گھوڑا بھاگ گیا تھا اور وہ اپنی چادر سے گھوڑے کی طرف اشارہ کرتا تھا گویا اُس میں جَو ہیں؛ چنانچہ وہ گھوڑا آ گیا اور اُس نے اسے پکڑ لیا۔ امام بخاری ؒ نے اُس سے پوچھا کہ کیا تمھارے پاس جَو تھے، اُس نے کہا نہیں لیکن میں نے اُسے دھوکا دیا تھا۔ بخاری ؒ نے کہا میں ایسے شخص سے حدیث نہیں لیتا جو جانوروں سے جھوٹ بولتا ہے۔ شبلی ؒ ایک شخص کے پاس علمِ نحو سیکھنے بیٹھے، اُس نے کہا کہو زید نے عمرو کو مارا۔ شبلی ؒ نے پوچھا کیا فی الواقع زید نے عمرو کو مارا تھا، اُس نے جواب دیا نہیں یہ تو ایک مثال ہے۔ شبلی ؒ بولے جس علم کے شروع میں جھوٹ ہو میں اسے نہیں سیکھتا۔ امام رازی ؒ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے گناہ سوائے سات اعضا کے اور سے نہیں ہوتا۔ وہ یہ ہیں۔ دو کان، دو آنکھ، دو ہاتھ، زبان، پیٹ، شرمگاہ اور دو پیر اور دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں — اور لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ ؐ میں بھی سات کلمے ہیں۔ پس ہر کلمہ ایک ایک عضو کے گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے اور خدا کے فضل سے دوزخ کا ایک دروازہ بند کر دیتا ہے اور قاضی ابو الطّیب سے کہا گیا آپ کا سن بہت زیادہ ہو گیا لیکن آپ کے اعضا میں ابھی تک کچھ تغیّر نہیں آیا۔ انھوں نے جواب دیا میں اُن کی بچپن سے حفاظت کرتا رہا ہوں۔ پس خدا نے اُن کو بڑھاپے میں بھی محفوظ رکھا۔

جیسا کروگے ویسا بھروگے

ایک نیک بخت عورت تھی اور اس کا خاوند سناری کا پیشہ کیا کرتا تھا۔ اُس عورت کے یہاں تیس برس سے ایک بہشتی آیا جایا کرتا تھا لیکن کبھی اُس نے اُسے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ ایک روز جو وہ آیا تو اُس نے بڑے زور سے اس عورت کا ہاتھ پکڑ لیا، جب اُس کا خاوند آیا تو اس عورت نے پوچھا کیا آج تم سے کوئی گناہ صادر ہُوا ہے اُس نے جواب دیا اور تو کچھ نہیں اتنا ضرور ہُوا، کہ ایک عورت نے مجھ سے کنگن خریدے تھے، اُس کے ہاتھ جو مَیں نے دیکھے تھے تو مجھے بڑے پسند آئے، مَیں نے زور سے اس کی کلائی پکڑ لی تھی وہ عورت بولی جیسا تم نے اپنے مسلمان بھائی کی بی بی کے ساتھ کیا تھا خدا نے اُس کا بدلہ تمھیں دیا کہ تمھاری بی بی کو بھی وہی پیش کیا، جب دوسرا دن ہُوا تو وہ بہشتی آکر معذرت کرنے لگا۔ اس عورت نے کہا تمھاری کوئی خطا و قصور نہیں یہ ساری خرابی میرے خاوند کی جانب سے ہے، چنانچہ اس مضمون کی تائید حضرت نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ لوگوں کی عورتوں کے ساتھ پارسائی برتو تو لوگ بھی تمھاری عورتوں کے ساتھ پارسائی کا برتاؤ کریں گے۔

بُخل سے بچو

ایک حدیث میں آیا کہ اللہ جل شانہ نے جنّت عدن کو اپنے دستِ مبارک سے بنایا پھر اُس کو آراستہ اور مزیّن کیا۔ پھر فرشتوں کو حکم فرمایا کہ اس میں نہریں جاری کریں اور پھل اس میں لٹکائیں۔ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کی زیب و زینت کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ میری عزّت کی قسم، میرے جلال کی قسم میرے عرش پر بلندی کی قسم تجھ میں بخیل نہیں آسکتا (کنز)، حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جود اللہ تعالیٰ کی جود سے ہے تم جود کرو کہ خدائے تعالیٰ تم پر جود کرے گا جان رکھو کہ خدائے تعالیٰ نے بخشش کو ایک درخت کی صورت پر پیدا کیا اور اس کی جڑ درخت طوبیٰ کی جڑ میں مستحکم کی اور اس کی ٹہنیوں کو سدرۃ المنتہیٰ کی شاخوں میں بستہ کیا اور بعض ٹہنیوں کو دنیا میں لٹکا دیا پس جو شخص اس کی شاخ سے لپٹ گیا جنت میں داخل ہُوا۔ جان رکھو کہ سخاوت ایمان میں سے ہے اور ایمان جنّت

میں جاوے گا اور خدا نے تعالیٰ نے بخل کو اپنے غضب سے پیدا کیا۔ اس کی جڑ دوزخ کے درخت زقوم یعنی سیہڑ کی جڑ میں داخل ہے، اور اس کی کچھ ٹہنیوں کو دنیا میں جھکا دیا۔ جو کوئی اس کی کوئی شاخ پکڑ لیتا ہے دوزخ میں جاتا ہے۔ یاد رکھو، بخل کفر کا ٹکڑا ہے اور کفر دوزخ میں جاوے گا اور ایک حدیث میں ہے کہ سخاوت وہ درخت ہے جو جنّت میں اُگتا ہے، پس جنّت میں وہی داخل ہو گا جو سخی ہو گا اور بخل وہی درخت ہے جو دوزخ میں جمتا ہے تو دوزخ میں وہی داخل ہو گا، جو بخیل ہو گا۔ حدیث میں ہے کہ ظلم سے بچو، اِس لیے کہ ظلم قیامت میں اندھیرا بن جاوے گا، اور فحش سے بچو کیونکہ خدا تعالیٰ کو فاحش اور متفحش دونوں ناپسند ہیں اور بخل سے بھی بچنا چاہیے کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا اُن کو بخل نے جھوٹ بولنے ظلم کرنے کو کہا تو ظالم ہوئے قطع رحم کے لیے اُبھارا تو ویسے ہی ہو گئے۔ مَیں نے متعدّد عُلماء سے سوال کیا کہ دانشور دولتمند بخیل دانا درویش کا کیا مفہوم ہے اور سب نے یہی جواب دیا کہ دانشور وہ ہے جو قضا و قدر پر مطمئن رہے۔ دانا وہ ہے جو فریبِ دنیا میں مبتلا نہ ہو سکے۔ درویش وہ ہے جو زیادہ طلب نہ کرے اور بخیل وہ ہے جو دولت کو مخلوق سے زیادہ عزیز تصوّر کرتے ہوئے کسی کو ایک حبّہ نہ دے۔ ایک روز حضورؐ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا کہ کعبہ شریف کا حلقہ تھامے کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا کہ — "اَے پروردگار! اِس گھر کی حُرمت و عزّت کے صدقے میرا گناہ بخش دے"۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پُوچھا — اے شخص تیرا گناہ کیا ہے؟ اس نے کہا — میرا گناہ اتنا بڑا ہے کہ مَیں اُسے اپنے لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں! فرمایا — تیرا گناہ بڑا ہے یا زمین؟ اس نے کہا — میرا گناہ! فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا آسمان؟ اس نے کہا — میرا گناہ! فرمایا — تیرا گناہ بڑا ہے یا عرش؟ اس نے کہا — میرا گناہ! فرمایا — تیرا گناہ بڑا ہے یا حق تعالیٰ؟ اس نے کہا — حق تعالیٰ بہت بڑا ہے۔ فرمایا — بس کہو کہ تمھارا گناہ کیا ہے؟ اس نے کہا — "میرے پاس مال و دولت بہت زیادہ ہے، لیکن جُوں ہی کوئی سائل مجھے دُور سے دکھائی دیتا ہے، مجھے یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ بس آگ (چلی آ رہی) ہے، جو مجھے جلا کر راکھ کر دے گی"۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ مجھ سے دُور رہ کہ تیری آگ کہیں مجھے بھی نہ پھونک ڈالے۔ قسم ہے مجھے اُس پاک پروردگار کی، جس نے مجھے سیدھی راہ دکھانے کے لیے اس دُنیا میں بھیجا ہے کہ اگر تُو رکن اور مقام کے درمیان ہزار سال تک نماز پڑھتا رہے اور اس قدر گریہ و زاری کرے کہ تیرے آنسوؤں سے ندیاں بہنے لگیں اور ان کی وجہ سے درخت پیدا ہو جائیں لیکن تیری موت اسی حالتِ بخیلی میں ہو تو تیرا ٹھکانہ پھر بھی دوزخ اور صرف دوزخ ہی رہے گا۔ تُو نے یہ بھی نہ سوچا کہ بُخل کفر میں ہے اور کفر کا مادہ آتش ہے۔ اے وائے تُو نے یہ بھی نہ سُنا کہ حق تعالےٰ نے کیا فرمایا ہے۔ جو شخص بُخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بُخل کرتا ہے۔ اور تُو نے باری تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی نہ سُنا کہ "جو شخص اپنی طبیعت کے بُخل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کے لیے روزانہ دو فرشتوں کو مقرر کر دیا جاتا ہے جو (دن بھر) یہی منادی کرتے رہتے ہیں کہ "بارِ خدایا! جو شخص مال کا ذخیرہ کرتا رہے، اس کا مال تباہ و برباد کر دے اور جو خرچ کرتا رہے، اُس کو اُس کے عوض مزید مال عطا فرماوے"۔ امامِ اعظم حضرت ابُو حنیفہؒ کا ارشاد ہے کہ مَیں بخیل کو عادل نہیں تسلیم کرتا اور اس کی گواہی کی سماعت کے لیے تیار ہوں کیونکہ اُس کا بُخل ہمیشہ اُس سے یہی تقاضا کرتا رہتا ہے کہ کسی طرح اصل حق سے زیادہ مال ہاتھ آ جاوے۔

قصہ سخی اور بخیلوں کا

رسُولِ خداؐ فرماتے ہیں، بنی اسرائیل میں سے تین شخص تھے۔ ایک کوڑھی دوسرا گنجا تیسرا اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینا چاہا اور اُن کی طرف ایک فرشتہ کو بھیجا۔ فرشتہ سب سے پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور پوچھا، تجھ کو سب سے زیادہ کون سی چیز پسند ہے، اُس نے کہا اچھا رنگ خوبصورت جسم اور اس چیز کا دُور ہو جانا جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ فرشتہ نے یہ سُن کر اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا۔ اُس کا کوڑھ جاتا رہا، رنگ اچھا نکل آیا اور جلد خوش رنگ ہو گئی، اس کے بعد فرشتہ نے کہا تجھ کو کس قسم کا مال پسند ہے اُس نے کہا اُونٹ، حضورؐ فرماتے ہیں، اس کی

خواہش کے مطابق اُس کو حاملہ اونٹنیاں دی گئیں اور فرشتہ نے اُس کو یہ دُعا دی کہ خدا تیرے لیے ان میں برکت عطا فرمائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اُس کے بعد فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور دریافت کیا تجھ کو کون سی چیز زیادہ پسند ہے۔ اُس نے کہا، خوب صورت بال اور اس چیز کا دُور ہو جانا جس کے سبب لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں (یعنی گنج) آپؐ نے فرمایا کہ فرشتہ نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا، اُس کا سر ٹھیک ہو گیا اور خوب صورت بال عطا کیے گئے پھر فرشتہ نے اس سے پوچھا تجھ کو کون سا مال پسند ہے اس نے کہا گائیں۔ چنانچہ اس کو حاملہ گائیں عطا کر دی گئیں اور فرشتہ نے اس کو دُعا دی کہ خدا تیرے اس مال میں برکت دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں، اسکے بعد فرشتہ اندھے کے پاس گیا اور پوچھا، تجھ کو کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے اُس نے کہا صرف یہ کہ خدا تعالیٰ میری بینائی مجھ کو واپس مرحمت فرما دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں فرشتہ نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور خدا نے اُس کی بینائی اُس کو مرحمت فرما دی، پھر فرشتہ نے دریافت کیا کس قسم کا مال تجھ کو پسند ہے، اُس نے کہا بکریاں، چنانچہ اُس کو زیادہ بچے دینے والی بکریاں دے دی گئیں۔ پس اِن تینوں کے مال میں خُدا نے برکت دی اور کوڑھی و گنجے کے اونٹوں اور گائیوں سے جنگل بھر گئے اور اندھے کی بکریوں کے ریوڑ وادیوں میں نظر آنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد فرشتہ اپنی اسی شکل و صورت میں جس میں پہلے آیا تھا، کوڑھی کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، میرا سفر کا سامان جاتا رہا ہے۔ بس اب منزلِ مقصود تک پہنچنا خدا کی مہربانی سے ہو سکتا ہے یا تیرے سبب سے۔ پس میں تجھ سے اُس ذات کا واسطہ دیکر جس نے تجھ کو اچھا رنگ، اچھی جلد اور مال عطا فرمایا ہے، ایک اُونٹ مانگتا ہوں کہ اُس کے ذریعہ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جاؤں۔ کوڑھی نے اس کے جواب میں کہا، میرے اُوپر بہت سے حقوق ہیں یعنی بہت سے حقدار ہیں، اُن کی موجودگی میں تجھ کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ فرشتہ نے اُس کے جواب میں کہا میں تجھ کو پہچانتا ہُوں، تو وہی کوڑھی نہیں ہے جس سے لوگ نفرت کرتے تھے اور تُو فقیر تھا۔ خدا نے تجھ کو مال دیا، کوڑھی نے اُس کے جواب میں یہ کہا، یہ مال مجھ کو نسلاً بعد نسلاً

اپنے خاندان سے ملا ہے۔ فرشتہ نے کہا اگر تُو نے جھوٹ بولا ہے تو خدا تجھ کو ایسا ہی کر دے جیسا کہ تُو پہلے تھا۔ اس کے بعد حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ پھر فرشتہ اپنی اُسی صورت میں گنجے کے پاس پہنچا اور اس سے بھی وہی کہا جو کوڑھی سے کہا تھا۔ اُس نے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا، پس فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھ کو ایسا ہی کر دے جیسا کہ تُو پہلے تھا پھر حضورُ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اس کے بعد فرشتہ اپنی اسی شکل میں اندھے کے پاس پہنچا اور کہتا ہے کہ میں ایک مردِ مسکین اور مسافر ہوں، میرا سامان سفر جاتا رہا ہے۔ بس اب منزلِ مقصود تک پہنچنا خدا کی عنایت سے ممکن ہے یا تیرے ذریعہ سے۔ پس میں تجھ سے اُس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تجھ کو دوبارہ بینائی بخشی ہے۔ ایک بکری مانگتا ہوں۔ اندھے نے یہ سُن کر کہا، میں اندھا تھا، خدا نے میری بینائی مجھ کو واپس بخشی۔ پس تجھ کو جس قدر مال چاہیے لے جا اور جس قدر تیرا جی چاہے چھوڑ جا۔ قسم ہے خدا کی میں تجھ کو تکلیف نہیں دوں گا اس چیز کو واپس کرنے کی جو تُو لے گا۔ فرشتہ نے یہ سُن کر کہا تُو اپنا مال اپنے پاس رکھ، تم لوگوں کا امتحان لیا گیا تھا، خدا تجھ سے راضی اور خوش ہُوا اور تیرے ساتھیوں سے خدا ناراض ہُوا۔ (بخاری و مسلم) روایت ہے کہ نوشیرواں عادل کے پاس دو حکیم ہند اور روم کے آئے اُس نے ہندی حکیم سے کہا کچھ کہو اُس نے کہا آدمیوں میں بہتر وہ ہے جو ملاقات میں سخی ہو اور غصّہ میں ہوشیار اور کہنے میں متامل اور رفعت میں تواضع کرنے والا اور سب قرابت داروں پر شفقت کرنے والا۔ پھر حکیم رُومی نے کہا کہ بخیل کا مال اُس کے دشمن کو پہنچتا ہے اور جو شخص شکر گزار کم ہے اس کا مطلب نہیں ملتا اور دروغگو مذموم ہوتے ہیں اور چغل خور فقیر ہو کر مرتے ہیں اور جو شخص کسی دوسرے پر رحم نہیں کرتا، خدائے تعالیٰ اس پر ایسے کو مسلّط کرتا ہے جو اس پر رحم نہ کرے۔ بصرہ میں ایک بخیل مالدار تھا، کسی ہمسایہ نے اس کی دعوت کی اور قیمہ انڈوں کے ساتھ پکا ہُوا سامنے رکھا وہ بہت سا کھا گیا پھر پانی بار بار پینے لگا یہاں تک کہ پیٹ پھُول گیا اور کرب کے مارے مرنے اور پیچ و تاب کھانے لگا جب بہت بُرا حال ہُوا تب اُس کی کیفیت طبیب سے بیان کی گئی،

طبیب نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں، قے کر ڈال، اس نے جواب دیا کہ مجھے مرنا قبول ہے
مگر جو غذا عمدہ میں نے کھائی ہے وہ کبھی قے نہ کروں گا اور روایت ہے کہ ایک اعرابی
کسی شخص کی تلاش میں نکلا وہ انجیر کھا رہا تھا جس کو عربی میں تین کہتے ہیں جب اعرابی کو
دیکھا، اُس کو چادر تلے چھپا دیا پھر اعرابی سے کہا کہ تم کچھ قرآن شریف میں سے پڑھو اُس
نے کہا کہ بہتر اور پڑھا والزیتون وطور سینین اُس نے کہا کہ اس کے شروع میں والتین کہاں
گیا، اعرابی نے جواب دیا کہ وہ آپ کی چادر کے تلے ہے اور ایک شخص نے اپنے کسی برادر کو
بلایا اور کچھ نہ کھلایا عصر کے وقت تک جانے بھی نہ دیا یہاں تک کہ بہت بھوک لگی اور
بولاؤ سا گیا پھر صاحب خانہ ستار لے کر بیٹھا اور مہمان سے کہا کہ تجھے میری قسم کون سی آواز
تجھے پسند ہے اس نے کہا کہ مجھے آواز گوشت کے بھننے کی پسند ہے اور حکایت ہے
کہ محمد بن یحیےٰ برمکی بخیل اور بد صورت تھا، کسی شخص نے اُس کے رشتہ دار سے جس سے اسکو
کمال اُلفت تھی اُس کے دسترخوان کا حال پوچھا، اس نے کہا کہ دسترخوان چار انگشت
مکسر ہوگا اور پیالے ایسے چھوٹے ہیں کہ گویا خشخاش کھود کر بنائے ہیں، اس نے کہا
کہ ایسے دسترخوان پر کون لوگ کھاتے ہیں، اس نے کہا کہ کراماً کاتبین کھاتے ہیں پھر پوچھا
کہ محمد بن یحیےٰ کے ساتھ آخر کوئی کھاتا ہے یا نہیں اس نے کہا کہ مکھیاں البتہ کھاتی ہیں
کہا کہ تم تو ان کے مخصوصوں میں سے ہو یہ کیا بات ہے کہ تمھارے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں
اُس نے کہا کہ مجھے سوئی میسّر نہیں کہ اس سے درست کروں اور زیادہ تو کیا کہوں اگر بالفرض
محمد بن یحیےٰ کے ملک میں ایک کوٹھہ بغداد سے لے کر تو یہ تک لمبا سوئیوں سے بھرا ہوا ہو اور
حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کے ساتھ آکر اس کوٹھے
میں سے ایک سوئی حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن کے ٹانکنے کے لیے جو پیچھے سے
پھٹ گیا تھا مانگیں تو محمد بن یحیےٰ کبھی نہ دے گا پھر روایت ہے کہ مروان ابن ابی حفصہ
بخل کے مارے گوشت نہ کھاتا جب بہت جی چاہتا تو غلام سے کہتا کہ ایک سری مول

لے۔ اُسی کو کھا لیتا، لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ اِس کی کیا وجہ ہے کہ تم جاڑے اور گرمی میں ہمیشہ سری ہی کھاتے ہو، اُس نے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ سری کا نرخ مجھے معلوم ہے تو اس میں غلام خیانت نہیں کر سکتا اور مجھے خسارہ نہیں دے سکتا، اِس کے سوا گوشت اگر ہو تو وہ پکانے کے وقت اس میں نکال کر کھا سکتا ہے، سری میں یہ بات بھی مقصود ہے۔ اِس میں سے اگر آنکھ یا کان یا رخسار کو ہاتھ بھی لگاوے گا تو مجھے معلوم ہو جاوے گا اور باین ہمہ مجھے کئی طرح کا مزہ اس میں ملتا ہے، آنکھ کا مزہ اور ہے اور کانوں کا اور زبان کا ذائقہ جدا ہے اور گدی اور مغز کا جدا پھر پکانے کی دقت سے بچا رہتا ہوں اتنے فائدے ہیں اور ایک روز یہی شخص خلیفہ مہدی کے پاس جاتا تھا، اِس کے گھر کی کسی عورت نے کہا کہ اگر تم کو انعام ملے گا تو مجھے کیا دو گے، اُس نے کہا کہ اگر لاکھ درم ملیں گے تو ایک تجھے دوں گا، وہاں سے ساٹھ ہزار ملے تو اسی حساب سے درم کے تین خمس دیے اور ایک دفعہ ایک درم کا گوشت خریدا اُس کے بعد کسی نے اُس کی دعوت کر دی تو گوشت کو قصائی کے حوالے کیا اور درم کی چوتھائی مجرا دی اور کہا کہ مجھے اسراف بُرا معلوم ہوتا ہے اور حضرت اعمشؒ کا ایک ہمسایہ بخیل تھا اور ہمیشہ آپ سے کہا کرتا کہ میرے گھر چل کر آپ ٹکڑا روٹی کا نمک کے ساتھ نوش فرماویں، آپ انکار کر دیا کرتے تھے۔ ایک روز جو حسب دستور عرض کیا اُس وقت ان کو بھوک بھی تھی فرمایا کہ اچھا چلو گھر میں لا کر واقع میں ایک ٹکڑا روٹی کا اور نمک سامنے رکھ دیا، اتنے میں ایک سائل آیا تو صاحب خانہ نے کہا کہ برکت ہے اُس نے سوال کیا پھر وہی جواب دیا، اُس نے تیسری بار سوال کیا تو کہا چل دے ورنہ لاٹھی لے کر نکلتا ہوں، حضرت اعمشؒ نے اس کو پکار کر کہا کہ شاہ جی چلے جاؤ بخدا صاحب خانہ وعدہ کا بہت سچا ہے۔ میں نے کوئی اس سے سچا نہیں دیکھا، مدت سے مجھ سے کہتا تھا کہ ٹکڑا روٹی کا مع نمک کے کھالو آج بخدا کچھ زیادہ اُن چیزوں سے میرے سامنے نہیں رکھا

تکبر سے بچو

تکبر عزازیل را خوار کرد بزندان لعنت گرفتار کرد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

سامنے دو شخصوں نے اس طرح فخر کیا تھا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں فلانے کا بیٹا اور فلانے کا پوتا اور فلانے کا پڑپوتا ہوں، اسی طرح نو پڑھی گن گیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص فخر کرتا ہے۔ اُس سے کہہ دو کہ وہ نو کے نو دوزخ میں ہیں اور تو دسواں ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اپنے باپ دادوں کا فخر کرتے ہیں حالانکہ وہ جہنم کے کوئلے ہو گئے ہیں یا خدائے تعالیٰ کے نزدیک گبروٹے سے بھی ذلیل ہیں جو دن بھر اپنی ناک سے غلاظت کریدتا رہتا ہے۔ اگر آدمی ان حالات کو سوچے ابتدائے حال میں اس کا ذکر بھی نہ تھا اور نیستی کے پردے میں نہاں تھا، بہت دنوں ایسا ہی رہا، نیستی کا شروع بھی نہیں معلوم کہ کب سے نیست تھا اور جو چیز معدوم و نابود ہو اُس سے زیادہ کمتر اور حقیر کیا چیز ہوگی اور انسان پیدائش سے پہلے ایسا ہی تھا پھر اُس کو اللہ تعالیٰ نے ایک رذیل چیز سے بنایا پھر ناپاک چیز سے پیدا کیا کیونکہ اوّل مٹی سے بنایا پھر نطفے سے خون اور خون سے لوتھڑا کیا پھر ہڈیاں بنائیں اور اُن پر گوشت و پوست چڑھایا تو ابتدائے پیدائش کی تو یہ صورت ہے جس سے دنیا میں اُس کا ذکر ہوا اور پھر بھی پیدائش کے بعد وہی کمینے اوصاف اُس میں رہے یعنی پیدا ہوتے ہی کامل نہیں ہو گیا بلکہ اُس کو اوّل پتھر جیسا پیدا کیا کہ نہ سُنے نہ دیکھے نہ کچھ سمجھے نہ ہلے نہ بولے نہ کسی چیز کو پکڑے نہ جانے نہ بُوجھے تو گویا زندگی سے پہلے موت کی صورت موجود تھی اور قوت سے پہلے بہرہ ہونے اور گویائی سے پہلے گونگا ہونے کی اور ہدایت سے پہلے ضلالت کی توانگری سے پہلے افلاس کی اور قدرت سے پہلے عاجزی کی حالت رکھتا تھا جیسا ابتداء میں جماد تھا ویسا ہی انجام کو ہو جاوے گا۔ اعضاء کی شکل کے سوا کچھ حس و حرکت باقی نہ رہے گی پھر مٹی میں رکھا جاوے گا تو ایک مُردار بدبُو اور ناپاک ہو جاوے گا جیسا اوّل میں نطفہ ناپاک تھا پھر اعضا گلیں گے اور اُن کے اجزا بکھریں گے، ہڈیاں سڑ کر پاش پاش ہو جاویں گی، کیڑے بدن کو کھا جاویں گے، آنکھوں کے ڈھیلے سے کھانا شروع کریں گے جب وہ ہو چکیں گے تو رخسار کو چاٹیں گے اسی طرح سب کی صفائی کریں گے تو سارا بدن کیڑوں کے پیٹ میں جائے گا اور اُس وقت

مُردے کا یہ حال ہو گا کہ کوئی حیوان پاس نہ پھٹکے گا، آدمی اُس کو ناپاک سمجھے گا اور بدبُو کی شدت سے دُور بھاگے گا اور سب سے بہتر اس کے احوال میں سے یہ کہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو جاوے گا تواب گلنے اور سڑنے کے بعد خاک ہو جاوے گا جس سے برتن بنیں گے اور عمارت بنائی جاوے گی اور موجود ہونے کے بعد پھر نابود ہو گا کہ گویا کبھی ہُوا ہی نہ تھا جیسا پہلے مدتوں تک نابُود رہا تھا اور کیا اچھا ہوتا جو اسی حال پر خاک ہونے کے بعد چھوٹ جاتا بلکہ یہاں تو ایک اور شاخ لگی ہے کہ پھر زندہ ہو گا اور اجزاء متفرق سب جمع ہو کر پھر قبر سے نکلے گا تو دیکھے گا کہ قیامت کھڑی ہے اور مصیبت سر پر پڑی ہے آسمان پھٹے ہوئے ہیں اور زمین بدل گئی ہے، پہاڑ اِدھر سے اُدھر مارے مارے پھرتے ہیں، ستارے اندھے ہیں، آفتاب کو گہن لگا ہُوا ہے، سب جا اندھیرا ہے اور کڑے فرشتوں نے آگھیرا ہے، دوزخ جدا چلائی ہے جنّت کو دیکھ کر مجرموں کو حسرت آئی ہے، نامۂ اعمال کھُلے ہیں اور حکم ہے کہ اپنا نامہ پڑھ، اُس وقت پُوچھے گا کہ یہ نامہ کیسا ہے کہا جاوے گا کہ تیرے ایام حیات ہیں جس پر تو راضی اور نازاں اور متکبّر تھا، تجھ پر دو فرشتے محافظ مقرر تھے کہ جو کچھ تو بولتا اور عمل کرتا تھا وہ اُس میں لکھتے جاتے تھے، تیرا عمل تھوڑا اور بہت چھوٹا اور بڑا اور کھانا اور پینا اور نشست و برخاست سب کچھ اس میں موجود ہے تو کیا ہُوا خدا تعالیٰ نے سب لکھ رکھا ہے اب چل حساب دے اور اپنے کیے کا جواب دے ورنہ عذاب کے لیے تیار ہو۔ اس خطاب کے سُنتے ہی دل بے تاب ہو گا اور خوف کے مارے زہر در آب ہو گا حالانکہ ابھی نامۂ اعمال کو دیکھا نہ ہو گا جب اس کو دیکھے گا تو کہے گا، ہائے افسوس، اس کتاب میں تو چھوٹا اور بڑا گنا و سب کچھ موجود ہے، پس آخر امر انسان کا یہ ہے جو اس آیت سے مراد ہے۔ ثم اذا شاء انشرہ اب غور کا مقام ہے کہ جس کا یہ حال ہو اُس کو تکبّر سے کیا سروکار ہے۔ کسی مردِ صالح کا بیان ہے کہ میں نے طواف میں ایک شخص کو دیکھا، اور اس کی ہمراہی میں نوکر چاکر تھے جو اُس کی وجہ سے لوگوں کو طواف کرنے سے روکتے تھے پھر اس کے بعد میں نے اُس کو بغداد کے پُل پر لوگوں سے سوال کرتے ہوئے دیکھا، میں نے اُس

سے اس کا سبب پوچھا، اس نے جواب دیا کہ میں نے ایسی جگہ تکبّر کیا تھا جہاں لوگ تواضع کیا کرتے ہیں، پس خدا نے مجھ کو ایسی جگہ ذلیل کیا ہے جہاں لوگ تکبّر کیا کرتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے عرض کی اے رب مجھ سے لوگوں کی زبان روک دیجیے، ارشاد ہوا یہ ایسی شے ہے جسکو میں نے اپنے نفس کے لیے اختیار کر لیا ہے پھر آپ کے لیے کیسے روا رکھوں اور صحیح مسلم میں ہے خدا جس بندہ کو زیادہ معاف کرتا ہے، اُس کی عزّت بڑھاتا ہے اور جو خدا کے لیے تواضع کرتا ہے خدا اُسے بلندی عطا فرماتا ہے اور حضرت نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے جو خدا کے لیے ایک درجہ تواضع کرتا ہے خدا اُس کا درجہ بلند کرتا ہے یہاں تک کہ اُس کو علی علّیین میں پہنچاتا ہے اور جو خدا پر ایک درجہ تکبّر کرتا ہے خدا اس کا درجہ گھٹا دیتا ہے یہاں تک کہ اُس کو اسفل السافلین میں پہنچا دیتا ہے۔ بایزید بسطامیؒ کا ایک مکتب پر گزر ہوا جس سے لڑکے نکل رہے تھے اور وہ سرخ اونی عمامہ باندھے ہوئے تھے، لڑکے اُن سے چمٹ گئے اور کہنے لگے اے یہودی اسلام لے آ۔ انھوں نے اپنی اُنگلی اُٹھا کر لآ اِلٰہَ اِلاّ اللہ مُحمّد رّسُول اللہ پڑھا وہ اس بات سے بڑے خوش ہوئے اور ایک لڑکے کو بھیجا کہ ایک سواری لے آئے وہ ایک لنگڑا گدھا لے آیا اور اُس پر انھیں سوار کیا اور بسطام کے کوچہ کوچہ میں لیے پھرے، کسی نے اُن سے یہ ماجرا پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں غافل تھا۔ انھوں نے خدا کی مجھے یاد دلا دی اور تھکا ہُوا تھا۔ مجھے سواری پر سوار کر دیا۔ عمر بن عبد العزیزؒ کو یہ خبر پہنچی کہ اُن کے صاحبزادے نے ہزار درہم کی ایک انگوٹھی خریدی ہے اس پر اُنھوں نے اُس کو لکھ بھیجا کہ اے میرے فرزند عزیز مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے ہزار درہم کی ایک انگوٹھی خریدی ہے، میرے نزدیک وہ انگوٹھی تم ہزار درہم کو فروخت کر ڈالو اور اُس سے ہزار بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور ایک دو درہم کی انگوٹھی لے لو اور اس پر لکھو خدا اُس شخص پر رحم کرے جس نے اپنے نفس کی قدر پہچان لی۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نوح علیہ السلام کشتی پر بیٹھے تو شیطان بھی اُس میں لٹک گیا۔ نوح علیہ السلام نے پوچھا تو کون ہے، اُس نے جواب دیا ابلیس، انھوں نے پُوچھا تو کیا چاہتا ہے وہ کہنے

لگا اپنے رب سے میرے لیے توبہ مانگیے خدا نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ ہاں توبہ قبول ہے اگر آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرے اُس سے جو یہ کہا تو کہنے لگا میں نے اُن کو زندگی میں تو سجدہ نہ کیا تھا پھر بھلا مرنے پر کیسے کروں۔ نسفیؒ نے بیان کیا ہے کہ شیطان لعنت اللہ جہنم میں ایک لاکھ برس رہے گا پھر خدا تعالیٰ اس کو جہنّم سے نکالے گا اور آدم علیہ السلام کو جنّت سے پھر شیطان سے فرمائے گا اے ابلیس دیکھ یہ آدم ہیں انھیں کی وجہ سے میں نے تجھے جہنّم میں داخل کیا ہے اِن کو سجدہ کرے وہ کہے گا میں پہلے تو اُن کی نافرمانی کر چکا اب میں آخر ان کی اطاعت نہیں کرتا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم جب آئینہ دیکھتے تو فرماتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الَّذِيْ اَحْسَنَ خُلُقِيْ وَسَوّٰى خَلْقِيْ وَ جَعَلَنِيْ بَشَرًا سَوِيًّا وَّلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جب سے میں نے سُنا، اُسے کبھی نہیں چھوڑا اور کہا کرتے تھے کہ جو شخص اُسے پڑھتا ہے اس کے چہرہ کو کبھی کوئی بُرائی چھو نہیں سکتی۔ رات کو آئینہ مت دیکھا کرو کیونکہ اس سے بھینگا پن پیدا ہوتا ہے۔ ایک بار ابلیس فرعون کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ تو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اُس نے کہا ہاں کہا کس دلیل سے اُس نے کہا ہزار جادوگروں کی وجہ سے اُس نے کہا اچھا انھیں میرے سامنے جمع کر اُس نے اُن سب کو جمع کیا انھوں نے اپنے جادو پھینکے، شیطان نے جو ایک پھونک ماری تو اُن کا سارا جادو هَبَاءً مَّنْثُوْرًا ہو کر اُڑ گیا پھر دوبارہ جو اُس نے پھونک ماری تو اُن کے جادو سے بھی زیادہ دکھلایا اور فرعون سے پوچھا کہ بتا اُن کا جادو زیادہ زور کا ہے یا میرا۔ اُس نے کہا اُن کا نہیں بلکہ تیرا۔ تب فرعون سے کہنے لگا باوجودیکہ میری یہ حالت ہے لیکن خدا نے مجھے اپنا بندہ بنانا بھی پسند نہیں کیا پھر باوجود تیرے عاجز ہونے کے تجھے اپنا شریک بنانا کیسے پسند کرے گا۔ حضرت آسیہؓ نے فرعون سے کہا میں تجھ سے کھیلنا چاہتی ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ جو ہار جائے وہ محل کے دروازہ تک ننگا جائے، اُس نے منظور کر لیا، کھیل شروع ہوا اور جیت آسیہؓ ہی کی رہی فرعون

سے کہا عہد پورا کرو اور ننگے نکل چلو وہ کہنے لگا اچھا معاف کرو، میں تمھیں موتیوں کا ایک خزانہ دوں گا پھر اس سے کہا کہ اگر تو خدا ہے تو شرط پوری کر کیونکہ عہد کو پورا کرنا بھی الوہیت کی ایک شرط ہے آخر وہ کپڑے اتار کر ننگا ہوگیا، لونڈیوں نے جو اس کو دیکھا، اُس کی بدصورتی کی وجہ سے سب منکر ہو گئیں اور خدا پر ایمان لے آئیں اور اُس سے پہلے آسیہؓ نے اُن پر بارہا اسلام پیش کیا تھا تو نہ مانیں تھیں. حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز انسانوں اور جنّوں اور چرند و پرند کو فرمایا، باہر چلو. دو لاکھ آدمی اور دو لاکھ جن وغیرہ باہر نکلے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اونچے اُٹھائے گئے یہاں تک کہ آواز آسمان کے فرشتوں کی تسبیح کی آپ نے سُنی پھر آپ نیچے اُتارے گئے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں سمندر سے لگ گئے وہاں ایک آواز سُنی کہ اگر تمھارے آقا حضرت سلیمانؑ کے دل میں ذرّہ برابر بھی کبر ہو تو اُس کو جتنا اونچا کیا تھا اس سے زیادہ زمین میں اُتار دوں گا. ایک حدیث میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بُرا بندہ وہ ہے جو جبر و تعدی کرے اور سب سے بڑے جبّار کو بھول جاوے اور بُرا بندہ وہ ہے کہ جبر کرے اور اتراوے اور کبیر متعال کا دھیان نہ رکھے اور بُرا بندہ وہ ہے کہ سہو اور کھیل میں رہے اور قبروں اور خاک ہو جانے کی یاد کو بالائے طاق رکھے اور بُرا بندہ وہ ہے کہ سرکشی کر کے حد سے گزر جاوے اور مبتدا اور منتہا کی اس کو یاد نہ آوے. جب خدا نے عرش کو تین سو ساٹھ پایوں پر پیدا کیا ہر پایہ دنیا کے برابر فاصلہ پر تھا اور ایک پایہ سے دوسرے پایہ تک سو برس کا راستہ تھا اور اُس کے دس لاکھ اور ساٹھ ہزار سر تھے اور ہر سر میں اُتنے ہی چہرہ تھے اور ہر چہرہ میں اُتنے ہی منہ تھے اور ہر منہ میں اتنی ہی زبانیں تھیں اور اس میں لاکھ قندیلیں لٹکائیں ہر قندیل اتنی بڑی ہے کہ اُس میں ساری دنیا سما جائے اس پر عرش کہنے لگا کہ خدا نے مجھ سے بڑی کوئی مخلوق نہیں پیدا کی اور بڑائی میں آکر جھومنے لگا پس خدا نے اُس کو سانپ کا طوق پہنا دیا جس کا سر سفید موتی کا تھا اور دونوں آنکھیں یاقوت سرخ کی اور اُس کے دانت زمرد سبز کے اور اس کا بدن سرخ سونے کا اس کا طول سات لاکھ برس کی مسافت کا تھا اور اس کے ستّر ہزار بازو تھے اور ہر بازو میں ستّر ہزار پر اور ہر پر میں ستّر

ہزار چہرے اور ہر چہرے میں ستّر ہزار زبانیں تھیں اور اُس کے منہ سے بارش کے قطروں اور درخت کے پتّوں اور دنیا کے دنوں کے برابر تسبیح نکلتی تھی، عرش نے جب اُس کو دیکھا تو کہنے لگا اے رب آپ نے اسے کیوں پیدا کر دیا، ارشاد ہوا تا کہ تُو اپنی عظمت بھول جاوے اور میری عظمت کی طرف تیری نگاہ رہے۔ جب خدا نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور فرشتوں نے ان کو سجدہ کیا تو انھوں نے اپنی طرف نظر کی، اس لیے خدا نے گیہوں کھانے میں اُن کو مُبتلا کیا جب خدا نے زمین کو پیدا کیا اور اُس نے تکبّر کیا تو خدا نے مضبوط پہاڑوں پر سے اُس کو مقہور کیا کہ ان میں بہت بڑا پہاڑ کوہ قاف ہے خدا نے اس کو زمرّد سبز کا بنایا تھا۔ اس کا طول پانچسو برس کا ہے اور آسمان پر سبزی اسی کا اثر ہے اور اس کے پیچھے مشک کی ستّر زمینیں پیدا کی ہیں پھر ستّر زمینیں کافور کی پھر ستّر زمینیں عنبر کی پھر ستّر زمینیں چاندی کی پھر ستّر زمینیں سونے کی پھر ستّر زمینیں لوہے کی اور ان زمینوں کو ایک سانپ سے گھیر دیا ہے، اُس کا سر اس کی دُم کے پاس ہے شہنشاہ قادر مختار (خدا) بابرکت ہے پھر پہاڑوں نے کبر کیا تو خُدا نے اُن کو لوہے سے مقہور کیا کہ اُن کی بڑی بڑی چٹانیں اُس سے کٹ جاتی ہیں پھر لوہے نے غرور کیا تو اس کو آگ سے مقہور کیا پھر آگ نے غرور کیا تو اس کو پانی سے مقہور کیا پھر پانی نے غرور کیا تو اس کو ابر سے مقہور کیا کہ اس کو داہنے بائیں جُدا جُدا کر کے ڈال دیتا ہے پھر ابر نے غرور کیا اس کو ہوا سے مقہور کیا۔ پورب پچھم اُسے لیے لیے پھرتی ہے پھر ہوا نے غرور کیا اس کو آدمی سے مقہور کیا کہ وہ اپنے لیے مکان بنا لیتا ہے جو ہوا کو روک دیتے ہیں پھر آدمی نے غرور کیا اُس کو نیند سے مقہور کیا پھر نیند نے غرور کیا اس کو مرض سے مقہور کیا پھر مرض نے غرور کیا تو اس کو موت سے مقہور کیا پھر موت نے غرور کیا تو اس کو قیامت کے روز جنّت اور دوزخ کے بیچ میں ذبح کرنے سے مقہور کیا کہ یحییٰؑ علیہ السلام اُس کو ذبح کر دیں گے اور بعض نے کہا ہے جبریل علیہ السلام ذبح کریں گے۔ ابلیس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا اور عرض کیا کہ تم تو وہ ہو جن کو خدا نے رسول کیا اور کلام کیے اور میں بھی اللہ کی مخلوق ہوں مجھ سے

ایک گناہ ہو گیا ہے اور اس سے توبہ کیا چاہتا ہوں تو آپ خدا سے میری سفارش کر دیجیے کہ توبہ قبول فرماوے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی عرض قبول کی اور جب پہاڑ پر تشریف لے گئے اور رب سے ہمکلام ہو کر اترنا چاہا، رب العزت سے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ امانت اُدا کر۔ آپ نے عرض کیا کہ تیرا بندہ ابلیس یہ چاہتا ہے کہ اس کی توبہ قبول ہو حکم ہوا کہ وہ آدمؑ کی قبر کو سجدہ کرے تو توبہ قبول ہو جاوے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ابلیس سے فرمایا کہ تیری حاجت میں نے پوری کی۔ یوں حکم ہوا ہے کہ آدمؑ کی قبر کو سجدہ کرے تو توبہ قبول ہو جاوے گی اس ملعون کو غصّہ آیا اور تکبّر سے کہنے لگا کہ میں نے اس کو زندگی میں تو سجدہ کیا ہی نہیں مرنے پر کیوں کرنے لگا ہوں پھر عرض کیا کہ آپ کا مجھ پر حق ہے کہ آپ نے خدا سے میری سفارش کی، میں آپ کو ایک بات بتلاتا ہوں کہ مجھ کو تین چیزوں میں یاد رکھیے۔ ان سے آپ کو ضرر نہ پہنچا سکوں گا۔ ایک تو غصّہ کی حالت میں کیونکہ میری رُوح تو آپ کے دل میں ہے اور آنکھ آپ کی آنکھ میں۔ اور جہاں جہاں بدن کا خون پھرتا ہے وہاں وہاں میرا گزر ہے تو غصّہ کی حالت میں میرا خیال ضرور کر لیا کرو اس لیے کہ جب غصّہ آدمی کرتا ہے تو میں اس کی ناک میں پھونک مار دیتا ہوں پھر اس کو خبر نہیں رہتی کہ میں کیا کرتا ہوں اور ایک صفِ قتال میں، مجھ کو یاد رکھو کیونکہ جب آدمی لڑائی میں چلتا ہے تو میں اس کا گھر بار جورو بچے یاد دلاتا ہوں۔ یہاں تک کہ بھاگ جاوے اور ایک اس بات کو یاد رکھو کہ جس عورت کا محرم پاس نہ ہو اس کے پاس ہرگز مت بیٹھنا کیونکہ میں اسکی طرف آدمی کا پیام پہنچاتا ہوں اور اس کا پیام آدمی کو پہنچاتا ہوں۔ یہاں تک کہ دونوں گناہ میں مُبتلا ہو جاتے ہیں۔ غرض ان باتوں سے اس نے شہوت، غضب اور حرص کی طرف اشارہ کیا کیونکہ آدم علیہ السلام کو مرنے پر سجدہ نہ کرنا تو حسد کے باعث تھا اور بھاگنا صفِ قتال سے دنیا کی حرص کی جہت سے ہوتا ہے اور یہ شیطان کے بڑے مداخل میں سے ہے، اس لیے شیطان کے ہتھکنڈوں سے ہوشیار رہنا چاہیے ——————

حسد سے بچو

بعض حکمار کا قول ہے کہ میں نے سب سے زیادہ غمگین حاسد کو پایا اور سب سے زیادہ خوش عیش قانع کو اور زیادہ ترصابر ایذار پر حریص طامع کو اور زیادہ ترسہل گذران تارک دُنیا کو اور بزرگ تر ندامت میں عالم ناپرہیزگار کو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم آپؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اب اس راہ سے ایک آدمی جلدی تمھارے سامنے آوے گا اتنے میں ایک شخص انصار بائیں ہاتھ میں جوتیاں لیے ہوئے ڈاڑھی میں سے وضو کا پانی ٹپکتا ہُوا نمودار ہُوا اور السلام علیکم کہا جب دوسرا روز ہُوا تو پھر آپ نے وہی کلمات فرمائے۔ اس روز بھی وہی شخص آیا، تیسرے روز بھی یہی ماجرا گزرا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص اس شخص کے پیچھے گئے اور اس سے یہ کہا، اگر آپ اجازت دیں تو تین دن تک آپ کے مکان میں سو رہا کروں۔ انھوں نے کہا کہ کیا مضائقہ ہے حضرت عبداللہؓ تین رات ان کے گھر میں سوئے تو دیکھا کہ وہ رات کو نہیں اُٹھتے بجز اس کے کہ ہر کروٹ پر ذکر الٰہی کر لیتے ہیں جب کوئی کلمہ کہا تو بہتر ہی کہا جب تین دن گزر گئے تو حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میرے جی میں ان کے عمل کی کچھ وقعت نہ آئی اور تھوڑا سا عمل معلوم کیا تھا تو میں نے اُن سے کہا کہ اے بندۂ خدا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک سے تمھاری شان میں یہ کلمات سُنے تھے۔ اس واسطے یہ منظور تھا کہ میں بھی دیکھوں کہ تم کیا عمل کرتے ہو جس سے جنّتی ہوئے ہو تو عمل تو تمھارا کچھ بہت نہیں یہ فرمایئے کہ یہ درجہ کس طرح ملا، انھوں نے فرمایا کہ یہی ہے جو تم نے دیکھا میں ان کے پاس سے چلا جب تھوڑی دُور گیا تو انھوں نے مجھ کو بُلایا اور کہا کہ بھائی عمل تو یہی ہے جو تم نے دیکھا مگر اتنی بات ہے کہ جو شے اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو عطا فرماتا ہے اس پر میرے دل میں کچھ کدورت اور حسد نہیں آتا میں نے کہا کہ بس وہ بات یہی ہے جس سے تم کو رُتبہ ملا اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا، تین باتیں ایسی ہیں کہ جس سے کوئی خالی نہیں ایک ظن دوسری بدفالی تیسرے حسد مگر میں تم کو ان سے

نجات کی صورت بتائے دیتا ہوں کہ جب کوئی ظن دل میں گزرے تو اس کو ٹھیک نہ جاننا چاہیے اور جب شگون بد ہو تو اپنا کام کیے جاؤ اور جب حسد آوے تو خواہش نہ کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پروردگارِ عالم سے باتیں کرنے لگے تو ایک آدمی کو عرش کے سایہ میں دیکھا، دِل میں اس کے رُتبہ کے غبط ہوئے کہ اس کی سی جگہ مجھے بھی ملتی یہ کوئی بڑا عالی رُتبہ ہے، جناب باری میں عرض کیا کہ اس کا نام مجھے بتلا دیا جاوے، حکم ہُوا کہ نام سے کیا غرض ہے اس کا کام بتایا جاتا ہے کہ تین باتیں کیا کرتا تھا ایک تو یہ کہ لوگوں پر انعامِ خداوندی دیکھ کر حسد نہ کرتا تھا دوسرے یہ کہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہیں کرتا تھا تیسرے یہ کہ لوگوں کی چغلی ایک دوسرے سے نہیں کھاتا تھا اور حضرت ذکریا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ جلّ شانہٗ ارشاد فرماتا ہے کہ حاسد میری نعمت کا دشمن ہے کہ میرے حکم پر غصہ ہوتا ہے اور جو کچھ مَیں نے لوگوں کے حق میں مقرر کر دیا ہے اس پر راضی نہیں ہوتا اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مجھے زیادہ تر خوف اپنی اُمّت پر اس بات کا ہے کہ ان کے پاس مال کی کثرت ہو اور آپس میں حسد کر کے کشت وخون کریں اور فرمایا کہ استعینوا علی قضاء الحوائج بالکتمان فان کل ذی نعمۃ محسود اور فرمایا کہ اللہ کی نعمتوں کے دشمن ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں، آپ نے فرمایا کہ جو لوگوں پر نعمت دیکھ کر حسد کریں اور فرمایا کہ یہ آدمی حساب سے پہلے ہی چھ چیزوں کے سبب دوزخ میں جائیں گے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کون سے لوگ ہیں، آپ نے فرمایا کہ امیر ظلم کے باعث اور غریب عصبیت یعنی اصرار بیجا کے سبب اور دہقان تکبّر کی جہت سے اور تاجر خیانت کے سبب اور روستائی جہالت کے باعث اور علماء حسد کے سبب آثار بعض متقدمین کا قول ہے کہ اوّل خطا جو واقع ہوئی وہ حسد تھی۔ یعنی ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے رُتبہ پر حسد کر کے سجدہ سے انکار کر دیا اور صرف حسد ہی کے باعث خدا کی نافرمانی میں مُبتلا ہُوا اور روایت ہے کہ عون بن عبد اللہ فضل بن مہلب کے پاس اس زمانہ میں تشریف لے گئے کہ وہ واسطہ کے حاکم تھے اور یہ کہا کہ مَیں تم کو ایک

نصیحت کرتا ہوں انھوں نے کہا فرمایئے آپ نے فرمایا کہ ایک تو تکبّر سے بچنا کیونکہ اوّل نافرمانی خداتعالیٰ کی اسی کی بدولت ہوئی چنانچہ تصدیق اس کی کلام مجید میں موجود ہے۔ واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین دوم یہ کہ حرص سے محترز رہنا یہ وہ بلا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب خداوند کریم نے جنّت میں جگہ دی جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور وہ سب چیزوں کے کھانے کی اجازت دی صرف ایک درخت سے منع کر دیا تو انھوں نے حرص کی بدولت اس میں سے کھایا اور جنّت سے نکالے گئے، حکم ہُوا کہ اہبطوا منہا جمیعاً بعضکم لبعض عدو تیسرے یہ کہ حسد سے بچنا یہ وہ چیز ہے کہ قابیل نے اسی کے باعث ہابیل کو مارا تھا چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ واتل علیہم نبا ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدہما ولم یتقبل من الاخر قال لاقتلنک اور ایک بات یہ ہے کہ جب ذکر اصحاب کا ہو تو سکوت کرنا در تقدیر اور نجوم کے ذکر کے وقت بھی سکوت کرنا اور بکر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر یہ جُملہ کہا کرتا تھا کہ محسن کے احسان کے مکافات میں اس کے ساتھ سلوک کرنا چاہیے کیونکہ بدی کرنے والے کو تو خود اس کی بدی ہی تیری طرف سے کفایت کرے گی۔ اس شخص پر اس کے رُتبہ پر ایک آدمی کو حسد ہُوا یہاں تک کہ بادشاہ سے اس کی چُغلی کی جو آدمی حضور کے سامنے کھڑا ہو کر جملہ کہا کرتا ہے وہ یوں کہتا ہے کہ بادشاہ گندہ دہن ہے بادشاہ نے کہا کہ اس کی تصدیق کیسے ہو، اس نے کہا کہ جب وہ شخص آپ کے سامنے کھڑا ہو اس کو اپنے پاس بلوایئے جب آپ کے قریب آوے گا تو اپنی ناک بند کر لے گا کہ منہ کی بدبو نہ آوے۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا ہم کل امتحان کریں گے۔ ادھر تو بادشاہ سے یہ کہہ گیا ادھر اس شخص کی دعوت کر کے ایسا کھانا کھلایا جس میں بہت سا لہسن تھا اتنے میں دربار کا وقت آگیا، وہ شخص حسب دستور بادشاہ کے سامنے جا کھڑا ہُوا اور وہی جملہ کہا، بادشاہ نے اس کو اپنے پاس بُلایا، اُس نے اس خوف سے کہ کہیں بادشاہ کو میرے منہ سے لہسن کی بُو نہ

محسوس ہو، اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور پاس گیا، بادشاہ کو گمان ہُوا کہ کل جو فلاں شخص اس کی نسبت کچھ کہہ گیا تھا وہ درست ہے، اسی وقت اپنے عامل کو شقہ دستخط خاص سے لکھا کہ جب عامل شقہ تیرے پاس آوے اس کو قتل کر کے اس کے چمڑے میں بھُس بھروا کر ہمارے پاس بھیج دینا اور شقہ کو حوالہ اس شخص کے کیا کہ فلاں عامل کے پاس لے جا۔ یہ شخص شقہ لے کر دربار سے نکلا اور اس بادشاہ کا دستور یہ تھا کہ شقہ دستخطی خاص صرف اس واسطے انعام اور خلعت کے لکھا کرتا تھا، اثناء راہ میں وہ حاسد ملا، اس کے ہاتھ میں شقہ دیکھ کر پوچھا کہ یہ شقہ کیسا ہے، اس نے کہا کہ فلاں عامل کے نام کا دستخطی خاص شقہ ہے اس کے پاس لیے جاتا ہوں۔ اس نے سمجھا کہ ضرور اس میں کچھ انعام و جاگیر کو لکھا ہوگا کہ اس گمان سے اس شخص سے کہا کہ یہ شقہ مجھ کو دے ڈال کہ میں لے جاؤں؛ اس کو کہا کہ میں نے تجھ کو ہبہ کیا لے جا، جب رقعہ لے کر عامل کے پاس گیا۔ اس نے پڑھ کر عامل سے کہا کہ اس شقہ میں یہ حکم ہے کہ عامل کو قتل کر کے اور کھال کھچوا کے اس میں بھُس بھر کے حضور میں بھیج دو۔ تب تو یہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا کہ اس کا اصل تو اور شخص ہے۔ میں نہیں ہوں خدا کے واسطے مجھے یہ شقہ دے دو کہ میں بادشاہ کے پاس واپس لے جاؤں، عامل نے کہا کہ بادشاہ کا شقہ واپس نہیں ہو سکتا۔ غرض اس کو ذبح کر کے پوست اُتروا کر بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا، اب اس شخص کا حال سنیے کہ وہ بدستور وقت مقررہ پر پھر بادشاہ کے سامنے گیا اور جو جملہ کہا کرتا تھا وہی کہا۔ بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ شقہ کو کیا کیا اس نے عرض کیا کہ راہ میں فلاں شخص مجھ کو ملا، اس نے مجھ سے مانگا، میں نے اس کو ہبہ کر دیا، بادشاہ نے کہا کہ وہ یوں کہتا تھا کہ تُو مجھ کو گندہ دہن کہتا پھرتا ہے، اس نے کہا کہ میں نے ہرگز نہیں کہا، بادشاہ نے پوچھا کہ پھر جب میں نے تجھ کو اپنے پاس بلایا تھا تُو نے اپنا ہاتھ منہ پہ کیوں رکھ لیا تھا، اس نے کہا کہ اسی شخص نے مجھ کو ایسا کھانا کھلا دیا تھا جس میں لہسن تھا، میں نے منہ اس واسطے بند کیا تھا کہ حضور کو لہسن کی بُو نہ معلوم ہو بادشاہ

نے کہا کہ خیر اپنا کام کر، بدی کرنے والے کو اس کی بدی ہی تیری طرف سے کفایت کر گئی اور حضرت ابنِ سیرینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے امر دنیا کے لیے کبھی پر حسد نہیں کیا سوا اس کے کہ اگر وہ شخص اہلِ جنّت میں سے ہے تو دنیا پر اس کا کیا حسد کروں جنّت میں دنیا کی کیا قدر ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو دنیا کے اُوپر اس کا حسد فضول ہے اس لیے کہ اس کا انجام دوزخ ہوگا اور ایک شخص نے حضرت حسنؓ سے پوچھا کہ مومن بھی حسد کیا کرتا ہے، آپ نے فرمایا کہ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا حال بھول گئے۔ مومن حسد کرتا ہے لیکن چاہیے کہ صرف سینہ ہی میں اس کو پوشیدہ رکھے اسی لیے کہ جب زبان و ہاتھ سے کچھ زیادتی نہ کرے گا تو حسد سے کچھ نقصان نہیں ہوگا اور حضرت ابو داؤد فرماتے ہیں کہ جو آدمی موت کو کثرت سے یاد کرے گا اس کی ہنسی اور حسد دونوں کم ہو جاویں گے اور حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں سب آدمیوں کے راضی کرنے پر قدرت رکھتا ہوں مگر حاسد نعمت کہ وہ بدون زوال نعمت راضی نہیں ہوتا اور بعض حکما کا قول ہے کہ حسد ایک زخم ہے کہ کبھی نہیں بھرتا اور جو کچھ حاسد پر گزرتا ہے اس کو وہی کافی ہے اور ایک اعرابی کا قول ہے کہ میں نے کبھی ظالم کو مظلوم کے مشابہ سوائے حاسد کے نہیں دیکھا کہ جب دوسرے کی نعمت دیکھتا ہے گویا اس کے چھریاں لگتی ہیں اور حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ آدمی دوسرے پر کیوں حسد کرتا ہے، اگر اس کو خدا تعالیٰ نے لائق سمجھ کر نعمت دی ہے تو جس کو خدا تعالیٰ بزرگی دے اس پر حسد کیا ضرور ہے اور اگر کچھ اور معاملہ ہے تو ایسے شخص پر کیا حسد کرنا چاہیے جس کا مال دوزخ ہو، حسد سے بچو، حاسد کو مجلسوں میں تو ذلّت اور ندامت ملتی ہے اور فرشتوں سے بُغض و لعنت اور خلق سے غم و غصّہ اور نزع میں ہول و شدّت اور قیامت میں عذاب و فضیحت۔

خواجہ محمّد اسلام عرض کرتا ہے کہ حاسد بچھو کی مانند ہوتا ہے کہ وہ ہر ایک کو ڈنگ مارتا ہے بچھو جب پیدا ہوتا ہے تو پہلے اپنی ماں کو ڈنگ مارتا ہے اُس کی ماں اُسے شدّتِ رنج کی

وجہ سے پیٹ سے باہر پھینک دیتی ہے۔ اپنی خصلت اور ماں کے غصّے کی شدت کو لے کر جب وہ کوئی قدم زمین پر رکھتا ہے تو ہر قدم پر ڈنگ مارتا ہے چاہے اُسے کچھ فائدہ نہ ہو وہ ڈنگ چلاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اُس کی ڈنگ مارنے والی نوک ٹوٹ کر گر جاتی ہے۔ پھر وہ اسی غم میں مرجاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اب میرے پاس ڈنگ مارنے والی نوک ہی نہیں رہی تو اب دنیا میں رہ کر کیا کروں گا۔

زیادہ ہنسی سے بچو

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو بہت ہنستا ہے اس کی ہیبت کم ہوتی ہے اور جو چہل کرتا ہے نظروں میں سبک ہو جاتا ہے اور جو ایک چیز کو زیادہ کرتا ہے وہ اسی کے نام سے مشہور ہو جاتا ہے اور جو زیادہ بولتا ہے وہ زیادہ غلطی کرتا ہے' اس میں حیا کم ہوتی ہے اور جو حیا کم رکھتا ہے ورع بھی کم ہوتا ہے اور جو پرہیز کم کرتا ہے اس کا دل مرجاتا ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ ہنسی کے باعث آخرت سے عقلت پائی جاتی ہے۔

ظلم سے بچو

ایک درزی نے حضرت ابنِ مبارکؒ سے پوچھا کہ میں بادشاہوں کے کپڑے سیتا ہوں تو تم کو یہ خوف نہیں کہ میں ظالموں کا مددگار ہوں۔ آپ نے فرمایا ظالموں کے مددگار تو وہ ہیں جو تیرے ہاتھ سوئی دھاگہ بیچتے ہیں۔ تُو تو خود ظالم ہے مددگار ہونے کو کیا پوچھتا ہے۔

خدا معاف نہ کرے گا

کسی کا مال لیا پھر واپس نہ کیا اور معاف بھی نہ کرایا۔	تو اللہ تعالیٰ یہ گناہ معاف نہ کرے گا
کسی کو دھوکا دیا اور معافی نہ مانگی۔	تو اللہ تعالیٰ یہ گناہ معاف نہ کرے گا
کسی کو کوسا یا کسی کو گالی دی اور معاف نہ کرایا۔	تو اللہ تعالیٰ یہ گناہ معاف نہ کرے گا

کسی سے قرض لیا اور ادا نہ کیا۔	تو اللہ تعالیٰ یہ گناہ معاف نہ کرے گا
پڑوسی کو تکلیف دی اور پھر معافی نہ مانگی۔	تو اللہ تعالیٰ یہ گناہ معاف نہ کرے گا
ماں باپ یا ساس سُسر کو دُکھ پہنچایا جھڑکیاں دیں اور معاف نہ کرایا۔	تو اللہ تعالیٰ یہ گناہ معاف نہ کرے گا
کسی کے پیٹھ پیچھے اُس کی نقل اُتاری یا اُس کا مذاق اُڑایا اور معافی نہ مانگی۔	تو اللہ تعالیٰ یہ گناہ معاف نہ کرے گا
کسی کو پیٹھ پیچھے بُرا کہا اور اُس سے معافی نہ مانگی۔	تو اللہ تعالیٰ یہ گناہ معاف نہ کرے گا
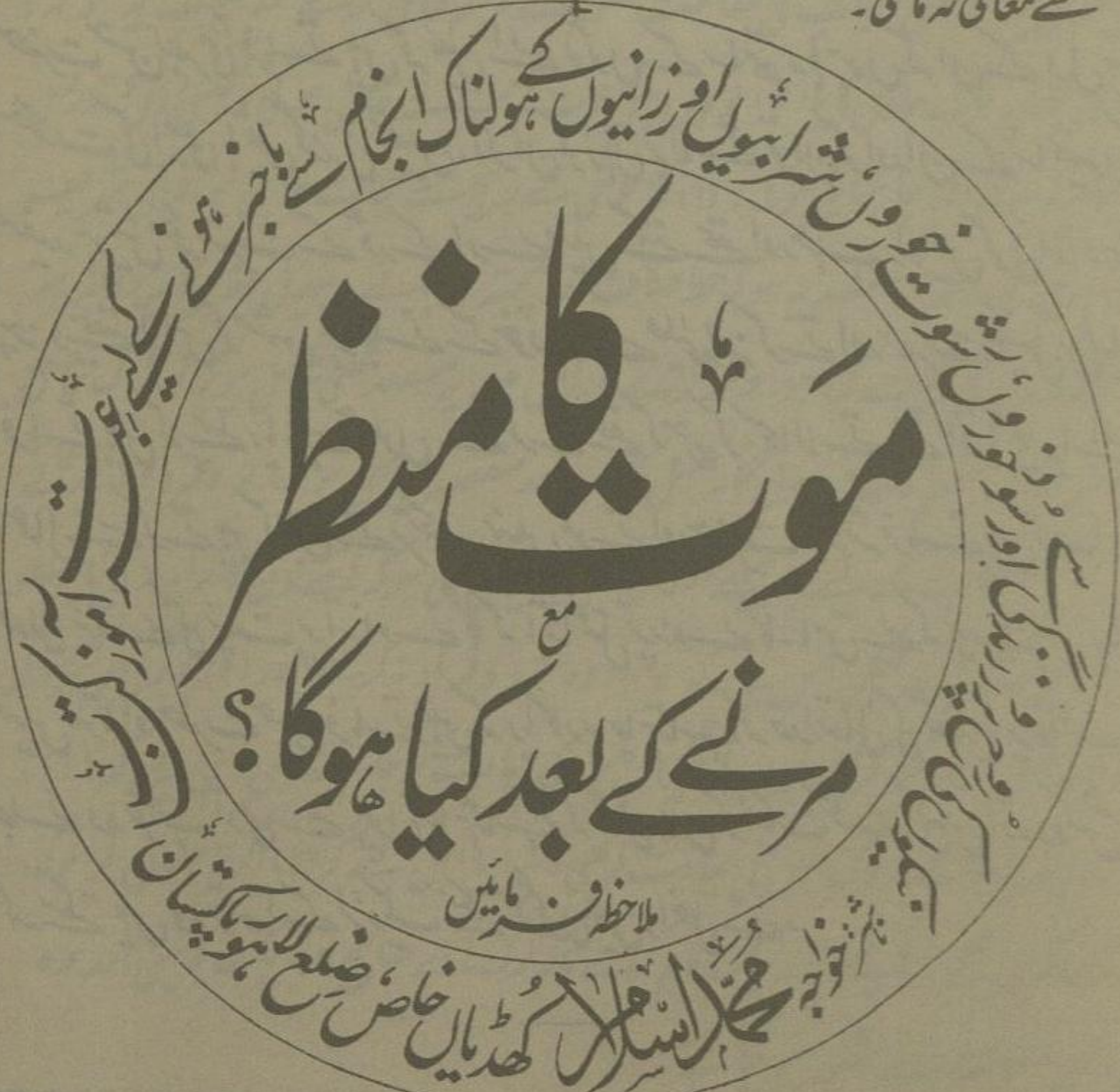
ریاکاری سے بچو

عالم آخرت میں ریاکار سے یُوں کہا جاوے گا۔ او بدکار، او بے کار او ریاکار تجھے شرم نہ آئی کہ خدا کی اطاعت کے بدلے دنیا کا اسباب مول لیا۔ بندوں کے دلوں کی حفاظت کی اور خدا کی عبادت سے استہزاء کیا بندوں کے نزدیک محبوب بنا اور خُدا کے نزدیک مبغوض ان کے واسطے آرائش میں رہا، اور خدا کے لیے آلائش میں ان کے پاس ہوتا گیا اور خدا سے دُور ان کے نزدیک محمود بنا اور خدا کے نزدیک مردُود اُن کی رضا کا طالب ہُوا اور خدا کے غصّہ کا خواہاں کیا، تیرے نزدیک خدا سے زیادہ حقیر اور کوئی نہ تھا۔ حضرت ابوامامہؓ باہلی نے ایک شخص کو مسجد میں سجدے کے درمیان روتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ تو یہ بات اپنے گھر کرتا تو بہت اچھا ہوتا اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ریاکار کی تین علامتیں ہیں۔ جب اکیلا ہو تو سُست ہو اور جب مجمع میں ہو تو خوش ہو اور جب اس کی کوئی تعریف کرے تو عمل زیادہ کرے اور اگر کوئی مذمت کرے تو کم۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مَیں ایسے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں کہ ان کے دِل میں حکمت کی ایسی باتیں گزرتی تھیں، اگر ان کو زبان پر لاتے تو ان کو اور ان کے ساتھیوں کو مفید ہوتیں مگر شہرت کے ڈر کے مارے نہیں کہتے تھے اور جب راہ میں کوئی ایذا دہندہ چیز دیکھتے تو اس کو مشہور ہو جانے کے خوف سے علیحدہ نہ کرتے اور حضرت فضیلؒ بن عیاض فرماتے ہیں کہ پہلے ریا ایسے عملوں سے کرتے تھے کہ جن کو بجالاتے تھے اور آج ریا ایسے اعمال سے کرتے ہیں کہ جن کے مرتکب نہیں ہوتے اور حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ بندے کی نیت پر اتنا دے گا کہ اتنا عمل پر نہ دے گا۔ اس لیے کہ نیت میں ریاء نہیں ہوتا اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ ریاکار یہ چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر پر غالب ہو جائے وہ خراب آدمی ہے۔ یوں چاہتا ہے کہ آدمی اس کو نیک بخت کہیں اور وہ کس طرح کہہ سکتے ہیں وہ تو خدا کے نزدیک نکمّے لوگوں میں داخل ہے۔

ریا کیا ہے

روزہ رکھے تو یہ کہہ کر کہ خدا کے نام پر رکھتا ہوں۔ لیکن:
(۱) ایک مقصد یہ بھی ہو کہ کھانے سے پرہیز کروں گا تو صحت اچھی رہے گی یا (۲) گھر کا خرچ کم ہو جائے گا، یا (۳) کھانا پکانے کی زحمت سے بچا رہوں گا یا (۴) فلاں کام میں مشغول ہونے کے لیے فراغت میسر آجائے گی۔ یا (۵) جاگتا رہوں گا تو کوئی اور کام بھی کر سکوں گا۔ غلام کو آزاد کرے (بظاہر خدا کی راہ میں) اور مقصد یہ ہو کہ اس کے خرچ اور بدخوئی سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔ حج پہ روانہ ہو اور مقصد یہ ہو کہ (۱) تبدیلِ آب و ہوا سے صحت پر خوشگوار اثر پڑے گا، یا (۲) نئے نئے شہروں کی سیر و سیاحت سے لطف اندوز ہونے کا موقع مل جائے گا یا (۳) اہل و عیال کے جھمیلوں سے چند روز سکون حاصل رہے گا یا (۴) دشمن سے بچنے کا بہانہ ہاتھ آجائے گا۔ رات کو نماز (تہجد وغیرہ) پڑھے اور وجہ یہ ہو کہ (۱) نیند نہیں آرہی یا (۲) مال اسباب کی حفاظت منظور ہے۔ علم حاصل کرے اور مطلب یہ ہو کہ: (۱) روزگار پہ لگ جاؤں گا یا (۲) لوگوں میں عزت و منزلت حاصل ہو گی۔ مجلسِ درس و تدریس کا اہتمام کرے اور چاہتا یہ ہو کہ: (۱) خاموشی کے رنج سے نجات حاصل ہو۔ قرآن شریف کی کتابت کرے اور مقصد یہ ہو کہ خط صاف اور پختہ ہو جائے۔ پیدل سفرِ حج پہ روانہ ہو اور مقصد کرایہ کی بچت کرنا ہو۔ وضو کرے اور اس میں یہ مقصد بھی شامل ہو کہ ٹھنڈک حاصل ہو گی نیز صاف ستھرا دکھائی دوں گا۔ غسل کرے اور مقصد یہ بھی ہو کہ بدبو وغیرہ دور ہو جائے۔ مسجد میں اعتکاف کے لیے جا بیٹھے اور دل میں یہ خیال بھی ہو کہ اتنے دن کا کرایہ نہ دینا پڑے۔ سائل کو خیرات دے لیکن اس لیے کہ: (۱) وہ شور و فریاد نہ کرے اور (۲) لوگوں میں شرمندگی نہ ہو (کہ اس سے فقیر کو بھی کچھ دیا نہ گیا) بیمار کی عیادت کو جائے لیکن اس لیے کہ: (۱) اگر وہ بیمار پڑ جائے تو لوگ اس کی عیادت کو بھی آئیں یا اس لیے کہ (۲) اگر نہ جاؤں تو لوگ ملامت کریں گے۔ اچھے اور نیک کام کرے تاکہ لوگ اُسے صالح اور نیک جانیں اور وہ بھی انہی صفات سے مشہور ہو جائے۔

لالچ سے بچو

لالچ بقدرِ ضرورت و برمحل اچھی چیز ہے ورنہ بُری

ایک صاحب بڑے بزرگ و عالم تھے۔ انھوں نے اللہ جل شانہ سے درخواست کی، اے میرے مالک! اگر تُو ایک لالچ کو اُٹھائے تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں۔ اسی کے سبب آدمی مارا مارا پھرتا ہے، مختلف شہروں میں تجارتیں کرتا ہے اور اس کے لیے دعائیں کراتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ارشاد ہُوا کہ تم خدائی میں کون دخل دینے والے؟ انھوں نے عرض کیا بیشک آپ مالک ہیں مگر ایک لالچ ختم ہو جائے تو دنیا کے سارے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں جب انھوں نے بہت اصرار کیا تو اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ مَیں تم سے تین دن کے لیے اُٹھا لیتا ہوں انھوں نے کہا کہ نہیں بلکہ پوری دنیا سے اٹھا لیا جائے، مجھے تو آپ نے بہت کچھ دے رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مَیں تم سے تین دن کے لیے اُٹھا لینا چاہتا ہوں وہ بزرگ استاد تھے، سبق پڑھا رہے تھے، گھر سے آدمی آیا کہ آج سقّا پانی بھرنے نہیں آیا، انھوں نے ایک طالب علم کو سقّا کے گھر بھیجا مگر وہ کسی طرح تیار نہ ہُوا، اس کے بعد وہ دوسرے سقّوں کی خوشامد کرتا رہا مگر کوئی تیار نہ ہُوا، اتنے میں گھر سے آدمی آیا کہ آج بھنگن بھی نہیں آئی اتنے میں ایک آدمی اور گھر سے آیا کہ بازار میں کوئی دکاندار سامان دینے کے لیے تیار نہیں، اب بہت پریشان ہوئے اور دُعا کی، اے میرے مالک! ایک دن میں مَیں تو بول گیا تین دن تک بہت مشکل ہے (کیونکہ کسی کو ان سے لالچ و احتیاج نہیں رہی) معلوم ہُوا کہ حق تعالیٰ شانہ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں وہ حکمت و مصلحت سے خالی نہیں۔ داناؤں میں سے ایک دانا کا قول ہے کہ لالچی سے زیادہ کوئی شخص مبتلائے رنج و عذاب نہیں ہوتا ہے اور صابر سے زیادہ عیش کسی کو میسّر نہیں ہوتا اور حاسد سے زیادہ اندوہ و کرب کسی کو برداشت نہیں کرنا پڑتا اور تارک الدنیا سے زیادہ سُبک بار (ہلکا پھلکا) کوئی نہیں ہوتا اور عالم بدکردار

سے زیادہ نادم و پشیمان کوئی نہیں۔

حکایت: شعبیؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص (شکاری) نے ایک چڑیا (پرندے) کو پکڑ لیا۔ پرندے نے کہا ــــ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ صیاد نے کہا ــــ تجھے ذبح کروں گا اور مزے سے کھاؤں گا (اور کیا کروں گا؟) پرندے نے کہا ــــ مجھے کھانے سے تجھے کیا ملے گا (کہ مَیں ذرا سا پرندہ ہوں، تیرا پیٹ تو بھرنے سے رہا) کیوں نہ تجھے تین باتیں ایسی سکھاؤں جو تیرے کام بھی آئیں، مجھے کھا کر تم ان سے محروم ہو جاؤ گے لیکن ان باتوں میں سے (۱) ایک بات تو ابھی تیرے ہاتھ میں پکڑے پکڑے بتائے دیتا ہوں (بشرطیکہ مجھے چھوڑنے کا وعدہ کرو) اور (۲) دوسری بات اس وقت بتاؤں گا جب مجھے رہا کر دو گے اور مَیں درخت پر جا بیٹھوں گا۔ صیاد نے کہا ــــ اچھا پہلی بات کہو۔ پرندے نے کہا ــــ "جو کچھ تمھارے ہاتھ سے جاتا رہے اس کا غم مت کھاؤ"۔ صیاد نے اسے رہا کر دیا۔ پرندہ اُڑ کر درخت پہ جا بیٹھا تو صیاد نے کہا کہ ــــ اب دوسری بات کہو۔ پرندے نے کہا ــــ "محال و ناممکن بات پہ یقین مت کرو"۔ اور پھر پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھتے ہوئے بولا ــــ "اے بدبخت! اگر تو مجھے واقعی ذبح کر لیتا تو امیر کبیر بن جاتا، کیونکہ میرے پیٹ میں بیس بیس مثقال کے دو مروارید (ہیرے) موجود ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ جس کے پاس ہوں وہ کبھی غریب نہیں ہو سکتا"۔ اب تو وہ صیاد دانتوں سے انگلیاں کاٹنے لگا اور بولا ــــ واحسرتا کہ میرے ساتھ یُوں ہُوا، آہ افسوس صد افسوس (مجھے دھوکا دیا گیا)! تب پرندے سے کہا کہ ــــ اچھا اب تیسری بات بھی بتا دے! پرندے نے کہا کہ ــــ "تُو نے پہلی دونوں تو فراموش کر دیں، تیسری کو سُن کر کیا کرے گا؟ بہر حال لے سُن لے ــــ "مَیں نے تجھے کہا تھا کہ جو ہاتھ سے جاتا ہو تو اس کا غم نہ کیجیے اور پھر مَیں نے کہا تھا کہ محال بات پر یقین نہ کرو اور (تیری حماقت کا یہ عالم ہے کہ) تو نے مجھے ہاتھ میں تھامے رہنے کے باوجود یہ تک نہ سمجھا کہ اپنے گوشت پوست اور بال و پر سمیت میرا وزن دس مثقال بھی نہیں ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میرے پیٹ میں

(جو میرے جسم کا ایک حصہ ہے) بیس مثقال وزنی مروارید پڑے ہوئے ہوں۔ یہ کہا اور وہاں سے اُڑ گیا! یہ حکایت یہاں پر اس لیے بیان کی گئی ہے کہ اس حقیقت کی وضاحت ہو جائے کہ جب طمع پیدا ہو جاتی ہے تو لالچی انسان محال سے محال باتوں پر یقین کر لیتا ہے۔ ابن سماکؒ کہتے ہیں کہ طمع تیرے گلے کا پھندا ہے تو پاؤں کی رسّی! گلے کا پھندا اُتار پھینک، تاکہ پاؤں کی بیڑی کو کاٹ سکے۔

حرص اور لالچ کا علاج

جاننا چاہیے کہ حرص و طمع کا علاج جس معجون سے کیا جا سکتا ہے اس کے اجزا میں صبر کی تلخی، علم کی شیرینی اور عمل کی سختی شامل ہے۔

توبہ توبہ چھ قسم کی ہوتی ہے۔ اوّل دل سے، دوم زبان کی توبہ، تیسرے کان کی توبہ، چوتھے ہاتھ کی توبہ، پانچویں پیر کی توبہ، چھٹے نفس کی توبہ۔ توبہ یہ ہے کہ خطائے سابق پر آتشِ ندامت سے باطن کا پگھلنا، اس تعریف میں صرف رنجِ دل کا اشارہ پایا جاتا ہے اور بعضوں نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے اور کہا ہے کہ توبہ ایک آگ ہے کہ دل میں بھڑکتی ہے اور ایک درد ہے کہ جگر سے جُدا نہیں ہوتا اور بعضوں نے بلحاظ ترکِ گناہ کے تعریف یوں لکھی ہے کہ توبہ اس کو کہتے ہیں کہ جفا کا لباس دُور کر کے بساطِ وفا بچھائے اور سہل بن عبداللہ تستریؒ یوں فرماتے ہیں کہ حرکاتِ مذمومہ کو افعالِ محمودہ سے بدل دینے کا نام توبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنھوں نے گناہوں کے پیڑ ایسے لگائے جیسے دِلوں میں جان ہے اور ان کو توبہ کا پانی دیتے رہے یہاں تک کہ ندامت اور حزن کا پھل اُن پر لگا پس بدون جنون کے دیوانے ہو گئے اور بدون عاجزی اور گونگے پن کے عِیّی بن گئے حالانکہ بڑے بلیغ اور فصیح اور خدا رسول کے عارف وہی ہیں پھر جام صفا نوش کیا تو باوجود زیادتی مصیبت کے صبر ہی کرتے رہے پھر ان کے دل، جو

سیرِ عالم ملکوت کے مشتاق ہوئے اور پردہ ہائے حیرات کے خفیہ امور میں فکر دوڑانے لگے اور ندامت کے جھروکے میں بیٹھ کر اپنے گناہوں کا صحیفہ پڑھنا شروع کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ان کے نفسوں پر خوف چھا گیا یہاں تک کہ ورع کی سیڑھی لگا کر زہد کی بلندی پر چڑھ گئے اور ترکِ دنیا کی تلخی شیریں اور بستر کی سختی نرم معلوم ہونے لگی حتیٰ کہ نجات اور سلامتی کی کمند ہاتھ لگی اور ان کی روحیں چرتی چرتی بستان نعیم میں پہنچ گئیں اور دریائے حیات میں جو گھسے اور ناامیدی و واویلا کے خندقوں کو پاٹا اور ہوائے نفسانی کے پلوں کے پار اُترے تو میدانِ علم میں جا پہنچے اور چشمۂ حکمت سے سیراب ہوئے پھر ہوشیاری کی کشتی پر سوار ہو کر نجات کا بادبان چڑھایا اور بحرِ سلامت میں لنگر اُٹھا کر ساحل راحت اور عزت اور کرامت پر پہنچ گئے۔ ایک حبشیؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں گناہ کیا کرتا تھا فرمائیے کہ میری توبہ بھی قبول ہو گی۔ آپ نے فرمایا بے شک توبہ قبول ہو گی وہ چلا گیا اور پھر لوٹ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میں خطا کرتا تھا تو مجھ کو خدائے تعالیٰ دیکھتا تھا یا نہیں، آپ نے فرمایا کہ ہاں دیکھتا تھا، یہ سنتے ہی حبشی نے ایک نعرہ مارا کہ اسی کے ساتھ اس کی رُوح پرواز کر گئی اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب شیطان کو اپنی درگاہ عزت سے نکال دیا تو وہ خواستگارِ مہلت ہُوا، اس کتاب تک کی مُہلت ملی پھر اس نے کہا قسم ہے تیری عزت کی جب تک آدمی کے بدن میں جان رہے گی جب تک میں اسکے دل سے نہیں نکلوں گا، ارشاد ہُوا کہ مجھ کو بھی اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ جب تک اُن میں جان رہے گی تب تک اُن سے توبہ نہ روکوں گا۔ حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ قبول کی تو اُنکو فرشتوں نے تہنیت دی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے آدم، خدائے تعالیٰ نے جو آپ کی توبہ قبول فرمائی تو آپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے جبرئیلؑ اگر بعد قبول توبہ کے بھی مجھ سے سوال ہو تو پھر میرا ٹھکانہ کہاں ہے، اسی وقت ان پر وحی ہوئی کہ او آدم تُو نے اپنی اولاد کے لیے رنج و مشقت بھی ارث

چھوڑی اور توبہ بھی تو جو کوئی ان میں سے مجھ کو پکارے گا، میں اس کی سنوں گا جیسی تیری سنی اور جو کوئی مجھ سے مغفرت کا سوال کرے گا، اس پر بخل نہ کروں گا کیونکہ میرا نام قریب ہے اور مجیب ہے، اے آدم توبہ کرنے والوں کو قبروں سے ہنستے ہوئے اور بشارت سنتے ہوئے اٹھاؤں گا، جو دعا کریں گے قبول ہو گی۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا کہ اپنے عبادت خانے میں عبادت کیا کرتا، اسی طرح مدت تک رہا، ایک روز باہر کی طرف جھانکا اور ایک عورت کو دیکھ کر اس پر عاشق ہوا اور قصد فاسد دل میں لایا اور اپنا پاؤں باہر نکالا تاکہ اتر کر اسکے پاس جاوے، رحمتِ ازلی جو اس کی معین ہوئی، اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ میں کیا حرکت کرتا ہوں۔ غرض کہ اس کا نفس ساکن ہو گیا اور خدائے تعالیٰ نے اس کو بچا دیا پھر اپنے کیے پر نادم ہوا۔ جب چاہا کہ پاؤں عبادت خانے میں ہٹا لے تو کہا کہ یہ کہاں ہو سکتا ہے کہ جو پاؤں خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے باہر نکلا تھا وہ میرے ساتھ عبادت خانے میں آوے، بخدا یہ کبھی نہ ہو گا یہ کہہ کر اس پاؤں کو باہر ہی لٹکا رہنے دیا۔ مینھ اور برف اور ہوا اور دھوپ لگ لگ کر وہ پاؤں کٹ کر گر پڑا، اللہ تعالیٰ اس کی اس توبہ سے مشکور ہوا اور اس کا ذکر اپنی بعض کتب میں فرمایا۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں کوفہ کے نزدیک ایک مقام سے گزرا، میں نے دیکھا کہ ایک گھر میں کئی فاسق شراب پی رہے ہیں، اور زاذان نام کا ایک گویا بربط بجا رہا تھا اور بہت عمدہ آواز میں گانا گا رہا تھا، کہتے ہیں میں نے آواز سن کر کہا، کیا ہی اچھی آواز ہے، کاش اس آواز سے قرآن پڑھا جاتا۔ عبد اللہ بن مسعودؓ اپنے سر پر چادر اوڑھ کر چلے گئے۔ زاذان نے آپ کے الفاظ سن لیے تھے۔ اس نے لوگوں سے پوچھا، یہ کون تھا؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ آنحضرتؐ کے صحابی عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ پھر پوچھا اس نے کیا کہا تھا؟ لوگوں نے جواب دیا، وہ کہتے تھے، کتنی اچھی آواز ہے، کاش اس آواز سے قرآن پڑھا جاتا۔ یہ سن کر زاذان کے دل میں ہیبت پیدا ہوئی، اٹھ کھڑا ہوا، بربط کو زمین پر مار کر توڑ دیا، پھر دوڑا ہوا عبداللہ بن مسعودؓ

کے پاس گیا، اپنی گردن میں پگڑی ڈال لی اور ان کے قدموں پر گر کر رونے لگا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اُسے گلے لگا لیا اور خود بھی رونے لگے پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا، جس شخص سے خدا محبت کرتا ہے، مَیں کیوں اُسے اپنا دوست نہ بناؤں۔ اس کے بعد زاذان انھیں کی خدمت میں رہنے لگا۔ قرآن سیکھا، دوسرے علوم بھی حاصل کیے اور ایسا کمال ہاتھ آیا کہ وقت کا امام ہو گیا بہت سی حدیثیں زاذان نے عبداللہ بن مسعودؓ اور سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہیں۔

ایک عابد اور فاحشہ کا واقعہ

بنی اسرائیل کی کتب میں آیا ہے کہ ایک گانے والی عورت نہایت خوب صورت اور بدکار تھی۔ وہ ایک تخت پر ہمیشہ ناچتی رہتی تھی۔ اور اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا جو بھی اُدھر سے گزرتا، اس کی نگاہ اُس پر پڑتی اور وہ اس پر فریفتہ ہو جاتا چنانچہ وہ کم از کم دس دینار لیے بغیر اس شخص کو پاس نہ آنے دیتی تھی۔ ایک دن ایک اسرائیلی عابد وہاں سے گزرا، اس کی نظر اس پر جا پڑی اور وہ بھی فریفتہ ہو گیا۔ چنانچہ وہ آہیں بھرتا پھرتا تھا۔ اپنے نفس سے خوب جنگ کی، آخر اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ خدا کی بارگاہ میں دعا کرے کہ یہ خیال اس کے دل سے نکل جائے مگر اس عورت نے اس کے دل پر ایسا گہرا اثر ڈالا تھا کہ زائل نہ ہو سکا۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ اپنا سارا مال و اسباب فروخت کر کے اس سے جو وصول ہو اس کے ذریعہ اس عورت تک رسائی حاصل کرے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب روپیہ لے کر اُس کے پاس گیا تو عورت نے کہا کہ میری مطلوبہ رقم میرے وکیل کے پاس جمع کرا دو اور فلاں وقت آجاؤ۔ چنانچہ اُس نے روپیہ جمع کرا دیا اور وقتِ مقررہ پر اس کے پاس آیا۔ وہ عورت اس وقت بناؤ سنگھار کر کے تخت پر بیٹھی تھی۔ عابد بھی اس کے پاس تخت پر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ دل لگی کرنے لگا اچانک اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر نازل ہوئی اور اس کی اطاعت و عبادت کے عوض خدا نے اسے اس بدی سے بچا لیا۔ وہ اس طرح کہ عابد کے دل میں خیال آیا، اگرچہ مَیں لوگوں سے پوشیدہ ہوں مگر خدا تو مجھے دیکھتا ہے۔ اگر مَیں نے حرام کاری کی تو میرے تمام اچھے اعمال غارت ہو

ہوجائیں گے۔ اس خیال کے آتے ہی خوفِ الٰہی سے اس کا چہرہ فق ہوگیا۔ عورت نے معلوم کر لیا۔ پوچھا تجھے کس کا خوف ہے؟ اس نے جواب دیا، میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ مجھے اجازت دے کہ میں یہاں سے فوراً چلا جاؤں۔ عورت نے کہا، تجھ پر افسوس ہے، کہ کتنے لوگ تو اس بات کی خواہش کرتے ہیں جو تجھے حاصل ہوئی اور تو اس سے منہ موڑتا ہے، آخر کیوں؟ عابد نے جواب دیا، میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو مال میں نے تیرے وکیل کو دے دیا ہے وہ تجھ پر حلال ہے (تیرا ہوگیا) اور میں جاتا ہوں، عورت نے کہا معلوم ہوتا ہے تُو نے اس کا ذائقہ کبھی نہیں چکھا، اس نے جواب دیا، ہاں، نہیں چکھا، عورت نے پُوچھا، تم کہاں رہتے ہو اور تمھارا نام کیا ہے۔ اس نے اپنا نام اور پتہ بتایا۔ تب عورت نے اُسے جانے کی اجازت دے دی اور عابد اپنی حالت پر روتا اور افسوس کرتا ہُوا وہاں سے چلا گیا۔ خدا کی قدرت کہ اس عابد کے سبب سے اس عورت کے دل میں خوفِ الٰہی غلبہ پانے لگا۔ وہ دل میں کہنے لگی کہ اس شخص نے پہلی مرتبہ برائی کا ارادہ ہی کیا تھا کہ خدا کے خوف سے ڈرنے لگا اور ایک میں ہُوں کہ اتنی مدت سے برائی کر رہی ہوں اور ابھی تک خدا سے نہیں ڈری، مجھے تو اس عابد سے کہیں زیادہ ڈرنا چاہیے۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی۔ پھٹے پُرانے میلے کچیلے کپڑے پہن لیے، لوگوں کو اپنے پاس آنے سے روک دیا، پھر جہاں تک ہو سکا، اللہ کی عبادت میں لگی رہی۔ کچھ مدت بعد اسے خیال آیا کہ اگر میں اُس عابد کے پاس جاؤں تو شاید وہ مجھ سے نکاح کر لے اور میں اس کی خدمت میں رہ کر دین کی باتیں سیکھوں اور خدا کی راہ میں وہ میری مدد کرے۔ چنانچہ وہ اپنا مال اور خادم ساتھ لے کر پتہ پوچھتی ہوئی عابد کے گاؤں پہنچی۔ اور عابد کو پہچان لیا، پھر اپنے چہرے سے نقاب اُٹھائی تاکہ عابد بھی اسے پہچان لے، چنانچہ اس نے بھی پہچان لیا اور اسے پرانا واقعہ یاد آگیا، جس کے ساتھ ہی اس کی چیخ نکل گئی اور اُس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ عورت کہنے لگی، میں تو اس کی تلاش میں

ماری ماری بڑی مشکل سے یہاں پہنچی تھی اور اس نے مجھے دیکھتے ہی جان دے دی پھر اُس نے پوچھا، عابد کے خاندان میں کوئی ہے جو مجھ سے نکاح کرے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کا ایک مفلس بھائی ہے جس کے پاس کچھ نہیں۔ عورت نے کہا، اس کی پرواہ نہیں۔ زندگی گزارنے کیلیے میرے پاس مال موجود ہے چنانچہ اس نے اس کے بھائی سے نکاح کر لیا۔ اس صالح شخص کے یہاں اُس عورت سے سات بیٹے پیدا ہوئے جو سب کے سب بنی اسرائیل کے پیغمبر ہوئے

نتیجہ: دیکھ لیجیے! سچائی، عبادت اور نیک نیتی میں کیسی برکت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ راست گو اور نیک نیت تھے جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے زاذان کو بھی ہدایت بخشی یاد رکھنا چاہیے کہ تمھاری صحبت سے بدکار کو اسی صورت میں فائدہ ہوگا کہ تم خود صالح اور نیک بنو جب تک تیرے اپنے دل میں خدا کا خوف نہ ہوگا تو خدا کے خاص بندوں میں شامل نہ ہو سکے گا۔ اپنے کاموں اور اپنی حرکتوں میں تصنّع سے کام نہ لے۔ ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کو واحد جان اور اس پر اپنا سچا اور پختہ اعتقاد رکھ۔ خدا کی اطاعت کر، ایسا کرنے سے وہ تجھے دین پر مضبوط اور مستحکم رہنے میں مدد دے گا۔ وہ تجھے نفسِ امّارہ، شیطان، جنّ و بشر اور تمام گناہوں اور بدعتوں اور بدعتیوں کی برائیوں سے محفوظ رکھے گا، غیر مشروع چیزیں جو مشروع چیزوں میں شامل ہو کر رائج ہو جاتی ہیں، تیرے سبب سے ان کا تدارک ہوگا، جیسا کہ اس زمانے میں بھی ان کا رواج ہو رہا ہے۔ اگر کوئی شخص لوگوں کو بُرائیوں کے کرنے سے روکتا ہے تو لوگ اس کو آزار دینے کے درپے ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کرتے ہیں، اس کے خلاف فتنہ کھڑا کرتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں، زنا کی تہمت لگاتے ہیں، اُسے مارتے ہیں، کپڑے پھاڑ دیتے ہیں یہ سب کچھ اس لیے کرتے ہیں کہ ان میں سچائی کم ہوتی ہے اور ان کا ایمان بھی ناقص ہوتا ہے۔ ان پر ہوا و ہوس کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس زمانے میں لوگوں میں یہ ساری بُرائیاں موجود ہیں حالانکہ ان کا فرض تھا کہ وہ تبلیغ کا کام کرنے والوں کی مدد کرتے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ توبہ کرنیوالوں کے پاس بیٹھو۔ اس واسطے کہ ان کے دل زیادہ نرم ہوتے ہیں اور بعض اکابر کا قول ہے کہ

مجھے خُوب معلوم ہے کہ خدائے تعالیٰ میری مغفرت کب کرے گا. لوگوں نے پوچھا کہ کب کرے گا.
انھوں نے کہا کہ جب میری توبہ قبول کرے گا اور بعضوں کا قول ہے کہ اگر میں توبہ سے محروم
رہوں تو زیادہ خوف کرتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ مغفرت سے محروم رہوں اور یہ اس لیے کہا کہ
مغفرت توبہ کو لازم ہے توبہ قبول ہو گی تو مغفرت ہو ہی جاوے گی اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل
میں ایک جوان تھا جس نے خدائے تعالیٰ کی عبادت بیس برس کی تھی پھر اس کی نافرمانی بھی بیس
برس تک کی پھر آئینے میں جو دیکھا تو ڈاڑھی میں سفیدی نظر آئی اور بُرا معلوم ہُوا جناب الٰہی
میں عرض کیا کہ خدایا میں نے بیس برس تک تیری اطاعت کی اور بیس برس تک نافرمان
رہا. اب اگر اپنی حرکات سے باز آکر تیری طرف رجوع کروں تو تُو قبول فرمادے گا، اسی وقت
ایک آواز سُنی مگر کہنے والا نظر نہ آیا، مطلب اس کا یہ تھا کہ تُو نے ہم سے دوستی کی تو ہم نے
بھی تجھ سے محبت رکھی اور جب تُو نے ہم کو چھوڑ دیا تو ہم نے تجھ کو چھوڑ دیا اور تُو نے نافرمانی
کی تو ہم نے مہلت دی اب اگر رجوع کرے گا تو پذیرا فرمائیں گے۔ **حکایت:** بکر بن عبداللہ
المزنیؒ کہتے ہیں کہ ایک قصاب اپنے پڑوسی کی کنیز پر دل و جان سے فدا تھا۔ ایک دن پڑوسیوں
نے کنیز کو کسی کام سے کھیتوں میں بھیجا۔ وہ عاشق زار بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور کھیت میں
جاکر اس سے لپٹ گیا وہ کہنے لگی —— اے جوانمرد! میں تجھ پر تجھ سے زیادہ مرتی ہُوں،
لیکن اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہُوں —— وہ بولا —— اگر تُو اس سے ڈرتی ہے تو میں کیوں نہ
ڈروں؟ یہ کہہ کر توبہ کر لی اور اُسے چھوڑ کر واپس چل دیا. راستہ چلتے چلتے اُسے پیاس نے
ستانا شروع کیا اور پیاس اس قدر غالب ہوگئی کہ اس کے ہلاک ہونے کا خطرہ تھا عین اُس
وقت ایک شخص جو پیغمبرِ وقت کا قاصد تھا اور کسی کام سے کہیں جا رہا تھا، اس قصاب سے ملا اور
کہا کہ —— تجھ پر کیا آفت ٹوٹ پڑی ہے (جو یُوں نڈھال ہُوا جا رہا ہے)، قصاب نے کہا کہ
پیاس سے میرا بُرا حال ہُوا جا رہا ہے، اس قاصد نے کہا کہ آؤ ہم دونوں مل کر دعا کریں کہ جب
تک ہم شہر میں نہ پہنچ جائیں، بادل ہم پر سایہ کیے رہے۔ قصاب نے کہا —— میری دُعا

کیا قبول ہو گی کہ میں نے تو کبھی بھول کر بھی عبادت نہیں کی ! ہاں البتّہ یہ کر سکتا ہوں کہ تم دُعا مانگو اور میں آمین کہتا جاؤں گا۔ قصّہ کوتاہ قاصد نے دُعا کہنی شروع کی اور قصاب آمین کہتا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بدلی سی آسمان پر نمودار ہو گئی اور اس کا سایہ اُن کے عین اُوپر پڑنے لگا اور وہ اس کے نیچے نیچے چلتے گئے۔ آخر وہاں تک پہنچ گئے جہاں سے ان کے راستے الگ ہو جاتے تھے۔ قصاب کے سر پر تو بادل نے بدستور سایہ کیے رکھا اور قاصد بے چارہ سورج کی تمازت میں رہ گیا۔ تب اس نے قصاب سے کہا کہ —— اے جوانمرد ! تُو نے تو کہا تھا کہ میں عابد نہیں لیکن اب یہ راز کھُلا کہ بادل تو تیرے ہی لیے چھا گیا تھا۔ اپنا اصل حال تو بیان کر دو۔ اس نے کہا بھائی میں سوائے اس کے کچھ نہیں جانتا کہ ابھی تھوڑی دیر قبل میں نے توبہ کی تھی اور وہ بھی اس کنیز کی بات سُن کر۔ قاصد نے کہا —— ہاں واقعی یہ معاملہ ایسا ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں جو شرفِ قبولیت توبہ کرنے والے کو حاصل ہے وہ کسی اور شخص کو نہیں ہو سکتا۔ تم پر نگہبان مقرر ہیں، تم خدا کی سپردگی میں ہو مگر تم کو خبر نہیں، عقل پکڑو، آنکھیں کھولو، جب تم میں سے کسی کے گھر میں مجمع ہو تو آدمی خود کلام کی ابتداء نہ کرے بلکہ اس کا کلام بطریق جواب ہو اور لایعنی سوال نہ کرے، توحید، طلب حلال ضروری علم، عمل میں اخلاص اور اعمال پر اُجرت نہ لینا فرض ہے۔ فاسقوں، منافقوں سے بھاگ، صالحوں صدیقوں سے مل، جب تجھ پر مشکل آبنے صالحوں اور منافقوں میں تمیز نہ کر سکے تو رات کو اُٹھ کر دو رکعتیں پڑھ اور خدا سے دعا مانگ کہ الٰہی مجھ کو اپنی مخلوق کے نیک بندوں سے ملا اور اُس کی طرف لے چل جو تیری جانب رہبری کرے، تیرے کھانے میں سے کھلائے، تیرے پانی میں سے پلائے، میری قرب کی آنکھ میں تیرے قرب کا سُرمہ لگائے اور مجھے اس شے کی خبر دے جس کی تقلید سے نہیں، بلکہ غیبی مشاہدہ سے معلوم کرتا ہو، اہل اللہ لطف الٰہی کا کھانا کھاتے اور اس کے انس کا پانی پیا کرتے ہیں اور اس کے قرب کے دروازہ کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، انھوں نے خیر پر قناعت نہیں کی بلکہ کوشش کی، صبر کیا۔ اپنی ذات اور مخلوق سے الگ ہوئے یہاں تک کہ خیران کے

حق میں معائنہ ہوگئی، جب وہ خدا کی طرف پہنچے تو خدا نے ان کو ادب دیا، تہذیب دی حکمت اور علم سکھایا، اپنے ملک پر مطلع کیا اور یہ معلوم کرا دیا کہ آسمان و زمین میں اس کے سوا کوئی نہیں دینے نہ دینے والا، متحرک اور ساکن کرنے والا اندازہ کرنے اور حکم دینے والا عزت اور ذلت دینے والا، غلبہ اور تسخیر کرنے والا اور قاہر خدا کے سوا اور کوئی نہیں۔ ان کو اپنے پاس کی چیزیں دکھا دیتا ہے اور وہ اپنے دل اور سر کی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں، دنیا اور اسکی بادشاہی کی ان کی نگاہوں میں کچھ قدر و منزلت نہیں رہتی، الٰہی عفو اور عافیت کے ساتھ جیسا تُو نے ان کو دکھایا ہے ہمیں بھی دکھا اور دُنیا و آخرت میں نیکی دے اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ لوگو ترک تقویٰ سے توبہ کرو اس لیے کہ تقویٰ دوا اور اس کا ترک بیماری ہے توبہ کرو۔ کیونکہ توبہ دوا اور گناہ بیماری ہے۔ ایک دن پیغمبر علیہ السلام نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کیا مَیں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ تمھاری دوا کیا ہے اور بیماری کیا۔ انھوں نے عرض کیا ہاں ضرور بتائیے۔ فرمایا گناہ تمھاری بیماری ہے اور توبہ اس کی دوا۔ توبہ ایمان کا درخت لگانا ہے اور ذِکر کی مجلسوں میں ہمیشہ جانا اور طاعتِ الٰہی اسے پانی دینے کے مانند ہے۔ ایمان کی زبان سے توبہ کرو، تم کو نجات ہوگی، توحید اور اخلاص کی زبان سے کلام کرو، تم کو مُراد مل جائے گی لوگو! مسلمان ہو جاؤ، توبہ کرو اور خالص دل سے توبہ کرو تاکہ تمھارا ایمان خالص ہو، یقین بڑھ جائے اور توحید نشو و نما پائے یہاں تک کہ اس کی شاخیں عرش تک پہنچ جائیں۔ ایمان کے حق میں گناہ ایسے ہیں جیسے بدن کے حق میں مُضر غذائیں کہ معدے میں جمع ہو کر اخلاط کے مزاج کو بدلتی رہتی ہے اور آدمی کو خبر نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ ہی مزاج بگڑ کر بیمار پڑ جاتا ہے اور یکایک مر جاتا ہے، یہی تاثیر گناہوں کی ایمان پر ہوتی ہے پس جب کہ دُنیائے فانی میں ہلاکت کے ڈر سے زہر کا کھانا اور ماکولات مضر کا استعمال نہ کرنا ہر حال میں اسی وقت آدمی پر واجب سمجھا جاتا ہے تو ہلاکت ابدی کے ڈر سے مہلکات کا استعمال نہ کرنا بطریق اولیٰ فوراً واجب ہوگا اور جس طرح کہ زہر کھانے والا جب اپنے فعل پر پشیمان ہوتا ہے

تو ضرور سمجھتا ہے کہ فوراً اس کو معدے سے قے کر کے یا اور کسی حیلے سے نکال ڈالنا چاہیے
اور یہ اسی واسطے کرتا ہے کہ در صورتِ تاثیر زہر کے یہ بدن جو خواہی نخواہی چند روز بعد فنا
ہوگا، ضائع نہ ہونے پاوے، اسی طرح جو شخص دین کے زہر کھاتا ہے یعنی گناہِ کبیرہ کرتا ہے
اس پر بطریقِ اولیٰ واجب ہے کہ ان سے رجوع کرے اور ان کا تدارک جب تک
اس سے بن سکے یعنی ایّامِ حیات تک اس سے بن سکے یعنی ایامِ حیات تک عمل میں
لاوے اس لیے کہ اس زہر سے یہ خوف ہے کہ کہیں آخرت نہ جاتی رہے۔ حالانکہ
وہ ایک شے باقی ہے اور اس میں دوست پائدار اور سلطنت و ناز و نعم باقی ہے اور
اس کے نہ ملنے میں آگ دوزخ کی اور عذاب جہنّم اتنے دنوں بھگتنا پڑے گا کہ دنیا کی
زندگی کے ایام کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں اس لیے کہ اس کی مدّت کی انتہا نہیں
جب یہ حال ہے تو گناہگار کو چاہیے کہ توبہ کی طرف بہت جلد مبادرت کرے ایسا
نہ ہو کہ گناہوں کا زہر ایمان کی رُوح میں تاثیر کر جاوے اور پھر طبیبوں کے ہاتھ سے اس کا
علاج نکل جاوے اور اس کے بعد نہ کوئی پرہیز اثر کرے نہ وعظ و نصیحت کام آوے
اور تباہ کاروں میں لکھ دیا جاوے۔ اہل اللہ تم کو اسی چیز کا حکم دیتے ہیں جس کا خدا نے
حکم دیا ہے اور اُسی سے روکتے ہیں جس سے خدا نے روکا ہے، تمھاری نصیحت اُن
کے سپرد کی گئی ہے وہ اس معاملہ میں امانت ادا کرتے ہیں۔ دارِ حکمت میں عمل کرو۔ تاکہ
دارِ قدرت میں پہنچ جاؤ۔ دُنیا حکمت ہے اور آخرت قدرت۔ حکمت آلات اور اسباب و
سامان کی محتاج ہے۔ قدرت کسی چیز کی محتاج نہیں۔ خدا نے یہ اس لیے کیا ہے کہ دارِ
قدرت دارِ حکمت سے ممتاز رہے۔ آخرت میں تکوین بلا سبب ہے وہاں اعضائے
بدن بولیں گے اور خدا کے سامنے اُن گناہوں کی گواہی دیں گے جو تم نے کیے ہیں تم
چاہو یا نہ چاہو قیامت کے دن پردے کھل جائیں گے۔ مخفی چیزیں ظاہر ہوں گی دوزخ
میں وہی جائے گا جس کا دل سرد ہوگا، فکر کی زبان سے اپنی کتاب پڑھو۔ پھر گناہوں

سے توبہ کرو اور نیکیوں کا شکر ادا کرو۔ معاصی کے دفتر کو اکٹھا کرو۔ ان کی سطروں پر توبہ کا قلم پھیر دو۔

اللہ والے حُسنِ اخلاق، علو حوصلہ، تواضع و انکسار، سخاوت و ایثار، خوش اخلاق، فراخ حوصلہ، کریم النّفس، رقیق القلب، محبّت اور تعلّقات کا پاس کرنے والے ہوتے ہیں، اپنی عظمت اور علو مرتبت اور وسعتِ علم کے باوجود، چھوٹے کی رعایت فرماتے بڑے کی توقیر کرتے اور سلام میں سبقت فرماتے ہیں، کمزوروں کے پاس اُٹھتے بیٹھتے غریبوں کے ساتھ تواضع اور انکساری سے پیش آتے ہیں اور کسی سربرآوردہ یا رئیس کیلیے تعظیماً کھڑے نہیں ہوتے اور نہ کسی وزیر یا حاکم کے دروازہ پر جاتے ہیں۔ وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں (اگر کوئی عبرت اور رقّت کی بات کی جاتی ہے) تو جلدی ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے ہیں۔ بڑے رقیق القلب ہوتے ہیں، خندہ پیشانی، شگفتہ رو، کریم النّفس، فراخ دست، وسیع العلم، بلند اخلاق، عالی نسب، عبادات اور مجاہدہ میں ان کا پایہ بہت بلند ہوتا ہے، غیر مہذّب بات سے انتہائی دور، حق اور معقول بات سے بہت قریب، اگر احکامِ خداوندی اور حدودِ الٰہی میں سے کسی پر دست درازی ہوتی ہو تو اُن کو جلال آجاتا ہے۔ خود اپنے معاملہ میں کبھی غصہ نہیں آتا اور اللہ عزّوجلّ کے علاوہ کسی چیز کے لیے انتقام نہیں لیتے، کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے، خواہ بدن کا کپڑا ہی کیوں نہ اُتار کر دینا پڑے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ہمیں ان کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **حکایت:** بچپن میں سعدیؒ شیرازی باپ کی اُنگلی پکڑے ہوئے کہیں جا رہے تھے۔ رستے میں کسی جگہ بندر بندریا کا کھیل دیکھنے میں ایسے محو ہوئے کہ اُنگلی چھوٹ گئی۔ باپ تو اپنے ہم عمروں کے ساتھ آگے نکل گئے۔ یہ تماشا دیکھتے رہے۔ کھیل ختم ہُوا تو باپ کو موجود نہ پایا، بے اختیار رونے لگے۔ آخر خدا خدا کر کے باپ بھی انھیں ڈھونڈتے ہوئے آپہنچے۔ سعدیؒ کو روتا دیکھ کر ان کے سر پر ایک

ہلکا سا چپت مارا اور کہا "نادان بچے! وہ بے وقوف جو بزرگوں کا دامن چھوڑ دیتے ہیں
اسی طرح روتے ہیں"۔ سعدیؒ کہتے ہیں، میں نے سوچا تو دنیا کو ایسا ہی پایا۔ جو آدمی اس
دنیا کے میلے میں میرے جیسے نادان بچوں کی طرح اُن بزرگوں کا دامن چھوڑ دیتے ہیں جو
اچھے اخلاق سکھاتے ہیں اور تبلیغ کے کام میں لگاتے ہیں اور دین کی باتیں بتاتے ہیں
تب اچانک دھیان آتا ہے کہ زندگی غفلت میں گزر گئی پھر روتے ہیں اور پچھتاتے ہیں۔

گوشہ نشینی

ایک دانا کا قول ہے کہ عبادت دس چیزوں سے ہے۔ ان میں سے نو تو
خاموشی میں ہیں اور ایک گوشہ نشینی میں۔ چنانچہ میں نے خاموشی کو اختیار
کیا اور اس کی عادت ڈالی مگر اس پر قائم نہ رہ سکا تو خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کر لی، اس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ عبادت کی باقی نو صفات بھی مجھے حاصل ہو گئیں۔ اس دانا کا یہ قول بھی ہے کہ
قبر سے زیادہ عبرت کی شے اور کوئی نہیں، قرآن سے بڑھ کر دل لگانے والا کوئی ساتھی نہیں
اور تنہائی سے زیادہ سلامتی کسی شے میں نہیں۔ اے دوست گونگا پن تیری عادت گمنامی
تیرا لباس، مخلوق سے بھاگنا تیرا مقصود ہونا چاہیے، اگر تو زمین میں نقب لگا کر کسی تہ خانے
میں چھپنے پر قادر ہے تو ایسا کر گزر یہاں تک کہ تیرا ایمان جوان ہو تیرے ایقان کا قدم
مضبوط ہو تیرے صدق کا بازو پر کمال لائے، دل کی آنکھیں کھل جائیں تو اپنا یہی طریقہ
رکھ، اس وقت تو اپنے گھر کی زمین سے اونچا ہو کر ہوائے علم الٰہی میں اڑنے لگے گا
اور اپنے رہنما و رفیق نگہبان کے ساتھ مشرق و مغرب بحر و بر، دشت و جبل اور زمین و
آسمان کے گرد پھرے گا، اس وقت اپنی زبان کو کلام کی اجازت دے۔ گمنامی کا لباس
اتار، خلقت سے بھاگنا چھوڑ۔ تہ خانے سے نکل کر ان کے پاس آ تو ان کی دوا ہے۔
ان سے مدد نہ مانگ، انکی قلت و کثرت اقبال و ادبار اور تعریف و ہجو کی پروانہ کر جہاں گرے گا اٹھایا
جائیگا کیونکہ تو اپنے خدا کے ساتھ ہے۔

دنیا میں بہت کم ہیں جو ہوں خوش طینت　　ان لوگوں کے ملنے سے بھلی ہے عزلت
بچنا جو ہو منظور تو سن لے احسنؔ　　وحدت میں سلامت ہے دوئی میں آفت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ بن عامر جہنی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کی کیا صورت ہے، آپ نے فرمایا کہ اپنے مکان ہی کے ہو رہو اور اپنی زبان بند کرو اور اپنی خطا پر رؤو۔ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے لوگوں سے عزلت اختیار کی انھوں نے جواب دیا کہ مجھ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا دین چھن جائے اور مجھ کو خبر بھی نہ ہو اس میں یہ اشارہ ہوا کہ ہم نشین بد کے اخلاق کو طبیعت چرا لیتی ہے اور حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور لوگوں سے احتراز رکھو کیونکہ یہ لوگ اگر اونٹ پر چڑھتے ہیں تو اس کی پیٹھ زخمی کر دیتے ہیں اور گھوڑے پر سوار ہوں تو اس کی کمر لگا دیتے ہیں اور اہل ایمان کے دل میں جگہ کرتے ہیں تو اس کو خراب کر دیتے ہیں اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ آشنا کم کرو کہ تمھارا دل و دین خوب محفوظ رہے گا اور حقوق سے ہلکے پھلکے رہو گے اس لیے کہ جس قدر آشنا زیادہ ہوں گے اسی قدر حقوق زیادہ ہوں گے اور سب کا ادا کرنا دشوار پڑے گا اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ جس کو پہچانتے ہو اس سے اجنبی بنو اور جس کو نہیں پہچانتے اس سے آشنائی مت کرو۔ حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محب ہونے کے لیے کافی ہے اور قرآن مونس ہونے کو اور موت واعظ ہونے کو کفایت ہے اللہ تعالیٰ کو ساتھی بنا لے اور لوگوں کو ایک طرف کر اور ابو الربیع زاہد نے داؤد طائی سے کہا کہ مجھ کو نصیحت فرمائیے انھوں نے فرمایا کہ دنیا سے روزہ رکھ اور آخرت کو اپنے افطار کے لیے مقرر کر اور لوگوں سے ایسا بھاگ جیسا شیر سے بھاگتا ہے اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کچھ جملے توریت کے یاد ہیں آدمی نے قناعت کی اور بے پروا ہوا۔ لوگوں سے علیحدہ ہوا اور سالم رہا، شہوتوں کو ترک کیا اور آزاد ہوا۔ حسد کو ترک کیا تو صاحب مروت ہوا۔ تھوڑا صبر کیا تو بہت نفع اٹھایا۔ وہیب بن الورد فرماتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ حکمت کے دس جز ہیں۔ نو تو سکوت میں ہیں اور ایک آدمیوں سے عزلت اختیار کرنے میں اور یوسف بن مسلم نے علی بن بکار سے کہا کہ آپ تنہائی پر بڑے صابر ہیں اور علی بن بکار ان دنوں میں اپنے گھر بیٹھے رہتے تھے باہر نہ نکلتے تھے

انھوں نے جواب دیا کہ جزائی میں تو اس سے بھی زیادہ چیز پر صبر کرتا تھا یعنی لوگوں کے پاس بیٹھتا تھا اور ان سے کلام نہ کرتا تھا۔ فضیل ؒ سے کسی نے کہا کہ تمھارا لڑکا علی یہ کہتا ہے کہ کاش میں ایسی جگہ ہوں کہ لوگوں کو دیکھوں اور وہ مجھ کو نہ دیکھیں فضیل ؒ رو پڑے اور کہا افسوس ہے علی کے حال پر اس نے بات کہی مگر ادھوری کہی، پوری جب ہوتی کہ یوں کہتا کہ نہ میں لوگوں کو دیکھوں نہ وہ مجھے دیکھیں اور یہ بھی فضیل ؒ کا قول ہے کہ بہت سے لوگوں سے شناسائی ہونی آدمی کے ضعیف ہونے کی علامت ہے اور حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ مجلسوں میں سے افضل وہ ہے جو تمھارے گھر کے اندر ہو کہ نہ تم کسی کو دیکھو اور نہ کوئی تم کو دیکھے کسی حکیم سے جو پوچھا گیا کہ خلوت سے لوگوں کی کیا غرض ہے تو اس نے جواب دیا کہ اس سے یہ مطلوب ہے کہ فکر دائم ہو جائے اور علوم دلوں میں ثابت اور مستحکم ہوں تاکہ عمدہ طور سے زندگی بسر کریں اور شیرینی معرفت کی چکھیں اور کسی راہب سے کہا گیا کہ تم تنہائی پر بڑے صابر ہو اس نے کہا کہ میں تو تنہا نہیں رہتا اپنے پروردگار کا ہم نشیں ہوں جب میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے کچھ فرمائے تو اس کی کتاب پڑھنے لگتا ہوں اور اگر چاہتا ہوں کہ میں اس سے کچھ کہوں تو نماز پڑھتا ہوں اور کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ زہد اور عزلت سے تم کو کیا چیز ملی اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا انس اور سفیان بن عیینہ ؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ادہم کو شام کے شہروں میں دیکھا اور عرض کیا کہ خراسان کو آپ نے بالکل چھوڑ دیا فرمایا کہ مجھ کو آرام اسی جگہ ملا ہے کہ اپنا دین ایک پہاڑ سے دوسرے پر لیے پھرتا ہوں، اگر مجھ کو کوئی دیکھ پاتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ شخص وسواسی ہے یا کوئی شتربان خواہ ملّاح ہے اور غزوان رقاشی سے کسی نے کہا کہ یہ ہم نے مانا کہ تم ہنستے نہیں مگر اپنے دوستوں کے پاس بیٹھنے سے کونسی چیز مانع ہے انھوں نے کہا کہ جس سے مجھے غرض تھی اس کی ہم نشینی سے میرے دل کو حرارت مل گئی اور دوستوں کے پاس بیٹھنے سے کیا مطلب رہا اور حضرت حسن بصری ؒ سے لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک شخص ہے کہ ہم نے جب اس کو دیکھا ہے تو تنہا ایک ستون کی آڑ میں بیٹھا دیکھا ہے وہ آپ کی مجلس میں شریک نہیں ہوتا آپ نے فرمایا کہ اگر تم دیکھو تو مجھ کو اطلاع کرنا چنانچہ ایک روز

اس کو دیکھ کر آپ سے کہہ دیا کہ وہ شخص ہے جس کا حال ہم نے آپ سے کہا تھا آپ اس کے
پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے بندۂ خدا مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ تم کو عزلت پسند ہے مگر
کیا بات ہے کہ تم لوگوں کے پاس نہیں بیٹھتے انھوں نے جواب دیا کہ ایک ایسا ہی معاملہ ہے
جس نے مجھ کو لوگوں سے روک دیا ہے، آپ نے فرمایا کہ پھر اسی کے پاس بیٹھا کرو جس کو حسن
کہتے ہیں، اس نے کہا کہ میں ایسے امر میں لگا ہوں کہ نہ مجھے لوگوں کے پاس بیٹھنے کی فرصت
ہے نہ حسن کے پاس آپ نے پوچھا کہ میاں صاحب وہ کون سا امر ہے، اس نے کہا کہ صبح
اور شام مجھ پر خدائے تعالیٰ کی نعمت ہوتی رہتی ہے اور میں گناہ کرتا ہوں تو میں نے یہ بہتر
سمجھا کہ نعمتِ الٰہی پر اس کا شکر کروں اور اپنے گناہ سے اس سے مغفرت کی درخواست
کروں، پس ان دونوں باتوں سے مجھ کو فرصت نہیں ملتی آپ نے فرمایا کہ اے بندۂ خدا
میرے نزدیک تو حسن سے زیادہ سمجھتا ہے جو کام کرتا ہے اسی کو لٹپارہ کہتے ہیں کہ اویس قرنیؒ بیٹھے
ہوئے تھے کہ اتنے میں حرم بن حبان اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے پوچھا کہ
کیسے آئے انھوں نے جواب دیا کہ تم سے اُنس حاصل کرنے کو آیا ہوں حضرت اویسؒ نے
فرمایا کہ مجھے ایسا کوئی نہیں معلوم ہوتا کہ اپنے پروردگار کو پہچان کر اس کے غیر سے اُنس حاصل
کرے اور فضیل کا قول ہے کہ جب میں رات آتی دیکھتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں اور کہتا ہوں
اپنے پروردگار سے خلوت کروں گا اور جب دیکھتا ہوں کہ صبح ہوئی تو انا للہ وانا الیہ راجعون
پڑھتا ہوں کہ اب لوگ مجھ کو آگھیریں گے اور کوئی شخص ایسا میرے پاس آجائے گا جو مجھ کو
میرے پروردگار سے غافل کر دے گا اور عبداللہ بن زیدؒ کہتے ہیں کہ خوشحال ان لوگوں کا جنھوں
نے دُنیا میں بھی عیش کی اور آخرت میں اس کے پڑوس میں رہیں گے اور ذوالنون مصری رحمہ اللہ
فرماتے ہیں کہ اہل ایمان کی خوشی اور لذت اسی میں ہے کہ تنہائی میں اپنے پروردگار سے
مناجات کرے اور مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ جس کو مخلوق کی ہمکلامی کے عوض میں خدا تعالیٰ
کی ہمکلامی سے انس حاصل نہ ہو وہ کم علم اور دل کا اندھا ہے اس نے اپنی عمر مفت کھوئی۔

اور ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ کیا اچھا حال ہے اُس شخص کا جو صرف اللہ تعالیٰ کا ہو رہے اور ایک نیک بخت نقل کرتے ہیں کہ میں شام کی سیر کرتا تھا کہ ایک عابد کو کسی پہاڑ سے نکلتے دیکھا اس نے جو مجھ کو دیکھا تو ایک درخت کی آڑ میں چھپ گیا، میں نے اس کے پاس جا کر کہا کہ سبحان اللہ آپ کو بخل ہے کہ یہ بھی گوارا نہیں کرتے کہ میں تم کو دیکھوں اُس نے کہا کہ یہاں صاحب اصل یہ ہے کہ میں اس پہاڑ میں مدت مدید سے اپنے دل کا علاج کر رہا ہوں کہ دُنیا اور اہل دُنیا سے صبر کرے اور اس باب میں میں نے بہت مشقت اُٹھائی اور عمر صرف کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی ہیں کہ ایسا نہ کرنا کہ بجز محنت اور مشقت کے اور کچھ ہاتھ نہ لگے. اللہ تعالیٰ نے میرے دل کا اضطراب دُور کیا اور تنہائی اور علیحدگی سے اُس کو مانوس کر دیا اب جو میں نے تم کو دیکھا تو یہ خوف ہوا کہ کہیں دل کا حال پھر پیشتر کا سا نہ ہو جائے پس تم مجھ سے علیحدہ رہو کہ میں تمھارے شر سے پناہ مانگتا ہوں رب العارفین اور حبیب القانتین کی پھر ایک نعرہ مارا کہ آہ افسوس میں اتنا زیادہ ٹھہرا پھر میری طرف سے منہ پھیر لیا اور ہاتھوں کو جھٹک کر کہا کہ اے دُنیا مجھ سے علیحدہ رہ میرے سوا کسی اور کو اپنی زینت دکھا اور جو تجھ کو چاہے اس کو دھوکا دے پھر کہا پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی خدمت کی لذت اور اپنی طرف منقطع ہونے کی حلاوت عارفوں کے دلوں کو ایسی چکھائی جس سے ان کے دل بہشت اور حوروں کی یاد بھول گئے اور اُن کی ہمتوں کی طرف اپنی ہی یاد میں تسکین دی کہ ان کے نزدیک کوئی چیز اس کی مناجات سے بڑھ کر مزہ دار نہیں پھر قدوس قدوس کہتا ہوا چلا گیا غرضکہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اُنس اور اس کی معرفت کی کثرت ہوتی ہے اور یہی وجہ کسی حکیم نے کہا ہے کہ جب آدمی اپنے آپ میں کوئی فضیلت نہیں پاتا تو خود اپنے نفس سے وحشت کرتا ہے اور اسی وجہ سے لوگوں سے بہت مل کر وحشت کو اپنے نفس سے دفع کرتا ہے لیکن جس صورت میں کہ اسی کی ذات میں فضیلت ہوتی ہے تو تنہائی کو تلاش کرتا ہے تا کہ خلوت کے باعث فکر پر مدد لے اور علم و حکمت کو ظاہر کرے اور کہتے ہیں کہ آدمیوں سے اُنس حاصل کرنا افلاس

کی نشانی ہے، حاصل یہ کہ خلوت سے فراغ کا ملنا بہت بڑا فائدہ ہے مگر خواص کے حق میں نہ کل کے لیے اور جس شخص کو ذکرِ دائمی سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس میسّر ہو اور دوام فکر سے خدائے تعالیٰ سے معرفت میں استحکام ہوتا ہو اس کے حق میں جتنی باتیں کہ اختلاط سے متعلق ہیں، اُن سب کی نسبت سے تنہا رہنا افضل ہے، اس لیے کہ علّت غائی تمام عبادات کی اور ثمرہ سب ملاقات کا یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کا محب اور عارف ہو اور ایسے حال میں مرے اور محبّت جبھی ہوتی ہے کہ دوامِ ذکر سے اُنس حاصل ہو اور معرفت بدون دوام فکر کے نہیں ہوتی اور دل کا فارغ ہونا محبّت اور معرفت دونوں کے لیے شرط ہے اور اختلاط کے ساتھ فراغ نہیں ہو سکتا۔

جہاد

نامرد بزدلی کو سمجھتے ہیں احتیاط
پر اصل میں ہے یہ دھوکے کی بات
اے برادر تو حدیثِ نبوی کو سُن لے
باغ فردوس ہے تلواروں کے سایہ تلے

حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جب اُحد کے روز تمھارے بھائی مصیبت میں پڑے تھے اور جان سے گئے تھے تو خدا نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے جوف میں کر دیا کہ جنّت کی نہروں پر اُترتے ہیں اُس کے پھل کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں جو سونے کی قندیلیں لٹک رہی ہیں اُس میں آکر رہتے ہیں جب اُن کو پاکیزہ کھانا پینا اور خوب وخُوش اسلوب آرامگاہ دستیاب ہوئی تو وہ کہنے لگے کاش ہمارے بھائیوں کو بھی معلوم ہو جاتا جو کچھ خدائے تعالیٰ نے ہم پر فضل واحسان کیا ہے تاکہ انھیں بھی جہاد کی رغبت ہوتی۔ خدا نے ارشاد فرمایا کہ اچھا میں انھیں تمھاری طرف سے یہ خبر پہنچائے دیتا ہوں۔ پس یہ آیت اُتری جس کا مضمون ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ہیں انھیں ہرگز مُردہ نہ سمجھنا (الآیۃ) اور صحیح مسلم میں ہے جو صدقِ دل سے خدا سے شہادت کی درخواست

کرتا ہے اُس کو شہیدوں کا مرتبہ عنایت فرماتا ہے اگرچہ اپنے بستر پر مر جائے بروایت حضرت علیؓ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ غازی لوگ جب غزوہ کا پختہ قصد کر لیتے ہیں تو خدا اُن کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دیتا ہے پھر جب وہ غزوہ کی تیاری میں مشغول ہوتے ہیں تو فرشتوں کے سامنے اُن سے فخر کرتا ہے پھر جب اُن کے گھر والے انھیں رخصت کر چکتے ہیں تو اُن پر در و دیوار گھر بار کو رونا آتا ہے اور وہ گناہوں سے ایسے نکل آتے ہیں جیسے سانپ اپنی کینچل سے اور خدا اُن میں سے ہر شخص پر چالیس ہزار فرشتے مقرر کرتا ہے جو آگے پیچھے داہنے بائیں سے اُس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں اور کوئی نیکی اُس سے نہیں ہوتی جو دوچند نہ ہو جاتی ہو اور روزانہ اُس کے لیے ہزار آدمیوں کی عبادت لکھی جاتی ہے جو ہزار برس عبادت میں مشغول رہے ہوں اور ہر برس تین سو ساٹھ دن کا ہو جس کا ایک ایک دن دُنیا کی عمر کے برابر ہو پھر جب دشمن کے سامنے چلتے ہیں تو خدا اُن کو اتنا ثواب دیتا ہے جس کو دُنیا والے نہیں جان سکتے پھر جب دشمن کے مقابلے کے لیے نکلتے ہیں اور تیروں میں حرکت ہوتی ہے اور تیر چلنے لگتے ہیں اور ایک شخص دُوسرے پر بڑھتا ہے تو فرشتے اپنے بازوؤں سے اُنھیں گھیر لیتے ہیں اور ان کے لیے فتح اور ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں اور منادی پکارتا ہے کہ جنّت تلواروں کے سایہ میں ہے پس شہید کو چوٹ اور نیزہ کھانا اور اُس سے بھی زیادہ خوشگوار معلوم ہونے لگتا ہے جتنا کہ گرمی کے دِنوں میں آبِ سرد معلوم ہوتا ہے اور جب شہید نیزہ یا ضرب کھا کر گھوڑے سے گرتا ہے وہ زمین پر پہنچنے بھی نہیں پاتا کہ حورِ عین میں سے جو اس کی زوجہ ہونے والی ہے اُس کو خدا اُس کے پاس بھیج دیتا ہے وہ اُسے آ کر ان نعمتوں اور کرامتوں کی بشارت سناتی ہے جو خدا نے اس کے لیے تیار کی ہیں اور ایسی کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سُنی نہ کسی انسان کے دل میں گزری اور خدائے تعالیٰ فرماتا ہے میں اُس کے اہل و عیال میں اس کا خلیفہ ہوتا ہوں جو انھیں راضی رکھتا ہے اُس نے مجھے راضی رکھا اور جو انھیں ناراض کرتا ہے اُس

نے مجھے ناراض کیا اور خدا اُس کی رُوح کو پرندوں کے پوٹوں میں کر دیتا ہے جہاں چاہتے ہیں
جنّت میں چرتے پھرتے ہیں اس کے پھل کھاتے ہیں اور سونے کی قندیلوں میں جو عرش میں
لٹکی ہوئی ہیں رہتے ہیں ان میں سے ایک شخص کو فردوس کے بالاخانوں میں سے ستّر ستّر
بالاخانے ملیں گے کہ ہر ایک بالاخانہ کی چوڑائی اتنی ہے جتنا کہ صفا سے شام تک فاصلہ
ہے اس کا نور ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھر جاتا ہے ہر بالاخانہ میں ستّر
خیمے ہوں گے ہر خیمہ میں ستّر سونے کے تخت بچھے ہوں گے جس کے پائے موتی اور
زبرجد کے ہوں گے ہر تخت پر چالیس فرش ہوں گے، ہر فرش کی موٹائی چالیس ہاتھ
کی ہوگی ہر فرش پر حور عین میں سے اس کی زوجہ بیٹھی ہوگی اور کیسی زوجہ جو اپنے خاوند
کی شیدا اور ہمسن ہوگی اس کے ستّر ہزار خادم اور ستّر ہزار خادمائیں ہوں گی، زیور میں پیلی
ہو رہی ہوں گی، ان کے چہرے سفید ہوں گے، موتی کے تاج پہنے ہوں گی ان کی گردن
میں رومال بندھا ہوگا۔ ہاتھوں میں آبخورے اور آفتابے لیے ہوں گی جب قیامت کا
دن ہوگا تو قسم اس کی جس کے ہاتھ میری جان ہے۔ اگر انبیاء اُن کے راستہ میں آجاتے تو وہ
بھی ان کی رونق و بہار کو دیکھ کر بیدل ہو جاتے یہاں تک کہ وہ اسی طرح جواہر کے دسترخوان
پر آجائیں گے اور اُس پر بیٹھیں گے پھر میرے اور ابراہیمؑ کے ساتھ خلد کے دسترخوان پر
بیٹھیں گے اور روزانہ صبح و شام خدا کی طرف نظر کیا کریں گے اس کو علائیؒ نے سورہ آل عمران
میں نقل کیا ہے بروایت جابر بن عبد اللہ حضرت نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مروی ہے جو
خدا کی راہ میں ایک روز سرحد کا نگران رہتا ہے خدا اس کے اور دوزخ کے درمیان سات
خندق حائل کر دیتا ہے کہ جس میں سے ہر خندق ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے برابر
ہوتا ہے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا
ہے کہ جو راہِ خدا میں ایک شب سرحد کا نگران رہے تو اس کی ایسی حالت ہو جاتی ہے
گویا اس نے ہزار شب بیداری میں اور اتنے ہی دن روزہ رکھنے میں گزارے اسکو

ابنِ ماجہؒ نے روایت کیا ہے۔ **حکایت**: ابو قدامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ مَیں ایک قوم کا سردار تھا۔ مَیں نے لوگوں کو جہاد کے لیے بُلایا۔ ایک عورت ایک پرچہ کاغذ اور ایک تھیلی لے کر آئی۔ اُس پرچہ میں لکھا تھا کہ آپ نے ہم کو جہاد کے لیے بُلایا ہے مجھے اس کی قدرت نہیں یہ تھیلی ہے اس میں میرے بالوں کی چوٹی ہے اسے لے کر اپنے گھوڑے کی رسی بنا لیجیے شاید خدا اس کی بدولت مجھ پر رحم فرمائے پھر جب ہم سے دشمن کا مقابلہ ہُوا تو مَیں نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ قتال میں مصروف ہے مَیں نے اس پر رحم کھا کر اُسے ڈانٹا وہ کہنے لگا تو ہمیں لوٹنے کا کیسے حکم کرتا ہے حالانکہ خدائے تعالےٰ کا ارشاد ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ پھر مَیں نے تین تیر قرض دیئے مَیں نے اس سے کہا اس شرط سے اگر خدا اپنے فضل و احسان سے تجھے شہادت عطا فرمائے تو مَیں بھی تیری شفاعت میں ہوں یعنی تُو میری شفاعت کرے اُس نے کہا ہاں پس اس نے تین کافروں کو مارا اس کے بعد اس کے ایک تیر آ کر لگا۔ مَیں نے اس سے کہا بھولنا نہیں وہ بولا نہیں لیکن تجھ سے میرا ایک کام ہے، میری ماں سے میرا اسلام کہہ دینا اور میرا اسباب اُسے دے دینا اُسی نے مجھ کو اپنے بال دیئے تھے پھر مَیں نے اسے قبر میں دفن کیا، زمین نے اُسے اُگل دیا۔ مَیں نے کہا شاید اپنی ماں کی بغیر رضامندی کے چلا آیا تھا پھر مَیں نے دو رکعتیں پڑھ کر خدا سے دُعا کی، مَیں نے سُنا کہ کوئی کہتا ہے اے ابو قدامہ خدا کے ولی کو چھوڑ دے اس کے بعد پرندے آئے اور اُسے کھانے لگے مَیں اس کی ماں کے پاس گیا وہ کہنے لگی میری تعزیت کرنے آئے ہو یا مبارک باد دینے۔ مَیں نے پوچھا اس سے تیری کیا مراد ہے وہ بولی کہ اگر مر گیا ہے تو تعزیت کرو اور اگر شہید ہُوا ہو تو مجھے مبارک دو۔ مَیں نے اس سے کہا وہ شہید ہُوا ہے تب اس نے کہا کوئی علامت بتلاؤ، مَیں نے کہا اسے پرندے آ کر کھا گئے اُس نے جواب دیا تم نے سچ کہا وہ کہا کرتا تھا کہ اے اللہ پرندوں

کے پوتے میں مجھے اُٹھائیو خدا نے اس کی دعا قبول کر لی۔ مَیں نے ثعلبی کی کتاب العرائیس میں دیکھا ہے کہ ایک شخص ہزار بار روزانہ ابلیس پر لعنت کیا کرتا تھا، ایک دن جو ایک دیوار کے سایہ میں سویا تو اُسے ایک شخص نے جگا دیا اور کہا کہ دیوار گرا چاہتی ہے یہ بات پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ دیوار گر پڑی، اُس نے اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے، اُس نے جواب دیا کہ ابلیس، اُس نے کہا کہ تُو نے میرے ساتھ یہ سلوک کیسے کیا حالانکہ میں ہزار بار روزانہ تجھ پر لعنت بھیجتا ہوں اُس نے جواب دیا کہ کہیں تُو شہید ہو کر نہ مر جائے۔ **فائدہ** شہید ہونے کی نو صورتیں ہیں جو شخص دَب کر مر جائے اور جو مسافر ہو اور جو اپنے مال کی وجہ سے قتل کیا جائے اور جو بعارضۂ شکم انتقال کرے اور جس کو طاعون ہو اور جو غرق ہو جائے یا جل کر مر جائے اور جو عورت دردِ ولادت میں مبتلا ہو کر جان دے اور جو راہِ خدا میں مارا جائے۔ حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے جو ایک بکری لڑائی بھی راہِ خدا میں لڑا اور خدا کو خوب معلوم ہے کہ کون راہِ خدا میں لڑتا ہے تو اس نے اطاعتِ خداوندی ادا کی اور جنّت کو پورے طور سے طلب کیا اور دوزخ سے پوری طرح بھاگا اس کو طبرانی نے اپنے تینوں معجم میں روایت کیا ہے۔ حضرت علی رضؓ لوگوں کو لڑائی پر ترغیب دیتے اور فرماتے کہ اگر تم قتل نہ ہو گے تب بھی مرو گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ہزار تلواروں کی ضرب مجھ کو بستر پر مرنے کی نسبت آسان ہے

حضرت ابنِ زبیر کی بہادری روم کی جنگ میں

حضرت عثمان رضؓ کے زمانۂ خلافت میں ۲۶ھ میں مصر کے پہلے حاکم حضرت عمرو بن عاص رضؓ کی بجائے جب عبداللہ بن ابی سرح حاکم بنائے گئے تو وہ روم کی لڑائی کے واسطے بیس ہزار کے مجمع کے ساتھ نکلے، رومیوں کا لشکر دو لاکھ کے قریب تھا، بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ رومیوں کے امیر جرجیر نے اعلان کیا کہ جو شخص عبداللہ بن ابی سرح کو قتل کر دے گا

اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں گا اور ایک لاکھ دینار انعام دوں گا، اس اعلان سے بعض مسلمانوں کو فکر ہوا، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہا یہ فکر کی بات نہیں، ہماری طرف سے بھی اعلان کیا جائے کہ جو جرجیر کو قتل کرے گا اس کی بیٹی سے اس کا نکاح کیا جائے گا اور ایک لاکھ دینار نیز یہ کہ اسی کو ان شہروں کا امیر بھی بنا دیا جائے گا۔ الغرض دیر تک مقابلہ ہوتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دیکھا کہ جرجیر سارے لشکر کے پیچھے ہے اور لشکر اس سے آگے بڑھا ہوا ہے، دو باندیاں مور کے پروں سے اس پر سایہ کیے ہوئے ہیں انھوں نے غفلت کی حالت میں لشکر سے ہٹ کر اس پر تنہا جاکر حملہ کیا وہ یہ سمجھتا رہا کہ یہ تنہا اس طرح بڑھے آرہے ہیں کوئی پیغام صلح لے کر آئے ہیں مگر انھوں نے سیدھے پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا اور تلوار سے سر کاٹ کر برچھے پر اٹھا کر لے آئے اور سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

خنساءؓ کی اپنے چار بیٹوں سمیت جنگ میں شرکت

حضرت خنساءؓ مشہور شاعرہ ہیں، اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ آکر مسلمان ہوئیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی عورت نے ان سے بہتر شعر نہیں کہا نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں سنہ ۱۶ھ میں قادسیہ کی لڑائی ہوئی، جس میں خنساءؓ اپنے چاروں بیٹوں سمیت شریک ہوئیں، لڑکوں کو ایک دن پہلے بہت نصیحت کی اور لڑائی میں شرکت پر بہت ابھارا، کہنے لگیں کہ میرے بیٹو! تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو اور اپنی ہی خوشی سے تم نے ہجرت کی، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح ایک باپ کی اولاد ہو، میں نے نہ تمھارے باپ سے خیانت کی نہ تمھارے ماموں کو رسوا کیا نہ میں نے تمھاری شرافت میں کوئی دھبہ لگایا نہ تمھارے نسب کو میں نے خراب کیا تمھیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کے لیے کافروں سے لڑائی میں کیا کیا ثواب

رکھا ہے۔ تمہیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ آخرت کی باقی رہنے والی زندگی دنیا کی فنا ہو جانے والی زندگی سے کہیں بہتر ہے، اللہ جل شانہٗ کا پاک ارشاد ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ؕ (اے ایمان والو تکالیف پر صبر کرو (اور کفار کے مقابلہ میں) صبر کرو اور مقابلہ کے لیے تیار رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو) لہٰذا کل صبح کو جب تم صحیح وسالم اُٹھو تو بہت ہوشیاری سے لڑائی میں شریک ہو اور اللہ تعالیٰ سے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد مانگتے ہوئے بڑھو اور جب تم دیکھو کہ لڑائی زور پر آگئی اور اس کے شعلے بھڑکنے لگیں تو اس کی گرم آگ میں گھس جانا اور کافروں کے سردار کا مقابلہ کرنا۔ انشاء اللہ جنت میں اکرام کے ساتھ کامیاب ہو کر رہو گے۔ چنانچہ جب صبح کو لڑائی زوروں پر ہوئی تو چاروں لڑکوں میں سے ایک ایک نمبروار آگے بڑھتا تھا اور اپنی ماں کی نصیحت کو اشعار میں پڑھ کر امنگ پیدا کرتا تھا اور جب شہید ہو جاتا تو اسی طرح دوسرا بڑھتا تھا اور شہید ہونے تک لڑتا رہتا تھا بالآخر چاروں شہید ہوئے اور جب ماں کو چاروں کے شہید ہونے کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کی شہادت سے مجھے شرف بخشا، مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس کی رحمت کے سایہ میں ان چاروں کے ساتھ میں بھی رہوں گی۔ **فائدہ**: ایسی بھی اللہ کی بندی مائیں ہوتی ہیں، جو چاروں جوان بیٹوں کو لڑائی کی تیزی اور زور سے گھس جانے کی ترغیب دیں اور جب چاروں شہید ہو جائیں اور ایک ہی وقت میں سب کام آجائیں تو اللہ کا شکر ادا کریں۔

دو انصاری بچوں کا ابوجہل کو قتل کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ مشہور اور بڑے صحابہ میں ہیں فرماتے ہیں کہ میں بدر کی لڑائی میں میدان لڑنے والوں کی صف میں کھڑا تھا، میں نے دیکھا کہ میرے دائیں بائیں جانب انصار کے دو کم عمر لڑکے ہیں، مجھے خیال ہوا کہ میں اگر قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو اچھا تھا

کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے، میرے دونوں جانب بچے ہیں یہ کیا مدد کر سکیں گے اتنے میں ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ چچا جان تم ابُوجہل کو بھی پہچانتے ہو؟ مَیں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں تمہاری کیا غرض ہے؟ اُس نے کہا مجھے یہ معلوم ہُوا ہے کہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں گالیاں بکتا ہے، اُس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مَیں اُس کو دیکھ لوُں تو اس وقت تک اس سے جُدا نہ ہوں گا کہ وہ مر جائے یا مَیں مر جاؤں، مجھے اس کے سوال وجواب پر تعجّب ہُوا، اتنے میں دوسرے نے یہی سوال کیا اور جو پہلے نے کہا تھا وہی اُس نے بھی کہا۔ اتفاقاً میدان میں ابُوجہل دوڑتا ہُوا مجھے نظر پڑ گیا۔ مَیں نے اُن دونوں سے کہا کہ تمہارا مطلوب جس کے بارہ میں تم مجھ سے سوال کر رہے تھے وہ جا رہا ہے، دونوں سُن کر تلواریں ہاتھ میں لیے ہوئے ایک دم بھاگے چلے گئے اور جا کر اس پر تلوار چلانی شروع کر دی، یہاں تک کہ اس کو گرا دیا۔ فائدہ یہ دونوں صاحبزادے معاذؓ بن عمروؓ بن جموحؓ اور معوّذؓ بن عفراءؓ ہیں۔ معاذؓ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ مَیں لوگوں سے سُنتا تھا کہ ابُوجہل کو کوئی نہیں مار سکتا وہ بڑی حفاظت میں رہتا ہے مجھے اُسی وقت سے خیال تھا کہ مَیں اس کو ماروں گا، یہ دونوں صاحبزادے پیدل تھے اور ابُوجہل گھوڑے پر سوار تھا، صفوں کو درست کر رہا تھا جس وقت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دیکھا اور یہ دونوں دوڑے تو گھوڑے سوار پر براہِ راست حملہ مشکل تھا اس لیے ایک نے گھوڑے پر حملہ کیا اور دوسرے نے ابوجہل کی ٹانگ پر حملہ کیا جس سے گھوڑا بھی گرا اور ابوجہل بھی گرا اور اُٹھ نہ سکا۔ دونوں حضرات اس کو ایسا کر کے چھوڑ آئے تھے کہ اُٹھ نہ سکے وہیں تڑپتا رہے مگر معوّذؓ بن عفراءؓ ان کے بھائی نے اور ذرا ٹھنڈا کر دیا کہ مبادا اُٹھ کر چلا جائے لیکن بالکل انھوں نے بھی نہ نمٹایا، اس کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ نے بالکل ہی سر جُدا کر دیا۔ معاذؓ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ جس وقت مَیں

نے اس کی ٹانگ پر حملہ کیا تو اس کا لڑکا عکرمہ ساتھ تھا اس نے میرے مونڈھے پر حملہ کیا تو اس سے میرا ہاتھ کٹ گیا اور صرف کھال میں لٹکا ہوا رہ گیا۔ میں نے اس لٹکے ہوئے ہاتھ کو کمر کے پیچھے ڈال لیا اور دن بھر دوسرے ہاتھ سے لڑتا رہا لیکن جب اس کے لٹکے رہنے سے دِقّت ہوئی تو میں نے اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا اور وہ کھال بھی ٹوٹ گئی جس سے وہ اٹک رہا تھا اور میں نے اس کو پھینک دیا۔

رافعؓ اور جندبؓ کا مقابلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب لڑائی کے لیے تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ سے باہر جانے کے بعد لشکر کا معائنہ فرماتے اُن کے احوال کو اُن کی ضرورتوں کو دیکھتے اور لشکر کی اصلاح فرماتے۔ کم عمر بچّوں کو واپس فرما دیتے۔ یہ حضرات شوق میں نکل پڑتے چنانچہ اُحد کی لڑائی کیلیے جب تشریف لے جانا ہُوا تو ایک موقع پر جا کر لشکر کا معائنہ فرمایا اور نو عمروں کو لڑکپن کی وجہ سے واپس فرما دیا جن میں حضرات ذیل بھی تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، اسامہ بن زیدؓ، زید بن ارقمؓ، براء بن عازبؓ، عمرو بن حزمؓ، اسید بن ظہیرؓ، عرابہ بن اوسؓ، ابُوسعید خدریؓ، سمرہ بن جندبؓ، رافع بن خدیجؓ، کہ ان کی عمریں تقریباً چودہ برس کی تھیں۔ جب ان کو واپسی کا حکم ہُوا تو حضرت خدیجؓ نے سفارش کی اور عرض کیا کہ یارسول اللہؐ میرا لڑکا رافع تیر چلانا بہت اچھا جانتا ہے اور خود رافعؓ بھی اجازت کے اشتیاق میں اُبھر اُبھر کر کھڑے ہوتے تھے کہ قد لانبا معلوم ہو حضورؐ نے اجازت فرما دی تو سمرۃ بن جندبؓ نے اپنے سوتیلے باپ مرہ بن سنانؓ سے کہا کہ حضورؐ نے رافعؓ کو تو اجازت مرحمت فرما دی اور مجھے اجازت نہیں عطا فرمائی حالانکہ میں رافعؓ سے قوی ہوں اگر میرا اور اس کا مقابلہ ہو تو میں اس کو پچھاڑ لوں گا۔ حضورؐ نے دونوں کا مقابلہ کرایا تو سمرۃؓ نے رافعؓ کو واقعی پچھاڑ دیا۔ اس لیے حضورؐ نے سمرۃؓ کو اجازت عطا فرما دی، اس کے بعد اور بچوں نے بھی کوشش کی اور بعضوں کو اور بھی اجازت مل گئی، اسی سلسلہ میں رات ہو گئی۔ حضورؐ

نے تمام لشکر کی حفاظت کا انتظام فرمایا اور پچاس آدمیوں کو پورے لشکر کی حفاظت کے واسطے متعین فرمایا، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہماری حفاظت کون کرے گا۔ ایک صاحب اُٹھے۔ حضورؐ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ اُنہوں نے کہا ذکوانؓ، حضورؐ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ پھر فرمایا ہماری حفاظت کون کرے گا؟ ایک صاحب اُٹھے، حضورؐ نے نام دریافت فرمایا، عرض کیا ابوسبع (سبع کا باپ) حضورؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ چنانچہ تیسری مرتبہ پھر ارشاد ہوا کہ ہماری حفاظت کون کرے گا؟ پھر ایک صاحب کھڑے ہوئے حضورؐ نے نام دریافت فرمایا تو اُنہوں نے عرض کیا کہ ابن عبد القیس (عبد قیس کا بیٹا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ اس کے تھوڑی دیر بعد ارشاد ہوا کہ تینوں آدمی آجاؤ تو ایک صاحب حاضر ہوئے، حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے دونوں ساتھی کہاں گئے، اُنہوں نے عرض کیا یارسول اللہؐ تینوں دفعہ میں ہی اُٹھا تھا، حضورؐ نے دعا دی اور حفاظت کا حکم فرمایا، رات بھر یہ حضورؐ کے خیمہ کی حفاظت فرماتے رہے۔ **فائدہ**: یہ شوق اور ولولے تھے اُن حضرات کے کہ بچہ ہو یا بڑا ہر شخص کچھ ایسا مست تھا کہ جان دینا مستقل مقصود تھا، اسی وجہ سے کامیابی اُن کے قدم چومتی تھی، رافع بن خدیجؓ نے بدر کی لڑائی میں بھی اپنے آپ کو پیش کیا تھا مگر اس وقت اجازت نہ مل سکی تھی پھر اُحد میں پیش کیا جس کا قصہ ابھی گذرا، اس کے بعد ہر لڑائی میں شریک ہوتے رہے اُحد کی لڑائی میں سینہ میں ایک تیر لگا جب اُس کو کھینچا گیا تو سارا نکل آیا مگر پھال کا حصہ اندر بدن میں رہ گیا جس نے زخم کی صورت اختیار کی اور اخیر زمانہ میں بڑھاپے کے قریب یہی زخم ہرا ہو کر موت کا سبب بنا۔

حضرت اُمِّ سلمہؓ کے خاوند کی دعا اور ہجرت

اُمُّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہؓ حضورِ اقدسؐ سے پہلے حضرت ابوسلمہؓ صحابی کے نکاح میں تھیں، دونوں میں بہت ہی زیادہ محبت اور تعلق تھا جس کا اندازہ اس قصہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ اُمِّ سلمہؓ نے ابوسلمہؓ سے کہا کہ میں نے یہ سُنا ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں جنتی ہوں اور عورت مرد کے بعد کسی سے

نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنّت میں اُسی مرد کو ملے گی، اِسی طرح اگر مرد دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اُس کو ملے گی اِس لیے لاؤ ہم اور تم دونوں عہد کرلیں کہ ہم میں سے جو پہلے مر جائے وہ دوسرا نکاح نہ کرے، ابو سلمہؓ نے کہا کہ تم میرا کہنا مان لوگی۔ امّ سلمہؓ نے کہا کہ میں تو اسی لیے مشورہ کر رہی ہوں کہ تمہارا کہنا مانوں، ابوسلمہؓ نے کہا کہ تُو میرے بعد نکاح کر لینا پھر دعا کی کہ یا اللہ میرے بعد امّ سلمہؓ کو مجھ سے بہتر خاوند عطا فرما جو نہ اُس کو رنج پہنچائے نہ تکلیف دے۔ ابتدائے اسلام میں دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی ہجرت ساتھ ہی کی، اِس کے بعد وہاں سے واپسی پر مدینہ طیّبہ کی ہجرت کی جس کا مفصّل قصّہ خود امّ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب ابو سلمہؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنے اُونٹ پر سامان لادا اور مجھے اور میرے بیٹے سلمہؓ کو سوار کرایا اور خود اونٹ کی نکیل ہاتھ میں لیکر چلے۔ میرے میکے کے لوگوں بنو مغیرہ نے دیکھ لیا انہوں نے ابو سلمہؓ سے کہا کہ تم اپنی ذات کے بارے میں تو آزاد ہو سکتے ہو مگر ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ کیوں جانے دیں کہ یہ شہر در شہر پھرے، یہ کہہ کر اُونٹ کی نکیل ابو سلمہؓ کے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے زبردستی واپس لے آئے۔ میرے سسرال کے لوگ بنو عبد الاسد کو جو ابو سلمہؓ کے رشتہ دار تھے جب اس قصّہ کی خبر ملی تو وہ میرے میکہ والوں بنو مغیرہ سے جھگڑنے لگے کہ تمہیں اپنی لڑکی کا تو اختیار ہے مگر ہم اپنے لڑکے سلمہؓ کو تمہارے پاس کیوں چھوڑ دیں جب کہ تم نے اپنی لڑکی کو اُس کے خاوند کے پاس نہیں چھوڑا اور یہ کہہ کر میرے لڑکے سلمہؓ کو بھی مجھ سے چھین لیا اب میں اور میرا شوہر اور میرا لڑکا تینوں جُدا جُدا ہو گئے۔ خاوند تو مدینہ چلے گئے۔ میں اپنے میکہ میں رہ گئی اور بیٹا اپنی ددھیال میں پہنچ گیا۔ میں روز میدان میں نکل جاتی اور شام تک رویا کرتی، اِسی طرح پُورا ایک سال مجھے روتے گذر گیا نہ میں خاوند کے پاس جا سکی نہ بچّہ مجھے مِل سکا۔ ایک دن میرے ایک چچا زاد بھائی نے میرے حال پر ترس کھا کر اپنے لوگوں سے کہا کہ تمہیں اس مسکینہ پر ترس نہیں آتا کہ اِس کو بچّہ اور خاوند سے

جُدا کر رکھا ہے اِس کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ غرض میرے چچا زاد بھائی نے کہہ سُن کر اِس بات پر اُن سب کو راضی کر لیا، اُنھوں نے مجھے اجازت دے دی کہ تُو اپنے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہے تو چلی جا۔ یہ دیکھ کر بنو عبد الاسد نے بھی لڑکا دے دیا۔ مَیں نے ایک اونٹ تیار کیا اور بچہ گود میں لے کر اونٹ پر تنہا سوار ہو کر مدینہ کو چل دی۔ تین چار میل چلی تھی کہ تنعیم میں عثمان بن طلحہ مجھے ملے اور پُوچھا کہ اکیلی کہاں جا رہی ہو۔ مَیں نے کہا کہ اپنے خاوند کے پاس مدینہ جا رہی ہُوں، اُنھوں نے کہا کوئی تمہارے ساتھ نہیں، مَیں نے کہا کہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اُنھوں نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑی اور آگے آگے چل دیے، خدا پاک کی قسم مجھے عثمان سے زیادہ شریف آدمی کوئی نہیں ملا جب اُترنے کا وقت ہوتا وہ میرے اونٹ کو بٹھا کر خود علیحدہ درخت کی آڑ میں ہو جاتے مَیں اُتر جاتی اور جب سوار ہونے کا وقت ہوتا، اُونٹ کو سامان وغیرہ لاد کر میرے قریب بٹھا دیتے، مَیں اُس پر سوار ہو جاتی اور وہ آکر اُس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلنے لگتے، اِسی طرح ہم مدینہ منوّرہ پہنچے۔ جب قبا میں پہنچے تو انھوں نے کہا، تمہارا خاوند یہیں ہے۔ اُس وقت تک ابو سلمہؓ قبا ہی میں مقیم تھے۔ عثمان مجھے وہاں پہنچا کر خود مکّہ مکرّمہ واپس ہو گئے پھر کہا کہ خدا کی قسم عثمان بن طلحہ سے زیادہ کریم اور شریف آدمی مَیں نے نہیں دیکھا اور اُس سال میں جتنی مشقّت اور تکلیف مَیں نے برداشت کی شاید ہی کسی نے کی ہو۔ **فائدہ:** اللہ پر بھروسہ کی بات تھی کہ تنہا ہجرت کے ارادہ سے چل دیں، اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے فضل سے اُن کی مدد کا سامان مہیّا کر دیا جو اللہ جلّ شانہٗ پر بھروسہ کر لیتا ہے اللہ اُس کی مدد فرماتا ہے۔ بندوں کے دل اُسی کے قبضہ میں ہیں، ہجرت کا سفر اگر کوئی محرم نہ ہو تو تنہا بھی جائز ہے بشرطیکہ ہجرت فرض ہو۔

مراقبہ

کسی نے حضرت ذو النّونؒ سے پوچھا کہ بندہ کس چیز سے جنّت کو پہنچتا ہے انھوں نے فرمایا کہ پانچ باتوں سے ایک استقامت

جس میں کجی نہ ہو، دوسرے اجتہاد جس میں سہو نہ ہو، تیسرے ظاہر و باطن میں خدا تعالیٰ کا مراقبہ، چوتھے موت کی انتظاری اور اُس کی تیاری۔ پانچویں نفس کا حساب لینا پہلے اس سے کہ اُس سے حساب لیا جاوے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہوائے نفس نابینائی کی شریک ہے اور حیرت کے وقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہے اور یقین بہت عمدہ ٹالنے والا غم ہے اور جھوٹ کا مال پشیمانی ہے اور راستی میں سلامتی ہے اور بہت سے بیگانے یگانوں سے قریب تر ہوتے ہیں اور جس کا کوئی حبیب نہ ہو وہ غریب ہے اور صدیق وہ ہے جو اپنی نظر سے غائب کی تصدیق کرے اور بدظنی کے باعث کسی حبیب سے پھرنا نہ چاہیے اور کرم عمدہ عادت ہے اور حیا ہر انسان کا سبب ہے اور سب سے مضبوط تمسک کی چیز تقویٰ ہے اور زیادہ مستحکم سبب جس کو تو اختیار کرے وہ ہے جو تجھ میں اور خدا تعالیٰ میں ہو اور دنیا میں سے تیرا اُسی قدر ہے جس قدر تو نے اپنا آخرت کو ٹھکانا درست کر لیا اور رزق دو طرح کے ہیں ایک جس کو تو تلاش کرتا ہے اور ایک جو تجھ کو تلاش کرتا ہے کہ اگر تو اُس تک نہ پہنچے تو وہ تیرے پاس آوے گا اور اگر تیرے پاس کی چیز پر کچھ مصیبت آئے اور اُس پر تو واویلا کرے تو ایسی چیز پر واویلا نہ کر جو تجھ تک پہنچی ہی نہیں اور جو چیز نہیں ہوتی اس پر اُس چیز سے قیاس کرے جو ہو گئی اِس واسطے کہ امور ایک ہی سے ہوتے ہیں اور جو چیز آدمی سے ہرگز فوت نہ ہوتی ہو اُسکے ملنے سے خوش ہُوا کرتا ہے اور جس چیز کو کبھی نہ پا سکتا ہو اُس کے جاتے رہنے سے ناخوش ہُوا کرتا ہے پس جو کچھ تجھ کو دنیا سے نہ ملے نہ اس پر خوش ہو اور نہ ایسی چیز پر جاتی رہے۔ افسوس کر بلکہ سرور اس بات پر کر جو توشۂ آخرت کر لیا ہو اور افسوس ایسی چیز پر کر جو پیچھے چھوڑ دی ہو اور آخرت میں مشغول رہا کر اور موت کے بعد کی فکر کیا کر۔ ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو جنّت میں ایک صورت بنا کر اُس کے پھل کھانے شروع کیے اور نہروں سے پانی پیا اور وہاں کی کنواریوں کو گلے لگایا پھر ایک صورت اُس کی بنائی اور دوزخ

میں گیا وہاں کی غذا کھائی اور پانی پیپ وغیرہ پیا اور طوق اور زنجیریں پہنیں۔ پھر اپنے نفس سے میں نے پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے اس نے کہا کہ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ دنیا میں واپس کیا جاؤں تاکہ نیک عمل کروں، میں نے کہا کہ تیری آرزو موجود ہے یعنی ابھی دنیا ہی میں ہے تو نیک عمل کیا کر۔ قاسم بن راشد شیبانیؒ کہتے ہیں کہ محصب میں ہمارے پاس ربعیؒ اپنی زوجہ اور دختروں سمیت ٹھہرے ہوئے تھے، ان کا دستور تھا کہ بہت رات سے اٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے جب سحر ہوتی تو زور سے پکارتے کہ اے آرام کرنے والو کیا اس تمام رات سوؤ گے اور اٹھ کر چلو گے نہیں یہ سن کر سب اٹھ بیٹھتے تھے کوئی روتا تھا کوئی دعا مانگتا کوئی تلاوت کرتا کوئی وضو کرتا جب فجر ہوتی تو زور سے کہتے کہ صبح کے وقت لوگ رات کے چلنے کو اچھا جانا کرتے ہیں۔ بعض حکما کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اس کے انعام کے باعث اس کو پہچان گئے ہیں اور اس نے جو ان کا سینہ کھول دیا تو اس کی اطاعت کی اور اس پر توکّل کیا۔ خلق اور امر کو اسی کے حوالہ کیا اسی لیے ان کے دل صفائے یقین کی کانیں اور حکمت کے گھر اور عظمت کے صندوق اور قدرت کے خزانے ہو گئے ہیں۔ حال ان کا یہ ہے کہ آمدورفت تو لوگوں میں رکھتے ہیں اور ان کے دل ملکوت میں جولانیاں کرتے ہیں اور محجوب غیب میں پناہ لیتے ہیں پھر وہاں سے جو پھرتے ہیں تو ان کے ساتھ تازہ تازہ لطائف اور فوائد ہوتے ہیں جن کا وصف کوئی بیان نہیں کر سکتا وہ لوگ باطن کی خوبی میں تو حریر سے ہیں۔ ظاہر میں جیسا مستعمل رومال ہوتا ہے ہر ایک سے بے واضع پیش آتے ہیں۔ یہ طریق ایسا ہے کہ بزور نہیں مل سکتا بلکہ خدائے تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے دے۔ بعض صلحاء سے منقول ہے کہ میں بیت المقدس کے پہاڑوں میں پھرتا تھا۔ اتفاقاً ایک جنگل آیا اور ایک آواز زور کی سنی وہ پہاڑ اس کا جواب دیتے تھے اور بڑی گونج تھی، میں اس آواز کے درپے ہوا تو ایک باغ میں پہنچا جو درختوں سے چھپا ہوا تھا۔ اس میں ایک شخص کو

دیکھا کہ کھڑا ہُوا اس آیت کو مکرر پڑھ رہا ہے۔ یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا و ما عملت من سوء تود لو ان بینھا و بینہ امدا بعیدا و یحذرکم اللہ نفسہ[1] میں اس کے پیچھے بیٹھ کر سننے لگا وہ یہی پڑھتا رہا یکایک چیخ مار کر بیہوش ہوگیا میں نے کہا کہ افسوس یہ میری نحوست سے ایسا ہوگیا پھر میں اس کے افاقہ کا منتظر رہا تقریباً ایک گھنٹے کے بعد اس کو ہوش آیا، میں نے سُنا کہ یہ کہتا ہے الٰہی میں تجھ سے دروغ گویوں کے مقام سے پناہ مانگتا ہوں اور جھوٹے مدعیوں کے سے، اعمال سے اور غافلوں کی سی رُوگردانی سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیرے ہی لیے خوف کرنے والوں کے دِل خشوع کرتے ہیں۔ تیری ہی طرف قصورواروں کی توقع جھکتی ہے تیری ہی عظمت کے لیے عارفوں کے دل ذلیل ہوئے ہیں پھر اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے اور کہا کہ مجھ کو دُنیا سے کیا سروکار اور اُس کو مجھ سے کیا علاقہ ہے۔ اے دُنیا جو تجھ جیسا ہو اُسی کے پاس جا اور جو تجھ کو پسند کرے اُنہیں کو جا کر اپنی آسائش اور ہزاروں طرح کے آرام سے فریب دے پھر کہا کہ بھلے لوگ کہاں گئے زمانہ گذشتہ کے آدمی کدھر ہیں۔ مٹی میں سڑتے ہیں اور چند روز میں فنا ہوجاتے ہیں۔ میں نے اُس کو پکارا کہ اے بندۂ خدا میں آج دن بھر سے تیرے پیچھے فراغت پانے کا منتظر ہوں۔ اُس نے کہا کہ بھلا اُس شخص کو فراغت کس طرح ہوگی جو زمانہ سے بیشی چاہتا ہے اور زمانہ اس سے بیشی چاہتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں موت اُس کے نفس پر سبقت نہ کر جائے یا وہ شخص کیسے فارغ ہو جس کے دن گذر گئے ہوں اور اُس کے گناہ رہ گئے ہوں۔ پھر ایک اور چیخ ماری کہ پہلی چیخ کی نسبت بہت زیادہ تھی اور بیہوش ہو کر گر پڑا، میں نے کہا کہ اس کا دم نکل گیا، میں اس کے قریب گیا دیکھا کہ تڑپ رہا ہے پھر افاقہ پایا اور کہنے لگا کہ میں کون ہوں میرا خطرہ کیا ہے تو اپنے نفس سے میری بُرائی کو اور اپنے پردۂ رحمت میں مجھ کو چھپا اور اپنے کرم ذاتی سے میرے گناہوں سے درگذر فرما۔ جس وقت کہ میں تیرے سامنے کھڑا ہوں۔ میں نے اُس سے کہا کہ قسم ہے اُس ذات

[1] جس دن پائے گا ہر شخص جو کی ہے نیکی رُوبرو اور جو کی ہے بُرائی آرزو کریگا کہ مجھ میں اور اس میں فرق پڑ جاوے دور کا اور اللہ ڈراتا ہے تم کو اپنے سے ۱۲

کی جس کی توقع اور اعتماد تو اپنے لیے رکھتا ہے مجھ سے کچھ کلام کر تو اس نے کہا کہ کلام اُس سے جا کر کرو جس کے کلام سے تم کو کچھ فائدہ ہو اور اُس شخص کے کلام کو جانے دو جس کو گناہوں نے تباہ کر دیا ہو۔ مَیں اس جگہ میں نہ معلوم کس مدّت سے ابلیس سے لڑتا ہوں اور وہ مجھ سے لڑتا ہے۔ آج تک میرا کوئی مددگار نہ ملا کہ اس مصیبت سے مجھ کو نکالتا ایک تو آیا ہے تو مجھ سے علیٰحدہ ہی رہ اِس لیے کہ تُو نے میری زبان کو بے کار کر دیا اور اپنی بات کی طرف میرے دِل کو تھوڑا سا مائل کر لیا میں تیرے شر سے خدائے تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہُوں کہ غصّے سے مجھ کو پناہ دے اور اپنی رحمت سے مجھ پر فضل کرے۔ راوی کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے دِل میں کہا کہ یہ شخص خدائے تعالیٰ کا ولی ہے، ایسا نہ ہو کہ کہیں مَیں اس کو باتوں میں مشغول کروں تو اسی جگہ مجھ پر عذاب آوے اس خیال سے مَیں اُس کو چھوڑ کر واپس آ گیا۔

زُہد

جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم قبا والوں کے پاس تشریف لائے تو وہ لوگ آپؐ کی خدمت میں دودھ میں شہد ملا کر لائے۔ آپؐ نے پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور فرمایا کہ مَیں اِس کو حرام نہیں کرتا مگر خدائے تعالیٰ کے واسطے انکسار کرنے کے لیے چھوڑتا ہُوں اور حضرت عمرؓ کے پاس جو شہد کا سرد شربت لائے تو گرمی کا موسم تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اِس کا حساب مجھ سے الگ کرو اور یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں کہ سچّا زاہد وہ ہے کہ غذا جو کچھ میسّر ہو کھالے اور لباس بمقدار ستر عورت پہنے اور جہاں جگہ ملے وہاں رہے دُنیا اس کا مجلس ہو اور قبر خواب گاہ اور خلوت مجلس عبرت پکڑنا اُس کا تامل ہو اور قرآن اُس کی گفتگو اور رب اُس کا انیس اور ذکر رفیق اور حزن اس کا حال اور حیا شعار طریک اُس کا سالن ہو اور حکمت سخن اور خاک اُس کا بستر ہو اور تقوای توشہ اور سکوت غنیمت اور صبر تکیہ اور توکّل حسب اور عقل راہ نما اور عبادت پیشہ اور جنّت پہنچنے کا مقام ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت فاطمہؓ زہرا کے پاس

تشریف لے گئے وہ اُس وقت آٹا پیستی تھیں اور اُونٹ کے بالوں کی چادر اوڑھے ہوئے تھیں، جب آپ نے اُن کو دیکھا تو رو پڑے اور فرمایا کہ اے فاطمہؓ آسایش جاودانی کے واسطے تلخی دُنیا کی پی جا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی ولسوف یعطیک ربک فترضٰے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مجھ کو ساکنین عالم بالا نے یہ خبر دی ہے کہ بہترین میری اُمّت سے وہ لوگ ہیں جو خاطر میں وسعتِ رحمتِ الٰہی کے باعث ہنستے رہتے ہیں اور خفیہ عذاب کے خوف سے روتے ہیں اُن کا بوجھ لوگوں پر ہلکا ہے اور اُن کے خود کے اُوپر بھاری ہے۔ پُرانے کپڑے پہنتے ہیں اور راہبوں کی پیروی کرتے ہیں۔ جسم اُن کے زمین میں اور دل عرش بریں کے پاس۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ خرابی ہے دُنیا کی اور خرابی ہے دینار و درم کی یعنی روپیہ اشرفی کی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم سب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم کو خدائے تعالیٰ نے سونے چاندی کے ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا اب کون سی چیز جوڑیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم کو یہ باتیں حاصل کرنی چاہئیں۔ زبانِ ذاکر اور دلِ شاکر اور بی بی نیک بخت کہ خاوند کو امرِ آخرت پر اُس کی مدد کرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا ایک پُل ہے اُس پر سے اُتر جاؤ اِس پر عمارت مت بناؤ۔ ان سے لوگوں نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ایک گھر بنا دیں جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں آپ نے فرمایا کہ جاؤ پاؤ پانی پر گھر بناؤ انہوں نے عرض کیا کہ پانی پر عمارت کیسے ٹھہرے گی آپ نے فرمایا کہ عبادت دنیا کی محبت کے ساتھ کیسے بنے گی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار نے مجھ پر یہ معاملہ پیش کیا کہ اگر تم چاہو تو سارے سنگستان مکّہ کو تمہارے لیے سونا کر دیا جاوے، مَیں نے عرض کیا کہ الٰہی مجھ کو منظور نہیں بلکہ مَیں ایک روز بھوکا رہوں اور ایک دن شکم سیر ہوں تاکہ جس روز میں بھوکا رہوں تو تیری درگاہ میں تضرّع اور دعا کروں اور جس دن مَیں شکم سیر ہوں اس میں تیری حمد و ثنا کروں اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت

ہے کہ ایک روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم باہر جاتے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ صفا پر چڑھے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اے جبرئیل قسم ہے اس ذات کی جس نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ شام کو آلِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نہ مٹھی ستّو کی ہوئی نہ آٹے کی۔ یہ کلام آپ کہتے تھے کہ اچانک کنارۂ آسمان سے ایک کڑک کی آواز سنی جس سے آپ کو خوف معلوم ہُوا آپ نے فرمایا کہ قیامت کو حکم برپا ہونے کا ہُوا حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ یہ اسرافیلؑ ہیں کہ جب آپ کے کلام سننے نیچے اُترتے ہیں۔ حضرت اسرافیلؑ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہ سُنا اب مجھ کو زمین کی کنجیاں دے کر بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ آپ سے عرض کروں کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو تہامہ کے پہاڑوں کو زمرّد اور یاقوت اور سونے چاندی کا کر کے آپ کے ساتھ پھیراؤں اور اگر چاہو تو پیغمبر اور بادشاہ ہو چاہو نبی اور بندہ ہو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپؐ کی طرف اشارہ کیا کہ اللہ کے واسطے تواضع کیجیے، آپؐ نے تین بار فرمایا کہ میں رسول اور بندہ ہوں اور ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اُس کو دنیا میں زاہد کر دیتا ہے اور آخرت کا راغب اور اپنے عیبوں کا بینا دیتا ہے اور ایک شخص کو آپؐ نے فرمایا کہ دنیا میں زہد کر خدائے تعالیٰ تجھ کو محبوب جانے گا اور لوگوں کے ہاتھ کی چیز میں زہد کر کہ لوگ تجھ کو محبوب جانیں گے۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ بدون مشقّت نہیں ملتیں۔ اوّل سکوت جو عبادت کا آغاز ہے دوم تواضع۔ سوم کثرتِ ذکر چہارم شئی کی قلّت اور از انجا کہ انبیا علیہم السلام خلق کو دنیا سے پھیرنے ہی کے لیے مبعوث ہوئے تھے کہ اس سے پھیر کر متوجّہ آخرت کر دیں اور اُنہوں نے جو خلق سے کلام کیے تو اکثر کلام متضمّن دنیا کی برائی اور اس کی محبت کی مذمّت پر تھے

بعض صحابہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم نے سب اعمال کو کیا، مگر امر آخرت کے باب میں دُنیا کے زہد سے بڑھ کر کوئی عمل نہ پایا اور بعضے صحابہؓ نے ایک تابعی سے فرمایا کہ تم عمل اور کوشش اصحابؓ کی نسبت زیادہ کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے بہتر تھے، کسی نے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے انھوں نے فرمایا کہ وہ تمھاری نسبت کر۔ دُنیا میں زہد بہت کرتے تھے اور حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ دنیا میں زہد کرنا دل اور بدن کی راحت ہے اور بلال بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہمارا گناہ یہی کافی ہے کہ خدا تعالیٰ ہم کو دنیا میں زُہد کرنے کو فرماتا ہے اور ہم اُس میں رغبت کرتے ہیں اور ایک شخص نے حضرت سفیان ثوریؒ سے عرض کیا کہ میری تمنّا یہ ہے کہ کسی عالم زاہد کو دیکھوں۔ آپ نے فرمایا کہ کم بخت یہ تو کھوئی ہوئی چیز ہے جو ملتی نہیں اور وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ جنّت کے آٹھ دروازے ہیں جب جنّت والے اُن کی طرف جاویں گے تو اُن کے دربان اُن سے کہیں گے کہ قسم ہے اپنے رب کی عزّت کی کہ اِن دروازوں میں زاہدوں سے پہلے کوئی نہ جاوے گا جو جنّت کے عاشق اور دنیا کے تارک تھے اور یوسف بن اسباطؒ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے تین باتیں چاہتا ہوں، اوّل یہ کہ جب میں مروں تو میرے پاس ایک درم بھی نہ ہو دوم یہ کہ مجھ پر کسی کا قرض نہ ہو سوم یہ کہ میری ہڈی پر گوشت نہ ہو، کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تینوں باتیں اُن کو عطا فرمائیں روایت ہے کہ کسی بادشاہ نے فقہاء کے پاس کچھ انعام بھیجا۔ اُنھوں نے اُس کو قبول کر لیا اور حضرت فضیل بن عیاضؒ کے پاس جو دس ہزار درم بھیجے تو اُنھوں نے قبول نہ کیے اُن کے بیٹوں نے اُن سے عرض کیا اور فقہا نے تو قبول کر لیے اور آپ باوجود افلاس کے پھیرے دیتے ہیں، حضرت فضیلؒ رو پڑے اور فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ میری مثال اور تمھاری ایسی ہے جیسے کچھ لوگوں کے پاس ایک بیل تھا، اُس سے کھیتی کرتے تھے۔ جب وہ بُوڑھا ہو گیا تو اُس کو ذبح کر ڈالا۔ قبل اس کے کہ اُس

کے چمڑے سے منتفع ہوں ایسے ہی تم بھی میرا ذبح کرنا چاہتے ہو، بیٹو تم کو بھوک سے مر رہنا اِس بات سے بہتر ہے کہ تم اپنے پدر پیر کو ذبح کرو اور حضرت عبید بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُون پہنتے اور درختوں کے پتّے کھاتے نہ اُن کے کوئی لڑکا جو مرے نہ گھر جو خراب ہو کل کے واسطے کچھ نہ رکھتے تھے، جہاں شام ہوتی وہاں ہی سو رہتے اور ابو حازمؒ کی بی بی نے اُن سے کہا کہ اب موسم سرما سر پر آگیا ہم کو غلّہ اور کپڑے اور لکڑی کی ضرورت ہے کہ اُس کے بدون چارہ نہیں اُنھوں نے فرمایا کہ اِن چیزوں سے چارہ ہے اِس سے نہیں کہ مر گئے اور اس کے بعد اٹھائے جاویں گے اور خدائے تعالےٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے پھر جنّت بپا ہو گی یا دوزخ اور حضرت حسنؓ سے کسی نے پُوچھا کہ آپ اپنے کپڑے کیوں نہیں دھوتے۔ آپ نے فرمایا کہ مرگ اس سے بھی جلد تر ہے یعنی موت بہت قریب ہے اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر تین پردے ہیں جب تک وہ دُور نہیں ہوتے تب تک بندے پر یقین ظاہر نہیں ہوتا۔ ایک موجود چیز سے خوش ہونا دوسرے مفقود پر رنج کرنا۔ سوم تعریف سے خوش ہونا پس جب کوئی موجود چیز سے خوش ہوتا ہے تو وہ حریص ہے اور جب مفقود پر غم کرتا ہے تو غصّہ کرنے والا ہے اور غصّے والے کو عذاب ہوتا ہے اور جب تعریف سے خوش ہوتا ہے تو عجب کرتا ہے اور عُجب عمل کو باطل کر دیتا ہے اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہر شخص کا دل زاہد ہے اُس کی دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کوشش سے عبادت کرنے والوں کی تمام عُمر کی عبادت کی نسبت محبوب اور بہتر ہیں اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جو چیزیں خدائے تعالیٰ نے ہم سے پھیر دیں اور ہم کو نہیں دیں اُن میں اُس کا انعام ہمارے اُوپر زیادہ ہے بہ نسبت اُن اشیا کے جو ہم کو دی ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ دُنیا دارِ فانی ہے نہ باقی اور خانۂ مصیبت ہے نہ خانۂ راحت جو اِس کو پہچان لیتا ہے وہ اِس کی وسعت پر خوش نہیں ہوتا ہے نہ

تنگی پر رنج کرتا ہے اور سہل تستری فرماتے ہیں کہ کسی عابد کا عمل خاص نہیں ہوتا جب تک
چار چیزوں سے فارغ نہ ہو۔ بھوک اور برہنگی اور فقر اور ذلّت اور حضرت حسن بصری رح
فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے اور ایسوں کے ساتھ رہا ہوں کہ دُنیا کی
کسی بات سے خوش نہ ہوتے تھے کوئی شے اُن پر آوے اور کسی چیز پر رنج نہ کرتے
تھے جو چلی جاوے اور دنیا ان کے نزدیک خاک سے بھی ذلیل تر ہے۔ بعضے پچاس
برس اور ساٹھ برس زندگی بسر کرتے تھے اس طرح کہ نہ کبھی اُن کا کپڑا بنا ہُوا نہ اُن کے
لیے ہنڈیا چڑھی نہ زمین پر کچھ بچھا اور نہ اپنے گھر کبھی کھانے کو کہایا۔ جب رات ہو
جاتی تو کھڑے ہو جاتے، سجدہ کرتے، آنسو رخساروں پر بہاتے اللہ تعالیٰ سے اپنی آزادی
کے لیے سرگوشی کرتے رہتے جب نیکی کرتے تو اُس کے شکر میں مشغول ہو جاتے اور اللہ
تعالیٰ سے اُس کے قبول ہونے کی درخواست کرتے اور جب بدی کرتے تو رنج کرتے
اور درخواست مغفرت کرتے ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے اور یہی لوگ رحمتِ الٰہی کے ساحل
نجات پر پہنچے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رض سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کون لوگ ہیں؟ فرمایا
علماء؟ اُس نے پوچھا کہ بادشاہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا زاہد لوگ (دنیا سے بے رغبتی کرنے
والے) اُس نے پوچھا بے وقوف احمق کون لوگ ہیں؟ فرمایا جو دین کے ذریعہ سے دُنیا
کماتے ہوں۔ حضرت ذوالنّون مصری رح فرماتے ہیں کہ زاہد لوگ آخرت کے بادشاہ ہیں اور
وہ فقراء عارفین ہیں۔ حضرت شیخ ابو مدین رح فرماتے ہیں کہ بادشاہت دو طرح کی ہوتی ہے
ایک شہروں کی دوسری دلوں کی۔ حقیقی بادشاہ زاہد ہی ہوتے ہیں (جو دلوں کے بادشاہ
ہوتے ہیں) امام راغب رح نے لکھا ہے کہ دُنیوی فلاح اُن خوبیوں کا حاصل کر لینا ہے جن
سے دنیوی زندگی بہترین بن جائے اور وہ بقا اور غنیٰ اور عزت ہیں اور اُخروی فلاح
چار چیزیں ہیں، وہ بقا جس کو کبھی فنا نہ ہو وہ تونگری جس میں فقر کا شائبہ نہ ہو وہ عزت
جس میں کسی قسم کی ذلت نہ ہو۔ وہ علم جس میں جہل کا دخل نہ ہو۔ یحییٰ بن معاذ فرماتے

ہیں کہ زہد کی تین علامتیں ہیں۔ عمل کرنا با علاقہ اور قول بدون طمع اور عزّت بدون ریاست اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ زاہد تم کو سرکہ اور رائی سونگھاتا ہے اور عارف مشک و عنبر اور اُن سے ایک شخص نے پوچھا کہ مَیں توکّل کی دوکان میں آکر چادر زہد کی کب اوڑھوں گا اور زاہدوں میں کب بیٹھوں گا انہوں نے فرمایا کہ جب باطن میں تیرے نفس کی ریاضت اِس درجہ کو پہنچ جاوے گی کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھ سے تین دن رزق علیحدہ رکھے تو تیرے جی میں یقین ضعیف نہ ہو اور جب تک اس درجہ کو نہ پہنچے تو تجھ کو زاہدوں کے فرش پر بیٹھنا جہالت ہے پھر یہ بھی خوف ہے کہ کہیں رُسوا نہ ہو اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا مثل دُلہن کے ہے اور جو اس کو طلب کرتا ہے وہ اس کی مشاطہ ہے اور جو کوئی اس میں زہد کرتا ہے وہ اس کا منہ کالا کرتا ہے اور بال نوچتا ہے اور کپڑے پھاڑتا ہے ——————

اور عارف اللہ تعالیٰ سے مشغول رہتا ہے اس کی طرف التفات نہیں کرتا اور سریؒ کہتے ہیں کہ زہد میں سے مَیں نے جو بات چاہی وہ مجھ کو ملی مگر آدمیوں میں زہد کرنے میں نہ پہنچا اور نہ اُس کی مجھے طاقت ہے اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے برائی ایک کوٹھڑی میں بند کی اور اُس کی کنجی محبت کی دنیا بنائی اور تمام خیر ایک کوٹھڑی میں بند کی اور اس کی کلید دنیا میں زہد کرنے کو بنایا۔ جو شخص کہ دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑ دے اس کی مثال اہلِ معرفت اور ارباب قلوب کے نزدیک جن کو مشاہدہ اور مکاشفہ ہر وقت رہتا ہے ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہی دربار میں جانا چاہے اور دروازے پر ایک کُتّا کھڑا ہو کہ وہ اس کو نہ جانے دے اور یہ اس کے سامنے ایک روٹی کا ٹکڑا پھینک دے وہ کتّا اس کے شغل میں لگے اور یہ دروازے میں گھس جاتے اور بادشاہی تقرب حاصل کر کے تمام سلطنت کا کاروبار اس کے سپرد ہو جائے تو بھلا ایسا شخص اس نعمت و انعام بادشاہی کے عوض اپنا کچھ احسان بادشاہ پر جانے گا اور کہے گا کہ ہم نے بھی دروازے کے کتّے کو ایک لقمہ دے دیا ہے، اسی طرح شیطان

خدائے تعالیٰ کے دروازے کا کتّا ہے کہ لوگوں کو اندر نہیں جانے دیتا باوجودیکہ دروازہ کھلا ہُوا ہے اور پردہ اُٹھا ہُوا اور دُنیا ایک لقمہ کی طرح ہے کہ اگر اُس کو کھاؤ تو لذّت صرف چاٹنے کے وقت ہوتی ہے اور نگلتے ہی جاتی رہتی ہے پھر اُس کا بوجھ معدے میں رہتا ہے اور نوبت بدبُو اور نجاست ہو جانے کی پہنچتی ہے پھر حاجت اُس بوجھ کے نکالنے کی پڑتی ہے پس جو شخص ایسی چیز کو اس لیے چھوڑ دے کہ سلطنت ملے تو اس دنیا کا کیا خیال ہو گا اور ساری دنیا کی نسبت یعنی جو کچھ ایک شخص کو ملتی ہے گو اس کی حیات سو برس کی ہو، آخرت کی نعمت کی طرف اس سے بھی کم ہے جو لقمے کو ہے سلطنت کی طرف اس لیے متناہی چیز کو بے نہایت چیز کی طرف کچھ نسبت نہیں اور اگر دُنیا بالفرض ہزار برس کی زیست ہو اور بے غل و غش ملے جب بھی متناہی رہے گی اور عیش جاودانی آخرت سے اس کو کچھ نسبت نہ ہوگی اور جب کہ مدّتِ عمر بھی کم اور لذّت بھی خالی از کدورت نہیں تو پھر بھلا اس کو آخرت سے کیا نسبت حاصل یہ کہ زاہد اپنے زہد کو جبھی دیکھتا ہے جس چیز میں زہد کیا ہے اس کی طرف التفات نہ کرے اور اس کی طرف جب التفات کرے گا جب اس کو کوئی چیز قابلِ قدر و قیمت جانے گا اور اس کا قدر و قیمت کے قابل جاننا نقصان معرفت سے ہُوا کرتا ہے اس لیے سبب زہد کے نقصان کا معرفت کا نقصان ٹھہرا۔ یہ ہیں درجات زُہد کے۔

صدق

بعض اکابر فرماتے ہیں کہ فقہا اور علماء سب کا اتفاق ہے کہ تین باتیں اگر درست ہو جاویں تو آدمی کی نجات ہو جاوے اور یہ تینوں ایک دوسرے سے پوری ہوتی ہیں اوّل اسلام جو بدعت اور ہوا سے خالص ہو دوم اعمال میں خدا تعالیٰ کے واسطے صدق کا ہونا سوم حلال کی غذا اور وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ توریت کے حاشیے پر میں نے بائیس جملے دیکھے جن کو بنی اسرائیل کے نیک بخت جمع ہو کر پڑھا کرتے تھے۔ وہ جملے یہ ہیں ۱؎ کوئی خزانہ علم سے زیادہ نافع نہیں کوئی ۲؎ مال حلم سے بڑھ کر زیادہ

مفید نہیں۔ کوئی [۳] حسب غصے سے زیادہ کم تر نہیں۔ کوئی [۴] ساتھی عمل سے بہتر زینت دینے والا نہیں۔ کوئی [۵] رفیق جہل سے بڑھ کر عیب دار نہیں۔ کوئی [۶] شرف تقوٰی سے زیادہ عزیز نہیں۔ کوئی [۷] کرم ترکِ ہوٰی سے زیادہ کامل نہیں۔ کوئی [۸] عمل فکر سے افضل نہیں۔ کوئی [۹] حسنہ صبر سے اعلیٰ نہیں۔ کوئی [۱۰] برائی کبر سے زیادہ رسوا کرنے والی نہیں۔ کوئی [۱۱] دوا ترم تر نرمی سے نہیں۔ کوئی [۱۲] مرض حمق سے زیادہ ایذا رساں نہیں۔ کوئی [۱۳] رسولِ حق سے عادل تر نہیں، کوئی [۱۴] دلیلِ ناصح تر صدق سے نہیں۔ کوئی [۱۵] فقیری ذلیل تر طمع سے نہیں، کوئی [۱۶] تونگری زیادہ بدبخت جوڑنے سے نہیں، کوئی [۱۷] زندگی عمدہ تر تندرستی سے نہیں۔ کوئی [۱۸] معیشت عفت سے زیادہ گوارا تر نہیں۔ کوئی [۱۹] عبادت خشوع سے زیادہ اچھی نہیں، کوئی [۲۰] زہد قناعت سے بہتر نہیں۔ کوئی [۲۱] محافظ سکوت سے زیادہ نہیں، کوئی [۲۲] غائب موت سے زیادہ نزدیک نہیں اور محمد بن سعید مروزیؒ فرماتے ہیں کہ جب تو اللہ تعالیٰ کو صدق کے ساتھ طلب کرے تو اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ میں ایک آئینہ عنایت فرمادے جس میں تجھ کو عجائب دنیا و آخرت کے نظر آویں اور ابوبکر وراقؒ کہتے ہیں کہ اپنے اور خدا کے درمیان میں صدق کی حفاظت کر اور نرمی کو اپنے اور مخلوق کے درمیان میں ملحوظ رکھ اور حضرت ذوالنونؒ سے کسی نے پوچھا کہ بندے کو اپنے امور کی درستی کی بھی کوئی سبیل ہے، آپ نے ایک قطعہ فرمایا جس کا ترجمہ ہے

قطعہ

صدق چاہیں وہ نہیں ملتا　　اس میں ہم ہیں مذبذب اور حیران
ہے گراں ہم تہ ترکِ خواہشِ نفس　　دعوائے عشق ہے مگر آساں

اور حضرت سہل سے کسی نے پوچھا کہ اس امر کی اصل کیا ہے جس پر ہم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ صدق اور سخاوت اور شجاعت، سائل نے پوچھا کہ اور کچھ، ارشاد فرمائیے، آپ نے فرمایا کہ تقوٰی اور حیا اور غذائے حلال اور حضرت ابنِ عباسؓ سے

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کمال کا حال پوچھا، آپ نے فرمایا کہ حق کہنا اور صدق کے ساتھ عمل کرنا اور حضرت جنیدؒ اس جملے کی تفسیر میں لیسال الصادقین عن صدقہم فرماتے ہیں کہ جو لوگ اپنے عندیے میں صادق ہیں ان کے صدق کا حال خدا کے نزدیک پوچھا جاوے گا اور یہ معاملہ پُر خطر ہے۔

حق گوئی

نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَفْضَلُ الْجِہَادِ کَلِمَۃُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَابِرٍ۔ بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔ حجاج کا ظلم وستم دُنیا میں مشہور ہے۔ گو اس زمانہ کے بادشاہ باوجود ظلم وستم کے دین کی اشاعت کا کام بھی کرتے تھے لیکن پھر بھی دیندار اور عادل بادشاہوں کے لحاظ سے وہ بدترین شمار ہوتے تھے اور اس وجہ سے لوگ اُن سے بیزار تھے۔ سعید بن جبیرؓ نے بھی ابن الاشعث کے ساتھ مل کر حجّاج کا مقابلہ کیا حجّاج عبدالملک بن مروان کی طرف سے حاکم تھا۔ سعید بن جبیر مشہور تابعی ہیں اور بڑے علماء میں سے ہیں۔ حکومت اور بالخصوص حجّاج کو ان سے بغض وعداوت تھی اور چونکہ مقابلہ کیا تھا اس لئے عداوت کا ہونا بھی ضروری تھا۔ مقابلہ میں حجّاج اُن کو گرفتار نہ کرسکا۔ یہ شکست کے بعد چھپ کر مکّہ مکرّمہ چلے گئے۔ حکومت نے اپنے خاص آدمی کو مکّہ کا حاکم بنایا اور پہلے حاکم کو اپنے پاس بُلالیا۔ اس نئے حاکم نے جاکر خطبہ پڑھا جس کے اخیر میں عبدالملک بن مروان سے بادشاہ کا یہ حکم بھی سنایا۔ "جو شخص سعید بن جبیرؓ کو ٹھکانا دے اُس کی خیر نہیں۔ اس کے بعد اس حاکم نے خود اپنی طرف سے بھی قسم کھائی کہ جس کے گھر سے وُہ ملے گا اس کو قتل کیا جائے گا اور اُس کے گھر کو نیز اس کے پڑوسیوں کے گھر کو بھی ڈھاؤں گا۔ غرض بڑی دِقّت سے مکّہ کے حاکم نے اُن کو گرفتار کرکے حجّاج کے پاس بھیج دیا۔ اُس کو غصّہ نکالنے اور اُن کو قتل کرنے کا موقع مل گیا۔ سامنے بلایا اور پوچھا :۔ حجّاج :۔ تیرا نام کیا ہے ؟ سعید :۔ میرا نام سعید ہے۔ حجّاج :۔ کس کا بیٹا ہے ؟ سعید :۔ جبیر کا بیٹا ہوں۔ (سعید کا ترجمہ نیک بخت ہے اور جبیر کے معنی اصلاح کی ہوئی چیز) اگرچہ ناموں میں معنی اکثر مقصود نہیں ہوتے لیکن حجاج کو ان کے نام کا اچھے معنی والا ہونا پسند نہیں آیا۔ حجاج :۔ نہیں تو شقی بن کسیر ہے (شقی کہتے ہیں

بدبخت کو اور کسیر ٹوٹی ہوئی چیز) سعید:۔ تو میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھیں۔ حجاج:۔ تو بھی بدبخت اور تیری ماں بھی بدبخت۔ سعید:۔ غیب کا جاننے والا تیرے علاوہ کوئی اور ہے۔ (یعنی علام الغیوب) حجاج:۔ تو اب میں تجھ کو زندگی کے بدلے کیسا جہنّم رسید کرتا ہوں۔ سعید:۔ اگر میں جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو تجھ کو معبود بنا لیتا۔ حجاج:۔ حضورؐ کی نسبت تیرا کیا عقیدہ ہے۔ سعید:۔ وُہ رحمت کے نبی تھے اور اللہ کے رسُول تھے جو بہترین نصیحت کے ساتھ تمام دُنیا کی طرف بھیجے گئے۔ حجاج:۔ خلفاء کی نسبت تیرا کیا خیال ہے؟ سعید:۔ میں اُن کا محافظ نہیں ہوں۔ ہر شخص اپنے کیے کا ذمّہ دار ہے حجاج:۔ میں ان کو بُرا کہتا ہوں یا اچھا۔ سعید:۔ جس چیز کا مجھے علم نہیں میں اس میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ مجھے اپنا ہی حال معلوم ہے۔ حجّاج:۔ اِن میں سب سے پسندیدہ تیرے نزدیک کون ہے؟ سعید:۔ جو سب سے زیادہ میرے مالک کو راضی کرنے والا تھا۔ بعض کتب میں بجائے اس کے یہ جواب ہے "ان کے حالات بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔ حجاج:۔ سب سے زیادہ راضی رکھنے والا کون تھا؟ سعید:۔ اس کو وہی جانتا ہے جو دِل کے بھیدوں اور چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہے۔ حجاج:۔ میں قیامت میں کیسا آدمی ہوں گا؟ سعید:۔ میں اس سے کم ہوں کہ غیب پر مطلع کیا جاؤں۔ حجاج:۔ تُو مجھ سے سچ بولنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ سعید:۔ میں نے جھوٹ بھی نہیں کہا حجاج:۔ تو کبھی ہنستا کیوں نہیں؟ سعید:۔ کوئی بات ہنسنے کی دیکھتا نہیں اور وُہ شخص کیا ہنسے جو مٹی سے بنا ہو اور قیامت میں اس کو جانا ہو اور دُنیا کے فتنوں میں دِن رات رہتا ہو۔ حجّاج:۔ میں تو ہنستا ہوں۔ سعید:۔ اللہ نے ایسے ہی مختلف طریقوں میں ہم کو بنایا ہے۔ حجاج:۔ میں تجھے قتل کرنے والا

ہوں۔ سعید:۔ میری موت کا سبب پیدا کرنے والا اپنے کام سے فارغ ہو چکا۔ حجاج:۔ میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہوں۔ سعید:۔ اللہ پر کوئی بھی جرأت نہیں کر سکتا جب تک کہ اپنا مرتبہ معلوم نہ کر لے۔ اور غیب کی اللہ ہی کو خبر ہے۔ حجاج:۔ میں کیوں جرأت نہیں کر سکتا حالانکہ میں جماعت کے بادشاہ کے ساتھ ہوں اور تو باغیوں کی جماعت کے ساتھ ہے۔ سعید:۔ میں جماعت سے علیحدہ نہیں ہوں اور فتنہ کو خود بھی پسند نہیں کرتا اور جو تقدیر میں ہے اُس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ حجاج:۔ ہم جو کچھ امیر المومنین کے لئے جمع کرتے ہیں اُس کو تو کیسا سمجھتا ہے۔ سعید:۔ میں نہیں جانتا کہ کیا جمع کیا (حجاج نے سونا چاندی اور کپڑے وغیرہ منگا کر اُن کے سامنے رکھ دیئے) سعید:۔ یہ اچھی چیزیں ہیں اگر اپنی شرط کے مطابق ہوں۔ حجاج:۔ شرط کیا ہے؟ سعید:۔ یہ کہ تو اِن سے ایسی چیزیں خریدے جو بڑے گھبراہٹ کے دن یعنی قیامت کے دِن امن پیدا کرنے والی ہوں جس دِن ہر دُودھ پلانے والی دُودھ پیتے کو بھول جائے گی اور حمل گر جائیں گے اور آدمی کو اچھی چیز کے سوا کچھ بھی کام نہ دے گی۔ حجاج:۔ ہم نے جو جمع کیا یہ اچھی چیز نہیں؟ سعید:۔ تو نے جمع کیا تو ہی اُس کی اچھائی کو سمجھ سکتا ہے حجاج:۔ کیا تو کوئی چیز اس میں سے اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ سعید:۔ میں صرف اُس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو اللہ پسند کرے۔ حجاج:۔ تیرے لئے ہلاکت ہو۔ سعید:۔ ہلاکت اُس شخص کے لئے ہے جو جنت سے ہٹا کر جہنم میں داخل کر دیا جائے۔ حجاج:۔ (دِق ہو کر) بتلا کہ میں تجھے کس طریقہ سے قتل کروں۔ سعید:۔ جس طرح سے قتل ہونا اپنے لئے پسند ہو۔ حجاج:۔ کیا تجھے مُعاف کر دُوں؟ سعید:۔ معافی اللہ کے یہاں کی معافی ہے تیرا مُعاف کرنا کوئی چیز بھی نہیں۔ حجاج نے جلاد کو حکم دیا کہ اِس کو قتل کر دو۔ سعید باہر لائے گئے اور ہنسے۔ حجاج

کو اس کی اطلاع دی گئی۔ پھر بُلایا اور پُوچھا۔ حجاج :۔ تو کیوں ہنسا؟ سعید :۔ تیری اللہ پر جرأت اور اللہ تعالیٰ کے تجھ پر حلم سے۔ حجاج :۔ میں اس کو قتل کرتا ہُوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کی، پھر جلاد سے خطاب کر کے کہا۔ میرے سامنے اس کی گردن اڑاؤ۔ سعید :۔ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں؟ نماز پڑھی اور پھر قبلہ رُخ ہو کر وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ پڑھا یعنی میں نے اپنا منہ اس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان زمین بنائے اور میں سب طرف سے ہٹ کر ادھر متوجہ ہوا اور نہیں ہُوں مشرکین میں سے۔ حجاج :۔ اس کا مُنہ قبلہ سے پھیر دو اور نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دو کہ انہوں نے بھی اپنے دین میں تفریق کی اور اختلاف پیدا کیا۔ چنانچہ فوراً آپ کا مُنہ پھیر دیا گیا۔ سعید :۔ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ الْكَافِيْ بِالسَّرَائِرِ۔ جدھر تم مُنہ پھیرو اُدھر بھی خدا ہے جو بھیدوں کا جاننے والا ہے۔ حجاج :۔ اوندھا ڈال دو (یعنی زمین کی طرف مُنہ کر دو) ہم تو ظاہر پر عمل کرنے کے ذمّہ دار ہیں۔ سعید :۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ ہم نے زمین ہی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ تمہیں اٹھائیں گے۔ حجاج :۔ اِسے قتل کر دو۔ سعید :۔ میں تجھے اس بات کا گواہ بناتا ہُوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تُو اِس کو محفوظ رکھنا جب میں تجھ سے قیامت کے دِن ملوں گا تو لے لوں گا۔ اِس کے بعد وہ شہید کر دیئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اُن کے انتقال کے بعد بدن سے خون بہت زیادہ نکلا جس سے حجاج کو بھی حیرت ہُوئی۔ اپنے طبیب سے اِس کی وجہ پُوچھی۔ اُس

نے کہا کہ ان کا دل نہایت مطمئن تھا اور قتل کا ذرا بھی خوف ان کے دل میں نہیں تھا۔ اِس لئے خون اپنی اصلی مقدار پر قائم رہا۔ بخلاف اور لوگوں کے کہ خوف سے اُن کا خون پہلے ہی خشک ہو جاتا ہے۔ مروی ہے کہ ہشام بن عبدالملک بادشاہ حج کے لئے آیا۔ جب مکہ معظمہ میں داخل ہوا تو کہا کہ کسی شخص کو صحابہ میں سے میرے پاس لاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ وہ انتقال کر گئے۔ اس نے کہا کہ کسی تابعی کو لاؤ تو حضرت طاؤس یمنی کو لوگ بُلا لاتے۔ جب آپ ہشام کے سامنے گئے تو جوڑا فرش کے کنارا کے اُوپر اُتارا اور امیر المومنین کہہ کر سلام نہ کیا بلکہ یوں کہا کہ اے ہشام سلام علیک اور نہ اُن کی کنیت ذکر کی اور بعد سلام کے اس کے مقابل بیٹھ گئے اور پوچھا اے ہشام تم کیسے ہو؟ سُلطان ان کی حرکات سے افروختہ ہوا۔ یہاں تک کہ قصد مار ڈالنے کا کیا۔ مگر لوگوں نے کہا کہ یہ تو حرم خدا اور حرم رسول میں ہے یہ نہیں ہو سکتا اُس نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کیا کیا۔ اُس کو اور بھی غصہ زیادہ ہُوا اور کہا کہ تم نے میرے سامنے جوڑا اتارا اور میرے ہاتھ کو بوسہ نہ دیا۔ اور مجھ کو امیر المومنین کہہ کر سلام نہ کیا اور میری کنیت نہ بیان کی اور میرے مقابل بدون اجازت بیٹھ گئے اور پُوچھا کہ ہشام تم کیسے ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ جوڑا اتارنے کا حال یہ ہے کہ رب العزت کے سامنے ہر روز پانچ بار اُتارتا ہوں وہ مجھ پر نہ خفا ہوتا ہے اور نہ سزا دیتا ہے اور بوسہ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے سُنا ہے کہ مرد کے لئے حلال نہیں کہ کسی کے ہاتھ کو بوسہ دے۔ بجز اپنی بی بی کے براہ شہوت اور اپنی اولاد کے بطور رحمت اور یہ جو کہتے ہو کہ مجھ کو امیر المومنین کہہ کر سلام نہ کیا تو اس کا سبب یہ ہے کہ سب آدمی تمہاری حکومت سے راضی نہیں اِس لئے مجھ کو اچھا نہ معلوم ہُوا کہ جھُوٹ بولوں اور کنیت نہ

بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے نام تو لیے ہیں اور فرمایا یا داؤد یا یحییٰ یا عیسیٰ اور اپنے دشمنوں کو کنیت سے ذکر فرمایا جیسے تبت یدا ابی لہب اور یہ جو کہتے ہو کہ میرے سامنے بیٹھ گئے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ تم جب کسی دوزخی کو دیکھنا چاہو تو ایسے شخص کو دیکھ لو کہ خود بیٹھا ہو اور لوگ اس کے اردگرد کھڑے ہوں۔ ہشام یہ باتیں سن کر بولا کہ آپ مجھ کو نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰؓ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ دوزخ میں پہاڑوں کی چوٹیوں کی مانند سانپ ہیں اور بچھو ہیں جو خچروں کے برابر ہیں وہ ان امیروں کو کاٹیں گے جو اپنی رعیت میں عدل نہیں کرتے۔ پھر آپ وہاں سے اٹھ کر جلدی سے چل دیئے۔ اور کہتے ہیں کہ حطیطہ زیات کو حجاج کے سامنے لاتے جب وہ رُوبرو ہوا تو حجاج نے پوچھا کہ حطیطہ تو ہی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ تیرا دل جو چاہے پوچھ لے کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے مقام ابراہیمؑ پر تین عہد کر لئے ہیں۔ ایک یہ کہ مجھ سے سوال ہو گا تو میں سچا جواب دوں گا۔ دوم اگر مجھ پر مصیبت ہو گی تو صبر کروں گا۔ سوم اگر عافیت سے رہوں گا تو شکر کروں گا۔ اس نے کہا کہ تو میرے باب میں کیا کہتا ہے۔ کہا کہ یہ کہتا ہوں کہ تو زمین میں خدا تعالیٰ کے دشمنوں میں سے ہے۔ لوگوں کی ہتک عزت کرتا ہے اور تہمت پر قتل کرتا ہے۔ حجاج نے کہا کہ امیرالمومنین عبدالملک بن مروان کے باب میں کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ کہتا ہوں کہ اس کا جرم تجھ سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس کی ساری خطاؤں میں سے ایک تو ہی ہے۔ حجاج نے حکم دیا کہ اس شخص کو عذاب دو۔ چنانچہ عذاب ہونے لگا۔ آخر کو یہ نوبت ہوئی کہ بانس کو چیر کر اس کی کھپاچیں اس کے گوشت پر رکھ کر رسیوں سے باندھ دیں پھر

ایک ایک کھپاچ گھسیٹنی شروع کی یہاں تک کہ گوشت سب اُدھڑ گیا مگر اس
نے اُف نہ کیا۔ حجاج سے کہا گیا کہ اب وہ حالتِ نزع میں ہے۔ اس موذی
نے کہا کہ اُس کو اُٹھا کر بازار میں پھینک دو۔ جعفر کہتے ہیں کہ میں اور اس کا
ایک رفیق اس کے پاس گئے اور پُوچھا کہ حطیطہ تیری کوئی حاجت ہے۔ اس
نے کہا کہ پانی پینا چاہتا ہُوں۔ ہم نے پانی لا دیا۔ اس نے اس کو پی کر کاسۂ موت
ساتھ ہی پی لیا۔ اس کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ اللہ تعالیٰ اُس پر رحمت کرے
خلیفہ مہدی جب مکۂ معظمہ میں آیا تو کچھ عرصہ تک ٹھہرا۔ پھر جب طواف کرنے
لگا تو لوگوں کو خانہ کعبہ کے پاس سے ہٹا دیا۔ حضرت عبداللہ بن مرزوق نے
جست کر کے اُس کا گریبان پکڑ کر ہلایا اور فرمایا کہ دیکھ کیا کرتا ہے۔ تجھ کو اس
گھر کا مستحق زیادہ کس نے بنایا ہے کہ جو کوئی دُور یا نزدیک سے اُس کے پاس
پہنچے تو تو اُس کو خانہ کعبہ تک نہ جانے دے اور بیچ میں روک دے۔ حالانکہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سواء العاکف فیہ والباد۔ یہ استحقاق تجھ کو کس نے دیا
خلیفہ اُن کا مُنہ تاکنے لگا اور ان کو پہچانتا تھا اِس لئے کہ وُہ اس کے باپ دادا
کے موالی میں سے تھے کہنے لگا کون ہے عبداللہ بن مرزوق۔ آپ نے کہا کہ
ہاں خلیفہ اُن کو گرفتار کر کے بغداد میں لے آیا اور اس کو اچھا نہ جانا کہ اُن کو سزا
ایسی دے جس سے عوام میں اُن کی ذِلت ہو۔ اس نظر سے ان کو گھوڑوں کے
طویلہ میں بند کر دیا کہ اُن کی لاتوں اور ٹاپوں میں کچل جائیں اور ایک کاٹنے والا
گھوڑا اُن کے پاس کر دیا تا کہ اُن کو کاٹ کھائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھوڑے
کو ان کا رام کر دیا۔ کسی طرح کی اُن کو تکلیف نہ ہُوئی۔ راوی کہتا ہے کہ پھر خلیفہ نے
اُنکو ایک حجرہ میں بند کر کے اس کی کنجی آپ لے لی۔ تین روز کے بعد اس میں سے
نکل کر باغ میں داخل ہُوئے اور وہاں سے سبزہ کھانے لگے۔ مہدی کو جو آپ

کی اطلاع ہوئی آپ سے کہا کہ تم کو کس نے نکالا۔ فرمایا کہ جس نے مجھ کو بند کیا تھا اسی نے نکال دیا۔ پوچھا بند کس نے کیا تھا فرمایا جس نے نکال دیا خلیفہ بہت بھپکا اور چیخا کہ تم کو خوف نہیں کہ میں تم کو جان سے مار ڈالوں گا۔ آپ نے اپنا سر اس کی طرف اٹھا کر فرمایا کہ اگر موت و حیات تمہارے قبضہ میں ہوتی تو البتہ میں ڈرتا، غرضیکہ آپ محبوس رہے یہاں تک کہ مہدی مر گیا۔ پھر لوگوں نے ان کو رہا کر دیا تو آپ مکہ معظمہ کو واپس آئے اور اسی اثناء میں آپ نے نذر کی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ مجھ کو اس کے ہاتھ سے رہائی دیگا تو میں سو اونٹ قربان کروں گا۔ پس تدبیر کر کے نذر اپنی پوری کی۔ محمد بن واسعؒ بلال ابی بردہ کے پاس گئے اس نے عرض کیا کہ تقدیر میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے ہمسایہ میں اہل قبور ہیں۔ ان کی حالت سوچو۔ اس خیال میں تم تقدیر کا حال پوچھنا بھول جاؤ گے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میرے چچا محمد بن علی نے کہا کہ میں ابو جعفر منصور کی مجلس میں تھا اور اس میں ابن ابی ذئبؒ بھی تھے اور حسن بن زید حاکم مدینہ منورہ موجود تھا کہ اس اثناء میں غفاری قوم آئی اور حسن بن زید کی کچھ شکایت خلیفہ سے کی۔ حسن نے کہا کہ اے امیر المومنین ان کا حال ابن ابی ذئبؒ سے دریافت فرمایئے کہ یہ کیسے لوگ ہیں۔ خلیفہ نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ قوم لوگوں کی ہتک عزت کرتی ہے اور ان کو بہت ایذا دیتی ہے۔ خلیفہ نے غفاریوں سے کہا کہ تم نے سنا کہ یہ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ ان سے حسن کا حال بھی پوچھیئے۔ خلیفہ نے پوچھا کہ اے ابن ابی ذئبؒ حسن کے باب میں تم کیا کہتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ناحق حکم کرتا ہے اور اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ خلیفہ نے حسن سے کہا کہ تم نے سنا کہ تمہارے باب میں کیا کہا۔ حالانکہ ابن ابی ذئبؒ مرد نیک بخت

ہے۔ حسن نے کہا کہ یا امیر المومنین ان سے اپنا حال تو دریافت فرمائیے۔ خلیفہ نے آپ سے پوچھا کہ میرے باب میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ اس سے مجھے معاف رکھیے۔ خلیفہ نے کہا کہ تم کو قسم ہے خدا کی ضرور کہو۔ آپ نے فرمایا کہ تم قسم دے کر مجھ سے پوچھتے ہو۔ گویا اپنا حال تم خود نہیں جانتے۔ خلیفہ نے پھر اصرار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے یہ مال حق طور پر نہیں لیا ناحق لیا اور اُن لوگوں میں صرف کیا جو اس کے اہل نہ تھے اور میں گواہ ہوں کہ ظلم تمہارے دروازے پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ سُن کر منصور اپنی جگہ سے سرکا یہاں تک کہ ابن ابی ذئبؒ کی گردن اپنے ہاتھ سے پکڑ لی اور کہا کہ یاد رکھو کہ اگر میں یہاں نہ بیٹھا ہوتا تو فارس اور روم یہ جگہ تم سے چھین لیتے۔ ابن ابی ذئبؒ نے کہا کہ یا امیر المومنین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم بھی تو حاکم تھے۔ اور انہوں نے مال کو حق طور پر وصول کیا اور برابر تقسیم کیا اور فارس اور روم کی گردنیں پکڑ کر ان کی ناکیں رگڑ دیں۔ منصور نے آپ کی گردن چھوڑ دی اور رخصت کیا کہ بخدا اگر میں یہ نہ جانتا ہوتا کہ تم سچ کہتے ہو تو تم کو مار ڈالتا۔ ابن ابی ذئبؒ نے کہا کہ واللہ یا امیر المومنین کہ میں تمہارے فرزند مہدی سے بھی زیادہ تمہارا خیر خواہ ہوں۔ جب ابن ابی ذئبؒ منصور کی مجلس سے نکلے تو سفیان ثوریؒ اُن کو ملے اور کہا کہ جو کچھ تم نے اس سے گفتگو کی مجھ کو خوش معلوم ہوتی لیکن مجھ کو یہ کہنا تمہارا بُرا معلوم ہوا کہ تم نے اس کے لڑکے کو مہدی کہا۔ ابن ابی ذئبؒ نے کہا کہ خدائے تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔ میری غرض یہ نہیں تھی کہ مہدی مشتق ہدایت سے ہو بلکہ اس نظر سے مہدی کہا کہ سب انسان منسوب بسوئے مہدی ہیں

حضرت حسن بصریؒ کے فرمودات

حضرت حسن بصریؒ کے مواعظ اپنی دل آویزی اور دل نشینی کے علاوہ

اُس دَور کی فصیح و بلیغ زبان اور اعلیٰ ادب کا نمونہ ہیں۔ ایک موقع پر اہلِ زمانہ پر تبصرہ، صحابہ کرام کا تذکرہ اور اسلامی اخلاق کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:۔
ہائے افسوس: لوگوں کو امیدوں اور خیالی منصوبوں نے غارت کیا۔ زبانی باتیں ہیں، عمل کا نام ونشان نہیں۔ علم ہے مگر اُس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے صبر نہیں۔ ایمان ہے مگر یقین سے خالی۔ آدمی بہت نظر آتے ہیں مگر دماغ نایاب۔ آنے جانے والوں کا شور ہے مگر ایک بندۂ خدا ایسا نظر نہیں آتا جس سے دل لگے لوگ داخل ہوتے اور پھر نکل گئے۔ انہوں نے سب کچھ جان لیا پھر مُکر گئے۔ انہوں نے پہلے حرام کیا پھر اسی کو حلال کر لیا۔ تمہارا دِین کیا ہے؟ زبان کا ایک چٹخارہ۔ اگر پوچھا جاتا ہے کیا تم روزِ حساب پر یقین رکھتے ہو؟ تو جواب ملتا ہے کہ ہاں ہاں! قسم ہے روزِ جزا کے مالک کی، غلط کہا۔ مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ قوی فی الدین۔ جو صاحب ایمان و یقین ہو اُس کے علم کے لئے حلم اور اس کے حِلم کے لئے علم باعث زینت ہو۔ عقلمند ہو لیکن نرم خو۔ اُس کی خوش پوشی اور ضبط اس کے فقر و افلاس کی پردہ داری کرے دولت ہو تو اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پاتے۔ خرچ کرنے میں شفیق خستہ حالوں کے حق میں رحیم و کریم۔ حقوق کی ادائی میں کشادہ دست و فراخدل انصاف میں سرگرم و ثابت قدم۔ کسی سے نفرت ہو تو اُس کے حق میں زیادتی نہ ہونے پاتے۔ کسی سے محبّت ہو تو اُس کی مدد میں حدِ شریعت سے نہ بڑھنے پاتے۔ نہ عیب چینی کرتا ہو۔ نہ طنز و اشارہ نہ طعن و تشنیع۔ نہ لایعنی سے اُس کو کچھ کام ہو۔ نہ لہو و لعب سے دلچسپی، چغلخوری نہیں کرتا۔ جو اُس کا حق نہیں، اُس کے پیچھے نہیں پڑتا۔ جو اُس پر واجب آتا ہے اُس کا اِنکار نہیں کرتا۔ معذرت میں حد سے نہیں بڑھتا۔ دُوسرے کی مصیبت سے خوش نہیں ہوتا۔ دُوسرے

کی معصیت سے اس کو مسرت نہیں ہوتی۔ مومن کی نماز میں خشوع اور نمازوں کا ذوق ہوتا ہے۔ اس کا کام شفاء کا پیام، اس کا صبر، تقویٰ، اس کا سکوت سراسر غور و فکر۔ اُس کی نظر سراپا درس و عبرت ہے۔ علماء کی صحبت اختیار کرتا ہے علم کی خاطر۔ خاموش رہتا ہے تو اس لئے کہ (گناہوں) اور گرفت سے محفوظ رہے۔ بولتا ہے تو اس لئے کہ کچھ (ثواب) کمائے اور فائدہ حاصل کرے۔ نیکی کر کے اُس کو خوشی ہوتی ہے۔ غلطی ہو جاتی ہے تو استغفار کرتا ہے۔ شکایت کرتا ہے اور اُس کے دل میں کسی کی طرف سے رنج آتا ہے تو معافی تلافی کر لیتا ہے۔ اس سے کوئی جہالت کرتا ہے تو وہ تحمل اور عقل سے کام لیتا ہے۔ ظلم کیا جاتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے۔ کوئی اس کے حق میں ناانصافی کرے تو وہ انصاف کو نہیں چھوڑتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پناہ نہیں لیتا اور اُس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا۔ مجمع میں باوقار تنہائی میں شکر گزار۔ رزق پر قانع، آرام و عیش کے زمانہ میں شاکر، مصیبت اور آزمائش کی گھڑیوں میں صابر۔ غافلوں میں ذاکر۔ ذاکروں میں ہو تو استغفار میں شامل یہ تھی شان اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی۔ اپنے درجوں اور مرتبہ کے مطابق۔ جب تک دنیا میں رہے اسی شان سے رہے۔ اور جب دنیا سے گئے تو اسی آن بان سے گئے۔ مسلمانو! تمہارے سلف صالحین کا یہ نمونہ تھا۔ جب تم نے اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ بدل دیا تو اللہ نے بھی تمہارے ساتھ اپنا معاملہ بدل دیا۔

اِن اللّٰہ لایُغیر ما بِقومٍ حتیٰ یغیروا ما بانفسھم واذا اراد اللّٰہ بقوم سُوءً افلا مرد لہ وما لھم مِن دُونِہٖ مِن وّالٍ (اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک کہ لوگ خود اپنی (صلاحیت) کی حالت کو نہیں بدل دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کرتا ہے تو پھر اُس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اور کوئی خدا کے سوا اُن کا مددگار نہیں

رہنا۔ ایک دُوسرے موقع پر مومنین کے اوصاف بیان کرتے ہُوئے فرماتے ہیں مومنین (اوّلین) کے کان میں جب خدا کی یہ پکار پہنچی تو انہوں نے اسی وقت اس کی تصدیق کی اور اس پر لبیک کہا۔ اُس کا یقین اُن کے دِلوں کی گہرائی میں اُتر گیا۔ اُن کے دِل، اُن کے بدن اور اُن کی نگاہیں خدُا کی عظمت اور ہیبت میں جُھک گئیں۔ بخدا میں جب اُن کو دیکھتا تو صاف معلوم ہوتا کہ دین کے حقائق اور غیب کی باتیں گویا اُن کی آنکھوں دیکھی حقیقتیں ہیں، اُن کو بحث و مباحثہ اور فضول باتوں سے کچھ کام نہ تھا۔ اُن کو تو خدا سے ایک چیز پہنچی اور انہوں نے جان لی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اُن کا بہترین سراپا کھینچا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "رحمٰن کے بندے وُہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں" آیت میں "ہونا" کا لفظ آیا ہے۔ "ہون" کے معنی کلامِ عرب میں نرمی سکینت اور وقار کے ہیں۔ پھر فرمایا "اور جب اُن سے بے سمجھ لوگ بات کریں تو کہتے ہیں سلام ہے یعنی وہ ضابطہ وحلیم ہیں۔ جہالت پر نہیں اُترتے اور اگر کوئی دُوسرا جہالت پر اُتر آتے تو اُن کے حِلم و وقار میں فرق نہیں آتا۔ یہ لوگ اللہ کے بندوں کے ساتھ کام کی بات سُننے کے لئے دِن گزارتے تھے۔ پھر اُن کی بڑی اچھی راتیں گزرتی تھیں جن کی اللہ تعالیٰ خود تعریف کرتا ہے"۔ وُہ لوگ اپنے رب کے سامنے سجدہ میں اور کھڑے ہو کر رات گزارتے ہیں۔ واقعی یہ لوگ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاتے چہروں کو خاک پر رکھ دیتے اور سجدہ میں پڑ جاتے۔ اُن کے رخساروں پر آنسوؤں کا تار بندھ جاتا۔ اللہ کا خوف اُن کی آنکھوں کو اشکبار رکھتا۔ آخر کوئی تو بات تھی جس کے لئے وُہ راتیں آنکھوں میں کاٹ دیتے۔ کوئی تو بات تھی جس کے باعث وُہ دِن میں سہمے سہمے رہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور وُہ لوگ جو کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب دُور کر دے۔ بے شک اس

کا عذاب بڑا تاوان اور بلائے جان ہے۔" آیت میں غرام کا لفظ آیا ہے۔ جو مصیبت انسان کو لاحق ہو اور ٹل جائے۔ اُس کو عرب غرام نہیں کہتے۔ غرام وُہ مصیبت ہے جو قیامت تک اِنسان کے سر سے نہ ٹلے۔ قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ اللہ کے بندے (اپنے قول اور اپنے دین میں) سچّے اور پکّے ثابت ہُوئے اور جو انہوں نے زبان سے کہا تھا اس پر عمل کیا لیکن افسوس تم صِرف تمنّاؤں میں مشغول ہو۔ لوگو! اِن خالی تمناؤں سے باز آؤ۔ اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی بندے کو محض اُس کی تمنا پر دُنیا و آخرت کی کوئی چیز نہیں عطا فرمائی۔ اِس تقریر کے آخر میں فرمایا (اور اکثر مواعظ کے بعد فرماتے) کہ اِس وعظ و نصیحت میں تو کوئی کمی نہیں لیکن دِلوں میں زندگی بھی تو ہو۔

اُن کی حق گوئی و بیباکی

اُن کے کمالات، فصاحت و بلاغت، تبحّرِ علمی اور تقریر و تاثیر ہی تک محدود نہ تھے بلکہ وُہ اپنے زمانہ میں حق گوئی و بیباکی، اخلاقی جرأت و شجاعت میں بھی ممتاز تھے۔ انہوں نے خلیفۂ وقت یزید بن عبدالملک پر برملا تنقید کی۔ ایک موقع پر برسرِ درس کسی شخص نے سوال کیا کہ اُس کے فتن (یزید ابن المہلب اور ابن الاشعث کی شورش) کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ "نہ اُس کا ساتھ دو، نہ اُس کا ساتھ دو۔" ایک شامی نے کہا۔ اور نہ امیر المومنین کا؟ یہ سُن کر آپ کو غصہ آ گیا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ہاں نہ امیر المومنین کا، ہاں نہ امیر المومنین! حجّاج کی تلوار اور سفاکی مشہور ہے مگر حسن کی زبان اُس کے زمانہ میں بھی اظہارِ حق سے باز نہ آئی۔ اور اُس کے متعلق بھی انہوں نے اپنے ضمیر اور عقیدہ کے خلاف کوئی بات نہیں کہی۔ سلام اور مہربانی ہو اللہ کے دوست پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

خوفِ خدا

معرفت سے بُعد کی دلیل باطل پر نظر کرنا ہے۔ خدا کے دوست پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا۔ خُدا کے اطاعت گزار دُنیا کو نظر انداز کر کے خُدا ہی سے اُنس کرتے ہیں۔ بندہ کو خوف رجا سے زیادہ ہونا چاہیئے کیونکہ جہنم سے گزر کر ہی جنت میں جانا پڑے گا۔ عارف قربِ الٰہی کی وجہ سے بہت خوفزدہ رہتا ہے۔ شجر معرفت کو فکر کے پانی اور شجر غفلت کو نادانی کے پانی اور شجر توبہ کو ندامت کے پانی اور شجر محبت کو موافقت کے پانی سے سیراب کرنا چاہیئے (ملامت عاشقوں کے لئے ایک تر و تازہ باغ، دوستوں کے لئے مایہ تفریح، مشتاقوں کے لئے راحت اور مریدوں کے لئے سرور ہے۔

پیغمبروں اور فرشتوں کی حکایات و روایات

حضرت عائشہ رضؓ روایت کرتی ہیں کہ جب ہوا بدلتی تھی اور آندھی چلتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل جاتا تھا اور کھڑے ہو کر حجرے میں پھرنے لگتے تھے اور باہر اندر جاتے تھے یہ سب باتیں خدائے تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ہوتی تھیں اور ایک بار آپ ایک آیت سورۂ حاقہ کی پڑھ کر بیہوش ہو گئے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وخر موسیٰ صعقا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صورت جبرئیل علیہ السلام کی زمین بطحا میں دیکھی اور بیہوش ہو گئے اور روایت ہے کہ آپ جب نماز میں ہوتے تھے تو آپ کے سینے کا جوش ہنڈیا کے جوش کی طرح سُنائی دیتا تھا اور آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل کبھی نہیں آئے مگر اس صورت سے کہ خوفِ خدائے جبار سے کانپتے تھے اور روایت ہے کہ جب شیطان مردود ہوا تو حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہ السلام نے رونا شروع کیا ان کو وحی آئی کہ تم اتنا کیوں روتے

ہوا اُنہوں نے عرض کیا کہ الٰہی ہم تیرے ڈر سے بے خوف نہیں حکم ہوا کہ تم
ایسے ہی رہو میرے مکر سے بے خوف نہ ہو اور محمد بن منکدر روایت کرتے
ہیں کہ جب دوزخ پیدا ہوئی تو فرشتوں کے دل اپنی جگہوں سے اڑ گئے مگر
جب نبی آدمؑ پیدا ہوئے تو پھر اپنی جگہ آگئے اور حضرت انسؓ سے روایت
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ
کیا بات ہے کہ میں نے میکائیل علیہ السلام کو ہنستے نہیں دیکھا انہوں نے کہا کہ
جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے وہ کبھی نہیں ہنستے اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ
کے کچھ فرشتے ہیں کہ جب سے آگ پیدا ہوئی ہے وہ نہیں ہنستے اس خوف
سے کہ کہیں خدائے تعالیٰ ہم پر غُصّہ ہو کر اسی سے ہم کو عذاب نہ دیوے اور
حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہم رکاب باہر نکلا یہاں تک کہ آپ کسی باغ میں انصار کے تشریف لاتے
اور خرما اٹھا کر کھانا شروع کیا اور مجھ کو فرمایا کہ تم کیوں نہیں کھاتے میں نے
عرض کیا کہ مجھ کو اس کی بھوک نہیں آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اس کی اشتہا ہے
اور یہ چوتھا روز تھا کہ میں نے غذا نہیں چکھی اور نہ مجھ کو ملی اور اگر میں اپنے
پروردگار سے مانگتا تو وہ مجھ کو روم اور فارس کی سلطنت عنایت فرما دیتا۔ اے
ابن عمرؓ تمہارا کیا حال ہو گا جب تم ایسے لوگوں میں رہو گے جو اپنی خوراک برس
دن ذخیرہ کر رکھیں گے اور ان کے دل میں یقین کمزور ہو گا حضرت ابن عمرؓ
فرماتے ہیں کہ ہم وہاں سے نہ ٹلے تھے کہ اتنے میں یہ آیت اتری وکاین من
دابہ لاتحمل رزقہا اللہ یرزقہا دایاکم وہوالسمیع العلیم آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے تم کو مال دابنے اور شہوات کے اتباع کا حکم نہیں دیا جو شخص دینار اس
لئے دیتا ہے کہ اس سے اس کی غرض حیات ناپائیدار ہو تو زندگی اللہ کے

قبضے میں ہے خبردار رہو کہ میں نہ دینار جمع کرتا ہوں نہ درم نہ کل کے لئے رزق کا
ذخیرہ کرتا ہوں اور ابودردا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نماز میں
کھڑے ہوتے تھے تو ان کے دل کا جوش خدا کے خوف سے ایک کوس کے
فاصلے سے سنائی دیتا تھا اور حضرت مجاہدؒ فرماتے تھے کہ حضرت داؤد علیہ السلام
چالیس روز سجدے میں رویا کئے اور اپنا سر نہ اٹھاتے تھے یہاں تک کہ اُن
کے آنسوؤں سے سبزہ جم آیا اور اُس میں اُن کا سر چھپ گیا آواز آئی کہ اے
داؤد اگر تو بھوکا ہے تو کھانا ملے اور پیاسا ہے تو پانی پلایا جاوے اور ننگا
ہے تو کپڑا دیا جاوے آپ نے ایسی ڈھاڑ ماری کہ آپ کے خوف کی حرارت
سے لکڑی جل گئی پھر اللہ تعالیٰ نے اُن پر توبہ اور مغفرت اتاری عرض کیا کہ
الٰہی میرا گناہ میرے ہاتھ میں کر دے فوراً ان کا گناہ ان کی ہتھیلی میں لکھ گیا تو
جب کھاتے یا پیتے یا اور کسی مطلب کے واسطے ہاتھ بڑھاتے تھے اس خطا
کو دیکھ کر روتے تھے راوی کہتے ہیں کہ پانی کا پیالہ جو ان کے سامنے آتا تھا
تو تہائی خالی ہوتا تھا جب اپنی خطا آپ دیکھتے تو ہونٹوں سے ملانے تک
آنسوؤں سے لبریز ہو جاتا اور یہ بھی آپ کے احوال میں مروی ہے کہ کبھی
اپنا سر مارے حیا کے آسمان کی طرف نہیں اٹھایا یہاں تک کہ وفات پائی
اور دُعا میں یوں عرض کیا کرتے کہ الٰہی اگر میں اپنی خطا یاد کرتا ہوں تو زمین
باوجود وسعت کے مجھ پر تنگ ہوتی ہے اور جب تیری رحمت کو یاد کرتا ہوں
تو جان میں جان آتی ہے تُو پاک ہے بارخدایا میں تیرے بندوں میں سے
جو طبیب ہیں اُن کے پاس گیا کہ میری خطا کا علاج کریں وہ سب کے سب
تجھے ہی بتلاتے ہیں تو خرابی ہے اُس کی جو تیری رحمت سے آس توڑے
اور حضرت فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک روز حضرت

داؤد علیہ السلام نے اپنا گناہ یاد کیا اسی وقت چیختے اپنا ہاتھ سر پر رکھے اٹھے
یہاں تک کہ پہاڑوں میں چلے گئے آپ کے درندے اکٹھے ہوتے آپ نے
فرمایا تم چلے چلو مجھے تم سے کچھ مطلب نہیں مجھ کو وہی چاہیئے جو اپنی خطا پر رو
دے تو میرے سامنے روتا ہی آوے اور جو خطاوار نہیں اس کا داؤد خطادا
کے پاس کیا کام ہے اور جب کہ آپ کو کوئی کثرت گریہ کرنے سے منع کرتا تو
فرماتے کہ مجھ کو رونے دو پہلے اس سے کہ رونے کا دن ہاتھ سے جاتا رہے
اور ہڈیاں جل جاویں اور آتشیں بھڑک اٹھیں اور پیشتر اس سے کہ میں حوالہ ایسے
فرشتوں کے ہوں جن کی شان یہ ہے۔ ملآئکہ غلاظ شدا ولا یعصون اللہ ما امرہم
ویفعلون مایومرون اور عبدالعزیز بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت داؤد علیہ
السلام سے خطا ہوئی تو آپ کی آواز آسمان پر گئی آپ نے عرض کیا کہ الٰہی
صدیقین کی آواز صاف ہے اور میرا گلہ پڑ گیا اور روایت ہے کہ جب آپ
بہت روتے اور کچھ فائدہ نہ ہوا تو آپ کا دل تھک گیا اور بہت رنج ہوا
جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی تو میرے رونے پر رحم نہیں کرتا حکم ہوا کہ اے
داؤد اپنا گناہ بھول گیا رونا یاد ہے عرض کیا کہ اے اللہ اے میرے آقا اپنے
گناہ کو کیسے بھولوں گا میرا تو یہ حال تھا کہ جب زبور پڑھتا تھا تو پانی اور ہوا چلنے
سے رک جاتے تھے اور پرندے میرے سر پر سایہ کرتے تھے وحشی میری محراب
میں مانوس ہوتے تھے اے اللہ اب یہ کونسی وحشت ہے جو مجھ میں اور تجھ میں
ہے حکم ہوا اے داؤد وہ انس طاعت تھا اور وحشت گناہ کی ہے اے داؤد
آدم ایک میری مخلوق ہے جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح
اس میں پھونکی اور اپنے فرشتوں سے اس کو سجدہ کرایا اور اپنے اکرام کا خلعت
اس کو پہنایا اور تاج اپنے وقار کا اس کے سر پر رکھا اور مجھ سے شکایت تنہائی

کی کی تو اس کا جوڑا اپنی لونڈی حوا کو بنایا اور اپنی جنت میں اُس کو رہنے دیا مگر
جب اُس نے نافرمانی کی تو اس کو اپنے پاس سے ننگا اور ذلیل کر کے نکال
دیا اے داؤد میرا قول سُن اور میں سچ کہتا ہوں کہ تُو نے ہماری طاعت کی تو
ہم نے تیرا کہنا کیا اور جو مانگا سو دیا اور نافرمانی کی تو ہم نے چھوڑ دیا اور باوجود
اس کے اگر تُو ہماری طرف رجوع کرے گا ہم تجھ کو قبول کریں گے اور یحییٰ
بن ابی کثیر رح فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام
جب نوحہ کرنا چاہتے تھے تو سات روز پیشتر نہ کچھ کھاتے تھے نہ پیتے تھے
نہ عورتوں کے پاس جاتے تھے جب ایک روز رہتا تھا تو ان کے لئے ایک
منبر جنگل میں نکالا جاتا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم کرتے تھے کہ شہروں
اور حوالی شہروں میں اور جنگلوں اور پہاڑوں اور ٹیلوں اور بُت خانوں اور
کینسوں سے پکار کریں کہ لوگو جس کو حضرت داؤد کا نوحہ اپنے نفس پر سننا منظور
ہو وہ آئے تو جنگلوں اور ٹیلوں سے وحشی اور ریگستانوں سے درندے اور
پہاڑوں سے جانور اور گھونسلوں سے پرند اور باکرہ عورتیں اپنے پردوں سے
آتی تھیں اور لوگ وہاں جمع ہوتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام آکر منبر پر
چڑھتے تھے اور آپ کے گرد بنی اسرائیل ہوتے تھے اور ہر ایک قسم علیحدہ
آپ کے گرد ہوتی تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے سر پر کھڑے ہوتے
تھے اوّل آپ خدا کی ثنا شروع کرتے تھے اور لوگ رونے میں چیخیں اور دھاڑیں
مارنے لگتے تھے پھر آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو زمین کے اندر
کے رہنے والے جانور اور کچھ وحشی درندے اور آدمی مرجاتے تھے پھر قیامت
کی دہشتوں اور اپنے اوپر نوحہ کا بیان فرماتے تھے تو ہر قسم کے جانداروں میں
سے پرے کے پرے الٹ جاتے تھے جب حضرت سلیمان علیہ السلام مُردوں

کی کثرت دیکھتے تھے تو والد بزرگ وار کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ آپ نے
سننے والوں کے ٹکڑے بکھیر دیے اور بنی اسرائیل میں سے بہت سے گروہ مر
گئے اور وحوش و حشرات زمین سے بہت سے فنا ہوئے تب آپ دُعا مانگنی
شروع کرتے وہ دعا ہی میں ہوتے تھے کہ کوئی بنی اسرائیل عابد ان کو پکارتا تھا کہ اے
داؤدؑ جزا کے مانگنے میں آپ نے جلدی فرمائی یہ سُن کر آپ بیہوش ہو کر گر پڑتے
تھے جب حضرت سلیمانؑ آپ کا یہ حال دیکھتے تھے تو ایک چارپائی لاتے اور
اُس پر اُن کو اٹھاتے پھر ایک پکارنے والے کو فرماتے کہ یوں پکارے کہ اگر
کسی کا دوست و آشنا یا قریب داؤد کے ساتھ میں تھا تو وہ چارپائی لے کر اسے
اٹھالادے کیوں کہ جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کو جنّت اور دوزخ کے
بیان نے مار ڈالا تو عورت چارپائی لاتی اور اپنے رشتہ دار کو اس پر اٹھاتی
اور کہتی کہ اے وہ شخص جس کو ذکر دوزخ نے مار ڈالا ہے اے وہ شخص جس کو
خوف خدا تعالیٰ نے فنا کیا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کو جب افاقہ ہوتا تو
کھڑے ہوتے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوتے اپنے عبادت خانے میں جاکر
دروازہ بند کر لیتے اور کہتے کہ اے داؤد کے مالک کیا تو داؤد سے ناراض ہے
اور اسی طرح مناجات میں رہتے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام دروازہ پر آکر اندر
آنے کا اذن چاہتے اور ایک ٹکیہ جَو کی لے کر اندر جاتے اور عرض کرتے بابا
جان اس کو کھا کر جو بات چاہتے ہو اس کی قوّت پیدا کر لو آپ اس میں سے
کسی قدر کھاتے پھر بنی اسرائیل میں نکل کر رہتے اور یزید رقاشی راوی ہیں کہ
حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز چالیس ہزار آدمیوں سے نکلے کہ ان کو وعظ
سناتے تھے ان میں سے تیس ہزار مر گئے اور دس ہزار کے ساتھ آپ واپس
آئے اور آپ کی دو لونڈیاں تھیں کہ اُن کے یہ کام سپرد تھا کہ جب آپ پر خوف

آنا اور گر کر تڑپنے تو وہ دونوں سینے اور پاؤں پر بیٹھ جاتیں کہ کہیں جوڑ علیحدہ ہو کر مر نہ جاویں اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہ السلام بیت المقدس کے اندر آٹھ برس کی عمر میں گئے عابدین کو دیکھا کہ بال اور اون کے کپڑے پہنے ہیں اور ان میں سے جو نہایت کوشش کرنے والے ہیں ان کو دیکھا کہ اپنے گلے کی ہڈیوں کو چیر کر ان میں زنجیر ڈال رکھی ہے اور اپنے آپ کو بیت المقدس کے کونے میں باندھ رکھا ہے ان کو دیکھ کر آپ کو ہول ہوئی اور اپنے ماں باپ کی طرف رجوع کیا کچھ لڑکوں پر آپ کا گزر ہوا کہ وہ کھیل رہے تھے انہوں نے آپ کی خدمت میں یہی عرض کیا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو آپ نے فرمایا کہ میں اس واسطے نہیں پیدا ہوا کہ کھیلوں گھر پر آکر ماں باپ سے عرض کیا کہ مجھ کو کرتا بالوں کا بنا دو انہوں نے بنا دیا آپ بیت المقدس کو چلے آئے دن کو اس کی خدمت کرتے اور رات کو وہاں ہی کاٹ کر صبح کر دیتے یہاں تک کہ ان پر پندرہ برس گزر گئے تب آپ بیت المقدس سے نکل کر پہاڑوں اور گھاٹیوں کے غاروں میں جا رہے آپ کے ماں باپ ڈھونڈنے نکلے ان کو بحیرۂ اُردن پر پایا کہ پانی میں پاؤں تر کر رکھے ہیں اور پیاس کی شدت سے گویا جان نکلی جاتی ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ قسم ہے تیری عزت اور بزرگی کی کہ ٹھنڈا پانی نہ پیوں گا جب تک مجھ کو یہ معلوم نہ ہو کہ تیرے نزدیک میرا ٹھکانا کہاں ہے آپ کے ماں باپ ایک جو کی ٹکیا ساتھ لے گئے تھے ان سے کہا کہ اس میں سے کھا کر پانی پینا چاہیئے انہوں نے منظور کیا اور حکم کی تعمیل کی اور اپنی قسم کا کفارہ دیا اس لئے اللہ تعالیٰ کی تعریف میں وبرا بوالدیہ فرمایا غرض کہ ان کو ماں باپ بیت المقدس کو ہٹا لاتے تو آپ کا دستور تھا کہ جب نماز میں پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ درخت اور پتھر رونے لگتے اور حضرت ذکریا

علیہ السلام بھی آپ کے رونے سے اس قدر روتے کہ بیہوش ہوجاتے اور ہمیشہ اسی طرح رویا کرتے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے ان کے رخساروں کا گوشت جاتا رہا اور دیکھنے والوں کو آپ کی ڈاڑھیں معلوم ہونے لگیں ان کی ماں نے ان سے فرمایا کہ بیٹا اگر تم کہو تو کوئی ایسی چیز تمہارے لئے بنادوں جس سے تم اپنی ڈاڑھیں لوگوں کی نظر سے چھپاؤ آپ نے عرض کیا کہ بہتر انہوں نے دو پھل نمدے کے لے کر آپ کے گالوں کو چمٹا دئے پس جب نماز کو کھڑے ہوتے تو روتے اور جب وہ پھل آنسوؤں سے بھیگ جاتے تو ان کی مادرِ مشفقہ ان کو نچوڑ ڈالتیں جب آنسو اپنی ماں کے ہاتھوں پر بہتے دیکھتے تو فرماتے کہ الٰہی یہ میرے آنسو ہیں اور یہ میری ماں ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تو ارحم الراحمین ہے پس ایک روز حضرت ذکریا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جانِ پدر میں نے تو خدا سے یہ دُعا مانگی تھی کہ تجھ کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے اور تو رویا ہی کرتا ہے تیرے حال زار سے ہم کو کیسے چین ہو انہوں نے فرمایا کہ بابا جان حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا ہے کہ جنت اور دوزخ کے بیچ میں ایک جنگل ہے جس کو بجز رونے والوں کے اور کوئی طے نہ کرے گا حضرت ذکریاؑ نے فرمایا کہ تو بیٹا اب رویا کرو میرا اطمینان ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے گروہ حوارین خدا کا خوف اور جنت کی محبت اس بات کے باعث ہے کہ مشقت پر صبر کیا جاوے اور دُنیا سے دُور رہیں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جَو کا کھانا اور خس و خاشاک پر کتّوں کے ساتھ سو رہنا جنت کی تلاش میں ایک ادنیٰ بات ہے اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیلؑ جب خُدا کو یاد کرتے تھے بیہوش ہوجاتے تھے اور آپ کے دل کی تڑپ ایک کوس یکسر سنی جاتی تھی اس وقت آپ کے

پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لاتے اور کہتے کہ خدائے تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے کبھی دیکھا کہ کوئی خلیل اپنے خلیل سے ڈرتا ہو آپ فرماتے کہ اے جبرئیل جب میں اللہ کو یاد کرتا ہوں تو اپنی خلت بھول جاتا ہوں حاصل یہ کہ انبیاء کا یہ حال تھا جو تو نے سنا اس میں خوب سوچنا چاہیئے کہ جب یہ لوگ تمام خلقت سے خدائے تعالیٰ کے عارف اور اس کی صفات کے عالم تھے ان کا یہ حال تھا تو ہم کو کس طرح رہنا چاہیئے سعدی فرماتے ہیں شعر

بجائیکہ دہشت خورند انبیاء تو عذر گناہاں چہ داری بیا

حضرت یحییٰ صلوات اللہ علیہ وسلم جب بچہ ہی تھے اتنا روتے تھے کہ ان کے رخسار کا گوشت اور چمڑا جگہ جگہ چھل گیا تھا۔ الغرض ایک روز وہ ایک پہاڑ پر سر بسجود ہو کر گریہ وزاری کر رہے تھے ٹھیک اسی وقت ان کی والدہ پہنچ گئیں اور ان کو اس حال میں دیکھ کر شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے سمجھا کہ ملک الموت آپہنچا یہ اسی کا ہاتھ ہے۔ انہوں نے کہا ذرا صبر کرو میں اپنی ماں سے ملاقات کر لوں جیسے ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام نے یہ بات کہی، ان کی والدہ نے ایک نعرہ لگایا اور کہا اے ماں کی جان! میں ملک الموت نہیں ہوں تمہاری ماں ہوں میرے ساتھ آؤ اٹھو کھانا تیار ہے الغرض حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنی ماں کے حکم کے خلاف نہ کر سکے اور ان کے ساتھ گھر آتے اُن کی ماں نے اُن کو سمجھانا شروع کیا کہ اے یحییٰ تم ابھی بچہ ہو ابھی تم سے کوئی گناہ نہیں سرزد ہوا ہو گا اس قدر گریہ زاری کیوں کرتے ہو اور اپنے کو اور اپنی ماں کو اس قدر پریشان کئے ہوتے ہو آنامت رو جب ان کی ماں نے یہ بات کہی تو یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا بات تو آپ ٹھیک کہتی ہیں ماں لیکن کل قیامت کے دن جب دوزخ کے تیز شعلے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیں گے تو آپ صرف

دیکھتی رہ جائیں گی لیکن بچا نہیں سکیں گی ماں نے جواب دیا یہ تو ہے بیٹے، پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ماں آپ کے لئے مناسب نہیں کہ مجھ کو خدا کے خوف اور گریہ وزاری سے روکیں کیونکہ آج مجھ کو کچھ تدبیر کرنی ضروری ہے کہ کل قیامت کے دن دوزخ کے شعلوں کی دستبرد سے محفوظ رہوں۔

صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین کے شدت خوف کا ذکر

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ایک پرند کو دیکھ کر اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا جو میں تجھ جیسا پرند ہوتا اور آدمی نہ ہوتا اور حضرت ابوذر رضؓ نے فرمایا کہ میں یہ بات چاہتا ہوں کہ کاش میں درخت ہوتا اور کوئی کاٹ ڈالتا اور ایسا ہی حضرت طلحہ رضؓ نے فرمایا ہے اور حضرت عثمان رضؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اٹھایا نہ جاؤں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں نسیاً منسیاً ہو جاؤں اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ جب کوئی آیت قرآن مجید کی سنتے تو مارے خوف کے بیہوش ہو کر گر پڑتے اور پھر چند روز اُن کی عیادت ہُوا کرتی اور ایک روز آپ نے ایک تنکا زمین پر سے اٹھایا اور کہا کہ کیا خُوب ہوتا جو میں تنکا ہوتا کاش میں کوئی چیز مذکور نہ ہوتا کاش میں نسیاً منسیاً ہوتا کاش میری ماں مجھ کو نہ جنتی۔ آپ کے منہ پر آنسوؤں کے دو کالے خط تھے اور فرماتے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہ اپنا غصہ نہیں نکالتا اور جو کوئی اس سے تقویٰ کرتا ہے وہ اپنی جی چاہتی بات نہیں کرتا اور اگر قیامت نہ ہوتی تو ہم کچھ اور ہی ڈھنگ دیکھتے اور جب آپ نے سورہ کورت پڑھی اور اس آیت پر پہنچے واذا الصحف نشرت بیہوش ہو کر گر پڑے اور ایک روز ایک شخص کے مکان کے

پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہا تھا اور سورۃ طور پڑھتا تھا آپ کھڑے ہو کر سننے لگے۔ جب اُس نے پڑھا' ان عذاب ربک الواقع مالہ من (دافع) تو اپنی سواری سے اُترے اور ایک دیوار سے تکیہ لگا کر تھوڑی دیر ٹھہرے پھر مکان کو چلے آئے اور مہینہ بھر بیمار رہے لوگ عیادت کو آتے مگر کسی کو نہ معلوم تھا کہ آپ کو کیا مرض ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ نے نماز فجر کے سلام کے بعد فرمایا اس وقت کہ کچھ آپ کو رنج تھا اور اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے کہ میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے لیکن آج کوئی چیز ایسی نہیں دیکھتا جو اُن کی سی ہو اُن کا دستور تھا کہ پراگندہ موزہ رنگ غبار آلودہ رہتے ان کی آنکھوں کے بیچ میں بکریوں کے زالو کا سا گھٹا تھا رات کو اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ کرتے اور کھڑے رہتے۔ خدا کی کتاب پڑھتے عبادت میں پیشانی اور پاؤں پر نوبت بنوبت زور دیتے اور جب صبح ہوتی تو جیسے تیز ہوا سے درخت ہلتا ہے۔ اس طرح کانپتے آنکھوں میں سے اتنے آنسو بہاتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے اور اب تو بخدا کہ گو میں ایسے لوگوں میں ہوں جو رات کو خواب خرگوش میں رہتے ہیں پھر آپ اُٹھ کھڑے ہوتے اور جب تک کہ آپ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا کبھی کسی نے اس تقریر کے بعد ہنستے نہ دیکھا اور عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ میں اچھا سمجھتا ہوں کہ راکھ ہو جاؤں اور میرے اجزا ہوائیں آندھی کے دن میں منتفرق کر دیں اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کا قول ہے کہ مجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں مینڈھا ہوں اور میرے گھر والے مجھ کو ذبح کریں اور کھالیں اور میرا شوربا پی لیں اور حضرت امام زین العابدینؓ جب وضو کرتے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا اُن کے گھر والے پوچھتے کہ وضو کے وقت آپ کا یہ کیا حال ہوتا ہے تو آپ فرماتے کہ تم کو معلوم ہے کس کے سامنے میں کھڑا ہو آچاہتا ہوں اور موسیٰ بن مسعودؓ

کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت سفیان ثوریؒ کے پاس بیٹھتے تو اُن کے خوف کو دیکھ کر یہ جانتے کہ گویا آگ ہمارے چار طرف محیط ہے اور ایک روز مضر قاری نے پڑھا ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون پس عبد الواحدؒ بن زید اتنا روتے کہ غش آگیا جب افاقہ ہوا تو کہا کہ قسم ہے تیری عزت کی اپنے مقدور بھر کبھی تیری نافرمانی نہ کروں گا تو اپنی توفیق سے مجھ کو اپنی طاعت پر مدد کر اور مسعود بن مخرمہؒ شدت خوف کے باعث کلام مجید کچھ نہیں سُن سکتے تھے جب کوئی ایک حرف یا ایک آیت پڑھتا تو ایک چیخ مارتے اور کتنی دن تک ہوش نہ آتا تھا۔ ایک روز ایک شخص قبیلہ خشعم سے آیا اور ان کے پاس یہ آیت پڑھی یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو مجرمین میں ہوں متقی نہیں ہوں۔ ذرا قاری صاحب پھر سے تو پڑھیے اس نے پھر پڑھا وہ ایک نعرہ مار کر سفر آخرت کر گئے اور یحییٰ رونے والے کے سامنے کسی نے یہ آیت پڑھی۔ ولو تری اذ وقفوا علیٰ ربھم انہوں نے ایک چیخ ماری کہ اس سے چار مہینے بیمار رہے بصرہ کے نواح تک کے لوگ اُن کی بیمار پرسی کو آتے اور حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں طواف خانہ کعبہ کا کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت عابدہ کعبہ کا پردہ پکڑے کہہ رہی ہے کہ الٰہی بہت سی شہوتوں کی لذت تو جاتی رہی عذاب اُن کا باقی رہا الٰہی تیرے پاس سوائے دوزخ کے کیا اور کوئی سزا اور ادب کی چیز نہیں اور یہ کہہ کر روتی تھی اسی طرح روتے روتے صبح کر دی میں نے یہ حال دیکھ کر اپنے ہاتھ سر پر رکھ کر چیخ ماری کہ وائے ہمارے حال پر اور روایت ہے کہ حضرت فضیلؒ عرفہ کے روز خوب پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے اور لوگ دُعا مانگ رہے تھے کہ جب آفتاب قریب بغروب ہوا تو اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑ کر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا کہ اگر تو بخش بھی دے گا تب بھی مجھ کو تجھ سے

بڑی حیا ہے پھر لوگوں کے ساتھ وہاں سے چلے اور کسی نے حضرت عباس رضؓ سے حقیقت خائفین کی پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ خائف وہ ہیں جن کے دِل خوف سے خوش ہیں اور آنکھیں روتی ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کیسے خوش ہوں اس صورت میں کہ موت پیچھے لگی ہے اور قبر سامنے ہے اور قیامت ہمارا وعدہ گاہ ہے اور دوزخ پر کہ ہمارا راستہ ہے اور خدائے تعالیٰ کے سامنے ہم کو کھڑا ہونا ہے اور حضرت حسن بصریؒ ایک جوان پر گزرے کہ اپنی ہنسی میں ڈوبا ہوا تھا اور ایک مجلس میں لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا آپ نے اس سے فرمایا کہ تو پُل صراط پر کو گزرا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ تو جنت میں جاوے گا یا دوزخ میں۔ اُس نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ پھر یہ ہنسی کیسی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ پھر اُس شخص کو کسی نے ہنستے نہ دیکھا اور حماد بن عبد رضؓ جب بیٹھتے گویا نصف کھڑے ہیں اگر کوئی اُن سے کہتا کہ آپ اطمینان سے بیٹھیں تو فرماتے کہ اطمینان کا بیٹھنا نڈر شخص کا ہوتا ہے۔ میں تو بے خوف نہیں اِس لئے کہ خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور حضرت عمرؒ بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کے دلوں پر غفلت ڈال دی ہے، یہ بھی رحمت ہے تاکہ خوفِ خُدا سے مر نہ جاویں اور حضرت مالک بن دینار رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ جب مروں گا لوگوں سے کہہ دوں گا کہ میرے بیڑیاں اور طوق ڈال کر مجھ کو خُدا کے پاس ایسی طرح لے جاویں جیسے کسی بھاگے ہوئے غلام کو آقا کے سامنے لے جاتے ہیں اور حاتم اصمؒ فرماتے ہیں کہ کسی مکان اصلح پر فریفتہ مت ہو کہ جنت سے زیادہ اصلح کوئی جگہ نہیں مگر آدم کا حال اس میں جو ہُوا سو ہُوا اور نہ کثرت عبادت پر فریفتہ ہو کہ ابلیس کا حال بعد کثرت عبادت کے خود ظاہر ہے اور نہ کثرت علم سے مغرور رہو کہ بلعام اسمِ اعظم

اچھی طرح جانتا تھا مگر انجام اُس کا کیا ہوا اور نہ صلحا کی زیارت پر فریفتہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو بڑھ کر کسی کا رتبہ نہیں مگر بعض اقارب اور اعدا کو آپؐ کی زیارت کام نہ آئی اور سریؒ فرماتے ہیں کہ اپنی ناک کو دن میں کئی بار دیکھ لیتا ہوں اس خوف سے کہیں میرا مُنہ تو کالا نہیں ہو گیا اور ابو حفصؒ کہتے ہیں کہ چالیس برس سے میرا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو نگاہ غضب سے دیکھتا ہے اور میرے اعمال اس پر دلالت کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مبارک ایک روز اپنے یاروں میں نکلے اور فرمایا کہ رات تو میں نے اللہ پر بڑی جرآت کی کہ اس سے جنّت کا سوال کیا اور محمد بن کعب القرظی کی ماں نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ بیٹا میں تجھ کو جانتی ہوں کہ لڑکپن میں بھی پاک تھا اور بڑا ہو کر بھی اچھا رہا اور چونکہ رات دن تُو عبادت ہی کرتا ہے تو یہ ایک عمل گویا اپنے اُوپر مُہلک تُو نے رکھ لیا ہے اتنی مشقت کیوں کرتا ہے۔ اُنہوں نے کہا اے مادرِ مشفقہ میں کون سی بات سے اس امر سے نڈر ہو جاؤں کہ اگر خدا تعالیٰ نے مجھ کو کوئی گناہ کرتے دیکھ لیا ہو اور ناراض ہو گیا ہو اور یہ فرما دے کہ اپنی عزّت و جلال کی قسم میں تجھ کو نہیں بخشوں گا اور حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے نہ کسی نبی مرسل کا غبط ہوتا ہے۔ نہ فرشتے مقرب کا نہ کسی بندہ نیک کا کیونکہ ان لوگوں پر قیامت کو عذاب نہ ہو گا۔ مجھے تو غبط صرف اُس شخص کی ہے جو پیدا ہی نہیں ہوا اور روایت ہے کہ ایک جوان کو انصار میں سے خوف دوزخ ہوا تو ہمیشہ رویا کرتے یہاں تک کہ رونے کے باعث گھر سے باہر بھی نہ نکلے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے یہاں تشریف لاتے اور اُس کو گلے لگایا وہ اسی وقت مُردہ ہو کر گر پڑا۔ آپؐ نے لوگوں سے فرمایا کہ اپنے ساتھی کو تجہیز و تکفین کرو کہ خوف آتش نے اُس کے جگر کو ٹکڑے کر دیا ہے اور ابن ابی میسر اللہ کے حال میں کہتے ہیں کہ جب اپنے بستر پر آتے تو کہتے

کاش میری ماں مجھ کو نہ جنتی۔ اُن کی ماں نے کہا اے میسر اللہ تو کہتا ہے کہ اللہ نے تو تیرے اُوپر احسان کیا کہ تجھ کو مسلمان کیا پھر تو کیوں خائف ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اُس کے احسان میں شک نہیں مگر اُس نے ہم سے کہا ہے کہ ہم سب دوزخ میں جاویں گے اور یہ نہیں بیان کیا کہ اُس میں سے نکل آویں گے۔ اور فرقد سنجی کو کسی نے کہا کہ بنی اسرائیل کی کوئی بڑی عجیب خبر جو تمہیں پہنچی ہو ہم سے کہو جواب دیا کہ مجھے یوں خبر پہنچی ہے کہ بیت المقدس میں پانسو باکرہ عورتیں جن کا لباس کمبل اور ٹاٹ تھا آئیں اور خدا کے ثواب و عذاب کا آپس میں ذکر کیا اور سب کی سب ایک ہی روز میں مر گئیں اور حضرت عطائے سلمی بھی خائفین سے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے کبھی جنت کا سوال نہ کرتے صرف معاف کرنے کی درخواست کیا کرتے اور مرض میں اُن سے لوگوں نے کہا کہ آپ کا دل کس چیز کو چاہتا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ دوزخ کے خوف نے میرے دل میں کسی چیز کی خواہش کے لئے جگہ نہیں چھوڑی۔ کہتے ہیں کہ چالیس برس تک اُنہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف نہیں اٹھایا تھا نہ کبھی اس عرصے میں ہنستے تھے اور ایک روز جو سر آسمان کی طرف کیا تو اتنا ڈرے کہ گر پڑے اور انتڑی پھٹ گئی۔ آپ کا دستور تھا کہ رات کو کسی وقت اپنا جسم ٹٹولا کرتے اس خوف سے کہیں مسخ تو نہیں ہو گیا اور جب کبھی آندھی چلتی یا بجلی گرتی یا غلہ گراں ہوتا تو فرماتے کہ یہ سب آفتیں میرے ہی باعث ہیں اگر میں مر جاؤں تو لوگ راحت پاویں اور خود فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم عتبہ غلام کے ساتھ نکلے اور ہم میں ایسے جوان اور ادھیڑ لوگ تھے کہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے کثرت قیام سے اُن کے پاؤں سُوج گئے تھے اور آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں اور پوست استخوانوں پر جا لگا تھا رگیں تار تار کی طرح معلوم ہوتی تھیں ایسے ہو گئے تھے جیسے تربوز کے چھلکے اندر

کچھ نہیں ہوتا گویا قبروں سے نکلے ہیں یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت کرنے والوں کو کیسی بزرگی دی اور نافرمانوں کو کیسے ذلیل کیا اسی حال میں چلے جاتے تھے کہ یکایک اُن میں سے ایک شخص کا گزر ایک جگہ پر ہوا فوراً بیہوش ہو کر گر پڑا اُس کے ساتھی گرد بیٹھ کر رونے لگے۔ جاڑا بہت شدت سے تھا مگر اُس کی پیشانی سے پسینہ ٹپکتا تھا جب منہ پر پانی کا چھینٹا دیا تو اُس کو ہوش آیا اُس سے ماجرا پوچھا۔ اُس نے کہا میں نے اِس جگہ خدا کی نافرمانی کی تھی جگہ دیکھ کر مجھے یاد آگئی اور خوف سے یہ پچھاڑ کھائی اور صالح مری کہتے ہیں کہ میں نے ایک زاہد کے پاس یہ آیت پڑھی۔ یوم تقلب وجوہہم فی النار یقولون یالیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسول وہ شخص بیہوش ہو گیا اور پھر جو ہوش آیا تو کہا کہ اے صالح کچھ اور پڑھ مجھے رنج معلوم ہوتا میں نے کلما ان دوان بجز جوامنہا اعیدوا نہا پڑھا وہ شخص مُردہ ہو کر گر پڑا اور روایت ہے کہ زرارہ بن ابی اوفی نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی جب پڑھا فاذا نقر فی الناقور یہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور مر گئے اور یزید رقاشی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے یزید مجھ کو نصیحت کر اُنہوں نے کہا اے امیر المومنین تمہیں اوّل خلیفہ نہیں ہو کہ مرو گے یعنی تم سے پہلے بھی بہت خلیفہ مر گئے ہیں آپ روئے اور فرمایا کچھ اور نصیحت کیجئے فرمایا کہ امیر المومنین تمہارے اور حضرت آدمؑ کے درمیان تمہارا کوئی بزرگ ایسا نہیں جو مرا نہ ہو آپ روئے اور فرمایا کچھ اور فرمایئے اُنہوں نے فرمایا کہ امیر المومنین تمہارے اور جنت اور دوزخ کے درمیان میں کوئی منزل نہیں یہ سُن کر آپ بیہوش ہو گئے اور میمون بن مہران کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری وان جہنم لموعدہم اجمعین حضرت سلمان فارسیؓ نے چیخ ماری اور اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر باہر نکل گئے تین دن تک پتہ نہ ملا اور حضرت داؤد طائیؒ نے ایک عورت کو اپنے لڑکے کی قبر پر روتے دیکھا جو

یہ کہہ رہی تھی۔ بیٹا نا معلوم تیرے کونسے گال کو پہلے کیڑوں نے کھایا۔ وہ سنتے ہی اسی جگہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور روایت ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ بیمار پڑے ان کا قارورہ ایک رومی طبیب کو دکھایا گیا۔ اُس نے کہا کہ اس شخص کے جگر کو خوف نے ٹکڑے کر دیا ہے۔ پھر اگر نبض دیکھی تو کہا کہ ملت اسلام میں اس جیسا آدمی مجھے نہیں معلوم ہوا اور حضرت احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے دُعا مانگی کہ میرے اُوپر ایک دروازہ خوف کا کھول دے۔ دُعا مقبول ہوئی اور خوف کا دروازہ مفتوح ہوا کہ میں اپنی عقل پر ڈرا اور التماس کیا کہ الٰہی میری طاقت کے مقدار رہے تب میرا دل ساکن ہوا اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ گریہ کرو اور اگر نہ روؤ تو رونی صورت بناؤ کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس کے قبضے میں میرا دم ہے اگر تم کو علم ہو جاوے تو اتنا چیخو کہ گلہ پڑ جاوے اور نماز اتنی پڑھو کہ پیٹھ ٹوٹ جاوے۔ روایت کرتے ہیں کہ ارباب حدیث حضرت فضیل ابن عباسؓ کے دروازے پر جمع ہوئے۔ آپ نے ایک روشندان سے اُن کی طرف سر نکالا ڈاڑھی آپ کی ہلتی تھی اور روتے تھے فرمایا کہ لوگو قرآن پر مواظبت کرو اور نماز کو ہمیشہ پڑھو یہ وقت حدیث کا نہیں بلکہ یہ وقت رونے اور تفرع اور مسکنت اور ڈوبنے والے کی طرح دُعا مانگنے کا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنی جگہ کسی کو نہ بتاوے اور اپنے دل کا علاج کرے جو معلوم ہو اُس کو دستور العمل کرے جو نہ جانتا ہو اُس کو ترک کرے اور ایک بار آپ خوف کے مارے حیران چلے جاتے تھے اُن سے کسی نے پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں فرمایا میں نہیں جانتا اور ذر بن عمر نے اپنے باپ عمر بن ذر سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ اور کہنے والے کچھ کہتے ہیں تو کوئی نہیں روتا مگر جب تم کہتے ہو تو سب طرف سے آواز رونے کی سنتا ہوں۔ آپ نے

فرمایا کہ جس عورت کا بچہ جاوے اُس کا رونا اور جو اجرت لے کر روتے اُس کا رونا برابر نہیں ہوتا غرض یہ کہ گریہ خوف کو دل میں تاثیر زیادہ ہے اور حکایت ہے کہ کچھ لوگ ایک عابد کے پاس کھڑے ہوتے جو رو رہا تھا اُس سے پوچھا کہ خدا تم پر رحم کرے اس رونے کا باعث کیا ہے اُس نے کہا کہ ایک خوف ہے جس کو ڈرنے والے اپنے دلوں میں پاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کے سامنے پیش ہوتے وقت جو ندا ہوگی اُس کا خوف ہے اور خواصؒ روتے اور مناجات میں کہتے کہ الٰہی میں بوڑھا ہوا اور میرا بدن تیری خدمت سے کمزور ہو گیا تو مجھ کو آزاد کر دے اور صالح مری کہتے ہیں کہ ایک بار ابن السماک میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھ کو اپنی قوم کے عابدوں کی کچھ عجیب بات دکھلاویں اُن کو ایک محلے میں ایک شخص کے پاس لے گیا جو ایک جھونپڑے میں رہتا تھا۔ ہم نے اُس سے اجازت پاس آنے کی چاہی اور چلے گئے دیکھا تو ایک شخص چٹائی بنا رہا تھا۔ میں نے اُس کے سامنے یہ آیت پڑھی اذا الاغلال فی اعناقہم والسلاسل یسحبون فی الجمیم ثم فی النار یسجرون وہ شخص چیخ مار کر بیہوش ہو گیا ہم اُس کو ویسا ہی چھوڑ کر نکل آتے اور دوسرے کے گھر گئے۔ اُس کے پاس میں نے وہی آیت پڑھی وہ بھی چیخا اور بیہوش ہو کر گر گیا۔ وہاں سے ہم تیسرے کے پاس گئے اور اُس سے اجازت چاہی اُس نے کہا کہ اگر ہم کو ہمارے پروردگار سے نہ روکو تو چلے آؤ اُس کے پاس میں نے پڑھا ذلک لمن خاف مقامی وخاف وعید اُس نے ایک نعرہ مارا اور اُس کے نتھنوں سے خون نکلنے لگا اور اسی خون میں تڑپنے لگا یہاں تک کہ خون خشک ہو گیا اُس کو بھی ہم ویسا ہی چھوڑ آتے غرض کہ میں نے ابن السماک کو چھ شخصوں کے پاس پھرایا کہ ہر ایک کو بیہوش چھوڑ کر اُس کے پاس سے چلے آتے پھر میں اُن کو ساتویں کے پاس لایا اور اجازت چاہی تو ایک شخص نے جھونپڑے

کے اندر سے کہا کہ چلے آؤ دیکھا تو ایک پیر اپنے مصلے پر بیٹھا ہوا ہے اُس کو ہم نے سلام کیا وہ خبردار نہ ہوا میں نے بڑی آواز سے کہا کہ خبردار لوگوں کو کل کھڑا ہونا ہے۔ بوڑھے نے کہا کہ کمبخت کس کے سامنے اتنا کہہ کر حیران منہ کھڑا ہوا آنکھیں اُوپر کو رہ گئیں اور ایک آواز پست سے اوہ اوہ کرنے لگا یہاں تک کہ آواز بند ہو گئی اُس کی عورت نے کہا کہ اب اس کے پاس سے جاؤ کیونکہ اس وقت تم کو اس سے کچھ نفع نہ ہوگا اس کی حالت کچھ اور ہو گئی ہے۔ پھر کچھ دنوں بعد میں نے وہاں کے لوگوں سے اُن ساتوں کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ اُن میں سے تین تو اچھے ہو گئے اور تین جاں بحق ہوئے اور بوڑھے کا یہ حال ہوا کہ تین دن تک تو ویسا ہی حیران اور مبہوت رہا کہ فرض بھی نہیں پڑھتا تھا مگر بعد تین دن کے ہوش آیا اور روایت ہے کہ یزید بن الاسودؒ کو لوگ ابدال میں سے جانتے تھے انہوں نے قسم کھائی تھی کہ کبھی نہ ہنسوں گا نہ کبھی لیٹ کر سوؤں گا نہ کبھی گھی کی چیز کھاؤں گا اور اس قسم پر اپنے مرنے تک قائم رہے اور حجاج نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم کبھی نہیں ہنسے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہنسنے کی کیا صورت ہے دوزخ دھونک دی گئی ہے اور طوق تیار ہیں اور فرشتے دوزخ کے متعدد آمادہ کھڑے ہیں اور ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ اے ابوسعید آپ کو صبح کیسے ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ خیریت کے ساتھ اُس نے پوچھا کہ آپ کا حال کیا ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ تو میرا حال پوچھتا ہے یہ بتاؤ کہ اگر کچھ لوگ کشتی میں سوار ہو کر بیچ میں سمندر کے پہنچیں اور کشتی ٹوٹ جاوے اور ایک ایک آدمی ایک ایک تختے سے لگ جاوے تو اُن کا حال تمہارے ذہن میں کیسا ہے۔ اُس نے کہا کہ بہت سخت مصیبت کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو میرا حال ان کے حال سے بھی زیادہ سخت ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی ایک لونڈی

اُن کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سلام کر کے اُن کے گھر میں جو مسجد تھی اُس میں دو رکعتیں نماز کی پڑھیں اور پھر اُس کو نیند آ گئی اور سو رہی اور خواب ہی میں روتی جب جاگی تو آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا امیر المومنین میں نے اِس وقت عجیب معاملہ دیکھا آپ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے اُس نے کہا کہ میں نے دیکھا دوزخ دوزخیوں کے واسطے دھڑا دھڑ جل رہی ہے پھر پل صراط اُس کی پشت پر رکھا گیا آپ نے فرمایا کہ پھر کیا ہوا اُس نے کہا کہ پھر عبد الملک ابن مروان کو لاتے اور اُس پل پر اس کو چڑھایا وہ تھوڑا ہی جانے پایا تھا کہ پُل الٹ گیا اور دوزخ میں جا پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اُس نے کہا کہ پھر عبد الملک کے بیٹے ولید کو لاتے اور اُس کو پُل پر سوار کیا وہ بھی تھوڑی ہی دُور چلا تھا کہ پل نے کروٹ لی اور دوزخ میں جا پڑا آپ نے پوچھا کہ پھر اُس نے کہا کہ پھر سلیمان بن عبد الملک کو لاتے اور پُل پر چڑھایا وہ بھی تھوڑا ہی چلا تھا کہ پُل ترچھا ہو گیا اور وہ دوزخ میں گر پڑا۔ آپ نے پوچھا کہ پھر اُس نے کہا کہ پھر میں نے یہ دیکھا کہ آپ کو لاتے یہ اُس کا کہنا تھا کہ آپ نے ایک ایسی چیخ ماری کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور وہ لونڈی اُٹھی اور اُن کے کان میں پکار پکار کر کہنے لگی کہ اے امیر المومنین بخدا میں نے یہ دیکھا کہ آپ بچ گئے آپ نے نجات پائی ہر چند وہ کان میں چیختی رہی مگر آپ نعرے برابر مارتے تھے اور پاؤں ڈیدے مارتے تھے اور روایت ہے کہ حضرت اویس قرنی خاص کے پاس آتے اور اُن کے کلام سے روتے جب وہ دوزخ کا ذکر کرتے تو آپ چیخ مارتے پھر بھاگے چلے جاتے تو لوگ اُن کو دیوانہ کہتے اور حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ مومن کا خوف جب تک نہیں ٹھہرتا جب تک کہ دوزخ کے پُل کو اپنے پیچھے نہ چھوڑے اور حضرت طاؤس رحمتہ اللہ کے لئے بستر کیا جاتا تو لیٹتے اور گرم کڑاہی کے دانے کی طرح اُس پر اِدھر اُدھر لوٹتے پھر اُس پر سے اچھل کر اُس کو لپیٹ دھرتے اور

قبلہ کی طرف صبح تک متوجہ ہوتے اور کہتے رہتے کہ دوزخ کے بیان نے خوف والوں کی نیند اڑا دی اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ دوزخ میں سے ایک شخص ہزار برس کے بعد نکلے گا کیا اچھا ہو کہ وہ شخص میں ہوں اور یہ اس لئے فرمایا کہ خوفِ دوزخ میں ہمیشہ رہتے ۔ کہتے ہیں کہ آپ چالیس برس نہیں ہنسے اور راوی کہتے ہیں کہ جب میں ان کو بیٹھا دیکھتا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا قیدی ہے جو گردن مارنے کے لئے پکڑا ہوا آیا ہے اور اگر آپ وعظ فرماتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آخرت کو سامنے دیکھتے ہیں اور اس کا حال آنکھوں دیکھتے بیان کرتے ہیں اور جب چپ ہوتے تو گویا آنکھوں کے سامنے آگ بھڑک رہی ہے اور جب اُن پر شدت خوف و غم کا لوگوں نے عتاب کیا تو فرمایا کہ میں کیسے بے خوف ہو جاؤں۔ اُس سے کہ خدائے تعالیٰ نے اگر کوئی مجھ سے برائی دیکھ لی ہو اور مجھ کو برا جان کر فرمانے لگے کہ چلا جا میں تجھ کو نہ بخشوں گا تو پھر عمل کرنا میرا بے فائدہ ہے اور حضرت ابن السماکؒ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں وعظ کہا کہ ایک جوان اُن میں سے اٹھا اور کہا کہ تم نے آج ایک ایسا جملہ کہا کہ اگر ہم اُس کے سوا اور کچھ نہ سنیں تو کچھ پروا نہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا جملہ ہے اُس نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا ہے کہ خائفین کے دل کے دو خلود یعنی کہ ٹکڑے کئے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ یا جنت میں ہمیشہ رہنا یا دوزخ میں حضرت ابن السماکؒ فرماتے ہیں کہ پھر وہ چلا گیا اور دوسرے وعظ میں میں نے اس کو نہ پایا لوگوں سے اُس کا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ بیمار ہے میں اُس کی عیادت کو آیا اور پوچھا کہ بھائی تیرا کیا حال ہے اُس نے جواب دیا کہ لے ابو العباس یہ نوبت اسی تمہارے جملے سے ہوئی ہے کہ دو خلود یعنی خلود جنت خواہ خلود دوزخ نے خائفین کے دل ٹکڑے کر ڈالے ہیں پھر وہ شخص اسی مرض میں مر گیا میں نے اُس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعالیٰ

نے تجھ سے کیا معاملہ کیا اُس نے کہا کہ مجھ کو بخش دیا اور رحم کیا اور جنت میں داخل کیا
میں نے پوچھا کس وجہ سے کہا کہ اسی جملے کی بدولت حاصل۔ یہ کہ انبیا۔ اور اولیا اور
علما۔ اور صلحا سب کے خوف کا حال تم نے سنا جب اُن لوگوں کا یہ حال ہو تو ہم کو خوف
کرنا لائق تر ہے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ جب گناہ ہوں تب ہی خوف ہو بلکہ اگر قلب
صاف اور معرفت کامل ہو تب بھی خوف ہی چاہیئے ورنہ کثرت طاعت اور کمی گناہوں
کی بے خوف ہو جانے کی مقتضی نہیں بلکہ مامون ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس شہوات
کے مطیع ہوں اور بدبختی غالب اور غفلت اور سختی دل کے مارے اپنے احوال کو
نہ دیکھ سکتے ہوں نہ موت کے پاس آنے سے جاگیں اور نہ کثرت گناہوں سے ہلیں
نہ خائفین کا حال یہ دیکھ کر عبرت پکڑیں نہ اندیشہ خاتمہ کو دل میں جگہ دیں اِس صورت
میں اگر خدا ہی اپنے فضل سے ہمارے احوال کا تدارک فرما دے تو اصلاح ممکن
ہے اِس لئے اِسی بات کی دعا مانگتے ہیں اور عجیب تر بات یہ ہے کہ جب
ہم دُنیا میں مال کا ارادہ کرتے ہیں تو اُس کے کتنے لوازم جمع کرتے ہیں۔ زمین
جوتتے ہیں اور بوتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں اور خشکی و تری میں کیسی کیسی
اندیشہ ناک باتیں اختیار کرتے ہیں اور اگر علم میں کوئی مرتبہ حاصل کیا چاہتے ہیں
تو اُس کے واسطے کتنی مشقتیں اٹھاتے ہیں اور کتابوں کی بحث تکرار اور یاد کرنے
میں راتوں کو جاگتے اور کوشش کرتے ہیں رزق کی تلاش میں کیا کیا محنتیں کرتے
ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کفایت اور ضمانت روزی دینے کی فرمائی ہے اُس
پر یقین واثق کر کے گھر میں نہیں بیٹھتے اور بیٹھے بیٹھے خدائے تعالیٰ سے نہیں
عرض کرتے کہ الٰہی ہم کو روزی دے مگر جب ملک دائم اور سلطنت پائیدار آخرت
پر نظر کرتے ہیں تو اُس کے واسطے صرف اِسی پر کفالت کرتے ہیں کہ زبان سے کہہ
لیا کہ الٰہی تو معاف کر الٰہی تو رحم کر حالانکہ جس ذات کی طرف توقع ہے اور جس کے نام

سے دھوکا کھاتے ہوتے ہیں وہ یوں ارشاد فرماتا ہے وان لیس للانسان الاما سعیٰ اور ولایغرنکم باللہ الغرور اور یا ایھا الانسان ماغرک بربک الکریم۔ مقام غور ہے کہ اِن اقوال میں سے کسی سے بھی ہم کو تنبیہ ہوتی ہے کوئی بات بھی ہم کو ہمارے مغالطوں اور جھوٹی آرزوؤں سے نکالتی ہے۔ اگر خوب تامل کرو تو یہ کٹ رہنے کی بات ہے بشرطیکہ خدائے تعالیٰ اپنے فضل سے توبہ نصوح مرحمت فرمادے اور اُس کے باعث ہم کو پناہ دے۔ ہم خدا سے دُعا مانگتے ہیں کہ ہماری توبہ قبول کرے بلکہ یہ التجا ہے کہ شوق توبہ ہمارے دلوں کے اندر ڈال دے صرف زبانی حرکت توبہ کی دُعا کے لئے ہمارے واسطے کافی نہ فرماوے ورنہ ہم اُن لوگوں میں سے ہوجاویں گے جو کہتے ہیں اور نہیں کرتے اور سُنتے ہیں اور نہیں مانتے۔ جب وعظ سنا تو رو پڑے اور جب کام کا وقت آیا تو پہلو تہی کر گئے۔ اِس سے زیادہ رسوائی کی نشانی اور کیا ہوگی۔ خدائے تعالیٰ ہم کو توفیق اور رشد اپنے کرم و فضل سے عنایت کرے اب ہم احوال خائفین کی حکایت کو اسی قدر پر کفایت کرتے ہیں اور عیسیٰ بن مالک خولانی جو بڑے عمدہ عابدوں میں سے ہیں۔ ایک راہب کا حال کہتے ہیں کہ اُنہوں نے اُس کو بیت المقدس کے دروازے پر غمگین صورت بنائے کھڑا دیکھا سخت حیران تھا اور کثرت گریہ سے آنسو نہیں روکتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ جب میں نے اس کو دیکھا تو اُس کی صورت سے ڈر گیا اور اُس سے کہا کہ اے راہب! مجھے وصیت کر کہ تجھے یادگار رہوں اُس نے جواب دیا کہ اے عزیز کیا نصیحت تجھ کو کروں سو کی ایک یہ ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو ایسی طرح رہیو جیسے کسی کو چاروں طرف سے درندوں اور کیڑوں نے گھیر لیا ہو اور وہ ہراساں اور خائف رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ذرا سی غفلت ہو جاوے تو درندے چیر ڈالیں یا چوک جاوے تو نیشدار کیڑے کاٹ لیں غرض کہ رات بھر اُس کا دل خوف و ہراس ہی میں رہتا ہے گو مغالطہ کھانے والے

بے خوف ہوا کریں اور دن بھر رنج میں گزرتا ہے گو کہ لوگ خوش ہوا کریں پھر وہ راہب مجھے چھوڑ کر چلا میں نے کہا کہ کچھ اور نرم کہتے تو شاید مجھ کو زیادہ نفع ہوتا اُس نے کہا کہ پیاسے کو جتنا پانی مل جاتا ہے وہی کافی ہوتا ہے اور یہ اُس نے درست کہا اس واسطے کہ صاف دل کو تو تھوڑا سا خوف ہلا دیتا ہے اور کٹھل دل سے وعظ و نصیحت بے مراحل دُور رہتی ہے اور اُس نے جو مثال بیان کی کہ ایسی طرح رہیو جیسے وہ شخص جس کے چار طرف درندے اور زہریلے جانور رہوں تو اُس کو یوں نہ جاننا چاہیئے کہ یہ مثال فرضی ہے بلکہ یہ صورت واقعی ہے کیونکہ اگر آدمی غور عقل سے اپنے باطن کو دیکھے تو معلوم ہوگا کہ انواع و اقسام کے درندوں اور زہریلے جانوروں سے پُر ہے مثلاً غضب اور شہوت اور کینہ اور حسد اور کبر اور عُجب ریا وغیرہ جو ہمیشہ اس کو چیرتے اور نیش زنی کرتے رہتے ہیں بشرطیکہ ایک لحظہ بھی اُن سے غافل رہے مگر یہ کہ آدمی کو اُن کا گزند اور ایذا دُنیا میں نہیں سوجھتا جب پردہ اٹھا لیا جاوے گا اور آدمی قبر میں رکھا جاوے گا اُس وقت دیکھے گا کہ یہ سب صفات اپنے اپنے معانی کی صورت بن کر آویں گے اُس وقت یہ نظر آوے کہ سانپ اور بچھوؤں نے قبر میں آکر بدن کو گھیر لیا حالانکہ نہ سانپ ہوگا نہ بچھو بلکہ یہی صفات جو زندگی میں ہیں یہی ہوں گے اُن کی صورت اُس دن سوجھ پڑے گی پس اگر یہ منظور رہو کہ اُن کو مار ڈالنا چاہیئے اور اُن پر غالب ہونا چاہیئے حالانکہ مرنے سے بیشتر یہ بات آدمی کے اختیار میں ہے تو اُس سے ہرگز چوکنا نہ چاہیئے ورنہ اُن کا کاٹنا اور نوچنا خوب اچھی طرح دل میں ٹھان لینا چاہیئے۔ اے مخاطب تو میری ایک بات مان لے گا تو تمام آفتوں سے محفوظ ہو جائے گا۔ غور سے سُن تو اللہ کے کام میں لگ جاوہ تیرے کاموں میں لگ جاوے گا بستر اٹھا اور تبلیغ کے کام میں لگ جا یہی بچنے کی راہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو خدائے تعالیٰ اُس روز سایہ میں رکھے گا

جس روز سوا اُس کے سائے کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا اور اُن میں سے ایک شخص کو آپ نے فرمایا کہ ایک وہ ہوگا جو خدائے تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کر کے رووے اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا قول ہے کہ جو شخص رو سکے وہ رووے اور جس سے نہ ہو سکے وہ روتی صورت بنائے اور حضرت محمد بن منکدرؒ جب روتے تو اپنے چہرے اور ریش پر آنسو مل لیتے اور فرماتے کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ جس جگہ آنسو لگ جاویں گے وہاں آتش دوزخ نہ پہنچے گی۔ اور حضرت ابوسلیمان درانیؒ فرماتے ہیں کہ جس کسی کی آنکھ آنسوؤں سے ڈبڈبا دے گی اُس کے چہرے پر غبار اور ذلّت قیامت کو نہ آوے گی اور اگر اُس کے آنسو بہیں گے تو اوّل ہی قطرے سے بہت سی آگ کے سمندر سرد ہو جاویں گے اور اگر کوئی شخص کسی جماعت میں رووے گا تو اُس جماعت کو عذاب نہ ہوگا اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ رونا خوف سے ہوتا ہے اور رجا طرف شوق سے اور حضرت کعب رضؓ احبار فرماتے ہیں بخدا مجھ کو خدا کے خوف سے اس قدر رونا کہ آنسو میرے رخسار پر بہہ نکلیں اس بات سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ خیرات کروں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک میری آنکھ سے ایک آنسو کا نکلنا ہزار دینار خیرات دینے سے اچھا ہے۔ کسی شخص نے حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے عرض کیا کہ مجھ کو وصیّت فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کا خوف اپنے اُوپر لازم کر ہر ایک بہتری کی جڑ یہی ہے اور جہاد کرنا اپنے اُوپر لازم کر کہ اسلام میں رہبانیت اسی کو کہتے ہیں اور قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھا کر کہ وہ تیرے لئے زمین والوں میں نُور ہوگا اور آسمان کے لوگوں میں تیری یاد رہے گی اور بہتر بات کے سوا سکوت اختیار کر کہ اس کے باعث شیطان پر غالب آجاوے گا اور ایک شخص نے حضرت حسن رضؓ سے پوچھا کہ مجھ کو وصیّت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی بات کی بڑائی کر

خدائے تعالیٰ تیری عزت کرے گا اور لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ علماء سے اپنے زانو بھڑا مگر اُن سے مجادلہ مت کر ورنہ تجھ کو بُرا سمجھیں گے اور دنیا میں مقدار قوت بشری رکھ لے اور باقی جو کمائی بچے اُس کو آخرت کے لئے خرچ کر اور دنیا کو ترک مت کر کہ اپنا بوجھ لوگوں کے ذمہ ڈالے اور ان کی گردن کا وبال بنے اور روزہ ایسا رکھ جس سے شہوت ناقص ہو ایسا مت رکھ جس سے نماز میں خلل ہو اس لئے کہ نماز روزہ سے افضل ہے اور بیوقوف کے پاس مت بیٹھ اور نہ دو رویہ آدمی سے مل اور یہ بھی اُنہیں کی نصیحت اپنے فرزند کو ہے کہ بدون تعجب کے مت ہنسنا اور بدون حاجت کے مت پھرنا اور جس چیز سے تجھے کچھ فائدہ نہ ہو اُس کا حال مت پُوچھنا اور اپنے مال کو کھو کر دوسرے کا مال مت سنوارنا اس سے مراد یہ ہے کہ تیرا مال وہ ہے جو مرنے سے پہلے دیا جاوے اور دوسرے کا مال وہ ہے جو چھوڑ جاوے اے فرزند جو رحم کرتا ہے اُس پر رحم ہوتا ہے اور جو چپ رہتا ہے وہ سلامت رہتا ہے اور جو اچھی بات کہتا ہے وہ غنیمت پاتا ہے اور جو بُری بات کہتا ہے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اپنی زبان نہیں روکتا وہ ندامت اٹھاتا ہے۔ اور کسی شخص نے ابو حازمؒ سے کہا کہ مجھے وصیت کیجئے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ جو کام ایسا ہو کہ اگر بالفرض اُس میں تجھ کو موت آجاوے تو اُس پر مرنا اچھا معلوم ہو ایسے کام کو ضرور کیا کر اور جو فعل اس طرح کا ہو کہ شاید اگر اُس کے ارتکاب کے وقت موت آجاوے تو موت کو مصیبت جانے ایسے کام سے اجتناب کیا کر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ مجھ کو وصیت فرمایئے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ہنسی صورت رہا کرو غصہ مت کیا کرو اور ایسے رہو کہ دوسروں کو تم سے فائدہ ہو کسی کو ضرر نہ پہنچے اور خصومت سے کنارہ کرو بے حاجت مت چلو پھرو اور بدون اچنبھے کی چیز کے مت ہنسو اور اہلِ قصور کو

اُن کی خطاؤں کا عیب وطعنہ مت کرو بلکہ اے ابن عمران اپنی خطا پر رونا چاہیئے
اور ایک شخص نے محمد بن کرامؒ سے وصیّت چاہی تو اُنہوں نے فرمایا کہ اپنے خالق
کی رضامندی میں اتنی کوشش کرنی چاہیئے جتنی اپنے نفس کی رضامندی میں کوشش
کرتے ہو اور ایک شخص نے حامد لفاف سے وصیّت کے لئے عرض کیا تو اُنہوں
نے فرمایا کہ اپنے دین کا غلاف ایسا بناؤ جیسا کلام مجید کے لئے بنواتے ہو کہ کسی
طرح کی گرد اُس پر نہ پڑنے پاوے۔ سائل نے پُوچھا کہ دین کے غلاف سے کیا مراد
ہے آپ نے فرمایا کہ طلب کو چھوڑ دینا اِلّا بے قدر ضرورت اور کثرت کلام زاہد اور
ضرورت کا بھی تارک ہونا اور بے ضرورت لوگوں سے ملاقات ترک کرنی اور حضرت
حسن بصریؒ نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو نامہ لکھا کہ حمد وصلوٰۃ کے معلوم کرنا چاہیئے
کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ خوف دلاتا ہے اور ڈراتا ہے اُس سے ڈرنا اور خوف
کرنا چاہیئے اور جو تمہارے پاس اب موجود ہے اُس میں سے آگے کے واسطے
لے لو اور موت پر یہ حال ٹھیک معلوم ہوگا والسلام۔ اور ایک بار حضرت
عمر بن عبد العزیزؒ نے حضرت حسن بصریؒ کو لکھا کہ آپ مجھ کو کچھ وعظ ونصیحت کیجیے
اُس کے جواب میں آپ نے اُن کو لکھا کہ بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ سب
سے بڑی ہول اور امور دہشت ناک تمہارے آگے ہیں اور تم کو ان کا دیکھنا ضرور
پڑے گا یا نجات سے یا تباہی کے ساتھ اور یہ بھی جان لو جو شخص اپنے نفس کو
جانچتا رہتا ہے اچھا رہتا ہے اور جو اُس سے غافل رہتا ہے وہ نقصان اٹھاتا
ہے اور جو شخص انجام کار پر نظر رکھتا ہے وہ نجات پاتا ہے اور جو ہوا تے
نفس کی اطاعت کرتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے اور جو شخص حلم ہوتا ہے اُس کو
غنیمت ملتی ہے اور جو ڈرتا رہتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور جو مامون رہتا ہے وہ
عبرت پکڑتا ہے اور عبرت والا صاحب بصیرت ہوتا ہے اور اہل بصیرت فہیم

ہوتا ہے اور فہیم آدمی واقف کار ہوتا ہے۔ پس جب تم سے کوئی لغزش ہو جاوے تو اُس سے باز آنا چاہیئے اور جب ندامت کرو تو خطا کو جڑ سے اکھاڑ دو اور اگر کوئی بات نہ آتی ہو تو پوچھ لو اور جس وقت تم کو غصہ آوے اس کو روکو منتہی۔ اور مطرف بن عبداللہؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں لکھا کہ بعد حمد وصلوٰۃ کے معلوم کرنا چاہیئے کہ دُنیا عقوبت کا گھر ہے اس کو وہی جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں اور اِس سے مغالطہ اُسی کو ہوتا ہے جس کو علم نہیں اے امیرالمومنین اِس میں ایسے رہو جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرتا ہے کہ خوف انجام کے درد سے شدت دوا پر صبر کیا کرتا ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عدیؒ بن ارطاۃ کو لکھا کہ بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ دُنیا خُدا کے اولیاء کی اور اُس کے اعدا کی دشمن ہے اُس کے اولیاء کو رنج پہنچاتی ہے اور اعدا کو مغالطہ دیتی ہے اور نیز اپنے بعض عاملوں کو آپ نے لکھا کہ تم کو قدرت بندوں پر ظلم کرنے کی حاصل ہے مگر جب کسی پر ظلم کا ارادہ کرو تو یاد کرنا کہ تمہارے اُوپر بھی خدا قادر ہے اور اس بات کو خوب سمجھ لینا کہ جو کچھ لوگوں پر جور وستم کرو گے وہ اُن پر گزر جائے گا مگر تم پر باقی رہے گا اور یہ بھی جان لو کہ خدائے تعالیٰ مظلوموں کے انتقام میں ظالموں کو پکڑے گا والسلام۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب بیمار ہوئے تو ایک مجمع اُن کی عیادت کے لئے گیا اُن میں ایک نوجوان نہایت کمزور زرد رنگ دُبلا پتلا بھی تھا حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے دریافت فرمایا تمہارا یہ کیا حال ہو رہا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ اعذار اور بیماریاں لاحق ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ نہیں صحیح بات بتاؤ۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے دُنیا کا مزہ چکھا وہ بہت ہی کڑوا نکلا، اُس کی رونق، اُس کی حلاوت، اُس کا لُطف، اُس کی راحت میری نگاہ میں بہت ہی ذلیل بن گئی اُس کا سونا اور اُس کا پتھر میری نگاہ میں بالکل برابر ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ کا عرش گویا

ہر وقت میرے سامنے رہتا ہے اور میدانِ حشر میں ایک جماعت کا جنت کی طرف جانا دوسری جماعت کا جہنّم میں پھینکا جانا میری نگاہ کے گویا سامنے رہتا ہے جس کی وجہ سے میں سارا دن اپنے کو (روزہ میں) پیاسا رکھتا ہوں اور ساری رات اللہ کی یاد میں جاگتا رہتا ہوں اور یہ دونوں چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کے ثواب اور عذاب کے مقابلہ میں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔ بعض اکابر روایت کرتے ہیں کہ فتح موصلیؒ کے پاس گیا دیکھا تو آپ اپنے ہاتھ پھیلاتے روتے ہیں یہاں تک کہ آنسو اُن کی انگلیوں کے بیچ میں سے گر رہے ہیں اُن کے قریب گیا اور آنسوؤں کو دیکھا کہ زردی آمیز ہیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ اے فتح تم کو خدا کی قسم کیا خون روتے ہو۔ اُنہوں نے فرمایا کہ اگر تو مجھ کو قسم نہ دیتا تو میں ہرگز نہ بتاتا۔ ہاں میں خون روتا ہوں میں نے پوچھا کہ آپ آنسو کیوں بہاتے ہیں۔ فرمایا کہ اس جہت سے کہ جو حق اللہ تعالیٰ کا مجھ پر واجب تھا اُس میں مَیں نے قصور کیا اور خون اس لئے رویا کہ آنسو کہیں بے موقع نہ نکلے ہوں۔ پھر میں نے اُن کو بعد مرنے کے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعالیٰ نے تم سے کیا معاملہ کیا فرمایا کہ مجھ کو بخش دیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے آنسوؤں کے باب میں کیا کیا۔ فرمایا کہ مجھ کو اللہ جل شانہٗ نے پاس بلا کر پوچھا کہ اے فتح آنسو کس بات پر بہاتا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ تیرے حق واجب میں قصور کرنے کی جہت سے پھر پوچھا کہ خون کس واسطے روتا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آنسو بے موقع رونا مقبول نہ ہوتے ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے فتح اس سے تیری مراد کیا تھی۔ قسم ہے اپنی عزّت وجلال کی تیرے دونوں نگہبان چالیس برس سے تیرے نامہ اعمال کو لایا کیے اُس میں کوئی خطا نہیں لکھی ہوتی تھی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم ایک صومعہ میں پہنچے۔ جس

میں شیخ صدر الدین محمد احمد سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے، یادِ حق میں اُن کا استغراق حد سے زیادہ تھا۔ میں کئی روز اُن کی خدمت میں رہا۔ جو کوئی اُن کے پاس آتا، محروم نہ جاتا۔ اُس کو کوئی چیز لا کر ضرور دیتے اور فرماتے کہ میرے حق میں دعائے خیر کرو کہ اپنا ایمان قبر تک سلامت لے جاؤں۔ جب وہ موت کے شدائد کا حال سنتے تو بید کی طرح کانپتے اور روتے روتے اُن کی آنکھوں سے خون بہنے لگتا جیسے کسی چشمہ سے پانی رواں ہو۔ یہ گریہ سات سات دن تک بند نہ ہوتا آسمان کو دیکھ دیکھ کر روتے اور اُن کے رونے سے رونا آتا تھا جب رونے سے فارغ ہوتے تو میری طرف متوجہ ہوتے اور فرمایا اے عزیز جس کو موت آنے والی ہو جس کا حریف ملک ملک الموت ہو اُس کو سونے، ہنسنے اور خوش رہنے سے کیا کام۔ اُس کے بعد ارشاد فرمایا، اے عزیز! اگر تمہیں اُن لوگوں کا ذرا بھی حال معلوم ہو جو زیرِ خاک ایسی کوٹھری میں سوتے ہیں جس میں بچھو بھرے ہوتے ہوں تو اُس کو معلوم کرتے ہی تم اِس طرح پگھل جاؤ گے جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔ اِس کے بعد فرمایا کہ ایک وقت میں ایک بزرگ کامل کے ساتھ بصرہ کے ایک قبرستان میں بیٹھا ہوا تھا، پاس ہی قبر میں ایک مردہ پر عذاب ہو رہا تھا۔ اُن بزرگ نے جب یہ حال معلوم کیا تو زور سے نعرہ مار کر زمین پر گر پڑے۔ میں نے اُن کو اٹھانا چاہا تو اُن کی رُوح قالب سے پرواز کر گئی اور تھوڑی دیر میں اُن کا جسم پانی ہو کر بہ گیا۔ اس دن سے مجھ پر قبر کی بڑی ہیبت طاری ہے۔ اِس لئے اے عزیز! دُنیا میں اتنا مشغول نہ ہونا کہ حق سے غافل ہو جاؤ۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ارشاداتِ عالی میں ہے کہ بدخشاں میں شیخ عبدالواحد نبیسہ حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ مصری سے میری ملاقات ہوئی وہ شہر سے باہر ایک غار میں رہتے تھے۔ اُن کا جسم

بالکل گھل گیا تھا۔ صرف ایک پاؤں رکھتے تھے۔ ان کو ایک ہی پاؤں پر عالم تحیر میں
کھڑے دیکھا اُن کے پاس پہنچا تو سلام کیا۔ اُنہوں نے بیٹھنے کو کہا اور کہا میرا حال سُن
لو میں اس غار میں ستر برس سے ہوں۔ ایک بار ایک عورت اِدھر سے گزری
میری نگاہ اُس پر پڑی اور اُس کی طرف میرا میلان ہوا اور میں نے اس غار
سے باہر نکلنا چاہا لیکن غیب سے آواز سنی "اے مدعی، یہی عہد تھا کہ تُم میرے
سوا کسی دوسرے سے بھی لگاؤ رکھو یہ آواز سُن کر میں متنبہ ہوا اور فوراً اس
پاؤں کو جو باہر نکل آیا تھا کاٹ کر پھینک دیا۔ اِس واقعہ کو تیس سال گزرے
ہوں گے میں حیران ہوں کہ قیامت کے روز جب مجھ سے سوال کیا جائے گا
تو میں کیا جواب دوں گا۔

قصّہ ایک صالح پارسا کا

ایک مرتبہ ایک صالح اور پارسا جوان تھا جو خدا کے خوف سے
اتنا کمزور اور نحیف ہو گیا تھا کہ سوائے ہڈی کے اُس کے جسم پر کچھ نہیں رہا تھا۔
جب رات ہوتی وہ اپنے گلے میں رسّی لپیٹ کر چھت سے باندھ دیتا اور اِسی
طرح کھڑا رات بھر روتا رہتا اور جب سجدہ میں جاتا تو کہتا اتنا گناہ میں نے کیا ہے
کہ اُس کی کوئی حد اور حساب نہیں ہے کل قیامت کے دن لوگوں کے سامنے جب
میرے گناہ پیش کئے جائیں گے تو میں سیاہ رُو کس طرح اپنا چہرہ دکھا سکوں گا۔
اسی طرح اُس نے اپنی پوری عمر گزار دی۔ رات بھر نوحہ و زاری کرتا اور بے ہوش
ہو جاتا۔ جب ہوش میں آتا تو ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتا اور اُس کو اپنے تن بدن کی
خبر نہ ہوتی۔ مختصر یہ کہ وہ بیمار ہوا اور تکیہ کی جگہ سر کے نیچے اینٹ رکھے پڑا رہا جب
اُس کے مرنے کا وقت آیا تو اُس نے اپنی سفید بالوں والی بوڑھی ماں کو پاس بلایا
اور کہا "اے میری ماں! جب میں مرجاؤں تو ایک رسّی لا کر میری گردن میں باندھ

دینا اور مجھ گناہگار کو گھر کے چاروں کونوں میں گھسیٹنا اور کہنا کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنے مالک سے بھاگا رہتا تھا۔ اس کی سزا آج یہی ہونی چاہیئے تھی۔ دوسرے یہ کہ جب لوگ میرے جنازہ کو باہر نکالنا چاہیں تو وہ لوگ رات کو نکالیں تاکہ کوئی شخص میرے جنازے کو نہ دیکھے ورنہ جو دیکھے گا اُس کو میرے گناہوں کے پیشِ نظر افسوس ہو گا۔ تیسرے یہ کہ جب لوگ مجھ کو قبر میں رکھیں تو تم میرے پاس رہنا اور میری قبر کو نہ چھوڑنا ممکن ہے تمہارے قدم کی برکت اور سینہ کی آہ کی وجہ سے میں عذاب سے چھٹکارا پا جاؤں"۔ یہ وصیّت کر کے وہ مرگیا اور اُس کی ماں نے وصیّت کے مطابق چاہا کہ رسّی اپنے بیٹے کی گردن میں باندھے۔ گھر کے ایک کونے سے آواز آئی "اے بڑھیا! دوست دوست کے پاس پہنچ گیا اپنا ہاتھ اس جوان سے ہٹا لے۔ خُدا کے دوستوں کے ساتھ کوئی ایسا کرتا ہے جیسا تُو کر رہی ہے۔ اپنا ہاتھ اُس سے روک لے اور اُس کی گردن سے رسّی کھینچ لے کیونکہ وہ میرے دوستوں میں سے ایک ہے۔ میں نے اُس کو بخش دیا"۔ عبید اللہ یحییٰؒ بہت رویا کرتے اور گریہ کی حالت میں رات بھر یہ کہا کرتے کہ الٰہی میں وہ ہوں کہ جتنی میری عمر بڑھی اتنے ہی میرے گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ ہوں کہ جب ایک گناہ کے چھوڑنے کا قصد کیا تب ہی میرے پیشِ نظر خواہش نفس ہو گئی ہائے عبید تیری خطا پُرانی بھی نہ ہونے پائی کہ دوسری کا طالب ہُوا آہ عبید اگر دوزخ تیرا ٹھکانا اور مقام ہو تو تُو کیا کرے گا اے عبید اگر گُرز تیرے سر کے لئے بنتے ہوں ہائے عبید طالبوں کے تو مطلب پُورے ہوتے مگر شاید تیری حاجت پوری نہ ہو۔ اور منصور بن عمارؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات کوفہ میں ایک عابد کو سُنا کہ اپنے ربّ سے مناجات کر رہا تھا اور یہ کہتا تھا کہ الٰہی قسم ہے تیری عزّت کی کہ تیری نافرمانی سے میری غرض یہ نہ تھی کہ تیری مخالفت کروں اور نہ اس جہت سے گناہ کیا کہ مجھ کو رتبہ نہیں معلوم تھا یا اپنے

نفس کو تیرے عذاب میں پیش کیا چاہتا تھا یا تیرے دیکھنے کو کچھ حقیر جانتا تھا بلکہ اصل یہ ہوئی کہ میرے نفس نے ایک چیز کو میری نظروں میں اچھا کر دیا اور میری نحوست نے اس بات میں تائید کی اور تیری پردہ پوشی جو میرے اوپر رہتی ہے اُس نے مجھ کو مغالطہ دیا تو اپنی جہالت کے باعث تیری نافرمانی کی اور اپنے فعل سے تیری مخالفت کی اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچائے گا اور اگر تُو میری رسّی منقطع کر دے گا تو میں کس کی جہت کو پکڑوں گا۔ بڑی خرابی کی بات ہے کہ جب کل کو تیرے سامنے سب کھڑے ہوں گے اور ہلکے پھلکے لوگوں کو کہا جائے گا کہ تم گذر جاؤ اور بھاری بوجھ والوں کو حکم ہوگا کہ اُترجاؤ تو میں ہلکوں کے ساتھ ہو کر پار ہو جاؤں گا یا بھاری لوگوں کے ساتھ نیچے اتار دیا جاؤں گا۔ ہائے افسوس جتنی میری عمر بڑھی اور برس زیادہ ہوئے اُتنے ہی گناہ اور معاصی بڑھ گئے۔ اب یہاں تک میں توبہ کروں گا اور کب تک اُن کو دوبارہ کرتا جاؤں گا کیا وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے پروردگار سے شرم کروں غرض کہ لوگوں کی مناجات کا طریق اپنے خدا سے اس طرح تھا اور یوں اپنے نفسوں کو عتاب کیا کرتے تھے۔ اور مطلب اُن کا مناجات سے رضائے الٰہی کی طلب تھی اور عتاب نفس سے مقصود تنبیہ اور رعایت نفس تھا پس جس شخص نے عتاب اور مناجات نہ کی وہ اپنے نفس کا رعایت کرنے والا نہیں اور کیا بعید ہے کہ خدائے تعالیٰ بھی اُس سے خوش نہ ہو

فکر کی فضیلت میں

اللہ جل شانہٗ نے تفکّر اور تدبّر کو اپنی کتاب مجید میں بے شمار جگہ میں ذکر فرمایا ہے اور متفکرین میں ارشاد فرمایا الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے خدائے تعالیٰ کے باب میں تفکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ خدائے تعالیٰ کی مخلوقات میں فکر کرو خود اُس میں فکر مت کرو کہ اُس کی قدر عالی کے دریافت پر تم ہرگز قادر نہ ہو گے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز چند لوگوں پر گزرے کہ وہ فکر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم بولتے کیوں نہیں۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہم خدائے تعالیٰ کی مخلوقات میں فکر کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بس ایسا ہی کیا کرو خود اُس میں فکر مت کرو کہ یہاں سے قریب ایک سفید زمین ہے جس کی روشنی سفیدی ہے اور سفیدی روشنی مغرب کی طرف کو ۴۰ روز کی راہ ہے۔ اُس میں خدائے تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایسے لوگ ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی نافرمانی ایک دم نہیں کرتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ شیطان اُن لوگوں سے کدھر رہتا ہے آپ نے فرمایا کہ اُن کو معلوم بھی نہیں کہ شیطان پیدا ہوا ہے یا نہیں انہوں نے عرض کیا کہ وہ لوگ حضرت آدم کی اولاد ہیں آپؐ نے فرمایا کہ وہ نہیں جانتے کہ آدمؑ بھی ہوتے ہیں کہ نہیں۔ تین شرائط کے ساتھ حضرت حاتم اصمؒ نے ایک شخص کی دعوت قبول فرمائی۔ اوّل یہ کہ میں جس جگہ چاہوں بیٹھوں گا۔ دوم جو چاہوں کھاؤں گا۔ سوم میرے کہنے پر تجھے عمل کرنا ہو گا۔ چنانچہ اُس کے یہاں پہنچ کر جوتوں میں بیٹھ گئے اور اپنے ہی پاس سے دو روٹیاں نکال کر کھالیں۔ پھر میزبان سے فرمایا کہ ایک توا گرم کر کے لے آؤ اور جب توا آگیا تو آپ نے جلتے توے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں نے صرف دو روٹیاں کھائی ہیں پھر توے پر سے اُتر کر اہلِ مجلس سے کہا کہ اگر تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت میں ہر شے کا محاسبہ ہو گا تو اس جلتے توے پر کھڑے ہو جاؤ۔ لیکن لوگوں نے عرض کیا کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم اِس عمل سے اس وقت کا حساب نہیں دے سکتے تو آگ سے بنی ہوئی محشر کی زمین پر کھڑے ہو کر تمام عُمر کا حساب کیسے دے سکو گے؟ پھر آپ نے فرمایا قیامت کے دن تم سے تمام نعمتوں کی باز پُرس ہو گی۔ یہ فرمان سُنتے ہی تمام اہل مجلس گریہ و زاری کرنے لگے۔

سخن دلنشیں

حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ تمہاری دُنیا کی چیزوں میں سے تین چیزیں مجھے محبُوب ہیں۔ خوشبو، عورتیں اور نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت سے عرض کیا کہ مجھے آپ کی دنیا سے تین چیزیں محبُوب ہیں آپؐ کے سامنے بیٹھنا اپنا مال آپؐ کے اوپر خرچ کرنا اور آپؐ پر درُود پڑھنا۔ ریاض النضرۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول مذکور ہے حضرت ابو بکرؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس ہزار درہم خرچ کئے اور حضرت عمرؓ نے کہا ہے کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبُوب ہیں۔ بھلائی کا حکم کرنا بُرائی سے منع کرنا اور حدوں کا قائم کرنا اور حضرت عثمانؓ نے کہا ہے کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبُوب ہیں۔ کھانا کھلانا سلام کو رواج دینا، رات کو نماز پڑھنا جس حالت میں کہ لوگ سوتے ہوں اور حضرتِ علیؓ کا قول ہے کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبُوب ہیں تیغ زنی کرنا، مہمان کی مہمانی کرنا اور گرمیوں میں روزے رکھنا۔ پھر جبرئیلؑ اترے اور کہا کہ اے نبی اللہ مجھے آپ کی دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں۔ نبیوں پر اترنا، رسولوں کو خداوندی پیغام پہنچانا اور خدائے پروردگار عالم کی حمد کرنا۔ پھر کہا خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہاری دُنیا میں سے تین چیزیں مجھے محبُوب ہیں۔ ذکر کرنیوالی زبان، شکر کرنے والا دل اور بلاؤں پر صبر کرنے والا بدن، بس ان سب پر عمل کرنا محبّت کی علامت ہے جو شخص چاہتا ہو کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ جو مجھ سے محبت رکھے گا میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ داخل ہونا چاہے تو ان باتوں پر عمل کرے۔ یہ حدیث جب چاروں اماموں کو پہونچی تو امام ابُوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین

چیزیں محبوب ہیں۔ شب ہائے دراز میں تحصیل علم کرنا۔ ترفع اور بلندی کا ترک کر دینا اور دنیا کی محبت سے دل کو خالی کر دینا اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ تمھاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں روضۂ رسولؐ پر حاضر رہنا اور روضۂ رسول کا خادم بنا رہنا اور آپؐ کے اہلبیت کی تعظیم کرنا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا مجھے تین چیزیں محبوب ہیں لوگوں سے بہ مہربانی پیش آنا اور تکلف کی باتوں کو چھوڑ دینا اور طریق تصوف کی پیروی کرنا۔ حضرت امام احمدؒ نے فرمایا مجھے تین چیزیں محبوب ہیں حضورؐ کے اخبار کی پیروی کرنا آپؐ کے انوار سے برکت حاصل کرنا اور آپؐ کے طریق ماثورہ پر چلنا۔

فرمانِ رسولؐ مقبول

حضرت ابوذرؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسولؐ اللہ مجھے کچھ وصیت کیجئے آپؐ نے فرمایا میں تمھیں خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ سارے امور کی اصل ہے میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ اور وصیت کیجئے آپؐ نے فرمایا تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ اپنے اُوپر لازم کر لو کیونکہ زمین میں یہ تمہارے لئے نورُ ہوگا اور آسمان میں تمھارے ذکر و یاد کا باعث ہوگا۔ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ اور وصیت کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے پرہیز رکھا کرو کیونکہ یہ دل کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرہ کا نور دور کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اور وصیت کیجئے آپؐ نے فرمایا حق بات کہا کرو اگرچہ تلخ ہو میں نے عرض کیا اور کچھ وصیت کیجئے آپؐ نے فرمایا خدا کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کرو میں نے عرض کیا اور وصیت کیجئے آپؐ نے فرمایا خاموش زیادہ رہا کرو کیونکہ زیادہ خاموشی شیطان کو بھگاتی ہے اور تمھارے دین پر تمہاری مددگار ہوتی ہے میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ اور وصیت کیجئے آپؐ نے فرمایا جہاد کیا کرو کیونکہ یہ میری امت کی رہبانیت ہے۔ بعض نے کہا

ہے کہ رہبانیت کے معنی ہیں سیاحی کرنا اور پہلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جب کسی پر خوف غالب ہوتا تو وہ زمین کی سیاحت کو اختیار کرتا چنانچہ اسی وجہ سے عیسیٰ مسیح کہلاتے ہیں کیونکہ وہ زمین میں سیاحت کیا کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ مسیح سے مشتق ہے جس کے معنی چھونا ہیں اور وہ جس مریض کو چھوتے تھے فضل خدا سے وہ صحت یاب ہوتا تھا۔

دجال ساری زمین پر سوائے مکہ اور مدینہ کے گشت لگائے گا اور ان دونوں شہروں میں داخل نہ ہو سکے گا اور اس کو دجال اس لئے کہتے ہیں کہ دجل کے معنی خلط ملط اور ملمع کرنا ہیں اور وہ نہایت گڑبڑ مچائے گا اور ایسا خلط ملط کریگا کہ حق کا باطل سے پہچاننا مشکل ہو جائیگا میں نے پھر کہا یا رسول اللہ مجھے اور وصیّت کیجئے آپ نے فرمایا مسکینوں سے محبّت اور ان کی ہم نشینی اختیار کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور وصیّت کیجئے آپ نے فرمایا جو تم سے نیچے درجے کے ہوں ان کو دیکھا کرو اور جو تم سے اونچے ہوں اُن کو نہ دیکھا کرو کیونکہ اس طرح تم اس لائق رہو گے کہ جو خدا کی نعمت تم پر ہے اس کو نظر تحقیر سے نہ دیکھو گے میں نے کہا یا رسول اللہ اور وصیّت کیجئے آپ نے فرمایا کہ تم کو چاہیئے کہ تم اپنے نفس کا جو حال جانتے ہو وہ تم کو لوگوں کی عیب جوئی سے باز رکھے اور تمھارے لئے یہی عیب کافی ہے کہ جو بُرائی تمھیں دوسروں میں معلوم ہوتی ہے وہ اپنے نفس میں معلوم نہ کر سکو۔

فرمودات حضرت ذوالنون مصریؒ

آپؒ اکثر فرمایا کرتے کہ پاکیزہ ہے وہ ذات جو عارفین کو دنیاوی وسائل سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ فرمایا کہ حجاب چشم ہی سب سے بڑا حجاب ہے جس کی وجہ سے غیر شرعی چیزوں پر نظر نہیں پڑتی۔ فرمایا کہ شکم سیر کو حکمت حاصل

نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ معصیت سے تائب ہو کر دوبارہ ارتکابِ معصیت دروغگوئی ہے فرمایا کہ سب سے بڑا دولت مند وہ ہے جو تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہو۔ فرمایا قلیل کھانا جسمانی توانائی کا ذریعہ اور قلیل گناہ روحانی توانائی کا ذریعہ ہے، فرمایا کہ مصائب میں صبر کرنا تعجب خیز نہیں بلکہ مصائب میں خوش رہنا تعجب کی بات ہے۔ فرمایا کہ خدا سے خوف کرنے والے ہدایت پاتے ہیں اور اس سے خائف ہونے والے گمراہ ہو جاتے ہیں اور درویشی سے ڈرنے والے قہرِ الٰہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ انسان پر چھ چیزوں کی وجہ سے تباہی آتی ہے۔ (۱) اعمالِ صالحہ سے کوتاہی کرنا (۲) ابلیس کا فرمانبردار ہونا، (۳) موت کو قریب نہ سمجھنا (۴) رضائے الٰہی کو چھوڑ کر مخلوق کی رضامندی حاصل کرنا (۵) تقاضائے نفس پر سنت کو ترک کر دینا۔ (۶) اکابرین کی غلطی کو سند بنا کر ان کے فضائل پر نظر نہ کرنا اور اپنی غلطی کو ان کے سر بھوپنا۔ فرمایا کہ اہلِ تقویٰ کی صحبت سے لطفِ حیات حاصل ہوتا ہے اور ایسے احباب بنانے چاہئیں جو تمھاری ناراضگی سے ناراض نہ ہوں۔ فرمایا کہ اگر تم حصولِ معرفت کے متمنی ہو تو خدا سے ایسی دوستی کی مثال پیش کرو جیسی حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی اور کبھی ذرہ برابر مخالفت نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں "صدیق" کے خطاب سے نوازا اور حبِ خداوندی کی نشانی بھی یہی ہے کہ کبھی اس کے حبیب کی مخالفت نہ کرے۔ فرمایا کہ اس طبیب سے نااہل کوئی نہیں جو عالمِ مدہوشی میں مدہوشوں کا علاج کرے، یعنی جس پر نشۂ دنیا سوار ہو اس کو نصیحت کرنا بے سود ہے لیکن جب ہوش ٹھکانے آجائیں تو پھر اس سے توبہ کروانی چاہیئے۔ فرمایا کہ میں نے راہ اخلاص کی جانب لے جانے والی خلوت سے زائد کسی شے کو افضل نہیں پایا۔ فرمایا کہ پہلے قدم پر خدا کو کوئی

نہیں پاسکتا۔ یعنی خُدا کے ملنے تک خود کو طالب تصور کرتا ہے۔ فرمایا کہ خُدا سے بُعد اختیار کرنے والوں کی نیکیاں مُقربین کے گناہوں کے مساوی ہوتی ہیں اور صِدق دل سے تائب ہونے کے بعد سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، فرمایا کہ کتنا اچھا ہوتا کہ خدا تعالیٰ اپنے محبت کرنے والوں کو اس وقت محبت سے نوازتا جب ان کے دل خدشۂ فراق سے خالی کرا دیئے جاتے، فرمایا کہ جس طرح ہر جُرم کی ایک سزا ہُوا کرتی ہے اسی طرح ذکرِ الٰہی سے غفلت کی سزا دُنیا کی محبت ہے۔ فرمایا کہ جس چیز پر خود عمل پیرا ہو کر نصیحت کرے اُس کو صوفی کہتے ہیں۔ فرمایا کہ عارفین اس لئے زیادہ خائف رہتے ہیں کہ لمحہ بہ لمحہ قربِ الٰہی میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور عارف کی شناخت یہ ہے کہ مخلوق میں رہ کر بھی بیگانہ خلائق رہے اور خدا سے ڈرنے والے کو بھی عارف کہا جاتا ہے اور عارف کے اندر مسلسل تغیر ہوتا رہتا ہے اور عارف اپنی معرفت کی بنا پر ہمیشہ مودّب رہتا ہے۔ فرمایا کہ معرفت کی تین اقسام ہیں اول معرفتِ توحید جو تقریباً ہر مومن کو حاصل رہتی ہے دوم معرفت حجت و بیان۔ یہ حکماء و علماء کو ملتی ہے سوم صفات وحدانیت کی معرفت یہ صرف اولیائے کرام کے لئے مخصوص ہے جو نہ دوسروں کو حاصل ہوتی ہے اور نہ کوئی ان مراتب سے واقف ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ معرفت کا دعویدار کاذب ہوتا ہے اس لئے کہ عارف و معروف کی معرفت ایک ہو جانے کی وجہ سے معرفت کا مدعی دو حالتوں سے خالی نہیں کیونکہ یا تو وہ اپنے دعوے میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو اپنی تعریف خود کرنے کا مرتکب ہوتا ہے اور سچے لوگ کبھی اپنی تعریف خود نہیں کرتے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ خود فرمایا کرتے تھے کہ "میں تم سے افضل نہیں ہوں۔ مختصر یہ کہ عارف کو اپنی زبان سے عارف کہنا مناسب نہیں۔ فرمایا کہ

عارف کو جس قدر قربت حاصل ہو گی اسی قدر سرگرداں رہے گا جس طرح آفتاب سے قریب شے اس سے متاثر بھی زیادہ ہوتی ہے اور جس کی مثال مندرجہ ذیل شعر سے بھی ملتی ہے۔

نزدیکاں رابیش بود حیرانی کایشاں دانند سیاست سلطانی

نزدیک رہنے والوں کو اسلئے زیادہ پریشانی ہوتی ہے کہ وہ سیاست سلطانی سے واقف ہوتے ہیں

عارف کی پہچان فرمایا کہ عارف کی شناخت یہ ہے کہ بغیر علم کے خدا کو جانے بغیر آنکھ کے دیکھے بغیر سماعت کے اس سے واقف ہو، بغیر مشاہدے کے اس کو سمجھے، بغیر صفت کے پہچانے اور بغیر کشف وحجابات کے اس کا مشاہدہ کر سکے۔ یعنی ذاتِ باری میں فنائیت کی یہ علامتیں ہیں۔ جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ" میں جس کو دوست بناتا ہوں اس کا کان بن جاتا ہوں تاکہ وہ مجھ سے سُنے، آنکھ بن جاتا ہوں تاکہ مجھُ سے دیکھے، زبان بن جاتا ہوں تاکہ مجھ سے بات کرے اور ہاتھ بن جاتا ہوں تاکہ مجھ سے پکڑے۔ (حدیث قدسی) آپؒ نے فرمایا کہ زاہدین سلطان آخرت ہُوا کرتے ہیں اور ان کے دوست سلطان عارفین ہوتے ہیں۔ فرمایا صحبتِ الٰہی کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیزیں اس سے دور کر دینے والی ہوں ان سے کنارہ کش رہے۔ فرمایا کہ مریض قلب کی چار علامتیں ہیں۔ اول عبادت میں لذت کا فقدان، دوم خدا سے خوف زدہ نہ ہونا، سوم دُنیاوی امور سے عبرت حاصل نہ کرنا، چہارم علم کی باتیں سننے کے بعد بھی ان پر عمل نہ کرنا، فرمایا کہ قلب وروح سے خدا کا فرماں بردار بن جانے کو عبودیت کہا جاتا ہے۔ فرمایا کہ عوام معصیّت سے اور خواص غفلت سے توبہ کرتے ہیں۔ لیکن توبہ کی بھی دو قسمیں ہیں، اول توبۂ انابت یعنی انسان کا خدا سے ڈر کر توبہ کرنا،

دوم توبۂ استجابت بندے کا ندامت کی وجہ سے تائب ہونا یعنی اس پر نادم ہوکر میری ریاضت عظمتِ خداوندی کے سامنے کچھ بھی نہیں پھر فرمایا کہ ہر ہر عضو کی توبہ کا جُداگانہ طریقہ ہے مثلاً قلب کی توبہ یہ ہے کہ حرام چیزوں کو ترک کردے آنکھ کی توبہ یہ ہے کہ حرام چیز کی جانب نہ اُٹھے۔ کان کی توبہ یہ ہے کہ غیبت و بدگوئی سُننے کی نیت نہ کرے، ہاتھ کی توبہ یہ ہے کہ غیر شرعی چیزوں کی جانب نہ اُٹھے اور شرم گاہ کی توبہ یہ ہے کہ بدکاری سے کنارہ کش رہے۔ پھر فرمایا کہ وہ فقر جس میں کدُورت و غبار ہو میرے نزدیک خلوت تکبر سے زیادہ بہتر ہے۔ فرمایا کہ ندامت کا مفہوم یہ ہے کہ ارتکابِ معصیت کے بعد خوف سزا باقی رہے اور تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو معصیت و نافرمانی میں مُبتلا نہ کرے اور باطن کو لغویات سے محفوظ رکھتے ہوئے ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کا تصور قائم رکھے، یعنی ہر لحہ یہ تصور کرتا رہے کہ وہ ہمارے تمام افعال کی نگرانی کر رہا ہے اور ہم اس کے سامنے ہیں، فرمایا کہ جس پر شمشیرِ صدق چل جاتی ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔ فرمایا کہ مراقبہ کا مفہوم یہ ہے، کہ بہترین اوقات کو اللہ تعالیٰ پر قربان کر دے اور اس کو عظیم جانے جس کو خدا نے عظمت عطا کی ہو اور اس کی جانب رُخ بھی نہ کرے جس کو اُس نے ذلیل و رُسوا کر دیا ہو۔

فرمودات حضرت ابُو علی شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ

کسی نے اپنے عزم حج کا تذکرہ کیا تو آپ نے پُوچھا کہ تمہارے ساتھ زادِ سفر کے طور پر کیا چیز ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میرے ہمراہ چار چیزیں ہیں اوّل یہ کہ میں اپنی روزی کو دُوسروں کی نسبت سے زیادہ قریب پاتا ہوں۔ دوم اس کا یقین رکھتا ہوں کہ میرے رزق میں کوئی حصہ دار نہیں بن سکتا۔ سوم یہ کہ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ چہارم یہ کہ اللہ میری نیک و بد حالت سے بخوبی واقف

ہے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ بہتر اور کوئی زادِ سفر نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ تیرا حج قبول فرمائے۔

نصائح سفرِ حج کے دوران جب آپ بغداد پہنچے تو خلیفہ ہارون رشید آپ کو مدعو کر کے بہت احترام کے ساتھ پیش آیا اور آپ سے کچھ نصیحتیں کرنے کی استدعا کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ تم خلفائے راشدین کے نائب ہو اور خدا تعالیٰ تم سے علم و حیا اور صدق و عدل کی بازپُرس کریگا اور خدا نے تمھیں شمشیر و تازیانہ اور دولت اس لئے عطا کئے ہیں کہ اہلِ حاجت میں دولت تقسیم کرو اور تازیانے سے شریعت پر عمل پیرا نہ ہونے والوں کو سزا دو اور شمشیر سے خون کرنے والوں کا خون بہا دو۔ اور اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو روزِ محشر تمہیں اہلِ جہنم کا سردار بنا دیا جائیگا اور تمہاری مثال دریا جیسی ہے اور عمال و حکام اس سے نکلنے والی نہریں ہیں لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ اس طرح عادلانہ حکومت کرو کہ اس کا پرتو عمال و حکام پر بھی پڑے کیونکہ نہریں دریا کے تابع ہوا کرتی ہیں پھر آپ نے سوال کیا کہ اگر تم ریگستان میں پیاس سے تڑپ رہے ہو اور کوئی شخص نصف حکومت کے مُعاوضہ میں تمھیں ایک گلاس پانی دینا چاہے تو کیا تم اس کو قبول کر لو گے۔ ہارون رشید نے جواب دیا کہ یقیناً قبول کر لوں گا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ اگر اس پانی کے استعمال سے تمہارا پیشاب بند ہو جائے اور شدتِ تکلیف میں کوئی طبیب علاج کے مُعاوضہ میں بقیہ نصف سلطنت طلب کرے تب تم کیا کرو گے؟ ہارون رشید نے جواب دیا کہ نصف سلطنت اس کے حوالے کر دوں گا۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ وہ سلطنت باعثِ افتخار نہیں ہو سکتی جو صرف ایک پانی کے گھونٹ پر فروخت ہو سکے۔ اس جواب کے بعد ہارُون رشید بہت دیر تک

روتا رہا اور بصد احترام آپ کو رخصت کیا اور جب آپ مکہ معظمہ پہنچے تو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ خانہ خدا میں تلاشِ رزق مناسب نہیں اور جب وہاں حضرت ابراہیم بن ادھم سے ملاقات ہوئی تو ان سے سوال کیا کہ آپ نے حصولِ رزق کے لئے کیا ذریعہ اختیار کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر کچھ مل جاتا ہے تو شکر کرتا ہوں اور نہیں ملتا تو صبر سے کام لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہی حال تو کتوں کا بھی ہے اور جب حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے آپ سے حصولِ معاش کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اگر کچھ مل جاتا ہے تو خیرات کر دیتا ہوں اور نہیں ملتا تو شکر سے کام لیتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے کہا واقعی آپ عظیم بزرگ ہیں۔

فرمودات حضرت حاتم اصمؒ آپ نے علما کی جماعت کی جانب سے گزرتے ہوئے فرمایا کہ اگر روز گزشتہ پر تاسف اور موجودہ دن کو غنیمت تصور کرتے ہوئے آئندہ دن سے خوفزدہ ہو تب تو بہتر ہے ورنہ جہنم تمہارے لئے تیار ہے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تین چیزوں کا باہمی ربط قائم فرمایا ہے۔ فراغت کا عبادت سے اخلاص کا مخلوق سے اور مایوسی نجات میں احکامات کی بجا آوری سے۔ فرمایا کہ پُربہار باغات پر تکبر نہ کرو کیونکہ بہشت کے باغات سے زیادہ یہ پُربہار نہیں ہو سکتے اور عبادت پر نخوت سے اس لئے احتراز کرو کہ ابلیس کثرتِ عبادت کے باوجود مردود بارگاہ ہوا اور کرامات کی زیادتی پر اس لئے نازاں نہ ہو کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کا ایک فرد بلعم بعور بہت زیادہ عابد و زاہد تھا مگر تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال کتے سے دی ہے فرمایا کہ عابدین و علما کی صحبت پر بھی فخر نہ کرو کیونکہ ثعلبہ

حضور اکرم کی صحبت میں رہ کر بھی کورا رہا۔ فرمایا کہ قلب کی پانچ قسمیں
ہیں اول قلب مُردہ جو کفار کا ہے۔ دوم مریض قلب جو گنہگاروں کا ہے
سوم غافل قلب جو پیٹ کے گدھوں کا ہے۔ چہارم قلب واژگون جس کو
قرآن نے قلوبنا غلف سے تعبیر کیا ہے یہ یہودیوں کا ہے اور صحیح قلب اہل
دل حضرات کا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ شہوت کی بھی تین قسمیں ہیں۔ اول کھانے کی
شہوت، دوم بولنے کی اور سوم دیکھنے کی۔ لہٰذا کھانے میں خدا پر اعتماد رکھو،
بات ہمیشہ سچ بولو، دیکھو تو عبرت حاصل کرو اور اعمال صالحہ کو ریا سے
دُور رکھو، گفتگو میں حرص کو خیرباد کہہ دو، سخاوت و احسان کر کے کبھی نہ جتاؤ۔
جو شے تمہارے پاس موجود ہے اس میں بخل نہ کرو۔ فرمایا کہ جہاد کی بھی تین قسمیں
ہیں، اول، ابلیس سے ایسا جہاد جس سے وہ زچ ہو جائے۔ دوم، اعلانیہ جہاد
یعنی فرض کی ادائیگی کے لئے۔ سوم، کفار سے اس طرح جہاد کرو یا خود ختم ہو
جاؤ۔ یا انہیں ختم کر دو۔ فرمایا کہ زہد کا پہلا درجہ تقویٰ ہے۔ دوسرا درمیانی
درجہ صبر ہے اور تیسرا آخری درجہ اخلاص ہے۔ فرمایا کہ ہر شے کے لئے ایک
زیبائش ہوا کرتی ہے اور عبادت کی زیبائش خوف ہے اور خوف کی علامت
آرزوؤں کی قلت ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَلَا تَخَافُوْا وَلَا
تَحْزَنُوْا۔ نہ خوف زدہ ہو اور نہ غمگین۔ پھر فرمایا کہ جلدی کا کام شیطان
کا ہوتا ہے۔ لیکن مہمان کے سامنے کھانا رکھنے، مردے کو کفنانے دفنانے،
بالغ لڑکی کا نکاح کرنے اور توبہ کرنے میں عجلت سے کام لینا افضل ہے۔

فرمودات حضرت عثمان حیریؒ

کسی نے آپؒ سے عرض کیا کہ
گو میں زبان سے خدا کا ذکر کرتا
ہوں، لیکن میرا قلب اس پر مطمئن نہیں آپ نے فرمایا کہ تیری زبان کو جو لذت

ذکر عطا کی گئی ہے اس کا شکر ادا کرتا رہ تاکہ دُوسرے اعضاء کو لذتِ ذکر حاصل ہو جائے۔ ایک مرید دس سال تک خدمت کرتے ہوئے سفر حج میں بھی آپؒ کے ہمراہ رہا لیکن ہمیشہ یہی کہتا رہتا کہ خدا کے بھیدوں سے مجھے بھی آگاہی فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو خود بھی آگاہ نہیں ہوں یہ تو جس پر خدا کا فضل ہو وہی مطلع ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ جس کو اپنی تعظیم کروانے کا تصور ہو اس کا کفر پر موت آنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ فرمایا کہ صحبتِ خداوندی کو ادب و ہیبت کے ساتھ اختیار کرنا چاہیئے اور اتباعِ سنت کے لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ضروری ہے اور خادم بن کر اولیائے کرام کی تعظیم کرنی لازمی ہے۔ فرمایا کہ مسلمان سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا چاہیئے اور جہلاء کے لئے دعائے خیر کرنی چاہیئے۔ فرمایا کہ اقوال صوفیاً پر عمل پیرا ہونے سے نور حاصل ہوتا ہے، لیکن بے عمل لوگوں پر ان کے اقوال کا کوئی اثر نہیں، فرمایا کہ جن کو ابتدا میں ارادت حاصل نہیں ہوتی وہ انتہا تک ترقی نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ اتباعِ سنت سے حکمت اور اتباعِ نفس سے ہلاکت حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ نفس کی برائیوں سے وہی واقف ہو سکتا ہے جو خود کو ہیچ تصور کرے۔ فرمایا کہ جب تک منع' عطا' ذلت اور عزت مساوی نہ ہوں کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ آخرت سے خائف رہنے والے ہی آخرت میں آرام حاصل کریں گے اور عذابِ آخرت سے خائف نہ ہونے والے غمزدہ رہتے ہیں۔ فرمایا کہ صابر وہی ہے جو مصائب کو برداشت کر سکے فرمایا کہ عام لوگ کھانے پر اور خواص عطائے باطنی پر شکر کرتے رہتے ہیں فرمایا کہ جب تک ہر شے کو خود سے بہتر تصور نہ کرے۔ نفس کے مصائب کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ اطاعت گزاری کا نام سعادت و

ارتکاب معصیت کرتے رہنے کے بعد امید مغفرت شقاوت ہے اور نفس کی اتباع قید خانہ کی زندگی کی طرح ہے۔ فرمایا کہ نہ تو خدا کے سوا کسی سے خائف رہو اور نہ کسی سے توقعات وابستہ کرو۔ فرمایا کہ اعزاز خداوندی سے شرف حاصل کرو تاکہ ذلت سے بچ سکو۔ فرمایا کہ نفس کا مقتضا خدا سے بُعد ہوتا ہے اور خوف واصل باللہ کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ عزت و دولت کی طلب اور مقبولیت کی حرص عداوت کی اساس ہے۔ فرمایا کہ خدا نے اپنے کرم سے بندوں کی خطائیں معاف کرنا فرض قرار دے لیا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ یعنی فرض کر لیا ہے تمہارے رب نے اپنے نفس پر رحمت کو فرمایا کہ عام اخلاص تو یہ ہے کہ نفس کو مسرت حاصل ہو اور خاص اخلاص یہ ہے کہ اعلیٰ ترین عبادت کو ادنیٰ ترین تصور کرتا رہے اور اخلاص کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ جو بات زبان سے ادا کرو اس کی تصدیق قلب سے بھی کرتے رہو اور مخلوق سے کنارہ کش ہو کر مخلوق پر نظر رکھنے کا نام بھی اخلاص ہے۔ ایک شخص فرخانہ سے چل کر آپ کی خدمت میں نیشاپور پہنچا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ناراض کر کے حج کرنا مناسب نہیں یہ سُن کر وہ فوراً واپس ہو گیا اور اپنی والدہ کی حیات تک مسلسل ان کی خدمت کرتا رہا لیکن ان کی وفات کے بعد پھر آپ کی خدمت میں جب نیشاپور پہنچا تو آپ نے کافی فاصلہ سے اس کا استقبال کیا اور اپنے ہمراہ لا کر بکریاں چرانے کا کام اس کے سپرد کر دیا اس کے بعد اس نے آپ کی زیر نگرانی فیوض باطنی سے اکتساب کیا اور معراج کمال تک پہنچا۔

فرمودات حضرت ابو محمد رویم رحمۃ اللہ علیہ

کسی نے آپؒ سے پوچھا کہ کس حال میں ہو؟ فرمایا کہ جس کا مذہب خواہشات اور ہمت دینار ہو اس کا حال کیا پوچھتے ہو، حال تو ان کا دریافت کرو جو عارف و متقی اور عبادت گزار ہوں۔ فرمایا کہ سب سے پہلے خدا نے بندے پر معرفت کو فرض کیا جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔ "نہیں پیدا کیا ہم نے جن و انس کو مگر عبادت کے لئے"۔ فرمایا کہ خدا نے اپنی ذات کے علاوہ ہر شئے کو دوسری شئے میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ پھر فرمایا جن کو حضوری حاصل ہوتی ہے وہ تین طرح کے ہوتے ہیں اول شاہد وعید جن پر ہر لمحہ ہیبت طاری رہتی ہے۔ دوم شاہد وعدہ جو ہمیشہ عالم غیبوبیت میں رہتے ہیں۔ سوم شاہد حق جو ہر وقت مسرور و مگن رہتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قول و فعل عطا کرنا بھی داخل سعادت ہے کیونکہ اگر قول کو سلب کر کے صرف فعل کو باقی رکھے تو مصیبت ہے اور اگر قول و فعل دونوں کو سلب کر لے تو ہلاکت ہے۔ پھر فرمایا کہ جماعتِ صوفیاء کے علاوہ ہر جماعت کو پُل صراط پر سے گزرنا اس لئے دشوار نہیں کہ دوسری جماعتوں سے ظاہری شریعت کے مطابق اور جماعت صوفیاء سے باطن کے مطابق باز پُرس ہو گی۔ پھر کسی نے سوال کیا آداب سفر کیا ہیں؟ فرمایا کہ کسی قسم کا خطرہ بھی مسافر کے لئے سدِّ راہ نہ ہو اور نہ کہیں آرام کی غرض سے قیام کرے کیونکہ جس جگہ بھی قلب نے آرام کر لیا بس وہی اس کی منزل ہے۔ پھر فرمایا کہ تصوف کی اساس یہ ہے کہ فقراء سے تعلق رکھے، عجز کے ساتھ ثابت قدم رہے اور بخشش و عطا پر معترض نہ ہو اور اعمال صالحہ پر ثابت قدمی کا نام تصوف ہے اور خدا کی محبت میں فنائیت کا نام توحید ہے۔ فرمایا کہ قلبِ عارف

ایسا آئینہ ہوتا ہے جس میں ہر لمحہ تجلیات کا انعکاس ہوتا رہتا ہے فرمایا کہ قرب کی دلیل یہ ہے کہ خدا کے سوا ہر شے سے وحشت پیدا ہوتی رہے۔ پھر فرمایا کہ صوفی کا مخلوق سے کنارہ کش ہونا ہی افضل ہے۔ پھر فرمایا کہ فقر اس کا نام ہے کہ نفس کی مخالفت کرتا ہو اور رموزِ خداوندی کو آشکار نہ ہونے دے اور ترکِ شکایت کا نام صبر ہے اور خدا کے سامنے خود کو ذلیل تصور کرنا تواضع ہے۔ فرمایا کہ حقیقی شہوت وہی ہے جو اعمال صالحہ کے علاوہ کسی وقت بھی ظاہر نہ ہو۔ فرمایا کہ اشارات میں دم مارنا حرام اور خطرات و مکاشفات میں دم زنی مباح ہے۔ فرمایا کہ ترکِ دنیا کا نام زہد ہے۔ فرمایا کہ خائف اسی کو کہا جاتا ہے جو خدا کے سوا کسی سے خوف زدہ نہ ہو۔ فرمایا کہ خندہ پیشانی کے ساتھ احکام الٰہی کے استقبال کرنے کا نام رضا ہے اور اخلاصِ عمل یہ ہے کہ دونوں جہان میں اس کے صلہ کی امید نہ رکھے۔ حضرت عبداللہ حفیفؒ نے جب آپ سے نصیحت کرنے کی استدعا کی تو فرمایا کہ خدا کی راہ میں جان قربان کر دے اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو پھر اقوال صوفیاء پر عمل نہ کرو۔

فرموداتِ حضرت یوسف اسباطؒ

توبہ کی دس علامتیں ہیں، دُنیا سے بعد اختیار کرنا ممنوعات سے احتراز کرنا، اہلِ تکبّر سے ربط و ضبط نہ رکھنا، صحبتِ متواضع اختیار کرنا، نیک لوگوں سے ربط رکھنا، توبہ پر ہمیشہ قائم رہنا۔ بعد از توبہ گناہ نہ کرنا۔ حقوق کی ادائیگی کرتے رہنا، غنیمت طلب کرنا، قوت کو زائل کرنا، اسی طرح زہد کی بھی دس علامتیں ہیں۔ موجود شے کو چھوڑ دینا، مقرر خدمت بجالانا، خیرات کرتے رہنا۔ صفائے باطنی حاصل کرنا۔ اعزّا کی عزت کرنا، دوستوں کا احترام کرنا۔ مباح اشیاء میں بھی زُہد سے کام لینا۔ آخرت کا نفع طلب کرنا،

آسائش میں کمی کرتے رہنا۔ ورع کی بھی دس قسمیں ہیں۔ متشابہات میں تدبّر سے کام لینا، شبہات سے احتراز کرنا، نیک و بد میں تمیز کرنا، فکر و غم سے دُور بھاگنا، سُود و زیاں سے بے نیاز رہنا۔ رضائے الٰہی پر قائم رہنا، امانت کا تحفظ کرنا، مصائبِ دوراں سے روگرداں رہنا، آفات سے پُر خطر چیزوں سے کنارہ کش رہنا، فخر و تکبّر کو خیرباد کہہ دینا۔ صبر کی بھی دس علامتیں ہیں۔ نفس کو روکنا۔ درس کو مضبوط رکھنا، طالبِ امن رہنا۔ بے صبری کو ترک کر دینا۔ قوتِ تقویٰ طلب کرنا، عبادات کی نگرانی کرنا۔ واجبات کو حد تک پہنچانا۔ مُعاملات میں صداقت اختیار کرنا۔ مُجاہدات پر قائم رہنا، اِصلاح معصیّت کرتے رہنا۔ مراقبہ کی چھ علامتیں ہیں، خدا کی پسندیدہ شے کو مرغوب رکھنا، خدا کے ساتھ نیک عزم قائم رکھنا، قلت و کثرت کو منجانب اللہ تصور کرنا۔ خدا کے ساتھ راحت و سکون حاصل کرنا، مخلوق سے احتراز کرنا، خدا سے مُحبّت کرنا، صدق کی بھی چھ علامتیں ہیں، قلب و زبان کو درُست رکھنا۔ قول و فعل میں مطابقت قائم رکھنا، اپنی تعریف کی خواہش نہ کرنا۔ حکومت اختیار نہ کرنا۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دینا، نفس کی مخالفت کرنا۔ توکل کی بھی دس علامتیں ہیں۔ خدا کی ضمانت شدہ اشیاء سے سکون حاصل کرنا۔ جو کچھ میسر آجائے اس پر شاکر رہنا۔ مصائب پر صبر کرنا، ارکان پر پابندی کے ساتھ عمل کرنا۔ بندوں کی طرح زندگی گزارنا۔ غرور سے احتراز کرنا، اختیارات کو معدوم کر دینا، مخلوق سے امید وابستہ نہ کرنا۔ حقائق میں قدم رکھنا، وفائق حاصل کرتے رہنا۔ یہ سوچ کر عمل کرو کہ اس عمل کے بغیر نجات ممکن نہیں اور یہ ذہن نشین کر کے توکل اختیار کرو کہ مقدّرات سے زائد ملنا ممکن نہیں، اُنس کی پانچ علامتیں ہیں۔ ہمیشہ گوشہ نشین رہنا۔ مخلوق سے ہمیشہ وحشت زدہ رہنا۔ خالق کو ہر لمحہ یاد رکھنا۔ مجاہدات میں سکون اختیار کرنا۔ اطاعت پر عمل پیرا

اور بات کہنے سے قبل انجام پر غور کرنا ضروری ہے اور جس شے میں تدبّر و تفکر سے ندامت ہو اس پر غور نہ کرنا افضل ہے۔ زبان سے بُری بات نہ نکالو۔ کانوں سے بُری بات نہ سنو۔ زنا سے کنارہ کش رہو۔ حلال رزق استعمال کرو، دنیا کو خیر باد کہہ دو۔ موت کو پیشِ نظر رکھو۔ شوق کی پانچ علامتیں ہیں، عیش و راحت میں موت کو نہ بھولنا۔ خوشی کے دوران بھی زندگی کو غنیم تصور کرنا۔ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا۔ زوالِ نعمت پر اظہارِ تاسف کرنا۔ مشاہدات کی حالت میں مسرُور رہنا۔ جماعت نمازوں کے علاوہ نماز کی زیادتی اور رزق حلال کی طلب فرض ہے۔

فرمودات حضرت ابو وراقؒ

نہ تو منہ سے بُری بات نکالو نہ کانوں سے خراب بات سنو۔ نہ آنکھوں سے بُری شے کو دیکھو نہ ٹانگوں سے بُری جگہ جاؤ نہ ہاتھوں سے بُری شے کو چھوؤ بلکہ ہمہ وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہو۔ نبوت کے بعد صرف حکمت ہی کا درجہ ہے اور حکمت کی شناخت یہ ہے کہ ضرورت کے وقت کے سوا ہمیشہ سکوت قائم رہے۔ خالق مخلوق سے آٹھ چیزوں کا خواہاں ہے۔ ان میں قلب سے دو۔ اول فرمانِ الٰہی کی عظمت، دوم مخلوق سے شفقت، زبان سے دو چیزیں، اول اقرارِ توحید، دوم مخلوق سے نرم زبان میں بات کرنا، تمام اعضاء سے دو چیزیں اول بندگی دوم اعانت مخلوق، مخلوق سے دو چیزیں، اول اپنی ذات پر صبر کرنا، دوم خلقت کے ساتھ بُردباری اختیار کرنا۔ نفس سے محبّت کرنے والوں پر غرور و حسد اور ذلت مسلط ہو جاتے ہیں، شیطان کا قول ہے کہ میں مومن کو ایک لمحہ میں کافر بنا سکتا ہوں اس لئے کہ پہلے اس کو حرام اشیاء کا حریص بناتا ہوں پھر خواہشات کا غلبہ کرتا ہوں،

اور جب وہ ارتکابِ معصیت کا عادی بن جاتا ہے تو کفر کے وسوسے پیدا کر دیتا ہوں جو خدا کو اور نفس و ابلیس کو اور مخلوق و دنیا کو پہچان لیتا ہے وہ نجات پا جاتا ہے اور نہ پہچاننے والا ہلاک ہو جاتا ہے اور مخلوق سے محبت کرنے والوں کو خدا کی محبّت حاصل نہیں ہو سکتی۔ تخلیقِ انسانی میں چونکہ مٹی اور پانی کا عنصر غالب ہے اِس لئے جس پہ پانی کا غلبہ ہو اُس کو نرمی سے اور جس پر مٹی کا غلبہ ہو اُس کو سختی کے ساتھ احکاماتِ خداوندی کی تعلیم دینی چاہیئے چونکہ پانی میں ہر رنگ اور ہر ذائقہ موجود ہوتا ہے اِس لئے کوئی اُس کی لذّت سے آشنا نہیں ہوتا۔ حالانکہ اُس کے پینے ہی سے زندگی کا قیام ہے لیکن کوئی نہیں جانتا کہ پانی باعثِ حیات ہے اس کے متعلق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط۔ یعنی ہم نے پانی سے ہر شے کو زندگی بخشی۔ افضل ترین ہے وہ فقیر جس سے نہ تو دنیاوی بادشاہ خراج طلب کر سکے اور نہ عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ حساب مانگے، غیبت اور لغویات لقمۂ حرام کی طرح ہیں اور ذکرِ الٰہی اور استغفار لقمۂ حلال کی مانند صدق نام ہے اس نام کی نگہداشت کا جو بندے اور خدا کے مابین ہو اور صبر نام ہے اس شے کی نگہداشت کا جو بندے اور نفس کے درمیان ہو۔ یقین ہی وہ نور ہے جو اہلِ یقین کو اہلِ تقویٰ بناتا ہے۔ زہد میں تین حرف ہیں ز۔ ہ۔ د۔ ز سے مُراد زینت کا ترک کرنا۔ ہ سے مراد ہوا و ہوس ترک کر دینا۔ د سے مراد دنیا کو چھوڑ دینا۔ یقین کی تین قسمیں ہیں۔ یقینِ خبر، یقینِ دلالت، یقینِ مشاہدہ۔ ہر کام کو من جانب اللہ تصور کرنے والا ہی صابر ہوتا ہے۔

فرمُودات حضرتِ شیخ ابُوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح محشر میں خدا کے سوا کوئی معاون و مددگار نہیں ہوگا۔ اسی طرح دُنیا میں بھی اُس کے سوا کسی کو مُعاون تصور

نہ کرو۔ پھر فرمایا کہ مخلوق کی محبّت باعثِ عذاب، صحبت باعثِ مصیبت، اور ربط و ضبط وجہ ذلّت ہے۔ پھر فرمایا کہ زہد و سخاوت اور نصیحت سے زیادہ کوئی شے سُود مند نہیں، فرمایا کہ زاہد وُہ ہے جو نہ ملنے پر خوش رہے۔ زندگی بھر ذکرِ الٰہی سے غافل نہ ہو۔ مصائب پر صبر سے کام لے اور خدا کی رضا پر راضی رہے۔ فرمایا کہ تصوف سر تا پا اخلاق ہے اور جس میں اخلاق کی زیادتی ہو گی اس میں تصوف بھی زیادہ ہو گا۔ فرمایا کہ اولیاءَ اللہ ظاہر میں اسیر اور باطن میں آزاد ہوتے ہیں فرمایا کہ صُوفی وہ ہے جو عبادت کو مشقت نہ سمجھے۔ فرمایا کہ استغفار ایک ایسا لفظ ہے جو جامع و اکمل ہے۔ اول معصیّت کے بعد ندامت کے ساتھ توبہ کرنا۔ دوم بعد از توبہ گناہ کا کبھی قصد نہ کرنا۔ سوم قبل از موت حقوق اللہ کی تکمیل کر دینا چہارم بعد از توبہ جسم کو ایسی مشقتیں دینا کہ جس طرح مشقتوں سے قبل اُس نے بہت آرام پایا ہو۔ فرمایا کہ توکل نام ہے اتباعِ علم اور یقین کامل کا۔ پھر فرمایا کہ توبہ کے وقت درِ مغفرت کھل جاتا ہے۔ فرمایا کہ خدا اپنے محتاج بندوں کی حاجت روائی خود کرتا ہے۔ فرمایا کہ ترکِ نفس اور غفلت پر اظہارِ تاسف تمام عبادات سے افضل ہے۔ فرمایا کہ جب تک بہُت زیادہ نیند نہ آئے ہرگز نہ سو و جب تک بھوک کی شدت نہ ہو مت کھاؤ۔ جب تک شدید ضرورت نہ ہو بات نہ کرو۔ فرمایا کہ شہوت درحقیقت دیو کی لگام ہے اور جس نے اس کو زیر کر لیا گویا دیو کو زیر کر لیا۔ فرمایا کہ جسم کو دنیا سے اور قلب کو عقبیٰ سے وابستہ رکھو۔ فرمایا کہ تین چیزیں دین کی اساس ہیں۔ اول حق۔ دوم عدل، سوم صدق۔ حق کا تعلق اعضاء سے ہے یعنی اعضاء کے ذریعہ ذکرِ الٰہی کرتے رہو۔ عدل کا تعلق قلب سے ہے یعنی بذریعہ قلب نیک و بد میں تمیز کرو اور صدق کا تعلق عقل سے ہے یعنی عقل کے ذریعہ خدا کو پہچانو پھر فرمایا کہ نسیم سحری منجانب اللہ ایک

ایسی ہوا ہے جس کا قیام عرش کے نیچے ہے اور وہ دم صبح دنیا میں پھر کر خدا کے بندوں کی گریہ وزاری اور طلب مغفرت اپنے ہمراہ لے جاکر خدا کے حضور پیش کر دیتی ہے۔

فرمودات حضرت ابراہیم بن ادھمؒ

ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضرت! میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے۔ کچھ نصیحت فرمایئے کہ میں اُسے ہمیشہ پیش نظر رکھوں۔ آپ نے فرمایا میری صرف چھ باتیں مان لو۔ اور پھر تمہارا جو جی چاہے کرو تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اول یہ کہ جب تم خدا کی نافرمانی کرو تو اُس کی نعمت کھانا چھوڑ دو۔ اُس شخص نے جواب دیا دنیا میں جو کچھ ہے سب تو اُسی کا ہے پھر کیسے ممکن ہے۔ فرمایا پھر تمہیں شرم نہیں آتی کہ اُس کی نعمت کھاتے ہو اور پھر اُس کی نافرمانی کرتے ہو۔ دوسرے یہ کہ جب تم اُس کی نافرمانی کرنا چاہو تو اُس کے ملک سے باہر جاکر کرو۔ اُس نے کہا حضرت مشرق سے مغرب تک سب تو اُسی کا ملک ہے پھر میں کہاں جاؤں۔ فرمایا تو پھر یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے ملک میں رہو اور اُس کی نافرمانی کرو؟ تیسرے یہ کہ اگر کوئی گناہ کرنا چاہو تو ایسی جگہ چھپ کر کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو نہ دیکھے۔ اُس نے کہا حضرت یہ کس طرح ممکن ہے وہ تو تمام رازوں کا جاننے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تمہیں شرم نہیں آتی کہ اُس کے ملک میں رہو۔ اُس کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور پھر اُس کے سامنے گناہ کرو۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جب ملک الموت تمہاری رُوح قبض کرنے آئیں تو اُن سے کہو کہ تھوڑی دیر کے لئے توبہ کر لینے کی مہلت دیدیں، اُس نے کہا حضرت وہ میری بات کب ماننے والے ہیں؟ آپ نے فرمایا' نادان! جب تم ملک الموت کو تھوڑی دیر بھی روکنے

پر قادر نہیں ہو تو پھر مناسب یہ ہے کہ اُس کے پہنچنے سے پہلے ہی توبہ کر لو۔ پانچویں بات یہ کہ جب منکر نکیر قبر میں تم سے سوال کرنے کے لئے آئیں تو تم انہیں کسی حیلے سے ٹال دو۔ اُس نے کہا حضرت یہ تو سب سے مشکل ہے۔ وہ کہاں کسی حیلے سے ٹلنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس کو تم دشوار اور محال سمجھتے ہو تو پھر اُن کے آنے سے پہلے ہی جواب دینے کے لئے اپنے کو تیار کر لو تا کہ اُس وقت بے بس نہ ہو۔ چھٹی بات یہ کہ کل قیامت کے دِن جب گنہگاروں کے لئے فرمانِ ایزدی ہوگا کہ انہیں دوزخ میں لے جاؤ تو تم اَڑ جانا کہ میں تو نہیں جانا۔ اُس نے کہا حضرت یہ تو اور بھی ناممکن ہے میری اتنی مجال کہاں کہ خدائے تبارک و تعالےٰ کے خلاف زبان ہلا سکوں اور میری خواہش کے مطابق مجھے چھوڑ دیا جائے۔ آپ نے فرمایا تو پھر کس بھروسہ پر وہ حرکت کرتے ہو جو تم کو نجات سے دُور اور عذاب سے قریب کر دینے والی ہے۔ اُس نے کہا حضرت آپ نے جو کچھ فرمایا میں سمجھ گیا اور مجھ پر واضح ہو گیا کہ میری نجات کس میں ہے۔ اِس کے بعد اُس نے توبہ کی اور حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا اور دُنیا سے بحمدہٖ ایمان کی سلامتی کے ساتھ رخصت ہُوا۔ چار چیزیں کمال کو پہنچا دیتی ہیں۔ اوّل فقر، دوم استغنا، سوم تواضع، چہارم مراقبہ۔ فقر تین چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اوّل سخاوت دوم تواضع۔ سوم ادب۔ تصوّف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے جن سے آٹھ پیغمبروں کی پیروی ہوتی ہے۔ یعنی تصوّف میں سخاوت حضرت ابراہیمؑ کی ہو، رضا حضرت اسمٰعیلؑ کی ہو۔ صبر حضرت ایوبؑ کا ہو، ارشادات حضرت زکریاؑ کے ہوں غربت حضرت یحییٰؑ کی ہو۔ سیاحت حضرت عیسیٰؑ کی ہو۔ لباس حضرت موسیٰؑ کا ہو اور فقر حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہو۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا ہے

کہ فقراء نے تین چیزیں اختیار کی ہیں اور اغنیا نے تین چیزیں پسند کی ہیں۔ فقیروں کی اختیار کی ہوئی چیزیں یہ ہیں۔ نفس کا چین سے رہنا اور دل کا فارغ رہنا اور حساب سے فارغ رہنا اور حساب کا ہلکا ہونا اور اغنیا نے یہ باتیں اختیار کی ہیں۔ نفس پر مشقت اور دل کا مشغول رہنا اور حساب کی شدّت۔

اے گروہِ فقراء امراء کی صحبت سے پرہیز کرو

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جب فقیر توانگروں سے ملنے لگے تو جانو کہ ریا کار ہے اور جب بادشاہ سے ملے تو جانو کہ چور ہے اور بعض عارفین کا قول ہے کہ جب فقیر توانگروں سے ملتا ہے تو اُس کا اعتماد ڈھیلا ہو جاتا ہے اور جب اُن سے طمع کرتا ہے تو عصمت جاتی رہتی ہے اور جب انہیں میں رہنے لگتا ہے تو گمراہ ہو جاتا ہے۔ درویش کی صفت پردہ پوشی اور خود فراموشی ہے۔ پردہ پوشی سے مراد خدا کے بندوں کی پردہ پوشی ہے۔ درویش کو چاہیئے کہ چار باتیں اختیار کرے۔ (۱) اپنی آنکھوں کو بند کرلے کہ خُدا کے بندوں کے عیوب نہ دیکھ سکے (۲) کانوں کو بہرا کرلے کہ جو باتیں سُننے کے لائق نہ ہوں اُن کو نہ سُن سکے۔ (۳) زبان کو گونگی کرلے کہ جو باتیں کہنے کے لائق نہ ہوں اُن کو نہ کہے۔ (۴) پاؤں کو لنگڑا رکھے کہ جب اُس کا نفس کسی غیر ضروری یا ناجائز کام کی طرف لے جانا چاہے تو نہ جا سکے۔ اگر یہ باتیں اُس کو حاصل ہو گئیں تو وُہ درویش ہے ورنہ وُہ دروغ گو ہے۔ جو درویش اِس دُنیائے دنی کی عزّت وجاہ کا خواستگار اور اہلِ دُنیا کے لطف وکرم کا خواہاں ہو وُہ درویش نہیں ہے بلکہ درویشوں کو بدنام کرنے والا اور طریقت کا مرتد ہے۔ جس درویش کے دِل میں ذرّہ برابر بھی دُنیا کی محبّت ہو گی وہ مردودِ طریقت ہے۔ درویشوں کا طریقہ تحمّل ہے اور تحمّل بھی ایسا کہ اگر کوئی

شخص اُس کی گردن پر ننگی تلوار رکھے تو بھی اُس سے وُہ خوش رہے اور اُس کے لئے بددُعا نہ کرے۔ درویش کا زہد تین چیزوں میں ہے (۱) دُنیا کا جاننا اور اُس سے ہاتھ اُٹھا لینا (۲) مولا کی طاعت کرنا اور آداب کی رعایت رکھنا (۳) آخرت کی آرزو اور اُس کو طلب کرنا۔ خُدا شناس جہنم کے لئے عذاب ہے اور خُدا ناشناس کے لئے جہنم عذاب ہے۔ دُنیا میں تین چیزیں عزیز ترین ہیں۔ (۱) عالم کا وہ سخن جو اپنے علم سے بیان کرے (۲) وُہ شخص جس کو طمع نہ ہو اور (۳) وُہ عارف جو ہمیشہ دوست کی ثنا وصفت بیان کرتا رہے۔

عارف عارف کا ایثار بے نیازی ہے۔ عارف کی خصلت اخلاص ہے۔ عارف وُہ ہے جو صبح اُٹھے تو رات کو یاد نہ کرے۔ عارف کی محبّت یہ ہے کہ ذکرِ حق کے سوا کسی چیز سے لگاؤ نہ رکھے۔ عارف کے لئے تین ارکان ضروری ہیں، ہیبت، تعظیم، حیا، اپنے گناہوں سے شرمندہ ہونا ہیبت ہے۔ طاعت گذاری تعظیم ہے اور خُدا کے سوا کسی پر نظر نہ ڈالنا حیا ہے۔ سلوک میں چودہ مقامات ہیں (۱) توبہ (۲) عبادت (۳) زہد (۴) رضا (۵) قناعت (۶) مجاہدہ (یا جہد) (۷) صدق (۸) تفکّر (۹) استرشاد (۱۰) اصلاح (۱۱) اخلاص (۱۲) معرفت (۱۳) شکر (۱۴) محبّت۔ ان میں سے ہر ایک مقام ایک ایک پیغمبر کے ساتھ منسوب ہے۔ یعنی توبہ حضرت آدمؑ، عبادت حضرت ادریسؑ، زہد حضرت عیسٰیؑ، رضا حضرت ایوبؑ قناعت حضرت یعقوبؑ، مجاہدہ حضرت یونسؑ، صدق حضرت یوسفؑ، تفکّر حضرت شعیبؑ، استرشاد حضرت شیثؑ، اصلاح حضرت داؤدؑ، اخلاص حضرت نوحؑ، معرفت حضرت خضرؑ، شکر حضرت ابراہیمؑ اور محبّت افضل الانبیاؐ

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ عارف کی چار نشانیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُسے شرح صدر حاصل ہو۔ دُوسرے یہ کہ اُس کا جسم گرا پڑا رہتا ہو۔ تیسرے یہ کہ اُس کا دِل زخمی ہو۔ چوتھے یہ کہ ملک الموت کا دروازہ اُس کے لئے کھلا رہتا ہو اور یہ بھی اُس کی علامت ہے کہ اُس کا دِل تعظیم و ہیبت کا مخزن ہو۔ زبان حمد و مدح کی مخزن ہو اور اُس کی رُوح اُنس و قرب کی مخزن ہو۔ اُس کا سر یعنی باطن شوق و محبّت کا مخزن ہو۔ اُس کا نفس سُلطان عقل سے مقہور و مغلوب ہو۔ عارف لوگ آفتاب کی طرح دُنیا میں چمکتے ہیں۔ اور سارے جہاں کو معرفت کی روشنی سے روشن کرتے رہتے ہیں۔ اہلِ محبّت کا وُہ مقام ہے جو فرشتوں کو بھی حاصل نہیں لیکن یاد رکھو کہ چار چیزیں آدمی کو نفس کی قید سے نجات دلاتی ہیں۔ اوّل یہ کہ درویشی کی دولت سے اپنے کو مالا مال کر دے۔ دُوسرے یہ کہ بھُوک میں بھی آسودگی ظاہر کرے تیسرے یہ کہ غم میں بھی خوش رہے اور چوتھے یہ کہ لوگوں کی بُرائی کا بدلہ ہمیشہ نیکی سے دے۔ اولیاء کرام کو تین باتوں سے پہچانو۔ اوّل وُہ خالق پر بھروسہ رکھتے ہوں۔ دوم مخلوق سے بے نیاز ہوں۔ سوم خدُا کو یاد کرتے ہوں اگر موت فروخت کی جانے والی شے ہوتی تو اہلِ آخرت موت کے سوا کچھ نہ خریدتے۔ دانشمندی کی تین علامتیں ہیں اوّل یہ کہ امراء کو حسد کے بجائے بنظرِ نصیحت دیکھے، دوم شہوت کی بجائے عورت پر نگاہِ شفقت ڈالے۔ سوم درویش کو غرور و تکبّر کے بجائے تواضع کی نظر سے دیکھے۔ کسی شخص کے لئے عطیاتِ خداوندی میں سے عقل اور ادب سے افضل کوئی شے نہیں ہے۔ جوان مرد کے لئے یہ دونوں چیزیں باعثِ جمال اور زینت ہیں۔ اگر یہ دونوں چیزیں نہ رہیں تو اُس کا مر جانا ہی بہتر ہے۔ شہوات کا حاصل کرنا دِل

کو سخت، سر کو مقید، عقل کو زائل، نیند اور غفلت کو زیادہ، حرص کو قوی اور اُمید کو دراز کر دیتا ہے۔

رزق کی چار قسمیں ہیں

(۱) رزق مقسوم (۲) رزق مذموم (۳) رزق مملوک (۴) رزق موعود۔ رزق مقسوم وُہ رزق ہے جو روزِ ازل سے لوحِ محفوظ پر لکھ دیا گیا ہے۔ اِس میں کمی اور زیادتی نہیں ہو سکتی۔ رزق مذموم وُہ رزق ہے کہ جتنا بھی زیادہ ملے، اس پر قناعت نہ کی جاتے۔ رزق مملوک وہ رزق ہے جو ضرورت کی کفالت کے بعد جمع کیا جاتے۔ رزق موعود وُہ رزق ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے۔ اور اُس کا ملنا ضروری ہے۔

چھڑی کے فائدے

حسن بصریؒ نے فرمایا ہے برچھی دار چھڑی میں آٹھ باتیں ہیں۔ انبیاء کی سُنّت ہے، صلحاء کی زینت ہے، دُشمن کے لئے ہتھیار ہے، ضعفاء کا مددگار ہے، اس کے رکھنے والے سے شیطان بھاگتا ہے، بدکار اس سے دبتا ہے اور رکھنے والے کے لئے سترہ کے کام آتی ہے اور جب تھک جاتے تو قوت حاصل ہوتی ہے۔ دس باتیں بُری ہیں اُن کو چھوڑ دو۔ وُہ دس یہ ہیں بخل اور کبر اور عجب اور ریا اور حسد اور شدتِ غضب اور حرص غذا اور کثرت۔ شہوت اور محبتِ مال اور محبتِ جاہ دس باتیں اچھی ہیں اِن کو اختیار کرو۔ گناہوں پر ندامت اور بلا پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا اور نعمتوں پر شُکر کرنا اور خوف و رجا کا معتدل رہنا اور دُنیا میں زہد کا کرنا اور اعمال میں اخلاص کرنا اور خلق سے خوش خُلقی سے پیش آنا۔ اور محبت اللہ تعالیٰ کی اور بہ اُس کے سامنے خشوع کرنا؛

مذمّتِ دُنیا

زر جس کو میسّر ہے وہ دنیا میں دھنی ہے
جو اس سے کرے صبر وہ دنیا سے غنی ہے

دنیا کچھ لوگوں کے لیے تو سرائے ہے، کچھ کے لیے تجارت گاہ۔ بعض کے لیے شہرت وعزّت حاصل کرنے کی جگہ، بعض کے لیے عیش ونشاط ہے۔ چنانچہ ہر فرد اپنے ہی تصوّرات کے اعتبار سے دُنیا سے دلچسپی رکھتا ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ نے ایک مرتبہ حضرت امام حسن بصریؒ سے پُوچھا کہ دنیا کا عذاب کیا ہوتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ دل کا مرجانا۔ پھر پُوچھا کہ دل کا مرجانا کیا ہوتا ہے؟ جواب دیا، دُنیا میں دل لگانا۔

یہ دنیا ہے کیا؟ بس اُجڑے ہوئے خانماں برباد لوگوں کی سرائے ہے۔ اور اگر یہ مال ہے بھی تو صرف ان لوگوں کے لیے ہو سکتا ہے جو بالکل تہی دامن اور قلّاش ہو۔ اور اس کو جمع کرنے کی دُھن اسی کو ہو سکتی ہے جس میں عقل کا شائبہ تک موجود نہ ہو۔ اور اس کی طلب میں دین سے دشمنی وہی شخص مول لے سکتا ہے جو (عقل کے علاوہ) علم سے (بھی) یکسر محروم ہو۔ اور اتنی ذلیل چیز کے لیے حسد تو صرف اسی کو ہو سکتا ہے، جسے اصول شریعت (فقہ) سے کوئی بہرہ نہ ہو اور اس کی تلاش اسی کو ہوتی ہے جس کا یقین (یعنی ایمان) پختہ نہ ہو۔ جس شخص پر صبح سویرے آنکھ کھلتے ہی دنیا کی دُھن سوار ہو جائے، اس کا شمار مردانِ خُدا میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا مقام دوزخ ہے اور اس دنیا میں بھی وہ چار نحوستوں کا غلام رہتا ہے یعنی:

(۱) دائمی رنج، جس سے نجات کی کوئی صورت نہ ہو۔ (۲) ایک ایسا (تکلیف دہ) مشغلہ جس سے کبھی فرصت نصیب نہ ہو۔ (۳) مفلسی وقلّاشی جس سے تونگری تک رسائی کا کوئی امکان ہی نہ ہو اور (۴) لامتناہی امید جس کے بر آنے کا

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اے لوگو! تم دنیا کے پیچھے دوڑتے ہو کہ تمھیں کچھ ملے اور دنیا اولیاٴ اللہ کے پیچھے دوڑتی ہے تاکہ انھیں کچھ پیش کرے۔ دنیا اُن کے آگے سر جھکائے کھڑی رہتی ہے۔ اپنے نفس کو توحید کی تلوار سے مار۔ اس کے لیے توفیق کا خود، مجاہدہ کا نیزہ ہاتھ میں لے۔ تقویٰ کی ڈھال اور یقین کی باندھ۔ کبھی نیزہ مار اور کبھی تلوار۔ جب ہمیشہ اسی طرح کرے گا تو وہ مغلوب ہوگی اور تو اس پر سوار ہو جائے گا اور اس کی لگام تیرے ہاتھ میں ہوگی، خواہ جنگل میں لے جائیو، خواہ دریا میں اس وقت خُدا تیرے سبب فخر کرے گا۔

ابلیس لعنۃ اللہ علیہ دنیا کے طالبوں کے سامنے دنیا کو روزانہ پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کون ایسی شے خریدتا ہے جو خریدار کو نقصان پہنچائے گی اور کچھ نفع نہ بخشے گی اور اس کو فکر مند بنائے گی اور مسرور نہ کرے گی۔ دُنیا اور اس کے عاشق کہتے ہیں کہ ہم خریدار ہیں۔ وہ کہتا ہے وہ عیب دار ہے۔ وہ کہتے ہیں کچھ مضائقہ نہیں۔ پھر وہ کہتا ہے اس کی قیمت نہ درہم ہے نہ دینار، بلکہ جنت ہے جو تمھارا حصّہ ہو وہ اس کی قیمت ہے کیونکہ میں نے اس کو چار چیزوں کے عوض خریدا ہے۔ خدا کی لعنت، خدا کے غضب، خدا کی ناراضی اور خدا کے عذاب کے عوض اور ان چیزوں کے عوض میں نے جنّت کو فروخت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم اس پر راضی ہیں۔ وہ کہتا ہے میں کچھ نفع حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے دلوں میں اسے اس طرح جگہ دو کہ پھر اسے نہ چھوڑو۔ وہ کہتے ہیں اچھا، پھر اُن کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ اس کے بعد کہتا ہے کیسی میری تجارت ہے۔ سفینۃ الابرار میں میں نے دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دارین کو پیدا کر کے اس کے ۲ دو رہنما بنائے۔ جنت کے رہنما محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کو فروخت کرنے والا خدائے عزوجل وعلا

آپ نے فرمایا ہاں! پروردگارِ عالم نے جن و انس کو میرا خدمت گزار بنایا ہے۔ اُس نے کہا اس میں یہ اشارہ ہے۔ خدا کی جانب سے یہ فرمان صادر ہوتا ہے کہ خلق تو آپ کی خدمت گزاری میں مشغول ہے لہٰذا آپ کو چاہیے کہ آپ میری خدمت وطاعت کی بجا آوری میں مشغول ہوں۔ پھر اُس نے پوچھا اور بھی کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! نگینۂ انگشتری سے مجھے انس حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس پر خدا کا نام رقم ہے۔ اُس نے کہا جب آپ مسمیٰ کے ساتھ مانوس ہو جائیں تو آپ کو اسم کی اُنسیت سے کیا سروکار۔ اس وقت سلیمانؑ کو اس چیونٹی اور اس کی سخن طرازی سے حیرت ہوئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ ملکِ خداوندی کے سامنے آپ کا ملک رائی کے دانے کے برابر بھی ہستی نہیں رکھتا۔ خیر آپ اس سے رُخصت ہوئے اور اُس نے اپنی راہ لی۔ آپ حیرت زدگی کی حالت میں واپس ہوئے۔ پس اے برادر! اپنے مولیٰ اور اپنے مالک کی حکمت کو دیکھ کہ وہ اپنی نہایت ضعیف البیان مخلوق سے اپنے اولیاء اور انبیاء کے لیے کیسی ادب آموزی کا کام لیتا ہے اور ان کو ادب سکھاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کا منتہائے مقصد دُنیا ہو جائے اس کو اللہ تعالیٰ شانہٗ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اس کو حق تعالیٰ شانہٗ چار چیزوں میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔ ایک[1] ایسا غم جو کبھی بھی ختم نہ ہو (کہ ہر وقت آمدنی کے بڑھانے کی فکر میں لگا رہے گا) ایک[2] ایسا شغل جس سے کسی وقت بھی فراغت نہ ہو۔ ایک[3] ایسا فقر جو کبھی بھی مستغنی نہ بنائے (کہ جتنی آمدنی بڑھتی جائے اتنا ہی خرچ زیادہ ہو کر آمدنی کم ہی معلوم ہو) اور[4] ایسی لمبی لمبی امیدیں جو کبھی بھی پوری نہ ہوں۔

حضرت ابراہیم علیٰ النبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے میں ہے کہ اے دُنیا تُو کس قدر ذلیل ہے ان نیک بندوں کی نگاہ میں جن کے لیے تُو اپنے کو آراستہ

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اے لوگو! تم دنیا کے پیچھے دوڑتے ہو کہ تمھیں کچھ ملے اور دنیا اولیا اللہ کے پیچھے دوڑتی ہے تاکہ انھیں کچھ پیش کرے۔ دنیا اُن کے آگے سر جھکائے کھڑی رہتی ہے۔ اپنے نفس کو توحید کی تلوار سے مار۔ اس کے لیے توفیق کا خود مجاہدہ کا نیزہ ہاتھ میں لے۔ تقویٰ کی ڈھال اور یقین کی باندھ۔ کبھی نیزہ مار اور کبھی تلوار۔ جب ہمیشہ اسی طرح کرے گا تو وہ مغلوب ہوگی اور تُو اس پر سوار ہو جائے گا اور اس کی لگام تیرے ہاتھ میں ہوگی، خواہ جنگل میں لے جائیو، خواہ دریا میں۔ اس وقت خُدا تیرے سبب فخر کرے گا۔

ابلیس لعنۃ اللہ علیہ دنیا کے طالبوں کے سامنے دنیا کو روزانہ پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کون ایسی شے خریدتا ہے جو خریدار کو نقصان پہنچائے گی اور کچھ نفع نہ بخشے گی اور اس کو فکر مند بنائے گی اور مسرور نہ کرے گی۔ دُنیا اور اس کے عاشق کہتے ہیں کہ ہم خریدار ہیں۔ وہ کہتا ہے وہ عیب دار ہے۔ وہ کہتے ہیں کچھ مضائقہ نہیں۔ پھر وہ کہتا ہے اس کی قیمت نہ درہم ہے نہ دینار، بلکہ جنت ہے جو تمھارا حصّہ ہو وہ اس کی قیمت ہے کیونکہ میں نے اس کو چار چیزوں کے عوض خریدا ہے۔ خدا کی لعنت، خدا کے غضب، خدا کی ناراضی اور خدا کے عذاب کے عوض اور ان چیزوں کے عوض میں نے جنّت کو فروخت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم اس پر راضی ہیں۔ وہ کہتا ہے میں کچھ نفع حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے دلوں میں اسے اس طرح جگہ دو کہ پھر اسے نہ چھوڑو۔ وہ کہتے ہیں اچھا، پھر اُن کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ اس کے بعد کہتا ہے کیسی میری تجارت ہے۔ سفینۃ الابرار میں میں نے دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دارین کو پیدا کر کے اس کے دو[۲] رہنما بنائے۔ جنت کے رہنُما محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کو فروخت کرنے والا خدائے عزوجل وعلا

آپ نے فرمایا ہاں! پروردگارِ عالم نے جن و انس کو میرا خدمت گزار بنایا ہے۔ اُس نے کہا اس میں یہ اِشارہ ہے۔ خدا کی جانب سے یہ فرمان صادر ہوتا ہے کہ خلق تو آپ کی خدمت گزُاری میں مشغول ہے لہذا آپ کو چاہیے کہ آپ میری خدمت وطاعت کی بجاآوری میں مشغول ہوں۔ پھر اُس نے پوچھا اور بھی کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! نگینۂ انگشتری سے مجھے انس حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس پر خدا کا نام رقم ہے۔ اُس نے کہا جب آپ مسمی کے ساتھ مانوس ہو جائیں تو آپ کو اسم کی اُنسیت سے کیا سروکار۔ اس وقت سلیمانؑ کو اس چیونٹی اور اس کی سخن طرازی سے حیرت ہوئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ ملکِ خداوندی کے سامنے آپ کا ملک رائی کے دانے کے برابر بھی ہستی نہیں رکھتا۔ خیر آپ اس سے رُخصت ہوئے اور اُس نے اپنی راہ لی۔ آپ حیرت زدگی کی حالت میں واپس ہوئے۔ پس اے برادر! اپنے مولیٰ اور اپنے مالک کی حکمت کو دیکھ کہ وہ اپنی نہایت ضعیف البیان مخلوق سے اپنے اولیاء اور انبیاء کے لیے کیسی ادب آموزی کا کام لیتا ہے اور ان کو ادب سکھاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کا منتہائے مقصد دُنیا ہو جائے اس کو اللہ تعالیٰ شانہٗ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اس کو حق تعالیٰ شانہٗ چار چیزوں میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔ ایک[1] ایسا غم جو کبھی بھی ختم نہ ہو (کہ ہر وقت آمدنی کے بڑھانے کی فکر میں لگا رہے گا) ایک[2] ایسا شغل جس سے کسی وقت بھی فراغت نہ ہو۔ ایک[3] ایسا فقر جو کبھی بھی مستغنی نہ بنائے (کہ جتنی آمدنی بڑھتی جائے اتنا ہی خرچ زیادہ ہو کہ آمدنی کم ہی معلوم ہو) اور[4] ایسی لمبی لمبی امیدیں جو کبھی بھی پوری نہ ہوں۔

حضرت ابراہیم علیٰ النبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے میں ہے کہ اے دُنیا تُو کس قدر ذلیل ہے ان نیک بندوں کی نگاہ میں جن کے لیے تُو اپنے کو آراستہ

کرتی ہے۔ میں نے ان کے دلوں میں تیری عداوت ڈال دی ہے اور تیرے سے اعراض ان میں پیدا کر دیا ہے۔ میں نے کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ ذلیل پیدا نہیں کی۔ تیری ساری رفعت نہایت ناچیز ہے اور ختم ہو جانے والی ہے۔ میں نے تیرے متعلق تیری پیدائش کے دن یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ نہ تو ہمیشہ کسی کے پاس رہے گی اور نہ تیرے ساتھ ہمیشہ کوئی رہے گا۔ چاہے تیرا مالک کتنا ہی تیرے ساتھ بخل کرے۔ مبارک ہیں وہ نیک بندے جو دل سے راضی برضا رہنے کی مجھے اطلاع دیتے ہیں اور اپنے ضمیر سے سچائی اور پختگی کی مجھے خبر دیتے ہیں۔ ان کے لیے سرسبزی ہے۔ وہ اپنی قبروں سے اُٹھ کر میرے پاس آئیں گے تو میرے پاس ان کے لیے ایک نُور ہے جو اس وقت اُن کے سامنے ہوگا اور فرشتے دائیں بائیں جانب ہوں گے حتّٰی کہ میں ان کی ان سب امّیدوں کو پُورا کر دوں گا جو انھوں نے میرے ساتھ باندھ رکھی ہیں۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ مبارک میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت ایک چارپائی پر جو خرما کے پوست کے بانوں سے بُنی ہوئی تھی لیٹے تھے۔ جب اُٹھ کر بیٹھے تو حضرت عمرؓ نے آپ کے پہلوئے مُبارک پر نِشان بانوں کے دیکھے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے خطاب کے بیٹے! کیا بات ہے جو روتے ہو؟ عرض کیا کہ میں نے فارس اور روم کے بادشاہوں کو خیال کیا کہ ان کے پاس کچھ ملک ہے اور آپ کو خیال کیا کہ آپ اللہ کے حبیب اور اس کے برگزیدہ ہیں۔ آپ اس موٹے بانوں کی چارپائی پر لیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو یہ بات پسند نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے واسطے آخرت؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ یوں ہی ہے۔ اور ایک شخص حضرت ابوذرؓ کے گھر گیا اور ہر طرف دیکھنے لگا پھر

کے ساتھ جو تیرا شوہر ہے۔ میں نے تیرا ہاتھ ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دیا ہے کہ سردار ہے اس دُنیا میں اور سردار ہے آخرت میں۔ (یعنی سیّد دوجہاں ہے)۔

حضرت صدیقِ اکبرؓ کو پیاس لگی۔ انھوں نے پانی مانگا۔ لوگ ان کے لیے شہد کا شربت لائے۔ جب اُنھوں نے اس کو چکھا تو آنسوؤں سے ہچکی بندھ گئی۔ خود بھی روئے اور ان کو بھی رُلایا۔ پھر مُنھ پونچھ کر چاہا کہ کچھ کلام کریں مگر پھر رونا شروع کر دیا۔ جب کثرت سے روئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا اسی شربت کے باعث سے آپ روتے ہیں؟ فرمایا ہاں! ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھا اور حجرہ شریف میں سوائے میرے، آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اتنے میں آپ نے فرمانا شروع کیا کہ مجھ سے الگ رہ۔ میں نے عرض کیا کہ میرے مادر پدر آپ پر قربان ہوں، میں تو آپ کے سامنے کسی کو نہیں دیکھتا، آپ کس سے مُخاطب ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ دنیا نے اس وقت میرے پاس اپنی گردن اور سر بڑھا کر کہا کہ مجھ کو لے لو۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھ سے الگ ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اے محمدؐ! اگر تم مجھ سے بچ رہو گے تو تمھارے بعد کے لوگ مجھ سے نہ بچیں گے تو مجھ کو یہ خوف ہے کہ اس شربت کے پینے سے کہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیٰحدہ نہ ہو جاؤں بھائیو یہ لوگ تھے کہ اس خوف سے کہ شربت حلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ کر دے، روتے تھے۔ اے بکبخت نفس! تُو تو انواع واقسام کی نعمت اور شہوت میں مبتلا ہے اور کمائی بھی خالی حرمت اور شبہہ سے نہیں تجھ کو خوف علیٰحدگی کا۔ اس حبیب پاک سے نہیں۔ تف ہے تُجھ پہ کتنا بڑا جہل ہے کہ اگر قیامت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تو وہ احوال و دہشتیں دیکھے گا جن سے فرشتے اور انبیاء فریاد کریں گے اور اگر اب کوشش میں قصور کرے گا تو پھر ان کے ساتھ ملنا دشوار ہے اور اگر تجھ کو مال کی کثرت منظور ہے تو سخت حساب

کرتی ہے۔ میں نے ان کے دلوں میں تیری عداوت ڈال دی ہے اور تیرے سے اعراض ان میں پیدا کر دیا ہے۔ میں نے کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ ذلیل پیدا نہیں کی۔ تیری ساری رفعت نہایت ناچیز ہے اور ختم ہو جانے والی ہے۔ میں نے تیرے متعلق تیری پیدائش کے دن یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ نہ تو ہمیشہ کسی کے پاس رہے گی اور نہ تیرے ساتھ ہمیشہ کوئی رہے گا۔ چاہے تیرا مالک کتنا ہی تیرے ساتھ بخل کرے۔ مبارک ہیں وہ نیک بندے جو دل سے راضی برضا رہنے کی مجھے اطلاع دیتے ہیں اور اپنے ضمیر سے سچائی اور پختگی کی مجھے خبر دیتے ہیں۔ ان کے لیے سرسبزی ہے۔ وہ اپنی قبروں سے اُٹھ کر میرے پاس آئیں گے تو میرے پاس ان کے لیے ایک نُور ہے جو اس وقت اُن کے سامنے ہو گا اور فرشتے دائیں بائیں جانب ہوں گے حتیٰ کہ میں ان کی ان سب امیدوں کو پُورا کر دوں گا جو انھوں نے میرے ساتھ باندھ رکھی ہیں۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ مبارک میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت ایک چارپائی پر جو خرما کے پوست کے بانوں سے بُنی ہوئی تھی لیٹے تھے۔ جب اُٹھ کر بیٹھے تو حضرت عمرؓ نے آپ کے پہلوئے مُبارک پر نشان بانوں کے دیکھے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے خطاب کے بیٹے! کیا بات ہے جو روتے ہو؟ عرض کیا کہ میں نے فارس اور روم کے بادشاہوں کو خیال کیا کہ ان کے پاس کچھ ملک ہے اور آپ کو خیال کیا کہ آپ اللہ کے حبیب اور اس کے برگزیدہ ہیں۔ آپ اس موٹے بانوں کی چارپائی پر لیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو یہ بات پسند نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے واسطے آخرت؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ یوں ہی ہے۔ اور ایک شخص حضرت ابوذرؓ کے گھر گیا اور ہر طرف دیکھنے لگا پھر

کے ساتھ جو تیرا شوہر ہے۔ میں نے تیرا ہاتھ ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دیا ہے کہ سردار ہے اس دُنیا میں اور سردار ہے آخرت میں۔ (یعنی سیدہ دوجہاں ہے)۔

حضرت صدیقِ اکبرؓ کو پیاس لگی۔ انھوں نے پانی مانگا۔ لوگ ان کے لیے شہد کا شربت لائے۔ جب اُنھوں نے اس کو چکھا تو آنسوؤں سے ہچکی بندھ گئی۔ خود بھی روئے اور ان کو بھی رُلایا۔ پھر مُنھ پونچھ کر چاہا کہ کچھ کلام کریں مگر پھر رونا شروع کر دیا۔ جب کثرت سے روئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا اسی شربت کے باعث سے آپ روتے ہیں؟ فرمایا ہاں! ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھا اور حجرہ شریف میں سوائے میرے، آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اتنے میں آپ نے فرمانا شروع کیا کہ مجھ سے الگ رہ۔ میں نے عرض کیا کہ میرے مادر پدر آپ پر قربان ہوں، میں تو آپ کے سامنے کسی کو نہیں دیکھتا، آپ کس سے مُخاطب ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ دنیا نے اس وقت میرے پاس اپنی گردن اور سر بڑھا کر کہا کہ مجھ کو لے لو۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھ سے الگ ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اے محمدؐ! اگر تم مجھ سے بچ رہو گے تو تمھارے بعد کے لوگ مجھ سے نہ بچیں گے تو مجھ کو یہ خوف ہے کہ اس شربت کے پینے سے کہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ نہ ہو جاؤں بھائیو یہ لوگ تھے کہ اس خوف سے کہ شربت حلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ کر دے، روتے تھے۔ اے کمبخت نفس! تُو تو انواع واقسام کی نعمت اور شہوت میں مبتلا ہے اور کمائی بھی خالی حرمت اور شبہہ سے نہیں تجھ کو خوف علیحدگی کا۔ اس حبیب پاک سے نہیں۔ تف ہے تجُھ پر کتنا بڑا جہل ہے کہ اگر قیامت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تو وہ احوال و دہشتیں دیکھے گا جن سے فرشتے اور انبیاء فریاد کریں گے اور اگر اب کوشش میں قصور کرے گا تو پھر ان کے ساتھ ملنا دشوار ہے اور اگر تجھ کو مال کی کثرت منظور ہے تو سخت حساب

کے لیے صبر کرنا پڑے گا اور اگر مقدارِ قلیل پر قانع نہ ہوگا تو مُدت تک میدان قیامت میں ٹھہرنا اور آہ و نالہ کرنا پڑے گا۔ اگر پیچھے رہنے والوں کے احوال سے راضی ہوگا تو اصحاب یمین اور رسول رب العالمین سے علیحدہ رہے گا اور دار نعیم و خلد بریں میں دیر ہو کر پہنچے گا متقیوں کے حال کے خلاف اگر کرے گا تو اہوال روز حشر میں مرے گا اس کو خوب سوچ لینا چاہیے۔ پھر اگر یہ خیال ہو کہ میں بھی مثل سلف صالحین کے ہوں کہ قدر قلیل پر قانع ہوں اور حلال کا طالب مال کا دینے والا اپنے نفس پر ایثار کرنے والا فقر سے ڈرتا نہیں نہ کل کے واسطے کچھ جوڑتا ہوں تکاثر اور غنی کو بُرا جانتا ہوں اور فقر اور بلا پر راضی اور قلّت اور مسکنت سے خوش ہوں اور فروتنی و ذلت کو اچھا سمجھتا ہوں اور علو و رفعت کو بُرا۔ اپنے کام میں پکا ہوں راہ راست سے میرا دل پھرتا نہیں۔ اپنے نفس کو صرف اللہ کے واسطے روکے رکھتا ہوں اور سب کاموں میں مرضی الٰہی مقدم جانتا ہوں اور مجھ جیسا متقی سوال و حساب کے جھگڑے میں توقف نہ کرے گا۔ میرا جمع کرنا مال کو صرف خرچ فی سبیل اللہ کے لیے ہے تو کم بخت ذرا تو غور کر۔ کیا تجھے یہ نہیں معلوم کہ مال کے شغل نہ رکھنے اور ذکر و فکر اور عبرت کے لیے دل کے فارغ رہنے سے دل زیادہ بچا رہتا ہے اور حساب میں آسانی رہتی ہے۔ سوال خفیف ہوتے ہیں۔ قیامت کے اہوال سے امن ہوتا ہے، ثواب بہت سا ملتا ہے۔ خدا کے نزدیک مرتبہ نہایت زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ بعض صحابہ سے مروی ہے کہ انھوں نے یہ حدیث نقل فرمائی کہ اگر ایک آدمی گود میں اشرفیاں لے کر تقسیم کرے اور دُوسرا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ذاکر بہ نسبت اوّل شخص کے افضل ہوگا۔ اور بعض علمائے سے کسی نے سوال کیا کہ ایک شخص مال اعمالِ خیر کے لیے جمع کرتا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ نہ جمع کرنے میں اس کے لیے زیادہ خیر ہے اور نیز بعض عمدہ تابعین سے کسی نے پوچھا کہ دو شخصوں میں سے ایک نے دنیا بوجہ حلال

ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ یہ ایک زمین کا بادشاہ تھا، خدائے تعالیٰ نے اس کو زمین کا حاکم کیا تھا۔ اس نے سرکشی اور ظلم وستم کیا جب خدا تعالیٰ نے اس کا ظلم وستم دیکھا تو اس پر موت کو مسلط کیا۔ اب ڈھیلے کی مانند پڑا پھرتا ہے اور اس کے سارے عمل خدا تعالیٰ کو معلوم ہیں۔ قیامت کے روز ان کا بدلہ پاوے گا۔ پھر ایک اور پرانی کھوپری اٹھا کر پوچھا کہ اس کو جانتے ہو؟ انھوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ اُس نے کہا کہ یہ بھی ایک بادشاہ کا سر ہے جو اس کے بعد ہوا اور پہلے کا ظلم وستم اس کو معلوم تھا۔ اس نے لوگوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی کی اور اپنی رعیت کے ساتھ عدل سے پیش آیا اب اس حال میں ہو گیا۔ خداوند کریم نے اس کے عمل بھی گن رکھے ہیں۔ ان کا ثواب قیامت کو پاوے گا۔ پھر ذوالقرنین کی کھوپری کی طرف جُھک کر کہا کہ اے ذوالقرنین! یہ کھوپری بھی انھی دونوں کی طرح ہو جائے گی۔ تُو جو کچھ کیا کرے، تامل سے کیا کر۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تُو میرے ساتھ چلے تو میں تجھ کو اپنا نائب اور وزیر مشیر اور شریک سلطنت کروں۔ اس نے عرض کیا میں اور آپ ایک جگہ نہیں رہ سکتے نہ اکٹھا ہو سکیں گے۔ آپ نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ اس نے کہا کہ اس وجہ سے کہ آدمی تمھارے سب دُشمن ہیں اور میرے سب دوست۔ آپ نے کہا یہ کیوں ہے؟ اُس نے کہا یہ اس لیے کہ آپ کے پاس ملک و دنیا ہے اسی کے سبب سب آپ کے دُشمن ہیں اور چونکہ میں نے دنیا پر لات ماری ہے، مجھ سے عداوت کی وجہ کوئی نہیں میں چونکہ خُود محتاج و مفلس ہوں میرا کوئی دُشمن نہیں۔ یہ سُن کر ذوالقرنین روتے ہوئے اس کے پاس سے چلے آئے اور اس کی باتوں سے کمال حیرت کرتے تھے اور عبرت و نصیحت سمجھتے تھے۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا علما کی مجلس میں کثرت سے بیٹھا کرو اور حکما کی بات اہتمام سے سُنا کرو۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ حکمت کے نُور سے

کے لیے صبر کرنا پڑے گا اور اگر مقدارِ قلیل پر قانع نہ ہوگا تو مدّت تک میدان قیامت میں ٹھہرنا اور آہ و نالہ کرنا پڑے گا۔ اگر پیچھے رہنے والوں کے احوال سے راضی ہوگا تو اصحاب یمین اور رسول رب العالمین سے علیحدہ رہے گا اور دار نعیم و خلد بریں میں دیر ہو کر پہنچے گا متقیوں کے حال کے خلاف اگر کرے گا تو اہوال روز حشر میں مرے گا اس کو خوب سوچ لینا چاہیے۔ پھر اگر یہ خیال ہو کہ میں بھی مثل سلف صالحین کے ہوں کہ قدر قلیل پر قانع ہوں اور حلال کا طالب مال کا دینے والا اپنے نفس پر ایثار کرنے والا فقر سے ڈرتا نہیں نہ کل کے واسطے کچھ جوڑتا ہوں تکاثر اور غنی کو بُرا جانتا ہوں اور فقر اور بلا پر راضی اور قلت اور مسکنت سے خوش ہوں اور فروتنی و ذلّت کو اچھا سمجھتا ہوں اور علو و رفعت کو بُرا۔ اپنے کام میں پکا ہوں راہ راست سے میرا دل پھرتا نہیں۔ اپنے نفس کو صرف اللہ کے واسطے روک کے رکھتا ہوں اور سب کاموں میں مرضی الٰہی مقدم جانتا ہوں اور مجھ جیسا متقی سوال و حساب کے جھگڑے میں توقف نہ کرے گا۔ میرا جمع کرنا مال کو صرف خرچ فی سبیل اللہ کے لیے ہے تو کم بخت ذرا تو غور کر۔ کیا تجھے یہ نہیں معلوم کہ مال کے شغل نہ رکھنے اور ذکر و فکر اور عبرت کے لیے دل کے فارغ رہنے سے دل زیادہ بچا رہتا ہے اور حساب میں آسانی رہتی ہے۔ سوال خفیف ہوتے ہیں۔ قیامت کے اہوال سے امن ہوتا ہے، ثواب بہت سا ملتا ہے۔ خدا کے نزدیک مرتبہ نہایت زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ بعض صحابہ سے مروی ہے کہ انھوں نے یہ حدیث نقل فرمائی کہ اگر ایک آدمی گود میں اشرفیاں لے کر تقسیم کرے اور دُوسرا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ذاکر بہ نسبت اوّل شخص کے افضل ہوگا۔ اور بعض علمائ سے کسی نے سوال کیا کہ ایک شخص مال اعمالِ خیر کے لیے جمع کرتا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ نہ جمع کرنے میں اس کے لیے زیادہ خیر ہے اور نیز بعض عمدہ تابعین سے کسی نے پوچھا کہ دو شخصوں میں سے ایک نے دنیا بوجہ حلال

ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ یہ ایک زمین کا بادشاہ تھا، خدائے تعالیٰ نے اس کو زمین کا حاکم کیا تھا۔ اس نے سرکشی اور ظلم و ستم کیا جب خدا تعالیٰ نے اس کا ظلم و ستم دیکھا تو اس پر موت کو مسلط کیا۔ اب ڈھیلے کی مانند پڑا پھرتا ہے اور اس کے سارے عمل خدا تعالیٰ کو معلوم ہیں۔ قیامت کے روز ان کا بدلہ پاوے گا۔ پھر ایک اور پرانی کھوپری اٹھا کر پوچھا کہ اس کو جانتے ہو؟ انھوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ اُس نے کہا کہ یہ بھی ایک بادشاہ کا سر ہے جو اس کے بعد ہوا اور پہلے کا ظلم و ستم اس کو معلوم تھا۔ اس نے لوگوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی کی اور اپنی رعیت کے ساتھ عدل سے پیش آیا اب اس حال میں ہو گیا۔ خداوند کریم نے اس کے عمل بھی گن رکھے ہیں۔ ان کا ثواب قیامت کو پاوے گا۔ پھر ذوالقرنین کی کھوپری کی طرف جھک کر کہا کہ اے ذوالقرنین! یہ کھوپری بھی انھی دونوں کی طرح ہو جائے گی۔ تُو جو کچھ کیا کرے، تامل سے کیا کر۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تُو میرے ساتھ چلے تو میں تجھ کو اپنا نائب اور وزیر مشیر اور شریکِ سلطنت کروں۔ اس نے عرض کیا میں اور آپ ایک جگہ نہیں رہ سکتے نہ اکٹھا ہو سکیں گے۔ آپ نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ اس نے کہا کہ اس وجہ سے کہ آدمی تمھارے سب دُشمن ہیں اور میرے سب دوست۔ آپ نے کہا یہ کیوں ہے؟ اُس نے کہا یہ اس لیے کہ آپ کے پاس ملک و دنیا ہے اسی کے سبب سب آپ کے دُشمن ہیں اور چونکہ میں نے دنیا پر لات ماری ہے، مجھ سے عداوت کی وجہ کوئی نہیں میں چونکہ خُود محتاج و مفلس ہوں میرا کوئی دُشمن نہیں۔ یہ سُن کر ذوالقرنین روتے ہوئے اس کے پاس سے چلے آئے اور اس کی باتوں سے کمال حیرت کرتے تھے اور عبرت و نصیحت سمجھتے تھے۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا علما کی مجلس میں کثرت سے بیٹھا کرو اور حکما کی بات اہتمام سے سُنا کرو۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ حکمت کے نُور سے

مُردہ دل کو ایسا زندہ فرماتے ہیں جیسا کہ مُردہ زمین زوردار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔
ایک شخص اُن کے پاس سے گزرا۔ ان کے پاس اس وقت مجمع بیٹھا ہُوا تھا۔ وہ کہنے لگا کیا تُو فلاں قوم کا غلام نہیں تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ ہاں میں اُن کا غلام تھا۔ اُس نے پُوچھا کیا تُو وہی نہیں ہے جو فلاں پہاڑ کے قریب بکریاں چرایا کرتا تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ ہاں میں وہی شخص ہُوں۔ اُس نے پوچھا کہ پھر تُو اس مرتبے تک کیسے پہنچ گیا؟ اُنھوں نے فرمایا کہ چند چیزوں کی پابندی اور اہتمام کرنے سے۔ وہ چیزیں یہ ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا خوف اور بات میں سچائی اور امانت کا پُورا پُورا ادا کرنا اور بے کار گفتگو سے احتراز۔ ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا! اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ایسی طرح امید رکھو کہ اس کے عذاب سے بے خوف نہ ہو جاؤ اور ایسی طرح اس کے عذاب سے خوف کرو کہ اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ صاحب زادہ نے عرض کیا کہ دل تو ایک ہی ہے اس میں خوف اور امید دونوں کس طرح جمع ہوں؟ اُنھوں نے فرمایا کہ مومن ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس کے لیے گویا دو دل ہوتے ہیں۔ ایک میں پوری اُمید اور ایک میں پُورا خوف۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بیٹا! رَبِّ اغْفِرْلِیْ بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ اللہ شانہٗ کے الطاف میں بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں جو کچھ آدمی مانگتا ہے، وہ مل جاتا ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا نیک عمل اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ یقین کے بغیر نہیں ہو سکتا جس کا یقین ضعیف ہو گا، اس کا عمل بھی سُست ہو گا۔ بیٹا جب شیطان تجھے کسی شک میں مبتلا کرے تو اس کو یقین کے ساتھ مغلوب کر اور جب وہ تجھے عمل میں سُستی کرنے کی طرف لے جائے تو قبر اور قیامت کی یاد سے اس پر غلبہ حاصل کر اور جب دنیا میں رغبت یا (یہاں کی تکلیف کے) خوف کے راستے سے وہ تیرے پاس آئے تو اس سے کہہ دے کہ دُنیا ہر حال میں چھُوٹنے والی چیز ہے (نہ یہاں کی راحت کو دوام ہے نہ یہاں کی تکلیف ہمیشہ رہنے والی ہے) ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا جو شخص

کہ مرنے کے بعد تو وہاں کے علاوہ کوئی مقام ہی نہیں) (۴) جب تک تمھیں جہنّم سے خلاصی کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک اس سے خلاصی کی کوشش کرتے رہنا (ظاہر ہے جب کوئی کسی سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہو تو جب تک اُس کو مقدمہ کے خارج ہو جانے کا یقین نہ ہو، ہر وقت کوشش میں لگا رہتا ہے)۔(۵) گناہوں پر اتنی جرأت کرنا جتنا جہنم کی آگ میں جلنے کا حوصلہ اور ہمت ہو (کہ گناہوں کی سزا ضابطہ کی چیز ہے اور مراحم خسروانہ کی خبر نہیں)۔(۶) جب کوئی گناہ کرنا چاہو، ایسی جگہ تلاش کر لینا جہاں حق تعالیٰ شانہ، اور اس کے فرشتے نہ دیکھیں (کہ خود حاکم کے سامنے سی آئی ڈی کے عملہ کے سامنے بغاوت کا انجام معلوم ہے)

حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ایک حقیقی بات تم سے کہتا ہوں کہ جیسے بیمار آدمی کو تکلیف کی شدّت کی وجہ سے کھانے میں لذت نہیں آتی اسی طرح دُنیا دار کو عبادت میں لذّت نہیں آتی اور جس طرح جانور پر سواری کرنا چھوڑ دیا جائے تو اس سے اس کا مزاج سخت ہو جاتا ہے اور سواری کی عادت اُس کو نہیں رہتی اسی طرح اگر موت کے ذکر اور عبادت کی مشقّت کے ساتھ دلوں کو نرم نہ کیا جائے تو وہ سخت ہو جاتے ہیں ان میں قساوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک حق بات کہتا ہوں کہ مشکیزہ جب تک پھٹے نہیں وہ شہد (پانی وغیرہ) کا برتن بنتا ہے لیکن جب وہ پھٹ جاتا ہے تو پھر شہد اس میں نہیں رکھا جاتا۔ اسی طرح دلوں کو جب تک شہوتوں سے پھاڑا نہ جائے، یا طمع سے اس کو خراب نہ کیا جائے یا نعمتوں سے اس کو سخت نہ کیا جائے تو وہ حکمت کا برتن بنتا ہے۔

حضرت ابو حازمؒ کا ارشاد ہے کہ دُنیا سے بچتے رہو۔ قیامت کے دن آدمی کو میدانِ حشر میں کھڑا کر کے کہا جائے گا یہ وہ شخص ہے جس نے ایسی چیز کو بڑا سمجھا جس کو اللہ تعالیٰ شانہ، نے حقیر بتایا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ ہر شخص اپنے

مُردہ دل کو ایسا زندہ فرماتے ہیں جیسا کہ مُردہ زمین زوردار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔
ایک شخص اُن کے پاس سے گزرا۔ ان کے پاس اس وقت مجمع بیٹھا ہُوا تھا۔ وہ کہنے لگا کیا تُو فلاں قوم کا غلام نہیں تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ ہاں میں اُن کا غُلام تھا۔ اُس نے پُوچھا کیا تُو وہی نہیں ہے جو فلاں پہاڑ کے قریب بکریاں چرایا کرتا تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ ہاں میں وہی شخص ہُوں۔ اُس نے پوچھا کہ پھر تُو اس مرتبے تک کیسے پہنچ گیا؟ اُنھوں نے فرمایا کہ چند چیزوں کی پابندی اور اہتمام کرنے سے۔ وہ چیزیں یہ ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا خوف اور بات میں سچائی اور امانت کا پُورا پُورا ادا کرنا اور بے کار گفتگو سے احتراز۔ ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا! اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ایسی طرح امید رکھو کہ اس کے عذاب سے بے خوف نہ ہو جاؤ اور ایسی طرح اس کے عذاب سے خوف کرو کہ اس کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ۔ صاحب زادہ نے عرض کیا کہ دل تو ایک ہی ہے اس میں خوف اور امید دونوں کس طرح جمع ہوں؟ اُنھوں نے فرمایا کہ مومن ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس کے لیے گویا دو دل ہوتے ہیں۔ ایک میں پوری اُمید اور ایک میں پُورا خوف۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بیٹا! رَبِّ اغْفِرْلِیْ بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ اللہ شانہٗ کے الطاف میں بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں جو کچھ آدمی مانگتا ہے، وہ مل جاتا ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا نیک عمل اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ یقین کے بغیر نہیں ہو سکتا جس کا یقین ضعیف ہوگا، اس کا عمل بھی سُست ہوگا۔ بیٹا جب شیطان تجھے کسی شک میں مبتلا کرے تو اس کو یقین کے ساتھ مغلوب کر اور جب وہ تجھے عمل میں سُستی کرنے کی طرف لے جائے تو قبر اور قیامت کی یاد سے اس پر غلبہ حاصل کر اور جب دنیا میں رغبت یا (یہاں کی تکلیف کے) خوف کے راستے سے وہ تیرے پاس آئے تو اس سے کہہ دے کہ دُنیا ہر حال میں چھُوٹنے والی چیز ہے (نہ یہاں کی راحت کو دوام ہے نہ یہاں کی تکلیف ہمیشہ رہنے والی ہے) ان کا ارشاد ہے کہ بیٹا جو شخص

کہ مرنے کے بعد تو وہاں کے علاوہ کوئی مقام ہی نہیں) (۴) جب تک تمھیں جہنّم سے خلاصی کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک اس سے خلاصی کی کوشش کرتے رہنا (ظاہر ہے جب کوئی کسی سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہو تو جب تک اُس کو مقدمہ کے خارج ہو جانے کا یقین نہ ہو، ہر وقت کوشش میں لگا رہتا ہے)۔(۵) گناہوں پر اتنی جرأت کرنا جتنا جہنم کی آگ میں جلنے کا حوصلہ اور ہمت ہو (کہ گناہوں کی سزا ضابطہ کی چیز ہے اور مراحم خسروانہ کی خبر نہیں)۔(۶) جب کوئی گناہ کرنا چاہو، ایسی جگہ تلاش کر لینا جہاں حق تعالیٰ شانہ، اور اس کے فرشتے نہ دیکھیں (کہ خود حاکم کے سامنے سی آئی ڈی کے عملہ کے سامنے بغاوت کا انجام معلوم ہے)

حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ایک حقیقی بات تم سے کہتا ہوں کہ جیسے بیمار آدمی کو تکلیف کی شدّت کی وجہ سے کھانے میں لذت نہیں آتی اسی طرح دُنیا دار کو عبادت میں لذّت نہیں آتی اور جس طرح جانور پر سواری کرنا چھوڑ دیا جائے تو اس سے اس کا مزاج سخت ہو جاتا ہے اور سواری کی عادت اُس کو نہیں رہتی اسی طرح اگر موت کے ذکر اور عبادت کی مشقّت کے ساتھ دلوں کو نرم نہ کیا جائے تو وہ سخت ہو جاتے ہیں ان میں قساوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک حق بات کہتا ہوں کہ مشکیزہ جب تک پھٹے نہیں وہ شہد (پانی وغیرہ) کا برتن بنتا ہے لیکن جب وہ پھٹ جاتا ہے تو پھر شہد اس میں نہیں رکھا جاتا۔ اسی طرح دلوں کو جب تک شہوتوں سے پھاڑا نہ جائے، یا طمع سے اس کو خراب نہ کیا جائے یا نعمتوں سے اس کو سخت نہ کیا جائے تو وہ حکمت کا برتن بنتا ہے۔

حضرت ابو حازمؒ کا ارشاد ہے کہ دُنیا سے بچتے رہو۔ قیامت کے دن آدمی کو میدانِ حشر میں کھڑا کر کے کہا جائے گا یہ وہ شخص ہے جس نے ایسی چیز کو بڑا سمجھا جس کو اللہ تعالیٰ شانہ، نے حقیر بتایا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ ہر شخص اپنے

گھر میں چند روزہ مہمان ہے اور اس کا مال و متاع مانگی ہوئی چیز ہے۔ مہمان کو بہر حال چند دن میں اپنے گھر (یعنی آخرت کو) چلا جاتا ہے اور مانگی ہوئی چیز بہر حال واپس ہونے والی ہے۔ حضرت رابعہ بصریہؒ ایک مجمع میں تشریف رکھتی تھیں۔ لوگ کچھ دُنیا کی بُرائی کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگیں کہ اُس کا ذکر بُرائی سے بھی نہ کرو۔ اس کا ذکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تمہارے دلوں میں وُقعت ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو اس کا بار بار ذکر بھی زبان پر نہ آتا (پاخانہ کی گندگی اور بُرائی کا بار بار کون ذکر کرتا ہے) حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو وصیت ہے کہ اپنی دنیا کو دین کے بدلے میں بیچ دو۔ دونوں جہان میں نفع ملے گا اور دین کو دنیا کے بدلے میں نہ بیچو۔ دونوں جہان میں خسارہ رہے گا۔ حضرت مطرف بن شخیرؒ کا ارشاد ہے کہ بادشاہوں کے عیش و عشرت اور ان کے عمدہ لباس پر نظر نہ کرو بلکہ یہ سوچو کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ دنیا کے حلال مال کا حساب ہے اور اس کے حرام میں عذاب ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ کا ارشاد ہے کہ اس جادوگر سے بچتے رہو۔ یہ علماءؒ کے دلوں پر بھی جادو کر دیتی ہے۔ حضرت ابو سلیمان دُرّانیؒ فرماتے ہیں کہ جس دل میں آخرت ہوتی ہے، دنیا اس سے جھگڑا کرتی رہتی ہے اور اس دل پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے اور جس دل میں دُنیا ہوتی ہے آخرت اس سے مزاحمت نہیں کرتی۔ اس لیے کہ آخرت کریم ہے اور وہ دوسرے کے گھر پر قبضہ کرنا نہیں چاہتی اور دنیا کمینہ ہے وہ ہر ایک کے گھر پر زبردستی قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ تو جس قدر دنیا کا غم کرے گا، اتنا ہی آخرت کا غم تیرے دل سے نکل جائے گا اور جتنا تُو آخرت کا غم کرے گا اتنا ہی دُنیا کا غم تیرے دل سے نکل جائے گا۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے آدمیوں کو پایا ہے جن کے نزدیک

دنیا اُس مٹّی سے زیادہ ذلیل تھی جس پر تم چلتے ہو۔ ان کو اس کی پرواہ نہ تھی کہ دُنیا ہے یا جاتی رہی۔ اِس کے پاس چلی گئی یا اُس کے پاس چلی گئی۔ ایک آدمی نے حضرت حسن بصریؒ سے دریافت کیا کہ آپ اُس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے مال و دولت عطا کیا ہو، وہ اُس میں سے صدقات بھی کرتا ہے صلۂ رحمی بھی کرتا ہے۔ کیا اُس کے لیے یہ موزوں اور مناسب ہے کہ خود بھی اچھّے اچھّے کھانے کھائے اور نعمتوں میں زندگی گزارے؟ انھوں نے فرمایا نہیں اگر ساری دنیا بھی اس کو مل جائے تو اس کو اپنے اوپر بقدرِ ضرورت ہی خرچ کرنا چاہیے اور اُس سے زیادہ کو اُس دن (یعنی آخرت کے دن) کے لیے بھیج دینا چاہیے جو دن اس کی سخت اِحتیاج کا ہوگا۔ حضرت فضیلؒ کا ارشاد ہے کہ اگر دنیا ساری کی ساری مجھے مل جائے اور مجھ سے اس کا حساب نہ بھی لیا جائے، تب بھی میں اس سے ایسی گِھن اور کراہت کروں جیسی کہ تم لوگ مُردار جانور سے کرتے ہو کہ کہیں کپڑے کو نہ لگ جائے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو حق تعالیٰ شانہٗ کی بندگی کرنے کے باوجود صرف دُنیا کی محبّت نے بُت پرستی تک پہنچا دیا تھا۔ اُن کا یہ بھی ارشاد ہے کہ آدمی اپنے مال کو تو ہمیشہ کم سمجھتا ہے مگر اپنے عمل کو کبھی کم نہیں سمجھتا۔ دین میں کوئی مصیبت آجائے تو خوش رہتا ہے۔ دنیا میں کوئی مصیبت آجائے تو گھبرا جاتا ہے۔ حضرت فضیل کا ارشاد ہے کہ دنیا میں داخل ہونا تو بہت آسان ہے لیکن اس سے نکلنا بہت مُشکل ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں تعجّب ہے اس شخص پر جس کو موت کا یقین ہو کہ وہ بہر حال آنے والی ہے۔ نہ معلوم کب آجائے۔ پھر بھی کسی بات سے کیوں کر خوش ہوتا ہے۔ تعجّب ہے اس شخص پر جس کو اس کا یقین ہے کہ جہنّم حق ہے (اور اپنا حشر معلوم نہیں) پھر کس طرح وہ کسی بات پر ہنستا ہے؟ تعجّب ہے اُس شخص پر جو دُنیا کے ہر وقت کے انقلابات دیکھتا ہے پھر کیسے دنیا کی کسی بات پر مطمئن ہوتا ہے۔ تعجّب ہے

ہے اس شخص پر جس کو یقین ہے کہ تقدیر برحق ہے (جو کچھ مقدر میں ہے وہ مل کر رہے گا) پھر کیوں مُصیبتیں اُٹھاتا ہے؟

حضرت امیر معاویہؓ کے پاس شہر نجران کے ایک بزرگ آئے جن کی عمر دو سو ۲۰۰ برس تھی۔ امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا کہ دنیا کو تم نے بہت دیکھا، کیسا پایا؟ کہنے لگا چند ایک سال راحت کے چند ایک سال تکلیف کے۔ ہر دن رات میں کوئی نہ کوئی پیدا ہو جاتا ہے۔ کوئی نہ کوئی مر جاتا ہے۔ اگر پیدا ہونا بند ہو جائے تو دنیا ایک دن ختم ہو جائے (کہ مرنے کا سلسلہ بھی ہے) اگر مرنا بند ہو جائے تو دنیا میں رہنے کو جگہ بھی نہ ملے (اس لیے معتدل نظام یہی ہے کہ پیدا بھی ہوتے رہیں، مرتے بھی رہیں) حضرت معاویہؓ نے فرمایا مجھ سے کوئی چیز مطلوب ہو، میرے قابل کوئی خدمت ہو تو بتاؤ میں اُس کو پورا کر دوں۔ وہ کہنے لگے جو عمر میری ختم ہو چکی ہے وہ مجھے واپس مل جائے (یا آئندہ کو موت نہ آئے) امیر معاویہؓ نے کہا یہ تو میں نہیں کر سکتا۔ کہنے لگے پھر مجھے آپ سے کچھ مانگنا بھی نہیں ہے۔ ابو سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی شہوتوں سے صرف وہی شخص صبر کر سکتا ہے جس کے دل میں آخرت کی چیزوں کے ساتھ کچھ مشغولی ہو۔ مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ ہم سب نے دنیا کے ساتھ محبّت کر لینے پر صُلح کر لی ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص کسی کو نہ اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے نہ بُری باتوں سے روکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس حال پر ہمیں ہمیشہ چھوڑے رکھیں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا نہ معلوم کس وقت کیا عذاب ہم پر نازل ہو جائے۔ حضرت حسنؓ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جس بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو تھوڑی سی دنیا مرحمت فرما کر روک لیتے ہیں۔ جب وہ مال اس کے پاس ختم ہو جاتا ہے تو پھر تھوڑا سا اور دے دیتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہوتا ہے اس پر دنیا کو پھیلا دیتے ہیں۔ ایک بزرگ کی دُعا کے الفاظ ہیں اے وہ پاک ذات جو اس پر قادر ہے کہ آسمان کو زمین پر

گرنے سے روک دے، دنیا کو میرے پاس آنے سے روک دے۔ محمد بن منکدرؒ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہمیشہ روزے رکھے، کبھی افطار نہ کرے۔ رات بھر تہجد پڑھے، بالکل نہ سوئے۔ اپنے مال کو خوب خیرات کرتا ہو، اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو۔ لیکن قیامت کے دن اس کو کھڑا کر کے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ اس کی نگاہ میں وہ چیز وقیع تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل بتایا (یعنی دنیا) اور وہ چیز غیر وقیع تھی جس کو اللہ میاں نے وقیع بتایا (یعنی آخرت) تم ہی بتاؤ کہ اس پر کیا گزرے گی۔ پھر ہم لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اس مرض میں یعنی دنیا کی وقعت میں مُبتلا ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ گناہوں میں بھی مبتلا ہیں۔ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت نے اور گناہوں نے دلوں کو وحشی بنا رکھا ہے اس لیے خیر کی بات دلوں تک پہنچتی نہیں یعنی اثر نہیں کرتی۔ وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ جو شخص دُنیا کی چیزوں سے خوش ہوتا ہے وہ حکمت کے خلاف کرتا ہے اور جو شخص شہوتوں کو اپنے قدم کے نیچے دبا لیتا ہے کہ ان کو سر بھی نہیں اُٹھانے دیتا، شیطان ایسے شخص کے سایہ سے بھی ڈرتا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ نے اپنے ایک دینی بھائی کو نصیحت فرمائی کہ دنیا ایسا کیچڑ ہے جس میں پاؤں پھسل جاتے ہیں (لہٰذا بچ کر قدم رکھنا چاہیئے اور پاؤں کی لغزش سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے) دنیا ذلت کا گھر ہے۔ اس کی آبادی کا منتہا بربادی ہے۔ اس کے رہنے والوں کو تنہا قبروں تک جانا ہے۔ اس کا اجتماع افتراق پر موقوف ہے اس کی وسعت فقر کی طرف لوٹا دی گئی۔ اس کی کثرت مشقت میں پڑنا اور اس کی تنگی سہولت میں پہنچنا ہے۔ پس ہمہ تن اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ رہو اور اللہ جل شانہٗ نے جتنا رزق عطا فرما دیا اس پر راضی رہو۔ اپنی آخرت میں سے دنیا کے لیے قرض نہ لو (یعنی ایسی چیزیں اختیار نہ کرو جن کا بدلہ آخرت میں ادا کرنا پڑ جائے اور وہاں ضرورت کے موقع پر کمی پڑ جائے) اس لیے کہ یہاں

کی زندگی بمنزلہ ایک سایہ کے ہے جو عنقریب ختم ہونے والا ہے اور بمنزلہ ایک دیوار کے ہے جو جھک گئی، عنقریب گرنے والی ہے۔ نیک عمل کثرت سے کرتے رہو اور امیدیں بہت کم باندھو۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تمھیں اگر خواب میں کوئی شخص ایک درہم (ساڑھے تین آنے) دے وہ تمھیں زیادہ پسند ہے یا کوئی شخص تمھیں جاگنے کی حالت میں ایک دینار (اشرفی) دے وہ زیادہ پسند ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ (یہ تو کھلی بات ہے) جاگتے ہوئے دینار زیادہ محبوب ہے۔ حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اس لیے کہ جس چیز کو تم دُنیا میں محبوب رکھتے ہو اس کو تم گویا خواب میں پسند کر رہے ہو اور جس چیز کو آخرت کی پسند نہیں کر رہے ہو اس سے گویا جاگنے میں اعراض کر رہے ہو۔ یحیٰی بن معاذؒ کہتے ہیں کہ تین آدمی عقل مند ہیں: (۱) ایک وہ شخص جو دنیا کو اس سے پہلے خود چھوڑ دے کہ دُنیا اس کو چھوڑے (۲) دوسرا وہ شخص جو اپنی قبر کی تیاری اس سے پہلے کرلے کہ اس میں داخل ہونے کا وقت آجائے۔ (۳) تیسرے وہ شخص جو اپنے مولا کو اس سے پہلے پہلے راضی کرلے کہ اس سے ملاقات کرے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ دنیا کی بدبختی اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ اس کی تمنا تجھے حق تعالیٰ شانہٗ کی اطاعت سے اپنے اندر مشغول کر دیتی ہے۔ جب اس کی تمنا کا یہ حال ہے تو اگر تُو دُنیا میں پھنس جائے گا تو کیا حال ہوگا۔ بکر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ جو شخص دنیا کو حاصل کر کے اُس سے بے فکر ہونا چاہتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کوئی شخص آگ کو بجھانے کے لیے اس پر خشک گھاس ڈالے۔

بندارؒ کہتے ہیں کہ جب دنیا دار زہد کی باتیں کرتے ہیں تو سمجھ لے کہ شیطان ان کے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ لوگو! فرصت کے ان ایام میں نیک عمل کرلو اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ڈرتے رہو اور اپنی لمبی لمبی امیدوں سے اور موت

کو بھول جانے سے دھوکہ میں نہ پڑو اور دنیا کی طرف ذرا بھی متوجّہ نہ ہو۔ یہ کمبخت بڑی بے وفا بڑی دھوکہ باز ہے۔ اپنے دھوکہ سے تمھارے لیے بنتی اور سنورتی ہے اور اپنی آرزوؤں کے ساتھ تم کو فتنہ میں ڈالتی ہے وہ اپنے خاوندوں کے لیے زینت اختیار کرتی ہے اور بالکل نئی دُلہن کی طرح بن جاتی ہے جیسا کہ وہ شادی کے دن ہوتی ہے کہ آنکھیں اس کی طرف لگ جاتی ہیں اور دل اس پر جم جاتے ہیں اور آدمی اس کے عاشق بن جاتے ہیں۔ لیکن اس کمبخت نے اپنے کتنے عاشقوں کو قتل کر ڈالا اور کتنے آدمیوں کو جو اس پر اطمینان کیے ہوئے بیٹھے تھے بے یارومددگار چھوڑ دیا۔ اس کو حقیقت کی نگاہ سے غور سے دیکھو۔ یہ ایسا گھر ہے جس میں مہلکات بہت زیادہ ہیں اور خود اُس کے پیدا کرنے والے نے اس کی بُرائی بتائی ہے۔ (ایک حکیم کوئی دوائی تیار کرتا ہے اور وہ خود کہتا ہے کہ اس میں زہر ہے صرف ایک رتی اس کی احتیاج کے وقت استعمال کی جا سکتی ہے۔ اگر کوئی بے وقوف ایک تولہ یا دو تولہ اس میں سے کھالے گا تو لامحالہ مرے گا اور بنانے والے حکیم کے خبر کر دینے کے بعد ایسا کرنا حماقت کی انتہا ہے) اس کی ہر نئی چیز پرانی ہو جائے گی اس کا ملک خود ہی فنا ہو جائے گا۔ اس کا عزیز آخر کار ذلیل ہوگا۔ اس کی کثرت بالآخر قلّت کی طرف پہنچتی ہے، اس کی دوستی فنا ہونے والی ہے۔ اس کی بھلائی ختم ہو جانے والی ہے۔

حضرت اویس قرنیؒ کی حکایت ہے کہ وہ اپنے کو اس قدر حد تک ضرورت کی طرف مائل رکھتے تھے اور یہاں تک اپنے نفس پر تنگی کرتے تھے کہ تمام گھر والے ان کو مجنون جانتے تھے۔ ان کے رہنے کو ایک کوٹھڑی گھر کے دروازے پر بنا دی تھی۔ وہ اس میں رہا کرتے تھے اور کبھی سال بھر، کبھی دو برس، کبھی تین برس کے بعد گھر میں آتے تھے۔ اتنے دنوں تک کوئی ان کا منہ دیکھ نہ پاتا۔ آخر وقت عشاء گھر میں آتے اور قبل اذانِ فجر نکل جاتے۔ کھانا اپنا یہ ٹھہرایا تھا کہ تمام دن خرما کی گٹھلیاں

چُنتے اور جب کوئی سُوکھا بڑا خرما اس میں ملتا، افطار کے واسطے اُٹھا لیتے۔ اگر اس قدر پا جاتے کہ بقدر رسد رمق قوت کو کافی ہے تو گٹھلیاں چُنی ہوئی فقیروں پر صدقہ کر دیتے اور اگر اس قدر بڑے خرمے اس میں نہ پاتے تو وہ گٹھلیاں بیچتے اور اس سے کوئی چیز خرید کر کھا لیتے۔ کپڑے کا ان کے یہ حال تھا کہ گھوڑوں پر کے پڑے ہوئے چیتھڑے چُننے اور انھیں فرات میں دھوتے اور دھو کر جوڑتے اور پہنتے۔ یہ لباس تھا۔ اکثر لڑکے ان کو کنکریاں مارتے اور یہ سمجھتے کہ یہ مجنون ہیں۔ اس وقت آپ ان سے ارشاد فرماتے بھائیو! اگر مجھے ڈھیلے مارتے ہو تو چھوٹے چھوٹے مارو۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم مجھے مارو، شاید خون نکلے۔ اس میں وقت نماز آجاوے اور میں پانی نہ پاؤں۔ یہ خصلتیں تھیں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی۔ اسی واسطے جناب رسالت مآب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی شان کو اپنے کلامِ مبارک سے بزرگ کر دیا اور انھی کی جانب اشارہ کر کے ارشاد فرمایا ہے انی الاجد نفس الرحمن من جانب الیمن (ترجمہ: تحقیق کہ میں پاتا ہوں بوئے محبت کو جانب یمن سے) جب زمانۂ خلافت حضرت عمر فاروق رضؓ کا آیا اور آپ امیر المومنین ہوئے۔ آپ نے تمام لوگوں کو جمع فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم سب میں جو عراق کا رہنے والا ہو کھڑا ہو جائے۔ اس کو سُن کر جتنے آدمی عراق کے تھے، کھڑے ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تم سب بیٹھ جاؤ مگر تم میں جو کوفہ کے ہوں وہ کھڑے رہیں۔ وہ کھڑے رہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تم سب بیٹھ جاؤ مگر وہ شخص جو قرن سے آیا ہو، کھڑا رہے۔ سب یہ سُن کر بیٹھ گئے مگر ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو قرن کا رہنے والا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تو اویس رضؓ بن عامر قرنی کو جانتا ہے اور ان کی کیفیت اس سے بیان فرمائی۔ اس نے کہا ہاں جانتا ہوں یا امیر المومنین! آپ اس کو کیوں پُوچھتے

ہیں؟ قسم ہے خدا کی ہمارے قبیلے میں کوئی شخص اویس سے بڑھ کر مجنون نہیں ہے اور نہ ہی ان سے زیادہ وحشی اور کم مرتبہ ہے۔ آپ اس کو سُن کر روئے۔ پھر فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے خود نہیں کہا ہے بلکہ وہ کہا ہے جو سُنا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے بید خل فی شفاعته مثل ربیعة ومصر۔ (ترجمہ: داخل ہوں گے جنت میں قیامت کے دن شفاعت اویس قرنی سے اتنے جتنے قبیلہ ربیعۃ و مضر میں ہیں) ہرم بن حبان رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں نے یہ قول جس وقت حضرت عمرؓ سے سُنا، آیا میں کوفہ کو اور میرا کوئی مطلب نہ تھا سوائے اس کے کہ تلاش کروں میں اویس قرنیؓ کو اور کچھ سوال کروں میں ان سے، یہاں تک کہ پہنچا میں ان کے پاس۔ وہ کنارے فرات کے دوپہر کے وقت بیٹھے ہوتے وضو کر رہے تھے اور کپڑے دھو رہے تھے۔ ہرم بن حبان کہتے ہیں کہ پہچانا میں نے ان نشانیوں سے جو میں نے سُنی تھیں۔ دیکھا میں نے کہ وہ شخص قوی الجثہ گندم گوں ہے اور سر کے بال منڈے ہوئے۔ داڑھی بہت گھنی بھری ہوئی پریشان کریہہ المنظر میں نے ان کو سلام کیا انھوں نے جواب سلام کا دیا اور میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے ان کی طرف مخاطب ہو کر ہاتھ مصافحہ کو بڑھائے۔ انھوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں نے کہا رحمت اللہ کی اور مغفرت تم پر ہو اویسؓ! کیا حال ہے تمھارا؟ یہ سُن کر میری محبت سے ان کے آنسو برابر گرنے لگے۔ اس وقت میں نے ان کی عجیب کیفیت دیکھی کہ کچھ میں ہی اسے جانتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں بھی خوب رویا اور وہ بھی روئے اور پھر فرمایا کہ اے ہرم بن حبانؓ خدا تجھ کو زندہ رکھے کیونکر آیا اور کیا حال تیرا ہے میرا پتہ کس نے بتایا تجھے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھارے تک آنے کی ہدایت کی۔ فرمایا لاالہ الا اللہ سبحان اللہ ان کان وعد ربنا المفعولا (ترجمہ: نہیں کوئی

سوائے اللہ کے معبود پاک ہے اللہ اور تحقیق وعدہ ہمارے رب کا پورا ہونے والا ہے۔) ہرم بن حبان کہتے ہیں کہ میں سخت متعجب ہُوا اس سے کہ اوّل مجھے پہچان لیا حالانکہ قسم ہے باری تعالیٰ جل جلالہ کی کہ نہ کبھی انھوں نے مجھے دیکھا تھا اور نہ میں نے انھیں۔ میں نے ان سے کہا کہ تم نے مجھے کہاں سے اور کیونکر پہچانا، اور میرے باپ کا نام کیونکر جانا؟ اب تک کبھی تم نے مجھے دیکھا نہ تھا؟ فرمایا: بنا فی العلیم الخبیر یعنی مجھے میرے پروردگار علیم خبیر نے بتلا دیا تم نہیں جانتے کہ رُوحوں کو رُوحوں سے باہم ایک راہ ہے۔ میری رُوح نے تمھاری رُوح کو پہچانا جب کہ میرے نفس نے تمھارے نفس سے مکالمت کی۔ ارواح کے واسطے بھی نفوس ہیں جیسے اجسام کے واسطے نفوس ہیں اور مومنین ایک دوسرے کو باہم پہچانتے ہیں اور ان کی آپس میں مکالمت ہوتی ہے اگرچہ مکان ایک کا دوسرے سے دُور ہو اور بعد منازل اور درمیان میں واقع ہُوا ہو۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کوئی حدیث مجھ سے بیان فرمائیے جو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو، میں اسے سُننا چاہتا ہوں۔ فرمایا میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جنھوں نے شرفِ صحبت جناب رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل کیا ہے۔ ان لوگوں سے زبانی میں نے حدیثیں سنی ہیں۔ میں بہتر نہیں جانتا کہ اپنے پر اس کا دروازہ کھولوں اور محدّث اور مفتی اور قاضی بنوں، اے ہرم ابن حبان! مجھے اپنے نفس کی درستی میں اس قدر مشغولی ہے کہ ایسے امور میں لوگوں کے ساتھ شغل رکھنے کی فرصت نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ کوئی آیت ہی پڑھیے، کلام اللہ کی وہی سنوں میں آپ سے، اور میرے حق میں کچھ دعا فرمائیے اور مجھے وصیتیں کیجیے جسے میں یاد رکھوں گا۔ مجھے آپ کے ساتھ فقط برائے خدا سخت محبت ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اُٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کنارے فرات کے ٹہلنے لگے اور فرمایا اعوذ باللہ السمیع العلیم

من الشیطان الرجیم (ترجمہ : پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ اللہ سننے والے اور جاننے والے کے شیطان الرجیم سے) اور روئے۔ پھر فرمایا کہ الحق قول ربی واصدق الحدیث حدیثہ واصدق الکلام کلامہ (ترجمہ : سچّا قول میرے رب کا ہے اور حق ہے خبر رب کی اور سب سے زیادہ سچا کلام میرے رب کا ہے) بعد اس کے یہ آیت پڑھی : وما خلقنا السموات والارض وما بینھما لاعبین ما خلقنا ھما الا بالحق ولکن اکثرھم لا یعلمون (ترجمہ: اور ہم نے جو بنایا آسمان وزمین اور جو اس کے بیچ ہے، کھیل نہیں۔ ان کو تو بنایا ہم نے ٹھیک کام کرنے پر، بہت لوگ نہیں سمجھتے) اور اس آیت کو انہ ھو العزیز الرحیم تک پڑھ کر ایسا نعرہ مارا کہ مجھ کو یہ گمان ہُوا کہ ان کو غش آ گیا۔ پھر فرمایا کہ اے ابنِ حبان تیرا باپ حبان مرگیا اور عنقریب تُو بھی مرے گا اور جنّت یا دوزخ میں جاوے گا۔ شروع سے دیکھو کہ آدم و حوّا کی وفات ہوئی پھر حضرت نوح علیہ السلام کا وصال ہُوا پھر حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن کا انتقال ہوا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی الرحمٰن کا وداع ہُوا پھر داؤد خلیفۃ الرحمٰن عالمِ بقا ہوئے۔ پھر سند آرائے سادۂ لولاک باعثِ ایجاد سمک تا سماک، محبوب رب العالمین شفیع المذنبین محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاہنشاہ اعلیٰ علیین ہوئے پھر حضرت ابوبکرؓ نے رخصتِ اقامت فردوسِ بریں میں ڈالا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے بھائی اور دوست انھی کے ہمدم ہوئے یہ کہہ کر ہائے عمرؓ ہائے عمرؓ کہنے لگے۔ میں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے حضرت عمرؓ تو ابھی زندہ ہیں، مرے نہیں۔ پھر انھوں نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ان کی وفات کی خبر مجھ کو پہنچادی ہے اور میرے مرنے کی خبر بھی دے دی۔ پھر فرمایا کہ میں اور تم بھی گویا مُردوں ہی میں ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ کی رُوح پر فتوح پر درود پڑھ کر بہت دعائیں آہستہ آہستہ مانگیں اور فرمایا کہ اے ابن حبان میری وصیت یہ ہے کہ اللہ

کی کتاب اور طریقہ صلحا کو اپنا دستور العمل رکھنا۔ مجھے تمھارے اور اپنے مرنے کی خبر پہنچ چکی ہے۔ موت کو ہر دم یاد کرنا، ایک لحظہ غافل نہ ہونا اور جب اپنی قوم میں پھر کر جانا تو ان کو خوف دلانا اور نصیحت کرنا سب امت کی خیر خواہی کرنا اور اگر جماعت سے ایک بالشت علیٰحدہ ہوئے تو دین سے علیٰحدہ ہو جاؤ گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی اور آخر کو دوزخ میں پڑو گے۔ اپنے واسطے اور میرے لیے دُعا کرنا۔ پھر فرمایا کہ الٰہی! یہ شخص اپنی دانست میں مجھ کو تیرے لیے چاہتا ہے اور تیرے ہی واسطے میری ملاقات کو آیا۔ جنت میں بھی اس کی صورت مجھے دکھلانا اور دارالسلام میں اس کو میرے پاس بھیجنا اور جب تک جیتا رہے اس کے مال و جان کی حفاظت کرنا اور دنیا سے تھوڑی سی چیز پر اس کو شکر کی توفیق دینا اور میری طرف سے جزائے خیر دینا۔ پھر فرمایا اے ہرم بن حبان! اب تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آج کے سوا پھر کبھی میرے پاس نہ آنا۔ مجھ کو شہرت بُری معلوم ہوتی ہے۔ تنہائی اچھی لگتی ہے۔ جب تک میں زندہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں بہت سا رنج و غم رہے گا۔ میں دل سے تمھارے پاس ہوں گو نظر سے دور ہوں۔ پس ڈھونڈنے اور پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ مجھ کو یاد کر کے میرے لیے دُعا کرنا۔ میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کروں گا۔ لو اب میں اِدھر کو جاتا ہوں تم اُدھر کو جاؤ۔ میں نے چاہا کہ تھوڑی دیر اُن کے ساتھ چلوں مگر انھوں نے نہ مانا اور مجھ سے جدا ہوئے تو خود بھی روئے اور مجھے بھی رُلایا۔ میں اُن کو تاکتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ کوچہ میں چلے گئے۔ پھر ان کا حال میں نے ہر چند پوچھا مگر کسی نے نہ بتایا۔ خدا ان کے درجات بلند کرے۔ پس آخرت کے لوگوں کا یہ حال تھا۔ اس طرح دُنیا سے کنارہ کرتے تھے اور دنیا کے بیانِ گزشتہ اور سیرت انبیاؑ و اولیاء مذکورہ بالا سے معلوم ہُوا کہ دنیا کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز آسمان کے نیچے اور زمین کے اُوپر ہے سوائے

ان اشیائے کے جو خدا کے واسطے ہوں اور دنیا ضد آخرت ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی مرضی مُراد ہو پس جو مقدار دنیا کی بقدر ضرورت یعنی قوت طاعت خداوندی حاصل کی جاوے وہ دنیا میں شمار نہ ہوگی۔ اور اس امر کو ایک مثال فقہی سے سمجھائے دیتے ہیں مثلاً کسی حاجی نے راہ حج میں قسم کھائی کہ سوائے حج کے اور کسی چیز میں مشغول نہ ہوں گا حج ہی میں مشغول رہوں گا پھر اپنے توشہ کی حفاظت اور سواری کی گھاس ودانہ میں یا توشدان کے سینے میں یا کسی اور ایسے کام میں جو حاجیوں کی ضرورت ہے، مصروف ہوں گا تو قسم نہ ٹوٹے گی، حج ہی میں مشغول رہے گا۔ اسی طرح بدن بھی نفس کی سواری ہے جس سے زندگی کی مُسافت طے کرتا ہے۔ پس اس کا کفیل ہونا اس قدر کہ علم اور عمل کی طاقت رہے، دنیا میں شمار نہ ہوگا بلکہ آخرت سے متصوّر ہوگا۔ ہاں اگر بدن کو لذت دنیا ان اسباب سے ملحوظ ہوگا تو آخرت سے منحرف ہوگا اور خوف اس امر کا ہے کہ دل سخت ہو جاوے۔ طنافسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں مسجدِ کعبہ باب بنی شبیہہ پر سات روز تک بھوکا رہا۔ آٹھویں شب کو میں اونگھتا سا تھا کہ ایک منادی نے آواز دی کہ جو کوئی دنیا میں سے ضرورت و حاجت کے سوا لے گا، اللہ تعالیٰ اُس کے دل کی آنکھ کو اندھا کر دے گا۔ یہی بیان دنیا کے ہر آدمی کے حق میں ہے۔ اس کو خوب غور کر لو۔ انشاء اللہ ہدایت پاؤ گے۔

دُنیا سے بے رغبتی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے دُنیا! تُو صلحا کے نزدیک بڑی ذلیل ہے۔ جس کے لیے تُو بن سنور کر سامنے ہوتی ہے، میں نے ان کے دلوں میں تیرا بغض ڈال دیا ہے اور تیری طرف اعراض کوئی خلقت میں نے تجھ سے زیادہ ذلیل نہیں بنائی۔ تیری ہر ایک حالت ذلیل ہے اور آخر کو فنا ہوگی۔ اور جس روز میں نے تجھ کو پیدا کیا، اسی روز حکم کر چکا ہوں کہ تُو کبھی کسی کے

پاس نہ رہے گی، نہ کوئی تیرے پاس رہے گا گو کیسا ہی بخل و امساک کرے خوشا حال ان نیک لوگوں کا جن کے دل میں میری رضا اور ضمیر میں راستی و استقامت ہو ان کا عوض اور ثواب میرے پاس یہ ہوگا کہ جب قبروں سے اُٹھ کر میری طرف چلیں گے تو آگے آگے نُور ہوگا اور فرشتے گرد ہوں گے۔ جس قدر رحمت کی وہ مجھ سے توقع کرتے ہوں گے، اسی قدر ان کو عطا کروں گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کو جب سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، اس کی طرف نگاہ نہیں پاتا۔ قیامت کے روز دنیا عرض کرے گی کہ الٰہی! آج اپنے کسی ادنیٰ ولی کے لیے مجھ میں سے حصّہ عنایت فرما! ارشاد ہوگا کہ اے ادنیٰ چیز، چُپ رہ۔ دُنیا میں تو میں نے تجھ کو ان کے لیے پسند ہی نہیں کیا، آج کیونکر کروں گا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے قصّہ میں مذکور ہے کہ جب انھوں نے اس درخت میں سے کھایا تو ان کے پیٹ میں کچھ گڑبڑ ہوئی اور یہ بات جنت کی دوسری غذاؤں میں نہ تھی کہ کھانے سے حاجتِ پاخانہ ہو۔ صرف اسی درخت میں تاثیر رکھی گئی تھی اور اسی وجہ سے ممانعت بھی ہوئی تھی۔ غرضکہ قضاء حاجت کے لیے گھومنا شروع کیا۔ ایک فرشتے کو حکمِ خداوندی ہُوا کہ ان سے پُوچھو کہ کیا چاہتے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یہ منظور ہے کہ میرے پیٹ میں جو بلا ہے، اُس کو کہیں ڈال دوں فرشتے نے بموجب ایماء ربانی کہا کہ یہاں کون سی جگہ اس قابل ہے؟ فرش اور تخت اور نہریں اور درختوں کے سایہ ہیں ان میں سے کوئی جگہ اس قابل نہیں۔ اس کے لیے دنیا میں جاؤ اور ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز کچھ لوگ ایسے آویں گے کہ ان کے عمل وادی تہامہ کے پہاڑوں جیسے ہوں گے۔ اُن کے لیے حکم ہوگا کہ دوزخ میں لے جاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ لوگ نمازی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں، وہ نماز بھی پڑھتے ہوں گے، روزہ بھی رکھتے ہوں گے اور کچھ رات سے جاگتے ہونگے

اِلّا ان میں یہ بات ہو گی کہ جب دنیا کی چیز ان کے سامنے ہوتی تھی، اُس پر کُود پڑتے تھے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مومن کے دل میں دنیا و آخرت دونوں کی محبت نہیں ہوتی جیسا کہ ایک برتن میں آگ و پانی نہیں رہ سکتے، صرف خدا کی محبت ہوتی ہے ۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی عمر سب انبیاء سے زیادہ ہوئی آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسے معلوم ہُوا کہ ایک مکان کے دو دروازے ہیں۔ ایک میں سے میں اندر گیا اور دوسرے میں سے باہر نکل آیا۔ اور حضرت عیسےٰؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کوئی مکان بنوا لیجیے ۔ آپ نے فرمایا کہ ہم کو پہلے ہی لوگوں کے کھنڈر کافی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : احذروا الدنیا فانہا اسحر من ھاروت وماروت (ترجمہ : دنیا سے ڈرو کہ وہ ہاروت و ماروت سے بھی زیادہ جادوگر ہے) اور حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے اصحاب سے تشریف لا کر فرمانے لگے کہ کسی کو یہ منظور ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کو بینا کر دے اور اندھا پن جاتا رہے۔ جان رکھو کہ جس شخص کی رغبت دنیا کی طرف ہوگی اور اس میں طول امل کرے گا تو اسی قدر اللہ تعالیٰ اس کو اندھا کرے گا اور جو کوئی اپنے اعمال بھی مختصر رکھے گا اور دنیا میں زہد کرے گا تو خداوند تعالیٰ اُس کو بے سیکھے علم دے گا اور بے کسی کے بتلائے ہدایت کرے گا اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمھارے بعد عنقریب ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کے پاس سلطنت بدون کشت و خون نہ رہے گی نہ توانگری بدون فخر اور بخل کے محبت بدون غرض کے پس جو شخص تم میں سے وہ وقت پاوے اور باوجود قدرت توانگری کے فقر پر صبر کرے اور دشمنی اور ذلّت کو باوجود قدرت محبت و غیرت کے برداشت کرلے اور اس صبر و تحمّل سے بجز رضائے مولیٰ اور کچھ مطلب نہ ہو تو ایسے شخص کو خدا تعالیٰ پچاس صدیقوں کا ثواب عنایت فرماوے

گا۔ اور روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر شدت کا مینہ پڑا اور بادل بھی گرجتا تھا۔ آپ نے چاہا کہ کسی جگہ پناہ چاہیے۔ دُور سے ایک خیمہ نظر آیا۔ آپ اس کے پاس آئے۔ معلوم ہوا کہ اس میں کوئی عورت ہے۔ اس کو دیکھ کر وہاں سے دوسری طرف پھرے اور ایک پہاڑ کے درّہ میں جانے کا قصد کیا تو دیکھا اس میں شیر ہے۔ آپ نے اس پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ الٰہی! تُو نے سب کا ٹھکانا بنایا ہے میرے لیے کوئی ٹھکانا نہیں بنایا؟ حکم ہُوا کہ تیرا ٹھکانا میری رحمت میں ہے۔ قیامت میں تیرا بیاہ سو حُوروں سے کروں گا جن کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور چار ہزار برس تک تیرے ولیمے کی دعوت کھلاؤں گا جن میں سے ایک دن دنیا کی عمر کے برابر ہو گا اور ایک منادی کو حکم کروں گا کہ پکارے جتنے دنیا کے زاہد ہیں چلو عیسیٰؑ بن مریمؑ تارک الدنیا کے ولیمہ میں شامل ہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دنیا والے کے حال پر بڑا افسوس ہے کہ کیسے اس کے فریب میں آکر مرجاتا ہے اور اس کو چھوڑ جاتا ہے۔ دنیا تو اس کو رُسوا کرتی ہے اور وہ اس پر اعتبار کرتا ہے اور بے خوف رہتا ہے اور بڑی حسرت ان پر ہے جو دھوکا کھا کر جس چیز کو بُرا جانتے ہیں، وہی اس کے سامنے آتی ہے اور اپنی محبوب چیزوں سے جُدا ہو جاتے ہیں اور جو کچھ ان سے وعدہ ہوا کرتا تھا وہ اس وقت آ پہنچتا تھا اور افسوس ہے اس پر جو دنیا کو مدّ نظر رکھے اور خطاؤں کو دستور العمل بنا دے۔ کل کو گناہوں کی فضیحت و رُسوائی کا سامنا ہو گا اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! تیرا ان ظالموں کے گھر میں کیا کام ہے۔ یہ تیرا گھر نہیں۔ اپنی ہمّت کو اس سے علیٰحدہ کر اور اپنی عقل سے اس سے جُدا ہو۔ یہ بُرا گھر ہے۔ ہاں جو شخص اس میں اچھے کام کرے، اس کے لیے یہ اچھا گھر ہے۔ اے موسیٰ! میں ظالم کی تاک میں لگا ہوں۔ یہاں تک کہ اس سے مظلوم کا عوض لوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ کوئی سمندر کی موج پر

عمارت نہیں بنا سکتا موجِ سمندر سے غرض دُنیا ہے اس لیے اس کو اپنی قرارگاہ نہ سمجھو اور بعض نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہم کو ایک ہی بات بتلا دیجیے جس سے خدا ہم سے محبت کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا سے بغض کرو۔ خدا تم سے محبت کرے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے کہ اے وہ شخص جو دنیا کو اس واسطے طلب کرتا ہے کہ اس سے نیکی کرے، تیرے حق میں اس کا ترک کرنا ہی نیکی ہے۔ ایک بار آپ ایک شخص کے پاس سے گزرے کہ وہ رو رہا تھا۔ جب پھر کر آئے تب بھی روتا پایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب احدیت میں عرض کیا کہ الٰہی تیرا بندہ تیرے خوف سے روتا ہے۔ حکم ہُوا کہ اے ابنِ عمران! اگر یہ شخص روتے روتے اپنا دماغ بھی آنسوؤں کے ساتھ بہا دے گا اور ہاتھ اٹھائے اُٹھائے گر پڑیں گے، تب بھی میں اس کی مغفرت نہ کروں گا، اس لیے کہ محبتِ دنیا میں مبتلا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جس شخص میں چھ باتیں جمع ہوں، اس نے جنت کے لیے کوئی مطلب نہیں اُٹھا رکھا نہ دوزخ سے بچاؤ کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت کیا: اول یہ کہ خدا کو پہچان کر اس کی اطاعت نہ کی دوسرے شیطان کو پہچان کر اس کی نافرمانی نہ کی، تیسرے حق کو پہچان کر اس کا اتباع نہ کیا، چوتھے باطل کو جان کر اس سے نہ بچا، پانچویں دنیا کو معلوم کر کے اسے ترک نہ کیا، چھٹے آخرت کو جان کر اس کی طلب نہ کی۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ رحم کرے ان لوگوں پر جن کے پاس دنیا امانت رہے اور اس کے مستحقوں کو سونپ کر خود ہلکے پُھلکے چل دیں اور نیز فرمایا کہ جو شخص تم سے دین کے باب میں منافست یعنی حرصا حرصی کرے تو اس کی حرص کرنی چاہیے اور جو دنیا کے باب میں حرص کرے تو حرص دنیاوی اسی کے سینے میں

میں چھوڑ دو اور حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ دنیا ایک گہرا سمندر ہے
اس میں بہت سے لوگ ڈوب گئے۔ تم اپنی کشتی دنیا میں تقویٰ کو بناؤ اور ایمان
کو اس میں رکھو اور توکل کا بادبان چڑھاؤ۔ اس وجہ سے نجات پاؤ گے۔

دنیا کا راس المال خواہش نفس ہے اور اس کا نفع آتش دوزخ ہے اور
بعض راہبوں سے کسی نے پوچھا کہ دنیا کا کیا حال ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ بدنوں
کو بُرا کرتی ہے اور امیدوں کو نیا، اور موت کے نزدیک کرتی ہے اور آرزوؤں کو دُور پھر
پوچھا کہ دنیا کے لوگوں کا کیا حال ہے؟ جواب دیا جس کو ملتی ہے، وہ مشقت میں پڑتا
ہے اور جس کو نہیں ملتی وہ رنج اُٹھاتا ہے۔ اور بعض حکماً کا قول ہے کہ دنیا تھی اور
میں نہ تھا اور یہ رہے گی اور میں نہ رہوں گا۔ میں اس کی طرف رغبت نہیں کرتا،
اس لیے کہ اس کی زندگی تلخ ہے اور اس میں کدورت کا نام صفائی ہے اس کے
لوگوں کو اس کی طرف سے ایک نہ ایک خوف لگا رہتا ہے خواہ نعمت کے دُور ہونے
کا یا مصیبت کے آنے کا یا موت کے کام کر جانے کا اور بعضوں کا قول ہے کہ دنیا
کے عیبوں میں سے ہے کہ کسی کو استحقاق کے بموجب نہیں دیتی۔ کمی بیشی خواہ مخواہ
ہوتی ہے۔ اور حضرت ابو عمامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مبعوث ہوئے، شیطان کا لشکر اس کے پاس آیا کہ ایک نبی مبعوث ہوئے اور ان
کی امّت ظاہر ہوئی اس نے پوچھا کہ ان کی امّت کو محبّتِ دنیا بھی ہے۔ لشکر نے
کہا کہ ہاں محبت دنیا ہے۔ اس نے جواب دیا اگر محبت دنیا ہے تو بت پرستی نہ
کرنے سے کیا ہوتا ہے ابھی تین وجہ سے میری آمد و رفت صبح و شام ان کے پاس
رہے گی اوّل مال کا ناحق لینا، دوم اس کو بے موقع صرف کرنا، سوم صرف کرنے کی
جگہ سے روک لینا اور یہ ایسی بات ہے کہ ساری برائی اسی کے پیچھے ہے۔ اور ایک
شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ آپ کچھ وصف دنیا کا ارشاد فرمائیے۔

آپ نے فرمایا کہ ایسے مکان کی کیا تعریف کروں جو اس میں تندرست ہے بیماری سے نڈر نہیں، اور جو بیمار ہو نادم ہو اور جو مفلس ہو جاوے تو غم کرے اور تو انگر ہو تو بلا میں پھنسے مال حلال ہو تو حساب دینا پڑے اور حرام ہو تو عذاب میں مبتلا ہو۔ ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ دنیا کس طرح ملتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جو اس کو چھوڑ دے۔ پھر پوچھا کہ آخرت کس طرح ملتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جو اس کو طلب کرے۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ دنیا ایک اُجڑا ہُوا مکان ہے اور اس سے زیادہ تر وہ دل اُجاڑ ہے جو دنیا کا پھیلاؤ چاہے اور بہشت ایک آباد مکان ہے، اور اس سے زیادہ آباد وہ دل ہے جس میں جنت کی طلب ہے۔

بعض اکابر کا قول ہے کہ لوگو! آہستہ عمل کرو اور اللہ سے ڈرو اور زندگی پہ مت بھُولو۔

اور موت کو نہ بھُولو اور دنیا کے طالب نہ ہو اور نہ اس کے راغب، کیونکہ وہ بڑی مکار ہے اور دغا شعار۔ اول اپنے مغالطوں کو چکناتی ہے، پھر آرزوؤں میں پھنساتی ہے طالبین کے واسطے اس کی زینت ایسی ہے جیسے جلوہ کے وقت دُلہن کی صورت۔ سب کی نگاہ اس پر پڑتی ہے اور سب دل اس کے شیفتہ ہیں اور جانیں اس پر فریفتہ۔ بہت سے عاشقوں کو اس نے خاک میں ملا دیا اور جس نے اس پر اطمینان کیا، اس کو ذائقہ رُسوائی چکھایا۔ بھائیو! اس کو چشمِ حقیقت سے دیکھو کہ اس میں کتنی آفتیں ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا خرابی ہے کہ خود خالق نے اس کی مذمت کی ہے۔ اس میں جو نیا ہے وہ پُرانا ہوگا اور جو موجود ہے وہ فنا پذیر ذلیل ہوگا اور کثیر و قلیل ہر زندہ کو موت آوے گی اور خیر سب فوت ہو جاوے گی۔ بھائیو خوابِ غفلت سے جاگو اور بے ہوشی سے دُور بھاگو پیشتر اس سے کہ تم کو کہیں کہ فلاں شخص بیمار ہے اور مرض میں گرفتار ہے کوئی کچھ دوا بتا دو یا حکیم کو بُلا دو پھر طبیب تمہارے

لیے آویں مگر تم میں توقع شفا کی نہ پاویں۔ پھر یہ مشہور ہو کہ فلاں شخص نے وصیت کی اور اپنے مال کو یوں تقسیم کیا اور جس کے پاس سے اپنا لینا تھا اس سے لیا پھر یہ کہیں کہ لو صاحب اس کی زبان بند ہو گئی، نہ بھائیوں سے بولیں نہ ہمسایوں کو پہچانیں اور نہ لب کھولیں اور اس وقت تمھاری پیشانی عرق سے تر ہو اور سینہ پیاپے آہ سے مضطر اور گمان موت کا کرسئی صدق پہ جلوہ گر معلوم ہو اور اپنا سفر تم کو بنظر یقین مفہوم پلکیں بند ہونے سے اور زبان صحیح لفظ بولنے سے عاری ہو اور بھائی اور برادر سب مبتلائے گریہ زاری کوئی کہے کہ یہ تیرا فلاں برادر ہے۔ یہ تیرا بیٹا لخت جگر ہے مگر تم کچھ جواب نہ دو۔ زبان پر مہر خاموشی پھر قضا نازل ہو اور اعضاً میں سے رُوح نکل کر عالم بالا میں داخل ہو اس وقت تمام برادری جمع ہو اور کفن سیا جاوے اور غسل دے کر تم کو پہنایا جاوے عیادت کنندہ گھر بیٹھ رہیں اور حاسد خوب شد کہیں تمھارے گھر والوں کے مدّنظر تمھارا مال ہو اور تم پر جواب دہئ اعمال ہو۔

حضرت حسن بصری رحؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خط لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ دنیا جائے سفر ہے نہ اقامت کا گھر، حضرت آدم علیہ السّلام جو جنت سے اس میں اُتارے گئے تو صرف عقوبت و سزا کے لیے اُتارے گئے۔ اسے امیر المومنین، اس سے ڈرتے رہو اس کو ترک کر دینا ہی زاد آخرت ہے اور اس میں محتاج رہنا غنا و ثروت۔ یہ ہر وقت ایک نہ ایک کو فنا کرتی رہتی ہے اور جو اس کو عزیز جانتا ہے، اس کو ذلیل کرتی ہے اور جو اس کو جمع کرتا ہے اس کو حقیر کرتی ہے اس کا حال زہر کا سا ہے کہ جو نہیں جانتا وہ کھاتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس میں ایسی طرح رہنا چاہیے جیسے کوئی اپنے زخموں کا علاج کرے کہ تھوڑے دنوں پرہیز کیا کرتا ہے اس خوف سے کہ کہیں مدت تک تکلیف نہ اُٹھانی پڑے اور چند روز دوا

کی تلخی پر صبر کرتا ہے کہ کہیں درد مدّت تک نہ رہے پس اس دارِ ناپائدار فریبی مکّار جفا شعار سے بچے رہو۔ اس کی ظاہر کی زینت صرف دھوکا ہے اور لوگوں کو پھنسانے کو بڑا مغالطہ۔ جو اِس کی آرزوؤں میں مبتلا ہُوا اس کو بے تباہ کیے نہیں چھوڑتی اور سب توقع دلاتی رہتی ہے۔ اس کی صورت دولہن کی سی ہے کہ آنکھوں کی تاک اور دلوں کا اشتیاق اور نفسوں کا عشق اسی پر ہے۔ الّا اس نے اپنے سب شوہروں کو مار ڈالا۔ مگر افسوس کہ پس ماندوں کو گزشتوں سے عبرت نہیں ہوتی اور جو لوگ خدائے عزوجل کو پہچانتے ہیں باوجودیکہ اس نے اس کا حال فرمایا ہے۔ اُن کو کچھ نصیحت اثر نہیں کرتی۔ بہت سے اس کے عاشق ایسے ہیں کہ جہاں ان کی حاجت پوری ہوئی اور دُنیا حسب دلخواہ ملی جب ہی مغرور و سرکش ہو کر معاد کو بھول جاتے ہیں اور اپنی عقل کو اتنا اس میں لگاتے ہیں کہ ان کے قدم جادہ مستقیم سے لغزش کھا جاتے ہیں پھر جانکنی کے وقت بڑی ندامت اور نہایت حسرت سکرات موت کے وقت اُٹھاتے ہیں اور جو شخص اس کی رغبت کرتا ہے اپنا مطلوب نہیں پاتا نہ اس کا نفس مشقت سے آرام پاتا ہے اسی حال میں بے توشہ چل دیتا ہے۔ اے امیرالمومنین! تم اس سے ڈرتے رہو اور جس وقت کہ تم کو اس میں زیادہ خوشی ہو، اسی کا زیادہ خوف کیجیو۔ اس واسطے کہ دنیا دار اگر کسی خوشی میں اطمینان کرتا ہے تو وہ اس کو رنج میں ڈالتی ہے اور جو دنیا میں خوش ہوتا ہے وہ اس کے باشندوں کو مغالطہ دیتی ہے اور جو اس میں نفع پاتا ہے کل کو ضرر اُٹھاتا ہے اس میں وسعتِ عیش بلا ہے اور دنیا کا مال فنا ہے ہر خوشی غم آگیں ہے اور ہر ایک راحت زحمت سے قرین۔ جو اس میں سے گزر جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا اور آئندہ چیز کا حال معلوم ہو کہ اس کا اِنتظار ہو، اس کی سب آرزوئیں دروغ ہیں اور تمام امیدیں بے فروغ صفائی ہمہ تن کدورت ہے اور زندگی بہمہ وجوہ حسرت۔ آدمی اگر غور و تامل کرے تو

معلوم ہو کہ اس کی نعمتوں کے جدا ہونے کا خوف جُدا ہے اور مصیبت کا خوف جُدا۔ اگر بالفرض خدائے تعالیٰ نے دنیا کی خبر نہ ارشاد فرمائی ہوتی اور نہ اس کی مثل بیان کی ہوتی، تب بھی دنیا سوتے کو جگا دیتی اور غافل کو ہوشیار کر دیتی ہے پھر جب کہ خدا تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہو تب بطریقِ اولیٰ اس سے ہوشیاری ضرور ہے اس فانی کی قدر قادرِ مطلق کے نزدیک کچھ نہیں اور جب سے اس کو پیدا کیا، اس کی طرف نگاہ نہیں کی۔ اس بات کو سوچو کہ یہ وہی پلید چیز ہے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم پر مع خزائن و کلید پیش کی گئی تھی۔ اگر آپ اس کو قبول فرما لیتے تو خدا تعالےٰ کے نزدیک آپ کے رتبے میں سے مچھّر کے پر کے برابر بھی کم نہ ہوتا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا (ابن ابی الدنیا نے بروایت حسن مرسلاً نقل کیا ہے اور احمد و طبرانی نے مسند بروایت ابی مغیرہ۔) اس لیے کہ خدا تعالیٰ کو امر کی مخالفت بُری معلوم ہُوئی اور جس چیز سے اُس کو بُغض ہے اس کے ساتھ محبت اچھی نہ جانی اور جو اس کے نزدیک بے قدر تھی اس کو قدر دینا ادب نہ سمجھا پس خدا تعالیٰ نے جو دنیا کو نیک بختوں سے علیحدہ کر رکھا ہے صرف امتحان کے لیے ہے اور اپنے دشمنوں کے لیے جو اس میں پھیلا کیا ہے ان کے مغالطہ و دھوکے کیلیے، یہی وجہ ہے کہ جس کو دنیا پر قُدرت ہو جاتی ہے اس کو یہ گمان ہوتا ہے کہ خدا نے میری بڑی عزت کی۔ اس شخص کو وہ معاملہ یاد نہیں جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا کہ بھوک کے مارے اپنے شکمِ مبارک پر پتّھر باندھا تھا؎ فقر و فخری نہ از گزاف ست و مجاز بل ہزاراں عز نہاں ست و ناز۔ ایک اور روایت (ابن ابی الدنیا بروایت حسن مرسلاً و بخاری بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حدیث قدسی کی آپ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ارشاد فرمایا کہ جب تم تو انگری کو آتا دیکھو تو کہیو کہ کسی گناہ کی عقوبت جلد ہوئی ہے اور اگر مفلسی کو آتا دیکھو تو کہیو کہ خُوب ہُوا کہ یہ

نیک بختوں کا شعار آیا اور اگر چاہو روح اللہ اور کلمۃ اللہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی اقتدا کرو۔ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا سالن بھوک ہے اور شعار خوف اور پوشاک ہول اور جاڑوں میں میری انگیٹھی آفتاب کی دھوپ ہے اور چراغ چاند اور سواری دونوں پاؤں اور کھانا اور میوہ نباتات رات کو سوتا ہوں جب کچھ نہیں ہوتا۔ صبح کو اُٹھتا ہوں تب کچھ نہیں ہوتا اور روئے زمین پر مجھ سے زیادہ توانگر اور کوئی نہیں۔ حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ جب خداوند کریم نے حضرت موسٰیؑ اور ہارون علیہما السّلام کو فرعون لعین کے پاس بھیجا تو اُن کو ارشاد فرمایا کہ تم اس کے لباسِ دنیاوی سے مت ڈرنا۔ اس کی کل میرے ہاتھ میں ہے۔ بدون میرے حکم کے نہ بولتا ہے نہ آنکھیں بند کرتا ہے نہ سانس لیتا ہے اور تم اس کے دنیاوی ٹھاٹھ سے کچھ تعجب مت کرنا۔ یہ صرف دنیا ہی کی ٹیپ ہے اور دولت مندوں کی زینت۔ اگر میں چاہوں تو تم کو بھی دنیا کی آرائش سے ایسا آراستہ کر دوں کہ فرعون بھی دیکھے تو جان لے کہ مجھ سے اتنی زیبائش ممکن نہیں۔ مگر میں تمھارے لیے اس بات کو پسند نہیں کرتا اور تم سے یہ سب آرائش علیحدہ رکھوں گا۔ میں اپنے دوستوں سے ایسا ہی کرتا ہوں۔ دنیا کی نعمتوں سے ان کو ایسا علیحدہ رکھتا ہوں جیسا کوئی شفیق چرواہا اپنے گلے کو مہلک چراگاہ سے بچاتا ہے یا کوئی مشفق ساربان اپنے اونٹوں کو خارش والے اونٹوں کے پاس بٹھانے سے روکتا ہے اور یہ بات اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ لوگ میرے نزدیک ذلیل ہوں بلکہ اس نظر سے ہے کہ میری کرامت وانعام کو صحیح و سالم توقیر کے ساتھ پورا حاصل کریں۔ میرے دوست جو میرے لیے زینت کرتے ہیں انکسار اور خوف اور خضوع اور تقویٰ سے کرتے ہیں یہ باتیں ان کے دلوں میں جمی رہتی ہیں اور جسموں پر ظاہر ہوتی ہیں۔ یہی امور ان اشعار آثار ہیں اور انکے دلوں کی متاع پائدار جس نجات پر کہ ان کی فلاح ہے اور جس رجائ

کی کہ ان کو توقع ہے یہی باتیں ہیں اور بزرگی پر ان کا ناز ہے اور جس علامت سے کہ
ان کی شناخت ہے وہ بھی یہی ہیں جب ایسے لوگ تم کو ملیں تو ان کی تعظیم کرنا اور
بہ انکسار دل و زبان پیش آنا اور جان لو کہ جو شخص میرے کسی دوست کو ڈراتا ہے وہ
مجھ سے بر سر پرخاش آتا ہے۔ قیامت کو میں اس سے اس کا عوض لوں گا اور ایک
روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اثنائے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! جان لو
کہ تم کو مرنا ہے اور بعد موت کے اُٹھنا اپنے اعمال پر وقوف پاکر ان کی جزا کو پہنچنا ہے
پس زندگی دنیا پر مت پھولو اور ان باتوں کو مت بھولو کہ دنیا مصیبت کا گھر ہے
فنا ہونا اس کا معروف ہے اور دھوکا دینے میں موصوف اس کی ہر چیز کا انجام
زوال ہے اور اس کا ہمیشہ کسی کے پاس رہنا محال۔ نہ اس کے حالات تبدیلی
سے مامون ہیں نہ اس کے باشندے آفات سے مصئون۔ جب آدمی کو اس میں
راحت و سرور پہنچتا ہے، یکایک مصیبت آجاتی ہے۔ اس کے احوال مختلف
باہمد گر ہیں اور مرتب متغیر نہ اس کے عیش کو قیام ہے نہ راحت کو دوام باشندے
دنیا کے ہدف ہیں کہ جن کو اپنے تیروں کا نشانہ بناتی ہے اور موت سے سب کی خاک
اڑاتی ہے۔ موت ہر ایک کے سر پر قائم ہے اور اس کا چکھنا ہر ایک پر لازم ہے
اے اللہ تعالیٰ کے بندو! آج دنیا میں تمھارا ایسا حال ہے جیسا تم سے پہلے لوگوں
کا تھا جو تم سے عمر میں زیادہ اور قوت میں قوی اور آبادی میں اکثر اور مکانات میں
اعلیٰ تھے مگر دنیا کے طول انقلاب سے اب ان کی آواز نہیں نکلتی۔ ان کے جسم
سڑ گئے اور سر اُلٹ گئے اور مکانات گر گئے۔ یا وہ مکان عالی شان، گاؤ تکیے
اور عمدہ فرش تھے یا اب پتھر اور اینٹیں اور خاک گور اور گوشۂ لحد ہے۔ انکی قبریں
ایک دوسرے کے قریب ہیں اور ان کے رہنے والے اجنبی اور غریب ہیں۔
موحش عمارت والوں اور متشاغل اہلِ محلہ میں جا پڑے ہیں کہ نہ ان کو آبادی

سے موانست ہے نہ بھائی بندوں اور ہمسایوں کی طرح آپس میں ملاوٹ و رغبت
ہر چند کہ مکان قریب ہیں مگر میل کی صورت نہیں۔ اس لیے کہ ان کو کھنگی نے
پیس ڈالا اور پتھر و مٹی نے کچومر نکالا زندگی کے بعد اسیر پنجۂ موت ہوئے اور اجسام
نازبیں راحت و آسودگی کے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے خاک میں اپنے یاروں میں
جا ملے اور ایسے گئے کہ پھر کبھی نہ پھرے پھرنے کا ذکر کیا ہے جس صورت میں کہ خدا
تعالیٰ خود فرماتا ہے کلا انہا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورا ئھم برزخ
الیٰ یوم یبعثون (ترجمہ: کوئی نہیں یہ بات ہے کہ وہ کہتا ہے اور ان کے
پیچھے لٹکا دیا ہے جس دن تک اُٹھائے جاویں۔) اب تم بھی قطعاً جان
لو کہ جیسا ان کا حال ہوا وہی تمہارا ہوگا وہی تنہائی ہوگی اور وہی خاک میں گلنا اس
خواب گاہ میں سونا اور اسی ٹھکانے میں رہنا علاوہ ازیں تم کو جب کیسی بنے گی،
جب یہ باتیں تمہارے پیش نظر ہوں گی اور قبروں میں سے نکالے جاؤ گے جی
کی باتیں تحقیق کی جاویں گی۔ بادشاہ علی الاطلاق کے سامنے روبکاری ہوگی۔ گزشتہ
گناہوں کے خوف سے کلیجے پھٹے جاتے ہوں گے اور دل تھراتے پردے تمہارے
فاش ہوں گے۔ عیوب اور چھپی باتوں کے سامنے کیے جاؤ گے۔ خداوند کریم سے
التجا ہے کہ ہم کو اور تم کو تابع اپنی کتاب کا اور پیرو اپنے احباب کا رکھے۔ یہاں تک
کہ ہم سب کو اپنے فضل سے رہنے کی جگہ یعنی آخرت میں پہنچا دے وہی حمید
اور صاحب بزُرگی ہے۔ اے دوست! جب عاقلوں اور عالموں اور عارفوں اور
ادیبوں کو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کی حقارت کی اور اس کو اپنے دوستوں کے
لیے اچھا نہیں جانا اور وہ اس کے نزدیک بہت حقیر اور ادنیٰ چیز ہے اور رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس میں زہد فرمایا اور اپنے یاروں کو اس کے فتنہ
سے ڈرایا تو انھوں نے اس میں سے میانہ روی کے طور پر کھایا اور زیادتی کو اپنا

توشہ آخرت بنایا اس میں سے بقدر کفایت لیا اور جس مقدار سے کہ لہو میں پڑیں اس کو ترک کیا۔ پوشاک مقدار ستر عورت اختیار کی اور غذا میں سے ادنیٰ مقدار دفع گرسنگی کھائی اور دنیا کو اس نظر سے دیکھا کہ فانی ہے اور آخرت کو جانا کہ باقی ہے۔ اسی وجہ سے دنیا میں سے اسی قدر توشہ لیا جس قدر مسافر لیتا ہے۔ پس دنیا کو اُجاڑا اور آخرت کو آباد کیا۔ آخرت کی طرف چشم دل سے دیکھا اور جانا کہ عنقریب چشمِ ظاہر سے بھی دیکھیں گے۔ اسی لیے اس کی طرف جانا پڑے گا۔ تھوڑی سی مشقت دنیا میں اٹھا کر بہت دنوں کا عیش حاصل کیا۔ یہ سب باتیں ان کو خدا تعالےٰ کی تکلیف سے ہوئیں کہ جو کچھ اس نے اُن کے لیے محبوب جانا اسی کو انھوں نے محبوب سمجھا اور جس چیز کو برا سمجھا، اس کو انھوں نے بُرا تصور کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے دنیا ایک پوپلی بڑھیا کی صورت میں آئی جو ہر ایک طرح کی زینت سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ آپ نے پوچھا کہ تُو نے کتنے شوہر کیے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ کو شمار نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا کہ وہ سب تجھ کو چھوڑ کر مر گئے یا تجھ کو طلاق دے دی؟ اُس نے عرض کیا کہ میں نے ان کو ذبح کر ڈالا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تیرے شوہروں کی خرابی ہے کہ پہلوں کا حال دیکھ کر عبرت نہیں کرتے، تُو ایک ایک کو مارتی جاتی ہے اور وہ تجھ سے نہیں ڈرتے۔ اس اعتبار سے دنیا کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے۔ اس کی مثال ایسی تصوّر کرنی چاہیے کہ ایک بڑھیا بدصورت اپنے اوپر خوب عمدہ پوشاک و زیور پہن لے اور مُنہ پر برقعہ ڈال کر لوگوں کو فریب دے۔ جب اُن کو اس کے باطن کا حال معلوم ہو اور منہ پر سے گھونگھٹ اٹھا کر دیکھیں تو اس کے اتباع سے نادم و خجل ہوں اور اپنی کم عقلی اور دھوکا کھلنے سے شرمندہ۔ علاء بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک عورت دیکھی جس کی کھال سکڑی تھی اور زیور و لباس میں لدی تھی۔ آدمی

اُس کے گرد تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے پاس آکر اس کو دیکھا تو لوگوں کے اُس کی طرف دیکھنے سے نہایت متعجب ہُوا کہ یہ کیوں اس کی طرف مائل ہیں۔ آخر اس سے پوچھا کہ تُو کون ہے؟ اس نے کہا کہ تم مجھے نہیں پہچانتے؟ میں نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا کہ تُو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں دنیا ہوں۔ میں نے کہا کہ خدا تیرے شر سے بچاوے۔ اس نے کہا کہ میرے شر سے بچنا چاہتے ہو تو روپے پیسے کو بُرا جاننا۔ اور ابو بکر بن عباشؒ کہتے ہیں کہ میں نے قبل اس کے بغداد میں پہنچوں، دُنیا کو خواب میں ایک بُڑھیا پھُوس بدصورت دیکھی کہ تالیاں بجا رہی ہے اور اس کے پیچھے خلقت اس کی خواستگار ہے۔ وہ بھی تالیاں بجاتے اور ناچتے ہیں۔ جب وہ میرے سامنے آئی تو میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ اگر مجھ کو موقعہ ملا تو یہی حال تیرا بھی کروں گی جو اُن کا ہے۔ اس خواب کو کہہ کر ابو بکر رو پڑے۔ اور فضیل بن عیاض رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ قیامت کو دنیا ایک بڑھیا بدصورت گیرد آنکھوں والی شکل میں لائی جاوے گی۔ دانت آگے کو نکلے ہوں گے۔ لوگوں کے سامنے کر کے پوچھا جاوے گا کہ تم اس کو بھی پہچانتے ہو؟ عرض کریں گے کہ خدا پناہ دے کہ ہم اس کو جانیں۔ حکم ہوگا کہ یہ وہی دنیا ہے جس کے لیے تم فخر اور حسد اور بغض اور قطع رحم اور فریب و مکر کیا کرتے تھے اور اس کے پھندے میں آ گئے تھے۔ پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جاوے گا۔ وہ عرض کرے گی کہ الٰہی میرے اتباع اور گروہ کہاں ہیں؟ حکم ہوگا اُن کو بھی اسی کے ساتھ کر دو۔ اور حضرت فضیلؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک آدمی اپنی رُوح سے اُوپر کو چڑھا۔ راستے میں اس نے ایک عورت ہر طرح سے آراستہ و پیراستہ دیکھی۔ جو اس کے پاس سے نکلتا ہے وہ اس کو زخمی کر دیتی ہے۔ پشت کی طرف سے دیکھو تو بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے اور آگے سے بہت بُڑھیا پھوس نیلی چندھی آنکھوں کی ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ کو خدا تجھ سے بچاوے۔ اس نے

جواب دیا کہ بخدا اللہ تعالیٰ تجھ کو مجھ سے نہیں بچانے کا جب تک روپیہ پیسہ کو بُرا نہ جانے اُس نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ جواب ملا کہ دنیا ہوں۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحاک بن سفیان کلابی سے فرمایا کہ تم اپنی غذا نمک مرچ کے ساتھ کھا کر پھر پانی اور دودھ پیتے ہو انھوں نے عرض کیا کہ ہاں! آپ نے فرمایا کہ پھر اس غذا کا کیا بنتا ہے۔ انھوں نے عرض کیا وہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ دنیا کو اسی چیز سے مشابہ فرماتا ہے جو انجام کو غذا سے بن جاتی ہے۔ اور حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کہ اوّل غذا میں خوب مسالہ و خوشبو ڈالتے ہیں اور پھر اس کو کہاں ڈالتے ہیں۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں آپ سے کچھ پُوچھنا چاہتا ہوں مگر شرم آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شرمانا نہ چاہیے۔ پوچھ لو۔ اس نے عرض کیا جب آدمی پاخانے سے فارغ ہو تو کیا اس کو دیکھے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں فرشتہ اس کو یوں کہتا ہے کہ جس چیز کا بخل کیا کرتا تھا، اس کو دیکھ کہ اس کا انجام کیسا ہُوا؟ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دنیا کی مقدار آخرت میں ایسی ہے کہ جیسے کوئی سمندر میں انگلی ڈال کر دیکھے کہ انگلی پر کس قدر پانی آیا۔ یعنی آخرت کے سامنے دنیا ہیچ ہے اور اس وجہ سے کہ دنیا دار دنیا کی لذتوں میں مبتلا ہو کر آخرت کی طرف سے غافل رہتے ہیں اور پھر بڑی بڑی حسرتیں اٹھاتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کچھ لوگ کشتی میں سوار ہوئے اور ایک جزیرے میں پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ملاح نے ان کو اجازت دی کہ جن کو قضائے حاجت منظور ہو وہ یہاں اُتر جاوے مگر یہ مقام خوف ناک ہے۔ یہاں سے جلد اپنا کام کر کے واپس آنا ورنہ کشتی کھُل جاوے گی۔ یہ لوگ کشتی سے اتر پڑے اور اطرافِ جزیرہ میں پھیل گئے۔ پھر بعضوں نے تو ناخدا کے قول پر عمل کیا اور قضا حاجت کرتے

ہی کشتی کی طرف چلے آئے اور کشتی کو دیکھ کر خوب فراغت کی جگہ اور خاطر خواہ آسائش کا مکان لے لیا اور بعضوں نے جزیرہ میں توقف کر کے اس کے شگوفوں اور غنچوں اور بیابانوں اور نغمات دل آویز اور جانوروں کے چہچہے فرحت انگیز اور جواہر بوقلموں اور معادن گوناگوں اور نقوش غریبہ اور اشکال عجیبہ کی سیر کی، مگر بخوف کشتی کے نہ ملنے کے، سیر کرتے ہی پھر آئے۔ان کو گو پہلوں کا سا وسیع مقام نہ ملا تاہم اچھی طرح بیٹھ گئے اور بعضوں نے جو ان اشیاء مذکورہ بالا کو دیکھا' لٹو ہو گئے اور صدف وجواہر اور میوہ وگل کی خوبی اس قدر دل میں کھپی کہ ان کو چھوڑنے کو دل نہ چاہا۔اس میں سے کچھ ساتھ لے لئے۔کشتی میں آ کر مکان میں اتنی گنجائش بھی نہ دیکھی کہ خود اچھی طرح بیٹھ سکیں۔بوجھ کے رکھنے کا تو کیا ذکر ہے، بمجبوری ان کو اپنے سر پر لاد کر کشتی میں بیٹھ گئے مگر اپنی اس حرکت پر نادم تھے کہ ناحق ان کو لیا اور مفت میں دردِ سر اور وبال مول لیا۔اور کچھ لوگ جنگلوں میں گھس کر کشتی کو بالکل بھول گئے اور اتنی سیر کی کہ ناخدا کی آواز بھی نہ سُنی مگر باوجود اس کے درندوں کا خوف دل میں تھا اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس نشیب وفراز میں لغزش بھی ہوگی اور مصیبت اُٹھانی پڑے گی۔ پاؤں اور کپڑوں میں کانٹے بھی چبھیں گے۔ ٹہنیوں سے بدن چرے گا۔آواز ہولناک سے کلیجہ کانپے گا۔ جھاڑیوں سے کپڑے پھٹ کر ننگے رہ جاویں گے اور پھر اگر لوٹنا چاہیں گے تو بن نہ آوے گا۔اسی اثنا میں آواز کشتی والوں کی سُن کر بوجھ کے گٹھے سر پر لادے جو کنارے پر پہنچے تو کشتی پر جگہ نہ پائی۔ کنارے پہ ہی بھوکے پیاسے مر گئے اور بعضوں کو کشتی والوں کی بھی آواز نہ سنائی دی اور کشتی بھی چل دی تو ان کا یہ حال یہ ہُوا کہ کچھ تو درندوں کی خوراک بن گئے۔ کچھ حیران پریشان بھٹک بھٹک کر مر گئے۔ بعضے دلدل میں گرے، بعضوں کو سانپ بچھو کھا گئے۔ غرضکہ سب اچھی طرح خوار ومردار ہو گئے۔ اب جو لوگ کہ کشتی میں بوجھ سمیت سوار

ہوئے تھے، ان کو ان چیزوں کی حفاظت کی فکر ہوئی۔ مکان تنگ پہلے ہی سے تھا کچھ عرصہ بعد پھول مرجھا گئے، پتھر وغیرہ کے رنگ متغیر ہو گئے، میوے وغیرہ بگڑ کر سڑ گئے۔ بدبُو آنے لگی اور یک نہ شد دو شد کا مضمون ہوا کہ پہلے صرف رکھنے ہی کی دقّت تھی اب بدبو سے ایذا ہونے لگی۔ پھر تو کچھ علاج نہ سوجھا بجز اس کے کہ اس کو دریا میں ڈال دیا مگر اس کی بدبو اور خوراک سے اتنی تاثیر ہوئی کہ گھر پہنچنے تک بیمار پڑ گئے اور بہت دنوں تک تکلیف میں رہے اور جو ان سے پہلے کشتی میں آئے تھے ان کو البتّہ بیٹھنے میں خاطر خواہ آسائش تو نہ ملی الاّ وطن پہنچ کر صحیح سالم رہے، کچھ دُکھ روگ نہ ہُوا اور جو لوگ اوّل ہی اوّل چلے آئے تھے وہ کشتی میں بھی چین سے رہے اور طبع میں بھی راحت و آرام سے رہے۔ پس اگر تامّل دیکھو تو یہی حال دنیا کے لوگوں کا ہے کہ وطن اصلی کو بھول کر اس جزیرے کے گل و گلزار اور پتھروں اور چاندی پر ایسے غافل ہیں کہ انجام کی ذرا فکر نہیں کرتے۔ یہ معلوم نہیں کہ مرنے کے وقت زینت کی یہ سب چیزیں گردن پہ وبال ہوں گی۔ گو اب ان کے آنے کی خوشی اور جانے کا غم ہوتا ہے اور اس مصیبت میں سب ہی مبتلا ہیں الاّ جس کو خدا بچاوے اور اس نظر سے کہ خلقت دنیا کے فریب میں آجاتی ہے اور باوجود خدا تعالیٰ کے خوف دلانے کا اللہ تعالیٰ کے قول پر ایمان ضعیف رکھتی ہے۔ اس کی مثال اس حدیث میں ہے جو حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ میری اور تمھاری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسی کسی قوم کے لوگ کسی جنگل پر غبار میں چلیں اور چلتے چلتے یہ نوبت پہنچ جاوے کہ یہ بھی خبر نہ رہے کہ جتنی راہ طے کر چکے ہیں وہ زیادہ ہے یا جو باقی رہی ہے وہ زیادہ ہے پس ان کا کھانا پینا تمام ہو جاوے اور اسی جنگل میں کمریں کھول کر بے زاد و راحلہ پڑ رہیں اور جینے سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ جب ان کی یہ نوبت

پہنچے تو دور سے ایک آدمی کی صورت دیکھیں کہ لباس پہنے چلا آتا ہے اور اس کے کپڑوں سے پانی ٹپکتا ہے گمان کریں کہ یہ شخص کسی زرخیز زمین سے آتا ہے۔ وہ جگہ یہاں سے قریب معلوم ہوتی ہے۔ جب وہ پاس آکر اُن سے پوچھے کہ میاں تمہارا کیا حال ہے؟ اس سے کہیں کہ جو حال ہے وہ عیاں ہے۔ عیاں راچہ بیان وہ جواب میں کہے کہ بھلا میں اگر تم کو پانی اور باغ بتا دوں تو کیا کرو گے؟ جواب دیا کہ ہم تیری اطاعت کسی چیز میں فروگذاشت نہ کریں گے۔ اس نے کہا اگر سچ کہتے ہو تو اس عہد کو پکا کر دو۔ انھوں نے خدا کی قسم کھا کر عہد مستحکم کیا کہ ہم ہرگز ہرگز نافرمانی کسی بات میں نہ کریں گے۔ غرض کہ اس عہد کے بعد اس نے عمدہ پانی اور باغِ سبز حسب وعدہ بتایا اور چند روز خود ان میں رہا۔ پھر ان سے کہا کہ بھائیو! سُنتے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ یہاں سے چل دو۔ پوچھا کہاں جائیں؟ کہا ایسے چشمہ اور باغ میں جو اس سے کہیں اعلیٰ ہے۔ اس کو سُن کر بعضوں نے تو یہ کہا کہ خدا خدا کر کے ہم کو یہ جگہ نعمت غیر مترقبہ ملی ہے۔ اس سے بہتر لے کر کیا کریں گے اور کم لوگوں نے یہ کہا کہ صاحبو اس کے ساتھ عہد کر چکے ہو کہ بات میں نافرمانی نہ کریں گے پہلے جو کچھ اس شخص نے کہا تھا ویسا ہی ہُوا۔ اب بھی اس کا قول بے شک درست ہے اور اسی خیال سے اس کے ساتھ ہو لیے اور باقی لوگ وہاں ہی پڑے رہے۔ صبح کو دشمن نے تاخت کر کے بعضوں کو قتل اور بعضوں کو اسیر کر لیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث میں اس شخص سے مراد ذات پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ امت کو آخرت کی طرف بلاتے ہیں۔ پس جس نے والاخرۃ خیر لک من الاولی (ترجمہ: اور البتہ پچھلی بہتر ہے تجھ کو پہلی سے) کو سچ جانا اور دنیا سے دل برداشتہ ہو کر ان کا اتباع کیا، وہ تو سلامت رہا ورنہ دشمن جانی شیطان کے زمرہ میں داخل ہو کر خسرۃ الدنیا والآخرۃ ہُوا اور اس لحاظ سے کہ لوگ دنیا میں اوّل اوّل مزے

اُڑاتے ہیں اور آخر کو اس کی جدائی سے درد سہتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص مکان بناوے، اس کو خوب آراستہ کرے اور پھر ایک ایک قوم کو جُدا جُدا اپنے یہاں بلاکر دعوت کرے جب ایک قوم گھر میں آوے تو ایک سونے کے عطر دان میں اس کے سامنے عطر وغیرہ رکھ دے کہ اس کو سُونگھ کر اوروں کے واسطے چھوڑ جاوے اس نے رسم کی ناواقفیت سے یہ خیال کر لیا کہ یہ برتن سمیت ہم کو ملا ہے، اسی جہت سے دل کو خوب اس پر متعلق کر لیا۔ جب مالک خانہ نے وہ برتن واپس لے لیا تو تعلق دل کے باعث کمال رنج ہُوا اور جس کو دستور معلوم تھا، اس نے خوشبو بھی سونگھی اور مالک کا شکر گزار بھی ہُوا اور خوشی سے برتن مالک کے حوالے کیا، اسی طرح جو شخص دنیا میں خدا تعالیٰ کی عادت سے واقف ہے جانتا ہے کہ یہ ضیافت خانہ ہے۔ گزرنے والوں پر وقف ہے اس لیے کہ توشہ آخرت لیں اور جس طرح مُسافر عاریت کی چیزوں سے متمتع ہوتے ہیں، اسی طرح اشیاءِ دنیاوی سے فائدہ اُٹھاویں اور اس میں بہمہ تن مصروف نہ ہوں کہ جدا ہونے کے وقت مصیبت سہیں۔ یہ ہیں دنیا کی مثالیں اور اس کے آفات و عمل کی تشبیہیں۔ خداوند کریم ہم کو بھی توفیق اس سے بچنے کی عنایت فرماوے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ کے دفن میں شریک ہوئے۔ حضورؐ وہاں جاکر ایک قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور اتنا روئے کہ زمین تر ہو گئی اور ارشاد فرمایا کہ بھائیو! اس چیز کے لیے (یعنی قبر میں جانے کے لیے) تیاری کر لو۔ حضرت شقیق بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ آدمی چار چیزوں میں زبان سے تو میری موافقت کرتے ہیں اور عمل سے میری مخالفت کرتے ہیں: (۱) وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے (اور غلام) ہیں اور کام آزاد لوگوں کے سے کرتے ہیں (۲) یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ شانہٗ ہماری روزی

کا ذمہ دار ہے لیکن ان کے دلوں کو (اس کی ذمہ داری پر) اُس وقت تک اطمینان نہیں ہوتا جب تک دنیا کی کوئی چیز ان کے پاس نہ ہو(۳) کہتے ہیں کہ آخرت دنیا سے افضل ہے لیکن دنیا کے لیے مال جمع کرنے کی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں، (آخرت کا کچھ بھی فکر نہیں) (۴) کہتے ہیں کہ موت یقینی چیز ہے آ کر رہے گی لیکن اعمال ایسے لوگوں کے سے کرتے ہیں جن کو کبھی مرنا ہی نہ ہو۔ ابو حامد لفافؒ کہتے ہیں کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرے، اس کے اوپر تین چیزوں کا اکرام ہوتا ہے۔ (۱) توبہ جلدی نصیب ہوتی ہے (۲) مال میں قناعت میسر ہوتی ہے (۳) عبادت میں نشاط اور دلبستگی پیدا ہوتی ہے۔ اور جو شخص موت سے غافل رہتا ہے اس پر تین عذاب مسلّط کیے جاتے ہیں ۱: گناہ سے توبہ میں تاخیر ہوتی رہتی ہے۔ ۲: آمدنی پر راضی نہیں ہوتا۔ (اس کو کم ہی سمجھتا ہے چاہے جتنی بھی ہو جائے اور ۳: عبادات میں سستی پیدا ہوتی ہے۔

حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے پاس کو ایک جنازہ گزرا۔ حضورؐ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص یا تو راحت پانے والا ہے یا اس سے راحت ہو گئی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ مومن بندہ تو مر کر دنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے راحت پالیتا ہے اور اللہ جل شانہٗ کی رحمت کے اندر چلا جاتا ہے۔ (یہ تو راحت پانے والا ہوا) اور فاجر آدمی جب مرتا ہے تو دوسرے آدمی اور آبادیاں اور درخت اور جانور سب کے سب اُس کی موت سے راحت پاتے ہیں۔ اس لیے کہ اس کے گناہوں کی نحوست سے دنیا میں آفات نازل ہوتی ہیں۔ بارش بند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے شہروں میں فساد ہوتا ہے اور درخت خشک ہونے لگتے ہیں اور جانوروں کو چارہ ملنا مشکل ہو جاتا ہے اس وجہ سے اس کی موت سے سب کو راحت ملتی ہے کہ اس کی نحوست کی وجہ سے سب کو تکلیف پہنچ رہی تھی۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی اجنبی بلکہ راستہ چلتا مسافر ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب تُو صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر اور جب شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور اپنی صحت کے زمانے میں مرض کے زمانے کے لیے توشہ لے لے، (کہ جو اعمال صحت میں کرتا ہوگا، مرض میں ان کا ثواب ملتا رہے گا) اور اپنی زندگی میں موت کے لیے توشہ لے لے۔

ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک پتّھر اپنے سر تلے رکھ لیا۔ ابلیس کا جو گزر ان پر ہوا، کہنے لگا یا حضرت! آپ کو بھی دنیا کی رغبت ہوئی؟ آپ نے پتّھر سر کے نیچے سے نکال کر پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ لے، دنیا تیرے ہی لیے ہے۔ اور درحقیقت اگر غور کرو تو جس شخص کے پاس تکیے کے بجائے پتّھر ہو تو اُسکے پاس اتنی دنیا تو ہو گئی کہ شیطان اپنا داؤ کھیلے۔ مثلاً اگر کوئی تہجّد کو اُٹھے اور اس کے قریب ایک پتّھر بھی ہو جس پر تکیہ ہو سکتا ہے تو شیطان ضرور دل میں ڈالے گا کہ ذرا اس پر تکیہ لگائے اور اس صورت میں رغبت نیند کی ہو جاتی ہے کہ گاڑی دیکھ کر پاؤں پھُولتے ہیں، اگر سرے سے پتّھر نہ ہوتا تو ایسی بات دل میں نہ گزر سکتی اور نہ سونے کی رغبت ہوتی۔ یہ حال تو پتّھر کا ہے لیکن جس کے پاس گاؤ تکیے اور گدگدے فرش اور آرام طلبی کے لوازم موجود ہوں، اس کو عبادتِ الٰہی سے کب مزہ حاصل ہو سکتا ہے؟

سیاحوں سے منقول ہے کہ میں نے ایک ابدال عزلت گزیں کی خدمت میں عرض کیا کہ تحقیق کی راہ کس طرح ہے؟ اور ایک دفعہ پوچھا کہ کوئی ایسا عمل بتائیے جس سے مدام میرا دل خدا کے ساتھ رہے۔ انھوں نے فرمایا کہ خلق کو مت دیکھ۔ اس کو دیکھنا تاریکی ہے۔ میں نے کہا کہ یہ تو ضروری ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ اس کا کلام

مت سُن کہ سختی دل کا باعث ہے۔ میں نے کہا کہ یہ بھی ضروری ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ان سے لین دین مت کر اس سے وحشت ہوتی ہے۔ میں نے کہا ان میں تو رہتا ہوں لین دین کیسے چھوڑ دوں۔ انھوں نے فرمایا کہ ان میں مت رہ، ان میں رہنا تباہی ہے۔ میں نے کہا ان کے درمیان رہنے کا تو مرض ہو گیا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ عجیب بات ہے غافلوں کی طرف دیکھنا بھی چاہتے ہو اور جاہلوں کے کلام بھی سُنو۔ جھوٹوں سے معاملہ بھی کرو اور پھر چاہتے ہو کہ مدام دل خدا تعالےٰ کے ساتھ رہے، یہ کبھی نہ ہوگا۔

ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا پہاڑ پر مقام تھا مجھ کو انار نظر پڑے اور دل چاہا۔ ایک توڑ کر جو چیرا تو کھٹا پایا۔ اسے ڈال کر چل دیا۔ راہ میں ایک شخص پڑا ہُوا تھا اور اس پر بھڑیں جمع تھیں۔ میں نے اس سے کہا السّلام علیکم۔ اس نے کہا وعلیکم السلام یا ابراہیم۔ میں نے پوچھا تم نے مجھے کیسے پہچانا۔ اس نے کہا جو خدا کو پہچانتا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ کہا آپ تو رسیدہ ہیں خدا تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں مانگتے کہ ان بھڑوں سے تم کو بچاوے۔ اس نے جواب دیا کہ آپ بھی تو رسیدہ ہیں دعا کیوں نہیں کرتے کہ انار کی خواہش سے تمھارے دل کو بچاوے۔ بھڑوں کا رنج تو دنیا ہی تک ہے۔ شہوات کا دکھ تو آخرت تک رہے گا۔ میں چپ ہو کر چلا گیا۔

روایت ہے کہ کسی بادشاہ کے سامنے ایک فیروزہ کا پیالہ جواہر سے مُرصّع پیش ہُوا جس کا نظیر روئے زمین پر کسی نے نہ دیکھا تھا۔ بادشاہ نہایت خوش ہُوا اور ایک حکیم سے جو اس کے پاس بیٹھا تھا، پوچھا کہ آپ کے نزدیک یہ کیسا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ ایک مصیبت ہے یا محتاجی۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کس طرح؟ حکیم نے کہا کہ اگر یہ ٹوٹ جاوے تو ایسی مصیبت ہے جس کا کچھ تدارک نہیں

اور اگر چوری جاوے اور پھر آپ کو اس کی حاجت ہو تو کبھی ایسا نہ ملے اور پہلے اس سے یہ کہ آپ کی خدمت میں نہیں آیا تھا آپ کو کچھ خوف مصیبت و احتیاج کا نہ تھا بعد چندے اتفاقاً وہ پیالہ ٹوٹ گیا یا چوری ہو گیا۔ بادشاہ کو نہایت رنج ہُوا، اور کہنے لگا کہ حکیم کا قول درست تھا۔ یہی اچھا تھا کہ وہ میرے پاس ہی نہ آتا۔ ناحق مصیبت و رنج اٹھانا پڑا۔ یہی حال دنیا کے اسباب کا ہے۔ اس لیے کہ وہ اعداء اللہ کی بھی دشمن ہے کہ ان کو آگ کی طرف لے جاتی ہے اور اولیاء اللہ کی بھی دشمن ہے کہ ان کو اس پر صبر کرنے کا غم رہتا ہے اور خدا کی بھی دُشمن ہے کہ اس کے بندوں کو اس کا راستہ نہیں چلنے دیتی۔ ان پر راہ زنی کرتی ہے بلکہ خود اپنی بھی دشمن ہے کہ اپنے نفس کو کھاتی ہے مثلاً مال کی حفاظت خزانہ اور پاسبانوں سے ہوتی ہے اور خزانہ و پاسبانوں کا انتظام مال کے خرچ کرنے سے ہوتا ہے تو گویا دنیا کی حفاظت میں دنیا ہی جاتی ہے حتیٰ کہ فنا ہو جاوے اور کچھ بھی نہ رہے اور جو شخص مال کی آفت کو جانتا ہے، اس سے مانوس اور خوش نہیں ہوتا اور نیز زائد از حاجت اس میں سے نہیں لیتا اور جو شخص مقدار حاجت پر قانع رہتا ہے وہ بخل نہیں کرتا۔ اس لیے کہ جس قدر اس نے اپنی حاجت کو رکھا ہے وہ تو داخل بخل نہیں اور زائد از حاجت کی حفاظت کو خالی از مشقت نہ جان کر دے ڈالتا ہے، بلکہ اس کا حال ایسا ہے جیسا کوئی شخص ندی کے کنارے کھڑا ہو کہ اس کو پانی کے دینے میں کچھ دریغ نہیں ہوتا ایسا ہی یہ مقدار حاجت کے زائد کے دینے میں تامّل نہیں کرتا۔

حکایت : میں نے سورۃ یونس کی تفسیر علائی میں دیکھا ہے کہ عیسیٰؑ کا ایک قریہ پر گزر ہُوا۔ وہاں کے لوگوں کو آپ نے دیکھا کہ راستوں پر بلا دفن مُردہ پڑے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے آپ نے ان کی نسبت دریافت کیا خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ جب رات ہو تو آپ ان کو پکاریے وہ آپ کو ضرور جواب دیں گے چنانچہ جب رات ہوئی

تو عیسیٰؑ نے ان کو پکارا۔ ان میں سے ایک شخص بولا لبیک اے رُوح اللہ! آپ نے پوچھا کہ تم لوگوں کا قصہ کیا ہُوا ہے؟ اس نے کہا کہ ہم رات بھر آرام سے رہے اور صبح کو دوزخ میں جا پہنچے۔ آپ نے پوچھا کیوں۔ اُس نے جواب دیا جس طرح بچّہ اپنی ماں سے محبت کرتا ہے اسی طرح ہمیں دنیا کی محبت تھی جب ہمارے سامنے آجاتی تھی تو ہم اُس سے خوش ہو جایا کرتے تھے اور جب پیٹھ پھیر کر چل دیتی تھی تو ہم اس کے لیے رویا کرتے تھے۔ آپ نے پوچھا تیرے ساتھیوں کا کیا حال ہے جو وہ جواب نہیں دیتے۔ اُس نے کہا کہ نہایت کڑے اور سخت فرشتوں کے ہاتھوں سے آگ کی لگامیں چڑھی ہوئی ہیں پھر آپ نے کہا کہ پھر تُو کیسے بولا۔ اس نے کہا کہ ان لوگوں میں سے نہیں ہوں بلکہ جس وقت ان پر عذاب نازل ہو رہا تھا، میں بھی ادھر آنکلا۔ جو ان کی گت بنی وہ میری بھی بن گئی۔ اب میں ایک بال کے سہارے سے جہنّم کے کنارے پر لٹک رہا ہوں۔ مجھے پتہ نہیں کہ مجھے نجات ملے گی یا نہیں۔

حکایت : نسفیؒ نے زہرالریاض میں بیان کیا ہے کہ جب سلیمانؑ کو ملک ملا تو سوائے ایک چیونٹی کے سب حیوانات آپ کو مبارک باد دینے آئے اور وہ چیونٹی آپ کی تعزیت کرنے آئی۔ اس سے اور چیونٹیاں اُس پر ناراض ہوئیں۔ وہ بولی میں ابھی انھیں مبارکباد کیسے دوں حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ جب خدا کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو دنیا سے اس کو یکسو کر دیتا ہے اور آخرت کو اس کا محبوب بنا دیتا ہے اور سلیمانؑ ایسے کام میں مشغول ہوئے ہیں جس کا انجام معلوم نہیں کیا ہوگا اس لیے وہ مبارک باد سے زیادہ تعزیت کے مستحق ہیں۔ ایک بار آپ کے پاس جنت سے ایک شراب آئی اور آپ سے کہا گیا کہ اگر آپ اسے پی لیں گے تو پھر آپ کو موت نہ آئے گی۔ آپ نے سوائے کچھوے کے اپنے سارے لشکر سے

پوچھا کیونکہ وہ موجود نہ تھا۔ سب نے مشورہ دیا کہ پی لیجیے۔ آپ نے کچھوے کے پیچھے گھوڑے کو بھیجا۔ اُس نے اسے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے اس کے پیچھے کُتّے کو روانہ کیا۔ اس نے اس کو جواب دیا۔ پھر سلیمانؑ نے اس سے شراب کی نسبت دریافت کیا تو وہ بولا آپ نہ پیجئے کیونکہ عزت کے ساتھ مرجانا زندان دنیا میں پڑے رہنے سے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا تُو نے سچ کہا پھر اُس شراب کو دریا میں اُنڈیل دیا۔ اس کا پانی پاکیزہ ہو گیا۔ پھر اس سے پوچھا کہ تُو نے کُتّے کا تو کہا مانا اور گھوڑے کا نہ مانا۔ یہ کیسی بات ہے؟ کچھوے نے جواب دیا گھوڑا اپنے دشمن کو بھی لے کر ویسے ہی بھاگتا ہے جیسے اپنے مالک کو لے بھاگتا ہے، اور کُتّا سوائے اپنے مالک کے کسی کا کہا نہیں مانتا۔

حکایت : کسی مرد صالح کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ہرن کے بچّے کے تعاقب میں جا رہا ہے اور اس کے پیچھے شیر ہے۔ قبل اس کے کہ وہ ہرن کے بچّے کو پکڑے، شیر نے اس آدمی کو مار ڈالا۔ پھر دوسرے آدمی کو دیکھا اس کو بھی شیر نے ہرن کے بچے کے پانے سے پہلے پکڑ کر مار ڈالا۔ اسی طرح سو تک نوبت پہنچی اور جب شیر کسی کو مارتا تھا تو ہرن کا بچّہ اس کے سرہانے کھڑا ہو جاتا تھا۔ مجھے اس سے تعجب ہُوا۔ شیر بولا کچھ تعجب نہ کرو میں ملک الموت ہوں ہرن کا بچّہ دنیا ہے اور یہ سب طالب دنیا ہیں، میں ایک کے بعد ایک کو قتل کرتا رہتا ہوں۔

یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ عاقل کہلوانے کا حق صرف اسی شخص کا ہے جو تین کام سرانجام دے سکے : (۱) دنیا کو ترک کر دے پیشتر اس کے کہ خود دنیا اسے ترک کر دے۔ (۲) اپنے لیے قبر تعمیر کر لے پیشتر اس کے کہ (دوسرے اس کی قبر کھودیں اور) اسے قبر میں اُتار دیں اور (۳) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لے

پیشتر اس کے کہ وہ (قیامت کے دن) حضورِ حق میں حاضر ہو اور فرمایا: دنیا وہ شوُم چیز ہے کہ انسان کو یادِ حق سے غافل کر دیتی ہے اور اسے یہ بھی یاد نہیں آنے دیتی کہ اسے کس آفت سے دوچار ہونا ہوگا ہے

ہیں عناصر کی یہ صُورت بازیاں شعبدے کیا کیا ہیں ان چاروں کے بیچ

دنیا عبارت ہے چھ چیزوں سے یعنی کھانے، پینے، پہننے، سونگھنے، سوار ہونے اور نگاہ کرنے یعنی دیکھنے سے۔ اور کھانے کے لیے شہد سے بہتر کوئی چیز نہیں حالانکہ وہ مکھیوں کے منہ سے نکلتا ہے۔ پینے کے لیے پانی سب سے افضل ہے اور اس میں ساری دنیا برابر ہے اور پہننے کے لیے ریشم بہترین چیز ہے حالانکہ وہ کیڑوں سے نکالا جاتا ہے۔ سُونگھنے کے لیے مُشک کا جواب نہیں حالانکہ وہ ہرن کا خون ہے اور سواری کے لیے گھوڑا سب سے اچھا ہے حالانکہ اسی کی پُشت پر مردوں کا خون بہایا جاتا ہے اور نگاہ ڈالنے کے لیے سب سے بڑی کشش عورت کی ذات میں پائی جاتی ہے لیکن اس کا حاصل یہی ہے کہ مرد کی شعشہ دانی عورت کی شعشہ دانی سے ملتی ہے حالانکہ عورت کا بناؤ سنگھار اپنی بہترین شے (یعنی چہرے) کے لیے ہوتا ہے لیکن تم اس شے کے طالب ہوتے ہو جو اس کی بدترین شے ہے۔

مال شہوت کا طالب ایسا ہے جیسے ریشم کا کیڑا کہ اوّل اپنے اوپر ریشم تنتا جاتا ہے پھر اس سے نکلنا چاہتا ہے مگر بچاؤ کی کوئی صورت نہیں پاتا اور وہاں ہی مر جاتا ہے اور باعث اپنی موت کا آپ ہی ہوتا ہے۔ خود کردہ را چہ علاج، اسی طرح جو شخص شہوات دنیا کا تابع ہوتا ہے وہ اپنے دل پر زنجیریں جکڑتا ہے اور جتنے شہوات ہیں مال اور جاہ اور زن اور فرزند اور اعدا کو بُرا کہنا اور دوستوں سے ریا کرنا وغیرہ یہ سب جُدا جُدا بیڑیاں ہیں کہ دل پر پڑ جاتی ہیں اب اگر اس شخص کو

اپنی غلطی معلوم ہو اور دل میں خطرہ رجوع کا آوے اور نکلنا چاہے گا تو نہیں نکل سکے گا۔ دل پر وہ بیڑیاں اور طوق دیکھے گا کہ ان کا کاٹنا مشکل ہے اور اگر بالفرض ایک محبوب چیز اپنی خواہش کی چیزوں میں سے اپنے اختیار سے چھوڑ دے گا تو گویا اپنی جان کو تلف کرے گا اور خود اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے گا اور اسی حال میں رہے گا یہاں تک کہ ملک الموت یکبارگی سب محبوب چیزوں سے دم کے دم میں علیحدہ کر دے گا۔ اس وقت عجیب صورت پیش آوے گی کہ دل تو دنیا کی زنجیروں میں جکڑا ہوگا جو چھوٹنے کو ہے اور ملک الموت نیچے دل کی رگوں کے اندر گھسے ہوئے اس کو آخرت کی طرف کھینچیں گے اور زنجیریں دنیا وی اس کو دنیا کی طرف کشش کریں گی تو اس شخص کا ادنیٰ حال مرنے کے وقت ایسا جاننا چاہیے جیسے کسی شخص کے نصف جسم کو آری سے چیر کر دو طرف سے دو آدمی پکڑ کر کھینچیں اور علیحدہ کریں اور اس میں بھی یہ ہے کہ جو شخص آری سے چیرا جائے گا تو ایذا اس کے بدن کو ہو گی اور یہ ایذا دل میں بطریق سرایت پہنچے گی اور بدن کے ذریعے سے دل کو بھی درد معلوم ہوگا۔ بخلاف صورت موت کے اس میں خاص تکلیف دل ہی پر ہوتی ہے کسی غیر چیز سے سرایت کر کے نہیں آتی تو ایسے رنج کا کیا ٹھکانا ہے غرض کہ یہ اول عذاب ہے کہ آدمی کو ملے گا اور اعلیٰ علیین اور اور قرب رب العلمین کا فوت ہو جانا' اس کی حسرت رہنی یہ بعد کو ہو گی۔ پس دنیا کی طرف میل کرنے سے خدا تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہے گا اور جو وہاں سے محجوب ہوتا ہے اس پر آگ دوزخ کی مسلط ہوتی ہے کیونکہ وہ صرف محجوب ہی پر مسلط ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کلا انہم عن ربہم یومئذٍ لمحجوبون ثم انہم لصالوا الجحیم (ترجمہ: کوئی نہیں وہ اپنے رب سے اس دن روکے جاویں گے پھر وہ مقرر بیٹھنے والے ہیں دوزخ

کے۔) اس آیت میں عذاب دوزخ کو بعد تکلیف حجاب کے فرمایا اور صرف حجاب ہی کا عذاب دیا جاوے اور عذاب نہ ہو تو وہی ایک کافی ہے اور جب دونوں ایک ساتھ ہی ہوں تو کیا حال ہوگا۔ ہم خدا تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمارے کانوں میں وہی بات جما دے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں پھونک دی تھی یعنی آپ سے فرما دیا گیا تھا احب من احببت فانک مفارقہ (ترجمہ: دوست رکھ جس کو تو چاہے تجھ کو اس سے جدا ہونا ضرور ہے) اور از آنجا کہ اولیاء اللہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ آدمی اپنے اعمال اور اتباع خواہشِ نفسانی سے اپنے آپ کو ریشم کے کیڑے کی طرح ہلاک کرتا ہے اس لیے انھوں نے دنیا کو یک لخت ترک کر دیا یہاں تک حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدر کے لوگوں کو ایسا دیکھا ہے کہ جو چیز اُن پر حلال تھی اسی میں زہد اتنا کرتے تھے کہ تم اتنا حرام چیزوں میں بھی نہیں کرتے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ مصیبت کے وقت اتنا خوش رہا کرتے کہ تم حالت ارزانی وسعت میں بھی نہیں رہتے اگر تم ان کو دیکھو تو دیوانہ جانو اور اگر وہ لوگ تمھارے کسی اچھے شخص کو دیکھیں تو کہیں اس کو دین سے کچھ بہرہ نہیں اور اگر تم سے بُروں کو دیکھیں تو کہیں یہ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور اگر ان میں سے کسی کے سامنے مال حلال پیش کیا جاتا تو نہ لیتے تھے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرا دل نہ بگاڑ دے۔ پس جو اہل دل ہوگا وہ بالضرور اس کے بگڑنے سے بھی ڈرے گا اور جن لوگوں کے دلوں کو دنیا کی محبت نے مردہ کر دیا ہے ان کا حال خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ورضوا بالحیوٰۃ الدنیا واطمانوا بہا والذین ہم عن آیاتنا غافلون (اور راضی ہوئے دنیا کی زندگی پر اور اسی پر چین پکڑا اور جو ہماری قدرتوں سے خبر نہیں رکھتے۔ ۱۲) اور فرمایا: ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ

فرطاً (ترجمہ: اور نہ کہا مان اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور پیچھے لگا یا ہے اپنے چاؤ کے اور اسی کا کام ہے اپنی حد پر نہ رہنا۔) اور فرمایا فاعرض عن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغهم من العلم (ترجمہ: سو تو دھیان کر اس پر جو منہ موڑے ہماری یاد سے اور کچھ نہ چاہے مگر دنیا کا جینا جہاں ہی تک پہنچی ان کی سمجھ۔) ان آیتوں میں ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی سب باتیں غفلت اور نادانستگی کی وجہ یہ ہیں اور بہ ہمیں لحاظ ایک شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اپنے سفر میں مجھ کو ساتھ رکھیے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنا مال دے کر میرے ساتھ ہو جانا۔ اس نے عرض کیا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ غنی جنت میں تعجّب ہے کہ داخل ہو۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ غنی جنت میں بڑی مشکل سے داخل ہو گا اور بعض اکابر نے فرمایا کہ ہر روز جب آفتاب نکلتا ہے چار فرشتے اطراف دنیا میں چار آوازیں دیتے ہیں دو فرشتے مشرق میں اور دو مغرب میں مشرق کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے طالب خیر قدم بڑھا اور اے طالب شر بس کر۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ الٰہی دینے والے کو عمدہ عوض عنایت فرما اور بخیل کو بربادی مرحمت فرما اور مغرب میں ایک فرشتہ کہتا ہے کہ موت کے واسطے پیدا ہو اور اجڑنے کے لیے عمارت بناؤ۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ بلے حساب کے لیے کھاؤ اور نفع اُٹھاؤ۔

کچھ لوگ چلے جاتے تھے۔ راہ بھول گئے ایک راہب کے پاس پہنچے جو لوگوں سے علیحدہ تھا۔ اس کو پکارا تو اس نے عبادت خانے سے سر نکال کر دیکھا اس سے انھوں نے کہا کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ راستہ کدھر ہے؟ اس نے اپنے سر سے اشارہ آسمان کی طرف کیا۔ دیکھا کہ معرفت کا راستہ بتاتا ہے۔ پھر اس سے کہا کہ ہم تجھ سے پوچھیں جواب دے گا۔ اس نے کہا کہ پوچھو۔ زیادہ مت

پوچھو کہ دن پھر نہیں آنے کا نہ عمر پھر سے آئے گی اور طالب یعنی موت جلدی کر رہی ہے۔ لوگوں کو اس کی گفتگو سے تعجب ہوا۔ کہا کہ فرمائیے قیامت میں لوگوں کا حشر خدائے تعالیٰ کے نزدیک کس چیز پر ہوگا۔ اس نے کہا کہ اپنی اپنی نیتوں پر۔ پھر اس سے کہا کہ ہم کو کچھ وصیت کر۔ اس نے کہا اپنے سفر کی حیثیت کے بموجب توشہ لے لو اس لیے کہ بہتر توشہ وہی ہے جو مقصود تک پہنچا دے۔ پھر ان کو راستہ بتا کر سر اندر کر لیا۔ عبدالواحدؒ بن زید کہتے ہیں کہ میرا گزر چین کے راہب کے پاس ہوا۔ میں نے اُس راہب کو پکارا۔ اس نے جواب نہ دیا۔ دوبارہ پھر میں نے کہا کہ راہب! وہ نہ بولا۔ سہ بارہ کہا۔ اس نے میری طرف سر نکالا اور کہا کہ میاں صاحب میں راہب نہیں۔ راہب وہ ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی تعظیم کرے اور اس کی بلا پر صبر کرے اس کی قضا پر راضی رہے۔ اس کی نعمتوں کا شکر کرے، اس کی عظمت کے سامنے تواضع کرے۔ اس کی عزت کے مقابل ذلیل رہے۔ اس کی قدرت کو اپنے نفس کے حوالے کرے۔ اس کی ہیبت سے خضوع کرے۔ اس کے حساب عذاب میں تامل کرے۔ دن کو روزہ رکھے۔ رات کو کھڑا رہے دوزخ کی یاد۔ خدائے تعالیٰ سے مانگنا اس کو سونے نہ دے۔ راہب اس کو کہتے ہیں۔ میرا حال جو پوچھو تو میں باؤلا کتا ہوں۔ اپنے آپ کو اس عبادت خانے میں بند کر لیا ہے تاکہ لوگوں کو نہ کاٹوں میں نے پوچھا کہ پھر کس چیز نے لوگوں کو خدائے تعالیٰ سے علیحدہ کر رکھا ہے۔ پہچاننے کے بعد کیوں منحرف ہیں۔ اس نے کہا برادر خلق کو جو خدائے تعالیٰ سے علیحدہ کیا ہے، تو صرف دنیا کی محبت اور اس کی زینت نے کیا ہے۔ دنیا ہی گناہوں اور معاصی کی جگہ ہے۔ ہوشیار وہ ہے جو دنیا کو اپنے دل سے پھینک دے۔ خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ ایسی باتوں کی طرف متوجہ ہو جو خدا تعالیٰ سے

نزدیک کریں۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا اُس شخص کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) گھر نہیں اور دنیا اُس شخص کا مال ہے جس کا (آخرت میں) مال نہیں۔ اور دنیا کے لیے وہ شخص مال جمع کرتا ہے جس کو بالکل عقل نہیں ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ دنیا خود ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب ملعون ہے بجز اس کے جو حق تعالیٰ شانہٗ کے لیے ہو۔

امام غزالیؒ مذمتِ دنیا کی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمام تعریفیں اور حمد اسی پاک ذات کے لیے ہیں جس نے اپنے دوستوں کو دنیا کے مہلکات اور اس کی آفات سے واقف کر دیا اور دنیا کے عیوب اور اس کے رازوں کو اپنے دوستوں پر روشن کر دیا یہاں تک کہ ان حضرات نے دنیا کے احوال کو پہچان لیا اور اس کی بھلائی اور برائی کا موازنہ کر کے یہ جان لیا کہ اس کی برائیاں اس کی بھلائی پر غالب ہیں اور جو امیدیں دنیا سے وابستہ ہیں وہ ان اندیشہ ناک چیزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو اس پر مرتب ہیں۔ دنیا ایک چٹ پٹی عورت کی طرح سے لوگوں کو اپنے حسن و جمال سے گرفتار کرتی ہے اور اپنی بدکرداری سے اپنے وصال کے خواہشمندوں کو ہلاک کرتی ہے یہ اپنے چاہنے والوں سے بھاگتی ہے ان کی طرف توجہ کرنے میں بڑی بخیل ہے اور اگر متوجہ بھی ہوتی ہے تو اس کی توجہ میں بھی آفت اور مصیبت سے امن نہیں ہے اگر ایک دفعہ احسان کرتی ہے تو ایک سال تک برائیاں کرتی رہتی ہے۔ جو اس کے دھوکے میں آجاتا ہے اس کا انجام ذلّت ہے اور جو اس کی وجہ سے تکبّر کرتا ہے وہ آخر کار حسرت و افسوس کی طرف چلتا ہے اس کی عادت اپنے عُشّاق سے بھاگنا ہے اور جو اس سے بھاگے اس کے پیچھے پڑنا ہے جو اس کی خدمت کرے اس سے علیحدہ رہتی ہے اور جو اس سے اعراض کرے اس کی ملاقات کی

کوشش کرتی ہے۔ اس کی صفائی میں بھی تکدّر ہے۔ اس کی خوشی میں بھی رنج اور غم لازم ہیں اس کی نعمتوں کا پھل حسرت وندامت کے سوا کچھ نہیں۔ یہ بڑی دھوکا دینے والی مکار عورت ہے۔ بڑی بھگوڑی اور ایک دم اڑ جانے والی ہے۔ یہ اپنے چاہنے والوں کے لیے نہایت زیب وزینت اختیار کرتی ہے اور جب وہ اچھی طرح اس میں پھنس جاتے ہیں تو دانت دکھانے لگتی ہے اور ان کے منظم احوال کو پریشان کرتی ہے اور اپنی نیرنگیاں اُن کو دکھاتی ہے پھر اپنا زہر قاتل ان کو چکھاتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی دشمن ہے۔ اُس کے دوستوں کی دشمن ہے۔ اُس کے دشمنوں کی بھی دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دشمنی اس طرح سے کہ اُس کی طرف چلنے والوں کی رہزنی کرتی ہے۔ اُس کے دوستوں کے ساتھ دشمنی اس طرح کرتی ہے کہ اُن کے دل لبھانے کے لیے طرح طرح کی زینتیں اپنے اُوپر لادتی ہے جس سے وہ اس طرف ملتفت ہو کر اس سے قطع تعلق پر صبر کا کڑوا گھونٹ پیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی اس طرح کرتی ہے کہ اپنے مکر وفریب سے اُن کو شکار کرتی ہے اور جب وہ اس کی دوستی پر بھروسہ کرنے لگتے ہیں تو ایسے وقت اُن کو ایک دم اُدھر میں چھوڑ دیتی ہے جس وقت کہ وہ اس کے سخت محتاج ہوں جس سے وہ دائمی حسرت اور دائمی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

یحییٰ بن معاذ رضؓ سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ دنیا سے کنارہ کش رہنا قلب وبدن کو راحت پہنچاتا ہے حضرت حسن رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا اور اُن میں سے ایسی جماعتوں کے ساتھ رہا کہ وہ دنیا کی کسی چیز کے آنے سے خوش نہ ہوتے اور نہ کسی چیز کے جانے کا غم کرتے دنیا اُن کے نزدیک اُس مٹّی سے بھی زیادہ ذلیل تھی جس کو تم اپنے پاؤں سے ملتے ہو۔ بعضے اُن میں سے ایسے تھے کہ عمر بھر کبھی اُن کے لیے کپڑا نہ تہ ہوا۔ اور نہ کبھی

اپنی بی بی سے کسی کھانے کی فرمائش کی اور نہ کبھی زمین پر سونے کے لیے کوئی چیز بچھائی اور اُن کو میں نے کتاب اللہ اور حدیث پر کامل پایا۔ جہاں رات ہوئی اور ہاتھ پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ چہروں کو زمین پر رکھ دیتے اور رخساروں پر آنسو بہاتے کہ آخرت میں رہائی پاویں۔ جب کوئی اچھی بات کرتے تو اُس سے خوش ہوتے اور اُس کے شکر میں جدّ و جہد بجا لاتے اور اللہ تعالیٰ سے اُس کے قبول فرمانے کی دُعا مانگتے اور جب کوئی برائی کرتے تو اُس سے غمگین ہوتے اور خدا تعالیٰ سے درخواست کرتے کہ ہماری اِس خطا کو معاف فرما۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دنیا داروں کے مال کی طرف مت تاکو کیونکہ اُن کے مال کی چمک تمھارے ایمان کے نُور کو کھو دے گی۔ جو شخص دنیا کی طلب میں ہو کر زہد و عبادت کرے اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چربی کی چکناہٹ دور کرنے کے لیے گھی سے ہاتھ دھوئے۔

یہ دنیا تو بیماروں کا گھر ہے۔ زمین کے اندر مُردے پڑے ہیں اور زمین کے اوپر بیمار اور دل کے بیمار جسم کے بیماروں سے زیادہ ہیں۔ ایک حکیم کا ارشاد ہے کہ میں نے سب سے زیادہ غم میں مبتلا رہنے والا حسد کرنے والے کو پایا اور سب سے بہترین زندگی گزارنے والا قناعت کرنے والے کو پایا اور سب سے زیادہ صبر کرنے والا حریص کو پایا کہ ہر چیز کی حرص کرتا ہے اور پھر وہ ملتی نہیں تو صبر کرتا ہے۔ اور سب سے زیادہ لطیف زندگی گزارنے والا دنیا کے چھوڑ دینے والے کو پایا اور سب سے زیادہ ندامت والا اُس عالم کو پایا جو حد سے بڑھنے والا ہو۔

جو دُنیا سے بے تعلّق رہتا ہے دُنیا اُس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے : ایک سیّاح تھا۔ وہ سیاحت کرتا ہوا جنگل بیابان

میں پہنچا، وہاں ایک مسجد تھی۔ اُس کے تینوں کونوں پر تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے یہ جا کر چوتھے کونے پر بیٹھ گیا اور اُن لوگوں کی فراغت کا انتظار کرتا رہا۔ دوپہر ہو چکی تھی اور خوب بھوک لگی تھی، اتنے میں ایک خوب صورت عورت (دنیا جو عورت کی صورت میں آئی) کھانے کا خوان سر پر لیے ہوئے آئی۔ اُس عورت نے آکر تین خوانوں کو مسجد کے تینوں کونوں پر لا کر رکھا۔ کھانے کی خوشبو پوری مسجد میں پھیل گئی۔ اُس نے ہر ایک کے سامنے پلیٹ و پیالے لگا دیے اور ہر ایک سے خوشامد کرتی رہی کہ حضرت کھانا کھالیں، مگر کوئی متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ اِس آدمی کو تعجب ہو رہا تھا کہ کیا بات ہے۔ بہت خوشامد کے بعد ہر ایک کا ہاتھ دُھلایا۔ پس اُن لوگوں نے کھانا شروع کیا اور ہڈی نکال نکال کر عورت کے منہ پر مارتے جاتے تھے۔ اُس نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے مگر اجنبی ہونے کی وجہ سے خاموش رہا۔ چنانچہ اُن تینوں نے کھانے سے فراغت حاصل کی تو اُس عورت نے اُن کے ہاتھ دُھلائے اور نہایت عمدہ رومال سے اُن کے ہاتھ صاف کیے۔ اُس کے بعد وہ اُس آدمی کے پاس آئی اور کہا کہ کھانا کھالو اور جلدی کرو۔ اُس نے بھی ہڈی سے عورت کو مارنا شروع کیا تو اُس نے طمانچہ کھینچ کر اُس کو لگایا۔ سیاح نے کہا کہ یہاں کا یہ دستور نہیں ہے کیا؟ اُس عورت نے کہا کہ میں ہوں دنیا، یہ لوگ مجھ سے بے تعلق تھے، اِس لیے مجھے اُن کی خوشامد کرنی پڑی اور تم شروع سے گھور رہے تھے، اِس لیے تمھارے لیے یہی ہے (حدیث میں دنیا کے عورت کی صورت میں آنے کا ذکر ہے) اُس نے کہا کہ چونکہ ان بزرگوں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اِس لیے، اُن کی برکت سے یہ بھی اِس طرح مل گیا، ورنہ تجھے کوئی نہ پوچھتا۔" ھم القوم لا یشقٰی بھم جلیسھم۔" مے خانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اچھے لوگوں کے

پاس بیٹھنے والوں کی مثال عطر فروشوں کی طرح ہے کہ اُن کے پاس بیٹھنے والوں کو خوشبو محسوس ہوتی رہتی ہے اور بُرے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بھٹّی جلانے والے کے پاس بیٹھے، یا تو وہ تمھارے کپڑے جلائے گی یا تم اُس کا دھواں پاؤ گے۔

اے مخاطب! تو اپنے بزرگوں ہی کے قول اقوال وافعال کے اتباع سے دنیا کو صحیح طور پر دیکھ سکتا ہے کہ اُن کے اتباع سے تجھے وہی چیز نظر آجائے گی جو اُنھیں دکھائی دیتی تھی، جب تُو قول وفعل اور خلوت وجلوت اور علم وعمل اور صورت ومعنی میں اُن کی پیروی کرے گا تو اُن کی طرح روزے رکھے گا، اُن کی سی نماز پڑھے گا۔ اُن کا سا لیناسے گا اور اُن کا سا چھوڑنا چھوڑے گا اور تو اُنھیں دوست رکھے گا اُس وقت خدا تجھ کو ایک نور عطا کرے گا کہ اُس سے تُو اپنے نفس اور غیر کو دیکھ سکے گا۔ تجھ پر اپنے اور مخلوق کے عیب کھُل جائیں گے پھر تُو اپنے اور مخلوق کے متعلق زہد اختیار کرے گا، جب یہ بات پُوری ہو جائے گی تو تیرے دل کی طرف انوار قرب آئیں گے، اور تُو مؤمن اہل یقین عارف اور عالم ہو جائے گا، اشیا کو اُن کی صورت وحقیقت پر دیکھے گا' دنیا کو پہلے زاہدوں کی طرح مشاہدہ کرے گا' وہ تجھ کو نہایت بدصُورت بدہیئت کی صورت نظر آئے گی کیوں کہ دنیا اہل اللہ کو اِس صورت میں اور بادشاہوں امیروں کو آراستہ دلہن کی صورت میں نظر آیا کرتی ہے۔ دنیا اہل اللہ کے نزدیک حقیر وذلیل ہے' وہ اِس کے بال جلاتے، کپڑے پھاڑتے اور اُس کا مُنہ نوچ لیتے ہیں اور اُسے ذلیل کر کے جبراً قہراً اُس سے اپنا حصّہ لے لیتے ہیں اور آخرت کے کاموں میں لگے رہتے ہیں۔

شراب پینے والے عبرت پکڑیں

حکایت: کسی بادشاہ نے اپنے بیٹے کو ایک دلہن بیاہ کر دی۔ بادشاہ زادے نے شب عروسی کو دُلہن کے پاس جانے سے پہلے بہت زیادہ شراب پی لی۔ اور نشے میں دُھت جب دُلہن کی طلب میں باہر نکلا اور حجلۂ عروسی کی طرف چلا تو غلط راستے پر چل نکلا (راہ بھول گیا) اور گھر سے باہر ہی نکل گیا۔ چلتے چلتے ایک ایسی جگہ جا نکلا کہ وہاں اسے ایک گھر دکھائی دیا اور چراغ کی روشنی نظر آئی۔ وہ سمجھا کہ دلہن کے کمرے میں پہنچ گیا ہوں جب اندر گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جو سو رہے ہیں۔ ہر چند انھیں پکارا لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سمجھا کہ گہری نیند میں ہیں۔ اُن میں سے ایک کو دیکھا کہ نئی چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ دل میں کہا کہ ہو نہ ہو یہی دُلہن ہے۔ پس اُس کے آغوش میں جا لیٹا اور چادر اُس پر سے ہٹائی تو خوشبو سے دماغ معطر ہو گیا۔ سوچا بلاشبہ یہ دُلہن ہے کہ یوں خوشبو میں بسی ہوئی ہے، وہیں لیٹ گیا اور مباشرت میں مشغول ہوا۔ اپنی زبان جو اُس کے منہ میں ڈالی تو اُس میں رطوبت نکل کر اُس کے اپنے منہ میں آنے لگی۔ وہ سمجھا کہ اُس کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے اور گلاب اُس پر چھڑک رہی ہے۔ جب دن چڑھے ہوش میں آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ (گھر نہیں بلکہ) آتش پرستوں کا کمرہ ہے جس میں وہ لوگ مُردے ڈال جایا کرتے ہیں اور جنھیں وہ سوئے ہوئے سمجھ رہا تھا، دراصل وہ مُردے ہیں اور وہ جس نے نئی چادر اوڑھ رکھی تھی اور جسے وہ اپنی دلہن سمجھ بیٹھا تھا، ایک انتہائی بدصورت بُوڑھی عورت تھی جس کی موت تازہ تازہ واقع ہوئی تھی (یعنی وہ نیا نیا مُردہ تھا، جسے اسی روز وہاں ڈالا گیا تھا) اور وہ خوشبو جو اُس سے آ رہی تھی دراصل (عطر کی نہیں بلکہ) کافور کی تھی (جو مُردوں پر مل دیتے ہیں) اور وہ رطوبت دہن جو اُس

جو اُس تک پہنچی تھی سب کی سب اُس کی نجاست تھی اور پھر بغور دیکھا تو اپنے آپ کو سرتاسر اُس نجاست سے بھرا ہوا پایا۔ تب تو اپنے منہ اور تالو میں اُس نجاست کی تلخی بھی محسوس کرنے لگا۔ جس سے جی متلانے لگا۔ بس یہی چاہتا تھا کہ اِس خجالت، ندامت، پلیدگی اور ذلت و رُسوائی میں پڑے رہنے کی بجائے ہلاک ہو جائے کیونکہ اُسے ڈر تھا کہ مبادا بادشاہ (اُس کا باپ) اور اُس کا لشکر اُسے اِس حالت میں دیکھ لے۔ اِسی اندیشے میں غرق تھا کہ بادشاہ اپنے باحشمت لشکریوں سمیت اُسے تلاش کرتا ہُوا (سچ مچ) وہاں پہنچ گیا اور اُس کی وہ گت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ پس اُس وقت تو وہ چاہتا تھا کہ کاش زمین فی الفور شق ہو جائے اور وہ اُس کے نیچے سما جائے کہ اِس شرمندگی سے رہائی مل جائے۔

پس کل (قیامت کے دن) اہلِ دُنیا، دنیا کی تمام لذّتوں اور شہوتوں کو اسی صُورت میں دیکھیں گے اور مبتلائے شہوات رہنے کے باعث اُن کا جو اثر اُن کے دل میں باقی رہ گیا ہوگا وہ اُنھیں ویسا ہی تلخ اور بیزار کُن محسُوس ہوگا جیسا کہ نجاستوں کے باعث اُس شہزادے کے کام و دہن سے محسوس کیا تھا، بلکہ اُس سے رُسواتر اور عظیم تر۔ کیونکہ وہاں کی سختیوں کی مثال اِس دنیا میں تلاش نہیں کی جا سکتی۔ تاہم (اس حکایت سے) اُس آگ کا ایک نمونہ سا البتہ سامنے آجاتا ہے جو وہاں پر دل و جان میں لگ رہی ہوگی (اور جو دراصل اب بھی موجود ہے) لیکن جسم اس سے بے خبر ہے اور اِسی کو ندامت و رُسوائی کی آگ کہتے ہیں۔

عبادت

نیکی اور تقویٰ حصولِ جنّت کے لئے بہترین راستہ ہیں

جو شخص چاہتا ہے، کہ دوامی پُر کیف زندگی اس کو نصیب ہو تو شرائطِ تقویٰ کی حدود کی پابندی اُس پر لازم ہے۔ پورب پچھم کو منہ کر لینا تمہاری نیکی نہیں ہے۔ نیکی تو ان کی نیکی ہے، جو اللہ پر، روزِ آخرت پر، ملائکہ پر، اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر اور انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں مال کی محبّت ہوتے ہوئے رشتہ داروں کو، یتیموں کو، مسکینوں کو، مسافروں کو، مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے کے لئے دیتے ہیں۔ نمازیں ٹھیک پابندی کے ساتھ پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور کوئی وعدہ کر لیتے ہیں تو اُس کو پورا کیا کرتے ہیں، اور تکلیف اور دکھ میں اور خوف کے وقت صبر رکھتے ہیں۔ یہی سچے لوگ ہیں اور یہی متّقی ہیں۔ متّقی پر لازم ہے کہ اسلام کے ارکان اور شرائط بجا لائے۔ اسلام کے آٹھ حصّے ہیں نماز ایک حصّہ ہے، روزہ ایک حصّہ ہے، زکوٰۃ ایک حصّہ ہے، حج ایک حصّہ ہے، جہاد ایک حصّہ ہے، بھلائی کا حکم دینا ایک حصّہ ہے، بُرائی سے روکنا ایک حصّہ ہے، اور نامراد وہ شخص ہے جس کا (اسلام میں) کوئی حصّہ نہ ہو۔ عاصم احوال نے حضرت انسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام کی مثال ایسی ہے جیسے زمین کے اندر جما ہوا درخت۔ اللہ کو ماننا اُس کی جڑ ہے۔ پانچوں نمازیں اُس کی شاخیں، روزے اُس کی چھال، حج اور عمرہ اُس کا توڑنے کے قابل میوہ، وضو اور غسلِ جنابت اُس کی سینچائی کا پانی، ماں باپ کی فرمانبرداری اور کنبہ پروری اُس کی نازک ٹہنیاں، ممنوعات سے اپنے کو روکے رکھنا اُس کے پتّے، اعمالِ صالحہ اس کے پھل اور اللہ کی یاد اُس کے سوتے ہیں۔ اِس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس طرح درخت کا حُسن اور اصلاح بغیر سبز پتّوں کے نہیں ہوتا اسی طرح

اسلام (کا حُسن و اصلاح) بغیر ممنوعات کے ترک اور اعمالِ صالحہ کی ادائیگی کے نہیں ہوتا۔ شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اللہ کے بارے میں آپ کا طریق آپ سے ارشاد فرمانے کو کہا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ کی معرفت میرا راس المال ہے، اور عقل میری دین کی اصل ہے اور محبت میری بِنا ہے، اور شوق میری سواری ہے، اور ذکرِ خدا میرا انیس، اور اعتماد میرا خزانہ اور حزن میرا رفیق اور علم میرا فخر اور زہد میرا پیشہ اور یقین میری قوّت اور صدق میرا سفارشی اور طاعت میرا حسب اور جہاد میرا خُلق ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

نماز ظاہری نماز کا تعلق شریعت کے مطابق اعضاء سے ہے اور باطن کی نماز طریقت کی رُو سے دل کا تفکّر ہے۔ اور قلب و رُوح کی نماز فیض سے حاصل ہوتی ہے اور وہ حقیقت نماز کی ہے۔ خواص ظاہر میں تو کعبہ کا رُخ کرتے ہیں لیکن اُن کی توجہ ربّ کعبہ کی طرف ہوتی ہے۔ سجدۂ جسم تو خضوع ہے اور سجدۂ دل خشوع، سجدہ میں پیشانی اگر زمین پر ہے اور دل ہر طرف دوڑ رہا ہے تو ایسا سجدہ مسجود تک نہیں پہنچتا، بلکہ مردُود ہو جاتا ہے حضورِ دل کے ساتھ تھوڑی سی نماز، بے حضوری کی بہت سی نمازوں سے افضل ہے۔ نماز پڑھنے والے اپنی نماز کی بربادی سے واقف ہو جاتے ہیں یعنی ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اُن کی نماز قبول نہیں ہوئی، تو پھر اُن کو دُعا مانگنے میں شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔

تلاوتِ کلامِ پاک تلاوتِ قرآن مجید کے وقت اگر عذاب و رحمت کی آیت آئے تو اس وقت تلاوت کرنے والے تامّل اور تفکّر کریں۔ اگر حق تعالیٰ کی صفات کی آیات آئیں تو وہ تواضع و عزّت کریں۔ اور جب حق تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفّار کی جسارت کا ذکر ہو تو اُس کو آہستہ اور شرم کے ساتھ پڑھیں

تلاوت کے وقت یہ خیال رہے کہ خود خداوند تعالیٰ اُن سے کچھ کہہ رہا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی تجلّی کلام پاک کے حروف میں تبدیل کر دی گئی ہے۔ اسی وجہ سے آنکھ اور دل اس تجلّی کی تاب لا سکتے ہیں، ورنہ زمین اور آسمان بھی اس کی تجلّی کے متحمّل نہیں ہو سکتے۔

روزہ روزہ حق تعالےٰ کی صفت ہے، روزے سے حیوانی صفات دُور ہوتی ہیں، اور خداوند تعالیٰ کی صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہر عبادت و اطاعت کی جزاء تو بہشت ہے۔ لیکن روزے کی جزاء خود خدا تعالےٰ ہے۔ روزہ داروں کی مخصوص جگہ ریان میں ہے۔

زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی زکوٰۃ یہ ہے کہ وہ اپنے خاص اور عام بندوں کو سفر میں چار رکعت کے بجائے دو ہی رکعت پڑھنے کو کہتا ہے۔ وہ اپنی غفاری سے بخش دیتا ہے اور اپنی رحمانی سے رحمت نازل کرتا ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کی زکوٰۃ یہ ہے کہ وہ اپنی نعمت نبوّت کی وجہ سے خلق اللہ کو اوامر و نواہی سے آگاہ کرتے ہیں۔ برگزیدہ اولیاء اللہ کی زکوٰۃ یہ ہے کہ وہ تصفیۂ دل و تجلیۂ روح کے ذریعہ سے عشق، محبّت اور معرفت حاصل کرتے ہیں۔ مشائخ کی زکوٰۃ یہ ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو علمِ سلوک کی تلقین کرتے ہیں۔ علماء کی زکوٰۃ یہ ہے کہ کلامِ پاک اور احادیثِ نبوی اور فقہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور اغنیاء کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو دینار میں پانچ دینار غربا کو دے دیتے ہیں۔

حج عام حاجیوں کا حج دینی و دنیاوی مقاصد کے لئے ہوتا ہے۔ وہ خانۂ کعبہ کا طواف اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں لیکن عاشقانِ خدا کا حج ربِّ کعبہ سے قربت حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ وہ احرام اس لئے باندھتے ہیں کہ اسرارِ الوہیت معلوم کریں۔ ایک حاجی حج میں اپنی مغفرت کے خیال سے خوش ہوتا ہے لیکن ایک عاشقِ خدا حج میں اپنی جان نذر کرنے میں

فرحت و مسرّت محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ کعبہ ہی میں اس کو مقصودِ اصلی اور مطلوبِ کُلّی نظر آتا ہے۔

عبادت بِلا عذر عبادت کا ترک کرنا فسق ہے۔ اور عبادت سے منہ موڑنا کفر ہے۔

شریعت، طریقت و حقیقت اوامر و نواہی کا پابند ہونا شریعت ہے۔ دل کی صفائی کرنا اور برائیوں کو اچھائیوں سے بدل دینا طریقت ہے، اور ماسوا اللہ کی باتوں کو دفع کر کے رُوح میں تجلّی پیدا کرنا حقیقت ہے۔

سُلوکِ ملکوتی سُلوکِ ملکوتی یہ ہے کہ اخلاقِ نبوی اور افعالِ نبوی کی متابعت کی جائے۔ اخلاق و اعمالِ نبوی کے اتّباع کے بعد احوالِ مصطفوی کی متابعت ضروری ہے، اور اسی سے انوارِ الٰہی ظاہر ہوتے ہیں۔ جس کے بعد سالک عالمِ جبروت میں پہنچ کر صفاتِ خداوندی سے حظ اٹھاتا ہے۔

ذکر ذکر چار قسم کا ہوتا ہے۔ ۱: لسانی جس سے دل پر اثر ہوتا ہے۔ ۲: قلبی جس سے تمام اعضاء متاثر ہوتے ہیں۔ ۳: طبعی یعنی اُٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے میں بھی ہر عضو سے ذکر ہو، اور کان میں جو آواز پڑے وہ بھی ذکر ہو۔ ۴: مستولی یعنی ذکر کا ایسا استیلاء ہو کہ نہ ذکر رہے نہ ذاکر بلکہ صرف مذکور رہے۔

جمع و تفرقہ تفرقہ فصل پیدا کرتا ہے اور جمع سے وصل ہوتا ہے۔ مجنوں کے باطل کی جمعیت لیلیٰ سے تھی۔ اس لئے وہ جُملہ موجودات کو لیلیٰ کی صورت میں دیکھتا تھا۔ اسی طرح جو دل حق تعالےٰ میں جمع ہے وہ تمام مخلوقات کے اندیشہ سے متفرّق یعنی علیحدہ رہتا ہے۔ اور جب وہ تمام تکوینی قوّتوں سے رُخ پھیر لیتا ہے تو اُس کا رُخ حق کی طرف ہو جاتا ہے۔ تفرقہ کسب سے حاصل ہوتا ہے اور جمع عطیۂ الٰہی ہے۔ اولیاء اللہ اسرارِ باطن کو جمع رکھتے ہیں، اور معاملاتِ ظاہر

سے متفرق یعنی علیحدہ رہتے ہیں۔

علم الیقین و عین الیقین دنیا میں علم الیقین کی تمیز حضورِ قلب کی حالت میں ہوتی ہے، اور جب ایک سالک حضور سے غیبت میں جاتا ہے تو حالتِ تمیز سکر میں بدل جاتی ہے، اور عین الیقین ظاہر ہوتا ہے۔ ایک سالک کو پہلے علم الیقین حاصل ہوتا ہے، علم الیقین سے عین الیقین اور عین الیقین سے حق الیقین حاصل ہوتا ہے۔ اہلِ یقین دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتے ہیں اور اسی یقین کی بدولت پانی کو زمین، زمین کو پانی، سرد کو گرم اور گرم کو سرد بنا سکتے ہیں۔

موت موت تین قسم کی ہوتی ہے۔ صوری، معنوی اور حقیقی۔ صوری تو یہ ہے کہ جسم سے رُوح نکل جاتی ہے اور یہ شرعی موت ہے، جس کو موتِ صغریٰ کہتے ہیں معنوی یہ کہ ایک مُرید کسی غیر شیخ سے کچھ التجا کرے، یہ موتِ طریقت اور موتِ کبریٰ ہے۔ اور موتِ حقیقی یہ ہے کہ کوئی غیر حق سے کچھ التجا کرے اور یہ موتِ اکبر ہے۔

رضا و صبر رضا یہ ہے کہ جب کوئی مصیبت آئے تو اس سے کراہت پیدا نہ ہو لیکن اگر اس سے کراہت پیدا ہو، اور اس کا اظہار نہ کرے تو یہ صبر ہے یعنی مصیبت کو شوق سے برداشت کرنا رضا ہے اور کراہت کے ساتھ برداشت کرنا صبر ہے۔

حضور حضور سے مراد حق تعالےٰ کو دیکھنا ہے، نہ کہ اس سے گفتگو کرنا ہے۔ حضور میں گفتگو کرنا بے ادبی ہے، اور بے ادب اس مقام تک پہنچ نہیں سکتا۔ اگر گفتگو ہو تو صرف سُننے کے لئے ہو، اور سُننا صرف جاننے کے لئے ہو، اور جاننا تمام چیزوں سے فارغ ہونے کے لئے ہو۔ اس کا طالب اگر سو سال تک مشغول رہے اور ایک لحظہ کے لئے بھی غائب ہو جائے تو اس سے جو چیز کھو جاتی ہے، وہ پھر واپس نہیں ہو سکتی۔ حضور دل کے لئے مراقبہ لازمی ہے، اور مراقبہ بغیر حضور کے ممکن نہیں۔ اسی طرح مراقبہ کے بغیر مشاہدہ نہیں ہو سکتا۔

یقیناً جنّت میں جائے گا ایک دیہاتی (بدوی) سرکارِ دوعالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا۔ جس نے زمین و آسمان بنایا، سورج چمکایا، پہاڑوں کو قائم کیا۔ اُسی کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں؟ کیا اگر کسی کے پاس مال ہو تو اُسے زکوٰۃ دینا چاہیئے؟ کیا سال میں ایک مہینہ کے روزے فرض ہیں؟ کیا اگر گھر کا خرچ اور زادِ راہ میسّر ہو تو حج کرنا فرض ہے؟

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ بے شک۔ یہ سُن کر دیہاتی جانے لگا، اور بولا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو سچّا نبی بنا کر بھیجا ہے، نہ میں ان میں سے کسی چیز کی کمی کروں گا نہ بڑھاؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر یہ سچ کہتا ہے تو یقیناً جنّت میں جائے گا۔

سلیمان رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ چالیس ۴۰ حدیثیں جن کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ جو اِن کو یاد کرلے، جنّت میں داخل ہوگا، وہ کیا ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱) اللہ پر ایمان لاوے یعنی اس کی ذات و صفات پر۔ (۲) اور آخرت کے دن پر۔ (۳) اور فرشتوں کے وجود پر۔ (۴) اور پہلی کتابوں پر۔ (۵) اور تمام انبیاء پر۔ (۶) اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر۔ (۷) اور تقدیر پر کہ بھلا اور بُرا جو کچھ ہوتا ہے، سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ (۸) اور گواہی دے تُو، اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اُس کے سچّے رسول ہیں۔ (۹) ہر نماز کے وقت کامل وضو کرکے نماز کو قائم کرے۔ (کامل وضو وہ کہلاتا ہے جس میں آداب و مستحبّات کی رعایت رکھی گئی ہو۔ اور ہر نماز کے وقت اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ نیا وضو ہر نماز کے لئے کرے، اگرچہ پہلے سے وضو ہو کہ یہ مستحب ہے اور نماز کے قائم کرنے سے اس کے تمام سُنن اور مستحبّات کا اہتمام کرنا مراد ہے۔ چنانچہ دوسری

روایت میں وارد ہے ان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصّلوٰۃ (یعنی جماعت میں صفوں کا ہموار کرنا کہ کسی قسم کی کجی یا درمیان میں خلا نہ رہے) یہ بھی نماز قائم کرنے کے مفہوم میں داخل ہے۔ (۱۰) زکوٰۃ ادا کرے۔ (۱۱) اور رمضان کے روزے رکھے (۱۲) اگر مال ہو حج کرے، یعنی اگر جانے کی قدرت رکھتا ہو تو حج بھی کرے چونکہ اکثر مانع مال ہی ہوتا ہے اس لئے اسی کو ذکر فرمایا۔ ورنہ مقصود یہ ہے کہ حج کے شرائط پائے جاتے ہوں تو حج کرے۔ (۱۳) بارہ رکعات سُنّتِ مؤکّدہ روزانہ ادا کرے۔ اس کی تفصیل دوسری روایات میں بھی اسی طرح ہے کہ صبح سے پہلے دو رکعت، ظہر سے قبل چار رکعت، ظہر کے بعد دو رکعت، مغرب کے بعد دو رکعت، عشاء کے بعد دو رکعت۔ (۱۴) اور وتر کو کسی رات میں نہ چھوڑے۔ چونکہ وہ واجب ہے اور اس کا اہتمام سُنّتوں سے زیادہ، اس لئے اس کو تاکیدی لفظ سے ذکر فرمایا (۱۵) اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے۔ (۱۶) اور والدین کی نافرمانی نہ کرے۔ (۱۷) ظلم سے یتیم کا مال نہ کھائے (۱۸) شراب نہ پیئے۔ (۱۹) زنا نہ کرے۔ (۲۰) جھوٹی قسم نہ کھائے (۲۱) جھوٹی گواہی نہ دے۔ (۲۲) خواہشاتِ نفسانیہ پر عمل نہ کرے۔ (۲۳) مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرے۔ (۲۴) عفیفہ عورت کو تہمت نہ لگائے۔ (۲۵) اپنے مسلمان بھائی سے کینہ نہ رکھے۔ (۲۶) لَہو و لعب میں مشغول نہ ہو۔ (۲۷) تماشائیوں میں شریک نہ ہو۔ (۲۸) کسی پستہ قد کو عیب کی نیّت سے ٹھگنا مت کہو یعنی اگر کوئی عیب دار لفظ ایسا مشہور ہو گیا ہو کہ اس کے کہنے سے نہ عیب سمجھا جاتا ہو، نہ عیب کی نیّت سے کہا جاتا ہو، جیسا کہ کسی کا نام بُدھو پڑ جائے تو مضائقہ نہیں لیکن طعن کی غرض سے کسی کو ایسا کہنا جائز نہیں۔ (۲۹) کسی کا مذاق مت اُڑاؤ۔ (۳۰) نہ مسلمان کے درمیان چغل خوری کرو۔ (۳۱) ہر حال میں اللہ جلّ شانہٗ کی نعمتوں پر اُس کا شُکر کرو۔ (۳۲) بلا اور مصیبت پر صبر کرو۔ (۳۳) اور اللہ کے عذاب سے بے خوف

مت ہو۔ (۳۴) اعزّہ سے قطع تعلّق مت کرو۔ (۳۵) بلکہ اُن کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (۳۶) اللہ کی کسی مخلوق کو لعنت مت کرو۔ (۳۷) سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، اللهُ اَكْبَرُ، ان الفاظ کا اکثر وِرد رکھا کرو۔ (۳۸) جمعہ اور عیدین میں حاضری مت چھوڑو۔ (۳۹) اور اس بات کا یقین رکھو کہ جو کچھ تکلیف وراحت تمہیں پہنچی وہ مقدّر میں تھی جو ٹلنے والی نہ تھی، اور جو کچھ نہیں پہنچا وہ کسی طرح بھی پہنچنے والا نہ تھا۔ (۴۰) اور کلام اللہ کی تلاوت کسی حالت میں بھی مت چھوڑو۔

سلمانؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو شخص اس کو یاد کرلے، اس کو کیا اجر ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ حق سبحانہٗ وتقدّس اس کا انبیاء اور علماء کے ساتھ حشر فرماویں گے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہماری سیّئات سے درگذر فرماکر اپنے نیک بندوں میں محض اپنے لطف وکرم سے شامل فرمالیں تو اُس کی کریمی شان سے کچھ بھی بعید نہیں۔ پڑھنے والے حضرات سے بڑی ہی لجاجت کے ساتھ استدعا ہے کہ دعائے خیر سے اس سیہ کار کی بھی دست گیری فرماویں۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

طالبِ دعا: محمّد اسلام

توحید

اندھیرا ہو یا روشنی، ہوا ہو یا پانی، بادشاہ ہو یا دشمن، جنگل ہو یا پہاڑ، خشکی ہو یا تری، کیا کبھی ایک صحیح مسلمان کا دل خدا کے علاوہ کسی سے ڈر سکتا ہے اور کسی ہستی کی پروا کر سکتا ہے؟ ذرا اس رُوحانی تعلیم کی اخلاقی قوّت کو دیکھو اور پیغامِ محمدیؐ کی اس بلندی پر غور کرو۔ جب بندہ کسی بلا میں مُبتلا کیا جاتا ہے تو پہلے وہ خود اُس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اگر نجات نہیں پاتا تو مخلوقات میں سے اوروں سے مدد مانگتا ہے مثلاً بادشاہوں یا حاکموں یا دُنیاداروں یا امیروں سے، اور درد دُکھ میں طبیبوں سے، جب اُن سے بھی کام نہیں نکلتا اس وقت اپنے پروردگار کی طرف دُعا اور گریہ زاری و حمد و ثنا کے ساتھ رجوع کرتا ہے (یعنی) جب تک اپنے نفس سے مدد مل جاتی ہے خلق سے رجوع نہیں کرتا اور جب خلق سے مدد مل جاتی ہے خدا کی طرف متوجّہ نہیں ہوتا پھر جب خدا کی طرف سے (بھی) کوئی مدد نظر نہیں آتی تو (بے بس ہو کر) خدا کے ہاتھوں میں آ رہتا ہے اور ہمیشہ سوال و دُعا اور گریہ زاری اور ستائش و اظہارِ حاجت مندی اُمید و بیم کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ پھر خدا اس کو دُعا سے (بھی) تھکا دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ کل اسباب (منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ سب) سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس میں (احکامِ قضا و قدر کا نفاذ ہوتا ہے اور اُس کے اندر (خدا اپنا) کام کرتا ہے۔ تب بندہ کل اسباب و حرکات سے بے پروا ہو جاتا ہے۔ اور رُوح صرف رہ جاتا ہے، اسے فعلِ حق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور وہ ضرور بالضرور صاحبِ یقین موحد ہو جاتا ہے، قطعی طور پر جانتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی (کچھ) کرنے والا ہے اور نہ حرکت و سکون دینے والا، نہ اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں اچھائی اور بُرائی، نفع و نقصان، بخشش و حرماں، کشائش، بندش موت و زندگی، عزّت و ذلّت، غنا و فقر، اس وقت (احکامِ قضا و قدر میں، بندہ

کی یہ حالت ہوتی ہے جیسے شیر خوار بچہ دایہ کی گود میں یا مُردہ غسّال کے ہاتھ میں یا (پولو کا) گیند سوار کے قبضہ میں کہ اُلٹا پلٹا جاتا ہے اور بگاڑا بنایا جاتا ہے۔ اس میں اپنی طرف سے کوئی حرکت نہیں، نہ اپنے لئے نہ کسی اور کے لئے یعنی بندہ اپنے مالک کے فعل میں اپنے نفس میں غائب ہو جاتا ہے اور اپنے مالک اور اُس کے فعل کے سوا نہ کچھ دیکھتا سُنتا ہے، نہ کچھ سوچتا سمجھتا ہے۔ اگر دیکھتا ہے تو اُس کی صنعت اور اگر سُنتا ہے تو اسی کا کلام اس کے علم سے (ہر چیز کو) جانتا ہے اُس کی نعمت سے لُطف اُٹھاتا ہے۔ اس کے قرب سے سعادت پاتا ہے۔ اُس کی تقریب (جاذبہ) سے آراستہ پیراستہ ہوتا ہے، اُس کے وعدہ سے خوش ہوتا ہے، سکون پاتا اور اطمینان حاصل کرتا ہے۔ اُس کی باتوں سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے غیر سے وحشت و نفرت کرتا ہے۔ اس کی یاد میں سرنگوں ہوتا اور جی لگاتا ہے۔ اس کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے۔ اس کے نورِ معرفت سے ہدایت پاتا ہے۔ اور اس کا خرقہ و لباس پہنتا ہے۔ اُس کے علوم عجیب و نادر پر مطلع ہوتا ہے۔ اس کی قدرت کے اسرار سے مشرّف ہوتا ہے۔ اس کی ذات پاک سے (ہر بات) سُنتا اور اسے یاد رکھتا ہے۔ پھر ان (نعمتوں) پر حمد و ثنا و شکر و سپاس کرتا ہے۔

توحید خالص اور غیر اللہ کی بے حقیقتی

ایک وقت ایک عالم کا عالم اہلِ حکومت اور اہلِ دولت کے دامن سے وابستہ تھا۔ لوگوں نے مختلف انسانوں اور مختلف ہستیوں کو نفع و ضرر کا مالک سمجھ لیا تھا۔ اسباب کو ارباب کا درجہ دے دیا گیا تھا اور قضا و قدر کو بھی اپنے جیسے انسانوں سے متعلق سمجھ لیا گیا تھا۔ ایک ایسی فضا میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں۔ کُل مخلوقات کو اس طرح سمجھو کہ ایک بادشاہ نے جس کا ملک بہت بڑا اور حکم سخت اور رُعب و داب دل ہلا دینے والا ہے، ایک شخص کو گرفتار کر کے اُس

کے گلے میں طوق اور پیروں میں کڑا ڈال کر ایک صنوبر کے درخت میں ایک نہر کے کنارے جس کی موجیں زبردست، پاٹ بہت بڑا تھا، بہت گہری، بہاؤ بہت زوروں پر ہے، لٹکا دیا ہے اور خود ایک نفیس اور بلند کرسی پر کہ اس تک پہنچنا مشکل ہے، تشریف فرما ہے اور اس کے پہلو میں تیر و پیکاں، نیزہ و کمان اور ہر طرح کے اسلحہ کا انبار ہے جن کی مقدار خود بادشاہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اب اُن میں سے جو چیز چاہتا ہے اُٹھا کر اس لٹکے ہوئے قیدی پر چلاتا ہے، تو کیا دیہ تماشا، دیکھنے والے کے لئے بہتر ہوگا کہ وہ سلطان کی طرف سے نظر ہٹا لے اور اس سے خوف و اُمید ترک کر دے اور لٹکے ہوئے قیدی سے اُمید و بیم رکھے۔ کیا جو شخص ایسا کرے عقل کے نزدیک بے عقل، بے ادراک، دیوانہ، چوپایہ اور انسانیت سے خارج نہیں ہے، خدا کی پناہ بینائی کے بعد نابینائی اور وصول کے بعد جدائی اور قرب و ترقی کے بعد تنزّل اور ہدایت کے بعد گمراہی اور ایمان کے بعد کفر سے۔

اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے، اس کے سامنے رہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے اس سے محبّت کرو جو تم سے محبّت کرتا ہے، اس کی بات مانو جو تم کو بلاتا ہے اپنا ہاتھ اسے دو جو تم کو گرنے سے سنبھال لے گا اور تم کو جہل کی تاریکیوں سے نکال لے گا اور ہلاکتوں سے بچائے گا، نجاستیں دھو کر میل کچیل سے پاک کرے گا۔ تم کو تمہاری سڑاہند اور بدبو اور پست ہمتی اور نفس بدکار، و رفیقانِ گمراہ و گمراہ کُن سے نجات دے گا، جو شیاطین خواہشیں اور تمہارے جاہل دوست ہیں، خدا کی راہ کے رہزن اور تم کو ہر نفیس اور ہر عمدہ اور پسندیدہ چیز سے محروم رکھنے والے۔ کب تک عادت؟ کب تک خلق؟ کب تک خواہش؟ کب تک رعونت؟ کب تک دُنیا؟ کب تک آخرت؟ کب تک ماسوائے حق؟ کہاں چلے تم؟ داس خدا کو چھوڑ کر جو، ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور بنانے والا ہے۔ اوّل ہے، آخر ہے، ظاہر ہے،

باطن ہے، دلوں کی محبت، رُوحوں کا اطمینان، گرانیوں سے سبکدوشی بخشش و احسان، اُن سب کا رجوع اسی کی طرف سے اور اسی کی طرف سے پیش کا صدور ہے۔ ساری مخلوق عاجز ہے نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان بس حق تعالیٰ اُس کو اُن کے ہاتھوں کرا دیتا ہے۔ اسی کا فعل تیرے اندر اور مخلوق کے اندر تصرف فرماتا ہے۔ جو کچھ تیرے لئے مفید ہے یا مُضر ہے، اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا جو موحد اور نیکو کار ہیں، وہ باقی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں۔ بعض اُن میں سے ایسے ہیں جو ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے دُنیا سے برہنہ ہیں اگو دولت مند ہیں مگر حق تعالیٰ ان کے اندرون پر دُنیا کا کوئی اثر نہیں پاتا، یہی قلوب ہیں جو صاف ہیں، جو شخص اس پر قادر ہو اس کو مخلوقات کی بادشاہت مل گئی۔ وہی بہادر پہلوان ہے، بہادر وہی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوائے اللہ سے پاک بنایا اور قلب کے دروازہ پر توحید کی تلوار اور شریعت کی شمشیر لے کر کھڑا ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس میں داخل نہیں ہونے دیتا، اپنے قلب کو مقلب القلوب سے وابستہ کرتا ہے۔ شریعت اُس کے ظاہر کو تہذیب سکھاتی ہے اور توحید و معرفت باطن کو مہذب بناتی ہیں۔

ایمانِ کامل

ایمانِ کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اوّل تصدیقِ قلبی یعنی دل سے جملہ امُور کا یقین کرنا، دوسرے زبان کا اقرار و عمل، تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصّوں پر منقسم ہیں۔ اوّل وہ جن کا تعلق نیّت و اعتقاد اور عمل قلبی سے ہے، دُوسرے وہ جن کا تعلق زبان سے ہے۔ تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصّہ بدن سے ہے۔ ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔ پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خلاصہ تیس [30] چیزیں ہیں۔ (۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات، اس کی صفات پر

ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے۔ (۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے۔ (۳) فرشتوں پر ایمان لانا۔ (۴) اللہ کی اُتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔ (۵) اللہ کے رسُولوں پر ایمان لانا (۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بُری سب اللہ کی طرف سے ہے۔ (۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال جواب، قبر کا عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اعمال کا تلنا اور پُل صراط پر گزرنا سب ہی داخل ہے۔

(۸) جنّت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن انشاءاللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ (۹) جہنّم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی (۱۰) اللہ تعالیٰ شانہٗ سے محبّت رکھنا (۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبّت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بُغض رکھنا یعنی اللہ والوں سے محبّت رکھنا اور اُس کی نافرمانی کرنے والوں سے بُغض رکھنا، اور اسی میں داخل ہے صحابہ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبّت اور آلِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت۔

(۱۲) حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے محبّت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آگئی اور حضوؐر پر درُود شریف پڑھنا اور آپ کی سنّتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔

(۱۳) اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔ (۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد۔ (۱۵) اللہ کا خوف (۱۶) اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہونا۔ (۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا (۱۸) شکر گزاری۔ (۱۹) وفا (۲۰) صبر (۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے (۲۲) شفقت و رحمت جس میں بچّوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے۔ (۲۳) مقدّر پر راضی ہونا۔ (۲۴) توکّل (۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل

ہے۔ (۲۶) کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے۔ (۲۷) حیا کرنا (۲۸) غصّہ نہ کرنا۔ (۲۹) فریب نہ دینا جس میں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے۔ (۳۰) دُنیا کی محبّت دل سے نکال دینا جس میں مال اور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علّامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امُورِ بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں۔ اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور کرتے پر ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔ **دُوسری قسم**: زبان کا عمل جس کے سات شعبے ہیں (۱) کلمہ طیّبہ کا پڑھنا (۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنا (۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا (۵) دُعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے۔ (۷) لغو باتوں سے بچنا۔ **تیسری قسم**: باقی بدن کے اعمال جو کُل چالیس ہیں اور تین حصّوں پر منقسم ہیں۔ پہلا حصّہ اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ سولہ شاخیں ہیں (۱) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی، کپڑے کی پاکی، مکان کی پاکی سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض و نفاس اور جنابت کا غسل بھی۔ (۲) نماز کی پابندی کرنا، اس کو قائم کرنا جس میں فرض، نفل ادا، قضا سب داخل ہے۔ (۳) صدقہ، جس میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ بھی داخل ہے۔ (۴) روزہ، فرض ہو یا نفل۔ (۵) حج کرنا، فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی۔ (۶) اعتکاف کرنا جس میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے (۷) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جس میں ہجرت بھی داخل ہے (۸) نذر کا پورا کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت رکھنا (۱۰) کفّاروں کا ادا کرنا (۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا۔ (۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا (۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اور اس کے جُملہ امور کا انتظام کرنا (۱۴) قرض کا ادا کرنا۔

(۱۵) معاملات کا درست کرنا سُود سے بچنا۔ (۱۶) سچّی بات کی گواہی دینا، حق کو نہ چُھپانا۔ دُوسرا حصّہ: کسی دُوسرے کے ساتھ برتاؤ جس کی چھ شاخیں ہیں۔ (۱) نکاح کے ذریعہ حرام کاری سے بچنا (۲) اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور ان کا ادا کرنا، اس میں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں (۳) والدین کے ساتھ سلوک کرنا، نرمی برتنا، فرمانبرداری کرنا (۴) اولاد کی اچھی تربیّت کرنا۔ (۵) صلہ رحمی کرنا (۶) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔ تیسرا حصّہ: حقوقِ عامہ، جو اٹھارہ شعبوں میں منقسم ہیں۔ (۱) عدل کے ساتھ حکومت کرنا۔ (۲) حقّانی جماعت کا ساتھ دینا (۳) حکّام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلافِ شرع حکم نہ ہو) (۴) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جس میں مفسدوں کو سزا دینا باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے (۵) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا (۶) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا جس میں وعظ وتبلیغ بھی داخل ہے۔ (۷) حدود کا قائم کرنا (۸) جہاد کرنا جس میں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے۔ (۹) امانت کا ادا کرنا جس میں خُمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے۔ (۱۰) قرض کا دینا اور ادا کرنا (۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا، ان کا اکرام کرنا (۱۲) معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے (۱۳) مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا، اسراف اور بُخل سے بچنا بھی اس میں داخل ہے۔ (۱۴) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا۔ (۱۵) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا (۱۶) دُنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا۔ (۱۷) لہو ولعب سے بچنا۔ (۱۸) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دُور کرنا۔ آدمی کو چاہیئے کہ ان سارے شعبوں میں غور وفکر کرے جو اوصاف اس میں ان میں سے پائے جاتے ہوں اُن پر اللہ جلّ شانہٗ کا شکر ادا کرے اور باقی کے حصُول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

نماز کی اہمیت

صفائی قلب کے لئے یہ پانچ چیزیں ضروری ہیں، اوّل اہلِ خیر کی صحبت، دوم تلاوتِ قرآن، سوم فاقہ کشی، چہارم رات کی نماز پنجم سحر کے وقت گریہ وزاری جب بندہ دو رکعت نماز پڑھتا ہے خدا تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے اے میرے بندے باوجود اپنے ضعف کے تو نے قیام و رکوع و سجود و قرأت اور تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) تحمید و تکبیر و سلام طرح طرح کی عبادتیں ادا کی ہیں باوجود اپنے جلال کے مجھے بھی یہ زیبا نہیں ہے کہ میں تجھے جنت سے جس میں طرح طرح کی نعمتیں ہیں روک دوں۔ میں نے تیرے لئے جنت اور اُس کی نعمتیں واجب کر دیں جیسے کہ تو نے قسم قسم کی میری عبادت کی اور میں تجھے اپنے دیدار کا شرف بخشوں گا جیسے تو نے وحدانیت کے ساتھ مجھے پہچانا ہے۔ میں کرم و لطف کرنے والا ہوں تیرا عذر پذیرا کروں گا۔ اور اپنی رحمت سے تیری نیکی قبول کر لوں گا کیونکہ مجھے تو بہتیرے کافر عذاب کرنے کے لئے مِل جائیں گے اور میرے سوا تجھے کوئی خدا نہ ملے گا جو تیرے گناہوں کی مغفرت کرے۔ اے میرے بندے ہر رکعت کے عوض میں تجھے جنت میں ایک محل اور حُور ملے گی اور ہر سجدے کے عوض میں ایک ایک بار میرا دیدار میسّر ہو گا۔ جعفر بن محمدؒ بروایت اپنے والد کے اور وُہ بروایت اپنے والد کے اور وہ بروایت حضرت علیؓ کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ نماز رب کی خوشنودی اور فرشتوں کی محبت اور انبیاء کی سُنّت اور نورِ معرفت اور ایمان کی اصل ہے اور دُعا اعمال کی قبولیت اور روزی کی برکت اور دشمنوں پر ہتھیار اور شیطان کی کراہت اور ملک الموت سے سفارش کرنے والی اور نورِ قلب اور پہلو کے نیچے کا فرش اور منکر و نکیر کا جواب اور قبر میں قیامت تک کے لئے ہمدم اور زائر ہو گی پھر جب قیامت قائم ہو گی تو نماز اُس پر سایہ اور اُس کے سر پر تاج اور اُس کے بدن کا لباس بن جائے گی اور نوکر بن کر اُس کے سامنے دوڑے گی اور اُس کے اور دوزخ کے درمیان میں حجاب

ہو جاتے گی۔ رب العالمین کے سامنے مسلمانوں کی حجت اور میزان میں بوجھ اور پل صراط پر سے گزرنے کا ذریعہ اور جنت کی کنجی ہو گی کیونکہ نماز میں تحمید و تسبیح و تقدیس و تعظیم اور قرآت اور دُعا اور تمجید ہوتی ہے اسی لئے کہ تمام اعمال میں سے افضل اپنے وقت پر نماز کا ادا کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی مناجات میں کہا کہ الٰہی تیرے گھر میں یعنی جنّت میں کون رہے گا اور تو کس شخص کی نماز قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص میری عظمت کے سامنے فروتنی کرتا ہے اور اپنا دِن میری یاد میں کاٹتا ہے اور اپنے نفس کو میرے سبب شہوات سے روکتا ہے بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اور مسافر کو جگہ دیتا ہے اور مصیبت والے پر ترس کھاتا ہے وہی میرے گھر میں رہے گا اور جس کی میں نماز قبول کرتا ہوں اُس شخص کا مُنہ آسمانوں میں مثل آفتاب کے چمکتا ہے۔ اگر وہ مجھ کو پکارتا ہے تو میں جواب دیتا ہوں اور مجھ سے مانگتا ہے اُس کو عطا کرتا ہوں۔ جہل کو میں اُس کے لئے علم کر دیتا ہوں اور غفلت کو اُس کے لئے ذِکر اور اندھیرے کو اجالا کر دیتا ہوں اُس کی مثال لوگوں میں ایسی ہے جیسے جنت الفردوس کہ بہشتوں کے اُوپر ہے کہ نہ اُس کی نہریں خشک ہوں نہ میوے بگڑیں۔

حکایت:۔ بنی اسرائیل میں ایک صالحہ عورت تھی جو نماز کی پابندیٔ وقت کے ساتھ محافظت کیا کرتی تھی اور اُس کا خاوند کافر تھا اُس نے اُس کو منع کیا اُس عورت نے نہ مانا پھر اُس کے پاس کچھ مال ودیعت رکھ دیا اور پھر خود ہی اُسے چُرا لے گیا اور لے جا کر دریا میں پھینک آیا اُس کو مچھلی نگل گئی صیاد نے وُہ مچھلی پکڑی اور اتفاق سے اُسی کے خاوند کے ہاتھ فروخت کی وہ عورت جو مچھلی بنانے بیٹھی تو وہ مال کی تھیلی اُس کے پیٹ میں سے اُس نے پائی اور پھر اُسی جگہ جہاں پہلے وہ تھیلی رکھی تھی اٹھا کر رکھ دی اُس کے خاوند نے جب اُس سے وہ مال طلب کیا تو اُس نے لا کر

دے دیا اُسے بڑا التعجب آیا پھر جب اُس نے روٹی پکانے کے لئے تنور جلایا تو
اُس کافر نے اُسے اٹھا کر اُس میں ڈال دیا وہ کہنے لگی یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ لَیْسَ
عَلَی النَّارِ جَلَدُ پس حکمِ خدا سے آگ سرد ہو گئی۔ حکایت :۔ یافعیؒ فرماتے ہیں
کہ ایک شخص ہمیشہ شب بیداری کیا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک رات اپنے معمول
کے خلاف سو گیا خواب میں دیکھتا کیا ہے کہ بہت سی حوریں اُس کے پاس محراب میں
آتی ہیں اور اُنہیں میں ایک کالی کلوٹی قبیح منظر لونڈی ہے اُس نے اُن سے جو حال
دریافت کیا تو کہنے لگیں ہم تو تیری گزشتہ راتیں ہیں جن میں تُو نے عبادت کی ہے۔
اور کالی کلوٹی وُہ رات ہے جس میں تُو سو گیا تھا۔ بروایت ابوہریرہؓ حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپؐ نے فرمایا ہے کہ بے شک خدا ہر سخت سنگدل
پیٹو، بازاروں میں شور کرنے والے، رات کو مردار کی طرح پڑے رہنے والے، دن کو
گدھے کے مانند ہو جانے والے، دُنیا کے کاموں سے واقف، آخرت کے کاموں سے
ناواقف لوگوں سے ناراض رہتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ کی ماں نے کہا کہ اے نبیؑ اللہ
رات کو زیادہ نہ سویا کیجئے کیونکہ رات کو زیادہ سونا انسان کو قیامت میں محتاج
بنا کر چھوڑتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کو نماز ضرور پڑھا کرو
چاہے دو ہی رکعتیں ہوں۔ حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں۔ ایک شخص حضورؐ کی خدمت
میں حاضر ہُوا اور عرض کیا یا رسُولؐ اللہ! مجھے مختصر سی نصیحت کر دیجئے (تاکہ میں اُس
کو مضبوط پکڑ لوں) حضورؐ نے فرمایا جب نماز پڑھو تو ایسی پڑھو جیسا کہ عُمر کی آخری نماز
ہی ہو (جب آدمی کو یہ خیال ہو جاتا ہے کہ یہ بالکل آخری نماز ہے تو پھر جس قدر زیادہ
اہتمام اور خشوع و خضوع سے پڑھے گا وُہ ظاہر ہے) اور کوئی ایسی بات زبان سے نہ
نکالو جس کی معذرت کرنا پڑے اور اپنے دِل کو پکے طور سے اس چیز سے مایوس کر لو جو
دُوسرے کے پاس ہو (کہ اُس کی طرف ذرا سا بھی تمہیں التفات نہ ہو) حضرت عُمرؓ کا ارشاد

ہے کہ طمع کرنا فقر (اور محتاجگی) ہے اور ناامیدی غنا ہے جو شخص ایسی چیزوں سے ناامید ہو جاتے جو دوسروں کے قبضہ میں ہیں وہ اُن سے مستغنی رہتا ہے۔ ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ غنا کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تمناؤں کا کم کرنا اور جو اپنے لئے کافی ہو جاتے اُس پر خوش رہنا۔ محمدؒ بن واسعؒ سوکھی روٹی کو پانی میں بھگو کر کھا لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو اِس پر قناعت کر لے وہ کسی کا بھی محتاج نہ ہو۔ ایک حکیم سے کسی نے پوچھا تمہاری مالیت کیا ہے؟ فرمانے لگے ظاہر میں خوش حال رہنا باطن میں اختصار اور میانہ روی اختیار کرنا اور دوسروں کے پاس جو چیزیں ہیں اُن سے اُمید نہ رکھنا۔ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کا ایک شکاری پر گزر ہوا جس نے ایک ہرنی شکار کی تھی وہ ہرنی حضرت سے کہنے لگی کہ اے رُوح اللہ آپ مجھے شکاری سے اجازت دلا دیجئے کہ میں اپنے بچوں کو ذرا دودھ پلا آؤں۔ آپ نے شکاری سے کہا اُس نے جواب دیا کہ یہ پھر آتے گی؟ ہرنی بولی کہ اے رُوح اللہ اگر میں لوٹ کر نہ آؤں تو اُس شخص سے بھی بدتر ہوں جسے جمعہ کو پانی ملے اور پھر بھی وہ غسل نہ کرے۔ چنانچہ آپ نے اُسے چھوڑ دیا اور وہ بچوں کو دودھ پلا کر لوٹ آئی۔ حضرت عیسیٰ نے شکاری کو اس ہرنی کے عوض ایک سونے کی اینٹ دینی چاہی لیکن وہ اس کو ذبح کر چکا تھا۔ پس آپ نے اُسے بد دعا دی کہ تیرے کام میں کبھی برکت نہ ہو۔ چنانچہ اُن کی بد دعا کا اثر قیامت تک شکاریوں میں دیکھا جاتے گا۔ احیاء العلوم میں مذکور ہے کہ مدینہ کے لوگوں میں جب لڑائی ہُوا کرتی تو ایک دُوسرے کو یہ کہہ کر بُرا کہتا تھا کہ تو اُس شخص سے بھی بدتر ہے جو جمعہ کو غسل نہیں کرتا۔ چار ہزار خدا رسیدہ بزرگوں کا یہ قول ہے کہ عبادتِ الٰہی اس طرح کرنی چاہیئے کہ خدا کے سوا کِسی کا خیال تک نہ آتے۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ فاقہ کش اِنسان کیا کرے۔ فرمایا کہ تا دمِ مرگ صبر سے کام لے تا کہ قاتل سے خون بہا لیا جا سکے۔ پھر کسی نے عرض کیا کہ آج کل

گوشت بہت گراں ہوگیا ہے۔ فرمایا کہ کھانا ترک کردو اپنے آپ ارزاں ہوجائے گا۔ ایک مرتبہ وُہ بزرگ بوسیدہ لباس میں حمام کے اندر جانے لگے تو لوگوں نے اُن کو روک دیا اور اُنہوں نے عالمِ جذب میں فرمایا کہ جب غریب کو ابلیس کے گھر میں داخلہ کی اجازت نہیں تو پھر بغیر بندگی کے کوئی خدا کے گھر جنت میں کیسے داخل ہوگا۔

نماز کے بارے میں چالیس (۴۰) حدیثیں

(۱) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ جلِ شانہٗ نے میری اُمت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی ہے اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا (۲) نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو (۳) آدمی اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے (۴) اسلام کی علامت نماز ہے۔ جو شخص دِل کو فارغ کرکے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے وُہ مومن ہے (۵) حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی۔ اگر اِس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اُس کا حکم دیتے۔ فرشتے دِن رات کوئی رکوع میں ہے۔ کوئی سجدہ میں ہے (۶) نماز دین کا ستون ہے (۷) نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے (۸) نماز مومن کا نور ہے (۹) نماز افضل جہاد ہے (۱۰) جب آدمی نماز میں داخل ہوجاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اُس کی طرف پُوری توجہ فرماتے ہیں۔ جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وُہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں (۱۱) جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے (۱۲) اگر آدمی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اُس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی (۱۳) اللہ تعالیٰ نے سجدہ کی جگہ کو آگ پر حرام فرما دیا ہے (۱۴) سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وُہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جاتے (۱۵) اللہ تعالیٰ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اُس کو سجدہ میں

پڑا ہُوا دیکھیں کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے (۱۶) اللہ تعالیٰ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے (۱۷) جنت کی کُنجیاں نمازیں ہیں (۱۸) جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھُل جاتے ہیں اور اللہ جلِ شانہٗ کے اور اُس نمازی کے درمیان کے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو (۱۹) نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہی رہے تو کھلتا ہی ہے (۲۰) نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیساکہ سر کا درجہ بدن میں۔
(۲۱) نماز دِل کا نور ہے جو اپنے دِل کو نورانی بنانا چاہتا ہے (نماز کے ذریعے) بنالے۔
(۲۲) جو شخص اچھی طرح سے وضو کرے اُس کے بعد خشوع وخضوع سے دو چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالےٰ شانہٗ معاف فرما دیتے ہیں (۲۳) زمین کے جس حصّہ پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے۔ وُہ حصّہ زمین کے دُوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے (۲۴) جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دُعا مانگتا ہے تو حق تعالےٰ شانہٗ وُہ دُعا قبول فرما لیتے ہیں خواہ فورًا یا کسی مصلحت سے کچھ دیر کے بعد مگر قبول ضرور فرما لیتے ہیں (۲۵) جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اُس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اُس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مِل جاتا ہے (۲۶) جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جلِ شانہٗ کے یہاں ایک مقبول دُعا اُس کی ہو جاتی ہے (۲۷) جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا ہے اُن کے رکوع وسجود اور وضو وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح سے پُورا کرتا ہے تو جنت اُس کے لئے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اُس پر حرام ہو جاتی ہے (۲۸) مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے۔ شیطان اُس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب نمازوں میں وُہ کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اُس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اُس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے۔

(۲۹) سب سے افضل عمل اوّل وقت نماز پڑھنا ہے (۳۰) نماز ہر متقی کی قربانی ہے (۳۱) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز کو اوّل وقت پڑھنا ہے (۳۲) صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اُس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اُس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے (۳۳) ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجد کی چار رکعتوں کا (۳۴) ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں (۳۵) جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمتِ الٰہیہ اُس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے (۳۶) افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے مگر اِس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں (۳۷) نبی کریمؐ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السّلام آئے اور کہنے لگے۔ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلّم) خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں۔ آخر ایک دن مرنا ہے اور جس سے چاہیں محبّت کریں۔ آخر ایک دِن اُس سے جُدا ہونا ہے اور آپ جس قسم کا بھی عمل کریں (بھلا یا بُرا) اُس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ اِس میں کوئی تردد نہیں کہ مومن کی شرافت تہجد کی نماز ہے اور مومن کی عزّت لوگوں سے استغنا ہے (۳۸) آخر رات کی دو رکعتیں تمام دُنیا سے افضل ہیں۔ اگر مجھے مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو اُمّت پر فرض کر دیتا (۳۹) تہجد ضرور پڑھا کرو کہ تہجد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قُرب کا سبب ہے۔ تہجد گناہوں سے روکتا ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے اِس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے (۴۰) حق تعالےٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دِن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن۔ میں تمام دِن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔ (۱) قائم کرو نماز کو اور مشرکوں میں نہ ہو (الحدیث)

بے نمازی کے لئے حکم ——— (۲) جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی تحقیق اُس نے کُفر کیا (الحدیث) (۳) بے نمازی کی عُمر میں برکت نہیں ہوگی (الحدیث) (۴) صالحین کی علامت اُس کے چہرے سے مٹا دی جائے گی (۵) اُس کو کسی عمل کا ثواب نہیں

دیا جائے گا (الحدیث) (۶) اُس کی دُعا قبول نہیں ہوگی (الحدیث) (۷) جب مرے گا ذلیل ہو کر مرے گا (الحدیث) (۸) بھُوک اور پیاس کی حالت میں مرے گا (الحدیث) (۹) اُس کی پیاس نہ بجھے گی اگرچہ دریاؤں کا پانی اُسے پلایا جائے (الحدیث) (۱۰) بے نماز پر قبر تنگ کر دی جائے گی اور آخرت میں بڑی سختی سے حساب لیا جائے گا (الحدیث) (۱۱) بے نماز کو قید خانہ میں ڈالا جائے تاوقتیکہ توبہ نہ کرے (امام اعظمؒ) (۱۲) بے نماز واجب القتل ہے (امام شافعیؒ) (۱۳) ترکِ نماز کفر ہے (امام احمد بن حنبلؒ) (۱۴)۔ سلطانِ اسلام اُس کے قتل کا حکم دے (امام مالکؒ) (۱۵) بے نماز کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے (حضرت غوث اعظمؒ) (۱۶) بے نماز سے خنزیر بھی پناہ مانگتا ہے (حضرت سُلطان باہوؒ) (۱۷) بے نماز کو قرضہ نہ دو۔ جو شخص فرضۂ خداوندی کی پرواہ نہیں کرتا وہ تیرے قرضے کی کیا پرواہ کرے گا (سعدیؒ) حدیث میں ہے کہ فرشتے نمازِ فجر کے تارک سے کہتے ہیں اے فاجر بدکار اور ظہر کے تارک سے اے خاسر نابکار اور عصر کے تارک سے اے عاصی گنہگار اور مغرب کے تارک سے اے کافر ناشکر گذار اور عشاء کے تارک سے اے مضیع زیانکار خدا تجھے برباد کرے۔ میں نے نیشاپوریؒ کی کتاب نزہتہ میں دیکھا ہے کہ آدم علیہ السلام رات کے وقت اُترے تھے۔ جب فجر طلوع ہُوئی تو انہوں نے تاریکی سے روشنی میں نکل آنے کے شکریہ میں دو رکعت نماز ادا کی اور ابراہیمؑ پر چار فکریں اکھٹی ہو گئی تھیں۔ ذبح کی فکر، فدیہ کی فکر، حکم کی بجا آوری کی فکر اور غربت کی فکر۔ جب خدا نے اُن کو اس سے رہائی دی تو انہوں نے زوال کے بعد خدا کے شکریہ میں چار رکعت ادا کی اور یونسؑ کو چار تاریکیوں نے گھیر لیا تھا۔ اپنی قوم پر غصہ کرنے کی تاریکی۔ رات کی تاریکی سمندر کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی اور بعض نے کہا ہے کہ جس مچھلی کے پیٹ میں وُہ تھے وُہ دُوسری مچھلی کے پیٹ میں تھی۔ خدا نے جب اُن کو عصر کے وقت اُس

سے نکالا تو انہوں نے چار رکعت نماز ادا کی اور حضرت عیسیٰؑ نے اپنے سے الوہیت کی نفی کے شکریہ میں خدا کے لئے دو رکعت نماز ادا کی اور اُن کی والدہ نے خدا کے لئے الوہیت ثابت کرنے کے شکریہ میں ایک رکعت ادا کی (یہ تین رکعتیں مغرب کی ہوگئیں) اور موسیٰؑ نے چار فکروں سے رہائی پانے کے شکریہ میں چار رکعتیں ادا کی تھیں وُہ فکریں یہ ہیں ۔ راستہ گم ہونے کی فکر ۔ بکریوں کے بھاگ جانے کی فکر اور سفر کی فکر اور اپنی زوجہ کی فکر جب اُن کے دردِ زہ شروع ہُوا ۔ کسی نے دریائی سفر کیا تو دیکھا کہ مچھلیاں ایک دُوسرے کو کھاتے جاتی ہیں ۔ اُن کو گمان ہُوا کہ دریا میں قحط پڑ گیا ہے ۔ ایک ہاتف نے آواز دی کہ دریائے شور میں سے ایک بے نمازی نے پانی پینا چاہا تھا لیکن شوریت کے باعث اپنے مُنہ سے اُس نے اُگل دیا ایک بار حضرت عیسیٰؑ کا ایک بستی پر گذر ہُوا جہاں کثرت سے درخت لگے تھے ۔ اور نہریں جاری تھیں ۔ وہاں والوں نے اُن کی بڑی خاطر و مدارات کی ۔ اُن کی فرماں برداری سے انہیں تعجب ہُوا ۔ پھر تین برس کے بعد جو اِدھر گذر ہُوا تو دیکھتے کیا ہیں کہ درخت خشک ہو رہے ہیں اور نہریں سوکھی پڑی ہیں ۔ مکانات مسمار پڑے ہیں ۔ اِس سے وُہ نہایت متعجب ہُوتے ۔ خدا نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ اس بستی پر ایک بے نمازی کا گذر ہُوا تھا ۔ اُس نے اس کے چشمہ سے مُنہ دھو لیا تھا اُس کا یہ اثر ہُوا کہ چشمے خشک ہو گئے ، درخت مُرجھا گئے اور ساری بستی ویران ہو گئی ۔ اے عیسیٰؑ جب نماز دین کی ویرانی کا باعث ہے تو دُنیا کی تباہی کا بھی سبب بن گئی ۔

دُعا

اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرے ایک ناچیز غلام اور ادنیٰ کنیز کا بیٹا ہوں۔ مجھ پر تیرا ہی کامل اختیار ہے اور میری پیشانی تیرے ہی ہاتھ ہے۔ نافذ ہے میرے بارے میں تیرا ہر حکم اور عدل ہے میرے معاملے میں تیرا ہر فیصلہ۔ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں۔ تیرے ہر اُس اسم پاک کے واسطے سے جس سے تُو نے اپنی ذاتِ مقدس کو موسوم فرمایا۔ یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو تلقین فرمایا یا اپنی کسی کتاب میں نازل فرمایا یا اسے اپنے مخصوص خزانۂ غیب ہی میں محفوظ رکھا کہ تُو بنا دے قرآن مجید کو میرے دِل کی بہار اور میرے سینے کا نُور اور میرے رنج وحزن کی جلا اور میرے تفکرات اور غموں کے ازالے کا سبب۔ ایسا ہی ہو۔ اے تمام جہانوں کے پروردگار!

قرآن پاک پڑھنے کی ترغیب

(۱) اگر کسی کو ثمرات اور منافع کی وجہ سے کسی سے محبت ہوتی ہے تو اللہ جلِ شانہٗ کا وعدہ ہے کہ ہر مانگنے والے سے زیادہ عطا کروں گا (۲) اگر کسی کو ذاتی فضیلت، ذاتی جوہر، ذاتی کمال سے کوئی بھاتا ہے تو اللہ جلِ شانہٗ نے فرمایا ہے کہ دُنیا کی ہر بات پر قرآن شریف کو اتنی فضیلت ہے جتنی کہ خالق کو مخلوق پر۔ آقا کو بندوں پر، مالک کو مملوک پر (۳) اگر کوئی مال ومتاع، حشم وخدم اور جانوروں کا گرویدہ ہے اور کسی نوع کے جانور پالنے پر دِل کھوئے ہوئے ہے تو جانوروں کے بے مشقت حاصل کرنے سے تحصیل کلام پاک کی فضیلت پر متنبہ کر دیا (۴) اگر کوئی صُوفی منش تقدس و تقوے کا بھوکا ہے۔ اُس کے لئے سرگرداں ہے تو حضور نے بتلا دیا کہ قرآن کے ماہر کا ملائکہ کے ساتھ شمار ہے جن کے برابر تقوے کا ہونا مشکل ہے کہ ایک آن بھی خلافِ اطاعت نہیں گزار سکتے (۵) اگر کوئی شخص دوہرا حِصّہ ملنے سے افتخار کرتا ہے یا اپنی بڑائی اسی میں سمجھتا ہے کہ اُس کی راتے دو راؤں کے برابر شمار کی جاوے تو اٹک کر

قرآن پڑھنے والے کے لئے دوہرا اجر ہے (۶) اگر کوئی حاسد بداخلاقیوں کا متوالا ہے۔ دُنیا میں حسد ہی کا خوگر ہو گیا ہو اُس کی زندگی حسد سے نہیں ہٹ سکتی تو حضورؐ نے بتلا دیا کہ اِس قابل جس کے کمال پر واقعی حسد ہو سکتا ہے وہ حافظِ قرآن ہے (۷) اگر کوئی پھل کا متوالا ہے اس پر جان دیتا ہے پھل بغیر اُس کو چین نہیں پڑتا تو قرآن شریف ترنج کی مشابہت رکھتا ہے (۸) اگر کوئی میٹھے کا عاشق ہے۔ مٹھائی بغیر اُس کا گذر نہیں تو قرآن شریف کھجور سے زیادہ میٹھا ہے۔ اگر کوئی شخص عزت و وقار کا دِلدادہ ہے ممبری اور کونسل بغیر اُس سے نہیں رہا جاتا تو قرآن شریف دُنیا اور آخرت میں رفع درجات کا ذریعہ ہے (۹) اگر کوئی شخص معین و مددگار چاہتا ہے۔ ایسا جاں نثار چاہتا ہے کہ ہر جھگڑے میں اپنے ساتھی کی طرف سے لڑنے کو تیار رہے تو قرآن شریف سلطان السلاطین ملک الملوک شہنشاہ سے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑنے کو تیار ہے (۱۰) اگر کوئی نکتہ رس باریک بینیوں میں عمر خرچ کرنا چاہتا ہے اس کے نزدیک ایک باریک نکتہ حاصل کر لینا دُنیا بھر کے لذات سے اعراض کو کافی ہے تو بطن قرآن شریف حقائق کا خزانہ ہے (۱۱) اِسی طرح اگر کوئی شخص مخفی رازوں کا پتہ لگانا کمال سمجھتا ہے۔ محکمہ سی آئی ڈی میں تجربہ کو ہنر سمجھتا ہے، عمر کھپاتا ہے تو بطن قرآن شریف اُن اسرار مخفیہ پر متنبہ کرتا ہے جن کی انتہا نہیں۔ اگر کوئی شخص اُونچے مکان بنانے پر مر رہا ہے ساتویں منزل پر اپنا خاص کمرہ بنانا چاہتا ہے تو قرآن شریف ساتویں ہزار منزل پر پہنچاتا ہے (۱۲) اگر کوئی اِس کا گرویدہ ہے کہ ایسی سہل تجارت کروں جس میں محنت کچھ نہ ہو۔ اور نفع بہت سا ہو جاوے تو قرآن شریف اپنے پڑھنے والوں کو ایک حرف پر دس نیکیاں دلاتا ہے۔ (۱۳) اگر کوئی تاج و تخت کا بھوکا ہے اِس کی خاطر دُنیا سے لڑتا ہے تو قرآن شریف اپنے رفیق کے والدین کو بھی وُہ تاج دیتا ہے جس کی چمک دمک کی دُنیا میں کوئی نظیر ہی نہیں (۱۴) اگر کوئی شعبدہ بازی میں کمال پیدا کرتا ہے۔ آگ

ہاتھ پر رکھتا ہے۔ جلتی دیا سلائی منہ میں رکھ لیتا ہے تو قرآن کریم جہنم تک کی آگ کو اثر
کرنے سے مانع ہے (۱۵) اگر کوئی حکام رسی پر مرتا ہے اِس پر ناز کرتا ہے کہ ہمارے
ایک خط سے فلاں حاکم نے اِس ملزم کو چھوڑ دیا۔ ہم نے فلاں شخص کو سزا نہیں ہونے
دی۔ اتنی سی بات حاصل کرنے کے لئے جج و کلکٹر کی دعوتوں اور خوشامدوں میں جان و
مال ضائع کرتا ہے۔ ہر روز کسی نہ کسی حاکم کی دعوت میں سرگرداں رہتا ہے تو قرآن
مجید اپنے ہر رفیق کے ذریعے ایسے دس شخصوں کو خلاصی دلاتا ہے جن کو جہنم کا حکم مل
چکا ہے (۱۶) اگر کوئی خوشبوؤں پر مرتا ہے۔ چمن اور پھولوں کا دِلدادہ ہے تو قرآن
شریف اپنے پڑھنے والوں کو جنت کے پھولوں کی بشارت دیتا ہے (۱۷) اگر کوئی
عطور کا فریفتہ ہے حتاتے مشک میں غسل چاہتا ہو تو قرآن شریف سراپا مُشک ہے اور
غور کرو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ اِس مُشک سے اُس مُشک کو کچھ بھی نسبت نہیں
(۱۸) اگر کوئی جوتے کا آشنا ڈر سے کوئی کام کر سکتا ہے ترغیب اُس کے لئے کارآمد
نہیں تو قرآن شریف کی تلاوت سے گھر کا خالی ہونا گھر کی بربادی کے برابر ہے۔
(۱۹) اگر کوئی عابد افضل العبادات میں لگا رہتا ہے اور ہر کام میں اِس کا متمنی ہے کہ
جس چیز میں زیادہ ثواب ہو اسی میں مشغول رہوں تو قرآت افضل العبادات ہے
اور تصریح سے بتلا دیا کہ نفل نماز، روزہ، تسبیح و تہلیل وغیرہ سب سے افضل ہے۔
(۲۰) بہت سے لوگوں کو حاملہ جانوروں سے دلچسپی ہوتی ہے، حاملہ جانور قیمتی داموں
میں خریدے جاتے ہیں۔ حضورؐ نے متنبہ فرمایا اور خصوصیت سے اِس جزو کو بھی مثال
میں ذکر فرمایا کہ قرآن شریف کی تلاوت اِس سے بھی افضل ہے (۲۱) اکثر لوگوں کو صحت
کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ ورزش کرتے ہیں۔ روزانہ غسل کرتے ہیں۔ دوڑتے ہیں۔
علی الصبح تفریح کرتے ہیں۔ اِسی طرح سے بعض لوگوں کو رنج و غم، فکر و تشویش دامن گیر
رہتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ ہر بیماری کی شفا ہے اور قرآن شریف دلوں

کی بیماری کو دُور کرنے والا ہے (۲۲) لوگوں کو افتخار کے اسباب گزشتہ افتخارات اور بھی بہت سے ہوتے ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔ اکثر اپنے نسب پر افتخار ہوتا ہے۔ کسی کو اپنی عادتوں پر۔ کسی کو اپنی ہر دل عزیزی پر۔ کسی کو اپنے حسنِ تدبیر پر۔ حضورؐ نے فرما دیا کہ حقیقتاً" قابلِ افتخار جو چیز ہے وہ قرآن شریف ہے اور کیوں نہ ہو کہ درحقیقت ہر جمال و کمال کو جامع ہے (۲۳) اکثر لوگوں کو خزانہ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ کھانے اور پہننے میں تنگی کرتے ہیں۔ تکالیف برداشت کرتے ہیں اور ننانوے کے پھیر میں ایسے پھنس جاتے ہیں جس سے نکلنا دشوار ہوتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرما دیا کہ ذخیرہ کے قابل کلامِ پاک جتنا دِل چاہے آدمی جمع کرے کہ اِس سے بہتر کوئی خزینہ نہیں (۲۴) اِسی طرح اگر برقی روشنیوں کا آپ کو شوق ہے آپ اپنے کمرے میں دس قمقمے بجلی کے اِس لئے نصب کرتے ہیں کہ کمرہ جگمگا اُٹھے تو قرآن شریف سے بڑھ کر نُورانیت کس چیز میں ہو سکتی ہے (۲۵) اگر آپ اِس پر جان دیتے ہیں کہ آپ کے پاس ہدیہ آیا کریں۔ دوست روزانہ کچھ نہ کچھ بھیجتے رہیں۔ آپ توسیع تعلقات اِس کی خاطر کرتے ہیں۔ جو دوست آشنا اپنے باغ کے پھلوں میں آپ کا حصہ نہ لگائے تو آپ اُس کی شکایت کرتے ہیں تو قرآن شریف سے بہتر تحائف دینے والا کون ہے کہ سکینہ اس کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ پس آپ کے کسی پر مرنے کی یہی وجہ ہے کہ وُہ آپ کے پاس روزانہ کچھ نذرانہ لاتا ہے تو قرآن شریف میں اس کا بھی بدل ہے (۲۶) اگر آپ کسی وزیر کے اِس لئے ہر وقت قدم چُومتے ہیں کہ وُہ دربار میں آپ کا ذِکر کر دے گا۔ کسی پیش کار کی اِس لئے خوشامد کرتے ہیں کہ وہ کلکٹر کے یہاں آپ کی کچھ تعریف کر دے گا یا کسی کی آپ اس لئے چاپلوسی کرتے ہیں کہ محبوب کی مجلس میں آپ کا ذکر کر دے گا تو قرآن شریف احکم الحاکمین محبوبِ حقیقی کے دربار میں آپ کا ذِکر خود محبوب و آقا کی زبان سے کراتا ہے (۲۷) اگر

آپ اِس کے جویاں رہتے ہیں کہ محبوب کو سب سے زیادہ مرغوب کیا چیز ہے کہ
اُس کے مہیا کرنے میں پہاڑوں سے دُودھ کی نہر نکالی جاتے تو قرآن شریف کے برابر
آقا کو کوئی چیز بھی مرغوب نہیں (۲۸) اگر آپ درباری بننے میں عمر کھپاتے رہتے ہیں۔
سلطان کے مصاحب بننے کے لئے ہزار تدبیر اختیار کرتے ہیں تو کلام اللہ شریف کے
ذریعے آپ اُس بادشاہ کے مصاحب شمار ہوتے ہیں جس کے سامنے کسی بڑے سے
بڑے بادشاہ کی کچھ حقیقت نہیں (۲۹) تعجب کی بات ہے کہ لوگ کونسل کی ممبری کے
لئے اتنی سی بات کے لئے کہ کلکٹر صاحب شکار میں جاویں تو آپ کو بھی ساتھ لے لیں
آپ کس قدر قربانیاں کرتے۔ راحت و آرام۔ جان و مال نثار کرتے ہیں۔ لوگوں سے
کوشش کراتے ہیں۔ دین و دُنیا دونوں کو برباد کرتے ہیں صرف اس لئے کہ آپ کی
نگاہ میں اس سے آپ کا اعزاز ہوتا ہے تو پھر کیا حقیقی اعزاز کے لئے حقیقی حاکم و بادشاہ
کی مصاحبت کے لئے واقعی درباری بننے کے لئے آپ کو ذرا سی توجہ کی بھی ضرورت
نہیں۔ آپ اس نمائشی اعزاز پر عمر خرچ کیجئے مگر خدارا اس عمر کا تھوڑا سا حصہ عمر
دینے والے کی خوشنودی کے لئے بھی تو خرچ کیجئے۔ اِسی طرح اگر آپ میں حیثیت
پھونک دی گئی ہے اور اِن مجالس بغیر آپ کو قرار نہیں تو مجالس تلاوت اِس سے کہیں
زیادہ دِل کو پکڑنے والی ہیں اور بڑے بڑے مستغنی کے کان اپنی طرف متوجہ کرلیتی ہیں
(۳۰) اِسی طرح اگر آپ آقا کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں تو تلاوت کیجئے (۳۱) اور
آپ اِسلام کے مدعی ہیں۔ مُسلم ہونے کا دعویٰ ہے تو حکم ہے نبی کریمؐ کا کہ قرآن شریف کی
ایسی تلاوت کرو جیسا کہ اُس کا حق ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اسلام صرف زبانی جمع خرچ
نہیں ہے اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی فرمانبرداری سے بھی آپ کے اسلام کو کوئی سروکار
ہے۔ تو یہ اللہ کا فرمان ہے اور اُس کے رسولؐ کی طرف سے اِس کی تلاوت کا حکم ہے
(۳۲) اگر آپ میں قومی جوش بہت زور کرتا ہے۔ ترکی ٹوپی کے آپ صرف اس لئے

دلدادہ ہیں کہ وُہ آپ کے نزدیک خالص اسلامی لباس ہے۔ قومی شعار ہیں آپ بہت خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہر طرح اُس کے پھیلانے کی آپ تدبیریں اختیار کرتے ہیں۔ اخبارات میں مضامین شائع کرتے ہیں۔ جلسوں میں ریزولیشن پاس کرتے ہیں تو اللہ کا رسولؐ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو قرآن شریف پھیلاؤ (۳۳) اگر آپ تاریخ کے دلدادہ ہیں۔ جہاں کہیں پُرانی تاریخ آپ کو ملتی ہے۔ آپ اِس کے لئے سفر کرتے ہیں تو قرآن شریف میں تمام ایسی کتب کا بدل موجود ہے جو قرونِ سابقہ میں حجت و معتبر مانی گئی ہے (۳۴) اگر آپ اِس قدر اونچے مرتبے کے متمنی ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی مجلس میں بیٹھنے اور شریک ہونے کا حکم ہو تو یہ بات بھی صرف قرآن ہی میں ملے گی (۳۵) اگر آپ اِس قدر کاہل ہیں کہ کچھ کر ہی نہیں سکتے تو بے محنت، بے مشقت اکرام بھی آپ کو صِرف کلام اللہ شریف میں ملے گا کہ چُپ چاپ کسی مکتب میں بیٹھے۔ بچوں کا کلام مجید پڑھنا سُنتے جائیے اور مُفت کا ثواب لیجئے۔ (۳۶) اگر آپ مختلف عنوان کے گرویدہ ہیں۔ ایک نوع سے اکتا جاتے ہیں تو قرآن شریف کے معنی میں مختلف عنوان۔ مختلف مضامین حاصل کیجئے۔ کہیں رحمت۔ کہیں عذاب (کہیں قصے۔ کہیں مضامین حاصل کیجئے) اور کیفیتِ تلاوت میں کچھ پکار کر پڑھیں اور کچھ آہستہ (۳۷) اگر آپ کی بیہ کاریاں حد سے متجاوز ہیں اور مرنے کا آپ کو یقین بھی ہے تو پھر تلاوتِ قرآن پاک میں ذرا بھی کوتاہی نہ کیجئے کہ اِس درجہ کا سفارشی نہ ملے گا اور پھر ایسا کہ جس کی سفارش کے قبول ہونے کا یقین بھی ہو (۳۸) اسی طرح اگر آپ اِس قدر بادفار واقع ہوتے ہیں کہ جھگڑالو سے گھبراتے ہیں۔ لوگوں کے جھگڑے کے ڈر سے آپ بہت سی قربانیاں کر جاتے ہیں تو قرآن شریف کے مطالبہ سے ڈریئے کہ اِس جیسا جھگڑالو آپ کو نہ ملے گا۔ فریقین کے جھگڑے میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی طرفدار ہوتا ہے مگر اِس کے جھگڑے میں اِس کی تصدیق کی جاتی ہے

اور ہر شخص اس کو سچا بتلائے گا اور آپ کا کوئی طرفدار نہ ہوگا (۳۹) اگر آپ کو ایسا رہبر درکار ہے اور اس پر آپ قربان ہیں جو محبوب کے گھر تک پہنچا دے تو تلاوت کیجئے۔ قرآن پاک آپ کو اللہ کے ساتھ قرب عطا کرتا ہے (۴۰) اگر آپ علوم انبیاء حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے گرویدہ و شیدائی ہیں تو قرآن شریف پڑھیئے اور جننا چاہے کمال پیدا کیجئے (۴۱) اگر آپ کا مچلا ہوا دل ہمیشہ شملہ اور مری کی چوٹیوں ہی پر تفریح میں مچلتا ہے اور سو جان سے آپ ایک پہاڑ کے سفر پر قربان ہیں تو قرآن پاک مُشک کے پہاڑوں پر ایسے وقت میں تفریح کراتا ہے کہ تمام عالم میں نفسی نفسی کا زور ہو۔ یعنی قیامت کے دن (۴۲) اگر آپ زاہدوں کی اعلیٰ فہرست میں شمار چاہتے ہیں اور رات دن نوافل سے آپ کو فرصت نہیں تو قرآن پاک سیکھنا سکھانا اس سے پیش پیش ہے (۴۳) اگر دُنیا کے ہر جھگڑے سے آپ نجات چاہتے ہیں۔ ہر مخمصہ سے آپ علیحدہ رہنے کے دلدادہ ہیں تو صرف قرآن پاک ہی میں اُن سے مخلصی ہے (۴۴) اگر آپ کسی طبیب کے ساتھ وابستگی چاہتے ہیں تو سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفاء ہے۔ روزانہ ایک سو بار سورہ فاتحہ پڑھ کر پانی دم کر کے پی لینے سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر بیماری سے صحت ہو جاتی ہے خواہ بیماری رُوحانی ہو یا جسمانی (۴۵) آپ کی بے نہایت غرضیں ہیں جو پُوری نہیں ہوتیں تو کیوں سورہ یٰسین کی آپ تلاوت نہیں کرتے۔ (۴۶) اگر آپ کو عذاب قبر کا خوف دامن گیر ہے اور آپ اس کے متحمل نہیں تو اس کے لئے بھی قرآن شریف میں نجات ہے (۴۷) اور اگر آپ کو کوئی دائمی مشغلہ درکار ہے کہ جس میں آپ کے مبارک اوقات ہمیشہ مصروف رہیں تو قرآن پاک سے بڑھ کر نہ ملے گا مگر ایسا نہ ہو کہ یہ دولت حاصل ہو جانے کے بعد چھن جاوے کہ سلطنت کا ہاتھ آجانے کے بعد پھر ہاتھ سے نکل جانا زیادہ حسرت و خُسران کا سبب ہوتا ہے اور کوئی حرکت ایسی بھی نہ کرنا چاہیئے کہ نیکی برباد و گناہ لازم

حضرت شیخ مولانا محمدؒ زکریا لکھتے ہیں کہ ہم لوگ قرآن پاک کی خوبیوں پر کیا متنبہ ہو سکتے ہیں۔ ناقص سمجھ کے موافق جو ظاہر طور پر سمجھ میں آیا ظاہر کر دیا۔ مگر اہلِ فہم کے لئے غور کا راستہ ضرور کھل گیا۔ اس لئے کہ اسباب محبت جن کو اہلِ فن نے محبت کا ذریعہ بتلایا ہے۔ پانچ چیزیں میں منحصر ہیں۔ اوّل اپنا وجود کہ طبعاً آدمی اس کو محبوب رکھتا ہے۔ قرآن شریف میں حوادث سے امن ہے۔ اس لئے وہ اپنی حیات و بقاء کا سبب ہے۔ دوسرے طبعی مناسبت جس کے متعلق اس سے زیادہ وضاحت کیا کر سکتا ہوں کلام صفتِ الٰہی ہے۔ مالک اور مملوک۔ آقا اور بندہ میں جو مناسبت ہے وہ واقفوں سے مخفی نہیں۔ تیسرے جمال۔ چوتھے کمال۔ پانچویں امان۔ ان ہر سہ امور کے متعلق حدیث بالا میں اگر غور فرمائیں گے تو نہ صرف اس جمال و کمال پر جس کی طرف ایک ناقص الفہم نے اشارہ کیا ہے اقتصار کریں بلکہ وہ خود بے تردد اس امر پر پہنچیں گے کہ عزت و افتخار شوق و سکون۔ جمال و کمال۔ اکرام و احسان، لذت و راحت۔ مال و متاع غرض کوئی بھی ایسی چیز نہ پاویں گے جو محبت کے اسباب میں ہو سکتی ہے۔ نبی کریمؐ نے اس پر تنبیہ فرما کر قرآن شریف کو اسی نوع میں اس سے افضل نہ ارشاد فرمایا ہو۔ البتہ حجاب میں مستور ہونا دنیا کے لوازمات میں سے ہے۔ لیکن عقلمند شخص اس وجہ سے کہ پیچی کا چھلکا خاردار ہے اس کے گودے سے اعراض نہیں کرتا اور کوئی دل کھویا ہوا اپنی محبوبہ سے اس لئے نفرت نہیں کرتا کہ وہ اس وقت برقعہ میں ہے۔ پردہ کے ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا اور کامیاب نہ بھی ہو سکا تو اس پردہ کے اوپر ہی اوپر آنکھیں ٹھنڈی کرے گا۔ اس کا یقین ہو جاوے کہ جس کی خاطر برسوں سے سرگرداں ہوں وہ اسی چادر میں ہے۔ ممکن نہیں کہ پھر نگاہ اس چادر سے ہٹ سکے اسی طرح قرآن پاک کے ان فضائل و مناقب اور کمالات کے بعد اگر وہ کسی حجاب کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے تو عاقل کا کام نہیں کہ اس سے بے توجہی اور لاپرواہی

کرے۔ بلکہ اپنی تقصیر اور نقصان پر افسوس کرے اور کمالات میں غور کرے حضرت عثمانؓ اور حضرت خدیفہؓ سے مروی ہے کہ اگر قلوب نجاست سے پاک ہو جاویں تو تلاوتِ قرآن پاک سے کبھی بھی سیری نہ ہو۔ بندہ مشورہ دیتا ہے کہ قرآن پاک انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور کا چھپا ہُوا لیں۔ اُس کا ترجمہ حضرت مولانا مولوی احمد علیؒ نے بڑا آسان کیا ہے۔ جسے معمولی اردو پڑھا ہُوا آدمی بھی سمجھ لیتا ہے۔ آجکل قرآن پاک پر ریشمی غلاف چڑھا کر الماری میں بند کر دیا جاتا ہے اور کچھ پڑھنے کا وقت ہی نہیں نکالا جاتا۔ آپ گھر کی ایک ایک چیز کو دیکھتے ہیں۔ خدارا قرآن پاک کو پڑھ کر تو دیکھیے۔ اُس میں کیا کیا لکھا ہے اور کیا کیا راز چھُپے ہُوتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت مروی دیکھی ہے کہ مسواک میں دس فائدہ ہیں۔ مُنہ خوشبودار ہوتا ہے۔ مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔ بلغم دُور ہوتا ہے۔ آنکھوں میں جلا آتی ہے۔ دانتوں کی جڑیں کھُلنا موقوف ہو جاتا ہے اور معدہ کی اصلاح ہوتی ہے (اور بڑی بات یہ کہ) سنت کی موافقت ہوتی ہے۔ فرشتے خوش ہوتے ہیں، پروردگار کی خوشنودی ہاتھ آتی ہے اور نیکیاں بڑھتی ہیں۔ میں نے احیاء میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت دیکھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تمہارا مُنہ قرآن کا راستہ ہے۔ پس اس کو مسواک سے خوشبودار رکھا کرو۔

سُورہ فاتحہ کی برکات

حضرت بابا فریدؒ فرماتے ہیں جو شخص سُورہ فاتحہ کو بیماروں کی شفایابی کی نیّت سے یا کسی مہم کے لئے اکتالیس بار اعوذ اور تسمیہ کے ساتھ اِس طرح پڑھے کہ تسمیہ کے رحیم کا میم الحمد کے الف لام کے ساتھ مِل جائے۔ پھر دُعا مانگے اور مریض پر پھونکے۔ انشاء اللہ شفا ہو گی۔ اسے اچھی طرح یاد رکھو۔ یہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سورہ فاتحہ ہر بیماری کے لئے شفا ہے۔ سورۃ بقر کا وِرد دِن میں ایک بار ہے اور وُہ اس طرح

کہ صبح کی فرض اور سُنّت نماز کے درمیان جو شخص سورہ بقر کو ایک مرتبہ تین روز تک پڑھے گا تو پھر وُہ جس نیّت سے پڑھے گا اللہ تعالےٰ اُس کی نیّت ضرور پُوری کرے گا۔ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی نے اپنی کوئی ضرورت خدا کے حضور میں اِس سورہ کے توسط سے پیش کی۔ ابھی ایک دِن کی نماز اِس ترکیب سے ختم ہی ہُوئی تھی کہ خواجہ کی ضرورت پُوری ہو گئی۔ سُورہ آل عمران کا ورد دِن میں دو بار ہے۔ اِس سے دِین و دُنیا کی کشادگی خود بخود حاصل ہو جاتی ہے سورہ نساء کا وِرد دن میں سات مرتبہ ہے۔ جو شخص کہ دِن میں سات مرتبہ اِس سورہ کو پڑھے گا دین و دُنیا کی تمام مصیبتوں سے محفوظ رہے گا اور جو سورہ مائدہ دِن میں سات مرتبہ پڑھے تو اس کے شہر میں خشک سالی نہ ہو گی۔ اور سورہ انعام کا وِرد دِن میں ستر بار اور دُوسری روایت کے مطابق اکتالیس بار ہے۔ جو شخص اپنی کسی ضرورت کے لئے اِس کو پڑھے گا اس کی ضرورت پُوری ہو گی۔ سورہ الاعراف قبولِ توبہ کے لئے ہے۔ جو شخص ستر بار استغفار پڑھے۔ پھر دو رکعت نماز اِس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور قُل یَا اَیُّھَا الکٰفِرُون سو بار۔ اور دُوسری رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص سو بار پڑھے اور سورہ الاعراف کو پڑھے اُس کی توبہ قبول ہو گی۔ سورہ انفعال کا ورد چار بار ہے اور یہ قیدیوں کو رہائی دلانے کے لئے ہے۔ جو شخص کہ دِن میں چار بار اِس سورہ کو پڑھے گا حق تعالےٰ اس کو قید و بند سے چھٹکارا دے گا اور آخرت میں اس کا خاص خیال رکھے گا۔ سورہ توبہ کا وِرد کاموں پر فتح پانے اور دُنیا میں انجام بخیر ہونے کے لئے دِن میں چالیس بار ہے۔ پس جو شخص اِس کو پڑھے گا ضرور فتح مند ہو گا۔ کافروں پر ظفر اور نصرت حاصل کرنے کے لئے سورہ ہود کا وِرد دن میں دس بار ہے۔ سورہ ابراہیم کا وِرد بخشش اور مقبول ہونے کے لئے دِن میں دس بار ہے اور جو شخص کہ اس سورہ کو

قرآن پڑھنے اور حفظ کرنے کی نیت سے پڑھے گا حق تعالےٰ اُس کو حافظِ قرآن بنائے گا۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص سورۃ یوسف کو پڑھے گا، قرآن شریف اُس کو ضرور یاد ہو جائے گا۔ سورہ الرعد کا وِرد سات بار ہے جو شخص اِس کو دُشمنانِ دین کے خوف و ہراس سے چھٹکارا پانے کے لئے سات بار پڑھے گا وُہ کامیاب ہوگا۔ اور سورہ الحج کا وِرد ستر بار ہے۔ اگر کوئی اس کو مرگی اور جنون والے مریض پر پڑھ کر دم کرے اللہ اس کو صحت بخشے گا۔ سورہ النحل کا وِرد دِن میں دس بار ہے۔ روزانہ دس بار اِس کو پڑھ کر آدمی جو بھی خدا تعالےٰ سے مانگے گا اس کو ملے گا۔ اِسی طرح سورہ بنی اسرائیل کا وِرد دس بار ہے۔ ہر روز آدمی کو چاہیئے کہ اِس کو دس بار پڑھے اور سورہ کہف کا وِرد چالیس بار ہے۔ ہر جمعہ کو تمام اہم کاموں کے حصول کے لئے جو آدمی اس کو پڑھے گا اس کو کامیابی ہوگی اور سورہ مریم کا ختم بیس بار ہے۔ نعمت اور کاروبار کی کشادگی کے لئے اِس کو بلاناغہ پڑھنا چاہیئے۔ اور سورہ طٰہٰ کا وِرد شبِ جمعہ کو تین بار ہے۔ حضرت عزت کی طرف سے ہر شب جمعہ کو بے کام و بے زبان اِس سورہ کی تلاوت ہوتی ہے جو شخص کہ جمعہ کی رات کو اِس سورہ کو پڑھے گا اس کی مثال ایسی ہی ہوگی گویا وُہ حق تعالےٰ سے بات کر رہا ہے۔ سورہ انبیاء کا وِرد چھہتر بار ہے۔ یہ دشمنوں کو مقہور بنانے کے لئے ہے۔ سورہ قد افلح المومنون کا وِرد دُنیا سے چھٹکارا پانے اور زکوٰۃ دینے والوں کا پتہ چلانے کے لئے سات بار ہے۔ اِسی طرح سورہ نور کا وِرد سات بار ہے۔ اِس کے پڑھنے سے ہر طرح کی آفتیں اور بلائیں دُور ہوتی ہیں۔ سورہ فرقان کا وِرد سات بار ہے اور سورہ الشعرا کا چھہتر بار۔ یہ دُشمنانِ دین سے نجات پانے کے لئے کار آمد ہے اور سورہ نمل کا وِرد اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ہے۔ اور سورہ قصص الانبیاء کا وِرد دس بار ہے جو ثواب کہ انبیاء کے لئے

ہے۔ اس سورہ کے پڑھنے والے کو اسی قدر ثواب ملے گا اور سورہ العنکبوت کا وِرد دس بار ہے۔ یہ شیطان کے وسوسوں کو دُور کرنے کے لئے ہے اور سورہ الروم کا وِرد دُشمنوں سے نجات پانے کے لئے اکیس بار ہے اور سورہ لقمان کا وِرد دین و دُنیا میں سعادت حاصل کرنے کے لئے ستر بار ہے۔ اور سورہ السجدہ کا وِرد شہادت کا پتہ چلانے کے لئے اکیس بار ہے اور سورہ الم نشرح کا ورد کارہائے عظیم کو حل کرنے کے لئے پچھتر بار ہے اور سورہ السبا کا وِرد اللہ تعالیٰ کی رضا اور دُشمنوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اکتالیس بار ہے اور سورہ خاطر کا وِرد بلاؤں سے محفوظ رہنے اور ایصالِ ثواب بزرگان کے لئے ستر بار ہے اور سورہ یٰسین کا وِرد ہر کارِ عظیم کو حل کرنے کے لئے کافی ہے اور سورہ والصافات کا وِرد بے خوف اور محفوظ رہنے کے لئے اکیس بار ہے۔ سورہ تنزیل الکتاب کا وِرد شب جمعہ میں پانچ بار ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کاہلی دُور ہوتی ہے اور سورہ سجدہ کا وِرد ظالموں کو دُور رکھنے کے لئے دو بار ہے اور سورہ حٰم عسق کا وِرد بلاؤں کو دُور کرنے اور سعادت حاصل کرنے کیلئے سات بار ہے۔ اور سورہ زخرف کا وِرد ایمان کی حفاظت کے لئے اکیس بار ہے۔ اور سورہ دخان کا وِرد سعادت حاصل کرنے کے لئے پچھتر بار ہے اور سورہ محمّد کا وِرد اسرارِ الٰہی کے ظاہر ہونے کے لئے اکتالیس بار ہے۔ جو شخص عقلمند ہے وُہ قرآن شریف کے پڑھنے سے غافل نہیں ہے کیونکہ اس میں ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جس میں اسرارِ الٰہی اور انوارِ تجلی مضمر نہ ہوں۔ پھر اے دوست! جس چیز میں کہ نعمت ظاہر ہو۔ اِس سعادت کو حاصل کرنے سے کیوں کوئی شخص محروم رہے۔ ہم لوگ بچّوں کو واہی تباہی اور فضول باتوں میں لگاتے ہیں۔ جھوٹے جھوٹے قصّے ان کو سُنا کر ان کے دماغ کو پریشان کرتے ہیں۔ اگر اللہ والوں کے قصّے تلاش کر کے اُن کو سُناتے جائیں اور بجائے جنّ بھوت سے ڈرانے کے اللہ سے اور اس

کے عذاب سے ڈرائیں ۔ اور اللہ کی ناراضی کی اہمیت اور ہیبت دِل میں پیدا کریں تو دُنیا میں بھی اُن کے کار آمد ہو اور آخرت میں تو مفید ہے ہی ۔ بچپن کا زمانہ حافظہ کی قوّت کا زمانہ ہوتا ہے ۔ اس وقت کا یاد کیا ہوا کبھی بھی نہیں بھولتا ۔ ایسے وقت میں اگر قرآن پاک حفظ کرا دیا جائے تو نہ کوئی دقّت ہو نہ وقت خرچ ہو ۔

ہر مُسلمان پر قرآن مجید کے پانچ حقوق

ثقیل الفاظ یا دینی اصطلاحات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے عام زبان میں بیان کیا جائے تو قرآن مجید کے یہ پانچ حقوق ہر مسلمان پر عاید ہوتے ہیں ایک یہ کہ اُسے مانے ۔ دُوسرے یہ کہ اسے پڑھے ۔ تیسرے یہ کہ اسے سمجھے ۔ چوتھے یہ کہ اس پر عمل کرے ۔ پانچویں یہ کہ اُسے دُوسروں تک پہنچائے ۔ عام طور پر مسلمان اپنے اوپر قرآن مجید کا یہ حق سمجھتا ہے (۱) اسے ریشمی جزدان میں رکھا جائے ۔ (۲) لڑکی کو جہیز میں دیا جائے (۳) قریب الموت کے سرہانے اس کی ایک خاص سورت پڑھی جائے تاکہ دم نکلنے میں قدرے آسانی ہو جائے ۔ (۴) عدالتوں میں قسم کھاتے وقت اسے سر پر رکھ لیا جائے (۵) پریشانی کے وقت اس سے فال کھول لی جائے ۔" میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پُوری دُنیا میں مُسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیّت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے ۔ ایک اُن کا قرآن چھوڑ دینا ۔ دُوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی ۔ اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہُوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کردوں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے ۔ بچّوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی بستی میں قائم کئے جائیں ۔ بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صُورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر

برداشت نہ کیا جائے۔" (شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ) "اگر ایک شخص مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں اور بدبختیوں کی علّتِ حقیقی دریافت کرنا چاہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگادے کہ صرف ایک ہی علّتِ اصلی ایسی بیان کی جائے جو تمام علل و اسباب پر حاوی اور جامع ہو تو اس کو بتایا جاسکتا ہے کہ علماءِ حق و مرشدین صادقین کا فقدان اور علماءِ سوء، ومفسدین ودجالین کی کثرت ۔ رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَاءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلاَ۔ اور پھر اگر وہ پوچھے کہ ایک ہی جملہ میں اس کا علاج کیا ہے؟ تو اُس کو امام مالک کے الفاظ میں جواب ملنا چاہیئے کہ "لا یصلح اٰخر ھٰذِہٖ الْاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهٖ اَوَّلُهَا"، یعنی امتِ مرحومہ کے آخری عہد کی اصلاح کبھی نہ ہو سکے گی تاوقتیکہ وہی طریق اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ قرآن حکیم کے اصلی و حقیقی معارف کی تبلیغ کرنے والے مرشدین صادقین پیدا کئے جائیں۔ (مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم)

جب دِل درست ہو جاتا ہے تو خدائے قدیم و ازلی و دائم و ابدی کے سوا ہر چیز کو بھول جاتا ہے۔ اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے دِل درست ہو جاتا ہے تو اس سے جو کلام نکلتا ہے وہ بالکل صواب اور حق ہوتا ہے۔ کوئی رد کرنے والا اُسے رد نہیں کر سکتا۔ قلب کو قلب۔ سر کو سر۔ خلوت کو خلوت۔ معنے کو معنے۔ مغز کو مغز۔ حق کو حق خطاب کیا کرتا ہے۔ اس وقت اس کا کلام دلوں میں اس طرح بیٹھتا ہے جس طرح نرم و پاکیزہ اور بے شورہ کی زمین میں بیج جم جاتا ہے۔ جب دِل صحیح ہوتا ہے تو ایسا درخت بن جاتا ہے کہ جس میں ٹہنیاں، پتے اور پھل سب کچھ ہوا کرتے ہیں۔ اس میں مخلوق کا نفع ہوتا ہے۔ جب قلب میں درستی نہیں ہوتی تو وہ صورت بلا معنے ہو کر حیوانوں کا سا دِل بن جاتا ہے۔ ایسا دِل ظرف بے آب۔ درخت بلا ثمر۔ قفس بلا طائر۔ مکان بلا مکین اور ایسے خزانے کے مانند ہے جس میں درہم و دینار تو بہت ہیں مگر کوئی خرچ

کرنے والا نہیں۔ ایسا دل جسم بلا رُوح اور اُن اجسام کی مانند ہے جو مسخ ہو کر پتھر ہو گئے ہوں۔ ایسا دل صورت بلا معنی ہے۔ خدا سے منہ پھیرنے اور اس سے کفر کرنے والا دل مسخ کر دیا جاتا ہے۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے دِل کو پتھر سے تشبیہ دے کر فرمایا ہے کہ پھر اس کے بعد تمہارے دِل سخت ہو گئے۔ اب وُہ پتھر کی مانند یا اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ بنی اسرائیل نے جب توریت پر عمل نہ کیا تو خدا نے اُن کے دِلوں کو مسخ کیا اور اپنے دروازہ سے ہنکا دیا۔ اے محمّدیو! اگر تم قرآن پر عمل نہ کرو گے۔ اُس کے احکام کو مضبوطی سے نہ مانو گے تو خدا تمہارے دلوں کو مسخ کر دے گا اور اپنے دروازہ سے دُور کر دے گا۔ اُن میں شامل نہ ہو جن کو باوجود علم خدا نے گمراہ کر دیا ہے۔ اگر تو مخلوق کے لئے علم حاصل کرے گا تو انہیں کے لئے عمل کرے گا اور جو خدا کے لئے عالم بنے گا تو تیرا عمل بھی اُسی کے لئے ہو گا۔ دُنیا کے لئے علم حاصل کرے گا تو دُنیا کے لئے عامل ہو گا اور آخرت کے لئے عالم بنے گا تو آخرت کے لئے علم نصیب ہو گا۔ فروع اپنے اصول پر مبنی ہوتی ہیں۔ جیسا کرے گا ویسا بدلہ ملے گا۔ ہر ظرف سے وہی ٹپکتا ہے جو اُس میں ہے تو اپنے برتن میں بدبُودار روغن رکھ کر یہ چاہے کہ اُس سے گلاب ٹپکنے لگے اس میں کوئی بہتری نہیں اور مخلوق کے لئے عمل کر کے یہ خواہش کرے کہ کل کو آخرت تیرے ہاتھ آجائے اُس میں کوئی بزرگی نہیں مخلوق کے لحاظ سے عامل بن کر یہ ارادہ رکھے کہ کل کو خالق اور اس کا قرب و دیدار حاصل ہو۔ اس میں کوئی کرامت نہیں۔ یہ بات ظاہر اور اکثر ہے۔ ہاں خدا بلا عمل اپنے فضل سے کچھ تجھے دے دے تو یہ اُس کو اختیار ہے۔ طاعت جنّت کا اور معصیت دوزخ کا عمل ہے۔ اِس کے بعد خدا کو اختیار ہے خواہ بلا عمل کسی کو ثواب عنایت کر دے یا عذاب میں گرفتار رکھے یہ اس کے اختیار میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے وہ اپنے فعل سے نہ پُوچھا جائے گا بلکہ مخلوق سے اُس کے اعمال کا سوال ہو گا۔

روزہ: جب شکم سیر آدمی کوئی نصیحت کی بات کہتا ہے تو اُس کی بات نہیں مانی جاتی اور جب شکم سیر آدمی نصیحت سنتا ہے تو اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ غزالیؒ نے کہا ہے کہ بھوکے رہنے میں دس فائدے ہیں دل کی صفائی۔ دل کی رقت۔ بھوکوں کی یاد کرنا۔ آخرت کی بھوک پیاس کا خیال آنا۔ معاصی کی خواہش کا شکستہ ہونا۔ نیند کا دفع ہونا۔ عبادت میں سہولت ہونا۔ بدن کی تندرستی اور تھوڑے میں کفایت ہو جانا۔ دسواں فائدہ بچے ہوئے کا خیرات کر سکنا۔ فاقہ کشی مریدوں کے لئے ریاضت، توبہ کرنے والوں کے لئے تجربہ، زاہدوں کے لئے سیاست اور عارفین کے لئے مغفرت ہے۔ جس میں چار چیزیں ہوں اُس سے شیطان عاجز آجاتا ہے خلوت اور سکوت، بیداری اور بھوک۔ بھوک مثل رعد کے ہے اور قناعت مثل ابر کے اور حکمت مثل مینہ کے۔ جب معدہ پُر ہوتا ہے تو فکر سو رہتا ہے اور حکمت ساکت ہوتی ہے اور اعضا عبادت سے بیٹھ رہتے ہیں۔ جس شخص نے کہ اپنی ہمت لذت بدنی کی طرف مصروف کی اور چوپایوں کی طرح کھانے لگا۔ تو وہ درجہ بہائم میں داخل ہو کر یا تو نرا ایل ناتجربہ کار ہو گا۔ یا حریص مثل سور کے یا غرانے والا مثل کتے بلی کے یا کینہ ور مثل اونٹ کے یا متکبر مثل چیتے کے یا مکار مثل لومڑی کے بن جاوے گا۔ حدیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب مومن ماہ رمضان میں بیدار ہوتا ہے اور پڑا کروٹیں بدلتا ہے اور ذکر خدا میں لگا رہتا ہے تو اُس سے فرشتہ کہتا ہے کہ اُٹھ خدا تجھ پر رحم کرے۔ پس جب وہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اُس کا بچھونا اُس کے لئے دُعا کرتا ہے کہ اے اللہ اس کو جنت کے بلند بچھونے عطا فرما اور جب اپنے کپڑے پہنتا ہے تو وہ اُس کے لئے دعا کرتے ہیں اے اللہ اس کو جنت کے جوڑے عطا فرما

اور جب وہ جوتا پہنتا ہے تو وہ اس کے لئے دعا کرتا ہے اے اللہ اس کے قدم پلصراط پر ثابت رکھیو اور جب برتن لیتا ہے تو وہ اس کے لئے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ اس کو جنت کے آبخورے عطا فرما اور جب وضو کرتا ہے تو پانی اس کے لئے دعا کرتا ہے کہ اللہ اس کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک وصاف کردے اور اگر خدا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے بیت اللہ دعا کرتا ہے اے اللہ اس کی لحد کو منور کردے اور اس پر اس کی قبر کشادہ کردے اور خدا اس کی طرف نظر فرماتا ہے اور فرماتا ہے اے میرے بندے تیری جانب سے دعا ہے اور ہماری جانب سے قبولیت ہے۔ رمضان میں خدا سے سوال کرنے والا نامراد نہیں رہتا اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ روزہ دار کا سونا بھی عبادت ہے اور اُس کی سانسیں تسبیح ہیں اور اُس کی دعا مقبول ہے اور اُس کے گناہ بخشے ہوتے ہیں اور اُسکے عمل دوچند ہوتے ہیں اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو رمضان کا روزہ ایمان یعنی تصدیق اور احتساب یعنی خلوص کے ساتھ رکھتا ہو خدا اس کے سارے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا ایک پہاڑ پر گذر ہوا جو نور سے چمک رہا تھا۔ انہوں نے کہا اے رب میرے لئے اس پہاڑ کو گویا کر دیجئے۔ پس پہاڑ بول اٹھا اے رُوح اللہ آپ کیا چاہتے ہیں انہوں نے کہا اپنی خبر مجھ سے بیان کر اُس نے کہا میرے اندر ایک آدمی ہے۔ عیسیٰؑ نے کہا اے رب اُس کو نکال دیجئے۔ چنانچہ پہاڑ پھٹ گیا اور ایک خوبصورت سے شیخ جی نکل آتے اور کہنے لگے اے عیسیٰ علیہ السلام میں موسیٰؑ کی قوم میں سے ہوں میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک خدا سے زندہ رہنے کی درخواست کی ہے تاکہ میں اُن کا امتی بن جاؤں اور مجھے اس پہاڑ میں چھ سو برس خدا کی عبادت کرتے گزرے ہیں۔ عیسیٰؑ نے کہا اے رب روئے زمین پر کیا اس شخص سے بھی زیادہ کوئی آپ کے نزدیک مکرم ہے۔ ارشاد ہوا اے عیسیٰ جو امت محمدی میں سے ماہ رجب میں ایک روزہ رکھ لیتا ہے وہ میرے نزدیک اِس سے زیادہ مکرم ہے

رجب تخم ریزی کا مہینہ ہے اور شعبان آب پاشی کا اور رمضان فصل کاٹنے کا پس جو شخص رجب میں تخم طاعت نہیں بوتا اور شعبان میں آبِ چشم سے اُسے نہیں سینچتا وہ رمضان میں فصل رحمت کو کیوں کر کاٹ سکتا ہے۔ رجب بدن کو پاک کرتا ہے اور شعبان قلب کو اور رمضان رُوح کو اور رجب سابقین کے لئے ہے اور شعبان مقتصدین کے لئے اور رمضان ظالمین کے لئے اور رجب ذنوب سے استغفار کرنے کے لئے ہے اور شعبان عیوب کے چھپانے کے لئے اور رمضان قلوب کے روشن کرنے کے لئے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ سال ایک درخت کے مانند ہے اور رجب اُس کے پتے نکلنے کا زمانہ ہے اور شعبان اُس کے پھلنے کا اور رمضان پھل توڑنے کا اور بعض نے کہا ہے کہ رجب مغفرت خداوندی کے ساتھ خاص ہے اور شعبان شفاعت کے ساتھ اور رمضان نیکیوں کی تضعیف کے ساتھ اور بعض نے کہا ہے کہ رجب توبہ کا مہینہ ہے اور شعبان محبت کا اور رمضان قربت کا اور ابوبکرؒ وراق نے بیان کیا ہے کہ رجب کی حالت ہوا کی سی ہے اور شعبان کی ابر کی سی اور رمضان کی بارش کی سی اور تمام مہینوں میں نیکیوں کا دس گنا ثواب ہے اور رجب میں ستر گنا اور شعبان میں سات سو گنا اور رمضان میں ہزار گنا۔

بھوک کے فائدے

کچھ ایسے بھی ہیں کہ ایمان کو مال کے بدلے میں دے ڈالتے ہیں اور ہزاروں کے مالک ہو کر گھروں کو وسیع اور قبروں کو تنگ اور مویشی کو موٹا اور دین کو دبلا کرتے ہیں اور صبح و شام حاکم کے دروازے پر جا جا کر اپنی جانوں کو مصیبت لگا کے حاکم حقیقی سے بے خوف ہوتے ہیں کوئی یہ کہتا ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں اور یہ آرزو رکھتا ہوں اور میرے لئے فلاں فلاں چیز لے آؤ اور بائیں ہاتھ پر تکیہ لگا کر پرایا مال چکھتا ہے اور جب نوبت بدہضمی اور ہیضہ کی پہنچتی ہے تو نوکروں سے کہتے ہیں کہ کوئی ایسی چیز لاؤ جس سے کھانا ہضم ہو،

ارے بیوقوف کھانا ہضم کیا چاہتا ہے یا دین کو ہضم کر بیٹھا فقیر اور یتیم اور بیوہ و مسکین کہاں گئے جن کی خبر گیری کا حکم تجھ کو خدا نے دیا تھا۔ بھوک کلیدِ آخرت اور زہد کا پھاٹک ہے اور شکم سیری کلیدِ دنیا اور باب رغبت۔ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک روٹی کا ٹکڑا آپؐ کی خدمت میں لائیں آپؐ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک روٹی پکائی تھی میرا دل چاہا تو یہ ٹکڑا آپؐ کے پاس لے آئی آپؐ نے تناول فرما کر ارشاد کیا کہ یہ اول غذا ہے جو تیرے باپ کے منہ میں تین دن بعد پہنچی ہے اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مدّت العمر اپنے گھر والوں کو تین دن بہم گیہوں کی روٹی پیٹ بھر نہیں دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیٹ بھرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ زندگی میں موجب گرانی اور موت کے بعد باعث بدبُو ہوتا ہے اور شفیق بلخیؒ کا قول ہے کہ عبادت ایک پیشہ ہے۔ جس کی دکان خلوت اور اوزار بھوک ہے۔ حضرت لقمان رحمۃ اللہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جب معدہ پُر ہوتا ہے تو فکر سو رہتا ہے اور اعضا عبادت سے بیٹھ رہتے ہیں اور حکمت بے کار ہو جاتی ہے اور حضرت فضیل بن عیاضؒ اپنے نفس سے کہتے کہ تو کس بات سے ڈرتا ہے کہا بھوک سے ڈر لگتا ہے۔ فرمایا اس سے خوف نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کے باعث خدا کے سامنے ہلکا پھلکا رہتا ہے اور رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحابؓ سب بھُوکے رہتے تھے، اور کہمسؒ فرماتے ہیں کہ الٰہی تُو نے مجھ کو بھوکا رکھا، ننگا رکھا اندھیری راتوں کو بغیر چراغ کے رکھا کیسے کیسے وسیلوں سے مجھ کو اس درجہ پر پہنچایا اور فتح موصلی کو جب مرض اور بھوک زیادہ ہوتی تھی تو کہتے کہ الٰہی تُو نے مجھ کو مرض اور بھُوک میں مبتلا کیا اور تو اپنے دوستوں سے ایسا کیا کرتا ہے تو کون سی بات سے تیری نعمت کا شکر کروں خوشحال وہ ہے جو صبح اور شام کو بھوکا رہے اور پھر خدُا سے راضی رہے اور حضرت فضیلؒ

بن عیاض فرماتے ہیں کہ الٰہی تُو نے مجھ کو اور میرے عیال کو بھوکا رکھا اور اندھیری راتوں میں بے چراغ رکھا یہ باتیں تو اپنے دوستوں سے کیا کرتا ہے مجھ کو یہ بڑا رتبہ کیسے ملے گا اور یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ راغبین کی بھوک تنبیہ کے لئے ہوتی ہے اور تابعین کی امتحان کے لئے اور مجتہدین کی بزرگی کے لئے اور صابرین کی سیاست کے لئے اور زاہدین کی حکمت کے لئے اور توریت میں مذکور ہے کہ اللہ سے ڈرو اور جب پیٹ بھرے تو بھوکے کو یاد کرو اور ابوسلیمانؒ فرماتے ہیں کہ رات کے کھانے میں سے ایک لقمہ کم کھانا مجھ کو بہ نسبت تمام شب کی بیداری کے اچھا معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ بھوک اللہ کے خزانے سے اُسی کو عنایت ہوتی ہے۔ جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ پچیس روز نہ کھاتے اور ایک درہم کے غلہ میں ایک سال گزار دیتے اور بھوک کا بڑا رتبہ جانتے اور اس کے باب میں مبالغہ کرتے اور کہتے کہ قیامت کے روز کسی نیک عمل کا اتنا ثواب نہ ملے گا جتنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی جہت سے فضول طعام کو چھوڑنے سے ملے گا اور یہ بھی فرمایا کہ دانا لوگوں کی کوئی چیز دونوں جہاں کی نافع بھوک سے بڑھ کر نہیں ملی اور فرمایا کہ طالبین آخرت کے حق میں کوئی چیز کھانے سے زیادہ مضر نہیں اور فرمایا کہ حکمت اور علم بھوک میں ہیں اور معصیت اور جہل سیری میں اور فرمایا کہ کوئی عبادت اس سے بڑھ کر نہیں کہ ہوائے نفسانی کے خلاف حلال چیز کو ترک کرے اور جس حدیث میں مذکور ہے کہ پیٹ کی تہائی غذا کے لئے ہے اُس میں آپ نے فرمایا کہ جو اس مقدار پر زیادہ کھائے گا وہ اپنی نیکیاں کھائے گا اور اس درجہ سے بڑھ کر مرتبہ کا حال جو اُن سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس کو فضیلت نہ ہوگی۔ جب تک کہ غذا کا نہ کھانا اس کے نزدیک کھانے کی نسبت محبوب نہ ہو اور اگر ایک رات بھوکا رہے تو خدا تعالےٰ سے دعا مانگے کہ وہ ۲ رات بھوکا رکھے اور جب یہ حال اس کا ہو جاوے گا کہ غذا نہ کھانے کو

محبوب جانے گا اور ایک رات فاقہ سے دو رات فاقہ کی دعا مانگے گا تو البتہ فضیلت اُس کو حاصل ہوگی اور فرمایا کہ لوگ جو ابدال ہوتے ہیں تو شکم کو بھوکا رکھنے اور بیداری اور سکوت اور خلوت سے ہوتے ہیں اور فرمایا کہ آسمان اور زمین میں ہر نیکی کی جڑ بھوک ہے اور ہر بدی کی اصل پیٹ بھر کھانا پھر فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو بھوکا رکھا اس سے وساوس دور ہوتے ہیں اور فرمایا کہ اللہ عزوجل کا متوجہ ہونا بندہ پر بھوک اور مرض اور مصیبت سے ہوتا ہے مگر جس کو خدا چاہے اور فرمایا جان لو یہ وہ زمانہ ہے کہ اس میں نجات اُسی کو ملے گی جو بھوکا اور صبر اور مجاہدہ سے اپنی نفس کشی کرے اور فرمایا جان لو کہ جو آدمی اسی پانی کو خوب پیٹ بھر کر پیئے تو مجھ کو نہیں معلوم ہوتا کہ معصیت سے بچ رہے اگرچہ شکر اللہ تعالےٰ کا ہے پس کھانے سے سیر ہونے میں کیا حال ہوگا اور ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ میں اپنے نفس کو کس چیز سے روکوں اُس نے جواب دیا بھوک اور پیاس کی بیڑی ڈال اور گم نامی اور ترک عزت سے اس کو ذلیل کر اور آخرت والوں کا خاکپا بنا کر اُس کو چھوڑ کر اور بڑھے ہوئے لوگوں کے لباس چھوڑنے سے اس کو توڑ اور اس کی طرف مدام بدظن ہو کر اس کی آفتوں سے بچ اور اس کی خواہشوں کے خلاف کر تا رہ اور عبدالواحدؒ بن زید فرماتے ہیں کہ بخدا محبت الٰہی نہیں ملتی مگر بھوک سے اور اولیا پانی پر نہیں چلتے اور زمین ان کے لئے طے نہیں ہوتی مگر بھوک سے۔ ان کی کفالت نہیں فرماتا۔ ابو طالب مکیؒ فرماتے ہیں کہ پیٹ مثل ستار کے ہے کہ خالی لکڑی میں تار لگے رہتے ہیں۔ مگر اس کی حسن صورت، سُبکی اور دقّت سے ہوتی ہے کہ خوف وارد ہوتا ہے اس میں کچھ بھرا نہیں ہوتا اسی طرح پیٹ کا حال ہے کہ جب خالی رہتا ہے تو تلاوت بھی شیریں معلوم ہوتی ہے اور شب بیداری اور قلت خواب پر بھی مداومت کرتا ہے اور بکر بن عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ تین آدمیوں کو خدا تعالی دوست رکھتا ہے کم خواب، کم خور، کم راحت اور روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو مہینے تک خدا تعالےٰ سے مناجات اور

باتیں کرتے رہے اور کچھ نہ کھایا یکایک جو روٹی کا خیال دل میں آیا تو مناجات جاتی رہی اور دیکھا کہ روٹی سامنے رکھی ہے۔ آپ مناجات کے جاتے رہنے سے بیٹھے رو یا کئے اتنے میں ایک مرد پیر اُن کے پاس آیا آپ نے کہا اے ولی اللہ خدا مجھ کو برکت دے میں ایک حالت میں تھا کہ روٹی کا دھیان آیا اور وہ حالت جاتی رہی تو خدا سے میرے لئے دُعا کیجیے اس نے کہا کہ الٰہی جب سے میں نے تجھے پہچانا ہے اگر روٹی کا دھیان مجھے آیا ہو تو میری مغفرت کیجیو بلکہ جو کچھ بھی دھیان میں گزرا اسی کو بے فکر کھا لیا اور روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب شرف ہمکلامی خدا سے نصیب ہوا تھا تو چلہ بھر کھانا نہیں کھایا تھا۔ ایک شخص نے ابن عباسؓ سے روزوں کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک حدیث جو مجھے معلوم ہے کیا تم سے نہ بیان کروں اس کے بعد فرمایا: اگر تمہیں داؤدؑ کے سے روزے منظور ہیں تو وہ ہر دوسرے دن روزہ رکھتے تھے اور اگر اُن کے صاحبزادے سلیمانؑ کے سے روزے منظور ہوں تو وہ ۳ دن ماہ شروع اور ۳ درمیان ماہ میں اور ۳ دن آخر ماہ میں روزہ رکھتے تھے اور اگر عیسیٰؑ کے روزے منظور ہوں تو وہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے اور کمبل پہنتے تھے اور جہاں کہیں انہیں رات ہو جاتی دونوں قدم جوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور صبح تک نماز پڑھا کرتے اور اُن کی والدہ کے روزے تمہیں منظور ہوں تو وہ دو دن روزہ رکھتیں اور ایک دن افطار کرتی تھیں اور اگر تمہیں ساری مخلوق سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے منظور ہوں تو آپ ایام بیض یعنی ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کو روزہ رکھتے تھے خواہ حضر میں ہوں خواہ سفر میں۔ قیامت میں ایک بندہ لایا جائے گا کہ فرشتے اس کو مار رہے ہوں گے۔ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سہارا ڈھونڈے گا آپؐ دریافت فرمائیں گے کہ اِس کا کیا گناہ ہے وہ کہیں گے کہ اس نے رمضان کو پایا تھا پھر بھی خدا کا نافرمان بنا رہا۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی سفارش کرنا چاہیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا اے محمدؐ اس کا دعویدار تو رمضان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے

جس کا دعویدار رمضان ہو میں اُس سے بری ہوں۔ ایک مجوسی نے اپنے بیٹے کو مسلمانوں کے سامنے رمضان شریف میں کھاتے ہوئے دیکھا تو اُسے مارا اور کہنے لگا کہ تُو نے رمضان میں حرمت مسلمین کو کیوں نہ باقی رکھا پھر اُسی ہفتہ میں اُس کا انتقال ہو گیا شہر کے کسی عالم نے اُس کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ہے۔ اُس سے پوچھا کہ کیا تو مجوسی نہ تھا اُس نے کہا کہ کیوں نہیں لیکن جب میری موت آپہونچی تو خدا نے ماہِ رمضان کے احترام کرنے کی وجہ سے مجھے مشرف باسلام کر دیا۔

روزہ داروں کے لیے بشارت

حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔ پس جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہؔ ہے (جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے درختوں کے پتوں اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں۔ جس سے ایسی دلآویز سُریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اُس سے اچھی آواز کبھی نہیں سُنی۔ پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑی ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تاکہ حق تعالیٰ اس کو ہم سے جوڑ دیں پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ کیسی رات ہے وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے۔ جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے (آج) کھول دیئے گئے۔ حضُور نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رضوانؑ سے فرما دیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دے اور مالکؑ (جہنم کا داروغہ) سے فرما دیتے ہیں کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کر

دے اور جبرئیلؑ کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالےٰ شانہ' رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں۔ کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ کون ہے جو غنی کو قرض دے۔ ایسا غنی جو نادار نہیں۔ ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ شانہ' رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہیں۔ اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے۔ ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالےٰ شانہ' حضرت جبرئیل کو حکم فرماتے ہیں۔ وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے۔ جس کو کعبہ کے اُوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ صلوٰۃ والسلام کے سو بازو ہیں۔ جن میں سے دو بازو کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں۔ پھر حضرت جبرئیل فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں۔ اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں۔ صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔ جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیلؑ آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت اب کُوچ کرو اور چلو۔ فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں

میں کیا معاملہ فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف کر دیا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ چار شخص کون ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو۔ دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔ تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔ پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں۔ راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے۔ پکارتے ہیں کہ اے محمدؐ کی امت اس کریم رب کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے۔ تو حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے مانگو۔ میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو

چھپاتا رہوں گا، میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم میں تمہیں مجرموں اور کافروں کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے۔ خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔ چند امور قابلِ غور ہیں۔ جن میں سب سے اوّل اور اہم تو یہ ہے کہ بہت سے محروم رمضان کی مغفرت عامہ سے مستثنیٰ تھے جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا ہے اور وہ اس مغفرت عامہ سے بھی مستثنیٰ کر دیئے گئے۔ جن میں سے آپس میں لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر کے اپنے لئے کون ساٹھکانا ڈھونڈ رکھا ہے۔ افسوس تم پر بھی اور تمہاری اس عزت پر بھی جس کے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعائیں برداشت کر رہے ہو۔ جبرئیلؑ کی بد دعائیں اٹھا رہے ہو۔ اور اللہ کی رحمت و مغفرت عامہ سے بھی نکالے جا رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں آج تم نے اپنے مقابل کو زک دے ہی دی اپنی مونچھ اونچی کر ہی لی۔ وہ کتنے دن تمہارے ساتھ رہ سکتی ہے۔ جبکہ اللہ کا پیارا رسول تمہارے اوپر لعنت کر رہا ہے۔ اللہ کا مقرب فرشتہ تمہاری ہلاکت کی بد دعا کر رہا ہے۔ اللہ جل شانہ تمہیں اپنی مغفرت و رحمت سے نکال رہا ہے۔ اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو۔ صبح کا بھٹکا شام کو گھر آ جائے تو کچھ نہیں بگڑتا آج وقت ہے اور تلافی ممکن ہے اور کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جانا ہے جہاں نہ عزت و وجاہت کی پوچھ نہ مال و متاع کار آمد۔ وہاں صرف تمہارے اعمال کی پوچھ ہے اور ہر حرکت لکھی لکھائی سامنے ہے۔ حق تعالےٰ شانہ اپنے حقوق میں درگزر فرماتے ہیں، مگر بندوں کے آپس کے حقوق میں بغیر بدلہ دیئے

نہیں چھوڑتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مفلس میری اُمت میں وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال کے ساتھ آوے اور نماز روزہ صدقہ سب ہی کچھ لاوے۔ لیکن کسی کو گالی دے رکھی ہے۔ کسی کو تہمت لگادی تھی۔ کسی کو مار پیٹ کی تھی۔ پس یہ دعویدار آویں گے اور اس کے نیک اعمال میں سے ان حرکتوں کا بدلہ وصول کرلیں گے اور جب اس کے پاس نیک اعمال ختم ہو جائیں گے تو اپنی برائیاں ان حرکتوں کے بدلہ میں اس پر ڈالتے رہیں گے اور پھر اس انبار کی بدولت وہ جہنم رسید ہو جائے گا اور اپنی کثرتِ اعمال کے باوجود جو حسرت و یاس کا عالم ہوگا۔ وہ محتاج بیان نہیں۔

وہ مایوس تمنا کیوں نہ سُوئے آسماں دیکھے
کہ جو منزل بمنزل اپنی محنت رائیگاں دیکھے

ماہِ رمضان کی برکتیں

اے لوگو! خدا تم پر رحمت کا دروازہ کھولے یہ اس مبارک مہینے کی رات ہے" جو ہم سے رخصت ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اسے بلند قدر والا مہینہ اس لئے بنایا ہے کہ اس دن روزوں کے لئے اور رات قیام کے واسطے ہے۔ تلاوتِ قرآن کے باعث خدا تم پر اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہے اور اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہے رات کو خدا نے سارے سال کے لئے چراغ بنایا ہے۔ تمام انتظام اسلام اور اس کے بڑے بڑے قواعد کا ذریعہ ہے، چونکہ دن روزہ کے لئے اور رات قیام کے لئے ہے۔ اس لئے خدا نے اس رات کو فضیلت بخشی ہے قرآن کریم اسی رات میں نازل ہوا۔ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہونے کے لئے اسی رات دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اس رات ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ تمام نیکیاں اسی رات جمع کی جاتی ہیں۔ ہر نقصان دور کیا جاتا ہے۔ اس رات ہر عمل آسمان کی طرف

لے جایا جاتا ہے۔ جو اس رات کی قدر و منزلت جانتا ہے، وہی کامیاب ہوتا ہے اور جو اسے ترک کرے وہ رحمت اور برکت سے دور ہو جاتا ہے زیاں کار اور دغاباز ہوتا ہے۔ خدا نے یہ مبارک مہینہ اس لئے بنایا ہے کہ تمہارے گناہوں سے اس ماہ کی برکت کے باعث تمہیں پاک کر دے، تمہاری برائیوں کا کفارہ ادا ہو جائے۔ اس ماہ میں عبادت اور پرہیزگاری کرنے والا نور سے فائدہ حاصل کرتا ہے جو اس کے شرائط پورے کرتا ہے اور اس کے حقوق کو نگاہ میں رکھتا ہے۔ وہ ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ اس ماہ میں فسادی اور فتنہ پرور لوگ بھی پارسا بن جاتے ہیں۔ اہلِ ریاضت و مشقت اس ماہ میں بلند مرتبہ حاصل کرتے ہیں، کیونکہ اس ماہ میں ویران دل آباد ہو جاتے ہیں، سب گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے مسجدوں میں بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں، مالک غلاموں کو آزاد کرتے ہیں۔ اس مہینہ میں مسجدیں خوب آباد ہوتی ہیں، قندیلوں کی روشنی سے مسجدیں منور ہوتی ہیں۔ تلاوتِ قرآن سے دلوں کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، روزہ داروں کی توبہ اور استغفار کے باعث فرشتے مسجدوں کے نور کو اور زیادہ کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ایسا مہربان ہے" کہ افطار کے وقت چھ لاکھ گردنوں کو دوزخ سے رہائی بخشتا ہے۔ اس رات میں خدا کی برکت نازل ہوتی ہے۔ بزرگی حاصل کرنے کے لئے صدقے دیئے جاتے ہیں۔ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ اپنے بندوں کی تمام لغزشیں معاف کر دیتا ہے۔ تمام آسیب دُور ہو جاتے ہیں، درجے بلند کئے جاتے ہیں۔ خوفِ الٰہی سے جو لوگ اس ماہ میں روتے ہیں، خدا ان کے آنسوؤں پر رحم کرتا ہے۔ نیک بخت اور خوبصورت حوریں انہیں آواز دے کر بلاتی ہیں کہ اے روزہ دار شب بیدار مرد و اور عورتو! تم سب کو خوشخبری ہو کہ خدا نے تمہارے لئے بھلائیاں تیار کر رکھی ہیں۔ تم پر اس قدر رحمتیں نازل کی ہیں کہ تم اُن میں چھپ گئے ہو۔ زمین اور آسمان کے لوگ تم پر خوش ہیں۔

نصیحت وعبرت

یاد رکھو! ماہ رمضان ہی صفائی (باطنی صفائی مراد ہے) کا مہینہ ہے۔ اہل وفا کا مہینہ ہے۔ ان کا مہینہ ہے۔ جو اللہ کا ذکر کرنے والے، صبر کرنے والے اور سچے ہیں۔ اگر یہ مہینہ تیرے دل کی درستی نہ کرے گا، گناہوں سے نہ بچائے گا۔ اہل بدعت اور گنہگاروں سے محفوظ نہ رکھے گا تو پھر اور کون سی چیز تجھے ان باتوں سے بچائے گی۔ اس سے بہتر شے کون سی ہے۔ جو تجھ پر اثر کرے گی ایسی صورت میں تجھ سے کسی نیکی کی توقع نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی تجھ سے کوئی بدبختی دُور رہتی نظر آتی ہے۔ تیری نجات کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ اے مسکین اور غریب بھائیو! خواب غفلت سے جاگو، آنکھیں کھولو، سر اٹھاؤ۔ جو نعمت اور عظمت تم تک پہنچ گئی ہے اس میں غور و فکر کرو، جو مہینے باقی رہ گئے ہیں ان میں توبہ استغفار کرو۔ اللہ تعالے سے جو بڑا کارساز ہے آمرزش چاہو، اس کی اطاعت کرو۔ عین ممکن ہے، تم بھی اللہ تعالے کی مہربانی اور رحمت پانے والوں میں شامل ہو سکو۔ ماہ رمضان کو جو تمہارا اچھا دوست ہے، اسے آنسو بہاتے ہوئے رخصت کرو، اپنے نفس کی برائیوں پر دل سے جاں سوز نالے نکالو، اونچی آواز سے روؤ۔ کیوں کہ اس بارے میں شبہ ہے کہ آئندہ سال رمضان نصیب ہوگا یا نہیں۔ بہت سے روزے رکھنے والے ایسے ہیں کہ وہ پھر اس مہینے کو کبھی نہ دیکھیں گے۔ بہت سے قیام کرنے والے ایسے ہیں۔ جنہیں دوبارہ قیام کا موقع نہ ملے گا۔ عمل کرنے والوں کو عمل کا بدلہ بعد میں ملتا ہے۔ لہذا کیا ہی بہتر ہو اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کی بارگاہ میں ہمارے روزے اور ہماری عبادت قبول ہو گئی یا اسے الٹا ہمارے منہ پر مار دیا گیا ہے۔ یعنی اسے مردود قرار دیا گیا ہے۔ کاش، ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ فلاں خوش نصیب کے عمل قبول ہو گئے اور فلاں کے مردود ہو گئے تاکہ ہم ایک کو مبارک باد دے سکتے اور دوسرے کی تعزیت کر سکتے اور اس جیسے کام کرنے سے پرہیز کرتے۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کا روزہ محض بھوک اور پیاس کے سوا اور کچھ نہیں اور بہت سے قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ ان کا قیام محض جاگنا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ یعنی انہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اے ماہ رمضان! تجھ پر سلام ہو۔ اے ماہ قیام! تجھ پر سلام ہو۔ اے ماہ ایمان! تجھ پر سلام ہو۔ اے ماہ قرآن! تجھ پر سلام ہو۔ اے ماہ انوار! تجھ پر سلام ہو۔ اے مغفرت اور آمرزش کے مہینے! تجھ پر سلام ہو۔ اے وہ مہینے جس میں بہشت کے درجے حاصل ہوتے ہیں اور دوزخ کے غاروں سے نجات ملتی ہے! تجھ پر سلام ہو۔ اے توبہ کرنے والوں کے مہینے! تجھ پر سلام ہو۔ اے عارفوں اور مجتہدوں کے مہینے! تجھ پر سلام ہو۔ اے امان کے مہینے! تجھ پر سلام ہو، کیوں کہ تو گنہگاروں کو گناہوں سے روکتا ہے، عابدوں اور پرہیزگاروں کا مونس و غمخوار ہے۔ روشن قندیلوں اور روشن چراغوں پر سلام ہو۔ بیدار آنکھوں اور بہنے والے آنسوؤں پر سلام ہو۔ تیرے محرابوں پر سلام ہو۔ آنسوؤں کے قطروں اور سوختہ دلوں کی آتشیں آہ پر سلام ہو۔ اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما! جن کی نمازیں اور جن کے روزے تُو نے قبول کر لئے، جن کی برائیوں کو تو نے نیکیوں سے بدل دیا ہے اور اپنی رحمت کاملہ سے انہیں بہشت میں داخل کیا" اور ان کے درجے بڑھاتے۔ آمین یا ارحم الراحمین!

اللہ پاک کے ذکر کے بارے میں

عارف کا زمانہ موسم بہار کی طرح ہوتا ہے جس طرح بہار میں گرج چمک سے پانی برسنے کے بعد خنک ہوائیں چلتی ہیں۔ رنگ برنگے پھول کھلتے ہیں اور پھولوں پر بلبلیں نغمہ سنج ہوتی ہیں اسی طرح عارف بھی ابر کی مانند روتا ہے، برق کی طرح مسکراتا ہے۔ بادل کی طرح اللہ اللہ کے نعرے مارتا ہے، ہوا کی مانند آہیں بھرتا ہے اور سر کو جنبش دے دے کر اپنی مرادوں کے پھول کھلاتا ہے اور پھولوں کو دیکھ کر بلبلوں کی طرح خدا کی یاد میں نغمہ سنجی کرتا ہے۔ اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو۔ اے دوست اوّل خدا کو اپنے دل سے اور پھر اپنے جسم سے یاد کیا کر۔ اُسے دل سے ہزار مرتبہ یاد کر اور زبان سے ایک مرتبہ۔ آفت آتے وقت صبر سے دنیا آتے وقت ترک سے۔ آخرت آتے وقت قبول کر لینے سے حق کے آتے وقت توحید سے اور غیر کے آتے وقت اعراض سے خدا کو یاد کیا کر۔ اللہ کا دوست عطاء منع اور ضرر و نفع کو بجز خدا کے اور کسی کی طرف سے نہیں جانتا۔ اسے نہ زندگی کی خوشی نہ موت کا غم۔ خدا کی نارضامندی، اُس کی موت اور رضا اس کی حیات ہے۔ جلوت میں اُسے وحشت ہوتی ہے اور خلوت میں اُنس۔ خدا کا ذکر اس کی غذا ہے اور شرابِ اُنس اس کا پانی۔ اس لئے دنیا و مافیہا کی حرص کے باعث بخیل نہیں ہوتا۔ بہتر ہے وہ شخص جس کا سکوت فکر ہو، کلام اللہ کا ذکر ہو اور چلنا درمیانی ہو۔ فضول باتیں کرنے والا یا تو خطا کرے گا یا اس میں مبالغہ کریگا۔ پہلی صورت میں لوگ اس سے جھگڑیں گے اور دوسری صورت میں گناہ گار ہو گا۔ یا اللہ اُس دور کے شر سے محفوظ فرما جبکہ چھوٹے سرکشی کریں اور بوڑھے حرص و ہوا

میں مبتلا ہوں اور لوگوں کی عمریں کم ہوں اور وہ اپنے عزیز بھائیوں کو گناہ کرتے دیکھیں اور اُن کو منع نہ کریں۔ زندگی ہے تو علم میں، راحت ہے تو معرفت میں اور شوق ہے تو محبّت میں اور ذوق ہے تو ذکر میں۔ جس شخص نے خدا کے واسطے تواضع کی اس کو اللہ اونچا کرتا ہے اور جس نے تکبّر کیا اس کو پست کرتا ہے اور جس نے میانہ روی کی اس کو غنی کرتا ہے اور جس نے بیجا صرف کیا اس کو فقیر کرتا ہے اور جس نے خدا کا ذکر بہت کیا اس کو اللہ دوست رکھتا ہے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ آخرت کو دنیا پر، باطن کو ظاہر پر، حق کو باطل پر، باقی کو فانی پر مقدم رکھو۔ باقی رہنے والا اللہ پاک کا ذکر ہے۔ اہلِ تقویٰ عمل کی جانب، ابدالین آیات کی جانب، طالبین حق احسان کی جانب اور عارفین ذکر کی جانب راغب کراتے ہیں۔ ذکر کی کئی قسمیں ہیں۔ اوّل حصولِ معرفت کے لئے آیاتِ قرآنی میں فکر کرنا دوم حصولِ محبّت کے لئے نفس پر خدا کے احسانات کے متعلق فکر کرنا، سوم حصولِ ہیبت کے لئے خدا کے سواعید پر فکر کرنا، چہارم حصولِ حیا کی خاطر خدا کے انعامات پر غور کرنا۔ یاد رہے کہ مقاماتِ دین میں سے مقامِ اوّل یقین و معرفت کا ہے اور پھر:۔ معرفت سے خوف پیدا ہوتا ہے۔ خوف سے زہد، صبر اور توبہ کا ظہور ہوتا ہے اور زہد و توبہ سے صدق و اخلاص پیدا ہوتا ہے اور صدق و اخلاص سے دوامی ذکر و فکر کی نعمت حاصل ہوتی ہے اور ذکر و فکر کی بدولت اُنس و محبّت کا مقام حاصل ہوتا ہے اور یہی انتہائی اور بلند ترین مقام ہے کیونکہ رضا، خودسپردگی اور شوق خود محبّت ہی کے تابع ہوتے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے تم مجھے محبّت اور شوق سے یاد کرو میں تمہیں اپنے وصل اور قرب سے یاد کروں گا۔ بعض بیان کرتے ہیں کہ تم مجھے تعریف اور بزرگی سے یاد کرو میں تمہیں عطا اور جزا سے یاد کروں گا۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے تم مجھے توبہ سے یاد کرو میں تمہیں

بخشش گناہ سے یاد کروں گا۔ اگر تم دُعا سے یاد کروگے تو میں تمہیں عطا کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے سوال سے یاد کروگے تو میں اپنے کرم سے یاد کروں گا۔ اگر تم میری یاد سے غافل نہ ہوگے تو میں بھی تمہاری یاد سے غفلت نہ کروں گا۔ اگر تم مجھے شرمندگی سے یاد کروگے تو میں تمہیں فائدہ اور نفع رسانی سے یاد کروں گا۔ تم مجھے گناہوں کے ترک سے یاد کروگے تو میں تمہیں عظمت اور بزرگی سے یاد کروں گا۔ تم محبّت سے یاد کروگے تو میں نجات سے یاد کروں گا۔ تم دل سے میری یاد کروگے تو میں تمہاری سختیاں دُور کردوں گا۔ تم مجھے نہ بھولوگے اور یاد کروگے تو میں تمہیں ایمان والوں کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم عذر خواہی سے یاد کروگے تو میں تمہیں گناہوں سے آزادی بخشوں گا۔ اگر تم ایمان سے یاد کروگے تو میں تمہیں بہشت عطا کروں گا۔ اگر تم دین داری سے یاد کروگے تو میں بخشش کے ساتھ یاد کروں گا۔ اگر تم دل سے یاد کروگے تو میں تمہارے لئے پردے اُٹھادوں گا۔ تم مجھے خالی ذکر سے یاد کروگے تو میں باقی ذکر سے یاد کروں گا۔ اگر تم عاجزی سے یاد کروگے تو میں بزرگی سے یاد کروں گا۔ اگر تم انکساری سے یاد کروگے تو میں تمہارے گناہ بخش دوں گا۔ اگر تم مجھے قرار سے یاد کروگے تو میں تمہارے گناہوں میں کمی کردوں گا۔ اگر تم باطن کی صفائی سے یاد کروگے تو میں تمہیں خالص نیکی سے یاد کروں گا۔ اگر تم صدق سے یاد کروگے تو میں نرمی سے یاد کروں گا۔ تم مجھے برگزیدگی سے یاد کروگے تو میں تمہیں بزرگی عطا کروں گا۔ تم مجھے تکبیر سے یاد کروگے تو میں تمہیں دوزخ سے نجات دوں گا۔ تم میری خاطر جور وجفا چھوڑدوگے تو میں تمہاری نگہبانی کروں گا اور وفادار جانوں گا۔ اگر تم گناہوں کو ترک کروگے تو میں تمہیں اپنی عطاؤں سے یاد کروں گا۔ تم میری خدمت میں کوشش کروگے تو میں تم پر اپنی نعمت پوری کروں گا۔ جہاں بھی تم مجھے یاد کروگے اُسی جگہ میں بھی تمہیں یاد کروں گا۔

اُذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ ــــ تم مجھے یاد کرو گے میں بھی تمہیں یاد کروں گا۔

"بلاشک و شبہ اللہ تعالےٰ ہی کا ذکر بلند ہے"۔ اس آیت کے معنی میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی خدا کی نعمت کو یاد کرتا ہے اور اس کی نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کے لئے نعمت کو زیادہ کرتا ہے اور جو کفرانِ نعمت کرتا ہے خدا اُسے عذاب دیتا ہے۔

سدی کا بیان

سدی نے اس آیت کے یہ معنی بیان کئے ہیں۔ کوئی ایسا بندہ نہیں جو خدا کو یاد کرے تو اللہ اسے اپنی رحمت سے یاد نہ کرے۔ جو اسے کفر سے یاد کرتا ہے خدا اسے اپنے عذاب سے یاد کرتا ہے۔ سفیان بن عیینہ رضؓ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کو ایسی چیزیں عطا کرتا ہے کہ اگر وہ چیزیں جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کو عطا ہو جائیں تو انہیں ان کا بڑا اجر ملے میں نے اپنے بندوں کو فرمایا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرتا ہوں۔ حضرت موسےٰ سے اللہ تعالےٰ نے فرمایا، اے موسےٰ! ظالموں سے کہہ دو کہ مجھے یاد کریں کیونکہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں۔ ظالموں کے لئے میری یاد یہ ہے کہ میں ان پر لعنت بھیجتا ہوں۔ ابو عثمان مہدی کہتے ہیں جب میرا اللہ مجھے یاد فرماتا ہے اس وقت مجھے علم ہو جاتا ہے۔ آپ سے پُوچھا گیا وہ کیسے؟ فرمایا اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے، تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، چنانچہ جب میں اللہ کو یاد کرتا ہوں وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ داؤدؑ پر اللہ تعالےٰ نے وحی نازل فرمائی کہ تم میرا ذکر کرتے ہو لہٰذا تم اس ذکر سے خوش و خرم رہو اور میری نعمت کا شکر کرو۔ نوریؒ فرماتے ہیں کہ ہر جاندار کے لئے تکلیف پیدا کی گئی ہے، مگر عابد کی تکلیف یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اس سے علیحدہ کر دیا جائے۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ جب کسی کے دل میں اللہ کا ذکر اپنی جڑ پکڑ لے، اس کے پاس شیطان آجائے تو شیطان مرگی والے مریض

کی طرح ہو جاتا ہے اور وہ اس طرح پریشان ہو جاتا ہے جس طرح شیطان کے غلبہ پا لینے سے آدمی کی حالت ہو جاتی ہے، وہ حواس باختہ ہو جاتا ہے۔ شیطان کو حواس باختہ دیکھ کر اس کے دوسرے ساتھی اسے کہتے ہیں کہ اسے کوئی بیماری لاحق ہو گئی ہے، ممکن ہے یہ کسی انسان سے چھو گیا ہو۔ سہل بن عبد اللہ کہتے ہیں سب سے بدتر گناہ اللہ تعالےٰ کو بھول جانا ہے، اس سے بڑا گناہ کوئی نہیں۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے برأت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے۔ یا اللہ رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ اور دن اچھا معلوم نہیں ہوتا مگر تیری عبادت کے ساتھ اور دُنیا اچھی معلوم نہیں ہوتی مگر تیرے ذکر کے ساتھ اور آخرت بھلی نہیں مگر تیری معافی کے ساتھ اور جنت میں لطف نہیں مگر تیرے دیدار کے ساتھ۔ اللہ جل شانہ، کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو۔ رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری میں بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بہترین افراد وہ ہیں جو مجمع میں اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت سے خوش رہتے ہوں اور تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے روتے ہوں۔ ان کے بدن زمین پر رہتے ہوں اور ان کے دل آسمان کی طرف لگے رہتے ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ناجائز امور سے بچنا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ شانہ، کے ذکر سے تیری زبان تر و تازہ رہے۔ کسی نے پوچھا کہ بہترین ساتھی کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ شخص ہے کہ اگر تو نیک کام سے غفلت کرے تو وہ تجھے متنبہ کر دے اور اگر تجھے خود یاد ہو تو اس میں تیری اعانت کرے۔ کسی نے پوچھا کہ بُرا ساتھی کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا وہ شخص ہے کہ اگر تجھے

نیک کام سے غفلت ہو تو وہ متنبہ نہ کرے اور تو خود کرنا چاہے تو اس میں تیری اعانت نہ کرے۔ کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضورؐ نے فرمایا جو شخص سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ شانہٗ سے ڈرنے والا ہو۔ کسی نے پوچھا کہ ہم کن لوگوں کے پاس زیادہ تر اپنی نشست رکھیں؟ حضورؐ نے فرمایا جن کی صورت سے اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آخرت میں زیادہ بے فکر وہ شخص ہوگا جو دُنیا میں فکرمند رہا ہو اور آخرت میں زیادہ ہنسنے والا وہ ہوگا جو دُنیا میں زیادہ رونے والا ہو۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اُٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔ حضرت ابوہریرۃؓ اور حضرت ابوسعیدؓ دونوں حضرات اس کی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، ارشاد فرماتے تھے جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) فرماتے ہیں۔ حضرت ابوذرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں نور کا سبب بنے گا۔ اکثر اوقات چپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام نہ ہو۔ یہ بات شیطان کو دُور کرتی ہے اور دین کے کاموں میں مددگار ہوتی ہے۔ زیادہ ہنسی سے بھی بچیا رہ کہ اس سے دل مر جاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ

میری امت کی فقیری یہی ہے۔ مسکینوں سے محبت رکھنا ان کے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگرچہ تجھ سے تعلقات توڑ دیں حق بات کہنے میں تردد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا تجھے خود بینی دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اس میں دوسرے پر غصہ نہ کرنا۔ اے ابوذرؓ حسن تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیز گاری ہے اور خوش خلقی کے برابر کوئی شرافت نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شبِ معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی، لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے (درخت) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہیں (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگالے)، ایک حدیث میں اس کے بعد لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھے گا ایک درخت جنت میں لگایا جاوے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے حضرت ابوہریرہؓ کو دیکھا کہ ایک پودا لگا رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کیا کر رہے ہو انہوں نے عرض کیا درخت لگا رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا میں بتاؤں بہترین پودے جو لگائے جاویں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہر کلمہ سے ایک درخت

جنّت میں لگتا ہے۔ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیّت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیّت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں۔ جن دو کاموں کے کرنے کی وصیّت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ اُن سے خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے۔ ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی (اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے۔ ان دو میں سے ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمین ایک حلقہ ہو جائیں تو بھی یہ پاک کلمہ ان کو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ رہے اور اگر تمام آسمان اور زمین کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی وہی پلڑا جھک جائے گا اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کا پڑھنا ہے کہ یہ کلمہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ساری مخلوق کو روزی دی جاتی ہے۔ کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبّر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہو جاتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہو جاتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے۔ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کے لئے چراغ ہیں۔ دنیا کی محبّت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہ (رحمۃ اللہ علیہا) مشہور ولیہ ہیں۔ رات بھر نماز میں مشغول رہتیں، صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سو رہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح

ہو جاتا تو گھبرا کر اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہے گا عنقریب قبر کا زمانہ آنے والا ہے جس میں صُور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیت فرمائی کہ یہ ادنیٰ گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں، اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا۔ چنانچہ حسبِ وصیت تجہیز و تکفین کر دی گئی۔ بعد میں اُس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں۔ اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا۔ فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

کلمہ کی برکت

حکایت۔ روضۃ العلماء میں مذکور ہے کہ ایک نصرانی حسن بصریؒ کی مجلس میں آیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ تین روز تک وہ نہیں آیا۔ آپ نے اس کا حال پوچھا، لوگوں نے کہا کہ وہ نزع میں ہے۔ آپ اس کے پاس گئے اور اُس سے پوچھا کہ کیسے ہو اس نے کہا کہ موت عاجل سے مجھے چارا نہیں اور قبر وحشت ناک مقام ہے اور کوئی میرا ہمدم نہیں اور آگ دہک رہی ہے اور میری جلد کو اس کی تاب نہیں اور جنت قریب آ لگی ہے لیکن میری رسائی نہیں اور پل صراط اس سرے سے اس سرے تک ہے اور مجھ میں اس پر سے گزرنے کی طاقت نہیں اور ترازو کھڑی ہے اور میری کوئی نیکی نہیں اور پروردگار بڑا بخشنے والا ہے۔ لیکن میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔ حسنؒ نے اس سے کہا کہ تیرا وقت تو آ پہنچا اُس نے کہا کہ ذرا کنجی تو آ جائے۔ حسنؒ اس سے رُوگرداں ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نے کہا کیا آپ مجھ سے منہ پھیرے لیتے ہیں حالانکہ وہ میرے سامنے ہے۔ لیجئے کنجی آ پہنچی اور میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی شہادت دیتا ہوں پھر اُسی

رات اُس کا انتقال ہو گیا۔ حسنؒ نے اُس کو خواب میں دیکھا اور اُس کا حال دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ خدا نے مجھے جنت کے اعلیٰ طبقوں میں جگہ دی ہے۔ اور طاؤسؒ سے مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رُوح اللہ زمین کے پردے پر آج کوئی تمہارے برابر ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں جس شخص کی گفتگو ذکر ہو اور سکوت فکر اور نظر عبرت، تو وہ میرے ہی مثل ہے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ جس کے کلام میں حکمت نہ ہو وہ لغو ہے اور جس کا سکوت فکر نہ ہو وہ سہو ہے اور جس کی نظر عبرت کے لئے نہ ہو وہ لہو ہے۔ ایک عورت کا قول ہے جو جنگل میں مکہ معظمہ کے قریب رہا کرتی تھی کہ اگر متقیوں کے دل اپنی فکر سے وہ آخرت کی چیز دیکھ پا دیں جو ان کے لئے حجت غیب میں جمع ہے تو دُنیا میں نہ ان کا عیش کبھی صاف ہو نہ آنکھ کو دُنیا میں خنکی اور قرار ہو اور لقمانؒ اکیلے بہت بیٹھا کرتے۔ ان کا آقا اُن کے پاس آتا اور کہتا کہ لقمان تم ہمیشہ تنہا ہی بیٹھتے ہو اگر لوگوں کے پاس بیٹھو تو دل بھی لگے وہ جواب دیتے کہ زیادہ تنہا رہنے سے فکر خوب ہوتی ہے اور بہت فکر جنت کی راہبر ہے۔ وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ جس آدمی کی فکر زیادہ ہوتی ہے وہ جان جاتا ہے، اور جو جانتا ہے وہ عمل کرتا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی نعمتوں میں فکر کرنا بہترین عبادت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے ایک روز سہل بن علی کو خاموش اور متفکر دیکھ کر پوچھا کہ کہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ پُل صراط پر۔ حضرت بشرؒ فرماتے ہیں کہ اگر آدمی اللہ تعالیٰ کی عظمت میں فکر کیا کریں تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔ حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ دو رکعتیں متوسط تفکر کے ساتھ تمام رات کی نماز گذاری سے بہتر ہیں جس میں دل حاضر نہ ہو۔ ابو شریح چلے جاتے تھے راستے میں بیٹھ گئے اور اپنی چادر مُنہ پر لے کر

رونے لگے۔ لوگوں نے ان سے سبب رونے کا پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی عمر کے چلے جانے اور عمل کے کم ہونے اور موت کے قریب آجانے کی مجھے فکر ہوئی تھی۔ ابو سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ اپنی آنکھوں کو رونے کا عادی کرو اور دلوں کو فکر کا اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ دُنیا کے باب میں فکر کرنا آخرت کے لئے آڑ ہے۔ اور اہلِ ولایت کے حق میں عذاب اور آخرت میں فکر کرنا مورث حکمت ہے اور دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ حاتمؒ کہتے ہیں کہ عبرت سے علم زیادہ ہوتا ہے اور ذکر سے محبّت اور تفکر سے خوف اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خیر کی فکر کرنا اس کے عمل میں لانے کا مقتضی ہوتا ہے اور شر پر ندامت کرنی اس کے ترک کی مقتضی ہے اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کتابِ آسمانی میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں ہر ایک حکیم کے کلام کو قبول نہیں کرتا ہوں بلکہ اس کے قصد اور خواہش کو دیکھتا ہوں۔ جب یہ دونوں میرے واسطے ہوتے ہیں تو میں اس کے سکوت کو تفکر کر دیتا ہوں اور اس کے کلام کو حمد، اگرچہ وہ نہ بولے۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ اہلِ عقل ہمیشہ ذکر سے فکر کے عادی ہوا کرتے ہیں اور فکر سے ذکر کے، یہاں تک کہ ان کے دل گویا ہو جاتے ہیں اور حکمت بولنے لگتے ہیں۔ اسحاق بن خلفؒ فرماتے ہیں کہ داؤد طائیؒ چاندنی رات میں ایک چھت پر بیٹھے کہ آسمان و زمین کے ملکوت میں فکر کرنے لگے اور آسمان کی طرف کو دیکھ کر روتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ہمسایہ کے گھر میں گر پڑے۔ مالک مکان اپنے بستر سے کودا اور ننگے بدن تلوار ہاتھ میں لے کر ان کو چور خیال کر کے دوڑا۔ جب دیکھا کہ داؤد ہیں تو تلوار رکھ دی اور پوچھا کہ آپ کو چھت پر سے کس نے گرا دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ سب سے اعلیٰ اور اشرف مجلس یہ ہے کہ توحید کے میدان میں فکر کے ساتھ بیٹھ کر معرفت کی ہوا کھائے اور جام محبت اتحاد

کے دریا سے پیوے اور اللہ جل شانہٗ پر حسنِ ظن کے ساتھ نظر کرے۔ پھر فرمایا کہ ان مجالس کا کیا کہنا ہے بہت ہی عمدہ ہیں اور اس پینے کی چیز کا کیا کہنا ہے نہایت لذیذ ہے۔ خوش حال وہ ہے جس کو خدائے تعالیٰ نے یہ بات میسّر کی ہو۔ اور حضرت شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کلام پر مدد کو سکوت سے اور استنباط پر فکر سے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کاموں میں نظر کا درست ہونا مغالطہ سے نجات دیتا ہے اور رائے میں پختگی کا ہونا قصور اور ندامت سے بچاتا ہے اور تامل اور تفکر سے آدمی کی احتیاط اور دانائی ظاہر ہوتی ہے اور حکما سے مشورہ کرنا نفس میں استقلال اور بصیرت میں قوّت پیدا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عزم سے پہلے فکر کر لینا چاہیئے اور اچانک کام کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیئے اور شروع کار سے پہلے مشورہ کرنا چاہیئے اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ فضیلتیں چار ہیں۔ اوّل حکمت ہے اس کا مادہ فکر ہے۔ دوم عفّت ہے اس کا اعتدال شہوت میں ہے تیسری قوّت اس کا اعتدال غصّے میں ہے۔ چوتھی عدل اس کی راستی قوائے نفس کے اعتدال میں ہے۔ یہ ہیں علماء کے اقوال فکر کے باب میں۔ صفتِ الٰہی سے عبرت حاصل نہ کرنے والی آنکھ کا اندھا ہی ہونا بہتر ہے اور جو زبان خدا کے ذکر سے عاری ہو اُس کا گنگ ہونا بہتر ہے اور جو کان حق کی بات سننے سے قاصر ہو اس کا بہرہ ہونا اچھا ہے اور جو جسم عبادت سے محروم ہو اس کا مُردہ ہو جانا افضل ہے۔ اہلِ اللہ کے دل اس کے ارادے کے رستے علم کے خزانے، اسرار کے سینے ہیں۔ قضا و قدر کے جنگل ہیں، تقدیر کے مخزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دلوں کو خاص کر عرش کے طواف ہی کے لئے پیدا کیا ہے، اور دل کی تین قسمیں ہیں۔ ایک دل تو وہ ہے جو پہاڑ کی چٹان کی طرح ہے کہ کوئی اس کو اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتا۔ یہ عشّاق کا دل ہے۔ دوسرا دل وہ ہے جو درخت کی طرح کھڑا ہے اور جڑیں

اس کی نیچے گڑی ہوئی ہیں۔ ہوا اس کو صرف ہلاتی رہتی ہے اور تیسرا دل وہ ہے جو پتّے کی طرح ہوا کے ہر جھونکے سے اِدھر سے اُدھر ہوتا رہتا ہے۔ محبت میں سچا وہ شخص ہے جو ذکر دوست کے سوا کسی چیز کو پسند نہیں کرتا۔ جب حضرت موسےٰ اور ہارون علیہ السلام کو حکم ہوا کہ سرکش فرعون کے پاس جائیں اور اس کو صحیح راستے پر چلنے کی دعوت دیں تو یہ بھی ہدایت کی گئی کہ اس کو نرمی اور آہستگی سے سمجھائیں کہ اس کو رنج نہ پہنچے۔ جو ذات خدائی کا دعوےٰ کرتی ہے اور اپنے کو انا ربکم الاعلیٰ کہتی ہے۔ جب کوئی شخص پانچ وقت اس کے سامنے سربسجود ہو کر سبحان ربی الاعلیٰ کہے گا اور اس کی محبّت کا دم بھرے گا کیسے نہیں اس کی رحمت کا امیدوار رہے گا۔ بے شک اس کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہیئے۔ ہرگز ہرگز اس سے نا امید مت ہو اور تم نے جب اپنا فرض ادا کر دیا ہے تو پھر دیکھو مالک تمہارے لئے کیا کرتا ہے۔ جو آج حق سبحانہٗ تعالیٰ کی محبّت کا دم بھرے گا اور اس کی یاد میں مشغول رہے گا، کل قیامت کے دن اس پر کوئی عذاب اور تکلیف نہیں ہو گی اور میدانِ حشر کی سزاؤں سے وہ بے فکر ہو جائے گا۔ جب قارون علیہ اللعنۃ اپنے مال و اسباب کے ساتھ چوتھے طبق زمین میں دھنستے ہوتے پہنچا تو اس جگہ کی مخلوق نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کس گناہ کی سزا میں تم کو زمین کے اندر دھنسایا جا رہا ہے۔ قارون نے جواب دیا کہ میں موسےٰ علیہ السلام کی قوم سے ہوں، میں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں ادا کی اور خدا کے پیغمبر کے ساتھ ہمسری کا دعوےٰ کیا اسی کی وجہ سے یہ بُرا دن مجھے دیکھنا پڑا۔ جیسے ہی موسیٰ علیہ السلام کا نام قارون کی زبان پر آیا فرشتوں کو حکم ہوا کہ قارون کو اسی جگہ (یعنی چوتھے طبق زمین میں) رہنے دو جس نے کہ میرے دوست کا نام زبان سے لے لیا۔ اب ضروری ہے کہ اس پر میں عذاب

نہ کروں۔ اے دوست جو شخص کہ ہمیشہ دوست کا نام لیتا رہتا ہے اور اس کی یاد میں مستغرق رہتا ہے، ضروری ہے کہ قیامت کے دن اس کا دامن اس کی مرادوں سے بھر دیا جائے اور انوارِ تجلّی سے اس کو مشرف کر دیا جائے۔ لوگو اللہ کا ذکر کرو اور اس کے دوست بن جاؤ۔ اطاعت خدا کا خزانہ ہے اور دعا اس کی کنجی ہے۔ توحید نور ہے اور شرک نار اور توحید کا نور گناہوں کو اور شرک کی نار نیکیوں کو جلا دیتے ہیں۔ ذکرِ الٰہی گناہوں کو محو کر دیتا ہے اور اس کی رضا آرزوؤں کو فنا کر دیتی ہے اور بندہ اس کی محبّت میں سرگرداں رہتا ہے۔ حضرت پیر عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں۔ اے باطنی مریض دوا کر، ایسی دوا نیکوں ہی کے پاس ہوتی ہے اُن سے دوا لے کر استعمال کر، تندرستی حاصل ہو گی۔ یعنی قلب سر اور خدا کے ساتھ خلوت نشینی کے متعلق ابدی صحت حاصل ہو گی۔ دل کی آنکھیں کھُل جائیں گی اور تُو خدا کو دیکھ لے گا۔ اور تُو ان میں ہو جائے گا جو خدا کے دوست اور اُس کے دروازہ پر پڑے ہوتے ہیں۔ اُس کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے جس جس دل میں بدعت ہو وہ خدا کو کیونکر دیکھ سکتا ہے۔ اے قوم سنّت کا اتباع کرو، بدعت نہ کرو۔ موافق بنو، مخالف نہ ہو۔ اطاعت کرو گناہ نہ کرو۔ اخلاص کرو مشرک نہ بنو۔ خدا کو ایک جانو۔ اُس کے دروازہ سے نہ ٹلو۔ اُس سے مانگو غیر سے نہ مانگو۔ اُس سے مدد چاہو غیر سے نہ چاہو۔ اُس پر توکّل کرو غیر پر اعتماد نہ رکھو اور اے خاص لوگو تم اپنے نفس اُسے سونپ دو۔ اپنے متعلق اس کی تدبیر پر رضامند ہو جاؤ۔ اس کے ذکر میں مشغول رہو نہ کہ سوال میں۔ تم نے بعض کتابوں میں خدا کا یہ قول نہیں سُنا، جو شخص میرے ذکر میں مشغول رہ کر مجھ سے سوال نہیں کر سکتا میں اُسے مانگنے والوں سے زیادہ دیا کرتا ہوں۔ اے ذکرِ الٰہی میں مشغول ہونے اور اس کے لئے شکستہ دل رہنے والے کیا تُو اُس سے رضامند

نہیں کہ وہ تیرے ہم نشین ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض کلام میں فرماتا ہے میں اپنے ذکر کرنے
والے کا ہم نشین ہوں اور میں اُن کے پاس ہوں جو میرے لئے شکستہ دل رہتے
ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزیں ہیں جو قیامت میں آپ کی اُمت کے نامۂ اعمال
کو وزنی کردیں گی ایک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی شہادت دینا۔
دوسرے پانچوں وقت نماز پڑھنا اور تیسرے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ
اَکْبَرُ پڑھنا۔ چوتھے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنا۔ پانچویں استغفار کرنا۔
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے ہر حرف کو میزانِ عمل میں جبل اُحد سے بھی
زیادہ وزنی کردوں گا۔ ایک شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی،
اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچوں نمازوں اور روزۂ رمضان سے میں
زیادہ نہیں کرتا اور میرے پاس مال نہیں ہے جو میں خیرات کروں اور نہ میں
حج کرتا ہوں، جب مروں گا تو کہاں ہوں گا۔ آپؐ نے فرمایا جنت میں۔ اُس نے
عرض کیا آپ کے ساتھ آپؐ نے مسکرا کر کہا ہاں بشرطیکہ اپنے دل کو حسد سے
اور زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو ممنوعاتِ خداوندی کے دیکھنے سے محفوظ رکھے۔
اور کسی مسلمان کی تحقیر نہ کرے تو تو میرے ساتھ جنت میں میری ان دونوں
ہتھیلیوں پر ہو کر داخل ہوگا۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مریض
کی عیادت کرنے والے اور جنازہ کے ہمراہ جانے والے اور قبروں کے کھودنے
والے قیامت میں انبیاء کے زمرہ میں ہوں گے۔ خدا اُن سے کتاب نہ کرے گا
اور نہ ان کو جنت سے روکے گا اور موسیٰ نے خدا سے عرض کی اے رب آپ
نے خلق کو پیدا کیا اور آپ نے اپنی نعمت سے اُن کی تربیت فرمائی پھر کیا آپ
قیامت میں انہیں دوزخ میں ڈال دیں گے۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ زراعت

کرو چنانچہ اُنہوں نے زراعت کی اور اُسے کاٹ لیا۔ خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ تم نے اپنی زراعت کے ساتھ کیا کیا۔ اُنہوں نے عرض کی میں نے اُسے اٹھالیا۔ ارشاد ہوا کچھ چھوڑا بھی۔ اُنہوں نے عرض کی جو بے خبر اور بے فائدہ تھی اُسے چھوڑ دیا۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ میں بھی دوزخ میں انہیں کو ڈالوں گا جو خیر سے خالی ہوں گے۔ اللہ کا ذکر نہ کرنے والے خیر سے خالی ہیں۔ سیّد الطائفہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسم اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اُس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اس کے سوا کچھ نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ عوام کے لئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیئے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کے لئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی استحضار ہو اور اخصّ الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ بتاتے ہیں۔ اسم اعظم معلوم ہونے کے بعد بڑی اہلیّت اور بڑے ضبط وتحمل کی ضرورت ہے۔ ایک بزرگ کا قصّہ لکھا ہے کہ اُن کو اسم اعظم آتا تھا۔ ایک فقیر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تمنّا واستدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اس کی اہلیّت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ جا کر بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے، دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے۔ سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصّہ آیا، واپس آکر بزرگ سے سارا قصّہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسم اعظم آجاتا

تو اس سپاہی کے لئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسم اعظم سیکھا تھا۔

ذکر کی ترغیب

(۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوّت کو توڑتا ہے (۲) اللہ جل جلالہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے (۳) دل سے فکر و غم دور کرتا ہے (۴) دل میں فرحت، سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے۔ (۵) بدن کو اور دل کو قوّت بخشتا ہے۔ (۶) چہرہ اور دل کو منوّر کرتا ہے (۷) رزق کھینچتا ہے (۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اس کے دیکھنے سے رعب بڑھتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے (۹) اللہ تعالیٰ شانہٗ کی محبّت پیدا کرتا ہے اور محبّت ہی اسلام کی رُوح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبّت تک اُس کی رسائی ہو اس کو چاہیئے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے۔ جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبّت کا دروازہ ہے (۱۰) ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبہ احسان تک پہنچا دیتا ہے یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جل شانہٗ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کرام کا منتہائے مقصد ہوتا ہے) (۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی جائے پناہ اور ماویٰ و ملجا بن جاتا ہے اور ہر مصیبت میں اس کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ (۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر میں غفلت ہوتی ہے اُتنی ہی اللہ سے دوری ہوتی ہے (۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے (۱۴) اللہ جل شانہٗ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل

میں پیدا کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ حضوری پیدا کرتا ہے (۱۵) اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ۔ اور حدیث میں وارد ہے من ذکرنی فی نفسہٖ ذکرتہٗ فی نفسی (الحدیث) اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں (۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہے جیسا کہ مچھلی کے لئے پانی۔ خود غور کر لو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے (۱۷) دل اور رُوح کی روزی ہے۔ اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے (۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے۔ ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا ہے دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اس کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے۔ (۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے (۲۰) بندہ کو اللہ جل شانہٗ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اس کو دُور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دُور ہوتی ہے (۲۱) جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا حدیث میں وارد ہے (۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جل شانہٗ کا ذکر کرتا ہے اللہ جل شانہٗ مصیبت کے وقت اس کو یاد کرتا ہے (۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے (۲۴) سکینہ اور رحمت کے اُترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (۲۵) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغلخوری، جھوٹ، بدگوئی، لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی

نہیں ہوتی بد نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے (۲۶) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں۔ اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے (۲۷) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی۔ اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بدبخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی۔ (۲۸) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رہتا ہے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے (۲۹) ذکر کے ساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جبکہ ہر شخص میدانِ حشر میں بلبلا رہا ہوگا یہ عرش کے سایہ میں ہوگا (۳۰) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں۔ حدیث میں اللہ جل شانہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روک دیا اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کروں گا۔ (۳۱) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضاء کو حرکت دینے سے سہل ہے (۳۲) اللہ کا ذکر جنّت کے پودے ہیں (۳۳) جس قدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ سو مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سو نیکیاں اس کے لئے لکھی جاتی ہیں اور سو برائیاں اس کی معاف کردی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا

ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضل اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (۳۴) دوام ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے جو سبب ہوتا ہے، دارین کی شفاعت کا۔ اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ سے بے پرواہی کی پس اللہ نے اُن کو اپنی جانوں سے بے پرواہ کر دیا یعنی ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا)، اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی ہو یا باغ ہو اور اس کو بھول جائے۔ اس کی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہوگا اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تر و تازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کے وقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کے وقت مکان اور لباس بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے اس لئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو رُوح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ (۳۵) ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے، بستر پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ مشغولی میں بھی۔ اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہے حتیٰ کہ جس کا دل نورِ ذکر سے منور ہو جاتا ہے۔ وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے۔ (۳۶) ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ

رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں بھی پل صراط پر آگے آگے چلتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَ جَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَنْ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْھَا (سورہ انعام رکوع ۱۵) ایسا شخص جو پہلے مردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اس کو ایسا نور دے دیا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا، پس اوّل شخص مومن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی محبّت اور اس کی معرفت اور اس کے ذکر سے منوّر ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے۔ اسی لئے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کی طلب اور دعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی دعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے گوشت میں، ہڈیوں میں، پٹھوں میں، بال میں، کھال میں، کان میں، آنکھ میں، اُوپر نیچے، دائیں بائیں، آگے پیچھے نور ہی نور کر دے حتّٰی کہ یہ بھی دعا کی کہ خود مجھی کو سرتاپا نور بنا دے کہ آپ کی ذات ہی نور بن جائے۔ اسی نور کے بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے حتّٰی کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ ان پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور ان کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا۔ (۳۷) ذکر تصوّف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے سب طریقوں میں رائج ہے۔ جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا وہ اللہ جلّ شانہٗ تک پہنچ گیا۔ وہ جو چاہتا ہے، پاتا ہے کہ

اللہ جلّ شانہٗ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے۔ (۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلّط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو ہرا کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے۔ (۳۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے۔ دُور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دُور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم، غموم، تفکّرات، پریشانیاں ہوتی ہیں اُن کو دُور کر کے جمعیتِ خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکّرات مجتمع ہیں اُن کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں اُن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلّط ہیں اُن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دُور ہے قریب کر دیتا ہے اور دُنیا کو جو قریب ہے دُور کر دیتا ہے۔ (۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے، غفلت سے چوکنّا کرتا ہے۔ اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے۔ (۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہو گی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہو گی اور جتنی جڑ مضبوط ہو گی اُتنے ہی زیادہ پھل اس پر آئیں گے۔ (۴۲) ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ معیّت نصیب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (اللہ جلّ شانہٗ متقیوں کے ساتھ ہے)، اور حدیث میں وارد

ہے انا مع عبدی ما ذکرنی (میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے)، ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں میں اُن کو اپنی رحمت سے جُدا نہیں کرتا۔ اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں اُن کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں اُن کا طبیب ہوں۔ کہ اُن کو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ ان کو گناہوں سے پاک کروں نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہٗ کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیّت ہے جس کے برابر کوئی دوسری معیّت نہیں ہے۔ نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آسکتی ہے۔ اس کی لذّت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہو جاتی ہے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ مِنْہُ شَیْئًا۔ (۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے۔ مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے۔ (۴۴) ذکر شُکر کی جڑ ہے، جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شُکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جلّ جلالہٗ سے عرض کیا۔ آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں۔ مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شُکر ادا کروں۔ اللہ جلّ جلالہٗ نے فرمایا جتنا بھی تم میرا ذکر کروگے اُتنا ہی شُکر ادا ہوگا۔ دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مطابق شُکر کس طرح ادا ہو۔ اللہ جلّ جلالہٗ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت ذکر کے ساتھ تر و تازہ رہے۔ (۴۵) اللہ تعالیٰ کے نزدیک پرہیزگار لوگوں میں زیادہ معزّز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اس لئے کہ تقویٰ کا منتہا جنّت ہے اور ذکر کا منتہا اللہ کی معیّت ہے۔ (۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قسوت (سختی) ہوتی ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی۔ (۴۷) ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔

(۴۸) ذکر اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اُس کے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے۔ (۴۹) اللہ کے ذکر کے برابر کوئی چیز نعمتوں کو کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے۔ (۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دُعا) ہوتی ہے۔ (۵۱) جو شخص یہ چاہے کہ دُنیا میں رہتے ہوئے بھی جنّت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالس میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالس جنّت کے باغ ہیں۔ (۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں۔ (۵۳) اللہ جلّ شانہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں۔ (۵۴) ذکر پر مداومت کرنے والا جنّت میں ہنستا ہوا داخل ہوتا ہے (۵۵) تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں (۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے۔ روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے۔ (۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفلی عبادات کا قائم مقام ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں۔ یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج، عمرہ، جہاد میں ہم سے سبقت لے جاتے ہیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہنچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اس کے بعد حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنے کو فرمایا (جیسا کہ حدیث میں آتا ہے)، کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حج، عمرہ، جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا۔ (۵۸) ذکر دوسری عبادت کے لئے معین و مددگار ہے کہ اس کی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے

اور عبادت میں لذّت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں مشقّت اور بار نہیں رہتا۔ (۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقّت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفّت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے۔ (۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دُور ہو جاتا ہے۔ ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے۔ جتنی بھی ذکر کی کثرت ہو گی اتنا ہی اطمینان نصیب ہو گا اور خوف زائل ہو گا۔ (۶۱) ذکر کی وجہ سے آدمی میں ایک خاص قوّت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دشوار نظر آتے ہیں۔ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی بڑی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جب اُنہوں نے چکی کی مشقّت اور کام کی دشواری کی وجہ سے ایک خادم طلب کیا تھا تو سوتے وقت سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اَللہُ اَکْبَر ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے۔ (۶۲) آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔ عمر مولی غفرہؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو ثواب ملے گا تو بہت سے لوگ اس وقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے سہل عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مفرد لوگ آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مفرد لوگ کون ہیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مر مٹنے والے، کہ ذکر ان کے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔ (۶۳) ذکر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ شانہ، تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اُس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

حدیث میں آیا ہے کہ بندہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ، فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں۔ (۶۴) ذکر سے جنّت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں، جب بندہ ذکر سے رک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رک جاتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک نہیں آیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد جنّت میں تعمیر ہو جاتا ہے۔ (۶۵) ذکر جہنّم کے لئے آڑ ہے۔ اگر کسی بدعملی کی وجہ سے جہنّم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی پختہ آڑ ہوگی۔ (۶۶) ذکر کرنے والے کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہ کہتا ہے تو فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔ (۶۷) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا آج تجھ پر گزرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گزرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ (۶۸) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونے کا اطمینان اور سند ہے کیونکہ اللہ جلّ شانہ، نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ہ (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کعب احبار رحؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ (۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کرنے میں ایک خاص لذّت ہے جو کسی عمل میں نہیں پائی جاتی۔ اگر ذکر میں اس لذّت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کے لئے کافی تھی۔ مالک رحؒ بن دینار کہتے ہیں

کہ لذّت پانے والے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے۔ (۷۰) ذکر کرنے والوں کے چہرہ پر دُنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا (۷۱) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں، سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے، قیامت میں اُس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہوں گے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا (اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی)، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں۔ صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائے گی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا بُرا)، اس لئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہوں گے۔ (۷۲) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی، لغویات، جھوٹ، غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی اس لئے کہ زبان چپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہوگی ورنہ لغویات میں اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا۔ (۷۳) شیاطین آدمی کے کھُلے دشمن ہیں اور ہر طرح اُس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اُس کو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اُس کے دشمن ہر وقت اُس کا محاصرہ کئے رہتے ہوں اس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک اُن میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں پہنچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے شیطان قریب بھی نہیں آتا اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔ دعائیں کتاب حصن حصین میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

درود شریف پڑھنے پر انعامات

بدن کی سلامتی قلتِ طعام میں اور رُوح کی سلامتی ترکِ گناہ میں اور دین کی سلامتی حضرت خیر الانام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہے۔

حضرت کعب احبارؓ جو تورات کے بہت بڑے عالم ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰؑ! اگر دُنیا میں ایسے لوگ نہ ہوں جو میری حمد وثنا کرتے رہتے ہیں تو آسمان سے ایک قطرہ پانی کا نہ ٹپکاؤں اور زمین سے ایک دانہ نہ اُگاؤں، اور بھی بہت سی چیزوں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا، اے موسیٰؑ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھ سے اس سے بھی زیادہ قریب ہو جاؤں جتنا تیری زبان سے تیرا کلام اور جتنے تیرے دل سے اس کے خطرات اور تیرے بدن سے اس کی رُوح اور تیری آنکھ سے اس کی روشنی۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا یا اللہ ضرور بتائیں۔ ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ (بدیع)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

ابو العباس احمد بن منصورؒ کا جب انتقال ہو گیا تو اہلِ شیراز میں سے ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ شیراز کی جامع مسجد میں محراب میں کھڑے ہیں اور ان پر ایک جوڑا ہے اور سر پر ایک تاج ہے جو جواہر اور موتیوں سے لدا ہوا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے اُن سے پوچھا۔ اُنہوں نے کہا اللہ جل شانہٗ نے میری مغفرت فرمادی اور میرا بہت اکرام فرمایا اور مجھے تاج عطا فرمایا اور یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرتِ درود کی وجہ سے (قول بدیع)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

کتاب دلائل الخیرات کی وجہ تالیف مشہور رہے کہ مؤلف کو سفر میں وضو کے لئے پانی کی ضرورت تھی اور ڈول رسّی نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھے۔ایک لڑکی نے یہ حال دیکھ کر دریافت کیا اور کنوئیں کے اندر تھوک دیا۔پانی کنارے تک اُبل آیا۔مؤلف نے حیران ہو کر وجہ پوچھی۔اس نے کہا یہ برکت ہے دُرود شریف کی۔ درُود شریف کے ثواب میں اللہ جلّ شانہ کا بندہ پر درُود بھیجنا اس کے فرشتوں کا درُود بھیجنا اور حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خود اس پر دُرود بھیجنا، اور درُود پڑھنے والوں کی خطاؤں کا کفّارہ ہونا اور ان کے اعمال کو پاکیزہ بنا دینا اور ان کے درجات کا بلند ہونا اور گناہوں کا معاف ہونا اور خود درُود کا مغفرت طلب کرنا درُود پڑھنے والے کے لئے اور اس کے نامۂ اعمال میں ایک قیراط کے برابر ثواب کا لکھا جانا اور قیراط بھی وہ جو اُحد پہاڑ کے برابر ہو اور اس کے اعمال کا بہت بڑی ترازو میں تُلنا اور جو شخص اپنی ساری دُعاؤں کو درُود بنا دے اس کے دُنیا و آخرت کے سارے کاموں کی کفایت کرنا اور خطاؤں کو مِٹا دینا اور اس کے ثواب کا غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ ہونا اور اس کی وجہ سے خطرات سے نجات پانا اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قیامت کے دن اس کے لئے شاہد و گواہ بننا اور آپ کی شفاعت کا واجب ہونا اور اللہ کی رضا اور اس کی رحمت کا نازل ہونا اور اس کی ناراضگی سے امن کا حاصل ہونا اور قیامت کے دن عرش کے سایہ میں داخل ہونا اور اعمال کے تُلنے کے وقت نیک اعمال کے پلڑے کا جھکنا اور حوض کوثر پر حاضری کا نصیب ہونا اور قیامت کے دن کی پیاس سے امن نصیب ہونا اور جہنّم کی آگ سے خلاصی کا نصیب ہونا اور پُل صراط پر سہولت سے گزر جانا اور مرنے سے پہلے اپنا مقرب ٹھکانہ جنّت میں دیکھ لینا اور جنّت میں بہت ساری بیبیوں کا ملنا اور اس

کے ثواب کا بیس جہادوں سے زیادہ ہونا اور نادار کے لئے صدقہ کے قائم مقام ہونا اور درود شریف زکوٰۃ ہے اور طہارت ہے اور اس کی وجہ سے مال میں برکت ہوتی ہے اور اس کی برکت سے سو حاجتیں بلکہ اس سے بھی زیادہ پوری ہوتی ہیں اور عبادت تو ہے ہی اور اعمال میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اور مجالس کے لئے زینت ہے اور فقر کو اور تنگی معیشت کو دور کرتا ہے اور اس کے ذریعہ سے اسباب خیر تلاش کئے جاتے ہیں اور یہ کہ درود پڑھنے والا قیامت کے دن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہوگا اور اس کی برکات سے خود درود پڑھنے والا اور اس کے بیٹے اور پوتے منتفع ہوتے ہیں اور وہ بھی منتفع ہوتا ہے کہ جس کو درود شریف کا ایصالِ ثواب کیا جاتے اور اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں تقرب حاصل ہوتا ہے اور وہ بیشک نور ہے اور دشمنوں پر غلبہ حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور دلوں کو نفاق سے اور زنگ سے پاک کرتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہونے کا ذریعہ ہے اور خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ذریعہ ہے اور اس کا پڑھنے والا اس سے محفوظ رہتا ہے کہ لوگ اس کی غیبت کریں۔ درود شریف بہت بابرکت اعمال میں سے ہے اور افضل ترین اعمال میں سے ہے اور دین و دُنیا دونوں میں سب سے زیادہ نفع دینے والا عمل ہے اور اس کے علاوہ بہت سے ثواب جو سمجھ دار کے لئے اس میں رغبت پیدا کرنے والے ہیں۔ ایسا سمجھ دار جو اعمال کے ذخیروں کے جمع کرنے پر حریص ہو اور ذخائرِ اعمال کے ثمرات حاصل کرنا چاہتا ہو۔ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کا درود، درود پڑھنے والے پر المضاعف (یعنی دس گنا) ہوتا ہے اور اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ درجات بلند ہوتے ہیں۔ پس جتنا بھی ہو سکتا ہو سید السادات اور معدن السعادات پر درود

کی کثرت کیا کرو اس لئے کہ وہ وسیلہ ہے مسرّات کے حصول کا اور ذریعہ ہے بہترین عطاؤں کا اور ذریعہ ہے۔ مضرات سے حفاظت کا اور تیرے لئے ہر اس درود کے بدلہ میں جو تو پڑھے دس درود ہیں۔ جبار الارضین والسموات کی طرف سے اور درود ہے اس کے ملائکہ کرام کی طرف سے۔ کون سا وسیلہ زیادہ شفاعت والا ہو سکتا ہے اور کون سا عمل زیادہ نفع والا ہو سکتا ہے۔ اس ذاتِ اقدس پر درود کے مقابلہ میں جس پر اللہ جلّ شانہ، درود بھیجتے ہیں اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور اللہ جلّ شانہ، نے اس کو دنیا اور آخرت میں اپنی قربت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ یہ بہت بڑا نور ہے اور ایسی تجارت ہے جس میں گھاٹا نہیں۔ یہ اولیاء کرام کا صبح و شام کا مستقل معمول رہا ہے پس جہاں تک ہو سکے درود شریف پر جمارہا کر اس سے اپنی گمراہی سے نکل آئے گا اور تیرے اعمال صاف ستھرے ہو جائیں گے۔ تیری امیدیں برآئیں گی تیرا قلب منوّر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ شانہ، کی رضا حاصل ہو گی۔ قیامت کے سخت ترین دہشت ناک دن میں امن نصیب ہو گا۔ جو شخص زیارت کے لئے شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی اور گیارہ بار قل ہو اللہ اور بعد سلام سَو بار یہ درود شریف پڑھے۔ انشاء اللہ تین جمعے نہ گزرنے پائیں گے کہ زیارت نصیب ہو گی۔ وہ درود شریف یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ۔ ایک بزرگ نے خواب میں ایک بہت ہی بُری بدہیئت صورت دیکھی۔ اُنہوں نے اس سے پوچھا تو کیا بلا ہے؟ اُس نے کہا میں تیرے بُرے عمل ہوں۔ اُنہوں نے پوچھا تجھ سے نجات کی کیا صورت ہے؟ اُس نے کہا کہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کثرت۔ (بدیع) ہم میں سے کون سا شخص ایسا ہے جو دن رات بدعمالیوں میں مبتلا نہیں ہے۔ اس کے بدرقہ کے لئے درود شریف بہترین چیز ہے چلتے پھرتے

اُٹھتے بیٹھتے جتنا بھی پڑھا جا سکے دریغ نہ کیا جائے کہ اکسیرِ اعظم ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

ایک عورت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میری لڑکی کا انتقال ہو گیا۔ میری یہ تمنّا ہے کہ میں اس کو خواب میں دیکھوں حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر چار رکعت نفل نماز پڑھ اور ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھ اور اس کے بعد لیٹ جا اور سونے تک نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود پڑھتی رہ۔ اُس نے ایسا ہی کیا اُس نے لڑکی کو خواب میں دیکھا کہ نہایت ہی سخت عذاب میں ہے۔ تارکول کا لباس اس پر ہے۔ دونوں ہاتھ اس کے جکڑے ہوتے ہیں اور اس کے پاؤں آگ کی زنجیروں میں بندھے ہوتے ہیں۔ وہ صُبح کو اُٹھ کر پھر حضرت حسن بصریؒ کے پاس گئی حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس کی طرف سے صدقہ کر شاید اللہ جلّ شانہٗ اس کی وجہ سے تیری لڑکی کو معاف فرما دے۔ اگلے دن حضرت حسنؒ نے خواب میں دیکھا کہ جنّت کا ایک باغ ہے اور اس میں ایک بہت اُونچا تخت ہے اور اس پر ایک بہت نہایت حسین و جمیل خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی ہے، اُس کے سر پر ایک نُور کا تاج ہے، وہ کہنے لگی حسنؒ تم نے مجھے بھی پہچانا۔ میں نے کہا نہیں میں نے تو نہیں پہچانا۔ کہنے لگی میں وہی لڑکی ہوں جس کی ماں کو تم نے دُرود شریف پڑھنے کا حکم دیا تھا (یعنی عشاء کے بعد سونے تک) حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ تیری ماں نے تو تیرا حال اس کے بالکل برعکس بتایا تھا جو میں دیکھ رہا ہوں۔ اُس نے کہا کہ میری حالت وہی تھی جو ماں نے بیان کی تھی۔ میں نے پُوچھا پھر یہ مرتبہ کیسے حاصل ہو گیا اُس نے کہا کہ ہم ستّر ہزار آدمی اسی عذاب میں مُبتلا تھے جو میری ماں نے آپ سے بیان کیا۔ صلحاء میں سے ایک بزرگ کا گزر ہمارے قبرستان پر ہوا۔ اُنھوں نے ایک دفعہ

درُود شریف پڑھ کر اُس کا ثواب ہم سب کو پہنچا دیا۔ اُن کا درُود اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسا قبول ہوا کہ اس کی برکت سے ہم سب اس عذاب سے آزاد کر دیئے گئے اور ان بزرگ کی برکت سے یہ رُتبہ نصیب ہوا (بدیع، روض الفائق میں اسی نوع کا ایک دوسرا قصہ لکھا ہے کہ ایک عورت تھی اُس کا لڑکا بہت ہی گناہگار تھا اس کی ماں اس کو بار بار نصیحت کرتی مگر وہ بالکل نہیں مانتا تھا اسی حال میں وہ مر گیا اس کی ماں کو بہت ہی رنج تھا کہ وہ بغیر توبہ کے مرا۔ اس کو بڑی تمنّا تھی کہ کسی طرح اس کو خواب میں دیکھے۔ اس کو خواب میں دیکھا تو وہ عذاب میں مبتلا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کی ماں کو اور بھی زیادہ صدمہ ہوا۔ ایک زمانہ کے بعد اُس نے دوبارہ خواب میں دیکھا تو وہ بہت اچھی حالت میں تھا۔ نہایت خوش و خرّم۔ ماں نے پُوچھا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اُس نے کہا کہ ایک بہت بڑا گناہ گار شخص اس قبرستان پر کو گزرا قبروں کو دیکھ کر اس کو کچھ عبرت ہوئی۔ وہ اپنی حالت پر رونے لگا اور سچّے دل سے توبہ کی اور کچھ قرآن شریف اور بیس مرتبہ درُود شریف پڑھ کر اس قبرستان والوں کو بخشا جس میں میں تھا اس میں سے جو حصّہ مجھے ملا، اس کا یہ اثر ہے جو تم دیکھ رہی ہو میری امّاں، حضورؐ پر درُود دلوں کا نُور ہے۔ گناہوں کا کفارہ ہے اور زندہ اور مُردہ دونوں کے لئے رحمت ہے۔ اللہ پاک توفیق عطا فرمائے کہ توفیق والے کے لئے جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اس کے لئے ہزارہا فضائل بھی بیکار ہیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

اَعُوذ پڑھنے کے فائدے

جب اللہ کا ذکر کرو تو پہلے اَعُوذ پڑھو۔ اَعُوذ پڑھنے میں پانچ فائدے ہیں۔ (۱) آدمی دین پر ثابت قدم رہتا ہے (۲) شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے اور وہ اسے تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ (۳) آدمی مضبوط قلعہ میں شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اللہ

تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ (۴) ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں ہمیشہ امن ہوتا ہے پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکو کاروں کی صحبت میسر آتی ہے (۵) زمین اور آسمان کے پروردگار کی مدد حاصل ہوتی ہے۔

ذکر کا نصاب روزانہ

صبح فجر کی نماز کے بعد سو بار کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ سو بار کلمہ سوم، سو بار درود شریف، سو بار استغفار۔ پھر عصر کے بعد اوپر والی تسبیحات۔ جس نے اس ذکر کو اپنی زندگی کا معمول بنالیا وہ اللہ کی رحمت سے نوازا گیا۔ لوگو جس طرح خدا سے شرمانے کا حق ہے شرماؤ، غفلت نہ کرو۔ تمہارا وقت ضائع ہوتا ہے، تم جسے نہ کھا سکو گے اُس کے جمع کرنے میں مشغول ہو جسے نہ پا سکو گے اس کے امیدوار ہو جہاں نہ رہ سکو گے اسے بنا رہے ہو۔ یہ مقام خداوندی سے تمہارے لئے حجاب ہے۔ ذکر اللہ عارفوں کے دلوں میں خیمہ لگاتا ہے، ان کا احاطہ کرتا ہے اور ان سے ہر شے کا ذکر بھلا دیتا ہے۔

انسانیت کا قفل صرف ایمان کی کنجی سے کھلتا ہے

ان ماہرین فن کے ہاتھ وہ سرا نہیں آیا جہاں سے انسان کا رُخ موڑا اور صحیح جگہ سے جوڑا جا سکتا ہے، شر و فساد سے روکا اور بھلائیوں کی طرف مائل کیا جا سکتا ہے وہ سرا "قلب" ہے کہ جب وہ ٹھیک ہو تو انسان ٹھیک ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑا تو پورا انسان ہی بگڑ گیا۔ اس دل کے خزانے کا بھی ایک قفل ہے جو صرف ایمان ہی کی چابی سے کھل سکتا ہے جو صرف نبوّت کا تحفہ ہی تھا مگر وہ آج کھویا ہوا ہے۔ نئے تمدّن کی کہنہ دیواروں اور عبادت گاہوں کے ملبوں کے نیچے کہیں یہ چابی دبی پڑی ہے۔ لوگو یہ چابی اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ کے ذکر سے دل کے قفل کو کھول لو۔

حج

حکایت وہبؓ نے بیان کیا ہے کہ آدمؑ جب زمین پر اتارے گئے تو اس میں انھیں وحشت ہوئی کیونکہ اپنا ایسا کسی کو نہ پاتے تھے، پس خدا سے کہا کیا سوائے میرے اس میں اور کوئی بسنے والا نہیں ہے جو آپ کی تسبیح بیان کرے، خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا میں عنقریب اس میں تمہاری اولاد سے ایسے کو مقرر کروں گا جو میری حمد و تقدیس کے ساتھ تسبیح کریں گے اور اس میں ایسے مکانات بناؤں گا جو میرے ذکر کے لیے بلند کیے جائیں گے اور اس میں ایک ایسے مکان کی جگہ نکالونگا جس کو اپنے لیے چن لوں گا اور اپنی کرامت سے اس کو خاص کروں گا اور زمین کے تمام مکانوں پر اس کو اپنے نام سے ترجیح دوں گا اور اس کا نام اپنا گھر رکھونگا اور اس میں اپنی عظمت کا پٹکہ باندھوں گا اور اپنی حرمت سے اسے محیط کرونگا اور اس کو ایسی جگہ رکھوں گا جس کو میں نے اپنے لیے منتخب کیا ہے کیونکہ میں نے اس کا مقام اس دن سے منتخب کر رکھا ہے جس دن میں نے زمین اور آسمان کو بنایا تھا، یہ گھر تمہارے اور تمہارے بعد والوں کے لیے حرم اور جائے امن ٹھہراؤں گا اور اس کی حرمت سے اس کے مافوق و ماتحت اور گرداگرد کو محترم کروں گا، جو میری حرمت سے اس کو محترم سمجھے اس نے میری حرمت کی عظمت کی اور جس نے اس کو حلال سمجھا اس نے میری حرمت کو مباح کر ڈالا، اور جو اس کے اہل کو امن دے گا میری امان کا مستحق ہوگا اور جس نے ان کو خوف دلایا اس نے مجھ پر جفا کی، اس کے رہنے والے میرے ہمسایہ ہیں اور اس کے آباد کرنے والے میرے وفد ہیں اور اس کی زیارت کرنے والے میرے مہمان ہیں، میں نے اس کو سب سے پہلا گھر قرار دیا ہے، جو لوگوں

کے لیے مقرر ہیں اور میں اس کو زمین اور آسمان والوں سے آباد رکھوں گا جو اس میں فوج کی فوج پراگندہ بال غبار آلودہ ہوکر آئیں گے، سوائے میرے ان کا کچھ مقصد نہ ہوگا اور ہر دبلی سواریوں پر ہر بڑے دور دراز راستہ سے آئیں گے چلا چلا کر تکبیر کہتے ہوں گے اور لبیک لبیک پکارتے ہوں گے، جو اس کا عمرہ کرے کہ سوائے میرے اس کا کچھ مقصد نہ ہو اس نے میری زیارت کی میری ضیافت کی اور میرے پاس قاصد بن کر آیا اور کریم کے ذمہ ہے کہ اپنے قاصدوں اور زیارت کرنے والوں اور مہمانوں کے ساتھ خاطر اور اکرام سے پیش آئے، اے آدم تم جب تک زندہ ہو اسے آباد کروگے پھر تمہارے بعد بہتیرے فرقے اور مختلف زمانہ کے لوگ اور تمہاری اولاد سے انبیاء ایک امت کے بعد دوسری امت اور ایک قرن کے بعد دوسرا قرن ایک نبی کے بعد دوسرا آباد ہوتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ یہ سلسلہ اس نبی پر ختم ہو جائے گا جس کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، وہ خاتم الانبیا ہوں گے اور ان کو میں اس کے آباد کرنے والوں، حمایت کرنے والوں، مدد کرنے والوں میں سے بناؤں گا اور اپنی زندگی بھر میری طرف سے اس پر امین رہیں گے اور جب ان کا میری طرف لوٹنا ہوگا تو وہ مجھے پائیں گے کہ میں نے ان کے لیے اتنا اجر ذخیرہ کر رکھا ہوگا جس سے میرا قرب اور میرے نزدیک وسیلہ حاصل کرنا ممکن ہوگا، اور میں اس گھر کا نام اس کا شرف و ذکر و اس کی بزرگی و مکرمت تمہاری اولاد میں سے اس نبی کے لیے ٹھہراؤں گا جو اس نبی سے پہلے ہو چکیں گے اور وہ ان کے باپ ہوں گے جن کا نام ابراہیمؑ ہوگا انھیں سے میں اس کی بنیاد اٹھواؤں گا اور انھیں کے ہاتھوں اس کی عمارت پوری کراؤں گا اور ان کو اس کے مشاعر و مناسک سکھاؤں گا اور انھیں کو اپنے کام کا تن تنہا اہتمام کرنے والا، اپنے راستہ کی طرف بلانے والا بناؤں گا، میں انھیں آزماؤں گا وہ صابر رہیں گے، میں ان کو عافیت دوں گا وہ شکر کریں گے، میں ان کی دعا ان کی

اولاد وان کے لڑکے کے بارے میں قبول کروں گا اور ان کو اس گھر کا اہل خادم اور دربان مقرر کروں گا اور ابراہیم کو اس گھر کا اور اس شریعت والوں کا امام بناؤں گا تمام خلق جن وانس سے جتنے ان مقامات میں حاضر ہوں گے ان کا اقتدار کریں گے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ رکن اور مقام یواقیت جنت سے دو یاقوت ہیں، خدا تعالیٰ نے ان کا نور مٹا دیا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو مشرق و مغرب کے مابین سب کچھ روشن ہو جاتا اور کوئی بیماری والا اور مریض ایسا نہ ہوتا جو اسے چھو کر شفا نہ پا جاتا۔

موعظت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کو خدا زاد و راحلہ کا مالک بنائے کہ وہ بیت اللہ تک پہنچ سکتا ہے اور پھر بھی حج نہ کرے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مر جائے اور یہ اس لیے کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا اس کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ شفا میں مذکور ہے کہ ایک شخص کو ایک جماعت نے قتل کیا اور اس پر آگ جلائی لیکن اس کا رنگ نہ بدلا کیونکہ وہ تین بار حج کر چکا تھا۔

لطیفہ نیشاپوری نے بیان کیا ہے حج میں پانچ چیزیں مجنونوں کے اعمال میں سے ہیں، کپڑے اتار کر احرام باندھ لینا، چلا چلا کر لبیک کہنا، جمرات کو کنکریوں سے مارنا، طواف میں جھپٹ کر چلنا اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا، اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مجنون مرفوع القلم ہوتے ہیں اسی طرح حاجیوں کی حالت ہے۔

کعبہ شریف: کعبہ کا ایک یہ شرف بھی ہے کہ اس کی بنا کا حکم کرنے والا رب جلیل ہے اور بانی خلیل ؑ اور معین اسمٰعیل ؑ اور مہندس جبریل ؑ ہیں، پس جب اس کی تعمیر سے فرصت ہوئی تو اس کے بچے ہوئے پتھر رہ گئے خدا تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی جو ان

سب کو اڑا لے گئی، پس جو پتھر جہاں پڑا اگر چھوٹا ہوا تو مسجد بن گئی اور بڑا ہوا تو جامع مسجد تیار ہو گئی۔

نسفیؒ نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ اے اللہ امت محمدی میں سے جتنے بڈھے اس بیت کا حج کریں ان کے بارہ میں میری شفاعت منظور فرمائیے اور اسمٰعیلؑ نے کہا تھا اے اللہ امت محمدی میں سے جتنے جوان اس بیت کا حج کریں ان کے بارے میں میری شفاعت قبول فرمائیے اور اسحٰقؑ نے کہا تھا اے اللہ امت محمدی میں سے جتنے ادھیڑ اس بیت کا حج کریں ان کے بارہ میں میری شفاعت قبول فرمائیے اور سارہؓ نے کہا تھا امت محمدی میں سے جتنی عورتیں اس بیت کا حج کریں ان کی نسبت میری شفاعت قبول فرمائیے اور ہاجرہؓ نے کہا تھا امت محمدی میں سے جتنے غلام و لونڈی اس بیت کا حج کریں ان کی بابت میری شفاعت قبول فرمائیے۔ چنانچہ اسی لیے ہم کو تشہد میں حکم ہے کہ ابراہیمؑ اور ان کی آل پر درود بھیجیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

واضح ہو کہ حج میں سب سے اول یہ سمجھنا ہے کہ دین میں اس کا رتبہ کیا ہے؟ پھر اس کی طرف شوق کا ہونا پھر ارادہ کرنا پھر جو حج کے موانع ہیں ان کو برطرف کرنا پھر احرام کا کپڑا مول لینا پھر توشہ کا خریدنا پھر سواری کا کرایہ کرنا پھر اپنے وطن سے باہر ہونا پھر جنگل میں چلنا پھر میقات پر سے لبیک کے ساتھ احرام باندھنا پھر مکہ میں داخل ہونا پھر بموجب بیان گذشتہ افعال حج کو پورا کرنا ہے اور ان باتوں میں سے ہر ایک میں یاد کرنے والے کے لیے تذکرہ ہے اور عبرت حاصل کرنے والے کے لیے عبرت ہے اور مرید صادق کے واسطے تنبیہ اور دانا آدمی کے لیے تعریف اور اشارہ ہے۔

حضرت ہجویریؒ کے نزدیک حج کے لیے ایک صوفی کا نکلنا گناہوں سے توبہ کرنا

ہے، کپڑے اتار کر احرام باندھنا انسانی عادتوں سے علیحدہ ہونا ہے، عرفات میں قیام کرنا مشاہدہ کا کشف حاصل کرنا ہے، مزدلفہ جانا نفسانی مرادوں کو ترک کرنا ہے خانہ کعبہ کا طواف کرنا خدائے تعالیٰ کے جمال باکمال کو دیکھنا ہے، صفا اور مروہ میں دوڑنا دل کی صفائی اور اس میں مروت حاصل کرنا ہے، منیٰ میں آنا آرزوؤں کو ساقط کرنا ہے قربانی کرنا گویا نفسانی خواہشوں کو ذبح کرنا ہے، اور کنکریاں پھینکنا برے ساتھیوں کو دور کرنا ہے۔

ایک اعرابی کا قصّہ: روایت ہے کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا میں حج کی نیت سے گھر سے نکلا مگر افسوس یہ موقع ہاتھ سے جاتا رہا، حج قضا ہو گیا اور میں محروم رہا، اب کیا کروں؟ اگر میں حج کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں تو کیا مجھے ثواب ملے گا؟ آپ نے جواب دیا تم ابوقبیس پہاڑ کی جانب دیکھو اگر یہ سارا سونا بن جائے اور تجھے مل جائے تو اس تمام سونے کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو مگر اس کے باوجود تمھیں وہ ثواب نہیں مل سکتا جو حاجیوں کو مل سکتا ہے، اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا جب کوئی شخص حج پر جاتے وقت ساتھ لے جانے والی چیزوں کو اٹھاتا اور رکھتا ہے تو اس کی ہر نقل و حرکت پر اللہ تعالیٰ اسے دس نیکیاں عطا کرتا ہے اور اس کی دس برائیاں معاف کر دیتا ہے، اس کے دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں، جب وہ سوار ہو کر نکلتا ہے تو اس کی سواری کے ہر قدم پر بھی اسے وہی ثواب ملتا ہے جو چیزوں کے اٹھاتے رکھنے سے حاصل ہوتا ہے، جب کعبۃ اللہ کا طواف کرتا ہے تو تمام گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے، جب صفا اور مروہ میں دوڑتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے سب گناہ بخش دیتا ہے، عرفات میں کھڑا ہونے سے بھی اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، شہر الحرام میں کھڑا ہونے سے بھی سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، جب سنگریزے مارنے کی سنت ادا کرتا ہے تب بھی اس کے سارے گناہ معاف

ہو جاتے ہیں۔

عشرہ ذی الحجہ کا ثواب: فرمایا کہ جو شخص عشرۂ ذالحجہ کی بزرگی کے باعث، اُس کی عزت کرے اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس اجر دیئے جاتے ہیں، اُس کی عمر اور مال میں برکت ہوتی ہے، اس کے اہل اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتے ہیں، اس کی برائیوں کا کفارہ ادا ہوتا ہے، نیکیاں دگنی کردی جاتی ہیں، اس پر موت کی سختی آسان اور قبر روشن کردی جاتی ہے، عاشورہ کے دن اس کی نیکیوں کے پلڑے کو بھاری کردیا جاتا ہے، دوزخ سے نجات پاتا ہے، بہشت میں بڑے درجے حاصل ہوتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب میری امت کے امیر لوگ تو حج محض سیر و تفریح کے ارادہ سے کریں گے (گویا لندن و پیرس کی تفریح نہ کی حجاز کی تفریح کرلی) اور امت کا متوسط طبقہ تجارت کی غرض سے حج کریگا کہ تجارتی مال کچھ ادھر سے لے گئے کچھ ادھر سے لے آئے اور علماء ریا و شہرت کی وجہ سے حج کریں گے (کہ فلاں مولانا صاحب نے پانچ حج کیے دس حج کیے) اور غرباء بھیک مانگنے کی غرض سے جائینگے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے ہر مسلمان کو اپنی رضا والا حج کرنیکی توفیق عطا فرمائے

حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں کہ میں سن ایک سو انچاس ہجری میں حج کو جارہا تھا راستہ میں قادسیہ (ایک شہر کا نام ہے) میں اترا، میں لوگوں کی زیب و زینت اور ان کا ہجوم اور کثرت دیکھ رہا تھا میری نظر ایک نوجوان خوبصورت پر پڑی کہ اس نے کپڑوں کے اوپر ایک بالوں کا کپڑا پہن رکھا تھا پاؤں میں جوتا بھی نہ تھا اور سب سے علیحدہ بیٹھا تھا، میں نے خیال کیا کہ یہ لڑکا صوفی قسم کے آدمیوں میں سے معلوم ہوتا ہے کہ راستہ میں دوسروں پر بوجھ ہی بنے گا میں اس کو جا کر فہمائش کروں اس خیال سے میں اس کے قریب گیا جب اس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا کہنے لگا اے شفیق اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (حجرات) بدگمانی سے بچو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں،

اور یہ کہہ کر مجھے چھوڑ کر چلدیا، مَیں نے سوچا کہ یہ تو بڑی مشکل بات ہوگئی، میرا نام لیکر (حالانکہ مجھ کو جانتا بھی نہیں) میرے دل کی بات کہہ کر چلدیا، یہ تو کوئی واقعی بزرگ آدمی ہے مَیں اُس کے پاس جاکر اپنے گمان کی معافی کراؤں، مَیں جلدی جلدی اس کے پیچھے چلا مگر وہ میری نظروں سے غائب ہوگیا پتہ نہ چلا، جب ہم واقصہ پہنچے تو دفعتہً اس پر نظر پڑی کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور اس کا بدن کانپ رہا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں، مَیں نے اس کو پہچان لیا اور اس کی طرف بڑھا تاکہ اپنے اس گمان کی معافی کراؤں، مگر مَیں نے اس کی نماز سے فراغت کا انتظار کیا اور جب وہ سلام پھیر کر بیٹھا تو اس کی طرف بڑھا، جب اس نے مجھ کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا اے شقیق پڑھو وَ اِنِّی لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی (طٰہٰ ع ۴) "اور بلاشبہہ مَیں بڑا بخشنے والا ہوں ایسے لوگوں کا جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور پھر سیدھے راستہ پر قائم رہیں" یہ آیت پڑھ کر وہ پھر چل دیا۔ مَیں نے کہا کہ یہ شخص تو ابدال میں سے معلوم ہوتا ہے، دو مرتبہ میرے دل کی بات پر متنبہ کرچکا، پھر جب ہم زبالا میں پہنچے تو دفعتہً میری نظر اس جوان پر پڑی کہ وہ ایک کنوئیں پر کھڑا ہے ایک بڑا سا پیالہ اس کے ہاتھ میں ہے اور کنوئیں سے پانی لینے کا ارادہ کر رہا تھا کہ وہ پیالہ کنوئیں میں گر پڑا، مَیں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اُس نے آسمان کی طرف دیکھا اور ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ ہے کہ تُو ہی میرا پرورش کرنے والا ہے جب مَیں پیاسا ہوں پانی سے اور تو ہی میری روزی کا ذریعہ ہے جب مَیں کھانے کا ارادہ کروں، اس کے بعد اس نے کہا اے میرے اللہ تجھے معلوم ہے اے میرے معبود میرے آقا کہ اس پیالہ کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے، پس اس پیالہ سے مجھے محروم نہ فرمائیے۔ شقیق رحؒ کہتے ہیں خدا کی قسم مَیں نے دیکھا کہ کنوئیں کا پانی اُوپر کو آگیا اس نے ہاتھ بڑھایا اور پیالہ پانی سے بھر کر نکال لیا اول وضو کیا اور چار رکعت نماز

پڑھی اس کے بعد ریت اکٹھا کر کے ایک ایک مٹھی بھر کر اس پیالہ میں ڈالتا جاتا تھا اور اس کو ہلا کر پی رہا تھا، میں اس کے قریب گیا اور سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا میں نے کہا اللہ نے جو نعمت تمہیں عطا کی ہے اس میں سے کچھ اپنا بچا ہوا مجھے بھی کھلا دیجیے، کہنے لگا کہ شقیق اللہ جل شانہ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہم پر رہی ہیں اپنے رب کے ساتھ نیک گمان رکھو، یہ کہہ کر وہ پیالہ مجھے دے دیا میں نے جو اس کو پیا تو خدا کی قسم اس میں ستو اور شکر گھلی ہوئی تھی اس سے زیادہ خوشذائقہ اور اس سے زیادہ خوشبودار چیز میں نے کبھی نہیں کھائی تھی، میں نے خوب پیٹ بھر کر پیا جس کی برکت سے کئی دن تک نہ تو مجھے بھوک لگی نہ پیاس لگی اس کے بعد مکہ مکرمہ داخل ہونے تک میں نے اس کو نہیں دیکھا، جب ہمارا قافلہ مکہ مکرمہ پہنچ گیا تو میں نے قبۃ الشراب کے قریب ایک مرتبہ آدھی رات کے قریب نماز پڑھتے دیکھا، بڑے خشوع سے نماز پڑھ رہا تھا اور خوب رو رہا تھا، صبح تک اسی طرح نماز پڑھتا رہا جب صبح صادق ہو گئی تو وہ اسی جگہ بیٹھا تسبیح پڑھتا رہا اس کے بعد صبح کی نماز پڑھی اور پھر بیت اللہ کا طواف کیا پھر وہ باہر جانے لگا تو میں اس کے پیچھے لگ لیا، باہر جا کر دیکھا تو راستہ میں جس حالت پر دیکھا تھا اس کے بالکل خلاف بڑے حشم وخدم غلام اس کے موجود ہیں، چاروں طرف سے اس کو گھیر رکھا ہے، سلام کر کے حاضر ہو رہے ہیں، میں نے ایک شخص سے جو میرے قریب تھا دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون ہیں، اس نے بتایا کہ یہ حضرت موسیٰ بن جعفر یعنی حضرت جعفر صادقؒ کے صاحبزادہ ہیں۔ مجھے تعجب ہوا اور میں نے خیال کیا کہ یہ عجائب واقعی ایسے ہی سید کے ہونا چاہئیں۔ (روض)

حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کاظمؒ کے مناقب بہت ہیں، ان حضرات کا تو پوچھنا ہی کیا ہے کہ یہ اس خاندان کے چاند سورج اور

ستارے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ نے اس خاندان کو وہ خصوصی جوہر اور اخلاق کا کمال رکھا ہے جہاں تک ہم جیسوں کی پرواز بھی نہیں ہے، سیدوں کے خاندان کا معمولی سے معمولی آدمی بھی کوئی عجیب عادت اپنے اندر رکھتا ہے۔ ع این خانہ ہمہ آفتاب است

حضرت شیخ علی بن موفق فرماتے ہیں کہ میں ایک سال سواری پر حج کو جارہا تھا راستہ میں پیدل حج کو جانے والوں کا قافلہ ملا مجھے وہ لوگ پیدل چلتے ہوئے بہت اچھے لگے، میں بھی سواری سے اتر کر ان کے ساتھ پیدل چلنے لگا اور اپنی سواری پر ایک اور شخص کو اپنی جگہ بٹھا دیا اور ہم معروف راستہ سے ہٹ کر دوسری طرف کو چل دیئے، چلتے چلتے ایک جگہ جاکر ہم سونے لیٹ گئے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ چند لڑکیاں آئیں جن کے ہاتھ میں سونے کے طشت اور چاندی کے آفتابے ہیں، اور وہ پیدل چلنے والوں کے پاؤں دھورہی ہیں اور میرے سوا سب کے پاؤں دھوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ بھی تو انہی میں ہے، باقی سب کہنے لگیں نہیں اس کے پاس سواری موجود ہے، اس لڑکی نے کہا کہ یہ بھی ان میں شامل ہے اس لیے کہ ان کے ساتھ چلنے کو اس نے پسند کیا ہے، تو انھوں نے میرے بھی پاؤں دھوئے اس کی وجہ سے پیدل چلنے کا جس قدر تکان اور تعب مجھ پر تھا سارا بالکل جاتا رہا۔ (روض)

حضرت ضحاک بن مزاحمؒ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کی شب میں کوفہ میں جامع مسجد کے ارادہ سے نکلا، چاندنی رات تھی، مسجد کے صحن میں ایک جوان کو میں نے دیکھا کہ سجدہ میں پڑا ہوا بے تحاشہ رورہا ہے، میں نے خیال کیا کہ یہ کوئی ولی ہے، میں اس کے قریب گیا تاکہ اس کی بات سنوں، تو وہ عربی میں اشعار کہہ رہا تھا جن کا ترجمہ یہ ہے:

"اے عزت والے تیرے ہی اوپر مجھ کو بھروسہ ہے خوشحال ہے وہ جس کا تو مقصود ہے۔

خوشحال ہے وہ جو ساری رات خوف اور ڈر میں گذار دے اور عزت والے ہی سے اپنی مصیبت کا اظہار کرے۔

اور اس کو اس سے بڑھ کر کوئی علت اور کوئی مرض نہ ہو کہ اس کو اپنے مولا سے عشق رہے۔

جب وہ اندھیری رات میں تن تنہا عاجزی کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی پکار کا جواب ہو اور لبیک ہو۔"

وہ شخص پہلا مصرع بار بار پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا اس کے بے اختیار رونے سے مجھے بھی اس پر ترس کھا کر رونا آگیا، پھر اس نے ایسی کلام کی جس سے میں یہ سمجھا کہ اس کو کوئی خاص نور نظر آیا ہے اور اس نے کسی کو یہ دو شعر پڑھتے ہوئے سُنا جن کا ترجمہ یہ ہے:

"میرے بندے میں موجود ہوں تُو میری حفاظت میں ہے اور جو کچھ تُو کہہ رہا ہے ہم اس کو سن رہے ہیں، تیری آواز کے میرے فرشتے مشتاق ہیں اور تیرے سارے گناہ ہم نے معاف کر دیئے۔"

حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس کو سلام کیا اس نے جواب دیا میں نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری اس رات میں برکت عطا فرمائے اور تم میں برکت فرمائے اور تم پر رحم کرے تم کون ہو؟ کہنے لگے میں راشد بن سلیمان ہوں، میں نے نام سے انکو پہچان لیا کیونکہ میں پہلے سے ان کے حالات سنتا رہتا تھا اور ان سے ملنے کا مشتاق تھا مگر اس پر قادر نہ ہو سکا تھا آج اللہ جل شانہٗ نے ایسا سہل کر دیا۔ میں نے خدمت میں رہنے کی درخواست کی تو فرمایا یہ بہت دشوار ہے، بھلا جو شخص رب العالمین سے مناجات کی لذت پاتا ہو وہ مخلوق سے کب انس رکھ سکتا ہے، کہنے لگے واللہ اگر ہمارے زمانہ کے آدمیوں پر پہلے مشائخ میں سے کسی کا گذر ہو تو وہ کہہ دے گا کہ

یہ لوگ تو آخرت کے دن پر ایمان بھی نہیں رکھتے، یہ کہہ کر راشد میری نظر سے غائب ہو گئے، اللہ جانے وہ آسمان پر چڑھ گئے یا زمین میں اتر گئے، مجھے ان کی جدائی سے رنج ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعار کی کہ مرنے سے پہلے پہلے ان سے پھر ملاقات نصیب ہو جائے، اتفاق سے میں ایک مرتبہ حج کو گیا تو کعبہ شریف کی دیوار کے سایہ تلے ان کو بیٹھے دیکھا اور ایک مجمع ان کے پاس تھا جو سورۂ انعام انکو سُنا رہا تھا جب انھوں نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا کہ یہ علمار کی مہربانی ہے اور وہ اولیائ کی تواضع تھی، پھر اٹھے اور مجھ سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور فرمایا کہ تم نے اللہ سے دعار کی تھی کہ مرنے سے پہلے مجھ سے ملاقات ہو جائے، میں نے عرض کیا جی ہاں دعار کی تھی، فرمایا الحمد للہ علیٰ ذالک، میں نے عرض کیا اللہ آپ پر رحم کرے اس رات کو جو کچھ آپ نے دیکھا تھا اور سنا تھا وہ مجھے بتا دیجیے، انھوں نے زور سے ایک ایسی چیخ ماری جس سے میں یہ سمجھا کہ ان کے دل کا پردہ پھٹ گیا اور بہوش ہو کر گر گئے اور جو مجمع اُن کے پاس تھا اور پڑھ رہا تھا وہ چلا گیا جب اُن کو ہوش آیا تو فرمایا میرے بھائی کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ کے چاہنے والوں کے دلوں میں کس قدر خوف اور ہیبت اس کے اسرار کے کھولنے میں ہوتی ہے، میں نے پوچھا اچھا یہ کون لوگ تھے جو آپ کے پاس پڑھ رہے تھے، فرمایا یہ جنات کی جماعت تھی، قدیم تعلقات کی بنار پر میں ان کا احترام کرتا ہوں یہ ہر سال میرے ساتھ حج کیا کرتے ہیں اور مجھ کو قرآن شریف سنایا کرتے ہیں، پھر انھوں نے مجھ کو رخصت کیا اور فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ جنت میں تم کو ملا دے جہاں نہ جدائی ہوگی نہ مشقت نہ غم ہوگا نہ کلفت، یہ کہہ کر پھر مجھ سے غائب ہو گئے اس کے بعد میں نے ان کو نہ دیکھا۔ (روض)

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ صلحار کی ایک جماعت کے ساتھ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بیٹھا ہوا تھا ہم میں ایک ہاشمی بزرگ بھی تھے ان پہ غشی سی طاری ہوئی جب

اُن کو افاقہ ہوا تو کہنے لگے کہ مَیں نے جو کچھ دیکھا وہ تم نے بھی دیکھا، ہم نے کہا ہمیں تو کچھ نظر نہیں آیا، کہنے لگے کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ احرام باندھے ہوئے طواف کر رہے ہیں، مَیں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہنے لگے کہ ہم فرشتے ہیں، مَیں نے پوچھا کہ تمہاری محبت حق تعالیٰ شانہٗ سے کیسی ہے؟ کہنے لگے کہ ہماری محبت اندر سے ہے اور تمہاری محبت باہر سے ہے۔ (روض)

شیخ ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایک سال تجرید کے ساتھ حج کا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کا ارادہ کیا، مَیں چل رہا تھا راستہ میں ایک نوجوان عراقی ملا جس کی جوانی زوروں پر تھی وہ بھی اسی طرح سفر کا ارادہ کر رہا تھا لیکن جب وہ قافلہ کے ساتھ چلتا تو قرآن پاک کی تلاوت کرتا رہتا اور جب منزل پر قافلہ ٹھہرتا تو وہ نماز میں مشغول ہو جاتا رات بھر نماز پڑھتا دن بھر روزہ رکھتا، اُس نے سارا راستہ اسی طرح طے کیا حتّٰی کہ ہم مکہ مکرمہ پہنچ گئے تو وہ نوجوان مجھ سے رخصت ہونے لگا، مَیں نے اس سے پوچھا کہ بیٹا کس چیز نے تجھے ایسے سخت مجاہدہ پر آمادہ کیا جو مَیں سارے راستہ دیکھتا چلا آیا، کہنے لگا ابو سلیمان! مَیں نے خواب میں جنت کا ایک محل دیکھا کہ وہ سارا اس طرح بنا ہوا تھا کہ اُس کی ایک اینٹ سونے کی پھر ایک اینٹ چاندی کی اوپر تک اس کے بالاخانے بھی اسی طرح بنے ---- ہوئے تھے اور ان میں ہر دو برجیوں کے درمیان ایک ایک حور ایسی تھی کہ اس کا سا حسن وجمال اور اس کی سی چہرے کی رونق کسی نے نہ دیکھی ہو گی ان کی زلفیں سامنے لٹک رہی تھیں، ان میں سے ایک مجھے دیکھ کر ہنسنے لگی تو اس کے دانتوں کی روشنی سے جنت چمکنے لگی، اس نے کہا اے جوان! اللہ جل شانہٗ کے لیے مجاہدہ کر تاکہ میں تیرے لیے ہو جاؤں تو میرے لیے، پھر میری آنکھ کھل گئی، یہ میرا قصہ ہے اب مجھ پر ضروری ہے کہ مَیں انتہائی کوشش کروں اور

جو کوشش کرتا ہے وہ پا لیتا ہے یہ تم نے جو کچھ میرا مجاہدہ دیکھا ہے اُس حُور سے منگنی کے واسطے ہے۔ میں نے اس سے دُعا کی درخواست کی وہ میرے لیے دُعا کر کے چلا گیا۔ ابو سلیمانؒ کہتے ہیں۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اپنے نفس کو کہا کہ ایک حُور کی طلب میں اگر اتنی کوشش ہو سکتی ہے تو حُور کے رب کی طلب میں کیسی کوشش ہونا چاہیے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ کے ارادہ سے ایک جنگل میں چل رہا تھا مجھے پیاس کی ایسی سخت شدت ہوئی کہ میں اس سے عاجز ہو گیا قریب ہی ایک قبیلہ بنی مخزوم میں گیا وہاں میں نے ایک بہت کمسن لڑکی کو جو نہایت ہی حسین تھی دیکھا کہ وہ اشعار کے ساتھ گنگنا رہی تھی مجھے اس کی عمر کے لحاظ سے اس سے بہت تعجب ہوا اس لیے کہ وہ بہت کم عمر تھی، میں نے اس سے کہا کہ تجھے حیا نہیں آتی یوں گا رہی ہے، کہنے لگی ذوالنون چپ رہو، رات میں نے خوشی خوشی شراب عشق کا ایک گلاس پیا ہے جس سے میں اپنے مولا کے عشق میں نشہ میں ہوں میں نے کہا تُو تو بڑی حکیم معلوم ہوتی ہے مجھے کچھ نصیحت کر، کہنے لگی ذوالنون چپ رہنے کو لازم کر لو اور دنیا میں سے صرف اتنی روزی پر قناعت کرو جس سے آدمی زندہ رہے تاکہ جنت میں اس پاک ذات کی زیارت ہو سکے جس کو کبھی فنا نہیں۔ میں نے پوچھا یہاں پینے کا پانی بھی ہے، کہنے لگی تجھے پانی کی جگہ بتا دوں، میں نے سوچا کوئی کنواں چشمہ وغیرہ بتائے گی، میں نے کہا ہاں بتاؤ، کہنے لگی قیامت میں پانی پینے والوں کے چار درجے ہوں گے، ایک جماعت تو وہ ہو گی جسکو فرشتے پانی پلائیں گے جس کو حق تعالیٰ شانہ نے بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِلشّٰرِبِيْنَ میں ارشاد فرمایا (سورۂ صافات میں) ہے کہ ان کے پاس بہتی ہوئی شراب کا گلاس لایا جائے گا جو سفید ہو گی، پینے والوں کے لیے لذیذ ہو گی۔ دوسری جماعت کو رضوان (جنت کے ناظم)

پلائیں گے جس کو اللہ جل شانہ نے مزاجہ من تسنیم سے تعبیر فرمایا (جو عم کے پارہ میں سورۂ تطفیف میں ہے کہ اس کی آمیزش تسنیم سے ہوگی جو ایک چشمہ ہے جس سے مقرب آدمی پیتے ہیں) اور تیسرا فرقہ وہ ہے جس کو خود حق سبحانہ وتقدس پلائیں گے جس کو اللہ جل شانہ نے وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا سے تعبیر فرمایا (جو سورہ دہر میں ہے کہ ان کا رب اُن کو پاکیزہ شراب پلائے گا) وہ لڑکی کہنے لگی کہ ذوالنون! تم اپنا بھید دنیا میں اپنے مولا کے سوا کسی سے نہ کہو تاکہ حق تعالیٰ شانہ تمھیں آخرت میں خود پانی پلائیں۔ مصنف کہتے ہیں کہ شروع میں چار جماعتوں کا ذکر تھا آخر میں تین ہی ذکر کی گئیں شاید چوتھی جماعت وہ ہے جن کو نوعمر لڑکے پلائیں گے جسکو وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُونَ بِأَكْوَابٍ الخ سے تعبیر کیا (جو سورۂ واقعہ میں ہے) کہ اُن کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمد و رفت رکھیں گے آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائیگا۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا لوگوں کی آنکھیں بیت اللہ پر لگ رہی تھیں جس سے آنکھوں کو سکون مل رہا تھا کہ دفعۃً ایک شخص بیت اللہ کے قریب آئے اور یہ دعا کرنے لگے "اے میرے رب تیرا مسکین بندہ جو تیرے دربار سے دھتکارا ہوا ہے، اور تیرے در سے بھاگا ہوا ہے، اے اللہ میں تجھ سے وہ چیز مانگتا ہوں جو سب چیزوں سے زیادہ قریب ہو اور وہ عبادت مانگتا ہوں جو سب سے زیادہ تجھے محبوب ہو، اے اللہ میں تجھ سے تیرے برگزیدہ بندوں کے طفیل اور تیرے انبیاء کے وسیلہ سے یہ مانگتا ہوں کہ اپنی محبت کی شراب کا ایک پیالہ مجھے پلادے اور میرے دل پر سے اپنی معرفت سے جہل کے پردے ہٹا دے تاکہ میں شوق کے بازوؤں سے اڑ کر تیرے تک پہنچ جاؤں اور عرفان کے باغوں میں تیرے سے سرگوشیاں کروں۔" اس

کے بعد وہ شخص اتنے روئے کہ آنسو ٹپ ٹپ زمین پر گر رہے تھے پھر ہنسے اور چل دیئے، ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ میں ان کے پیچھے چلدیا اور میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ شخص یا تو بڑا کامل ہے یا کوئی پاگل ہے، وہ مسجد سے باہر نکل کر ایک ویرانہ کی طرف چلدیئے میں پیچھے پیچھے جا رہا تھا وہ مجھ سے کہنے لگے تمھیں کیا ہوا کیوں چلے آرہے ہو اپنا کام کرو، میں نے پوچھا اللہ تم پر رحم کرے تمھارا کیا نام ہے؟ کہنے لگے عبداللہ (اللہ کا بندہ) میں نے پوچھا کہ آپ کے والد کا کیا نام ہے؟ کہنے لگے عبداللہ، میں نے کہا یہ تو ظاہر ہے کہ سب ہی اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کے بندوں کی اولاد ہیں، تمھارا نام کیا ہے؟ کہنے لگے میرے باپ نے میرا نام سعدون رکھا تھا میں نے کہا جو سعدون مجنون کے نام سے مشہور ہیں؟ کہنے لگے کہ ہاں وہی ہوں، میں نے پوچھا کہ وہ کون برگزیدہ لوگ ہیں جن کے وسیلہ سے تم نے دعا کی، کہنے لگے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی طرف ایسے چلتے ہیں جیسے وہ شخص چلتا ہے جس نے عشق کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہو اور وہ دنیا سے ایسے الگ ہو گئے ہوں جیسا وہ شخص ہو جس کے دل کو کسی چیز نے پکڑ لیا ہو اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ ذوالنون میں نے سنا ہے تم یہ کہتے ہو کہ میں اسباب معرفت سننا چاہتا ہوں، میں نے کہا آپ کے علوم سے تو نفع پہنچنا ہی چاہیے، تو انھوں نے دو شعر عربی کے پڑھے جنکا مطلب یہ ہے کہ عارفین کے دل ہر وقت مولا کی یاد میں مشتاق رہتے ہیں اور اشتیاق میں نالہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس کے قرب میں منزل بنا لیتے ہیں، اپنے مولا کے عشق میں ایسے خلوص سے لگتے ہیں کہ اس کے عشق سے ہٹانے والی ان کیلئے کوئی چیز نہیں رہتی۔

صوفیہ میں سے ایک صاحب کشف کا قصہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ان کو عرفہ کے دن شیطان نظر آیا کہ بہت ہی کمزور ہو رہا ہے، چہرہ زرد پڑا ہے،

آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، کمر سے سیدھا کھڑا نہیں ہوا جاتا وہ جھک رہی ہے ان بزرگ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو کیوں رو رہا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے یہ چیز رلا رہی ہے کہ حاجی لوگ بلا کسی دنیوی غرض، تجارت وغیرہ کے اسکی بارگاہ میں حاضر ہو گئے مجھے یہ ڈر اور رنج ہے کہ وہ پاک ذات ان لوگوں کو نامراد نہیں رکھیگی اس غم میں رو رہا ہوں، وہ فرماتے ہیں پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تو دبلا کیوں ہو گیا؟ اس نے کہا کہ گھوڑوں کی آواز سے جو ہر وقت اللہ کے راستوں میں (حج، عمرہ جہاد وغیرہ میں) پھرتے رہتے ہیں، کاش یہ سواریاں میرے راستے (لہو ولعب، بدکاری، حرام کمائی وغیرہ) میں پھرتیں تو مجھے کیسی اچھی لگتیں۔ انھوں نے فرمایا کہ تیرا رنگ ایسا زرد کیوں پڑ گیا؟ اس نے کہا کہ لوگ ایک دوسرے کو نیکیوں پر آمادہ کرتے ہیں اس کام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، اگر یہ آپس کی امداد و اعانت گناہوں کے کرنے میں ہوتی تو میرے لیے کس قدر مسرت کا سبب ہوتی۔ انھوں نے فرمایا کہ تیری کمر کیوں جھک گئی؟ اس نے کہا کہ بندہ ہر وقت یہ کہتا ہے کہ یا اللہ خاتمہ بالخیر عطا کر، ایسا شخص جس کو اپنے خاتمہ کا ہر وقت فکر رہے کب اپنے کسی نیک عمل پر گھمنڈ کرے گا؟۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک شخص سے طواف کی حالت میں فرمایا کہ یہ بات سمجھ لے کہ تو صالحین کے درجہ کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ چھ گھاٹیوں کو پار نہ کرلے، اول یہ کہ تو نعمت کے دروازہ کو بند کرے اور سختی کا دروازہ کھولے، دوسرے یہ کہ عزت کے دروازہ کو بند کرے اور ذلت کے دروازہ کو کھولے تیسرے یہ کہ راحت کے دروازہ کو بند کرے اور مشقت کے دروازہ کو کھولے، چوتھے یہ کہ سونے کے دروازہ کو بند کرے اور جاگنے کے دروازے کو کھولے، پانچویں یہ کہ غنا کے دروازہ کو بند کرے اور فقر کے دروازہ کو کھولے، چھٹے یہ کہ امیدوں

کے دروازے کو بند کرے اور موت کی تیاری کے دروازے کو کھولے۔ (روض)

حج درحقیقت دو منظروں کا نمونہ ہے اور اس کی ہر ہر چیز میں دو حقیقتیں پنہاں ہیں، اگرچہ اللہ جل شانہٗ کے ہر حکم میں لاکھوں مصلحتیں اور حکمتیں ایسی ہیں کہ جن تک ہر شخص کے خیال کی بھی رسائی نہیں ہوتی، لیکن بعض مصالح ایسی کھلی ہوئی اور ظاہر ہوتی ہیں جو ہر شخص کے ذہن میں آجاتی ہیں، اسی طرح حج کے ہر ہر رکن میں بہت سی مصالح تو ایسی ہیں جن تک ذہن کی رسائی بھی نہیں، لیکن یہ دو چیزیں اس کے ہر ہر رکن میں ہر ہر جزو میں بالکل عیاں ہیں، ایک یہ کہ نمونہ ہے موت کا اور مرنے کے بعد کے حالات کا، دوسرا نمونہ ہے عشق اور محبت کے اظہار کا اور روح کو حقیقی عشق اور حقیقی محبت سے رنگنے کا۔ نمونہ کے طور پر دونوں منظروں کی طرف مختصر طریقہ سے تنبیہ کی جاتی ہے اور اس نمونہ پر غور کرنے سے سب چیزوں میں یہ امور ظاہر اور واضح ہو جائیں گے، پہلا نمونہ موت اور اس کے مابعد کا منظر ہے کہ آدمی جس وقت گھر سے چلتا ہے سب عزیز اور اقارب، گھر بار وطن احباب کو یک لخت چھوڑ کر دوسرے ملک گویا دوسرے عالم کا سفر اختیار کرتا ہے جن چیزوں کے ساتھ دل مشغول تھا گھر بار کھیتی باغ احباب کی مجلسیں سب ہی اس وقت چھوٹ رہی ہیں جیساکہ مرنے کے وقت سب کو بیک وقت خیرباد کہنا پڑتا ہے، حج کو روانگی کے وقت یہی چیز قابل غور و فکر اور قابل عبرت و اعتبار ہے کہ جیسا آج عارضی مدت کے لیے یہ سب کچھ چھوٹ رہا ہے، بہت جلد وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ ہمیشہ کے لیے یہ سب چیزیں چھوٹنے والی ہیں، اس کے بعد سواری پر سوار ہونا اگر عبرت اور غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو جنازہ پر سوار ہو کر چلدینے کی یاد تازہ کرتا ہے، گاڑی میں بیٹھنے کے بعد وہ بھی ہر قدم پر وطن اور احباب سے دُوری اور جدائی بڑھاتی رہتی ہے اور جنازہ اٹھانے والے بھی ہر قدم پر سب اعزہ اور گھر بار ساز و سامان سے دور لے

جاتے ہیں، کچھ لوگ ضرور جنازہ کی نماز تک ساتھ دیتے ہیں اور کچھ قبر تک بھی پہنچا دیتے ہیں اور کچھ قبر میں رکھنے اور مٹی ڈالنے تک بھی ساتھ دیتے ہیں، یہ سارے منظر حاجی کے ساتھ بھی پیش آتے ہیں کہ کچھ لوگ گھر ہی سے مصافحہ کر کے فی امان اللہ کہہ دیتے ہیں، کچھ اسٹیشن تک تکلیف فرما لیتے ہیں اور کچھ بہت ہی خواص ہوتے ہیں جو آگے جہاز تک بھی پہنچا دیتے ہیں، جہاز (اور قبر) میں جانے والے صرف وہی رفیق اور ساتھی ہوتے ہیں جو اس عالم تک ساتھ دینے والے ہوں چاہے وہ عزیز و اقارب ہوں یا مال و متاع ہو، ان میں بعض رفیق سفر ایسے مخلص غمگسار راحت رساں ہوں گے جو ہر ہر قدم پر راحت پہنچاتے ہیں، اور بعض رفیق ایسے بدخلق، کج مزاج، ضدی، جھگڑالو ہوتے ہیں جو سفر کی ہر منزل میں بجائے راحت کے اور مصیبت کا سبب بنتے ہیں، بعینہ یہی ساری صورت آخرت کے سفر میں پیش آتی ہے کہ قبر میں ساتھ جانے والے وہی رفیق سفر ہیں جو آخر تک ساتھ رہنے والے ہیں ان میں اعمالِ حسنہ ہر قسم کی راحت اور آرام کا سبب ہیں اور اعمالِ سیئہ ہر قسم کی اذیت اور تکلیف کا سبب ہیں۔ اعمال حسنہ نہایت حسین وجمیل آدمی کی صورت میں قبر میں ساتھ رہتے ہیں اور اعمال سیئہ نہایت قبیح صورت، ڈراؤنی اور گندی بودار صورت میں ساتھ رہتے ہیں۔ اس عالم میں جتنی راحت پہنچتی ہے وہ اپنے نیک اعمال سے پہنچتی ہے جو مرنے سے پہلے کر لیے ہوں جیسا کہ سفر حج میں جتنی راحت پہنچتی ہے وہ اس مال و زر اور سامان سے پہنچتی ہے جو سفر سے پہلے مہیا کر لیا ہو ہاں کسی خوش قسمت کے لیے کوئی عزیز قریب یا دوست کچھ پڑھ کر یا صدقہ خیرات کر کے کچھ ایصال ثواب کر دے تو مرنے کے بعد بھی اس کو اپنی نہایت ضرورت کے وقت کام آ جاتا ہے جیسا کہ حاجی کے پاس کوئی اس کا عزیز یا دوست بذریعہ ہنڈی وغیرہ کوئی روپیہ پیسہ بھیج دے تو اس سفر میں کتنی مسرت اور خوشی اور راحت کا سبب اس کے لیے بنے،

اس کے بعد سفر کے درمیان میں جتنے خطرات ڈاکو، چور، سخت مزاج حاکموں کی طرف سے سامان کی تفتیش حالات کی تحقیقات پاسپورٹ وغیرہ جانچ پڑتال جتنے مناظر حاجی کو دیکھنا پڑتے ہیں وہ قبر کے سارے منظروں کی یاد دلاتی رہتی ہے کہ منکر نکیر کا سوال بھی ہوگا اپنے ایمان کا امتحان بھی ہوگا اور سانپ بچھو وغیرہ کیڑے مکوڑے بھی قبر میں طرح طرح سے ستائیں گے، اعمالنامہ بھی اپنے ساتھ ہی ہوگا۔ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۤئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ (الایۃ)۔ بہت سے مالدار جن کو اللہ نے دولت بے شمار دی ہے وہ معمولی سی تفتیش اور پاسپورٹ وغیرہ کے بعد چند گھنٹوں میں حجاز پہنچ جاتے ہیں اور جن کے پاس نیک اعمال کا ذخیرہ مالامال کر دینے والا ہو وہ قبر کے ان سارے احوال سے بے خبر اور بے فکر دلہنوں کیطرح اس میں ایسے آرام فرماتے ہیں کہ قیامت تک کا سارا طویل زمانہ ان کے لیے گھنٹوں اور منٹوں میں گذر جائے گا جیسا کہ نئی دلہن پہلی شب میں کمخواب اور مخمل کے بستروں پر سوتی ہے اسی طرح یہ لوگ قبر میں سو جاتے ہیں۔ اس کے بعد احرام کی دو سفید چادریں کفن کی چادروں کی یاد ہر وقت تازہ رکھتی ہیں، اگر عبرت کی نگاہ ہو تو جتنے دن احرام بندھا رہے ہر وقت اسی طرح کفن کی دو چادروں میں لپٹے رہنا یاد رہنا چاہیے، اور احرام کے وقت لبیک (حاضر ہوں حاضر ہوں) قیامت میں پکارنے والے کی آواز پر دوڑ پڑنے کی یاد دلاتی ہے یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَهٗ اس دن سب کے سب (خدا کی طرف سے) پکارنے والے (یعنی صور پھونکنے والے فرشتہ) کے کہنے پر ہولیں گے۔ وَتَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا تو دیکھے گا ہر امت کو زانو پر گری ہوئی اور ہر امت پکاری جائے گی اپنی کتاب کی طرف۔ اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونا گویا اس عالم میں داخل ہو جانا ہے جس میں اللہ کی رحمت کی امید ہے کہ مکہ دار الامن ہے لیکن اپنی بداعمالیوں سے یہ خوف بھی غالب ہے کہ

امن کی جگہ بھی امن نہ ملے مکہ کا سارا قیام اسی بیم و رجار کی یاد کو تازہ کرتا رہتا
ہے کہ اس جگہ کا امن کی جگہ ہونا اللہ کی رحمت اور مغفرت اور کرم اور لطف
انعام و احسان کی یاد تازہ کرتا رہتا ہے اور اپنی بداعمالیاں جو ساری عمر کی ہیں وہ
یاد آ کر ع مر کے بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے، کی یاد تازہ کرتی ہیں، اور بیت اللہ
پر نظر پڑنا قیامت میں گھر کے مالک کے دیدار کو یاد دلاتا ہے اور جس قدر خوف اور
ہیبت عظمت اور جلال کا وہ مظہر ہے وہی سارے آداب اس وقت ہونا چاہئیں
جیسا کہ کسی بڑے بادشاہ کے دربار میں حاضری کے وقت ہوتے ہیں اور بیت اللہ
کا طواف ان فرشتوں کی یاد تازہ کرتا ہے کہ جو عرش معلیٰ کا طواف کرتے رہتے ہیں
اور کرتے رہیں گے اور کعبہ کے پردوں سے لپٹ کر رونا اور ملتزم کو چمٹنا اس
قصوروار کی مثال ہے جو کسی بڑے محسن و مربی کا بڑا قصور کر کے اُس کا دامن پکڑ
کر معافی کے لیے روتا ہے اور اُس کے گھر کے در و دیوار کو پکڑ کر روتا ہے کہ قصور
کی معافی کے یہی راستے ہیں اور قیامت میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے رونے کی مثال
ہے۔ اور صفا مروہ کے درمیان دوڑنا میدان حشر میں اِدھر اُدھر دوڑنے کی یاد تازہ کرتا
ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے: يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ قبروں سے
اس طرح نکل رہے ہوں گے گویا وہ ٹڈی دل ہے جو پراگندہ ہے۔ یہ منظر بندہ کے ناقص
خیال میں قیامت کے ایک عجیب منظر کی یاد تازہ کرتا ہے جس کا بڑا مفصل قصہ
احادیث میں آتا ہے کہ حشر کے دن جب مخلوق نہایت پریشان حال ہوگی اور مصائب
کی کثرت سے تنگ ہو کر یہ سوچے گی کہ انبیاء کرامؑ بڑی اونچی ہستیاں ہیں اور اللہ
کے مقبول بندے ہیں اُن سے جا کر سفارش کی درخواست کریں اس خیال سے سب
سے پہلے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جا کر عرض کریں گے کہ آپ ہمارے
باپ ہیں اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا فرشتوں سے سجدہ کرایا خود ہر چیز کے

نام آپ کو تعلیم دیئے وغیرہ وغیرہ آپ ہماری سفارش کر دیں، تو وہ فرمائیں گے مَیں تو نہیں کر سکتا اگر مجھ سے اس ممنوع دانہ کے کھانے کا سوال ہو گیا تو کیا ہوگا تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، یہ لوگ پریشان حال حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی عذر فرمادیں گے کہ مَیں نے طوفان کے زمانہ میں اپنے بیٹے کے بچانے کا بے محل سوال کر لیا تھا تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ بھی عذر فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حوالہ دیں گے، وہ بھی عذر فرما کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا حوالہ دیں گے، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانے کا مشورہ دیں گے اور یہ فخر حضورؐ ہی کے لیے ہے کہ اس جلال کے دن میں سفارش کی ابتدا، فرمادیں گے، یہ بہت طویل قصہ ہے، مجھے تو صرف یہی منظر سامنے لانا ہے کہ اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر مارے مارے پریشان حال ایک دن پھرنا ہے جو بڑا سخت دن ہوگا، عرفات کا میدان تو حشر کے میدان کا پورا نمونہ ہے ہی کہ آفتاب کی تمازت اور سب کا ایک لق و دق میدان میں ایسی حالت میں اجتماع کہ مغفرت کی امید ہے گناہوں کا خوف ہے، بندہ کے ناقص خیال میں عرفات کے میدان میں بڑی غور و فکر کی جو چیز ہے وہ عہد و میثاق ہے جو ازل میں "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" سے لیا گیا تھا کہ عالَمِ ارواح میں حق سبحانہٗ وتقدس نے ساری ارواح سے یہ سوال کیا تھا کیا مَیں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا تھا کہ بے شک آپ ہمارے رب ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت مسند احمد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ یہ عہد عرفات ہی کے میدان میں ہوا تھا یہ وقت اور یہ جگہ اس کے یاد کرنے کی ہے کہ کیا عہد کیا تھا اور اس عہد کو کس طرح پورا کیا۔ اس کے بعد مزدلفہ، منیٰ وغیرہ کے اجتماعات ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ان مواقع میں لوگوں کا ازدحام اور اُن کا شور و شغب مختلف زبانیں مختلف آوازیں اور لوگوں کا اپنے اپنے اماموں کے پیچھے چلنا

قیامت کے میدانوں میں اپنے اپنے انبیاء اور مقتداؤں کے پیچھے چلنے کی اور حیرانی اور پریشانی کے عالم میں کبھی یہاں اور کبھی وہاں جانے کی یاد تازہ کرتا ہے ان مواقع میں عاجزی اور زاری کا اہتمام کر کہ کام آنے والی چیز ہے۔ یہ مختصر خاکہ ہے حج کے اس منظر کا جو قیامت کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔

حج کے بارے میں

۱: ہر حاکم اور بادشاہ کو اپنی رعایا کے مختلف طبقات کو بیک وقت ایک جگہ جمع کرنے کا جتنا اہتمام اور خواہش ہوتی ہے وہ سب کو معلوم ہے کہ اس کے لیے مختلف نوع کے جشن اور مختلف نام کی انجمنیں بناکر ان کے سالانہ جلسے وغیرہ کرائے جاتے ہیں، حج میں یہ مصلحت علیٰ وجہ الاتم پوری ہوتی ہے۔

۲: مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف ممالک کے اہل الرائے اگر کوئی لائحہ عمل تجویز کریں تو اس کی تشکیل اور اشاعت کے لیے یہ بہترین موقع ہے۔

۳: اگر اسلامی ممالک کے افراد کے درمیان اتحاد اور تعلقات کی وسعت کی کوئی صورت ہو سکتی ہے تو حج کے موقع سے بہتر صورت نہیں۔

۴: علم الالسنہ کے شوقین حضرات کے لیے حج کے زمانہ سے بہترین موقع شاید نہ مل سکے کہ ایک ہی جگہ عربی اردو پنجابی ترکی فارسی ہندی پشتو چینی جاوی انگریزی وغیرہ وغیرہ ہر زبان کے واقف لوگ ملیں گے۔

۵: سپاہیانہ زندگی جو اسلامی زندگی کا خصوصی شعار ہے، حج کے سفر میں پورے طور سے پائی جاتی ہے، لباس و معاش میں بھی چلنے پھرنے میں بھی۔

۶: سرمایہ داری کے مخالف امیر و غریب میں مساوات پیدا کرنے کی جتنی کوشش کرتے رہتے ہیں اس کو اخبار بیں حضرات بخوبی جانتے ہیں اور یہ بھی ساتھ ہی معلوم ہے کہ کوئی صورت بھی آج تک کامیاب نہیں ہو سکی، اسلام کا ہر حکم نماز، روزہ

حج، زکوٰۃ اِس مصلحت کو نہایت آسان اور کامیاب طریقہ سے پُورا کرتا ہے۔ اسلامی اصول سے بہتر چیز نہ آج تک پیدا ہوسکی اور نہ آئندہ ہوسکیگی بشرطیکہ ان احکام کو اسلام کی صحیح تعلیم کے ماتحت ادا کیا جائے۔

۷: دنیا کے مختلف طبقات میں مساوات پیدا کرنے کے لیے بھی حج بہترین عمل ہے کہ امیر، غریب، بادشاہ، فقیر، ہندی، عربی، ترکی، چینی وغیرہ سب ایک ہی حال میں ایک ہی لباس میں ایک ہی مشغلہ میں معتدبہ زمانے تک رہتے ہیں۔

۸: قومی ہفتہ منانے کے لیے لوگ کتنے انتظامات، اعلانات، اخراجات کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے ذی الحجہ کے پہلے پندرہ دن قومی ہفتہ سے بھی بڑھ کر ہیں کہ جن کے لیے نہ انتظاماتِ خصوصی کرنے کی ضرورت ہے نہ پروپیگنڈہ کی۔

۹: دنیا کے سب مسلمانوں میں آپس میں اخوت، محبت، تعلقات، تعارف اور رشتۂ اتحاد قائم کرنے کے لیے حج بہترین موقع ہے۔

۱۰: اشاعتِ اسلام کے شوقین دینی احکام کی اہمیت اور تبلیغ کو اس موقع پر اہتمام سے لے کر اٹھیں، مقامی حضرات باہر سے آنے والے مہمانوں کی اصل خاطر اور ضیافت اِس کو سمجھیں کہ اُن میں دینی جذبہ قوت پکڑے، اُن میں دین کے احکام پر عمل کا ولولہ اور شوق پیدا ہو، اُن میں جو ضعف یا بددینی کے اثرات ہوں وہ زائل ہوجائیں اسی طرح باہر سے آنے والے حضرات مقامی اصحاب کی اعانت اس کو سمجھیں تو دین کو جس قدر فروغ ہو وہ اظہر من الشمس ہے۔

۱۱: غربا اور امرا کا اختلاط جو مستقل طور پر ایک مقصود چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ایک طرف امرا میں سے نخوت اور غرور دُور ہو، دوسری جانب غربا کا حوصلہ بڑھے، وہ حج میں ایسے کامل طور سے پایا جاتا ہے کہ جس کی نظیر دوسری

جگہ نہ ملے گی، امراء اپنی بدنی ضروریات کی وجہ سے غربا کی طرف متوجہ ہوں گے کہ باربرداری، کھانا پکانا، اور آمد ورفت کی تمام ضروریات کا اُن کو خود پورا کرنا مشکل ہے۔ دوسری جانب غربا کی مالی ضروریات اُن کو امراء کی طرف متوجہ کریں گی جس کی وجہ سے اُن دونوں طبقوں کا اختلاط جو بسا اوقات تعارف اور مدارات سے بڑھ کر مؤدت اور دوستی تک پہنچ جاتا ہے، جس کا سفرِ حج میں پوری طرح سے مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

۱۲ : مسلمانوں کے اجتماع کو بالخصوص جبکہ وہ عاجزی، مسکنت، زاری اور تضرع کے ساتھ ہو اللہ جل شانہٗ کی رحمت اور لطف وکرم کے متوجہ کرنے میں جتنا دخل ہے وہ عامی سے عامی آدمی سے بھی مخفی نہیں، حج کا موقع اس کا بہترین منظر ہے کہ عرفات کا میدان اِس کا خصوصی مظہر ہے۔

۱۳ : آثارِ قدیمہ کا تحفظ اور اسلاف بالخصوص پہلے انبیا کرامؑ کے احوال کا علم اور استحضار سفرِ حج کا خصوصی ثمرہ ہے۔

۱۴ : معاشی حیثیت سے دنیا کی معلومات کا ذریعہ سفرِ حج سے بہتر نہیں ہے کہ ہر ملک کی مصنوعات، ایجادات، پیداوار کے حالات اور اِس قسم کی جتنی تفصیلات معلوم کرنا چاہیں اِس سفر میں بہترین طریقہ سے حاصل ہوسکتی ہیں

۱۵ : علمی حیثیت سے سفرِ حج نہایت بہتر چیز ہے کہ اس موقع پر ہر جگہ کے علماء موجود ہوتے ہیں، اُن کی علمی حیثیت اور مقام کے علمی کارنامے علمی مراکز اُن کی ترقیات اور تنزل اور اُن کے اسباب پر تفصیل سے اطلاع ہوسکتی ہے اور مختلف نوع کے علماء سے استفادہ حاصل ہوسکتا ہے۔

۱۶ : دنیا بھر کے اولیاء ابدال اور اقطاب کا ایک معتد بہ طبقہ ہر سال حج میں شرکت کرتا ہے اُن کے فیوض وبرکات، انوار وکمالات سے استفادہ

کا بہترین موقع ہے۔

۱۷: اللہ کی معصوم مخلوق فرشتے جو عرش الٰہی کے طواف میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں حج میں اُن سے تشبہ حاصل ہوتا ہے اور حدیث کے پاک ارشاد (جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے اُن ہی میں شمار کیا جاتا ہے) کی بنا پر فرشتوں کے ساتھ جو کسی وقت اور کسی آن اللہ جل شانہ کی منشار کے خلاف نہیں کرتے مشابہت حاصل ہوتی ہے۔

۱۸: پہلی امتوں میں مذہبی حیثیت سے رہبانیت ایک بہت ہی اہم اور اونچی چیز شمار کی جاتی تھی مگر اسلام نے اِس کو روک کر اُس کا بدل سفرِ حج کو قرار دیا اور اُس کا نعم البدل اُس کو قرار دیا۔ (اتحاف)

۱۹: دنیاوی حیثیت سے ہر قوم میں ایک میلہ لگتا ہے اور یہ ایک قدیم دستور ہے۔ ہر ملک اور ہر مذہب کے لوگ اِس کے ہمیشہ عادی ہیں، عام طور پر لوگ اس کی طرف طبعاً متوجہ ہوتے ہیں، سال بھر تک اس کا انتظار و اہتمام کرتے ہیں، اسلام نے مسلمانوں کے لیے حج کو اُس کا نعم البدل قرار دیا کہ بجائے لہو و لعب شکل میں تھے توحید و عشق الٰہی کی طرف امالہ ہو گیا۔

۲۰: حج ان متبرک مقامات کی زیارت کا ذریعہ ہے اور برکات حاصل کرنے کا موقع ہے جہاں لاکھوں عشاق نے ایڑیاں اور ماتھے رگڑ رگڑ کر جان دیدی۔

۲۱: سفر سے ایک طرف تو اخلاق کی جلا اور صفائی ہوتی ہے، دوسری طرف بدن کی صحت کے لیے معین ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "سافروا تصحوا" سفر کرو صحت یاب ہوگے۔ (کنز) تبدیل آب و ہوا صحت کے لیے معین و مددگار ہے۔ حج کا سفر اُس کا بہترین ذریعہ ہے۔

۲۲: حج اُس عبادت کی یادگار اور بقا ہے جو حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ

الصّلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لے کر ہر مذہب وملت میں رہی۔

۲۳ : اسلام کا ابتدائی دور جہاں نہایت بے کسی کے عالم میں ہر وقت مظلومانہ زندگی بسر کرتے تھے اور ہر قسم کے ظلم وستم کا شکار ہوتے تھے اور نہایت صبر و استقلال کے ساتھ اُن سب مظالم کو برداشت کرتے تھے جو کفار کی طرف سے اُن پہ ہوتے رہتے تھے اور اسلام کا انتہائی دور جہاں وہ ہجرت کے بعد غالب اور فاتح کی شکل میں رہے اور غالب و قوی ہو کر اپنے کمالِ اخلاق سے نہ صرف یہ کہ پُرانے مظالم کو بالکل نظر انداز کر دیا بلکہ اپنے اخلاق کی خوبی اور وسعت سے اسلام کو ایسا پھیلایا کہ دنیا کے گوشے گوشے میں اُس کا نور پھیل گیا، اس سفرِ حج میں دونوں شہروں کی زیارت سے دونوں یادگاریں تازہ ہوتی ہیں اور دونوں سبق یاد کرنے کا اُمت کو موقع ملتا ہے۔

۲۴ : مکہ مکرمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد ہے، پیدائش یہاں ہوئی اور ۵۳ سال کی عمر تک کے مختلف دور یہاں گذرے اِس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کا گھر ہے اور روضۂ مبارک وہاں ہے رسالت کے اکثر احکام وہاں نازل ہوئے، اس سفر سے دونوں یادگاروں کی زیارت حضورؐ کے ہر زمانے کی یاد کو تازہ کرنے والی ہے اور محبت کی بڑھانے والی ہے، لوگ یادگار قائم کرنے کے لیے مختلف چیزیں ایجاد کرتے ہیں، اسلام نے حج و زیارت کا حکم دے کر خود اِس یادگار کو قائم کر دیا۔

۲۵ : مرکزِ اسلام کی تقویت وقوت اور حرمین شریفین کے رہنے والوں کی اعانت و نصرت اُن کے حالاتِ زندگی کی تحقیق اُن کے ساتھ ہمدردی و غم گساری کا بہترین ذریعہ حج و زیارت ہے کہ جب اُن سے تفصیلی ملاقات ہوگی تو ان کی اعانت اور مدد کا جذبہ خود بخود دل میں پیدا ہوگا اور وہاں سے واپسی پر بھی

عرصہ تک ان کی یاد رہے گی، نمونہ کے طور پر چند امور کی طرف مختصر اور مجمل اشارات کیے ہیں، غور کرنے سے بہت امور اور مصالح سمجھ میں آتے رہتے ہیں لیکن یہ ایک نہایت اہم جزء ہے کہ مقصد اللہ جل شانہٗ کے ساتھ تعلق کا بڑھانا ہے اور دنیا کی محبت اور اُس سے بے رغبتی پیدا کرنا ہے۔

حج سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

ابن شماسہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس حاضر ہوئے، اُنکا آخری وقت تھا۔ انتقال ہو رہا تھا۔ حضرت عمروؓ اُس وقت بہت دیر تک روتے رہے۔ اس کے بعد اپنے اسلام لانیکا قصہ سُنایا اور فرمانے لگے کہ جب اللہ جلّ شانہٗ نے میرے دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا کر دیا تو میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاضر ہو کر عرض کیا کہ بیعت کے لیے ہاتھ دے دیجئے مَیں مُسلمان ہوتا ہوں، حضورؐ نے اپنا دستِ مبارک پھیلایا تو مَیں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ کیا؟ مَیں نے عرض کیا کہ حضورؐ مَیں پہلے ایک شرط رکھنا چاہتا ہوں اور وُہ یہ ہے کہ اللہ میرے پچھلے گناہ معاف کر دے۔ حضورؐ نے فرمایا عمروؓ! تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ اسلام ان سب گناہوں کو ختم کر دیتا ہے، جو کُفر کی حالت میں کئے گئے ہوں اور ہجرت ان سب لغزشوں کو ختم کر دیتی ہے جو ہجرت سے پہلے کی ہوں اور حج ان سب قصوروں کا خاتمہ کر دیتا ہے جو حج سے پہلے کیے ہوں

اُمّت کے وفود آقاؐ کے حضور میں

اُس دَور کا تصوّر کرو، جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت یہاں حاضر تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے مشاہدے اور حضورؐ کی بابرکت کلام کے سننے سے مستفید ہوتے تھے۔

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمّل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی، اِک شور تھا، غُل تھا
جب آئے دن خزاں کے، کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ، یہاں گل تھا

آؤ مدینے چلیں

سید ابوالحسن ندوی فرماتے ہیں مورخین اور مصنفین کو خدا معاف کرے، مقدّس سے مقدّس مقامات اور افضل سے افضل اوقات میں بھی یہ تاریخی ذوق اور طرزِ فکر اُن کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور وُہ چند لمحات کے لیے بھی اُس سے آزاد نہیں ہو پاتے وُہ جہاں بھی ہوتے ہیں، اپنے علم و مطالعے کی فضا میں سانس لیتے ہیں اور حال کا رشتہ ہمیشہ ماضی سے جوڑنا چاہتے ہیں۔ مناظر کو دیکھ کر اُنکا ذہن بہت جلد اس تاریخی منزل کی تلاش میں نکل جاتا ہے، جس کے نتیجے میں اِن مناظر کا وجود اور نمُود ہے۔

مَیں کل مسجدِ نبوی میں روضۂ جنّت میں بیٹھا ہوُا تھا۔ میرے چاروں طرف نمازیوں اور عبادت گزاروں کا کثیر مجمع تھا، اُن میں کچھ لوگ سجدے

میں تھے اور کچھ رکوع میں، تلاوتِ قرآن کی آوازیں فضا میں اسی طرح گونج رہی تھیں، جس طرح شہد کی مکھیاں اپنے چھتّے میں بھنبھنا رہی ہوں، اس وقت کا سماں کچھ ایسا تھا کہ مجھے تاریخ اور تاریخی شخصیات کو تھوڑی دیر کے لیے فراموش کر دینا چاہیئے تھا، لیکن تاریخ کی قدیم یادیں بادلوں کی طرح میرے دل و دماغ پر چھا گئیں اور میرا اُن پر کوئی زور نہ چل سکا۔

مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اِس اُمّت کے بعض نامور رہنماؤں اور شخصیّتوں کو ایک نئی زندگی عطا کی گئی ہے اور وُہ وفود کی شکل میں یکے بعد دیگرے بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہو رہے ہیں اور اسی عظیم مسجد میں فریضۂ نماز اَدا کرنے کے بعد اسی عظیم نبیؐ کو ہدیۂ سلام اور خراجِ عقیدت و محبّت پیش کر رہے ہیں اور اس کے احسان کا اعتراف کر رہے ہیں اور باوجود اِس کے کہ وُہ مختلف زمانوں، مکانات اور طبقوں سے تعلّق رکھتے ہیں، سب یک زباں ہو کر اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ آپ ہی وُہ رسولؐ ہیں، جنھوں نے اللہ کے حُکم سے اُن کو ظلمت سے روشنی کی طرف تیرہ بختی سے خُوش بختی کی طرف، مخلوق کی عبادت سے خُدائے واحد کی عبادت کی طرف اور مذاہب کے ظلم و استبداد سے اسلام کے عدل و انصاف کی طرف اور دُنیا کی تنگی سے اُس کی کشادگی کی طرف منتقل کیا، وُہ اعتراف کر رہے ہیں کہ وُہ اسلام ہی کی پیداوار ہیں اور اُن کا سارا وجُود اور زندگی نبوّت کی مرہُونِ منت ہے، اگر خدانہ خواستہ اُن سے وُہ سب واپس لے لیا جائے، جو اللہ تعالیٰ نے اُن سب کو اُس نبیؐ کے ذریعے عطا کیا تھا اور نبوّت کے وُہ

وُہ عطیے اُن سے چھین لیے جائیں، جنھوں نے دُنیا میں اُن کو عزّت و سرفرازی بخشی تھی، تو اُن کی حیثیت ایک بے رُوح اور بے جان ڈھانچے اور چند مبہم اور بے مقصد خطُوط و اشکال سے زیادہ نہ رہ جائے گی اور وُہ تاریخ کے اِس تاریک ترین عہد کی طرف واپس چلے جائیں گے، جہاں جنگل کے قانُون اور ظلم و استبداد کا دَور دَورہ تھا اور موجُودہ تہذیب اور تمدن کا نام و نشان تک مٹ جائے گا.

اچانک میری نگاہ ایک طرف اُٹھ گئی، مَیں نے دیکھا کہ باب جبرئیلؑ سے جو مجھ سے زیادہ قریب تھا، ایک جماعت داخل ہو رہی ہے، سکُون اور وقار میں ڈُوبے ہُوئے لوگ، اُن کی پیشانی سے علم کا نورُ اور ذہانت کا وفور صاف عیاں تھا، وہ باب الرّحمۃ اور بابِ جبرئیلؑ کے درمیانی حصّے میں پھیل گئے، وُہ اتنی بڑی تعداد میں تھے کہ اُن کے شمار کا کوئی سَوال نہیں تھا، مَیں نے دربان سے پُوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ اُس نے کہا: اِس اُمت کے امام اور رہنما، انسانیت کے محسن اور نوعِ انسانی کے ممتاز اور قابلِ فخر نمونے ہیں. اُن میں سے ہر ایک پوری پوری قوم کا امام، پورے کُتب خانے اور مکتبِ فکر کا بانی اور موسس، پوری نسل کا مربّی اور مستقل علوم و فنون کا موجد ہے. ان کے لازوال اور لافانی شاہکار اور نمونے آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں، اُن کے علم و اجتہاد اور تحقیق کی روشنی میں کئی کئی نسلوں نے سفرِ زندگی طے کیا ہے. اُس نے عجلت کے ساتھ چند ہستیوں کے نام بھی مجھے بتا دیئے، امام مالکؒ، امام ابُوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، لیث بن سعد مصری، امام اوزاعی

امام بخاری، امام مسلم، تقی الدین ابن تیمیہ، ابن قدامہ، ابواسحاق الشاطبی، کمال ابن ہمام، شاہ ولی اللہ دہلوی، اگرچہ ان شخصیتوں میں اپنے اپنے زمانے میں، ملک و وطن اور اپنی علمی و دینی حیثیتوں اور مراتب کا بڑا فرق تھا، لیکن اِن سب نے اِس موقع پر بارگاہِ نبویؐ میں خراجِ عقیدت پیش کیا اور اشکِ ندامت نذر کیے۔

میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے اُنھوں نے تحیۃ المسجد کا دوگانہ بہت خشوع و خضوع اور حضوریٔ قلب کے ساتھ اَدا کیا، پھر بہت ادب اور تواضع کے ساتھ مرقدِ مبارک کی طرف بڑھے اور بہت جچے، تُلے، مختصر معانی سے لبریز، گہرے اور پُرمغز کلمات کے ساتھ سلام پیش کیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اُن کی آواز اس وقت بھی میرے کانوں میں گُونج رہی ہے، ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور آواز میں رقت۔ وُہ کہہ رہے تھے:

"یارسُول اللہؐ! اگر آپ کی لازوال، وسیع اور جامع، عادلانہ اور کشادہ شریعت نہ ہوتی اور اس کے اصُول نہ ہوتے، جن سے انسانی ذہن اور انسانی صلاحیت نے نئے نئے گُل بُوٹے پیدا کیے اور دنیا کا دامن بیش قیمت اور عطر بیز پھُولوں سے بھر دیا اور اس کا وُہ حکیمانہ اور معجزانہ نظام نہ ہوتا، جس نے انسانی فکر و تدبّر اور اخذ و استنباط کی صلاحیت کو پیدا کر دیا اور اگر وُہ انسانیت کی ایک اہم ضرُورت نہ ہوتی تو نہ اس عظیم فقہ کا کوئی وجُود ہوتا، نہ یہ عظیم اسلامی قانُون وجُود میں آتا۔ جس سے اس وقت تک ہر قوم کا دامن خالی ہے۔

نہ اتنا بڑا اسلامی کتب خانہ پیدا ہوتا، جس کے سامنے دُنیا کا سارا مذہبی لٹریچر ہیچ ہے۔ اگر علم کی اشاعت اور خُدا کی نشانیوں اور اُس کی قدرتِ کاملہ میں غور و فکر اور عقل سے کام لینے کی آپ نے ایسی پُر زور دعوت نہ دی ہوتی تو یہ شجرۂ علم زیادہ دنوں تک برگ و بار نہ لا سکتا اور نہ اس کا سایہ تمام دُنیا پر ایسا محیط ہوتا، جیسا کہ آج نظر آرہا ہے، عقلِ انسانی پہلے کی طرح پابہ زنجیر ہوتی اور دُنیا روشنی سے محرُوم۔"

میں اس جماعت کو جی بھر کر دیکھ بھی نہ سکا تھا کہ میری نظر ایک دُوسرے گروہ پر پڑی، جو باب الرحمۃ سے ہو کر اندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ صلاح تقویٰ اور زہد و عبادت کے آثار اُن کے چہروں سے صاف ظاہر تھے، مجھے بتایا گیا کہ اِس جماعت میں حسن بصریؒ، عمرؓ بن عبدالعزیز، فضیل بن عیاضؒ، داؤد طائی، ابن السماکؒ، شیخ عبدالقادرؒ جیلانی، نظام الدینؒ اولیاء اور عبدالوہابؒ المتقی جیسے حضرات بھی رونق بخش ہیں، جنھوں نے اپنے قابلِ رشک پیشروؤں کی یاد تازہ کر دی نماز کے بعد یہ لوگ بھی قبرِ مبارک کے سامنے کھڑے ہوئے اور اپنے نبیؐ و پیشوا اور سب سے بڑے معلّم اور رہنما کو درُود و سلام کا تحفہ پیش کرنے لگے ؛ وُہ کہہ رہے تھے ؛

" یارسول اللہ! اگر ہمارے سامنے وُہ عملی مثال نہ ہوتی، جو آپ نے پیش فرمائی تھی اور وُہ مینارۂ نوُر نہ ہوتا، جس کو آپ نے بعد کے آنے والوں کے لیے قائم فرمایا تھا، اگر آپ کا یہ قول نہ ہوتا کہ اے

اللہ! "زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔" اگر آپ کی وصیت یہ نہ ہوتی "دنیا میں اِس طرح زندگی گزارو، جس طرح کوئی مسافر یا راہی اپنی زندگی گزارتا ہے"۔ اگر زندگی کا وُہ طرز نہ ہوتا، جس کا ذکر حضرت عائشہؓ نے اس طرح کیا ہے کہ: "ایک چاند کے بعد دُوسرا چاند اور دُوسرے کے بعد تیسرا چاند نکل آتا تھا اور آپ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی نہ چُولہے پر دیگچی چڑھانے کی نوبت آتی تھی تو ہم دُنیا پر اسی طرح آخرت کو ترجیح نہ دے سکتے اور نہ ہم محض گزارے پر بسر کر سکتے اور نہ قناعت کو اپنی زندگی کا شعار بنا سکتے، نہ ہم نفس کی ترغیبات پر قابُو پا سکتے اور نہ دُنیا کے حُسن و جمال اور اُس کی رعنائی و زیبائی اور عہدہ و منصب کی طاقت اور کشش کا اس طرح مقابلہ کر سکتے۔"

اُن کے حکیمانہ الفاظ ابھی پوُری طرح میرے دل و دماغ میں پیوست بھی نہ ہوُئے تھے کہ میری نظر ایک اور گروہ پر پڑی جو "باب النساء" سے بہت لحاظ اور ادب کے ساتھ گزر رہا تھا، ظاہری آرائش اور آزاد روی کے ان مناظر سے جو اسلامی اصوُل و آداب کے منافی ہیں یہ گروہ بالکُل محفوُظ اور خالی تھا، یہ مختلف قوموں اور دُور دراز ملکوں کی صالح عبادت گزار اور عفیف خواتین تھیں، جو عرب و عجم اور مشرق و مغرب کے مختلف خطوّں سے تعلق رکھتی تھیں، بہت دبی زبان میں اور پوُرا ادب واحترام ملحوُظ رکھتے ہوُئے وُہ اپنے جذباتِ تشکر و عقیدت کا اظہار اِس طرح کر رہی تھیں:-

"ہم آپ پر درُود وسلام بھیجتے ہیں یا رسوُل اللہؐ! ایسے طبقے کا

درود و سلام جس پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے۔ آپ نے ہم کو خدا کی مدد سے جاہلیت کی بیڑیوں اور بندشوں، جاہلی عادات و روایات سوسائٹی کے ظلم اور مردوں کی زبردستی اور زیادتی سے نجات بخشی، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے رواج کو ختم کیا، ماؤں کی نافرمانی پر وعید سنائی، آپ نے فرمایا کہ جنّت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ آپ نے وراثت میں ہم کو شریک کیا اور اس میں ماں، بہن بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے ہم کو حصّہ دلایا۔ یوم عرفہ کے مشہور تاریخی خطبے میں بھی آپ نے ہمیں فراموش نہیں کیا، اور کہا کہ: عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو اس لیے کہ تم نے اُن کو اللہ کے نام کے واسطے سے حاصل کیا ہے۔ اِس کے علاوہ مختلف مواقع پر آپ نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک، ادائے حقوق اور بہتر معاشرت کی ترغیب دی اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے طبقے کی طرف سے وہ بہتر سے بہتر جزا دے جو انبیائے مرسلین اور اللہ کے نیک اور صالح بندوں کو دی جاسکتی ہے۔"

یہ نرم آوازیں میرے کانوں میں گونج رہی تھیں کہ ایک اور جماعت نظر آئی جو "باب السّلام" کی طرف سے آرہی تھی، میں اُن کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ علوم و فنون کے موجد اور مرتب، ائمہ نحو و لغت و بلاغت کی جماعت تھی، اس میں ابوالاسود الدئلی، خلیل بن احمد، سیبویہ کسائی، ابوعلی الفارسی، عبدالقاہر الجرجانی، السکاکی، مجدّ الدین فیروزآبادی سیّد مرتضٰے الزبیدی بھی تھے، جو اپنے علوم کا سلام پیش کر رہے

تھے اور اپنی شہرت اور مرتبۂ علمی کا خراج اَدا کرنے آئے تھے، میں نے دیکھا کہ وُہ بہت بلیغ اور اَدبی الفاظ میں اس طرح گویا ہیں:

"یا رسُول اللہؐ! اگر آپ نہ ہوتے اور یہ مقدّس کتاب نہ ہوتی، جو آپؐ پر نازل ہوئی، اگر آپ کی احادیث نہ ہوتیں اور یہ شریعت نہ ہوتی جس کے سامنے ساری دُنیا نے سرِ تسلیم خم کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے عربی زبان سیکھنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے پر مجبُور تھی، تو پھر یہ علوم بھی نہ ہوتے، جن میں آج ہم کو امامت و قیادت کا شرف حاصل ہے نحو بیان اور بلاغت، ان میں سے کسی چیز کا بھی وجُود نہ ہوتا. نہ یہ بڑی بڑی معاجم اور لغات نظر آتیں، نہ عربی زبان کے مفردات میں یہ نکتہ آفرینیاں اور دقیقہ سنجیاں ہوتیں، نہ ہم اس راستے میں اتنی زبردست اور طویل جدّوجہد کے لیے تیار ہوتے (جس کے یہاں زبانوں اور بولیوں کی کوئی کمی نہ تھی، عربی سیکھنے اور اس پر عبُور حاصل کرنے کی کوئی خواہش نہ ہوتی اور نہ ان میں وُہ مصنفین اور اہلِ قلم پیدا ہوتے، جن کی ادبیت و زبان دانی کا اہلِ زبان نے بھی لوہا مان لیا، یا رسُول اللہؐ! آپ ہی ہمارے درمیان اور اسلام میں پیدا ہونیوالے ان علوم کے درمیان واسطہ اور رابطہ تھے، جو آپ کی بعثت کے بعد وجُود میں آئے، درحقیقت صرف آپ ہی عرب وعجم میں رابطے کا ذریعہ ہیں، آپ ہی کی ذات ہے، جس نے اس درمیانی خلا کو پُر کیا اور عرب وعجم اور مشرق و مغرب کو گلے ملا دیا اور شیر وشکر بنا دیا، آپ کا کتنا احسان ہے، ہماری اس ذہانت، طبّاعی اور تبحّرِ علمی پر

اور آپ کا کتنا کرم ہے علم کی اس دولت پر، انسانی عقل کی زرخیزی پر اور قلم کی گلکاری پر! یا رسول اللہؐ! اگر آپ نہ ہوتے تو یہ عربی زبان بہت سی اور زبانوں کی طرح صفحہ ہستی سے ناپید ہو جاتی، اگر قرآن مجید کا غیر فانی صحیفہ اس کا پاسبان نہ ہوتا تو اس میں اتنا تغیر و تبدل ہو جاتا کہ اس کی صورت ہی مسخ ہو جاتی اور وہ ایک نئی زبان بن جاتی، جیسا کہ بکثرت دوسری زبانوں کے ساتھ ہوا ہے، عجمی الفاظ اور مقامی زبانیں اس کو جذب کر لیتیں یا نگل لیتیں اور اس کی صحت و اصلیت یکسر ختم ہو جاتی، یہ آپ کے وجود مبارک، شریعت اسلامی اور اس کتاب مقدس کا فیض ہے، جس نے اس زبان کو فنا کی دستبرد سے محفوظ رکھا ہے۔ اور عالم اسلام کے لیے اس کو عزت و محبت بنا دیا ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس زبان کو دوام بخشا اور اس کے بقاء و ترقی کی ضمانت کی، اس لیے اُس شخص پر جو اِس زبان میں بات کرتا ہے یا اِس کی دعوت دیتا ہے یا لکھتا ہے یا اِس کی وجہ سے کوئی بلند مرتبہ حاصل کرتا ہے، آپ کا احسان ہے اور وہ اِس احسان کا کبھی منکر یا اس سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔"

مَیں اُن کے اس تشکّر و اعتراف اور اظہارِ حقیقت کو غور سے سُن رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ بابِ عبد العزیز پر جا کر ٹھہر گئی۔ اس دروازے سے ایک ایسا گروہ داخل ہو رہا تھا جس پر مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کے رنگ نمایاں تھے، اس میں دُنیا کے بڑے بڑے سلاطین اور تاریخ کے ممتاز ترین بادشاہ اور فرمانروا شامل تھے، ہارون الرشید

ولید بن عبدالملک، ملک شاہ سلجوقی، صلاح الدین ایوبی، ظاہر بیبرس
سلیمان اعظم، اورنگ زیب عالمگیر بھی اس گروہ میں شامل تھے، انھوں نے
اردلیوں اور چوبداروں کو دروازے کے باہر ہی چھوڑ دیا تھا اور
نظریں جھکائے ہوئے، تواضع و انکسار کا مجسمہ بنے ہوئے بہت
آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہوئے چل رہے تھے. میری نظر کے سامنے
اُن سب کی شخصیتیں اور کارنامے اُبھرنے لگے، میری آنکھوں میں اس
طویل و عریض دُنیا کا نقشہ پھر گیا، جس پر اُن کا سکّہ چلتا، اُن کا ڈنکا بجتا
تھا، اُن کی بادشاہی اور فرمانروائی کی تصویر میرے سامنے آگئی، جو
اُن کو دُنیا کی بڑی بڑی قوموں، طاقتور سلطنتوں اور جابر بادشاہوں
پر حاصل تھی (اُن میں وُہ ہستی بھی تھی (ہارُون الرشید) جس نے بادل کے
ایک ٹکڑے کو دیکھ کر کہا تھا: تو جہاں چاہے جا کے برس تیرا خراج
آخر کار میرے ہی خزانے میں آئے گا۔ وہ شخص بھی تھا (ولید بن عبدالملک)
جس کی سلطنت کی وسعت کا عالم یہ تھا کہ اگر سب سے تیز رفتار
سانڈنی سوار سلطنت کے ایک سرے سے دُوسرے سرے تک
جانا چاہتا تو یہ ۱۵ ماہ سے کم میں ناممکن تھا. اُن میں وُہ فرمانروا بھی تھے.
جو نصف کرّہ ارضی پر حکومت کرتے تھے اور بڑے بڑے بادشاہ
اُن کو خراج پیش کرنے پر مجبور رہتے. ایسے فرمانروا بھی تھے، جن کی
ھیبت سے سارا یورپ لرزہ براندام تھا اور جن کے زمانے میں
مسلمانوں کو عزّت کا یہ مقام حاصل تھا کہ جب وُہ یورپ کے مُلکوں میں
جاتے تھے، تو اُن کے دین کے احترام اور اُن کے غلبہ و سطوت کے

اثر سے گرجوں کے گھنٹے بجنا بند ہو جاتے تھے. غرض اسی طرح کے نہ جانے کتنے بادشاہ اور فرمانروا اِس مجمع میں موجود تھے، وُہ مسجدِ نبویؐ میں نماز اَدا کرنے کے لیے آگے کی طرف بڑھ رہے تھے اور حضورؐ کو دُرود و سلام کا ہدیہ پیش کرنا چاہتے تھے اور اس کو اپنے لیے سب سے بڑا شرف و اعزاز اور سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے اور تمنّا کرتے تھے کہ کاش اُن کی یہ نماز اور یہ دُرود و سلام قبول ہو. مَیں نے دیکھا کہ وُہ لرزتے ہُوئے قدموں کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں، اُن کے دلوں پر ہیبت طاری تھی، یہاں تک کہ وُہ صفہ کے نزدیک پہنچ گئے جو فقرا، صحابہ کا مسکن اور جائے قیام تھا، وُہ تھوڑی دیر کے لیے وَہاں رُک گئے اور عزت و احترام اور شرم و حیا کے مِلے جُلے جذبات کے ساتھ اس جگہ کو دیکھنے کے لیے جو کبھی اُن فقراء و مساکین کا ٹھکانا تھا، جن کے قدموں کی خاک کو یہ اپنی آنکھ کا سُرما بنانے کو تیّار ہیں، اُس کے قریب ہی انھوں نے تحیۃ المسجد کے طور پر دو رکعتیں پڑھیں اور قبرِ مبارک کی طرف بڑھے اور پھر اُن کی محبّت و عقیدت، جذبات و احساسات اور علم و ایمان نے جو کچھ کہلوایا، وُہ انھوں نے اس بارگاہِ رسالت میں عرض کیا، لیکن شریعت کے آداب کا خیال رکھتے ہُوئے اور توحیدِ خالص کو پیشِ نظر رکھ کر. مَیں نے سُنا وُہ کہہ رہے تھے:

"اے خدا کے رسُولؐ! اگر آپ نہ ہوتے اور آپ کا یہ جہاد اور دعوت نہ ہوتی، جو دُنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئی اور جس نے بڑے بڑے مُلکوں کو فتح کرلیا، اگر آپ کا یہ دین نہ ہوتا، جس پر ایمان

لانے کے بعد ہمارے آباؤ اجداد گوشۂ عزلت اور قعرِ مذلت سے
نکل کر عزّت وسربلندی، بلند ہمتی و حوصلہ مندی کی وسیع زندگی میں داخل
ہوئے، پھر اُس کے نتیجے میں اُنھوں نے بڑی بڑی سلطنتیں قائم کیں، دُور
دراز ملکوں کو فتح کیا اور اُن قوموں سے خراج وصُول کیا، جو کسی زمانے
میں اُن کو اپنی لاٹھی سے ہانکتی تھیں اور بھیڑ بکری کے گلّے کی طرح اُن
کی پاسبانی اور حفاظت کرتی تھیں، اگر جاہلیت سے اسلام کی طرف
اور گوشہ گمنامی اور تنگ و محدُود قبائلی زندگی سے تسخیر عالم کی طرف
یہ مبارک سفر نہ ہوتا، جو آپ کی برکت سے انجام پذیر ہوا تو دنیا میں کسی
جگہ بھی ہمارا جھنڈا سربلند نہ ہوتا اور نہ ہماری کہانی کسی جگہ سُنائی جاتی
ہم اُسی طرح بے آب وگیاہ، خشک و ویران صحراؤں اور حقیر وادیوں
میں دست وگریباں رہتے، جو طاقت ور ہوتا وہ کمزور پر ظلم کرتا، بڑا
چھوٹے پر زیادتی کرتا، ہماری غذا بہت ہی حقیر اور معیار زندگی اتنا
پست تھا کہ اُس سے زیادہ پست کا تصوّر مشکل ہے، ہم اس گاؤں
یا اپنے محدُود قبیلے سے آگے بڑھ کر کچھ سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں
رکھتے تھے، جس میں ہماری ساری زندگی اور ساری جدّوجہد محصُور تھی
ہماری مثال تالاب کی مچھلیوں اور کنویں کے مینڈکوں کی سی تھی، ہم اپنے
محدود تجربوں کے جال میں گرفتار تھے اور اپنے جاہل اور بے عقل آباؤ
اجداد کے گن گاتے تھے۔

"یارسُول اللہؐ! آپ نے ہم کو اپنے دین کی ایسی روشنی عطا
کی کہ ہماری آنکھیں کھل گئیں، خیال میں وسعت پیدا ہوئی، نظر کو جلا ہوئی،

اس کے بعد ہم اس وسیع اور جامع دین اور اس رُوحانی رشتے اور رابطے کو لے کر خُدا کی وَسیع اور کشادہ زمین میں پھیل گئے، ہماری مُردہ و خوابیدہ صلاحیّتیں پیدا ہُوئیں اور ہم نے ان صلاحیتوں سے کام لیتے ہُوئے شرک و بُت پرستی اور ظلم و جہالت کا پُوری طاقت سے مقابلہ کیا اور ایسی عظیم الشان حکومتیں قائم کیں، جن کے سائے میں ہم اور ہماری اولاد اور ہمارے بھائی صدیوں تک آرام اور فائدہ اُٹھاتے رہے، آج ہم آپ کی خدمت میں غلامانہ نذرِ عقیدت پیش کرنے آئے ہیں۔ اور اپنے جذبۂ محبت اور عزّت و احترام کا خراج یا ٹیکس اپنی خوشی و مرضی سے اَدا کر رہے ہیں اور اس کو اپنے لیے باعث فخر اور وسیلۂ نجات سمجھتے ہیں، ہمیں پُورا اعتراف ہے کہ اس دین کے احکام و قوانین کے نفاذ کے سلسلے میں (جس سے اللہ تعالےٰ نے ہم کو سرفراز کیا تھا) ہم سے یقیناً بڑی کوتاہی ہُوئی، ہم اللہ سے استغفار کرتے ہیں بے شک وُہ بہت معاف کرنیوالا اور رحیم ہے۔

مَیں اُن بادشاہوں کی طرف متوجہ تھا، میری نظریں اُن کے خاموش اور باادب چہروں پر مرکوز تھیں، میرے کان اُن کے اِن پُرخلوص نیاز مندانہ الفاظ پر لگے ہُوئے تھے جو اس سے قبل میں نے اُن سے کسی موقع پر نہیں سُنے تھے کہ ایک اور جماعت داخل ہُوئی اور اُن بادشاہوں اور فرمانرواؤں کی پرواہ کئے بغیر اُن کی صفوں سے ہوتی ہُوئی سامنے آگئی، ایسا معلوُم ہوتا تھا کہ اِن بادشاہوں کے رعب و دبدبہ اور قوت و اقتدار کا اُن پر کوئی اثر نہیں ہے، مَیں نے اپنے دِل میں کہا کہ یا تو یہ شاعر

ہیں یا انقلابی، یہ اندازہ غلط نہ تھا، اس لیے یہ جماعت اِن دو نوگوں ہوں پر مشتمل تھی، اِس میں سیّد جمال الدّین افغانی، امیر سعید حلیم، مولانا محمد علی جوہر، شیخ حسن البنّا کے پہلو بہ پہلو ترکی کے مشہور شاعر محمد عاکف اور پاکستان کے ڈاکٹر محمد اقبال بھی موجود تھے، ترجمانی کے لیے اُن لوگوں نے آخرالذکر کا انتخاب کیا اور لائق ترجمان نے ان الفاظ میں اپنے جذباتِ عقیدت کا اظہار کیا:

"خواجہ کونین سالار بدر و حنین یا رسول اللہؐ! مَیں آپ سے اُس قوم کی شکایت کرنے آیا ہوُں، جو آج بھی آپ کے خوانِ نعمت کی ریزہ چیں ہے

اور آپ کے سایہ رحمت کے سوا اس کو کہیں پناہ نہیں ملتی، اور آپ ہی کے لگائے ہوُئے باغ کے پھل کھا رہی ہے، وُہ ان ملکوں میں جن کو آپ نے قفس استبداد سے آزاد کرایا تھا اور سوُرج کی روشنی اور کھُلی ہوا عطا کی تھی، وُہ آج آزادی کے ساتھ اور اپنی مرضی کے مطا.لق حکوُمت کر رہی ہے، لیکن یہی قوم آج اسی بنیاد کو اکھاڑ رہی ہے، جس پر اس عظیم امت کے وجوُد کا دار و مدار ہے، اس کے رہنما لیڈر آج یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس امت واحدہ کو کثیر التعداد قومیّتوں میں تقسیم کر دیں وہ اسی چیز کو زندہ کرنا چاہتے ہیں، جس کو آپ نے ختم کیا تھا، اسی چیز کو بگاڑ رہے ہیں، جس کو آپ نے بنایا تھا، وہ اس امت کو عہد جاہلیت کی طرف دوبارہ واپس لے جانا چاہتے ہیں، جس سے آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکالا تھا اور اس معاملے میں یورپ کی تقلید کر رہے ہیں، جو خوُد

زبردست ذہنی احساس اور انتشار و بے یقینی کا شکار رہے ہے، وہ اللہ کی نعمت کو ناشکری سے تبدیل کر کے اپنی قوم کو تباہی کے گھر کی طرف لیجانا چاہتے ہیں، "چراغ مصطفوی" اور "شرار ابولہبی" کی معرکہ آرائی آج پھر قائم ہے، بدقسمتی سے ابولہب کے کیمپ کی طرف وہ لوگ نظر آرہے ہیں جو اسلام کی طرف اپنا انتساب کرتے ہیں اور عربی زبان بولتے ہیں وہ آج اپنے جاہلی کارناموں پر اور اصنام پر فخر کرنے لگے ہیں، جن کو آپ نے پاش پاش کر دیا تھا، یہ لوگ اُن تاجروں میں ہیں، جو سودا خریدتے وقت تو زیادہ لینا چاہتے ہیں اور بیچتے وقت کم دیتے ہیں. آپ کے کلمے کی برکت سے اُنھوں نے ہر چیز حاصل کی اور ہر طرح کی قوت و عزت سے بہرہ مند ہوئے، اب وہ اُن قوموں کے ساتھ جن کے وہ حاکم اور نگراں ہیں یہ سلوک کر رہے ہیں کہ اُن کو بالجبر یورپ کے قدموں میں ڈال دینا چاہتے ہیں.

آپ نے جن بتوں سے کعبے کو پاک کیا تھا، وہ آج مسلمان قوموں کے سروں پر نئے نئے لباسوں میں پھر مسلّط کیے جا رہے ہیں. مجھے عالمِ عربی کے بعض حصّوں میں جن کو آپ کا مرکز اور قلعہ ہونا چاہیئے تھا. ایک عام بغاوت نظر آرہی ہے، لیکن کوئی فاروق (رضی اللہ عنہ) نہیں جو فکری و ذہنی ارتداد کی بھڑکتی آگ کو فرو کر سکے اور کوئی ابوبکرؓ نہیں جو اس کے لیے مردانہ وار میدان میں آئے.

میری طرف سے جن کی نمائندگی اور ترجمانی کا فخر مجھے حاصل ہوا ہے آپ کو دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے اور عقیدت و احترام کے جذبات

میں ڈوبے ہوئے سلام کا تحفہ قبول ہو۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ہم ان تمام لیڈروں اور رہنماؤں سے بری اور بیزار ہیں، جنھوں نے اپنا رُخ اسلام کے قبلے کی طرف سے پھیر کر مغرب کی طرف کر لیا ہے۔ یہ وُہ لوگ ہیں، جنھیں آپ سے اور آپ کے دین سے کوئی تعلق باقی نہیں رہ گیا ہے، ہم آپ کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا پھر اعلان کرتے ہیں اور جب تک زندگی ہے، اسلام کی اسی رسّی کو انشاءاللہ مضبوطی سے پکڑے رہیں گے۔

یہ بلیغ اور ایمان ویقین سے لبریز الفاظ ختم بھی نہ ہوئے تھے کہ مسجدِ نبویؐ کے میناروں سے اذان کی آوازِ دلنواز بلند ہوئی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر۔ میں یکبارگی ہشیار ہو گیا اور تخیلات کا یہ حسین سلسلہ جو تاریخ کے سہارے قائم ہوا تھا، ٹوٹ گیا، میں اب پھر اُسی دُنیا میں واپس آگیا، جہاں سے چلا تھا، کچھ لوگ نماز میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت کر رہے تھے، عالمِ اسلام کے مختلف وفود اور جماعتیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں ہدیہ سلام پیش کر رہی تھیں۔ زبان اور لہجوں کے اختلافات کے ساتھ جذبات وتاثرات کے اتحاد نے ایک عجیب سماں پیدا کر دیا تھا۔

مدینہ منوّرہ والوں کی دِل آزاری سے بچو

ایک نابینا کہتا ہے کہ میں بقیع میں لکڑیاں کاٹا کرتا تھا، میں نے وہاں ایک مرتبہ ایک نوجوان کو دیکھا، اُس پر کتان کا کُرتا ہے۔ ہاتھ میں جوتے لے رکھے

ہیں، میں نے خیال کیا کہ کوئی پاگل ہے۔ مَیں نے اُس کے کپڑے چھیننے کا ارادہ کیا اور اُس سے کہا کہ اپنے کپڑے اُتار دے، اُس نے کہا جا، اللہ کی حفاظت میں چلا جا، مَیں نے دوبارہ، سہ بارہ، اسی طرح تقاضا کیا، اس نے کہا کہ میرے کپڑے ضرور ہی لے گا۔ مَیں نے کہا کہ اس کے بغیر چارہ نہیں، اُس نے دو اُنگلیوں سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور وُہ دونوں نکل کر باہر گر پڑیں۔

حضُور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ مبارک ہے کہ جو مدینہ منورہ والوں کے ساتھ مکر کرے گا تو وُہ ایسا گھُل جائے گا، جیسا پانی میں نمک گھل جاتا ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے فضائلِ حج میں مدینہ منورہ کے آداب میں بہُت سی باتیں نقل کی ہیں، اُن کو ضرور پڑھ لیں۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ، حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اے اللہ! جو شخص مدینے والوں پر ظلم کرے، یا اُن کو ڈرائے، تو اُس کو ڈرا اور اُس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور ساری دُنیا کی لعنت، نہ اُس کی فرض عبادت مقبُول، نہ نفل عبادت مقبُول۔ حضرت سائب رضی اللہ عنہ بن خلاد سے بھی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد ایسا ہی نقل کیا گیا، جیسا کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا کہ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جو مدینے والوں کو تکلیف پہنچائے اس کو اللہ تعالیٰ تکلیف پہنچائے اور اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی

لعنت، ساری دُنیا کے آدمیوں کی لعنت، نہ اُس کا فریضہ مقبول، نہ نفل۔
حضرت زید بن اسلمؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا کی ہے کہ اے اللہ جو مدینہ والوں کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے، تو اُس کو ایسا پگھلا دے، جیسا کہ رانگ آگ میں اور نمک پانی میں اور چکنائی دُھوپ میں پگھلتی ہے اور بھی بعض صحابہ کرام سے اس قسم کے مضامین نقل کیے گئے ہیں، یہ بڑی سخت وعیدیں ہیں، جو لوگ زیارت کیلئے وہاں حاضر ہوں، وُہ اس کا بہت زیادہ خیال رکھیں اور اہتمام رکھیں کہ نہ اُن لوگوں کو اذیت پہنچائیں، نہ خرید و فروخت میں اُن سے کسی قسم کی چالبازی اور مکر کریں۔ یہاں رہتے ہوئے بھی وہاں کے رہنے والوں کے ساتھ کسی قسم کی دغابازی کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اِس کا بہت لحاظ رکھیں، جو معاملہ اُن کے ساتھ کریں، وُہ نہایت صفائی کا ہونا چاہیئے۔ کسی قسم کا دغا اور فریب اُن لوگوں کے ساتھ کرنے سے بہت زیادہ احتراز کریں۔ دغا و فریب کسی مسلمان سے تو کُجا کسی بھی ذی نفس سے کرنا ہرگز زیب نہیں دیتا۔

رحمتِ دوعالم، فخرِ دوعالم، سرورِ دوعالم، محبوبِ خدا، خاتم الانبیاؑ

حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ کی خواب میں زیارت کیلئے یہ عمل

صلی اللہ علیہ وسلم

— چاہیئے کہ —

جمعرات کو وتروں سے پہلے فرض اور سنت ادا کر کے غسل کرے پاکیزہ لباس پہنے، خوشبو لگائے، تنہائی میں جا کر دو نفل نماز ادا کرے۔ دونوں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پندرہ پندرہ بار پڑھے اور سلام کے بعد ایک ہزار دفعہ یہ درود شریف پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ

ایک ہزار بار درود شریف پڑھ کر

دس بار سورۃ اذا جاء نصر اللہ آخر تک پڑھ کر

سر شمال کی طرف اور منہ قبلہ کی طرف کر کے سو جائیں، چند جمعرات تک اسی طرح سے پڑھے، تو بفضلِ الٰہی آنحضورؐ کی زیارت ہوگی۔ اور

جن کو زیارت ہوگی

— اُن کی —

شفاعت ھوگی

آخری منظر

احسن غفلت میں کٹی ہے دن رات
لا تعلم ان ما مضی آلیس بآت
کھوتا ہے خرافات میں کیوں عمرِ عزیز
فاعبد مولاک فی جمیع الاوقات

واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے جو اپنے بندوں کے لئے زمین کو تابع کیا ہے تو اس غرض سے نہیں کہ اس کے اُونچے مکانوں میں رہیں۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو فرودگاہ جانیں، اور اس میں ایسا توشہ حاصل کریں جو اُن کو ان کے وطنِ اصلی کے سفر میں کام آوے، اور عمل اور فضل کے تحفے دنیا میں سے اپنے لئے ذخیرہ کریں اور اس کے پھندوں اور مُہلک مقاموں سے بچے رہیں اور جان لیں کہ عمر ان کو ایسے لئے جاتی ہے جیسے کشتی اپنے سواروں کو لے جاتی ہے کہ اس عالم میں آدمی سب مسافر ہیں۔ ان کی اوّل منزل پالنے میں ہوتی ہے، اور آخر لحد میں۔ اور وطن سب کا یا جنّت ہے یا دوزخ۔ اور عُمر سفر کا فاصلہ ہے کہ برس اس کے مرحلے ہیں اور مہینے فرسنگ ہیں اور دن میل ہیں اور سانس قدم ہیں اور طاعت اس سفر کی پونجی ہے اور اوقات راس المال ہیں، اور شہوات اور غرضیں اس طریق کے راہزن ہیں، اور یہاں کا نفع یہ ہے کہ دارالسّلام میں بڑی سلطنت اور پائدار نعمت کے ساتھ خدائے تعالےٰ کے دیدار سے کامیاب ہو۔ اور ٹوٹا یہ ہے کہ طوق اور قید اور عذابِ شدید دوزخ کے طبقات کے ساتھ خدائے تعالیٰ سے دُوری میسّر ہو۔ اس صورت میں جو شخص اپنی ایک سانس سے بھی غفلت کرے، یہاں تک کہ اس میں کوئی طاعت باعثِ قربِ الٰہی نہ ہو تو وہ قیامت کے روز

خسارہ اٹھاوے گا کہ اس کی کچھ حد نہیں اور اسی بڑے خطر اور ہولناک امر کے لئے توفیق والوں نے مستعد ہو کر لذّاتِ نفسانی کو بالکل چھوڑ دیا اور بقیہ عمر کو غنیمت جانا اور دن اور رات کو ذکرِ الٰہی میں بسر کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرنے میں فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جان۔ اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اور تندرستی کو بیماری سے، اور توانگری کو مفلسی سے اور فارغ ہونے کو شغل سے اور زندگی کو موت سے پیشتر۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ صبر کرو اور راہِ راست پر رہو کہ یہ تھوڑے دن زندگی کے ہیں۔ تم مسافر ٹھہرے ہوئے ہو۔ ایک کی طلبی ہو جاتی ہے، اور وہ چلا جاتا ہے، اور مُڑ کر نہیں دیکھتا۔ تم تو یہاں سے جو تمہارے سامنے ہے عمدہ چیز لے کر نقل مکانی کرو۔ حضرت ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تم سب مہمان اور تمہارا مال عاریت ہے۔ پس مہمان جانے کو ہے اور عاریت جس کی ہے اس کے پاس جانے والی ہے۔ اور ابو عبیدہ ناجیؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصریؒ کے مرض موت میں اُن کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا کہ بہت خُوب ہوا کہ آپ صاحب تشریف لائے۔ خدائے تعالیٰ تم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے اور ہم کو اور تم کو جنّت میں نازل کرے۔ یہ ایک کُھلی نیکی ہے اگر تم صبر کرو اور سچّا جانو اور تقویٰ اختیار کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس خبر کو اس کان ڈالو اور دوسرے سے نکال دو۔ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو یہ دیکھا ہے کہ ان کے پاس جو چیز صبح کو آئی اور شام کو چلی گئی۔ کبھی آپ نے اینٹ پر اینٹ نہ رکھی، نہ نے پر نے یعنی مکان کسی قسم کا نہیں بنوایا بلکہ آپ کے لئے علَم اُونچا کیا گیا۔ اسی کی طرف آپ مستعد ہوئے۔ جلدی کرو جلدی کرو، تم کس چیز پر میل کرتے ہو۔ بخدا کہ تم اور موت گویا اکٹھے ہی ہو۔ خدائے تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جو عیش کو ایک ہی عیش یعنی آخرت

کی کرے۔ پس ایک ٹکڑا کھائے اور پُرانا پہن لے اور زمین پر لیٹ رہے اور عبادت میں کوشش کرے اور خطا پر رو دے، اور عذاب سے گریز کرکے رحمت کا خواہاں رہے یہاں تک کہ اس کی موت اسی حال پر آئے۔

ریاضت و مجاہدۂ نفس اس بات میں تمام اصولوں کا بیان دراصل اللہ کا حکم ہے۔ فرمایا۔ "جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم اُنہیں قرب کی راہیں دکھاتے ہیں"۔ ابونصر نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ افضل ترین جہاد کیا ہے؟ فرمایا۔ جابر اور ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا۔ یہ سُن کر ابوسعیدؓ رو پڑے۔ ابوعلی وفاق فرماتے ہیں جس نے اپنا ظاہری مجاہدہ مشقت سے آراستہ کیا، خدا تعالیٰ اس کا باطن مشاہدہ و مکاشفہ سے مزیّن کرتا ہے۔ یعنی جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں کوشش کی، ہم اُنہیں اپنے اصول کی راہیں دکھاتے ہیں۔ جو شخص ابتدا میں ریاضت اور مشقّت نہیں کرتا، اُس نے گویا طریقت کی بُو بھی نہیں سُونگھی۔ ابوعثمانؒ فرماتے ہیں، اگر کوئی یہ گمان کرے کہ مجاہدہ کے بغیر اُسے کشف یا طریقت حاصل ہو جائے، تو یہ محال ہے وہ غلطی پر ہے۔ ابوعلی وفاق فرماتے ہیں۔ جسے ابتدا میں کھڑا ہونے کی عادت نہ ہو اُسے آخر میں بیٹھنا میسّر نہ ہوگا۔ فرمایا۔ فقیروں کا قول ہے کہ ظاہری جنبش باطنی برکت کا باعث ہے اس سے دل کو قیام حاصل ہوتا ہے۔ حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں۔ ابویزید نے فرمایا میں اپنے نفس کے لئے بارہ سال تک آہن گر بنا اور پانچ سال تک دل کے آئینہ کو زنگ سے صاف کرتا رہا۔ ایک سال مَیں نے دل کے آئینے کا مشاہدہ کیا تو اچانک اپنے باطن میں زنّار دیکھا۔ پھر بارہ سال اُسے کاٹنے میں لگا رہا۔ مگر دیکھا تو وہ باقی تھا۔ پھر میں پانچ سال اسے کاٹنے میں لگا رہا۔ سوچا کہ اسے کیسے کاٹوں۔ آخر مجھے کشف ہوا میں نے خلق اللہ کی طرف دیکھا تو اُسے مُردہ پایا۔ خلق پر جنازہ کی چار تکبیریں کہیں۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سُنا ہے۔ سری سقطیؒ فرماتے ہیں، کہ اے نوجوانو کے گروہ! مزید کوشش کرو، قبل اس کے کہ میرے مقام تک پہنچو۔ تم سُست ہو جاؤ گے، عبادت میں کوتاہی کرو گے جیسا کہ میں کوتاہی کرتا رہا۔ حالانکہ سری سقطیؒ اس وقت جوانوں سے بڑھ کر عابد رہے۔ جوان ان کے باطن میں برابری نہ کر سکتے تھے۔

سُلوک کی بُنیاد حسن فزّازؒ فرماتے ہیں کہ سُلوک کی بُنیاد تین چیزوں میں ہے جب فاقہ کی نوبت آئے تو کھائے۔ جب نیند کا زبردست غلبہ ہو جائے تو سو جائے اور ضرورت کے سوا کچھ نہ بولے۔ ابراہیم ادھمؒ فرماتے ہیں۔ کوئی شخص نیکوکاروں کے درجہ تک نہ پہنچے گا جب تک چھ چیزیں اختیار نہ کرے۔ اوّل یہ کہ اپنے اُوپر نعمت کا دروازہ بند کرلے، سختی کا دروازہ کھول لے۔ دوم یہ کہ عزت کا دروازہ اپنے لئے بند کرکے خواری و ذلت کا دروازہ کھول لے۔ سوم یہ کہ راحت کا دروازہ اپنے اُوپر بند کرکے کوشش کا دروازہ کھول دے۔ چہارم خواب کا دروازہ بند کرکے بیداری کا دروازہ کھول دے۔ پنجم امیری کا دروازہ بند کرکے غریبی کا دروازہ کھول دے۔ ششم حرص کا دروازہ بند کرکے موت کا دروازہ کھول دے۔

ابوعلی رودباریؒ ابوعلی رودباریؒ فرماتے ہیں۔ جب صوفی پانچ دن کے بعد کہے کہ مَیں بھُوکا ہوں تو اُسے بازار میں جانا لازم ہے پھر اُسے مزدوری کرنے کا حکم دیا جائے۔

ذوالنون مصریؒ کا ارشاد ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی کو اُس شخص سے زیادہ سربلند اور خوش قسمتی عنایت نہیں کرتا جسے وہ خواری کی طرف بھیجتا ہے۔ اور اس بندے سے زیادہ خوار کسی کو نہیں بناتا جو اپنے نفس کو خواری سے بچانے کی کوشش کرے۔ ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں۔ مَیں نے اس چیز کو زیر کیا ہے جس سے مجھے خوف معلوم ہوا۔ محمد بن فضل کا ارشاد ہے کہ نفس کی اُمیدوں سے

نجات پا جانا آسائش ہے۔ منصور بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ مَیں نے ابو علی رُودباری سے سُنا ہے کہ تین چیزوں کے باعث آفت آتی ہے۔ سقمِ طبیعت، عادت کا پڑ جانا، فسادِ صحبت۔ مَیں نے عرض کیا۔ سقمِ طبیعت کیا ہے؟ فرمایا۔ حرام کھانا۔ مَیں نے پوچھا۔ عادت کا پڑ جانا کیا ہے؟ فرمایا۔ دیدہ دانستہ حرام اور غیبت سے فائدہ اُٹھانا۔ مَیں نے پوچھا۔ فسادِ صحبت کیا ہے؟ فرمایا۔ نفسِ امارہ کی خواہش کی پیروی کرنا۔ نصر آبادی فرماتے ہیں کہ تمہارا نفس تمہارے لئے قید خانہ ہے۔ جب اُس سے نکل جاؤ، تب راحتِ ابدی حاصل ہوگی۔ ابوالحسن وراقؒ کہتے ہیں۔ مسجد ابی عثمان میں سب سے بڑا حکم ہمیں یہ مِلا کرتا تھا کہ جو چیز فتوح کے طور پر ہمیں ملے، دوسرے کو دینا پسند کریں۔ اور جو شخص ہمارے ساتھ بُرا پیش آتا، ہم اپنے نفس کے لئے اُس سے بدلہ نہ لیتے، بلکہ اس کے پاس عُذر کرتے اور تواضع سے پیش آتے۔ جب کوئی شخص ہمارے دلوں میں حقیر معلوم ہوتا تو ہم اس کی خدمت میں کھڑے ہو جاتے۔ ابو حفصؒ فرماتے ہیں کہ تمہارا نفس ایک تاریک خانہ ہے۔ اس کا باطن اس کا چراغ ہے۔ اس کا اخلاص اور توفیق اس چراغ کا نُور ہیں۔ جس آدمی کے دل میں توفیقِ الٰہی نہ ہو، اس کے دل میں اندھیرے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ جبتک آدمی دوسری چیزوں کو اپنے نفس سے اچھا نہ جانے، وہ اپنے نفس کے عیبوں کو نہیں جان سکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گناہ کفر کے قاصد ہیں۔ ابو سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں نفس کی کوئی بھی نیک بات نہیں، جسے مَیں شمار کر سکوں۔ سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ اِن لوگوں کی ہمسائیگی سے دُور رہنا چاہیئے۔ مالدار، بازار میں قرارت پڑھنے والے اور دولت مند عالم سے۔ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ مخلوق میں یہ چیزیں فساد ڈالتی ہیں۔ پہلی یہ کہ آخرت کے عمل میں نیت کی سُستی، دوسری یہ کہ لوگوں کے جسم ان کی آرزوؤں اور خواہشوں کے گرویدہ ہو جائیں۔ تیسری

یہ کہ موت کے قریب ان کی امیدیں لمبی ہوں۔ چوتھی یہ کہ اللہ کی رضامندی پر مخلوق کی رضامندی کو ترجیح دیں۔ پانچویں یہ کہ نفسِ امارہ کی ہوا و ہوس کی پیروی کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت سے منہ پھیرلیں۔ چھٹی یہ کہ اگلے بزرگوں سے جو لغزشیں ہوئی ہیں، انہیں اپنے نفس کے لئے حجت بنالیں۔ اُن کی پوشیدہ صفات کو نظرانداز کریں۔

مجاہدہ کی اصل مجاہدہ کی اصل یہ ہے کہ اپنی خواہشات کی مخالفت کی جائے جن چیزوں سے محبّت ہو، ان سے الگ رہے۔ دُنیا کی جن چیزوں کی طرف اس کا میلان ہو، اُن سے نفرت کرے۔ عام وقتوں میں اگر معلوم کرے کہ نفس شہوتوں کی طرف چلا گیا ہے تو اُسے پرہیز گاری اور خوفِ خدا کی لگام دے۔ اور جب دیکھے کہ نفس سرکشی کرتا ہے۔ تمام عبادت اور حکمِ الٰہی کی موافقت سے گڑبڑ کرتا ہے، تو خوف کا چابک پکڑ کر اپنے نفس کو اس سے راستی کی طرف ہانکے۔ ہوا و ہوس اور نفسانی خواہشات کی طرف سے اس کا منہ پھیردے۔

کمالِ مجاہدہ اور اتمامِ مراقبہ مجاہدہ کا کمال اور اتمامِ مراقبہ وہ ہے، جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی فرمائی ہے۔ جبرئیلؑ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ احسان کیا ہے؟ فرمایا۔ احسان یہ ہے کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو، گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر بہ ظاہر وہ تمہیں دکھائی نہیں دیتا، تو اس پر یقین کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ مراقبہ یہ ہے کہ بندہ کو یہ علم ہو، کہ میرا پروردگار میرے حال سے واقف ہے۔ مراقبہ ہر نیکی کا اصل ہے۔ آدمی اس مرتبہ پر اس وقت پہنچتا ہے جب وہ سیدھا راستہ اختیار کرتے وقت اپنے حال کی اِصلاح اور اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ اپنے اور اپنے رب کے درمیان اپنے دل کی اچھّی طرح نگہبانی کرے۔ اللہ کی راہ میں جو سانسیں نکلیں اُن کا نگہبان رہے۔

اس پر یقین کرے کہ خدا میرا نگہبان ہے۔ میرے دل کے قریب ہے۔ میرے تمام احوال جانتا ہے۔ سب احوال کو دیکھتا بھالتا ہے۔ میری تمام باتوں کو سنتا ہے۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ مجاہدہ چار چیزوں سے مکمّل ہوتا ہے۔ اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کو پہچانے۔ دوسرے یہ کہ ابلیس کو جو اللہ کا دشمن ہے، اچھّی طرح جانے۔ تیسرے یہ کہ اس بات کو دھیان میں رکھے کہ میرا نفس اکثر مجھے بُرے کاموں کی طرف ہی رغبت دلائے گا۔ چوتھے یہ کہ جو عمل بھی کرے خالص اللہ کے لئے کرے۔

اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل سے یہ چیزیں روکتی ہیں۔ ننگ و ناموس کا خیال۔ جاہ کی محبّت، عداوت، بغض، بخل، طمع، لوگوں سے ڈرنا، اُمرار کی تعظیم کرنا۔ فقرار کو حقیر جاننا۔ تکبّر اور غرور، دنیا کی رغبت، دنیا کی عزّت کا فخر کرنا۔ اگر کوئی اچھے کام کرتا ہے تو محض اس لئے کہ لوگ اس کی تعریف کریں، یعنی لوگوں کو دکھانے اور سُنانے کے لئے۔ اور اگر کوئی حق بات کہے تو غرور سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ بے فائدہ اور بے ہودہ باتوں اور کاموں میں لگے رہتے ہیں کہیں ہنسی مذاق ہو رہا ہے، کہیں دوسرے کے حال کی آزمائش کر رہے ہیں۔ مگر اپنی حالت سے بے خبر ہیں۔ حالانکہ عبادت کا مقصد یہ ہے کہ اپنی حالت کو درست کرو۔ اپنے نفس کو قابو میں رکھو۔ مگر یہ لوگ احکامِ الٰہی کی تعمیل میں غفلت کرتے ہیں، اور اہلِ دُنیا کی عزّت میں لگے رہتے ہیں۔ دین کے کاموں میں غفلت برتتے اور اپنے عملوں پر مغرور ہوتے ہیں۔ اپنے عیب سے چشم پوشی کرتے ہیں اور دوسروں کے عیب تلاش کرتے ہیں۔ اللہ کی نعمتوں کو بھلا دیتے ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ یہ نعمت ہمیں اللہ نے دی ہے بلکہ کہتے ہیں کہ فلاں نے کمائی ہے یا فلاں شخص نے دی ہے۔ مگر یہ نعمت کے صرف ظاہری اسباب ہیں۔ یہ لوگ دنیا کی ظاہری باتوں پر تو نظر کرتے ہیں مگر خدا کی مقرّر کی ہوئی حدوں اور

اصولوں پر نظر نہیں کرتے۔ بے جا اور بے محل کام کرتے ہیں۔ خوشی میں مصروف ہیں اور خدا کے خوف سے غافل ہیں۔ یاد رکھو، جن لوگوں کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہے ان کے لئے بہت خرابی ہے۔ ان کے دلوں میں حکمتِ الٰہی کا نور بھی نہ رہے گا۔ یہ نُور جس قدر زیادہ ہوتا ہے اسی قدر اللہ کا قُرب حاصل ہوتا ہے۔ اس نور کو جس قدر سمجھے اور اس سے محبّت رکھے، اسی قدر لوگوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ کے لئے نیک بختی اور رستگاری حاصل ہوتی ہے۔ پوری نعمت ملتی ہے کیونکہ جب ڈر کے باعث آدمی کو ذلّت و خواری ملے اور وہ اس پر صبر کرے تو اُسے نیک بختی ملتی ہے۔ وہ خدا کے دوستوں، اس کے برگزیدہ بندوں، خالص لوگوں، شہیدوں، عالموں اور ان عارفوں میں شمار ہوتا ہے جو تقدیر کو پہچانتے ہیں۔ وہ پیغمبروں اور ابدالوں کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

تیرا یہ حال ہے کہ اگر تجھ سے اللہ کے دین میں مدد لینے کی ضرورت پڑے تو تُو اسمیں سُستی کرے گا۔ دین کے مددگاروں سے تُو مخالفت رکھتا ہے۔ ایسے لوگوں کا مخالف ہے جو اللہ کی راہ پر قائم اور لوگوں کو عبادت کے لئے بلاتے ہیں۔ خدا کے بندوں کو خدا کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ خدا کی رحمت اور بہشت کا وعدہ دیتے ہیں۔ تمہارا یہ حال ہے کہ اپنے ہم جنسوں کے ساتھ ظاہر اور باطن میں دوستی اور موافقت رکھتے ہو، مگر ان لوگوں سے تمہاری دشمنی ہے جو صالح، نیک، نیک کردار اور شکستہ دل ہیں۔ یاد رکھو، رحمٰن کے دوست وہی ہیں جو سختیاں اُٹھاتے ہیں۔ فرمانبرداری اور اطاعت میں چُست ہیں۔ اللہ کی نعمت پر شاکر ہیں اور خلوص عقیدہ کی خلعت پہنتے ہیں۔ وہ اللہ کے خاص بندے ہیں۔ دنیا کی عزّت اور دولت سے بالکل بے پروا ہیں۔ قبر کے عذاب، اس کی تنگی اور قیامت کے دن حساب کتاب اور تنہائی کے خوف سے بے نیاز ہیں کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ

بہشت میں رہیں گے اور ہر طرح کی نعمتوں سے ان کا وقت خوشحالی میں گزریگا۔ بہشت کی سب لطیف چیزیں ان کی خواہش کے مطابق اُنہیں ملیں گی۔ ان سب طرح کے لوگوں سے تُو مخالفت کر رہا ہے۔ دنیا کی راحت اور نعمت پر تُو متکبّر ہو رہا ہے اور اس بات سے غافل ہے کہ تجھ سے پہلے تیرے ہی جیسے ناز پروردہ سب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تم بھی اُنہیں کی طرح اس فانی دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے کیسے کیسے ذی مرتبہ اور جاہ و جلال والے بادشاہ گزرے ہیں، جیسے فرعون، ہامان، قارون، شدّاد، عاد، قیصر و کسریٰ وغیرہ یہ سب فنا ہو گئے۔ زمانے نے اُنہیں نہ چھوڑا۔ دنیا نے اُنہیں دامِ فریب میں پھنسا لیا۔ شیطان نے انہیں اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیا تھا۔ ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ وہ اپنے لئے سامانِ راحت جمع کرنے لگے تھے، یہاں تک کہ اچانک قضا آگئی، دم بھر میں آنکھیں بند کر کے چل بسے۔ ان کی سلطنتیں تباہ ہو گئیں۔ مال خزانہ جاتا رہا۔ آرام کرنے کے لئے نرم اور ملائم بستر سب چھن گئے۔ جن گھروں کو انہوں نے مضبوط قلعے سمجھ رکھا تھا، اُن سب سے نکال دیئے گئے۔ مُلک، دولت اور عزّت جس پر وہ متکبّر ہو رہے تھے، اُن کے عوض میں ذِلّت و خواری پائی۔ اور جو امارت ان کے سپرد کی گئی تھی، اس کے بارے میں جواب دہی ہو گی۔ اور جن چیزوں سے مُنکر تھے وہ سب اللہ کی طرف سے ان کو مِل گئیں یعنی عذاب۔ ان کے افعالِ بد کی انہیں خبر ہو گئی۔ اس دنیائے فانی میں جو کچھ انہوں نے کمایا تھا، اس پردیس میں لڑتے جھگڑتے رہے، ایک دوسرے کا حق چھینا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ حاکمِ ازلی کے ہاں تنگی اور سختی کے ساتھ گرفتار کر کے لائے گئے، جیسا کہ دنیا میں یہ لوگ دوسروں کو ناحق قید کرتے تھے، انہیں مصیبت میں ڈال کر بڑے بڑے عذاب دیتے تھے۔ اسی طرح ان کو بھی عذاب دیا گیا۔ اللہ نے انہیں دوزخ میں ڈالا۔ ان کے ہاتھ پاؤں دوزخ میں جلائے۔ گردنوں میں آگ کے طوق

پاؤں میں آگ کی زنجیریں، جوتیوں کے ہار پہنائے گئے۔ ان کا منہ کالا کیا گیا۔ زقوم اور ضریع کو ان کی خوراک بنایا گیا جو ایک قسم کے بہت کڑوے کانٹے ہیں۔ پینے کیلئے انہیں گرم پانی دیا۔ جب دوبارہ پیاس لگی تو انہیں دوزخیوں کے زخموں کی پیپ دی گئی۔ غرض جو لوگ گزر چکے ہیں، کیا ان کے حالات تیرے لئے نصیحت اور عبرت کا باعث نہیں، یقیناً ہیں۔ ابھی وہ لوگ دولت اور ملک کے مالک تھے، وہ ابھی ان سے باہر نکال دیئے گئے۔ وطن سے جلا وطن ہو گئے، ہاں کچھ یادگاریں ضرور چھوڑ گئے اور بعض کو تو یادگاریں چھوڑنی بھی نصیب نہ ہوئیں۔ جنہوں نے اللہ کے بندوں پر ظلم کیا، اپنے محلوں میں بیٹھ کر بے چارے غریبوں کا منہ توڑا، ان کا سر توڑا، ان کی پیٹھ توڑی، غریبوں اور مسکینوں کی آنکھیں جو ستم رسیدہ تھیں، ان کے ظلم سے خون روئیں۔ بہت سے نیک کردار امیر ان کے ظلم سے فقیر ہو کر ذلیل ہوئے۔ بہت سی بدعتیں اور بری رسمیں انہوں نے جاری کیں۔ بہت سے عقلمند اور دانا لوگوں کے دل توڑ کر ان کو غصہ دلایا۔ آخر ان کے حق میں خدا پرست اور صاحبِ دل لوگوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ان کے غم اکو وہ دلوں پر خدا نے رحم کیا اور انہیں ان کے ظلم سے بچانا چاہا۔ چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی۔ مقرب فرشتوں نے بھی ان مظلوموں کے بارے میں خدا کی جناب میں عرض کیا، اور وہاں انصاف کے سوا کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ اس لئے اللہ نے ان کے دلوں کو دیکھا کیونکہ وہ دلوں کے حالات خوب جانتا ہے، ان کے ظاہر اور باطن کو خوب جانتا ہے۔ اس لئے اس نے فرشتوں سے کہا کہ میں ان ستم رسیدہ لوگوں کی ضرور مدد کروں گا، خواہ دیر سے ہی کروں۔ ان ظالم اور نافرمان لوگوں کو بیخ سے اکھاڑ دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب ظالموں کو برباد کر دیا۔ تم دیکھتے نہیں کہ ان میں سے کوئی باقی رہ گیا یا نہیں۔ کسی قوم کو پانی میں غرق کیا۔ کسی کو زمین میں دھنسا دیا۔ کسی پر پتھر برسا کر

ہلاک کیا۔ کسی قوم کی صورتیں مسخ کر دیں۔ ایک قوم کے لوگوں کے دِل پتھر کی طرح سخت ہو گئے چنانچہ خدا نے بھی ان کے دلوں پر کفر اور شرک کی مہر لگا دی۔ ان کے دلوں کو زنگ آلود کر کے تاریک کر دیا۔ انہیں خطرناک اور آتشیں سرائے میں پھینک دیا، جہاں ہر وقت ان کے بدن پکتے رہتے ہیں اور پک کر پگھل جاتے ہیں۔ جب پہلا چمڑا اس طرح برباد ہو جاتا ہے تو پھر انہیں نئی جلد نصیب ہوتی ہے، تاکہ دوسرا عذاب بھی پہلے عذاب کی طرح محسوس کریں۔ غرض اس طرح یہ لوگ ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں تکلیف پا رہے ہیں۔ اس میں جل اور پگھل رہے ہیں۔ ان کا کھانا گلوگیر ہوتا ہے۔ دردناک عذاب ہمیشہ کے لئے انہیں ملتا رہے گا۔ جب تک آسمان اور زمین موجود ہیں، اسی طرح عذاب میں رہیں گے۔ نہ مریں گے نہ عذاب سے چھوٹیں گے۔ سو ان کی ہلاکت اور ان کے عذاب کے ایّام کی کوئی حد مقرّر نہیں۔ ایسی تنگی میں گزار رہے ہیں کہ کوئی نالہ یا نوحہ انہیں تسکین نہیں دے سکتا۔ ہمیشہ جان کنی کی حالت میں زندگی بسر کریں گے۔ ان کی سب اُمّیدیں ختم ہو گئیں۔ آوازیں بند ہو گئیں۔ کلیجے منہ کو آ گئے۔ چیخ کے باعث گلے بیٹھ گئے زبانیں گنگ ہو گئیں۔ ان کے نام ہمیشہ یہ فرمانِ الٰہی نازل ہو رہا ہے کہ چُپ چاپ دوزخ کے غار میں چلے جاؤ۔

اے غریب بھائیو! خدا کی پناہ مانگو اور ان بدکاروں کے سے کام نہ کرو۔ ان کا راستہ اختیار نہ کرو۔ ان کی پیروی نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم توبہ کے بغیر مر جاؤ۔ اور غفلت اور تکبّر کے باعث پکڑے جاؤ۔ مناسب یہی ہے کہ پُل صراط سے گزرنے اور نجات پانے کا بندوبست کر لو۔ راستے کا توشہ جمع کر لو، ورنہ تمہیں بھی ان ظالموں بے ایمانوں اور بدکاروں کا سا عذاب بُھگتنا ہو گا۔ فکرِ آخرت کیلئے خواجہ محمد اسلام کی کتاب "موت کا منظر" مع "مرنے کے بعد کیا ہو گا" کا مطالعہ کریں۔

اے مقبولِ بارگاہ شخص! تُو خوش ہو کہ اللہ تعالےٰ کا ثواب اور اس کی خوشنودی اور رحمت تیرے لئے ہے۔ اے اللہ کے بندے! تیری یہ نافرمانی تیرا ظلم، تیری غفلت اور تیری دشمنی تیری مصیبت میں اضافہ کا باعث ہے۔ تیری غفلت تجھ پر خدا کا غضب نازل کرنے کا باعث ہوگی۔ تیری رونے والی آنکھیں کہاں گئیں۔ تیری شرمندگی، تیری حیرت، تیرے افسوس کے دریا کہاں گئے؟ تجھے لازم ہے کہ وقت کو ضائع نہ کرے بلکہ تُو بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کرے اگر تُو نے (نیک) عمل اب نہ کیا تو پھر کب کرے گا؟ اپنا دھیان یادِ الٰہی کی طرف رکھ۔ اگر کوتاہی کی تو آئندہ سال کے متعلق کسے علم ہے۔ نہ ہی عمر کے متعلق کسی کو علم ہے۔ کئی لوگ خیال کرتے تھے کہ آئندہ سال تک زندہ رہیں گے۔ مگر افسوس ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور ان کی اُمیدیں جاتی رہیں۔ موت کے خونخوار اژدھے انہیں لقمہ بنا گئے۔ بہت سے لوگوں نے چاہا کہ اس سال کی منزلیں طے کر کے دوسرے سال میں پہنچ جائیں گے مگر افسوس قضائے الٰہی نے انہیں مہلت نہ دی اور وہ اس دوران میں زینت سے محروم ہو گئے۔ ان کے مضبوط اعضاء بے کار ہو گئے۔ کوئی پہلی منزل میں کوئی دوسری میں ختم ہو گیا۔ افسوس وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور دوسری سرائے میں چلے گئے۔ بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے عید کے لئے خوشبوئیں جمع کر رکھی تھیں کہ ہم عید کے دن لگائیں گے مگر وہ اس دنیائے فانی سے اُٹھا لئے گئے اور یہ خوشبوئیں قبر میں ان کے کام آئیں۔ بہت سے ایسے بھی تھے جنہوں نے عید کے لئے نہایت قیمتی لباس فراہم کر رکھے تھے مگر افسوس عید سے قبل ہی یہ لباس اُن کا کفن بن گیا۔ بہت سے لوگوں نے عید الفطر کا سامان کیا مگر وہ ان کی قبر کے لئے صدقہ بن گیا اور دوسرے لوگوں کے کام آیا۔ موت حقیقی زندگی کا پیش خیمہ اور انسان کی ترقی کا زینہ ہے۔ آبادی، ویرانی

کے بغیر ممکن نہیں۔ خزانہ جب ہی دستیاب ہوتا ہے جب زمین کھودی جاتی ہے جب بنے بنائے مکان کو ویران کیا جا رہا ہو تو سمجھ لو کہ دوبارہ آباد کرنے کا سامان کیا جا رہا ہے۔ وہ جوّادِ مطلق، وہ فیّاضِ برحق، جان جیسی دولت دے کر کیسے بالکل چھین لے گا۔ اس لئے سمجھنا چاہیئے کہ وہ زار و نزار جان لے کر زندگیٔ جاوداں عطا فرمانا چاہتا ہے۔ وہ اس خاک دان سے نکال کر وہ نعمتیں عطا فرمانا چاہتا ہے جو وہم و خیال میں بھی نہیں۔ ترقی کے مدارجِ عالیہ کے لئے فنا اور نیستی ضروری ہے۔ کبھی کسی نے اگلی تختی دھوئے بغیر اور پُرانے نقش مٹائے بغیر تختی لکھی ہے؟ کبھی مٹی نکالے بغیر زمین کے اندر سے پانی نکلا ہے؟ لکھنے کے لئے آدمی سادہ کاغذ اور بونے کیلئے آدمی خالی زمین ڈھونڈتا ہے۔ نیستی ہی ہستی کا استحقاق پیدا کرتی ہے۔ اور خالق کی رحمت کو جوش میں لاتی ہے۔ منعم ہمیشہ فقیروں ہی پر سخاوت کرتے ہیں۔ تم خود اپنی حالت پر غور کرو۔ تم برابر ارتقا کے منازل طے کرتے آئے ہو، اور ٹوٹ پھوٹ کا سلسلہ برابر جاری رہا ہے۔ تم نے ایک جامۂ ہستی اُتارا، دوسرا پہنا۔ ایک فنا سے تم نے بقا حاصل کیا۔ اگر تم پہلی حالت پر رہتے تو تم کو یہ ترقی و کمال کہاں سے حاصل ہوتا، اور تم آب و گِل میں مقیّد رہتے۔ اب آخری ترقی سے کیوں گھبراتے ہو، اور تمہارا طائرِ روح قفسِ عنصری سے نکلتے ہوئے کیوں ڈرتا ہے۔ اس لئے دراصل موت،، موت نہیں، زندگی کی تمہید ہے۔ اور مرنے کا دن مومن کیلئے شامِ غم نہیں صبحِ عید ہے۔

عارفوں کی موت کو عامیوں کی موت پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ اُن کو اس جہانِ فانی سے چھوٹنے کا غم نہیں ہوتا۔ موت اُن کے لئے مژدۂ جانفزا، اور موت کا جھونکا اُن کے حق میں بادِ بہاری بن کر آتا ہے۔ قومِ عاد پر جو ہوا چلائی گئی تھی، وہ حضرت ہودؑ اور ان کے ساتھیوں کے لئے نسیم بن گئی تھی۔

موت کے ذکر اور فکر میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ مَیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عشرہ کے دسویں روز گیا۔ ایک شخص نے انصار میں سے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں سے زیادہ دانا اور بزرگ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اس کی تیاری سب سے زیادہ کرے۔ وہی لوگ دانا ہیں اور دنیا کا شرف اور آخرت کی بزرگی لے گئے۔ اور آثار اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ موت نے دنیا کو رسوا کر دیا۔ عاقل کے لئے خوشی کا نام نہ چھوڑا۔ اور ربیع بن خثیمؓ فرماتے ہیں کہ ایمان دار اگر کسی غائب کا انتظار کرے تو موت سے بہتر اس کے لئے اور کوئی نہیں۔ اور فرمایا کرتے کہ جب میں مروں تو میری خبر کسی کو نہ کرنا۔ آہستہ مجھ کو میرے رب کی طرف کھسکا دینا۔ اور بعض حکماء نے اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ برادر اس دارِ ناپائیدار میں موت سے ڈر، پیشتر اس سے کہ تُو ایسے مقام میں جائے کہ موت کی تمنّا کرے اور نہ پائے۔ اور حضرت ابنِ سیرینؒ کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو اُن کا ہر ایک عضو مر جاتا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہر شب فقیہوں کو جمع کرتے کہ وہ موت اور آخرت اور قیامت کا چرچا کیا کرتے اور اس قدر رویا کرتے کہ گویا سامنے جنازہ دھرا ہوا ہے۔ ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ دو چیزوں نے لذّت دنیا کی مجھ سے علیحدہ کر دی۔ ایک موت کے ذکر نے، دوسرے خدائے تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے نے۔ اور حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص موت کو پہچان لیتا ہے اس پر دنیا کی مصیبتیں اور رنج آسان ہو جاتے ہیں۔ اور مطرفؓ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بصرہ کی مسجد میں کوئی یوں کہہ رہا ہے کہ موت کی یاد نے خوف کرنے والوں کے دل ٹکڑے کر ڈالے۔ اب بخدا وہ ہوش باختہ نظر آتے ہیں۔ اور اشعثؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصریؒ کے پاس جایا کرتے تھے تو صرف دوزخ اور آخرت کا معاملہ اور موت کا ذکر کرتے پاتے تھے۔ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت اُم المؤمنین

عائشہ صدیقہؓ سے شکایت اپنے دل کی سختی کی کی۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ موت کو یاد کیا کر، تیرا دل نرم ہو جائے گا۔ اُس نے ایسا ہی کیا اور نرم دل ہو گئی۔ پھر حضرت عائشہؓ کی شکر گزاری کے لئے آئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو آپ کی جلد میں سے خون ٹپکنے لگتا۔ حضرت داؤد علیہ السّلام کے سامنے جب ذکر موت اور قیامت کا ہوتا تو اتنا روتے کہ آپ کے بند اُکھڑ جاتے جب رحمت کا ذکر ہوتا تو سانس اپنی اصلی حالت پر آتی۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جس عاقل کو دیکھا ہے تو موت سے خائف اور اس سے اندوہ ناک پایا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کسی عالم سے کہا کہ مجھ کو نصیحت فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا کہ حاکموں میں تم ہی اوّل نہیں کہ مرو گے یعنی اور حاکم بھی تم سے پہلے مر چکے ہیں آپ نے فرمایا کہ کچھ زیادہ فرمائیے۔ عالم نے کہا کہ تمہارے باپ دادوں میں سے حضرت آدم علیہ السّلام تک کوئی ایسا نہیں جس نے موت نہ چکھی ہو اور اب تمہاری نوبت ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس بات کو سُن کر رو پڑے۔ اور ربیع بن خثیمؓ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی۔ ہر روز کئی بار اس میں لیٹا کرتے۔ اسی طرح ذکرِ موت کی ندامت کیا کرتے اور کہا کرتے۔ اگر ایک دم موت کا ذکر میرے دل سے جُدا ہوگا تو دل خراب ہو جائے گا۔ مطرف بن عبداللہ بن الشخیر کہتے ہیں کہ موت نے راحت والوں کے چین میں رخنہ کر دیا۔ پس ایسی راحت تلاش کرو جس کو فنا نہ ہو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عنبسہؒ سے فرمایا کہ موت کی یاد بہت کر۔ پس اگر تجھ کو عیش کی وسعت حاصل ہو تو اس کو تنگ کر اور اگر تنگیٔ عیش ہو تو اس کو وسیع کر۔ اور حضرت سلیمان درانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اُمّ ہارون سے پوچھا کہ تم موت کو محبوب جانتی ہو۔ انہوں نے فرمایا۔ نہیں۔ میں نے پوچھا کس واسطے؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر تم کسی شخص کا قصور کرو تو اس کی ملاقات نہ چاہو گے۔ پس

مَیں اس کی نافرمانی کر کے اس کے وصال کو کیسے اچھا جانوں۔

دل میں ذکرِ موت جمانے کا طریقہ جاننا چاہیئے کہ موت ہولناک ہے۔ اور اس کا اندیشہ بہت بڑا ہے، اور آدمی جو اُس سے غافل ہیں تو اس وجہ سے کہ اس کا فکر کم کرتے ہیں اور اس کا ذکر نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی ذکر کرتا ہے تو دلِ فارغ سے نہیں کرتا۔ بلکہ دل شہواتِ دنیا سے بھرا رہتا ہے۔ اس لئے ذکرِ موت کی تاثیر دل میں نہیں ہوتی۔ تو اس کا طریق یہ ہے کہ آدمی اپنے دل کو موت کے ذکر کے سوا جو ہر وقت سامنے ہے اَور چیزوں سے خالی کرے جیسے کوئی مسافر کسی خطرناک جنگل میں جانا یا جہاز میں سوار ہو کر سمندر میں سفر کرنا چاہے تو اس کو سوائے سفر کے اور کوئی فکر نہیں رہتا۔ تو جب موت کی یاد دل میں چڑھ جائے گی تو کیا عجب ہے کہ اس میں اثر کرے اور اس صورت میں سرور و خوشی دنیا کی کم ہو جائے اور دل میں شکستگی اور نرمی آجائے۔ اور زیادہ تر مؤثر طریق اسباب میں یہ ہے کہ اپنے ہمسروں اور ہم عمروں کو جو پہلے مر چکے ہیں یاد کرے یا ان کی موت اور بچھڑ جانے کو خیال کرے اور ان کی صورتیں اور عہدے اور حالات یاد کرے اور سوچے کہ اب مٹی نے ان کی وہ خوب صورتی خاک میں مِلا دی اُن کے اعضاء قبروں میں متفرّق ہو گئے۔ کس طرح اپنی بیبیوں کو بیوہ اور لڑکوں کو یتیم چھوڑ گئے۔ مال اُن کے جاتے رہے۔ مسجدیں ان کی ویران ہو گئیں بیٹھکیں سونی پڑ گئیں۔ کچھ نشان اُن کا نہ رہا۔ یا تو وہ کرّ و فر تھا، یا اب وہ قبر کا اندھیرا اور مٹی ہے۔ پس ایک ایک شخص کو جُدا جُدا یاد کرے اور اپنے دل میں اس کے حال اور کیفیتِ موت کی تفصیل کرے، اور اس کی صورت کا تصوّر کر کے اس کی خوشی اور تردّد اور زندگی اور بقاء کے لئے توقع کرنی اور موت کو بھولے رہنا اور اسباب کے موافق ہونے سے دھوکا کھانا اور اپنی قوت و جوانی پر اعتماد کرنا،

اور ہنسی ٹھٹھے کا مائل رہنا اور موت جلد اور ہلاک شتاب سے غافل رہنا یاد کرے۔ اور یہ تصور کرے کہ وہ کیسے چلتا پھرتا تھا۔ اب اس کے دونوں پاؤں اور سب جوڑ ٹوٹ گئے۔ اور کیسے بولا کرتا تھا اور ہنسا کرتا تھا۔ اب کیڑوں نے زبان اور خاک نے دانت چاٹ لئے۔ اپنے لئے ایسی تدبیریں نکالتا تھا کہ بیس برس تک ان کی حاجت نہ پڑے حالانکہ مرنے میں ایک ہی مہینہ باقی تھا۔ ہائے اس کو خبر نہ تھی کہ مجھ کو کیا پیش آنا ہے۔ موت ایسے وقت میں آگئی کہ اس کو گمان نہ تھا۔ یکایک موت کا فرشتہ اس کی نظروں میں ظاہر ہوگیا اور اس کے کان میں آوازِ بہشت خواہ دوزخ کی ڈال دی۔ جب یہ تامّل کر چکے تو پھر اپنے نفس پر غور کرے کہ میں بھی ویسا ہی ہوں اور مجھ کو غفلت بھی ویسی ہی ہے، جیسے اُن لوگوں کو تھی، اور انجام میرا بھی وہی ہونا ہے جو اُن کا ہوا حضرت ابودرداؓ فرماتے ہیں کہ جب تو مُردوں کو یاد کرے تو اپنے آپ کو بھی اُن ہی جیسا شمار کرے اور حضرت ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نیک بخت وہ ہے جو اپنے غیر سے نصیحت پائے۔ یعنی دوسروں کے حال سے عبرت حاصل کرے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ تم کیا دیکھتے نہیں کہ ہر روز ایک نہ ایک صبح کے مسافر خواہ شام کے مسافر کو خدائے تعالیٰ کے پاس جانے کے لئے سامان کر دیتے ہو، اور اس کو زمین کے ایک غار میں رکھ دیتے ہو کہ مٹی پر تکیہ کر لیتا ہے۔ احباب کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے اسباب اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں، تو ان فکروں یا ان جیسے اور فکروں کو ہمیشہ کرنا اور قبرستان میں جانا اور بیماروں کو دیکھنا، اور خواجہ محمد اسلام کی کتاب "موت کا منظر" مع "مرنے کے بعد کیا ہوگا" کا مطالعہ کرنا، ایسی تدبیر ہے جس سے کہ موت کی یاد دل پر تازہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایسی غالب ہو جاتی ہے کہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ ایسی صورت میں بعید نہیں کہ آدمی موت کی تیاری

کرے اور دنیا سے کنارہ کش ہو۔ ورنہ ظاہر دل اور زبان کی نوک سے یاد کرنا فائدہ کم دیتا ہے، اس سے آگاہی اور خوف کچھ نہیں ہوتا۔ اور جب کبھی آدمی کا دل دنیا کی کسی چیز سے خوش ہو، تو چاہیئے کہ اسی وقت یاد کرے کہ مجھے اس چیز کو چھوڑنا ضرور ہے۔ ابنِ مطیع نے ایک روز اپنے گھر کو دیکھا، اور اس کی خوبی اچھی معلوم ہوئی۔ پھر آپ روئے اور کہا کہ بخدا اگر موت نہ ہوتی تو میں تجھ سے خوش ہوتا، اور اگر مآل کار ہمارا قبروں کی تنگی نہ ہوتی تو دنیا سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ پھر زور سے روئے یہاں تک کہ آواز بلند ہوئی۔ ام منذرؓ فرماتی ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شام کو لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم خدائے تعالیٰ سے شرم نہیں کرتے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی چیزیں جمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں، اور اَمَل ان اُمور کے کرتے ہو جو پاتے نہیں، اور مکانات ایسے بناتے ہو جن میں رہتے نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس اُمّت کے پہلے لوگ تو یقین اور زہد کے باعث نجات پائیں گے اور آخر کے لوگ بخل اور زندگی کی حرص کے مارے ہلاک ہونگے اور منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بیٹھے ہوئے تھے، اور ایک بوڑھا اپنی کدال سے زمین کھود رہا تھا۔ آپ نے جنابِ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ الٰہی اس شخص سے اَمَل کو دُور کر دے۔ وہ بوڑھا کدال پھینک کر لیٹ رہا اور گھنٹہ بھر پڑا رہا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے دعا مانگی کہ الٰہی اس کی اَمَل اس کو دے دے، وہ شخص اُٹھ کر کام کرنے لگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اس سے یہ ماجرا پوچھا کہ پہلے کیوں لیٹ رہا تھا اور اب کیوں کام کرنے لگا۔ بوڑھے نے کہا کہ کام کرنے میں میرے نفس نے مجھ سے کہا، کہ تُو بوڑھا ہوا، اب کب تک کام کریگا۔ اس لئے میں نے کدال پھینک دی اور لیٹ رہا۔ پھر میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ جب تک

میں زندہ ہوں بسر اوقات کی فکر ضرور ہے۔ اس لئے اُٹھ کر اپنا کام کرنے لگا۔
حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم سب اچھا
جانتے ہو کہ جنّت میں جاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہؐ۔ آپ نے
فرمایا تو زندگی کی حرص کم کرو اور اپنی موتوں کو آنکھوں کے سامنے جما لو اور اللہ تعالیٰ
سے جیسی چاہیئے ویسی شرم کرو۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں تم ایسے معاملے
کی تکلیف دیئے گئے ہو کہ اگر ستارے اس کی تکلیف دیئے جاتے تو وہ بے نُور ہو
جاتے، اور پہاڑ گل جاتے، اور زمین پھٹ جاتی۔ تم کیا جانتے نہیں کہ بہشت اور
دوزخ کے درمیان کوئی اور مقام نہیں، اور تم کو بیشک ان میں سے ایک میں
جانا ہے۔ اور ایک شخص نے اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ بعد حمد و نعت کے واضح ہو
کہ دنیا ایک خواب ہے اور آخرت بیداری اور ان دونوں میں واسطہ موت ہے
اور ہم پراگندہ خوابوں میں ہیں، والسّلام۔ اور ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا کہ
دنیا پر غم کرنا بہت لمبا ہے اور موت آدمی سے قریب ہے اور ہر روز کچھ نہ کچھ
گھٹتا جاتا ہے اور بدن میں بلا آہستہ آہستہ ٹہل رہی ہے تو پہلے اس سے کہ
کُوچ کا نقارہ بجایا جائے، سفر کی تیاری کر لینی چاہیئے، والسّلام۔ ابو زکریا تیمیؒ کہتے
ہیں کہ سلیمان بن عبد الملک مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک پتھر جس پر کچھ
کندہ تھا، کوئی ان کے سامنے لایا۔ اس کو پڑھنے کو وہب بن منبہ بلائے گئے۔ دیکھا
اس میں یہ لکھا تھا کہ اے آدمی! اگر تُو اپنی موت کے وقت کی نزدیکی دیکھ پائے
تو اپنی طولِ اَمل کو چھوڑ دے، اور عمل زیادہ کرنے کا حریص ہو، اور طمع اور حیلے
کم کر دے اور تُو کل کو پشیمانی اُٹھائے گا۔ اگر تیرا قدم لغزش کرے گا اور تیرے
گھر والے اور نوکر چاکر تجھ کو قبر کے حوالہ کر دیں گے، اور باپ اور رشتہ دار تجھ
سے جُدا ہوں گے، اور بیٹا اور داماد چھوڑ دیں گے تو پھر دنیا میں نہ پھرے گا،

نہ اپنے عمل میں زیادتی پائے گا۔ پس قیامت کے لئے حسرت اور ندامت سے پیشتر کچھ کرلے۔ اس کو سُن کر خلیفہ سلیمان بہت روئے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ میں نے محمد بن یوسف کا خط عبدالرحمٰن بن یوسف کے نام دیکھا۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ بعد سلام کے میں شُکر کرتا ہوں اس معبود کا، جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اور تجھ کو ڈراتا ہوں اس حال سے کہ تُو اپنے مُہلت کے گھر سے قیام کی جگہ اور جزاءِ اعمال کے گھر میں جائے گا۔ اب تُو زمین کے اُوپر رہتا ہے، چند روز میں اس کے اندر ہو جائے گا۔ پھر تیرے پاس منکر نکیر آکر تجھ کو بٹھلائیں گے، اور تجھ کو ڈانٹ بتائیں گے۔ پس اگر اس وقت اللہ تعالےٰ تیرے ساتھ ہوگا تو کچھ خوف اور وحشت اور حاجت نہیں۔ اور اگر معاملہ دگرگوں ہُوا، تو خدائے تعالیٰ مجھ کو اور تجھ کو پناہ دے، بُری نوبت ہوگی مقام لیٹنے کا تنگ ہو جائے گا۔ تجھ کو خبر نہیں کہ پھر اُٹھنے کے لئے چیخ ہوگی اور صور پھونکا جائے گا۔ اور خدائے جبّار مقدماتِ خلق کے فیصلے کے لئے آمادہ ہوگا۔ زمین اپنے لوگوں سے اور آسمان اپنے باشندوں سے خالی ہو جائیں گے، اسرار کُھل جائیں گے اور جہنّم بھڑکائی جائے گی۔ میزانیں کھڑی ہوں گی، اور انبیاء اور شہداء کو بُلوا کر لوگوں کے باب میں ٹھیک ٹھیک حکم دیا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کو شایاں ہیں جو سب عالموں کا پروردگار ہے تو بہت سے رسوا ہوں گے اور بہتوں کی پردہ پوشی کی جائے گی، اور بہت سے تباہ ہوں گے اور بہت سے نجات پائیں گے، بہتوں کو عذاب ہوگا، اور بہتوں پر رحم۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ اس روز میرا اور تیرا کیا حال ہوگا۔ اسی سے لذّتیں جاتی رہیں شہوات چھوٹ گئیں، اَمَل کوتاہ ہو گئے۔ سوتے بیدار ہوئے، غافل چونکنّے ہوئے۔ خدائے تعالیٰ اس بڑے خوف پر ہماری اور تمہاری مدد کرے، اور دنیا اور آخرت کی جگہ

ہمارے اور تمہارے دل میں ایسی کرے جیسے متقیوں کے دل میں کرتا ہے۔ اس لئے کہ ہم اسی کے ہیں اور اسی کے باعث موجود۔ والسلام۔

عبداللہ بن ثعلبہ کہتے ہیں کہ میاں ہنستے کیا ہو، شاید تمہارا کفن دھوبی کے یہاں سے آچکا ہو۔ محمد بن علی زاہد کہتے ہیں کہ ہم کوفہ میں ایک جنازے کے ساتھ نکلے اور داؤد طائیؒ بھی اس میں شریک تھے۔ جنازہ جب دفن ہونے لگا، تو داؤد طائی ایک طرف کو ہو بیٹھے۔ مَیں اُن کے پاس جا بیٹھا تو مَیں نے سُنا کہ یوں کہتے تھے۔ جو وعدۂ عذاب سے ڈرتا ہے وہ دُور کی چیز نزدیک جانتا ہے اور جس کو اَمل زیادہ ہوتی ہے، اس کا عمل ضعیف ہوتا ہے۔ اور جو آنے والی چیز ہے وہ قریب، اور بھائی جان یاد رکھ کہ جو شے خدائے تعالیٰ سے تجھ کو اور کام میں لگائے وہ تیرے اوپر منحوس ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھ کہ دنیا کے باشندے جو قبروں میں ہیں، اُن کا یہ حال ہے کہ جو چھوڑ گئے، اس سے پشیمان ہیں اور جو آگے بھیج دیا تھا اس سے شاداں۔ مگر قبر والے جس چیز پر پشیمان ہیں، دنیادار اسی پر لڑتے مرتے ہیں اور اسی پر رغبت رکھتے اور حاکموں کے سامنے خصومت کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت معروف کرخیؒ نے نماز کی تکبیر کہی اور محمد بن ابی توبہ سے فرمایا کہ تم نماز پڑھادو۔ انہوں نے کہا کہ مَیں یہ نماز اگر پڑھادوں گا تو دوسری نماز کوئی نہیں پڑھانے کا۔ حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا کہ تم اپنے دل میں یہ کہتے ہو کہ مَیں دوسری نماز بھی پڑھوں گا۔ ہم اللہ تعالےٰ سے طولِ اَمل سے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ عملِ نیک کی مانع ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ دنیا رہنے کی جا نہیں۔ بہت سے گھر ایسے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے اُن پر فنا لکھ دی ہے۔ اور ان کے رہنے والوں پر اس میں سے چلا جانا۔ تو بہت سے بخوبی آباد، چند روز میں اُجڑ جاتے ہیں، اور بہت سے رہنے والے کہ لوگ اُن کے

رہنے پر حرص کریں، سفر کر جاتے ہیں۔ پس لوگو! خدائے تعالیٰ تم پر رحم کرے، اس میں سے اچھی طرح نکلو، اور جو کچھ تمہارے سامنے لے چلنے کی چیزیں ہوں، ان میں سے عمدہ اپنے ساتھ لو، اور توشہ لے لو کہ بہتر توشہ تقویٰ ہے۔ دنیا کا حال ایسا ہے جیسے سکڑتا سایہ کہ چلا جاتا ہے۔ ابھی تو آدمی دنیا کا راغب اور اس سے خنک چشم بیٹھا ہے کہ اتنے میں خدائے تعالیٰ نے اس کو اپنے حکم سے طلب فرمالیا، اور اس کے سر پر موت کا رونا ڈالا، تو سب اس کے نشان چھین لئے، اور اس کی عمارت اور دولت دوسروں کے لئے کر دی۔ دنیا جتنی تازگی دیتی ہے اتنا خوش نہیں کرتی۔ خوش کم کرتی ہے اور رنج بہت دیتی ہے۔ سچ ہے ؎

جہاں میں عرصہ عشرت سے سوا دو چند ہے غم کا
اگر ہو عید کا دن، تو عشرہ ہے محرّم کا

حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے۔ کہاں گئے وہ لوگ جن کے منہ خوب صورت چمک دمک کے ساتھ تھے، اور اپنی جوانی پر شیخی کیا کرتے تھے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے شہر بنائے اور شہر پناہوں سے ان کو مضبوط کیا۔ کہاں ہیں وہ بہادر کہ لڑائی میں بڑھ چڑھ کر رہا کرتے تھے، زمانے نے ان کو زیر کر دیا۔ قبروں کے اندھیروں میں جا پڑے۔ تو جلدی اور شتابی کرو اور اپنی جانوں کے لئے نجات کی صورت ڈھونڈھو۔

خواجہ محمد اسلام کا مشورہ یہ ہے کہ نجات کی صورت یہ ہے کہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں چلے جاؤ۔ وہاں سے پیدل حج کے لئے جماعتیں چلتی ہیں۔ ان میں شامل ہو کر حق کو تلاش کرو۔ اگر آپ نے میری بات کو مان لیا تو انشاء اللہ مکہ معظمہ پہنچنے تک وہ مقام حاصل ہوگا کہ دنیا میں بیٹھ کر آخرت کی خبروں کو اپنے کانوں سے سُن لوگے۔

روزِ قیامت اور اس کے مصائب اور ناموں کے ذکر میں اے مسکین اس دن

کی تیاری کر، جس کی شان بڑی اور اس کا زمانہ دراز اور حاکم زبردست اور وعدہ قریب ہے۔ اس دن کے واقعات ایک سے ایک بڑھ کر ہوں گے۔ آسمانوں کو دیکھے گا کہ چر جائیں گے، اور ستارے اس کی دہشت سے جھڑ پڑیں گے، اور اُن کے نور میلے ہو جائیں گے، اور آفتاب کی دُھوپ تہ ہو جائے گی، اور پہاڑ چلائے جائیں گے، اور بیانی اونٹنیاں چھٹی پھریں گی، اور جنگل کے وحشیوں میں ہول پڑیگی اور دریا اُبلنے لگیں گے، اور نفس بدنوں سے آملیں گے، اور دوزخ دہکائی جائے گی اور جنّت قریب لائی جائے گی، اور پہاڑ اُڑائے جائیں گے اور زمین پھیلائی جائے گی، اور زمین کو تُو دیکھے گا کہ بھونچال سے ہلائی جائے گی اور اپنے بوجھ سونے چاندی وغیرہ کے نکال پھینکے گی۔ اُس دن آدمی بھانت بھانت کے ہو جائیں گے کہ اپنے کیے کو دیکھیں۔ اس دن پہاڑ اور زمین اُٹھائے جائیں گے۔ پھر ایک ٹھکی دیئے جائیں گے اور ہونے والی چیز ہو پڑے گی، اور آسمان پھٹ کر اُس روز سُست بنیاد ہو جائیں گے، اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے، اور تیرے رب کے تخت کو بجائے چار فرشتوں کے آٹھ اُٹھائیں گے۔ اس روز تمہارا سامنا ہوگا۔ تمہارا کوئی بھید چھپ نہ رہے گا۔ اس دن پہاڑ چلائے جائیں گے اور زمین کو تُو کھلی دیکھے گا، اور اس روز زمین لرزے گی کپکپا کر، اور پہاڑ ٹکڑے ہوں گے ٹوٹ کر اور اُڑتے گرد ہو جائیں گے۔ اُس روز آدمی بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو دیں۔ اور پہاڑ رنگین اُون دھنی ہوئی کی طرح۔ اُس روز بھول جائے گی ہر دُودھ پلانے والی اپنے بچے کو، اور ڈال دے گی پیٹ والی اپنا پیٹ، اور تُو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا حالانکہ اُن پر نشہ نہ ہوگا، بلکہ خدائے تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا۔ اس روز بدل جائے گی اس زمین سے اور زمین اور آسمان۔ اور لوگ نکل کھڑے ہوں سامنے اللہ یکتا زبردست کے۔ اُس روز پہاڑ اُڑا کر بکھیر دیئے جائیں گے اور زمین چٹیل میدان

کر دی جائے گی کہ اس میں موڑ اور ٹیلا کچھ نہ نظر آئے۔ اس روز تو جن پہاڑوں کو دیکھ کر جانتا ہے کہ جم رہے ہیں، وہ بادل کی طرح چلتے ہوں گے، اور آسمان پھٹ کر گلابی لال چمڑے کی طرح ہو جائیں گے، اور اس روز پوچھ ہو گناہ کی آدمی اور جنّ سے، اس روز گنہ گار کو حکم نہ ہو بولنے کا اور نہ گناہوں کی پرسش ہو، بلکہ ماتھے کے بالوں اور پاؤں سے پکڑا جائے۔ اس روز ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی اور بدی سامنے پائے گا۔ آرزو کرے گا کہ مجھ میں اور اس میں فرق بہت سا پڑ جائے۔ اس روز معلوم کرے گا نفس، جو لے کر آیا، اور حاضر ہوگا جو آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔ اس روز زبانیں گونگی ہو جائیں، اور ہاتھ پاؤں بولنے لگیں۔ وہ دن ایسا ہے کہ اس کی یاد نے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا۔ یعنی جب حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو سورۂ ہود اور اس کی بہنوں (یعنی سورۂ واقعہ اور مرسلات اور انباء اور کوّرت) نے بوڑھا کر دیا۔ پس اے قاری عاجز تجھ کو کلام مجید کی قرارت سے اتنا ہی بہرہ ہے کہ اس کے الفاظ زبان پر پھرا لے۔ اور جیب کو اُن سے حرکت دے لے۔ ورنہ اگر تُو کچھ پڑھتا ہے اس کو سوچتا تو شایان تھا کہ تیرا پتا پھٹ جاتا۔ اہوال سے کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بال سفید ہو گئے تھے، اور جب تو نے زبان کی حرکت ہی پر اکتفا کی، تو تُو قرآن کے ثمرے سے محروم رہا۔ دیکھ جن اُمور کا ذکر قرآن مجید میں ہے ان میں سے ایک قیامت ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعض مصائب کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے نام بہت سے ارشاد کئے ہیں تاکہ تُو کثرتِ الفاظ سے بہت سے معنی سمجھے۔ ناموں کی کثرت سے یہ مقصود نہیں کہ ایک چیز کے بہت سے نام اور القاب معلوم ہوں، بلکہ ان سے عقل والوں کی تنبیہ منظور ہے۔ اس لئے کہ قیامت کے ہر نام کے تلے ایک بھید ہے

اور اس کی ہر ایک صفت میں ایک معنی ہیں۔ تو تجھ کو چاہیئے کہ ان کے معنی کی پہچان کا حریص ہو۔ نام اس سب کے ہم تجھے بتائے دیتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ روزِ قیامت[۱]، روزِ حسرت[۲]، روزِ ندامت[۳]، روزِ حساب[۴]، روزِ محاسبہ[۵]، روزِ اہوال[۶]، روزِ سبقت[۷] جوئی، جھگڑے[۸] کا دن، رعب[۹] کا دن، زلزلے[۱۰] کا دن، اُلٹ[۱۱] دینے کا دن، کڑک[۱۲] کا دن، روزِ واقعہ[۱۳]، روزِ قارعہ[۱۴]، روزِ واجفہ[۱۵]، روزِ ادفہ[۱۶]، روزِ غاشیہ[۱۷]، روزِ مصیبت[۱۸]، روزِ حاقہ[۱۹]، روزِ طامہ[۲۰]، روزِ صاخہ[۲۱]، روزِ تلاق[۲۲]، روزِ فراق[۲۳]، روزِ مساق[۲۴]، روزِ قصاص[۲۵]، روزِ تنار[۲۶]، روزِ اماب[۲۷]، روزِ عذاب[۲۸]، روزِ گریز[۲۹]، روزِ قرار[۳۰]، روزِ لقا[۳۱]، روزِ بقا[۳۲]، روزِ قضا[۳۳]، روزِ جزا[۳۴]، روزِ بلا[۳۵]، روزِ گریہ[۳۶]، روزِ حشر[۳۷]، روزِ وعید[۳۸]، روزِ پیشی[۳۹]، روزِ وزن[۴۰]، روزِ حق[۴۱]، روزِ حکم[۴۲]، روزِ فصل[۴۳]، روزِ جمع[۴۴]، روزِ بعث[۴۵]، روزِ فتح[۴۶]، روزِ رسوائی[۴۷]، روزِ عقیم[۴۸]، روزِ عسیر[۴۹]، روزِ دین[۵۰]، روزِ یقین[۵۱]، روزِ نشور[۵۲]، روزِ مصیر[۵۳]، روزِ نفخہ[۵۴]، روزِ صیحہ[۵۵]، روزِ رجفہ[۵۶]، روزِ جنبش[۵۷]، روزِ توبیخ[۵۸]، روزِ نشر[۵۹]، روزِ خوف[۶۰]، روزِ اضطراب[۶۱] روزِ منتہیٰ[۶۲]، روزِ ماویٰ[۶۳]، روزِ میقات[۶۴]، روزِ میعاد[۶۵]، روزِ مرصاد[۶۶]، روزِ قلق[۶۷]، روزِ عرق[۶۸]، روزِ افتقار[۶۹]، روزِ انکدار[۷۰]، روزِ انتشار[۷۱]، روزِ انشقاق[۷۲]، روزِ وقوف[۷۳]، روزِ خروج[۷۴]، روزِ خلود[۷۵]، روزِ تغابن[۷۶]، روزِ عبوس[۷۷]، روزِ معلوم[۷۸]، روزِ موعود[۷۹]، روزِ مشہود[۸۰]، وہ روز[۸۱] جس میں شک نہیں، وہ روز[۸۲] جس میں امتحان دل کے بھیدوں کا ہو، وہ روز جس میں نفس کسی نفس کے کام نہ آوے۔ وہ جس میں بھلا نہ کر سکے کوئی کسی کا کچھ۔ وہ روز جس میں آنکھیں اوپر کو تکیں۔ وہ روز کہ اس میں کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ کام نہ آوے۔ وہ روز جس میں دوزخ کی طرف کو دھکیلے جائیں گے۔ جس روز کہ آگ میں منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے۔ جس روز کہ آگ میں اُن کے منہ اوندھے ڈالے جائیں گے۔ جس روز کہ باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہ آوے گا۔ جس روز کہ آدمی اپنے بھائی اور ماں اور باپ

سے بھاگے گا۔ جس روز کہ نہ بولیں گے اور نہ ان کو اجازت ہوگی کہ عذر کریں اور وُہ دن کہ جسمیں کوئی شخص عذاب الٰہی سے روکنے والا نہ ہوگا۔ جس روز لوگ نکل کھڑے ہوں گے۔ جس روز کہ لوگ آگ میں عذاب دیئے جائیں گے۔ جس روز کہ مال اور اولاد فائدہ نہ دے گی۔ جس روز کہ ظالموں کا عذر اُن کے کام نہ آئے اور اُن کو لعنت اور خراب ٹھکانا ملے۔ جس روز کہ عذر نامنظور ہوں اور بھیدوں کی جانچ ہو، اور دل کی پوشیدہ باتیں ظاہر ہوں، اور پردے کُھل جائیں۔ جس روز کہ آنکھیں دبی ہوں اور آوازیں ساکن، اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنا کم ہو، اور اچھی باتیں علانیہ اور خطائیں واضح ہوں۔ جس روز بندے ہنکائے جائیں اور ان کے ساتھ گواہ ہوں، اور لڑکے بوڑھے ہو جائیں، اور بڑے نشے میں ہوں۔ تو ایسے دن ترازوئیں قائم ہوں گی اور دفترِ اعمال کھولے جائیں گے اور دوزخ ظاہر کی جائے گی، اور پانی گرم جوش دیا جائے گا اور آگ دھڑ دھڑ جلے گی، اور کافر نااُمّید ہوں گے، اور آتشیں بھڑکائی جائینگی اور رنگ متغیّر اور زبانیں گونگی اور ہاتھ پاؤں بولتے ہوں گے۔ پس اے انسان! تجھ کو کس چیز نے خدائے تعالیٰ کریم پر مغالطہ دیا کہ تُو نے در بند کرکے اور پردے چھوڑ کر اور خلق سے چھپ کر گناہ کئے۔ اب بتا کیا کرے گا کہ تیرے ہی اعضاء تجھ پر گواہی دیں گے۔ پس نہایت خرابی ہے ہم سب غافلوں کی کہ خدائے تعالےٰ تو ہمارے پاس سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجے، اور اس پر کتابِ مبین اُتارے اور ہم کو قیامت کے دن کی یہ سب صفات بتاوے، پھر ہماری غفلت کو بھی جتاوے اور یوں فرماوے۔ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ○ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ○ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ط پھر قربِ قیامت

کو یوں ارشاد فرماوے اِقْتَرَبَ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اور فرماوے اِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيْدًا وَّنَرَاهُ قَرِيْبًا اور مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا۔ ہم کو چاہیئے تھا کہ اپنا عمدہ احوال قرآن مجید کی تلاوت سے جان کر اس پر عمل کرتے۔ نہ یہ کہ اس کے معنی میں تامّل نہ کریں اور نہ قیامت کے دن کے بہت سے ناموں اور اوصاف کو لحاظ کریں اور نہ اس کی مصیبتوں سے چھوٹنے کی فکر کریں۔ پس ایسی غفلت سے خدائے تعالیٰ ہم کو بچائے اور اپنی رحمت واسعہ سے اس کا تدارک کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ذکر میں

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل اور موت اور حیات اور سب حالات میں عُمدہ اقتدا رہے اس لئے کہ آپ کے حالات ناظرین کے لئے عبرت ہیں اور سمجھنے والوں کو موجبِ بصیرت کیونکہ کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے نزدیک آپ سے بڑھ کر بزرگ تر نہ تھا۔ آپ ہی اس کے خلیل اور حبیب اور مناجات کرنے والے اور برگزیدہ اور رسول اور پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس اپنے بزرگ فرشتوں کو جو خلق کی جان نکالنے پر متعیّن ہیں، بھیجا۔ جنہوں نے نہایت جدّ وجُہد اور سرعت کے ساتھ آپ کی رُوح پُرفتوح کو جسمِ اقدس اور اطہر سے منتقل کر کے خدائے تعالیٰ کی رحمت اور رضا اور عمدہ خوب صورتوں بلکہ مکان خاطر خواہ میں خدائے تعالیٰ کے ہمسایہ میں پہنچا دیا۔ اور اس پر بھی حالتِ نزع میں کرب آپ کے اُوپر زیادہ ہوا، اور آہ نکلی اور پیہم قلق ہوا اور کلماتِ شوق زبان پر آئے، رنگ متغیّر اور پیشانی عرق آلود ہوئی اور دونوں ہاتھ اضطراب میں کبھی کے کبھی پڑے۔ یہاں تک کہ اسکی کیفیت کو دیکھ کر حاضرین بے تاب اور دیکھنے والے جگر کباب تھے۔ تو بتاؤ عہدۂ نبوّت کے باعث تقدیر اُن سے ٹل گئی یا حکم الٰہی نے آپ کے خاندان کا کچھ لحاظ کیا، یا

آپ سے بایں وجہ درگذر کی کہ آپ حق کے مددگار اور خلق کے لئے بشارت اور خوف پہنچانے والے تھے۔ یہ بات کوئی نہیں ہوئی بلکہ جس چیز کا آپ کو حکم تھا اس کی فرمانبرداری کی۔ اور جو لوحِ محفوظ میں معائنہ فرما چکے تھے، اس کے بموجب کاربند ہوئے، یہ آپ کا حال ہوا، حالانکہ آپ خدائے تعالیٰ کے نزدیک صاحبِ مقامِ محمود اور حوضِ کوثر ہیں، اور آپ ہی سب سے پیشتر اُٹھیں گے اور آپ ہی قیامت میں لبِ سفارش مجرموں کے لئے کھولیں گے۔

فردِ الوائے حمد بدستِ محمدؐ است

ممبوع اوست وجملہ جہانش متابع ست

پس بڑے تعجّب کی بات ہے کہ ہم کو عبرت نہیں ہوتی۔ اور جو کیفیت ہم پر گذرے گی اس پر یقین نہیں کرتے بلکہ شہوتوں میں گرفتار اور گناہوں اور برائیوں کے جویا رہتے ہیں۔ ہمیں کیا ہوا ہے کہ ایسے سیّد المرسلین اور امام المتّقین اور حبیب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کی کیفیّت سے نصیحت نہیں مانتے۔ شاید ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ہمیشہ رہیں گے، یا یہ وہم دامن گیر ہے کہ باوجود بدافعالی کے خدائے تعالیٰ کے نزدیک ہم بڑے ہیں۔ سو یہ بات تو خیر، بلکہ ہم تو یقیناً جانتے ہیں کہ سب کے سب دوزخ پر وارد ہوں گے اور اس سے بجز پرہیزگاروں کے اور کوئی نہ بچے گا۔ تو وُرود میں تو ہم کو کلام ہی نہیں۔ مگر وہاں سے پھر آنے کا وہم کرتے ہیں، اور اگر پھر آنے کا ظنِ غالب کریں تو اپنی جانوں کے دشمن اور ظالم ہیں۔ اس لئے کہ ہم پرہیزگار تو نہیں، پھر وہاں سے پھر آنے کا گمانِ غالب کیسے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تو یوں فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ (ترجمہ) "اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اس پر، ہو چکا،

تیرے رب پر ضرور مقرّر، پھر بچاویں گے ہم اُن کو جو ڈرتے رہے اور چھوڑیں گے گنہ گاروں کو اس میں اوندھے گرے"۔ پس ہر ایک بندہ کو اپنے نفس پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ ظالموں سے قریب تر ہے یا پرہیزگاروں سے۔ تو بعد اس کے کہ تم اکابرِ سلف کی سیرت کو دیکھو، اپنے نفس پر غور کرو کہ ان لوگوں کا دستور تھا کہ باوجود عنایت ہونے توفیق کے خائف رہتے تھے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حال پر غور کرو کہ اپنے واقعہ شریفہ کا یقین رکھتے تھے، اس لئے آپ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، متّقیوں کے پیشوا تھے، اور عبرت کرو کہ دنیا سے علیحدہ ہونے کے وقت کیسا کرب آپ کو ہوا، اور جنّت ماویٰ میں تشریف لے جانے کے وقت کیسا سخت معاملہ گذرا۔ حضرت ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے سب ایمان داروں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں وفات شریف کے وقت گئے۔ آپ نے ہماری طرف دیکھا اور دونوں آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ پھر فرمایا کہ خُوب ہوّا، تم خُوب آئے۔ خداوند تم کو زندہ رکھے اور پناہ میں دے اور مدد فرمائے۔ مَیں تم کو خدائے تعالےٰ سے ڈرنے کی وصیّت کرتا ہوں اور تمہارے باب میں خدائے تعالےٰ سے وصیت کرتا ہوں، مَیں اس کی طرف سے ظاہر ڈرانے والا ہوں۔ وصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کے شہروں اور بندوں میں چڑھائی نہ کرو۔ اور موت کا وقت آلگا ہے، اور رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف اور سدرۃ المنتہیٰ اور جنّت ماویٰ، اور بھرپور جام وصال کی طرف ہے تو تم میری طرف سے خود اپنے آپ کو اور جو شخص میرے بعد تمہارے دین میں داخل ہو، اس کو سلام اور رحمت خدا کی کہیو۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السّلام سے فرمایا کہ میرے بعد میری اُمّت کا کون ہے؟ اللہ تعالےٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو وحی بھیجی کہ میرے حبیبؐ کو مژدہ سُنا دے کہ میں اس کو اس کی

اُمّت کے باب میں رسوا نہ کروں گا۔ اور یہ بھی بشارت دی کہ جب لوگ زمین سے اُٹھیں گے تو میرا حبیب ان سے اوّل ہوگا۔ اور سب اکٹھے ہوں گے تو وہی ان کا سردار ہوگا۔ اور جنّت اَور اُمّتوں پر حرام ہے یہاں تک کہ اس میں اس کی اُمّت نہ جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور میری فکر مٹی ۔

جانم فدائے تُو کہ ترا ہست بے گماں

از مہد تا لحد ہمیں فکرِ اُمّتاں

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حالتِ مرض میں ہم کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ سات کنوؤں سے سات مشکیں پانی کی منگوا کر نہلا دیں۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ آپؐ کو کچھ آرام معلوم ہوا۔ پھر لوگوں کو نماز پڑھائی، اور اُحد کی لڑائی میں جو لوگ شریک تھے، اُن کے لئے دعائے مغفرت فرمائی، اور انصار کے باب میں وصیّت کی یعنی اس طرح ارشاد فرمایا کہ اے گروہِ مہاجرین تم تو بڑھتے جاتے ہو، اور انصار ایسے ہو گئے ہیں کہ جس ہیئت پر کہ آج ہیں اس سے زیادہ نہ ہوں گے وہ لوگ میرے خاص ہیں کہ جن میں مَیں نے آکر جگہ لی۔ پس ان کے محسن کی تعظیم کیجیو اور ان کی بُرائی کرنے والے کی خطا سے درگذر یو۔ پھر فرمایا کہ ایک بندے کو دُنیا میں اور خدائے تعالیٰ کے پاس کی چیز میں اختیار دیا گیا۔ اُس نے خدائے تعالیٰ کی چیز پسند کی۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر رضؓ روئے اور جانا کہ آپ اپنا ہی حال ارشاد فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر رضؓ استقلال کر، گھبرا نہیں۔ یہ دروازے جو مسجد میں کُھلے ہیں، سب بند کر دینا مگر ابوبکر رضؓ کا دروازہ بند نہ کرنا۔ اس لئے کہ اپنے نزدیک مَیں کسی شخص کو یاری میں ابوبکر رضؓ سے بڑھ کر نہیں جانتا ہوں حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رُوح پُرفتوح نے

میرے ہی گھر میں میری ہی باری کے دن میں اور میری ہی گود میں اعلی علیین کو پرواز فرمایا۔ اور وصال کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کا لعاب اور میرا جمع کر دیا۔ اس طرح کہ اس وقت میرے پاس میرا بھائی عبدالرحمٰن ایک مسواک ہاتھ میں لئے آگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مسواک کی طرف دیکھنے لگے۔ میں سمجھی کہ یہ آپؐ کو اچھی معلوم ہوتی ہے، اور آپؐ سے پوچھا کہ آپؐ کے لئے یہ دوں۔ آپؐ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں۔ میں نے مسواک لے کر آپؐ کو دے دی۔ آپؐ نے اس کو منہ میں ڈالا، تو کڑوی معلوم ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ میں نرم کر دوں؟ آپؐ نے سر سے اشارہ فرمایا کہ اچھا میں نے دانتوں سے ملائم کر دی۔ اور آپؐ کے سامنے ایک پیالہ پانی کا رکھا تھا۔ اپنا ہاتھ اس میں ڈالتے تھے۔ اور فرماتے تھے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ موت کی بڑی سختیاں ہیں۔ پھر آپ نے اپنا دستِ مبارک اُوپر کو اُٹھا کر فرمایا۔ رفیق اعلیٰ رفیق اعلیٰ۔ میں نے تب اپنے دل میں کہا کہ بخدا اب ہم کو آپؐ نہ پسند کریں گے۔ سعید بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب انصار نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت زیادہ بھاری ہوتی جاتی ہے، تو مسجد شریف میں جمع ہو گئے۔ پس حضرت عباسؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لے گئے اور آپؐ سے جا کر عرض کیا کہ لوگ جمع ہیں اور ڈرتے ہیں۔ پھر آپؐ کے پاس حضرت فضیلؓ گئے اور یہی کہا۔ پھر حضرت علیؓ گئے اور ایسا ہی کچھ عرض کیا۔ آپؐ نے ہاتھ پھیلا کر فرمایا کہ لو پکڑو۔ انہوں نے ہاتھ تھام لیا۔ آپؐ نے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم کو خوف آپؐ کی وفات کا ہے۔ اور آپؐ کے پاس مردوں کے اکٹھا ہونے سے اُن کی عورتیں چیخنے لگیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھے اور حضرت علیؓ اور حضرت فضیلؓ پر سہارا دیئے باہر نکلے۔ حضرت عباسؓ آگے آگے تھے، اور آپؐ کا

سر پٹی سے بندھا ہوا تھا اور قدم شریف گھسیٹ کر رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ منبر کے سب کے نیچے کے درجے پر بیٹھ گئے اور لوگ آپؐ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپؐ نے اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو! مَیں نے سُنا ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو، گویا موت سے نفرت کرتے ہو۔ اور میری موت کا جو انکار کرتے ہو تو کیا مَیں نے تم کو اپنی موت کی خبر نہیں دی یا تمہاری مرگ کی خبر نہیں پہنچی۔ جو انبیاء مجھ سے پہلے تم میں بھیجے گئے، اُن میں سے کوئی بچا اور تم میں سے ہمیشہ کوئی رہے گا؟ سُن لو کہ مَیں اپنے رب سے ملنے والا ہوں اور تم بھی اس سے ملوگے۔ اور مَیں تم کو وصیّت کرتا ہوں کہ جو لوگ پہلے ہجرت کرکے آئے ان کے ساتھ بہتری کیجیو۔ اور ہجرت کرنے والوں کو آپس میں سلوک کے ساتھ رہنے کی وصیّت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (ترجمہ) "قسم ہے اُترتے دن کی، مقرر انسان پر ٹوٹا ہے مگر جو یقین لائے اور کئے بھلے کام، اور آپس میں تقید کیا سچے دین کا اور آپس میں تقید کیا صبر کا۔" اور سب معاملات خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوا کرتے ہیں، تو ایسا نہ ہو کہ کسی امر کی تاخیر کے باعث تم اس میں جائز ہونے کی درخواست کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی جلدی کے باعث جلدی نہیں کیا کرتا۔ اور جو شخص اللہ تعالےٰ پر غالب ہونا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اس کو مغلوب کرے گا، اور جو خدائے تعالےٰ سے داؤ چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کو دھوکا دے گا۔ وہ خود فرماتا ہے فھل عسیتم ان تولّیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم۔ (ترجمہ) "پھر تم سے یہ بھی توقع ہے اگر تم کو حکومت سپرد ہو کہ خرابی ڈالو مُلک میں اور توڑو اپنے ناتے۔" اور مَیں تم کو انصار کے باب میں خیر کی وصیّت کرتا ہوں اس لئے

کہ انہوں نے تم سے پہلے مدینے میں اقامت اور ایمان کا خلوص حاصل کیا۔ تم اُن کے ساتھ احسان کرنا۔ دیکھو انہوں نے اپنے پھل آدھے تم کو دیئے۔ تم کو گھروں میں وسعت کر دی۔ باوجود اپنی حاجت کے اپنی جانوں پر تم کو ترجیح دی۔ یاد رکھو اگر تم میں سے کوئی دو آدمیوں پر بھی حکومت پائے تو چاہیئے کہ ان کے محسن کی طرف سے جو کچھ وہ دیں قبول کرے۔ اور اگر کوئی ان میں کچھ بُرائی کرے تو اس سے درگذر کرے۔ اور آگاہ رہو کہ ان پر اپنے آپ کو ترجیح مت دینا۔ اور معلوم کر لو کہ میں تمہارا گواہ ہوں اور تم مجھ سے ملنے والے ہو۔ اور خبردار رہو کہ تمہارے وعدہ کی جگہ حوض ہے۔ میری حوض اس سے بھی زیادہ چوڑی ہے جو شام کے بصرہ اور یمن کے صنعا میں ہے۔ اس میں ایک پرنالہ کوثر کا گرتا ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور جھاگ سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جو کوئی اس میں سے پانی پیئے گا، کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اس کی کنکریں موتی ہیں اور خاک مُشک۔ اگر قیامت میں کوئی اس سے محروم رہا تو تمام خیر سے محروم۔ سُن لو جس کو یہ بات پسند ہو کہ کل کو میرے پاس اس حوض پر آئے۔ تو چاہیئے کہ اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے صرف ان سے وہی کام لے جس کے جو لائق کرنے کے ہوں۔ پھر حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ اے رسولِ خداؐ! کچھ قریش کے باب میں بھی لوگوں سے فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ اس امر یعنی خلافت کی وصیّت مَیں قریش کو کرتا ہوں۔ اور لوگ قریش کے تابع ہیں۔ نیک ان کے نیک کا اور بد بد کا۔ پس اے قریش والو! لوگوں کو خیر کی وصیّت کرتے رہنا۔ اے لوگو گناہ نعمتوں کو بدل ڈالتے ہیں اور اخلاق کو متغیّر کر دیتے ہیں۔ پس جب لوگ نیکی کریں گے تو اُن کے امام بھی ان کے ساتھ نیکی کریں گے، اور جب بدکار ہوں گے تو حاکم بھی ان پر رحم نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکذلک نولّی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون۔

(ترجمہ) "اور اسی طرح ہم ساتھ مِلادیں گے گنہ گاروں کو ایک دوسرے کا بدلہ، ان کی کمائی کا"۔ حضرت ابنِ مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ! کچھ پوچھ لے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا موت قریب آئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ نزدیک ہوئی اور لٹک آئی۔ انہوں نے کہا کہ اے نبی اللہ خدائے تعالیٰ کے پاس کی چیزیں آپ کو مبارک ہوں۔ ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ کہاں تشریف لے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف اور سدرۃ المنتہیٰ کی طرف۔ پھر جنّت ماویٰ اور فردوسِ اعلیٰ اور جامِ اوفیٰ اور رفیقِ اعلیٰ اور بہرہ پائیدار اور عیشِ خوش گوار کی طرف۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ آپؐ کو غسل کون دے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ میرے اہلِ بیت کے مرد جو قریب تر ہوں سب سے۔ پھر وہ جو اُن سے ذرا دُور ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ کو کفن کیا دیویں؟ آپؐ نے فرمایا۔ میرے یہی کپڑے اور حلہ یمانی اور مصر کا سفیدا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ پر ہم نماز کیسے پڑھیں؟ یہ کہہ کر حضرت ابو بکرؓ اور ہم سب روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بھی روئے ؎

زدردِ ہجرِ تُو زہرہ شدہ است آب مگر
کہ سَیلِ اشک زدیدہ نمے شود موقوف

پھر آپ نے فرمایا کہ بس کرو، خدائے تعالیٰ تم کو مغفرت کرے اور تمہارے نبی کے عوض میں تم کو جزائے خیر دے کہ جب تم مجھ کو نہلا کر کفناؤ تو چارپائی پر میری اسی حجرے میں قبر کے کنارے پر رکھ کر ذرا ایک ساعت کو باہر چلے جانا کہ اوّل جو مجھ پر نماز پڑھے گا وہ میرا پروردگار جل شانہٗ ہے کہ تم پر وہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔ پھر خدائے تعالیٰ فرشتوں کو میرے اوپر نماز پڑھنے کی

اجازت دے گا۔ تو مخلوقِ خدا میں سے اوّل میرے پاس جبرائیلؑ آ کر میری نماز پڑھیں گے۔ پھر میکائیلؑ پھر اسرافیلؑ۔ پھر ملک الموت بہت سے لشکروں سے پھر باقی تمام فرشتے علیہم السلام میری نماز پڑھیں گے۔ پھر تم مجھ پر اندر آ کر نماز پڑھیو اور ایک ایک جتھا جدا جدا صلوٰۃ و سلام مجھ پر کہتے جائیو، اور میری تعریف کر کے ایذا مت دیجیو، نہ چیخ ماریو، نہ پُکار کر روئیو۔ اور مناسب ہے کہ اوّل امام نماز شروع کرے اور میرے اہلِ بیت جو قریب تر ہوں، اور اُن کے بعد وہ جو اُن سے دُور ہوں، پھر اسی طرح عورتوں کی جماعتیں، پھر لڑکوں کے گروہ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ قبر کے اندر کون اُترے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے اہلِ بیتؓ کے کچھ لوگ جو میرے قریب سے قریب ہوں بہت سے فرشتوں کے ساتھ کہ تم اُن کو نہ دیکھو گے اور وہ تمہیں دیکھیں گے۔ اب میرے پاس سے اُٹھ جاؤ، اور میری طرف سے میرے بعد کے لوگوں کو دین کا حال بتاؤ۔ عبداللہ بن ربیع فرماتے ہیں کہ شروع ربیع الاوّل میں حضرت بلالؓ نے نماز کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ، ابوبکرؓ ایک نرم دل آدمی ہیں۔ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو گریہ اُن پر غالب ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ والی ہو۔ ابوبکرؓ ہی سے کہو کہ نماز پڑھائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جو حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے عذر کیا تھا تو اس کی وجہ یہ بھی کہ وہ دنیا کے راغب نہ تھے۔ علاوہ اس کے خلافت میں اندیشہ اور خطرہ بہت ہے مگر جس کو خدا بچائے، اور یہ بھی خوف تھا کہ لوگ ہرگز ناپسند کریں گے کہ حضرتؐ کی زندگی ہی میں کوئی آپؐ کی جگہ نماز پڑھائے مگر یہ کہ خدائے تعالےٰ چاہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے نماز پڑھانے سے لوگ اُن سے حسد کریں گے اور اُن سے

سرکش ہو جائیں گے اور فالِ بد کہیں گے۔ مگر چونکہ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہر ایک خوف دنیا اور دین سے محفوظ رکھا اور جس چیز سے مَیں ڈرا کرتی تھی اس سے صاف بچا یا۔ اور فرماتی ہیں کہ جب وہ دن ہوا، جس میں آپؐ کی وفات ہوئی ہے تو لوگوں نے کچھ مزاجِ مبارک میں صبح کے وقت ہلکاپن اور مرض میں تخفیف پائی۔ اسی لئے سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو گئے اور خوشی خوشی کاموں میں مصروف ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف عورتیں رہ گئیں۔ ہمارا حال اس روز ایسا تھا کہ توقّع اور خوشی جیسی ہم کو اس روز تھی، ایسی کبھی پہلے نہ ہوئی تھی۔ اسی اثنا میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس سے باہر جاؤ، یہ فرشتہ میرے پاس آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ اَور عورتیں تو باہر چلی گئیں اور مَیں آپؐ کا سر مبارک گود میں لئے تھی۔ جب آپ بیٹھ گئے تو مَیں بھی حجرے کے گوشے میں ہوگئی۔ آپؐ نے فرشتے سے بڑی دیر تک سرگوشی کی۔ پھر مجھ کو بُلا کر سر مبارک میری گود میں رکھ لیا، اور عورتوں سے بھی ارشاد فرمایا کہ اندر چلی آؤ مَیں نے عرض کیا کہ یہ آہٹ تو جبرائیل علیہ السّلام کی نہ تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ درست ہے اے عائشہ رضؓ یہ ملک الموت ہے کہ میرے پاس آکر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ بدوں اذن آپؐ کے پاس نہ آؤں۔ تو اگر آپؐ اجازت نہ دیں گے تو چلا جاؤں گا، اور اگر اجازت دیں گے تو اندر آؤں گا۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ آپؐ کی رُوح بدوں آپؐ کے ارشاد کے نہ قبض کروں۔ اب ارشاد کیا ہے مَیں نے اُسے کہہ دیا ہے کہ جب تک جبرائیل علیہ السّلام آویں جب تک مجھ سے علیحدہ رہو۔ اب جبرائیلؑ کے آنے کی ساعت ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ یہ آپ نے ایسی صورت پیش کی کہ جس کا ہمارے پاس کوئی جواب یا تدبیر نہ تھی۔ تو ہم نے سکوت کیا اور یہ معلوم ہُوا کہ گویا ہم سخت آواز کے مارے دنگ رہ گئے ہیں کہ کچھ

آپؐ سے نہیں کہتے، اور نہ اس امر کی بڑائی اور ہیبت کے سبب سے کسی کو تاب گویائی کی تھی۔ ہمارے دل رُعب سے بھر گئے تھے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک ساعت میں تشریف لائے۔ سلام کیا، مَیں نے ایک آہٹ پہچانی اور گھر والے نکل گئے اور وہ اندر آئے اور آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ خدائے تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپؐ اپنے آپ کو کیسے پاتے ہیں، اور وہ آپؐ کا حال آپ سے زیادہ جانتا ہے مگر چاہتا ہے کہ آپؐ کی کرامت اور شرف بڑھا کر خلق پر آپؐ کی بزرگی اور شرافت کامل کر دے، اور یہ امر آپؐ کی اُمّت میں سُنّت ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو دردمند پاتا ہوں۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ آپؐ کو مژدہ ہو کہ خدائے تعالیٰ چاہتا ہے کہ جو مرتبے آپؐ کے لئے تیار کئے ہیں، اُن پر آپؐ کو پہنچاوے آپؐ نے فرمایا کہ اے جبرائیل! ملک الموت نے مجھ سے اجازت چاہی، اور یہ حال کہا۔ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اے محمدؐ! آپؐ کا رب آپؐ کا مشتاق ہے اور جو کچھ آپؐ سے کیا چاہتا ہے وہ مَیں بتا ہی چکا ہوں۔ بخدا کہ ملک الموت نے آج تک نہ کسی سے اجازت مانگی نہ آئندہ کسی سے اجازت مانگے گا۔ مگر خدائے تعالیٰ کو آپؐ کا شرف پورا کرنا منظور ہے اور وہ آپؐ کا مشتاق ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو اب تم اس کے آنے تک یہاں سے مت جاؤ۔ یہ فرما کر عورتوں کو اندر بُلا لیا۔ اور حضرت فاطمہ رضؓ سے فرمایا کہ میرے پاس آ۔ وہ آپؐ کے اُوپر جھک گئیں۔ آپؐ نے کچھ اُن کے کان میں کہا۔ انہوں نے جو سر اُٹھایا تو آنکھوں میں سے آٹھ آٹھ آنسو نکلتے تھے اور تابِ گفتگو نہ تھی۔ پھر فرمایا کہ اپنا سر میرے پاس کو کر۔ انہوں نے منہ سے کان مِلایا۔ پھر کان میں کچھ ارشاد فرمایا۔ پھر جو انہوں نے سر اُٹھایا تو ہنستی تھیں اور بول نہ سکتی تھیں۔ ہم کو اس حال سے تعجّب ہوا۔ بعد کو مَیں نے اُن سے ماجرا پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اوّل بار مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مَیں آج وفات پاؤں گا۔ اس

سبب سے مَیں روئی، اور دوبارہ ارشاد فرمایا کہ مَیں نے خدائے تعالیٰ سے دُعا مانگی ہے کہ سب سے اوّل میرے گھر والوں میں سے تجھ کو مجھ سے مِلا دے، اور میرے ساتھ رکھے، اس لئے مَیں ہنسی۔ پھر حضرت فاطمہؓ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو آپ کے پاس کیا۔ آپؐ نے دونوں کو پیار کیا۔ پھر ملک الموتؑ نے آکر سلام کیا اور اجازت مانگی۔ آپؐ نے اجازت دی۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپؐ مجھ کو کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو میرے رب سے ابھی مِلا دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ آج ہی مِلا دوں گا۔ اور آپؐ کے رب کا یہ حال ہے کہ آپؐ کی طرف مشتاق ہے اور جتنا تردّد آپ کی طرف سے پروردگار کو ہے اتنا اور کسی کی طرف سے نہیں کیا۔ اور مجھ کو بدوں اجازت کے اندر جانے سے کسی کے پاس منع نہیں فرمایا بجز آپؐ کے۔ لیکن آپؐ کی ساعت آپؐ کے آگے ہی ہے۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ حضرت جبرائیلؑ آئے اور عرض کیا کہ الصّلوٰۃ والسّلام علیک یارسول اللہ یہ میرا زمین پر آخر کا اُترنا ہے پھر کبھی نہیں اُتروں گا۔ وحی بھی نہ ہوئی اور دُنیا کی زمین میں مجھ کو آپ کے سوا کوئی کام نہ تھا نہ بجز آپ کے حضوری اور کوئی غرض ؎

رفت از بوئے سر زلفِ تو خلقے بچمن

ورنہ کے بوئے نسیمِ سحری بود غرض

اب مَیں ہوں اور میری جگہ ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بخدا گھر میں کسی کو تاب ایک لفظ بولنے کی نہ تھی اور نہ کوئی مردوں کو بُلاتا تھا۔ اس لئے کہ حضرت جبرائیلؑ کا یہ کلام نہایت درجہ کو بڑا معلوم ہوتا تھا اور ہم سب خائف و ترساں تھے۔ پھر مَیں نے اُٹھ کر آپؐ کے سر مبارک کو اپنی گود میں رکھ لیا اور آپؐ کے سینۂ مبارک کو تھام لیا۔ اور آپؐ کو بے ہوشی شروع ہوئی، یہاں تک کہ دبا دبا لیتی تھی اور آپؐ کی پیشانی میں سے اتنا پسینہ ٹپکتا تھا کہ مَیں نے کسی کے اتنا نہیں دیکھا اور

اپنی انگلی سے اس کو پونچھتی جاتی تھی - اور خوشبو میں نے اس سے زیادہ نہیں دیکھی
اور جب آپ کو افاقہ ہوتا تو میں کہتی کہ میں اور میرے ماں باپ اور گھر بار سب
آپ پر فدا ہوں، آپؐ کی پیشانی اتنا پسینہ کیوں دیتی ہے - آپؐ نے فرمایا، کہ
اے عائشہؓ مومن کی جان پسینے کے ساتھ نکلتی ہے، اور کافر کی جان باچھوں کی راہ
گدھے کی جان کی طرح نکلتی ہے - ہم اس وقت ڈر گئے اور اپنے اپنے گھر آدمی بھیجا
تو اوّل شخص جو ہمارے پاس آیا، میرا بھائی تھا مگر آپ سے نہ مل سکا - اس کو میرے
باپ نے میرے پاس بھیجا تھا - اس کے آنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و
سلّم تشریف فرمائے خلد بریں ہو چکے تھے - غرض کوئی نہ آنے پایا تھا کہ آپؐ کی رُوح
عرش بریں کو پرواز کر گئی اور خدائے تعالیٰ ہی نے لوگوں کو آپؐ کے پاس نہ آنے دیا -
اس لئے کہ جبرائیل اور میکائیل علیہم السّلام کو آپؐ کا معاملہ سپرد فرمایا تھا اور جب
آپؐ کو بے ہوشی ہوتی تھی تو یہی فرماتے تھے بل رفیق اعلیٰ - اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ آپؐ کو کئی کئی بار بار اختیار دیا جاتا تھا، اور جب طاقتِ گفتار ہوتی تھی، تو
فرماتے تھے کہ نماز نماز - تم لوگ ہمیشہ جمے رہو گے جب تک نماز اکٹھے پڑھو گے -
نماز کی وصیت آخری دم تک فرماتے رہے اور نماز نماز کہتے رہے - حضرت عائشہؓ
فرماتی ہیں کہ آپؐ کی وفات دوشنبہ کے روز وقت چاشت اور دوپہر کے درمیان
ہوئی - حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ دوشنبہ مجھ پر مبارک نہیں - بخدا کہ اُمّت کو ہمیشہ
اس روز بڑی مصیبت ہوا کرے گی - اور جس روز کوفہ میں حضرت علیؓ پر مصیبت
آئی تو حضرت امّ کلثومؓ نے بھی ایسا ہی فرمایا کہ دوشنبہ میں میرے لئے خیر نہیں - اسی
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وفات پائی اور اسی میں میرے شوہر یعنی حضرت
عمرؓ شہید ہوئے اور اسی میں میرے باپ حضرت علیؓ شہید ہوئے - تو اس روز میں
میرے واسطے کچھ خیر نہیں - حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ خلد بریں کو تشریف فرما

ہوئے تو لوگ نہایت سختی میں پڑے یہاں تک کہ آوازِ گریہ بلند ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرشتوں نے آپ کے کپڑوں میں ڈھانپ دیا۔ اب لوگ مختلف حال پر ہوگئے۔ بعضے موت سے منکر ہوئے اور بعضے گونگے ہوگئے کہ مدت تک نہ بولے اور بعضے عقل سے خارج ہوئے کہ بات مہمل کرنے لگے۔ اور کچھ لوگوں کی عقل ٹھکانے رہی، اور کچھ لوگ بیٹھے رہ گئے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب ان لوگوں میں تھے جو موت کو جھٹلاتے تھے۔ حضرت علیؓ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ حضرت عثمانؓ گونگے ہوگئے۔ حضرت عمرؓ نے باہر نکل کر فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات نہیں پائی اللہ تعالیٰ اُن کو پھیرے گا اور منافق لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے گا۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کی تمنّا کیا کرتے تھے جیسے خدائے تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا ایسے ہی ہمارے حضرت سے بھی وعدہ کیا ہے وہ اب تمہارے پاس پھر سے آتے ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال سے اپنی زبان روکو، وہ مرے نہیں۔ بخدا کہ اگر اب کسی کو کہتے سُنوں گا تو اپنی تلوار سے اس کے دو کر دوں گا۔ حضرت علیؓ گھر میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ حضرت عثمانؓ کچھ نہ بولتے تھے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتے تھے اور لے آتے تھے۔ گویا فرقتِ یار میں راہ بھی نہ معلوم ہوتی تھی ؎

ندیدم چو برفت از نظر صورتِ دوست

ہمچو چشمے کہ چراغش زمقابل برود

مسلمانوں میں سے جیسا حال حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ کا تھا ایسا اور کسی کا نہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کو توفیق اور راستی عنایت فرمائی تھی۔ اگرچہ لوگ صرف حضرت ابوبکرؓ کے قول سے اپنی حرکات سے باز رہتے تھے۔ حضرت عباسؓ نے تشریف لاکر فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ حضرت،

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے موت کو چکھا اور وہ تو اپنی زندگی میں تمہارے درمیان فرمایا کرتے تھے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ○ (ترجمہ) "بیشک تُو بھی مرتا ہے اور وہ بھی مرنے ہیں پھر مقرر تم دن قیامت کے اپنے رب کے آگے جھگڑو گے"۔ حضرت ابوبکرؓ بنی حارث بن خزرج میں تھے۔ جب ان کو وفات شریف کی خبر پہنچی تو تشریف لائے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپؐ کے دیدار سے مشرف ہوئے، پھر آپؐ کے اُوپر جُھک کر بوسہ دیا پھر فرمایا کہ:

مادر و پدرِ من فدائے تُو یا رسول اللہ

اللہ تعالےٰ آپ کو دوبار تو موت دینے ہی کا نہیں۔ پس ایک ہی مرنا تھا، سو آپؐ وفات پا چکے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ لوگوں کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ لوگو! جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پوجتا تھا، تو انہوں نے وفات پائی، اور جو کوئی محمدؐ کے رب کو پوجتا تھا وہ البتہ زندہ ہے نہیں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ط (ترجمہ) "اور محمدؐ تو ایک رسول تھے پہلے اس سے بہت رسول، پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تم پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے اُلٹے پاؤں، وہ نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھ"۔ پس لوگوں کا ایسا حال ہوا کہ گویا اس آیت کو اسی دن سُنا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو جب خبر ہوئی تو آپ حجرہ شریف میں درُود پڑھتے داخل ہوئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ہڑکی کی آواز دانتوں کی رگڑ سے سنائی دیتی تھی۔ مگر باوجود اس کے، قول و فعل اچھا کرنے میں بہادر تھے۔ آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جُھک پڑے

اور آپؐ کے روئے مبارک کو کھول کر پیشانی اور رخساروں پر بوسہ دیا اور چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا، اور روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اور میرے ماں باپ اور گھربار آپؐ پر فدا ہوں۔ آپؐ زندہ بھی اچھے رہے اور وفات پاکر بھی اچھے۔ آپکی وفات سے وہ بات ختم ہوگئی جو کسی نبی کی وفات سے نہ ہوئی تھی یعنی نبوّت یا وحی۔ تو آپؐ کا مرتبہ وصف سے زائد اور رونے سے برتر ہے۔ آپ مخصوص ہوئے تو ایسے کہ سب کے رنجوں کے ضامن ہوگئے، اور عام ہوئے تو ایسے کہ ہم سب آپؐ کے باب میں برابر ہیں یعنی آپؐ کی رسالت تمام آدمیوں کے لئے ہے، اور اگر آپؐ کی موت آپؐ کے اختیار سے نہ ہوتی تو آپؐ کے غم میں ہم اپنی جانیں فدا کرتے، اور اگر آپ رونے سے منع نہ فرما دیتے تو آنکھوں کا پانی ختم کر دیتے۔ مگر جو بات آپؐ ہم سے دُور نہیں کر سکتے وہ رنج اور یادگاری ہے کہ کبھی نہ ٹلے گی۔ الٰہی تُو یہ بات اپنے حبیب کو ہماری طرف سے پہنچا دے اور اے محمد صلی اللہ علیک آپؐ ہم کو اپنے رب کے پاس، یاد رکھیں اور گوشۂ خاطر میں جگہ دیں۔ آپؐ اپنے پیچھے اگر وقار نہ چھوڑ جاتے تو کسی کی کیا مجال تھی کہ آپؐ کے بعد کی مشقّت کا متحمّل ہوتا۔ الٰہی اپنے نبی کو ہماری طرف سے یہ حال پہنچا دے۔ اور ہمارے درمیان اس کی نگہبانی فرما۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب ابوبکرؓ حجرہ شریف میں داخل ہوئے اور صلوٰۃ وثنا کہی تو گھر والوں نے ایک شور برپا کیا، جس کی آواز باہر تک والوں نے سُنی۔ جب آپ کچھ کہتے تھے جبھی آواز اور زیادہ ہوتی تھی، اور اُن کی آواز کسی طرح پست نہ ہوئی مگر اسی حال میں ایک شخص بلند آواز زورآور نے دروازے پر سے یہ کہا کہ اے گھر والو! السلام علیکم۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ (ترجمہ) "ہر جی کو چکھنی ہے موت۔ پھر ہماری طرف آؤ گے" خدائے تعالیٰ موجود

رہنے میں ہر ایک شخص کا نائب ہے یعنی جو جاتا رہتا ہے اس کا عوض وُہ خود موجود ہے، اور ہر رغبت کے لئے اللہ تعالیٰ اور ہر خوف سے نجات حاصل ہے اور اسی سے توقّع رکھو اور اسی پر اعتماد کرو۔ جب گھر والوں نے یہ آواز سُنی تو یہ نہ معلوم ہوا کہ کس کی آواز ہے۔ رونا موقوف کر دیا۔ رونے کے بند ہونے پر وہ آواز بھی موقوف ہوگئی۔ کسی نے باہر نکل کر دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔ پھر گھر میں چلا آیا اور رونا شروع ہوا۔ ایک پُکارنے والے نے آواز دی کہ اس کو بھی لوگ پہچانتے نہ تھے۔ اُس نے یہ کہا کہ اہلِ بیت خدائے تعالیٰ کو یاد کرو اور اس کا شُکر کرو ہر حال میں۔ تاکہ تم مخلصوں میں سے ہو جاؤ۔ اس کے باقی رہنے میں ہر مصیبت سے تسکین اور ہر مرغوب چیز سے عوض حاصل ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کرو اور اسی کے حکم کے بموجب عمل کرو۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ دونوں خضر اور الیاس علیہم السّلام تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جنازے پر حاضر ہوئے تھے۔ اور قعقاع بن عمرو نے حکایتِ خطبہ حضرت ابوبکرؓ کی پوری لکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ لوگوں میں خطبہ پڑھنے کو اُٹھے اور ایسا خطبہ پڑھا کہ لوگ رویا ہی کئے۔ سارا خطبہ متضمن دُرود شریف پر تھا۔ اوّل خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا ہر حال میں بیان کی اور فرمایا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ واحد برحق ہے۔ اُس نے اپنا وعدہ سچّا کیا، اور اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا کُفّار کی جماعتوں کو شکست دی۔ تو خدائے یکتا کا شُکر ہے۔ اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے بندے اور رسول اور نبیوں کے تمام کرنے والے ہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ کتاب ایسی ہی ہے جیسی اُتری۔ اور دین ایسا ہی ہے جیسا مشروع ہوا۔ اور حدیث ایسی ہی ہے جیسی بیان فرمائی۔ اور قول وہی ہے جو انہوں نے فرمایا۔ اور اللہ تعالےٰ حق

ہے کھلا ہوا۔ الٰہی پس رحمت کر محمدؐ اپنے بندے اور رسولؐ اور نبی اور حبیب
اور امین اور چُنے ہوئے اور بہترین پر، ایسی رحمت کہ تو نے نہ کسی پر اپنی مخلوق
میں سے کی ہو، اس سے بڑھ کر ہو۔ الٰہی اپنی رحمتیں اور عفو اور مہر اور برکتیں
سب مخصوص کر دے سیّد المرسلین اور خاتم النّبیّین اور امام المتقین محمّد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، جو خیر کی طرف کھینچنے والے اور خیر کے پیشوا، اور
رسول اور رحمت ہیں۔ الٰہی تو ان کا قرب زیادہ فرما، اور ان کی دلیل بڑی کر،
اور ان کا مقام اچھا کر اور اُن کو ایسے مقامِ محمود میں اُٹھا کہ اگلے پچھلے سب ان
سے غبطہ کریں، اور اُن کے مقامِ محمود پر ہونے سے ہم کو قیامت کے دن نفع پہنچا۔
اور آخرت میں اُن کے عوض تُو ہمارے درمیان رہ اور اُن کو جنت میں درجہ اور
وسیلے پر پہنچا۔ الٰہی تُو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرما جس طرح کہ تُو نے
ابراہیمؑ اور اُن کی آل پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرمائی۔ تو ہی ہے اچھے کام والا اور
بزرگی والا۔ بعد اس کے فرمایا کہ اے لوگو! جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت
کرتا تھا، تو انہوں نے وفات پائی۔ اور جو کوئی خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو
اللہ تعالیٰ زندہ ہے نہیں مرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے باب میں پہلے ہی تم
کو کہہ دیا ہے۔ پس ان کو بے صبری سے مت پکاریو۔ اس لئے کہ اللہ عزّ وجل نے اپنے
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اپنے پاس کی چیز پسند فرمائی اور اپنا ثواب عنایت
فرمانے کو اُن کو اُٹھا لیا، اور تم میں اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت پیچھے چھوڑی۔
پس جو شخص کہ اُن پر تمسک کرے گا وہ عارف ہوگا اور جو کوئی ان دونوں میں فرق
کرے گا وہ اس آیت کا منکر ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ
اور چاہیئے کہ شیطان تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے سے
تم کو غافل نہ کر دے، اور دین میں تمہارے اُوپر کوئی بلا نہ لا ڈالے۔ خیریت سے جلدی کرو

شیطان پر کہ اس کو تھکا مارو گے اور اس کو مہلت مت دو، ورنہ وہ تم سے مل جائے گا اور تم کو فتنہ میں ڈال دے گا۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات نہیں پائی۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی موت کا حال فلاں روز اور فلاں روز فرمایا تھا، اور اللہ تعالےٰ اپنی کتاب مجید میں فرماتا ہے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مصیبت کے باعث مجھے یہ معلوم ہوا کہ گویا یہ مضمون کتاب اللہ میں آج کے سوا کبھی سُنا ہی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ قرآن مجید جیسا اُترا ہے وہی حق ہے۔ اور حدیث ویسی ہی ہے جیسی بیان فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ زندہ ہے کہ نہیں مرے گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور اللہ تعالےٰ کے صلوٰۃ اس کے رسول پر نازل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جدائی کا ثواب ہم خدا کے پاس چاہتے ہیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب لوگ آپ کے نہلانے کو جمع ہوئے تو آپس میں کہا کہ ہم کو معلوم نہیں کہ رسولِ خدا کو کیسے نہلائیں۔ اسی تردّد میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند بھیج دی۔ یہاں تک کہ کوئی آدمی ایسا نہ رہا جو چھاتی پر اپنی ڈاڑھی لگائے نہ سوتا ہو۔ پھر کسی کہنے والے نے جس کا حال معلوم نہیں کہ کون تھا، کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مع کپڑوں کے نہلاؤ۔ اسمیں سب چونک پڑے اور اسی آوازِ غیب کے بموجب عمل کیا، اور آپ کو قمیض میں نہلایا اور غسل سے فارغ ہو کر کفن پہنایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کے قمیض کو اتارنا چاہا۔ مگر ہم کو آواز آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کرتا مت اُتارو۔ ہم نے ویسے ہی رہنے دیا اور کرتا پہنے ہی نہلایا۔ جب کسی عضو کو

بدلنا چاہتے تھے تو ہم کو ذرا بھی دقّت نہ ہوتی تھی، وہ عضو خود بدل جاتا تھا یہاں تک کہ اس کے غسل سے فارغ ہو جاتے تھے۔ اور ہم کو گھر میں ہوا کی سی سنسناہٹ سُنائی دیتی تھی، اور آواز آتی تھی کہ رسولِ خدا کے ساتھ نرمی کرو کہ تم کو کچھ کرنا نہیں پڑے گا۔ تو وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح پر تھی۔ آپ نے نہ کوئی بالوں کا کپڑا چھوڑا نہ اُون کا۔ جو تھا وہ سب آپ کے ساتھ دفن ہو گیا۔ ابو جعفرؓ کہتے ہیں کہ لحد میں آپ کا بستر اور چادر بچھائی گئی اور اس کے اُوپر آپ کے وہ کپڑے ڈالے گئے جو آپ زینتِ تنِ مبارک فرماتے تھے۔ پھر اُن کے اُوپر آپ مع اپنے کفن کے رکھے گئے۔ غرضیکہ اپنی وفات کے بعد آپ نے کچھ مال نہ چھوڑا، اور نہ زندگی میں مکان کی نیّت سے اینٹ پر اینٹ رکھی، نہ نے پرنے۔ تو آپ کی وفات میں عبرتِ کامل اور مسلمانوں کے واسطے عمدہ اقتدار ہے ؎

ہوتی تھی بارش نُور کی رسولؐ کے طفیل
بیواؤں کی عصمت اُس سے یتیموں کی تھی بہار

وفات حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذکر میں جب آپ کی وفات قریب ہوئی، تو حضرت عائشہؓ آپ کے پاس آئیں اور مثال کے طور پر ایک شعر پڑھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے ؎

کثرتِ دولت قسم ہے مرد کے آوے نہ کام
جب رُکا سینے میں دم ہو اور لبوں پر جان ہو

آپ نے چہرہ کھول دیا اور فرمایا کہ یوں مت کہو کہ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۔ (ترجمہ) "اور آئی بے ہوشی موت کی تحقیق، یہ وہ ہے جس سے تُو بدکتا تھا۔" میرے ان دونوں کپڑوں کو دیکھ رکھو ان کو دھو کر مجھ کو انہی میں کفنانا۔ اس لئے کہ نئے کپڑے کی حاجت مُردے کی نسبت

زندہ کو زیادہ ہے۔ اور لوگوں نے آپ کے پاس آکر کہا کہ ہم کسی طبیب کو بُلائیں جو آپ کا حال دیکھے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے طبیب نے مجھے دیکھ کر کہہ دیا ہے کہ، اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ یعنی مَیں جو چاہوں گا سو کروں گا حضرت سلمان فارسیؓ آپ کی عیادت کو تشریف لائے اور کہا کہ اے ابوبکرؓ! کچھ ہم کو وصیّت کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ تمہارے لئے دنیا فتح کرنے کو ہے۔ تو تم اس میں سے اسی قدر لینا کہ بسر اوقات کے موافق ہو۔ اور یاد رکھو کہ جو کوئی نماز صبح ادا کرتا ہے، وُہ اللہ تعالےٰ کے عہد میں ہو جاتا ہے۔ تو ایسا نہ ہو کہ خدائے تعالیٰ سے عہد شکنی تم کو منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے۔ اور جب حضرت ابوبکرؓ بہت بیمار ہوئے کہ باہر نہ نکل سکے، اور لوگوں نے چاہا کہ اپنا نائب کسی کو کر دیں تو آپ نے حضرت عمرؓ کو اپنا نائب کیا۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے اپنا نائب ایک تند مزاج سخت دل کو کیا ہے، خدائے تعالےٰ کو کیا جواب دو گے۔ آپ نے فرمایا، کہ یہ کہوں گا کہ تیری مخلوق میں سے جو سب سے بہتر تھا، اس کو نائب کیا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ کو بُلوایا۔ جب وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ مَیں تم کو وصیّت کرتا ہوں۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کے حق کچھ دن میں ہیں کہ ان کو رات میں قبول نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالےٰ کے حقوق کچھ رات میں ہیں کہ ان کو دن میں قبول نہیں کرتا۔ اور نفل کو قبول نہیں فرماتا جب تک کہ فرض ادا نہ کرو۔ اور قیامت کے روز جو بھاری پلے والوں کے پلے بھاری ہوں گے تو وجہ یہی ہوگی کہ اُنھوں نے دنیا میں حق کا اتباع کیا ہوگا اور اپنے اُوپر اس کو بھاری سمجھا ہوگا۔ اور اس ترازو کے لئے جس میں بجز حق کے اور کچھ نہ رکھا جائے، شایاں یہی ہے کہ وزن زیادہ ہو۔ اور ہلکے پلے والوں کے جو قیامت میں پلے ہلکے ہوں گے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا میں انہوں نے باطل کی پیروی کی ہوگی اور اسی کو

اپنے اُوپر ہلکا معلوم کیا ہوگا - اور جس ترازو میں کہ باطل کے سوا اور کچھ نہ رکھا جائے، اس کو ہلکا ہی ہونا زیبا ہے - اور خدائے تعالےٰ نے اہلِ جنّت کا ذکر ان کے اعمال میں سے بہتر ہی کے ساتھ کیا ہے اور اُن کی برائی سے درگذر فرمایا۔ تو کہنے والا یوں کہتا ہے کہ مَیں ان لوگوں سے کم ہوں اور ان کے درجے کو نہیں پہنچتا - اور دوزخ والوں کا ذکر اُن کے بدترین اعمال سے کیا ہے - اور جو نیک عمل انہوں نے کیا ہے اس کو اُن پر واپس کر دیا - تو کہنے والا یوں کہتا ہے کہ مَیں ان لوگوں سے افضل ہوں - اور آیتِ رحمت اور آیتِ عذاب کا ذکر فرمایا ہے تاکہ مومن کو رغبت اور خوف دونوں رہیں اور ہاتھ اپنا ہلاکت میں نہ ڈالے، اور اللہ تعالےٰ سے بجز حق کے اور کسی کی تمنّا نہ کرے - پس اے عمرؓ اگر تم میری وصیت یاد رکھو گے تو تمہارے نزدیک کوئی غائب چیز موت سے زیادہ محبوب تر نہ ہوگی اور اس کا آنا تم پر ضروری ہے - اور اگر میری وصیّت تلف کر دوگے تو موت سے زیادہ کوئی غائب چیز تم کو بُری معلوم نہ ہوگی اور اور اس سے تم بھاگ نہ سکو گے، نہ اس کو تھکا سکو گے - حضرت سعید بن المسیّبؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ وفات کے قریب ہوئے تو آپ کے پاس کچھ صحابہؓ میں سے آئے اور کہا کہ اے نائبِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم آپ ہم کو کچھ توشہ عنایت فرما دیجئے کہ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کا حال دگرگوں ہے - آپ نے فرمایا کہ جو کوئی ان کلمات کو کہہ کر مر جائے گا تو اللہ تعالےٰ اس کی رُوح کو اُفقِ مبین میں کرے گا - لوگوں نے عرض کیا کہ افقِ مبین کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک میدان عرش کے سامنے ہے - اس میں باغ اور نہریں اور درخت اور پرند ہیں - ہر روز اس کو سَو رحمتیں خدائے تعالےٰ کی چھپا لیتی ہیں تو جو شخص ان کلمات کو کہے گا - اللہ تعالےٰ اس کی رُوح کو اسی مکانِ موصوفہ بالا میں

رکھے گا کلمات یہ ہیں۔ الٰہی تُو نے خلق کو شروع سے پیدا کیا اور تجھ کو کچھ حاجت اُن کی نہ تھی۔ پھر تُو نے ان کے دو فریق کر دیئے۔ ایک جنّت کے لئے اور ایک دوزخ کے لئے۔ تو مجھ کو جنّت کے لئے کر، نہ دوزخ کے لئے۔ الٰہی تُو نے خلق کو کئی فرقے پیدا کیا اور پیدائش سے پہلے اُن کو علیحدہ کر دیا کہ بعضوں کو بدبخت اور بعضوں کو نیک بخت راہ یافتہ بنایا۔ پس مجھ کو اپنی طاعت سے سعید کر دے، اور اپنی معصیت سے بدبخت نہ کر۔ الٰہی جو ہر ایک نفس کماتا ہے وہ تجھ کو اُس کی پیدائش سے پہلے معلوم ہے تو جس چیز کو وہ کرتا ہے اس سے گریز نہیں۔ پس مجھ کو ان لوگوں میں سے کر دے جن سے تُو اپنی طاعت کا کام لیتا ہے۔ الٰہی بدون تیرے چاہے کوئی کچھ نہیں جانتا۔ تو تُو اپنی خواہش اس امر کی کر کہ میں ایسی بات چاہنے لگوں جو مجھ کو تجھ سے قریب کر دے۔ الٰہی تُو نے بندوں کی حرکات کا اندازہ کر رکھا ہے کہ کوئی چیز بدون تیرے اذن کے حرکت نہیں کرتی۔ تو میری حرکات کو اپنے تقویٰ میں کر دے۔ الٰہی تُو نے خیر اور شر دونوں کو پیدا کیا اور دونوں کے کرنے والے کو بنایا۔ پس مجھ کو دونوں قسموں میں جو بہتر ہو اس میں کر دے۔ الٰہی تُو نے جنّت اور دوزخ کو پیدا کیا اور ان میں سے ہر ایک کے لئے رہنے والے بنائے۔ تو مجھ کو اپنی جنّت کے باشندوں میں سے کر دے۔ الٰہی تُو نے ایک قوم کو راہ دکھانی چاہی اور ان کے سینوں کو کھول دیا۔ اور ایک قوم کی تُو نے گمراہی چاہی اور اُن کے سینوں کو تنگ بنایا۔ تو خدایا! میرے سینہ کو ایمان کے لئے کھول دے اور ایمان کو میرے دل میں اچھا کر دکھا اور مجھ کو کفر اور بدکاری اور نافرمانی سے نفرت دِلا، اور مجھ کو نیک چال والوں میں سے کر۔ الٰہی تُو نے اُمورِ تدبیر کئے اور اُن کا ٹھکانا اپنی طرف کیا۔ پس بعد موت کے مجھ کو اچھی زندگی سے زندہ کر، اور مرتبے میں مجھ کو اپنے نزدیک فرما۔ الٰہی یہ

شخص صبح اور شام کرتا ہے اس طرح کہ اس کا اعتماد اور توقع تیرے غیر پر ہو، تو ہُوا کرے۔ مگر میرا اعتماد اور توقع تجھی پر ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ بعد اس کے آپ نے فرمایا، کہ یہ سب مضامین کتاب اللہ عزّ وجلّ میں ہیں۔

وفات حضرت عمرؓ بن خطّاب کے ذکر میں

عمرو بن میمونؓ کہتے ہیں کہ جس صبح کو حضرت عمرؓ کے زخم لگا۔ مَیں بھی جماعت میں کھڑا تھا، اور اُن کے درمیان میں صرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے۔ آپ جب دو صفوں کے بیچ میں گذرتے تو کھڑے ہو جاتے، اور اگر کچھ خلل دیکھتے تو فرماتے کہ برابر ہو جاؤ یہانتک کہ جب کجی اور نقصان نہ رہتا تب آگے بڑھتے اور اکثر پہلی رکعت میں سورۂ یوسف یا نحل یا اور کوئی ایسی ہی سورت پڑھتے تاکہ لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ پس آپ نے اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ مَیں نے سُنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ کو کُتّے نے مار ڈالا یا کھا لیا۔ جب آپ کے ابو لولو نے زخم لگایا، وُہ خبیث کافر دو دھاری چُھری لے کر بھاگا۔ تو جس کے پاس کو نکلا، داہنے بائیں زخم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا۔ جن میں سے نو۹ نے وفات پائی اور ایک روایت میں سات مرے۔ جب ایک مسلمان نے یہ صورت دیکھی تو اس پر اپنا کپڑا ڈال دیا۔ جب اس کافر نے دیکھا کہ مَیں پکڑا گیا، اپنے آپ کو ذبح کر ڈالا اور واصل جہنّم ہُوا۔ اُدھر حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو پکڑ کر آگے کر دیا کہ نماز پڑھا دیں۔ اس وقت جو حضرت عمرؓ کے پاس کے لوگ تھے انہوں نے تو یہ ماجرا دیکھا، اور جو لوگ مسجد کے اطراف میں تھے اُن کو اس حال کی کچھ خبر نہ ہوئی۔ بجز اس کے کہ حضرت عمرؓ کی آواز آنی موقوف ہو گئی اور کہنے لگے کہ سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ غرضکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے نماز مختصر پڑھائی اور جب سلام پھیرا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابنِ عباسؓ کو فرمایا کہ

دیکھو، مجھ کو کس نے زخمی کیا۔ حضرت ابنِ عباسؓ ایک ساعت کو غائب ہوئے، پھر آکر فرمایا کہ مغیرہ بن شعبہؓ کے غلام نے یہ حرکت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا اس کو قتل کرے۔ میں نے تو اس پر احسان کرنے کے لئے امر کیا تھا، اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہ کی۔ غرضکہ آپ کو مسجد شریف سے آپ کے گھر میں اُٹھا لائے۔ اور ہم بھی ساتھ گئے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ گویا اس دن سے پیشتر کبھی اُن پر مصیبت نہ آئی تھی۔ اور اپنی اپنی کہہ رہے تھے، کوئی کہتا تھا کہ مجھے آپ کے اُوپر موت کا خوف ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ کچھ خوف نہیں۔ اتنے میں آپ کے لئے عرقِ انگور لائے۔ آپ نے جو پیا، پیٹ میں سے نکل گیا۔ پھر دودھ لائے، وہ بھی پیا تو نکل گیا۔ تب لوگوں نے جان لیا کہ آپ نہیں بچیں گے۔ اور لوگ آکر آپ کی ثنا کرتے جاتے تھے۔ ایک شخص جوان آیا۔ اُس نے یوں کہا۔ اے امیرالمومنین! آپ کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہو کہ آپ کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی صحبت اور قدامتِ اسلام میں وہ مرتبہ میسّر ہوا جو آپ کو معلوم ہی ہے پھر آپ حاکم ہوئے اور عدل فرمایا، پھر شہادت ملی۔ فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ سب باتیں میری گذر ہی کے لائق ہو جائیں۔ نہ ان سے میرا نقصان ہو نہ فائدہ۔ جب وہ شخص جانے لگا تو اس کا پائجامہ زمین کو لگتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس لڑکے کو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ ہٹ کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ بھتیجے! اپنا کپڑا اُونچا کر، اس سے گرد وغیرہ سے بچا رہے گا اور خدائے تعالیٰ سے تقویٰ کے بھی قریب تر ہے۔ پھر اپنے صاحبزادے کو فرمایا کہ اے عبداللہ! دیکھ کہ میرے اُوپر کتنا قرض ہے۔ حساب جو کیا تو چھیاسی ہزار یا کچھ کم وبیش پایا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ہمارے خاندان کا مال اس کو وفا کرے تب تو اسی میں سے ادا کر دینا، ورنہ عدی بن کعب کی اولاد سے مانگنا اور اگر اُن کا مال بھی وفا نہ کرے تو قریش سے لے کر ادا کرنا اور قریش کے سوا

اوروں کی طرف مت بڑھنا، اور میری طرف سے یہ قرضہ دے دینا - اور اب اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ کے پاس جا اور کہہ کہ عمر رضؓ تم کو سلام کہتے ہیں - یہ مت کہنا کہ امیر المومنین، اس لئے کہ مَیں آج مومنوں کا سردار نہیں ہوں اور کہنا کہ وہ اجازت چاہتے ہیں کہ اپنے دونوں ساتھیوں کے پاس مدفون ہوں - حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس گئے اور سلام کے بعد اجازت مانگی اور ان کے پاس جا کر دیکھا کہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں - ان سے عرض کیا کہ عمر رضؓ بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں، اور آپ کی اجازت چاہتے ہیں کہ مَیں اپنے دونوں یاروں کے پاس دفن ہوں - حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ مَیں نے یہ جگہ اپنے لئے رکھی تھی مگر آج مَیں اپنے نفس پر عمر رضؓ کو ترجیح دیتی ہوں - جب عبداللہ پھر کر حضرت عمر رضؓ کی خدمت میں آئے - لوگوں نے کہا عبداللہ حاضر ہیں حضرت عائشہ رضؓ کے پاس ہو آئے حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ مجھ کو اُٹھاؤ - ایک شخص نے ان کو اپنے سہارے سے بٹھا دیا آپ نے صاحبزادہ سے پوچھا - کیفیت بیان کرو کیا جواب لائے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جو بات آپ کو محبوب تھی وہی حضرت عائشہ رضؓ نے منظور کر لی اور اجازت دے دی - آپ نے فرمایا - الحمدللہ! کوئی چیز میرے نزدیک اس سے بڑھ کر ضروری نہ تھی - جب مَیں مر جاؤں تو میرے جنازہ کو لے جانا اور دروازے پر پہنچ کر سلام کرنا اور کہنا کہ عمر رضؓ اجازت چاہتا ہے - اگر وہ اجازت دیں تو مجھ کو اندر لے جانا، اور اگر مجھ کو ہٹائیں تو مسلمانوں کے قبرستان میں لے جا کر دفن کر دینا - اور حضرت اُمّ المومنین حفصہ رضؓ تشریف لائیں - عورتیں ان کو ڈھانکے ہوئے تھیں - جب ہم نے اُن کو دیکھا تو ہم علیحدہ ہو گئے - وہ حضرت عمر رضؓ کے پاس آئیں اور ایک ساعت بھر ان کے پاس روئیں - پھر مردوں نے اجازت چاہی تو وہ اندر مکان کے ہو گئیں - اُن کے رونے کی آواز اندر سے ہم نے سُنی - پھر لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین ہم کو وصیّت

کیجئے اور اپنا خلیفہ کسی کو مقرر کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں خلافت کے لئے ان لوگوں سے بڑھ کر اور کسی کو مستحق نہیں جانتا ہوں۔ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے راضی ہی اس جہان سے تشریف لے گئے ہیں۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ کا نام لیا۔ فرمایا کہ عبداللہ بن عمرؓ بھی تمہارے پاس آئے گا مگر خلافت سے اس کو کچھ سروکار نہیں۔ یہ ایسی صورت ہے فرمایا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی تسکین ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ اگر نوبت خلافت کی سعد کو پہنچے تو فبہا، ورنہ جو کوئی امیر ہو، اس سے استعانت کیا کرے۔ اس لئے کہ میں نے اس کو کچھ عاجزی اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔ اور میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیّت کرتا ہوں کہ جو لوگ اوّل ہجرت کر کے آئے ہیں، اُن کی فضیلت کو پہچانے اور ان کی حرمت کی حفاظت کرے اور تعظیم کیا کرے۔ اور یہ بھی وصیّت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ خیر کیا کرے۔ یہ وُہ لوگ ہیں کہ اس جگہ میں اور ایمان میں سب سے پہلے انہوں نے جگہ پکڑی ہے۔ ان کے محسن کی طرف سے قبول کیا کرے اور بُرائی کرنے والے سے درگذر کیا کرے۔ اور یہ وصیّت کرتا ہوں کہ اطراف کے شہر والوں سے سُلوک کرے کہ وہ لوگ اسلام کے حامی اور مالوں کے جمع کرنے والے ہیں، اور یہ کہ ان سے کچھ نہ لے بجز اس کے جو اُن کے مال سے زائد ہو اور وہ خود جوشے دے دیں۔ اور عرب والوں سے خیر کرنے کی وصیّت کرتا ہوں بایں وجہ کہ یہ لوگ عرب کی اصل اور اسلام کی جڑ ہیں، ان کے زائد مال میں سے لے کر انہیں کے مفلسوں کو دے دیا کرے۔ اور اس کو وصیّت کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کے عہد اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو لحاظ کرے اور ذمی لوگوں سے عہد پورا کیا کرے اور ان کی حمایت کے لئے اوروں سے لڑا کرے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لیا کرے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب

آپ کی رُوح خلدِ بریں کو پرواز کر گئی تو ہم آپ کے جنازے کو لے کر چلے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے امّ المومنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں جا کر سلام کیا اور عرض کیا کہ عمرؓ بن الخطاب اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اندر لے آؤ۔ غرضکہ اندر لے جا کر اُن کے دونوں یاروں کے پاس دفن کر دیا، آخر حدیث تک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبرئیلؑ نے کہا ہے کہ عمرؓ کی موت پر اسلام رو دے گا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو چارپائی پر رکھا تو لوگوں نے آکر جنازے کو گھیر لیا، دُعا کرتے تھے، اور نماز پڑھتے تھے، پہلے اس سے کہ جنازہ اُٹھے۔ اور میں بھی ان لوگوں میں تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے میرے دونوں مونڈھے پکڑ کر مجھ کو ڈرا دیا۔ میں نے جو پیچھے پھر کر دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تھے۔ انہوں نے کلماتِ رحم حضرت عمرؓ پر کہے اور فرمایا کہ تم نے اپنے بعد کسی کو ایسا نہ چھوڑا کہ مجھ کو اس جیسا عمل کر کے مرنا محبوب تر ہو تمہارا ہی سا عمل کر کے خدائے تعالیٰ سے ملنا مجھ کو پسند آتا ہے۔ اور قسم ہے خدا کی، مجھ کو گمانِ غالب تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے دونوں یاروں کے ساتھ کر دے گا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا کرتا تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ گئے، اور میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نکلے، اور میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اندر آئے۔ جب ہر ایک بات میں اسی طرح فرماتے تھے، تو مجھ کو توقع اور گمانِ غالب تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے دونوں یاروں کے ساتھ کر دیگا۔

وفاتِ حضرت عثمانؓ کے ذکر میں

حدیث آپ کی شہادت کی مشہور ہے حضرت عبداللہؓ بن سلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھرے ہوئے تھے۔ تو میں آپ کے سلام کو آیا اور اُن کے پاس اندر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی خُوب ہُوا تم آئے۔ آج رات میں نے حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا

کہ اس نابدان میں سے فرماتے ہیں کہ اے عثمانؓ! تجھے لوگوں نے گھیر لیا۔ مَیں نے عرض کیا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ تجھے پیاسا رکھا۔ مَیں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تُو چاہے تو تجھ کو مدد ملے اور ان پر غالب آجائے اور چاہے تو ہمارے پاس افطار کر۔ مَیں نے آپ ہی کے پاس افطار کرنا پسند کیا۔ پس آپ کی شہادت اسی روز ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے ان لوگوں سے پوچھا، جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو زخمی ہونے پر خون میں تڑپتے دیکھا تھا کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے خون میں لوٹنے کے وقت کیا فرمایا تھا۔ لوگوں نے کہا۔ ہم نے سُنا تھا، کہ یوں فرماتے تھے۔ الٰہی! اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کر، یعنی اتفاق ان میں عنایت فرما۔ یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ قسم ہے خدائے تعالےٰ کی، اگر وہ دُعا مانگتے کہ کبھی ان میں اتفاق نہ ہو تو قیامت تک اتفاق نہ ہوتا۔ ثمامہ بن حزن قیشری کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت عثمانؓ نے مکان کے اُوپر سے لوگوں کی طرف نیچے کو دیکھا تھا، مَیں بھی موجود تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم میرے پاس اُن دونوں شخصوں کو لاؤ جنہوں نے تم کو یہاں لاکر جمایا ہے۔ وہ دونوں بُلائے گئے تو ایسے آئے جیسے دو اُونٹ یا دو گدھے آتے ہیں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ مَیں تم کو خدائے تعالےٰ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منوّرہ میں تشریف لائے تھے تو مدینہ میں میٹھا پانی بجز چاہِ رومہ کے اور جگہ نہ تھا۔ تو آپ نے فرمایا کوئی ہے کہ اس کنوئیں کو خرید کر اپنا ڈول مسلمانوں کے ساتھ اس میں ڈالے اور جنّت میں اس سے بہتر پائے۔ پس مَیں نے خاص اپنے مال سے اس کو مول لیا اور تم آج اس کا پانی مجھے نہیں پینے دیتے، نہ دریا کا پانی پینے دیتے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ یہ درست ہے آپ نے فرمایا کہ مَیں تم سے بہ قسم پوچھتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہے کہ مَیں نے مفلس لشکر کو

سامان لڑائی کا دیا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں بہ قسم پوچھتا ہوں کہ تم جانتے ہو کہ مسجد نمازیوں سے تنگی کرتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو فلاں لوگوں کی زمین خرید کر مسجد بڑھائے اور اس سے بہتر جنّت میں پائے۔ تو میں نے خاص اپنی گرہ سے اس کو خریدا، اور تم آج دو رکعت نماز اس میں پڑھنے سے مانع ہو۔ لوگوں نے کہا کہ درست ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے بہ قسم پوچھتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکّہ معظمہ میں جبلِ بشیر پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور میں تھا۔ اتنے میں پہاڑ نے حرکت کی، یہاں تک کہ اس کے پتھر نیچے کو گر پڑے۔ آپ نے اس کے ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ ٹھہر جا، اے بشیر کہ تیرے اوپر صرف ایک نبیؐ اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ آپ بجا فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر! قسم ربِّ کعبہ کی، ان لوگوں نے میری گواہی دی، میں بے شک شہید ہوں۔ اور ایک شیخ ضبہ میں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کو جس وقت زخمی کیا اور خون آپ کی ریش مبارک پر بہتا تھا۔ آپ اس وقت فرماتے تھے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ الٰہی! ان لوگوں کے ہاتھ سے میں تجھی سے انتقام چاہتا ہوں اور اپنے سب کاموں میں تجھی سے مدد چاہتا ہوں، اور جس امر میں تُو نے مجھ کو مبتلا کیا ہے اس پر تجھی سے صبر کی درخواست کرتا ہوں۔

وفات حضرت علیؓ کے ذکر میں اصبغ حنظلی کہتے ہیں کہ جب وُہ رات ہوئی جس کی صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ زخمی ہوئے ہیں۔ تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ ابن تیاح فجر کے وقت آپ کے پاس آئے اور نماز فجر کے لئے عرض کیا آپ نے تاخیر کی اور لیٹے رہے۔ دوبارہ وہ پھر آئے۔ پھر آپ نے دیر کی۔ جب تیسری بار آئے تو آپ اُٹھ کر چلے اور ایک قطعہ پڑھتے جاتے تھے جس کا مضمون یہ ہے:-

موت کی تیاری کر آئے گی وہ بے گماں
موت سے گھبرائے مت جب ہو تری مہماں

جب آپ چھوٹے دروازے کے پاس پہنچے تو ابن ملجم خبیث نے آپ پر حملہ کر کے مار ڈالا۔ حضرت اُمِّ کلثوم رضؓ آپ کی بیٹی باہر نکلیں اور کہنے لگیں کہ صبح کی نماز کو کیا ہوا کہ میرے شوہر حضرت عمر رضؓ بھی اسی نماز میں شہید ہوئے اور میرے باپ بھی اسی نماز میں۔ اور قریش کا ایک بوڑھا راوی ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ابن ملجم نے زخمی کیا تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہے ربِّ کعبہ کی کہ میرا مطلب حاصل ہوا۔ حضرت محمد بن علی رضؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ زخمی ہوئے، تو اپنے لڑکوں کو وصیت کی اور پھر مرتے دم تک بجز لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے اور کچھ نہ بولے۔ اور جب حضرت امام حسن رضؓ موت کے قریب ہوئے تو حضرت امام حسین رضؓ اُن کے پاس آئے اور کہا کہ بھائی تم کیوں گھبراتے ہو۔ تم اپنے نانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد علی بن ابی طالب رضؓ، اپنی نانی حضرت خدیجہ رضؓ بنت خویلد اور والدہ حضرت فاطمہ زہرا رضؓ سے ملو گے۔ اور حمزہ رضؓ اور جعفر رضؓ سے ملو گے۔ حضرت حسن رضؓ نے فرمایا کہ بھائی میں ایسے معاملہ سے ملوں گا کہ اس جیسے سے کبھی نہیں ملا۔ حضرت محمد بن حسین رضؓ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت امام حسین رضؓ کو آگھیرا، تو آپ کو یقین ہوا کہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے تو اپنے یاروں میں کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر کے فرمایا کہ جو کچھ حال ہو رہا ہے تم دیکھتے ہی ہو۔ دنیا بدل گئی اور انجان ہو گئی۔ سلوک نے منہ موڑ لیا۔ دنیا اتنی رہ گئی ہے جیسے برتن میں پانی کی تری۔ تو اب ایسی زندگی ناگوار ہے۔ مجھ کو موت ہی پسند ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ حق بات پر عمل اور باطل سے باز رہنا اسی لئے ہے کہ ایماندار خدائے تعالیٰ سے ملنے کی رغبت کرے، اور مجھ کو موت ہی

سعادت معلوم ہوتی ہے اور ان ظالموں کے ساتھ زندگی محرومی جانتا ہوں۔

موت کے وقت خلفاء، اُمراء اور صالحین کے اقوال!

جب امیر معاویہؓ کی وفات قریب ہوئی تو کہا۔ مجھ کو بٹھلا دو۔ لوگوں نے بٹھلا دیا۔ آپ نے خدائے تعالیٰ کی تسبیح اور ذکر شروع کیا۔ پھر روئے اور کہا کہ اے معاویہؓ! بڑھاپے اور شکستگی کے وقت خدائے تعالیٰ کا ذکر سُوجھا۔ اس کا وقت تو جب تھا، جب شاخِ جوانی تر و تازہ تھی۔ یہ کہہ کر اور زیادہ روئے تا آنکہ آواز رونے کی بلند ہوئی۔ اور کہا کہ الٰہی! اس بوڑھے کم بخت دل سخت پر رحم فرما۔ یا الٰہی! لغزش سے درگذر اور خطا کو معاف کر، اور اپنے حلم سے اس شخص کو اپنی طرف کھینچ لے جو تیرے سوا کسی کی توقع نہیں رکھتا، نہ غیر پر اعتماد کرے۔ اور ایک بوڑھا شخص قریش میں سے بیان کرتا ہے کہ اُن کے مرضِ موت میں لوگوں کے ساتھ مَیں بھی اُن کے پاس گیا تھا۔ لوگوں نے ان کے بدن میں جھریاں دیکھیں۔ انہوں نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ دُنیا سب کی سب وہی ہے جو ہم آزما اور دیکھ چکے آگاہ ہو کہ ہماری تو انگری اور عیش سے لذّت یابی کے باعث دنیا کی رونق ہمارے سامنے ہوئی، اور ابھی جمنے نہ پائی تھی کہ دنیا نے اس کو ہر ایک حال میں توڑ ڈالا ہے اور اسی کے بعد رسی کاٹ دی۔ اب دنیا ایسی ہوگئی کہ ہم کو کھو کھنڈا پیچھے چھوڑ گئی اور ملامت کرنے لگی۔ تو تُف ہے ایسے گھر پر، اور تھُوک ہے ایسی دنیا پر۔ اور روایت ہے کہ آخری خطبہ امیر معاویہؓ نے پڑھا، یہ تھا کہ لوگو! جو کھیتی کرتا ہے سو کاٹتا ہے۔ اور مَیں تمہارا حاکم تھا، میرے بعد جو حاکم تم پر ہوگا وہ مجھ سے بُرا ہی ہوگا جیسے مجھ سے پیشتر کے حاکم مجھ سے بہتر تھے۔ اور اے یزید! جب میری موت ہو جائے تو مجھ کو کسی ہوشیار عاقل سے نہلوانا، کہ عاقل خدائے تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ رکھتا ہے۔ اس سے کہیو کہ غسل اچھی طرح دے اور اللہ اکبر پکار کر کہے۔ پھر دیکھنا

کہ خزانے میں ایک رومال ہے۔ اس میں ایک کپڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں میں سے اور کچھ ریزے آپ کے بالوں اور ناخنوں کے رکھے ہیں تو ریزوں کو لے کر میری ناک اور منہ اور آنکھ میں رکھنا، اور کپڑے کو کفنوں کے اندر میرے بدن پر رکھ دینا۔ اور اے یزید! خدائے تعالیٰ کا حکم ماں باپ کے باب میں یاد رکھنا۔ اور جب تم لوگ مجھ کو میرے نئے کپڑوں یعنی کفن میں لپیٹ چکو، اور میری قبر میں رکھ چکو تو معاویہؓ کو اور ارحم الراحمین کو تنہا چھوڑ دینا۔ اور محمد کہتے ہیں کہ جب امیر معاویہؓ پر موت آئی تو کہنے لگے کیا خوب ہوتا کہ میں ایک شخص قریش کا بھوکا ہوتا، اور امرِ خلافت میں سے کسی چیز کا میں مالک نہ ہوتا۔

اور جب عبد الملک بن مروان کی وفات قریب ہوئی تو ایک دھوبی کو دیکھا کہ دمشق کے اطراف میں کپڑے کو اپنے ہاتھ میں لپیٹ کر پٹڑے پر مار رہا ہے عبد الملک نے کہا۔ بخدا خوب ہوتا جو میں دھوبی ہوتا اور اپنے ہاتھ کی کمائی ہر روز کھایا کرتا، اور معاملاتِ دنیا میں سے کسی چیز کا والی نہ ہوتا۔ یہ بات ابوحازمؒ نے سُنی اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے ان احکام کو ایسا بنایا کہ اپنے مرنے کے وقت اس حال کی تمنّا کرتے ہیں جس میں ہم ہیں۔ اور ہم کو جب موت آتی ہے تو ہم ان کے احوال کی تمنّا نہیں کرتے۔ اور کسی نے عبد الملک سے اس کے مرضِ موت میں پوچھا کہ تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو۔ اُس نے کہا میں ایسا پاتا ہوں جیسا خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولقد جئتمونا فرادیٰ کما خلقناکم اوّل مرّۃ وترکتم ما خولناکم وراء ظھورکم۔ (ترجمہ) "اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے پہلی بار۔ اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے"۔

فاطمہ بنت عبد الملک جو حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی بی بی تھیں کہتی ہیں

کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنے مرضِ موت میں دُعا مانگا کرتے کہ الٰہی! میری موت کو لوگوں پر ظاہر مت کر، گو دن میں ایک ہی گھڑی کے لئے ظاہر نہ ہو۔ پس جس روز کہ آپ کی وفات ہوئی۔ مَیں اُن کے پاس سے اُٹھ کر ایک اور گھر میں چلی گئی کہ مجھ میں اور آپ میں ایک دروازہ حائل تھا، اور آپ اپنے ایک بُرج میں رہے۔ مَیں نے سُنا کہ آپ نے یہ آیت پڑھی۔ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (ترجمہ) "وہ گھر پچھلا ہے ہم دیں گے وہ ان کو جو نہیں چاہتے چڑھنا مُلک میں اور بگاڑ ڈالنا اور آخر بھلا ہے ڈر والوں کا۔" پھر ساکت ہوئے۔ جب مجھ کو نہ آپ کی کچھ آواز معلوم ہوئی نہ آہٹ تو مَیں نے ایک غلام کو بھیجا کہ دیکھنا، آپ کیا سوتے ہیں۔ جب وہ آپ کے پاس گیا تو چیخ ماری۔ مَیں جھپٹی، دیکھا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ غرضکہ خدا تعالیٰ نے آپ کی دُعا قبول کی، کہ کچھ دیر تک آپ کی موت ظاہر نہ ہوئی۔ اور ان کے مرنے سے پیشتر کسی نے سوال کیا کہ اے امیر المومنین! کچھ وصیّت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں تم کو اپنے اس حال سے ڈراتا ہوں کہ تم کو بھی ایک روز ایسا ہی ہونا ہے۔ اور منقول ہے کہ جب آپ سخت بیمار ہوئے تو آپ کے واسطے ایک طبیب بُلایا گیا۔ اُس نے آپ کا حال دیکھ کر کہا کہ آپ کو زہر دیا گیا ہے، اور ان کو مَیں موت سے مامون نہیں سمجھتا۔ آپ نے اپنی آنکھ اُوپر کو اُٹھا کر طبیب سے فرمایا کہ جس کو زہر نہیں دیا جاتا، اُس کی موت پر بھی تو تم مامون نہیں۔ اُس نے پوچھا کہ آپ کو زہر کا اثر معلوم بھی ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ جب زہر میرے پیٹ میں پڑا تھا جبھی مجھ کو معلوم ہو گیا تھا۔ اُس نے کہا کہ پھر آپ علاج کیجئے۔ ورنہ مجھ کو خوف ہے کہ آپ کی جان جاتی رہے گی۔ آپ نے فرمایا کہ جان میرے

پروردگار کے پاس جائے گی جو سب سے بہتر جانے کی جگہ ہے۔ بخدا کہ اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ میری شفا میرے کان کی لَو کے پاس ہے تو اپنا ہاتھ کان تک اُٹھا کر اُس کو نہ لیتا۔ الٰہی عمر کے لئے اپنی ملاقات میں خیر کر۔ اس کے بعد آپ تھوڑے ہی دنوں میں راہیٔ مُلکِ بقا ہوئے۔ اور روایت ہے کہ جب آپ کی موت قریب پہنچی تو روئے۔ کسی نے کہا کہ اے امیر المومنین رونے کا کیا مقام، آپ کو مژدہ ہو کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کے باعث بہت سی سُنّتوں کو زندہ کیا، اور عدل ظاہر فرمایا۔ آپ نے رو کر فرمایا کہ کیا مَیں میدانِ محشر میں کھڑا نہیں کیا جاؤنگا اور اس خلق کے باب میں پوچھا نہ جاؤں گا؟ بخدا کہ اگر مَیں بالکل عدل ہی کرتا جب بھی اپنے نفس سے خوف تھا کہ خدائے تعالےٰ کے سامنے اپنی حجّت پیش نہ کر سکے گا مگر یہ کہ خدائے تعالےٰ ہی اس کو تعلیم فرمائے۔ اور جس صورت میں کہ اکثر عدل ہم سے تلف ہو گیا ہے تو اب نہایت خوف کا مقام ہے۔ یہ کہہ کر بہت روئے، اور اس کے بعد بہت کم جیئے۔ منقول ہے کہ مرتے وقت آپ نے فرمایا کہ مجھ کو بٹھلا دو۔ لوگوں نے بٹھلا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ الٰہی! مَیں وہ ہوں کہ تُونے حکم کیا، مَیں نے اس کی بجا آوری میں کوتاہی کی۔ اور تُونے منع کیا تو مَیں نے نہ مانا۔ یہ جملے تین بار فرما کر کہا، لیکن الٰہی! لا الٰہ اِلّا اللہ یعنی توحید میں مَیں نے کوتاہی نہیں کی۔ پھر آپ نے سر اُٹھا کر تیز نگاہ سے دیکھا۔ لوگوں نے جو سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں کچھ لوگ موجود دیکھتا ہوں کہ نہ وہ آدمی ہیں نہ جنّ۔ پھر آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

خلیفہ ہارون رشید کے حال میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے مرنے کے وقت اپنا کفن اپنے ہاتھ سے چھانٹ لیا تھا اور اس کو دیکھ کر کہتے تھے مَآ اَغۡنٰی عَنِّیۡ مَالِیَہۡ ۝ هَلَكَ عَنِّیۡ سُلۡطٰنِیَہۡ ۝ اور مامون راکھ بچھا کر لیٹ رہے

اور کہتے تھے کہ اے وہ جس کی سلطنت کبھی نہ جائے گی، تو اس شخص پر رحم کر، جس کا مُلک جاتا رہا۔ اور معتصم باللہ اپنی موت کے وقت کہتے تھے کہ اگر میں جانتا کہ عمر میری تھوڑی ہے تو جو کچھ میں نے کیا، ہرگز نہ کرتا۔ اور منتصر اپنی موت کے وقت بہت مضطرب تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کو کچھ خطرہ نہیں، گھبرائیے نہیں۔ کہا کہ اتنا ہی ہے کہ دنیا گئی اور آخرت آپہنچی۔ اور عمرو بن عاص نے اپنے بیٹوں سے موت کے وقت صندوقوں کو دیکھ کر کہ ان کو مع ان کے اندر کی چیزوں کے کون لے گا، کہا۔ کاش ان میں مینگنیاں ہوتیں۔ حجاج بن یوسف نے مرتے دم کہا کہ الٰہی تُو میری مغفرت فرما کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ میری مغفرت نہیں کرے گا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو حجاج کی تقریر اچھی معلوم ہوا کرتی اور اس پر غبطہ کیا کرتے۔ اور جب یہ حال حضرت حسن بصریؒ سے کہا گیا تو آپ نے کہا کہ کیا حجاج نے یوں ہی کہا تھا۔ لوگوں نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تو کیا عجب کہ خدائے تعالیٰ اس کے حال پر رحم کرے۔

صحابہؓ، تابعینؒ اور صوفیاء کرامؒ کے اقوال موت کے وقت

حضرت معاذؓ کی وفات قریب ہوئی تو فرمایا کہ الٰہی میں تجھ سے ڈرا کرتا تھا اور آج تجھ سے توقع رکھتا ہوں۔ الٰہی تُو جانتا ہے کہ میں دنیا کو اور اس میں بہت جینے کو اس لئے پسند نہیں کرتا تھا کہ نہریں جاری کروں یا درخت لگاؤں، بلکہ گرمیوں کی دوپہر میں پیاسا رہنے اور زمانے کی آفات سہنے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس دوزانوں بیٹھنے کے لئے پسند کرتا تھا۔ اور جب آپ پر جان کنی کی شدّت ہوئی اور ایسی سختی ہوئی کہ اور کسی پر نہ ہوئی۔ تو جب آپ بیہوشی سے افاقہ پاتے تھے، آنکھ کھول دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ الٰہی تُو جتنا چاہے میرا گلا گھونٹ لے۔ قسم ہے تیری عزّت کی کہ میرا دل تجھ سے محبّت رکھتا ہے۔ اور

جب حضرت سلمان فارسیؓ نے سفرِ آخرت کی تیاری فرمائی۔ تو روئے۔ لوگوں نے سببِ گریہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں کچھ دنیا پر اضطراب کی راہ سے نہیں رویا بلکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم سے اقرار لیا تھا کہ مقدار زادِ دُنیا میں ہم میں سے کسی کے لئے اتنا ہو جتنا مسافر کا توشہ ہوتا ہے۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو جتنا کچھ چھوڑا گیا، اس کو جو دیکھا گیا تو کُل کی قیمت چند اُوپر دس درم یعنی چار روپیہ کے قریب تھی۔ اور جب حضرت بلالؓ کے کان میں موت کی اَذان کی آواز پہنچی تو اُن کی بی بی نے کہا کہ ہائے کیسا غم ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ واہ کیسی خوشی ہے کہ کل کو ہم اپنے دوستوں محمّد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور ان کی جماعت سے ملیں گے۔

منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؓ مرنے کے وقت آنکھیں کھول کر ہنس پڑے اور فرمایا کَمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْن۔ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کو جب موت قریب ہوئی تو روئے۔ لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں خدائے تعالیٰ کے ایلچی کا منتظر ہوں کہ مجھ کو بشارت جنّت کی دیتا ہے یا دوزخ کی۔ اور جب ابنِ منکدرؒ کی وفات قریب ہوئی، تو روئے۔ ان سے گریہ کا سبب پوچھا گیا۔ فرمایا کہ مَیں کسی ایسے گناہ کے لئے نہیں روتا کہ مجھ کو اس کے ارتکاب کا یقین ہو۔ بلکہ یہ خوف ہے کہ کہیں مَیں نے کوئی کام کیا ہو، اور اپنی دانست میں اس کو ہلکا سمجھا ہو اور وہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہو۔ عامر بن عبدالقیسؒ کی جب وفات پہنچی تو روئے۔ پوچھا گیا کہ کیوں روتے ہو؟ فرمایا، کہ نہ مَیں موت سے گھبرا کر روتا ہوں نہ دنیا پر حریص ہو کر۔ بلکہ جو چیز کہ اب مجھ سے چھوٹ جائے گی یعنی دوپہر کی پیاس اور جاڑوں کی رات کو جاگنا، اس کے لئے روتا ہوں۔ جب حضرت فضیلؒ کی وفات پہنچی تو بے ہوش ہو گئے۔ پھر آنکھیں کھول کر

فرمایا کہ افسوس! اتنا بڑا سفر اور اتنا تھوڑا توشہ۔ جب حضرت عبداللہؓ بن مبارک کی موت قریب ہوئی تو اپنے غلام نصر سے فرمایا۔ میرا سر مٹی پر رکھ دے نصر رونے لگا۔ آپ نے پوچھا کیوں روتا ہے؟ اُس نے کہا کہ مجھ کو آپ کی آسائش اور عیش یاد آتی ہے۔ اب آپ فقیر اور محتاج ہو کر مرتے ہیں۔ کہا کہ چُپ رہ، میں نے خدائے تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ زندگانی میری توانگروں کی سی کرے اور موت فقیروں کی سی عنایت فرمائے۔ پھر فرمایا کہ میرے سامنے تلقین کے لئے کلمہ پڑھنا۔ مگر جب تک میری زبان سے دوسری بات نہ نکلے تب تک دوسری بار مت کہنا عطاء بن یسارؒ کہتے تھے کہ ایک شخص کے سامنے شیطان مرنے کے وقت ظاہر ہوا، اور اس سے کہا کہ بچ گئے۔ اُس نے جواب دیا کہ ابھی تک تجھ سے مامون نہیں۔ اور بعض اکابر موت کے وقت روئے۔ لوگوں نے موجب پوچھا۔ فرمایا کہ ایک آیت قرآن مجید کی رُلاتی ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ○ (ترجمہ) "اللہ قبول کرتا ہے سو پرہیزگاروں سے"۔ اور حضرت حسنؓ ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے کہ نزع کے حال میں تھا۔ فرمایا کہ جس کام کی ابتداء یہ ہو اس کی انتہا سے ڈرنا چاہیئے۔ اور جس کی انتہا یہ ہو اس کی ابتداء کو ترک کرنا زیبا ہے۔ اور جریری کہتے ہیں کہ حضرت جُنیدؒ کی نزع کے وقت میں اُن کے پاس تھا۔ وہ دن جمعہ کا اور نوروز سال تھا۔ آپ کلام اللہ پڑھتے اور اسی حالت میں ختم کر لیا۔ میں نے عرض کیا کہ اس حالت میں آپ نے ختم کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے شروع کئے ہوئے کو پورا کرنے کا مستحق مجھ سے زیادہ اور کون تھا کہ اس وقت میرے نامۂ اعمال تہ ہوتے ہیں۔ رویم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید خراز کی وفات کے وقت موجود تھا۔ وہ چند اشعار پڑھ رہے تھے۔

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

ذکر کا ہے عارفوں کے دل کو ہر دم اشتیاق

اور مناجاتوں میں ان کو راز کی ہے قیل وقال

پیتے ہی جامِ فنا وہ دُنیا کو بھول گئے

نشے میں متوالے جیسے جاتے ہیں سب بھول بھال

فکر ان کی ایسے میدان میں کرے جولانیاں

ہو محبوں کا جہاں روشن ستاروں کا سا حال

تن تو ہیں اُن کے زمین پر گُشتہ اس کے عشق سے

پردہ ہائے غیب میں اُوپر کو ہے رُوحوں کی چال

دم نہیں لیتے مگر جس جا سے ہو نزدیک دوست

کچھ ضرر ہی کیوں نہ ہو، ان کو نہیں ہوتا ملال

اور حضرت جنیدؒ سے جو کہا گیا کہ ابوسعید خراز پر مرنے کے وقت حال بہت تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اُن کی رُوح اشتیاق کے مارے اُڑ جاتی تو کچھ عجب نہ تھا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ سے کہا گیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ فرمایا، کہ یہ تمنّا ہے کہ مرنے سے ایک لحظہ پہلے اس کو پہچان لوں۔ اور کسی بزرگ سے نزع کے وقت کہا گیا کہ کہو، اَللہ۔ اُس نے کہا کہ کب تک کہے جاؤ گے، مَیں تو اسی اسم ذات سے جلا جاتا ہوں۔ اور بعض اکابر کہتے ہیں کہ مَیں ممشاد دینوریؒ کی خدمت میں تھا کہ اتنے میں ایک فقیر آیا اور السلام علیکم کہہ کر پوچھا کہ یہاں کوئی صاف وشستہ جگہ ہے جس میں آدمی مر سکے۔ لوگوں نے اس کو ایک جگہ بتائی کہ پانی کے کنارے پر تھی۔ اس فقیر نے تازہ وضو کیا اور کچھ رکعتیں پڑھیں۔ بعد اس کے اس جگہ میں گیا اور پاؤں پھیلا کر مر گیا۔ ابوالعبّاس دینوریؒ اپنی مجلس میں کچھ فرماتے تھے کہ ایک عورت کو حال آیا اور چیخ ماری۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ مر جا۔ وُہ

عورت اُٹھی اور دروازے تک پہنچ کر آپ کی طرف مُڑ کر دیکھا، اور کہا کہ لو مَیں مر گئی، اور مُردہ ہو کر گر پڑی۔ فاطمہؒ ہمشیرہ ابو علی رودباری کی فرماتی ہیں کہ جب میرے بھائی کی موت قریب ہوئی تو اُن کا سر میری گود میں تھا۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر فرمایا کہ آسمان کے دروازے کُھل گئے، اور جنّتیں آراستہ ہوئیں، اور ایک کہنے والے نے کہا کہ اے ابو علی! ہم نے تجھ کو غایت مرتبہ پر پہنچا دیا اگرچہ تیرا ارادہ نہ ہو۔ پھر آپ نے ایک قطعہ پڑھا جس کا مضمون یہ ہے ؎

چشمِ اُلفت مَیں نہ ڈالوں گا کسی پر بخدا
جب تک مجھ کو نہ دکھلائے گا تُو اپنا جمال
چشمِ بیمار سے دیتا ہے تُو تکلیف مجھے
رُخ جو گلگوں ہے حیا سے وہ مجھی پر ہے لال

اور حضرت جُنیدؒ سے کہا گیا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس کو بُھولا تھوڑا ہی ہوں جو یاد کروں۔ اور حضرت جعفر بن نصیر نے بکران دینوری حضرت شبلیؒ کے خادم سے پوچھا کہ ان کے مرنے کے وقت تم نے کیا حال دیکھا۔ بکران نے کہا کہ حضرت شبلیؒ نے یہ فرمایا کہ میرے اُوپر ایک شخص کا ایک درم ہے جو ظلماً اس سے میرے پاس آیا تھا۔ ہر چند مَیں نے اس شخص کی طرف سے ہزاروں صدقے دے ڈالے ہیں مگر میرے دل پر اس سے بڑھ کر کوئی شغل نہیں فرمایا کہ نماز کے لئے مجھ کو وضو کرائے، مَیں نے وضو کرایا۔ اور ڈاڑھی کا خیال بھول گیا۔ آپ کی زبان بند تھی، میرا ہاتھ پکڑ کر ڈاڑھی میں دے دیا۔ پھر وفات پائی۔ جعفر روئے اور کہا کہ ایسے شخص کے باب میں تم کیا کہتے ہو کہ آخر عمر میں بھی ان سے ایک مستحب شریعت کا نہ چھوٹنے پایا۔ اور بشر بن الحارثؒ سے مرنے کے وقت کہا گیا، اس وقت کہ آپ کو سختی بہت تھی کہ کیا تم کو زندگی محبوب ہے جو موت سے ایسے چیں بجبیں ہو

انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ کے پاس جانا بہت مشکل کام ہے۔ اور صالح بن مسمار سے کسی نے کہا کہ تم اپنے بیٹے اور کنبے کے باب میں کچھ وصیت کر جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ مجھے خدائے تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ ان کے باب میں اس کے سوا کسی اور کو وصیت کروں۔ اور جب حضرت ابو سلیمان درانیؒ کو حالتِ نزع ہوئی تو اُن کے یارانِ طریقت ان کے پاس آئے اور کہا کہ مژدہ ہو کہ آپ ربِّ غفور و رحیم کے پاس جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یوں کیوں نہیں کہتے کہ ڈرو اس لئے کہ اب ایسے پروردگار کے پاس جاتے ہو کہ جو چھوٹے گناہوں کا حساب لے گا، اور بڑے گناہوں پر عذاب دے گا۔ جب ابوبکر واسطیؒ کی جان نکلنے لگی۔ لوگوں نے کہا کہ ہم کو کچھ وصیت کرو۔ فرمایا کہ خدائے تعالےٰ کا جو مقصود تم سے ہے اس کا لحاظ رکھو۔ کسی بزرگ کو نزع شروع ہوا، تو اُن کی بی بی رونے لگی۔ پوچھا کہ کیوں روتی ہے۔ اُس نے کہا کہ تمہارے اُوپر روتی ہوں انہوں نے کہا کہ اگر رونا ہے تو اپنے نفس پر رو۔ مَیں تو اس دن کیلئے چالیس برس رو چکا ہوں۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ مَیں سری سقطیؒ کی عیادت کو ان کے مرضِ موت میں گیا، اور پوچھا کہ کیا حال ہے؟ آپ نے اس مضمون کا شعر پڑھا ؎

چگونہ شکوۂ عالم کنم بنزدِ طبیب
کہ آنچہ برمن مسکین رسیدہ است از دست

مَیں نے پنکھا لے کر چاہا کہ آپ پر ہوا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ پنکھے کی ہوا اس شخص کو کیسے معلوم ہوگی جس کا دل جل رہا ہے۔ پھر کچھ شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا ؎

آنکھ سے آنسو چلے آتے ہیں دل میں آگ ہے
کرب تو ہے پاس میرے صبر ہے مجھ سے بعید

کیسے راحت ہو اُسے جس کو کہ ہوئے اضطراب
شوق سے ہو ناک میں دم اور قلق ہوئے مزید
یا الٰہی گر کشائش ہے کسی شے میں مری
جب تلک مجھ میں رمق ہے کر اسے مجھ پہ بدید

روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت شبلیؒ کے یاروں میں موت کے وقت اُن کے پاس گئے اور کہا کہ کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ۔ انہوں نے یہ قطعہ پڑھا ؎

جس گھر میں کہ تُو مقیم ہووے
واں شمع کی کچھ نہیں ہے حاجت
پس ہے ہمیں تیری ذات ماموں
جس دن کریں پیش لوگ حجت
اس حال سے چاہوں گر کشائش
وہ دن نہ کرے خدا عنایت

روایت ہے کہ ابو العباس بن عطاء حضرت جنیدؒ کے پاس ان کے نزع کے وقت گئے اور سلام کیا ۔ انہوں نے اس وقت جواب نہ دیا ۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا اور فرمایا کہ مجھ کو معذور رکھو کہ میں اپنے وظیفے میں مشغول تھا ۔ پھر قبلہ کی طرف منہ پھیر کر اللہ اکبر کہا اور رخصت ہوئے ۔ اور کتانیؒ سے کسی نے مرتے وقت کہا کہ آپ کیا کرتے تھے ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میری موت نزدیک نہ ہوتی تو میں ہر گز نہ بتلاتا ۔ میں اپنے دل کے دروازے پر چالیس برس کھڑا رہا ۔ جب اس میں غیر اللہ آتا تو میں اس کو اس کے پاس سے ہٹا دیتا ۔ معمر کہتے ہیں کہ جب حکم بن عبد الملک کو موت آئی تو میں بھی وہاں موجود تھا ۔ میں نے کہا کہ الٰہی ! تُو اس شخص پر موت کی سختیوں کو آسان فرما کہ یہ شخص چنیں اور چناں تھا ۔ اس کی بہت سی خوبیاں بیان کیں ۔ اُن کو ہوش آیا تو پوچھا کہ کون بولتا تھا ؟ میں نے کہا کہ میں ۔ فرمایا کہ ملک الموت مجھ سے کہتے ہیں کہ میں ہر سخی پر نرمی کرتا ہوں ، یہ کہہ کر چل بسے ۔ معاذیؒ کہتے ہیں کہ میں اس جماعت

والوں میں سے ایک بوڑھے کے پاس گیا جو مرضِ موت میں تھا۔ اس کو سُنا کہ کہتا تھا کہ الٰہی! تجھ سے سب کچھ کرنا ممکن ہے۔ تُو میرے حال پر رحم فرما اور بعض اکابر ممشاد دینوریؒ کے پاس نزع کی حالت میں گئے اور ان کے واسطے دُعا کی کہ خدائے تعالےٰ آپ کے ساتھ ایسا ویسا سُلوک فرمائے۔ وہ ہنس پڑے پھر فرمایا کہ تیس برس سے جنّت مع اس کے اندر کی چیزوں کے میرے سامنے کی جاتی ہے میں نے نظر بھر کے بھی اُن کو نہیں دیکھا۔ رویمؒ سے مرتے دم کہا گیا کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ اُنہوں نے کہا کہ میں اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں کہہ سکتا۔ جب سفیان ثوریؒ کی وفات آئی تو اُن سے کہا گیا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہو۔ انہوں نے کہا کہ کیا وہاں اور کوئی بات نہیں۔ مزنیؒ حضرت امام شافعیؒ کی مرضِ موت میں اُن کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیسے صبح کی۔ فرمایا کہ اس طرح صبح کی کہ دنیا سے رحلت کرتا ہوں اور بھائیوں سے مفارقت، اور اپنے اعمالِ بد سے ملاقات کرتا ہوں۔ اور جامِ موت پیتا ہوں اور خدائے تعالیٰ کے پاس جاتا ہوں۔ یہ معلوم نہیں کہ میری رُوح جنّت میں جائے گی کہ اس کی تہنیت اس کو دوں یا دوزخ میں جائے گی کہ ماتم پرسی کروں۔

پھر یہ اشعار پڑھے ؎

سخت جب میرا ہوا دل اور ہوئیں سب راہیں بند
کر دیا اپنی رجاء کو زینہ تیرے عفو کا
اپنے جُرموں کو بڑا سمجھا تھا میں پر جب کیا
عفو کے تیرے مقابل عفو ہی اعظم رہا
تو ہمیشہ مغفرت کرتا ہے بندوں کے گناہ
اپنے جود و عفو اور احسان وکرم سے اے خدا

گر نہ ہوتا تُو تو عابد تھا نڈر ابلیس سے

اب تو تیرے ہی صفی آدم کو اس نے جل دیا

اور جب احمد بن خضرویہ پر نزع کا عالم ہوا تو کسی نے ایک مسئلہ پوچھا۔ اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ بیٹا ایک دروازے کو میں پچانوے ۹۵ برس سے کھٹکھٹاتا تھا۔ وہ اب کُھلے گا۔ مجھے معلوم نہیں کہ سعادت پر کُھلے گا یا میری بدبختی پر۔ تو مجھے جواب کی مہلت کہاں ہے۔

یہ ہیں صلحاء کے اقوال۔ اور جیسے ان لوگوں کے حال مختلف تھے ویسے ہی اقوال بھی مختلف ہیں۔ بعضوں پر خوف غالب تھا اور بعضوں پر رجا، اور بعضوں پر شوق اور محبّت۔ پس ہر ایک نے اپنے مقتضائے حال کے موافق گفتگو کی ہے اور سب کے اقوال ان کے حالات کی نسبت سے درست و بجا ہیں۔

موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں ایک دولت مند شخص تنہا جا رہا تھا راستے میں کچھ قبریں پڑیں۔ اُس نے ان سے کوئی عبرت نہ حاصل کی۔ اپنے زور و قوّت، حُسن و جمال اور دولت و ثروت کے خیال میں سرمست مصروفِ خرام رہا۔ اتفاقاً اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو ایک قبر کے پاس بیٹھا کسی مُردہ کی کھوپڑی کو بہ نگاہِ عبرت دیکھ رہا تھا اور تاثر و عبرت کا ایک خاص عالم اس پر طاری تھا۔ وہ دولت مند شخص قریب آیا اور تمسخر و استہزاء کے رنگ میں اُس نے پوچھا۔ اے شخص مجھے بتا، اس کھوپڑی میں کیا رکھا ہے جسے تُو اتنے غور اور توجّہ سے دیکھ رہا ہے۔ یہ تو محض ٹوٹی پھوٹی اور بے جان ہڈیوں کا ایک شکستہ ڈھانچہ ہے، اس میں ایسی کونسی چیز ہے جس پر تجھے حیرت ہو، یا تُو اتنی یکسوئی سے اس پر غور کرے؟ اُس مردِ متفکر نے خشکی اور سرد مہری کے ساتھ دولت مند شخص کو دیکھا اور کہا۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ کھوپڑی کسی امیر کی ہے

یا غریب کی؟ کسی بڑے آدمی کا سر ہے یا چھوٹے آدمی کا؟ یہ سُن کر دولت مند آدمی بہت متاثر ہوا۔ اپنی عظمت و بڑائی اور کبر و نخوت کو بھول گیا، اور اپنی حیثیت کا صحیح احساس کر کے اُس نے کہا۔

"موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں"

اس لئے خواجہ محمد اسلام کی کتاب "موت کا منظر" مع "مرنے کے بعد کیا ہوگا" کا مطالعہ فرماویں۔

رُوح اور جسم کا جھگڑا حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ رُوح جسم سے جھگڑا کرے گی اور کہے گی تُو نے سب کچھ کیا ہے۔ اور جسم کہے گا کہ تُو نے حکم دیا، تُو نے جس چیز کو اچھا بنا کر دکھایا، مَیں نے کیا۔ اس لڑائی کے فیصلے کے لئے اللہ ایک فرشتہ کو بھیجے گا، جو کہے گا کہ تم دونوں کی مثال ایسی ہی ہے، جیسے ایک اپاہج آدمی ہے اور دوسرا اندھا ہے۔ یہ دونوں ایک باغ میں گئے۔ اپاہج نے اندھے سے کہا کہ مَیں نے ایک پھل دیکھا ہے مگر مَیں وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ پھر اندھے نے کہا۔ تُو میرے اُوپر سوار ہو جا اور پھل توڑ لے۔ چنانچہ اپاہج اندھے پر سوار ہو گیا اور اس نے پھلوں کو توڑ لیا۔ یہ مثال دے کر فرشتہ جسم و رُوح سے کہے گا کہ بتاؤ ان دونوں آدمیوں میں سے کون شخص حد سے تجاوز کرنے والا ہے؟ رُوح و جسم کہیں گے کہ دونوں ہی برابر ہیں۔ اس پر فرشتہ کہے گا کہ تم دونوں نے اپنی جانوں کو حکم دیا۔ اور جسم رُوح کے لئے مثل سواری کے ہے اور رُوح اُس پر سوار ہے۔ حضرت انسؓ نے مرفوع روایت بیان کی کہ رُوح و جسم قیامت کے دن جھگڑا کریں گے۔ جسم کہے گا مَیں تو کھجور کے تنے کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اگر رُوح نہ ہوتی تو مَیں نہ ہاتھ ہلا سکتا نہ پاؤں۔ اور رُوح کہے گی، مَیں تو ایک ہوا تھی، اگر جسم نہ ہوتا تو مَیں کچھ کرنے کی طاقت نہ رکھتی۔ اس کے بعد مذکورہ بالا رُوح و جسد

کی مثال اپاہج اور اندھے کی بیان فرماکر رُوح وجسم دونوں کو شریکِ کار کر لیا جائے گا

حضرت سعید بن مسیّبؒ کا بیان ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ ہم لوگ مدینہ کے قبرستان میں گئے۔ حضرت علیؓ نے قبر والوں پر سلام کر کے کہا۔ تم اپنی خبر بتاؤ گے یا ہم بتائیں؟ سعید کہتے ہیں۔ ہم نے وعلیکم السّلام کی آواز سُنی۔ اور یہ جواب سُنا کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا اے امیر المومنین! تم ہم کو خبر دو، ہمارے بعد کیا ہوا؟ حضرت علیؓ نے کہا۔ سُن لو تمہاری بیویوں نے شادی کر لی۔ تمہارے مال بٹ گئے۔ تمہاری اولاد یتیموں میں شامل ہو گئی۔ اور جس مکان کو تم نے بڑا مستحکم بنایا تھا اس میں تمہارے دشمن آباد ہو گئے۔ یہ سُن کر ایک مُردہ نے اپنے یہاں کی خبر بتاتے ہوئے کہا۔ ہمارے کفن پارہ پارہ ہو گئے۔ بال جھڑ کر بکھر گئے۔ کھالیں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ آنکھیں بہ کر رخسار پر آ گئیں اور نتھنوں سے پیپ بہ رہی ہے۔ ہم نے جو کچھ آگے بھیجا، اُس کو پایا۔ اور جو پیچھے چھوڑا اس میں نقصان ہوا۔ ہم تو اپنے اعمال ہی کے ممنونِ کرم ہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

"ہر جان دار (جی) چکھنے والا ہے مزہ موت کا۔"

تیرا اصلی گھر قبر ہے جو تجھ کو ہر روز تین بار پکارتی ہے —— کہ

اے فرزندِ آدم! —— مَیں وحشت کا مکان ہوں

مَیں تنہائی کا مقام ہوں، مَیں اندھیری کوٹھڑی ہوں۔ مَیں خاک اور دُھول سے پُر ہوں، میرے اندر سانپ ہیں بچھّو ہیں۔ تُو میری پیٹھ پر چلتا پھرتا ہے، میرے اندر آکر تُو ہل بھی نہ سکے گا۔ تُو میری پیٹھ پر حرام کھاتا ہے، میرے اندر تجھے کیڑے کھائیں گے۔ تُو میری پیٹھ پر دن رات گناہ کرتا ہے، میرے اندر آکر سخت عذاب پائے گا۔ تُو میری پیٹھ پر ہنستا کھیلتا ہے، میرے اندر روئے گا اور چلّائے گا۔

تُو میری پیٹھ پر خوشیاں مناتا ہے، میرے اندر سخت غمگین ہوگا۔ تُو میری پیٹھ پر غرور اور تکبّر کرتا ہے، میرے اندر سخت ذلیل وخوار ہوگا۔ تُو میری پیٹھ پر دوستوں اور آشناؤں کے ساتھ چلتا پھرتا ہے، میرے اندر بالکل اکیلا اور تنِ تنہا ہوگا۔ تُو میری پیٹھ پر بُرے عمل کرتا ہے، میرے اندر تجھے بُرے عملوں کی نسبت سوال ہوگا۔ تُو میری پیٹھ پر فضول بکواس کرتا ہے میرے اندر چُپ چاپ اور گونگا ہو جائے گا۔ تُو میری پیٹھ پر اپنی حالت میں مست ہے، میرے اندر آکر حیران و پریشان ہوگا ——— اب تو جاگ! میری پیٹھ پر مہلت کو غنیمت جان اور نیک عمل کرلے۔ قرآن حکیم کی تلاوت کو اپنا مونس بنا۔ نمازِ تہجّد کو میرا چراغ تیار کرکے ساتھ لا۔ خوفِ الٰہی سے روتا رہ۔ کثرت سے ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کرتا رہ، تاکہ منکر نکیر کے سوالوں کے جواب تم پر آسان ہو جائیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔

خدائے تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کے ذکر میں اس سے فالِ نیک لینے کے طور پر ازانجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فال کو خُوب جانتے تھے اور ہمارے اعمال ایسے نہیں کہ جن سے ہم توقع مغفرت کی کریں۔ اس لئے ہم فال نیک لینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدار کرتے ہیں۔ اور توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہمارا انجام آخرت میں خیر کے ساتھ کرے جیسے ہم نے اس کتاب کو اس کی رحمت کے ذکر پر تمام کیا، اور وُہ خود فرماتا ہے، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ج (ترجمہ) "اللہ تعالیٰ یہ نہیں بخشتا کہ اس کا شریک ٹھہرائے اور ان سے نیچے بخشتا ہے جس کو چاہے"۔ اور فرمایا قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○
(ترجمہ) "کہو اے بندے میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر، نہ آس توڑو اللہ کی رحمت سے ۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشتا ہے سب گناہ، وہ جو ہے وہی ہے معاف کرنے والا مہربان"۔ اور فرمایا ۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○ (ترجمہ) "اور جو کوئی کرے گناہ یا اپنا بُرا کرے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشوائے، پائے اللہ تعالیٰ کو بخشتا مہربان"۔ اور ہم خدا تعالیٰ سے بخشش چاہتے ہیں، جہاں کہیں اس کتاب میں ہمارا قدم پھسلا ہو یا قلم بہکا ہو اور ان اپنے قولوں سے بھی آمرزش چاہتے ہیں جن کے موافق ہمارے اعمال نہ ہوں ۔ اور اس علم اور بصیرت سے جس کا دعوےٰ ہم نے خدائے تعالےٰ کے دین میں کیا ہو، اور اس علم و عمل سے جس سے ہم نے خاص اسی کی ذات پاک کا قصد کیا ہو، پھر اس میں کوئی دوسرا مل گیا ہو، اور اس وعدے سے جس کو ہم نے اپنے جی سے اُسے کیا ہو اور پھر اس کے پورا کرنے میں ہم نے کوتاہی کی ہو، اور اس نعمت سے جس کو اس نے ہم کو دیا اور ہم نے اس کو اس کی نافرمانی میں برتا، اور اس عیب سے جس کے ساتھ ہم متصف تھے اور ہم نے اوروں پر اس کو صریح لفظ یا اشارہ سے لگایا اور ان کو ناقص اور قصور وار ٹھہرایا، اور اس خطرے سے جو ہم کو موجبِ تکلّف اور بناوٹ اور لوگوں کے دکھانے کا کسی کتاب لکھنے یا کلام کرنے یا علم کے پڑھنے پڑھانے میں ہوا ہو، ان سب باتوں سے بخشش چاہنے کے بعد ہم اپنے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو اس کتاب کو پڑھیں یا سُنیں، یہ توقع کرتے ہیں کہ وُہ ہم سب کو مغفرت اور رحمت سے عزّت بخشیں، اور ہمارے سب ظاہری اور

باطنی خطاؤں سے درگذر فرمائیں، اس لئے کہ اس کا کرم عام اور رحمت وسیع اور بخشش تمام اقسامِ خلق پر جاری ہے۔ اور ہم بھی ایک مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ ہمارا وسیلہ اس کی طرف بجز اس کے فضل و کرم کے اور کوئی نہیں۔ چنانچہ اُس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سَو رحمتیں ہیں، ان میں سے ایک رحمت کو جنّ اور انسان اور پرند اور بہائم اور حشراتِ زمین کے درمیان اُتارا ہے۔ اسی سے تمام چیزیں آپس میں رحم اور مہر کرتی ہیں۔ اور ننانوے رحمت کو پیچھے رکھا ہے، ان سے اپنے بندوں پر قیامت کے روز رحم فرمائے گا۔ روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک نوشتہ عرش کے نیچے سے نکالے گا۔ جس میں یہ لکھا ہوگا کہ میری رحمت بڑھ گئی میرے غضب سے، اور مَیں سب مہربانوں سے زیادہ تر مہربان ہوں۔ پس دوزخ میں سے جنّت والوں کے دوگُنے آدمی باہر ہو جائیں گے۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالیٰ قیامت کے روز ہمارے لئے ہنستا ہوا تجلی فرمائے گا، اور ارشاد فرمائے گا کہ مژدہ ہو اے گروہ مسلمانوں کے کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے عوض مَیں نے یہودی و نصرانی کو دوزخ میں نہ ڈالا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ کی سفارش ان کی تمام اولاد میں سے ایک لاکھ اور ایک کروڑ کے باب میں منظور فرمائے گا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایمان داروں سے پوچھے گا کہ تم کو میرا ملنا محبوب تھا۔ وہ عرض کریں گے کہ خدایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیوں؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے تیری مغفرت اور عفو کی توقع کی تھی۔ پس اللہ فرمائے گا کہ مَیں نے تمہارے لئے اپنی مغفرت واجب کر دی۔ اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز

فرمائے گا کہ دوزخ میں سے ان لوگوں کو نکال لو جنہوں نے مجھے ایک روز یاد کیا ہو یا ایک مقام پر مجھ سے ڈرے ہوں۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ جب دوزخ والے دوزخ میں اکٹھے ہوں گے اور ان کے ساتھ جس قدر خدائے تعالیٰ کو منظور ہوگا، اس قدر اہلِ قبلہ ہوں گے، تو کافر مسلمانوں سے سوال کریں گے کہ کیا تم مسلمان نہ تھے؟ وہ کہیں گے کہ تھے، کیوں نہیں؟ کافر کہیں گے کہ تمہارا اسلام تمہارے کام نہ آیا، اس لئے کہ تم بھی دوزخ میں ہمارے ساتھ ہو۔ وُہ جواب دیں گے کہ ہمارے پاس گناہ بہت تھے، ان کے باعث ہم ماخوذ ہوئے اللہ تعالےٰ ان کی تقریر سُنے گا اور حکم فرمائے گا کہ جو اشخاص اہلِ قبلہ سے دوزخ میں ہیں سب نکال لئے جائیں۔ وہ بموجب حکم کے نکال لئے جائیں گے۔ جب کافر یہ معاملہ دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو ایسے ہی نکالے جاتے جیسے یہ لوگ دوزخ سے نکالے گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ۔ (ترجمہ) "کسی وقت آرزو کریں گے وہ لوگ جو منکر ہیں کسی طرح مسلمان ہوتے"۔ ایک حدیث میں ایک ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندۂ مومن پر زیادہ رحم کرتا ہے بہ نسبت مادرِ مشفقہ کے اپنی اولاد پر۔ اور جابر بن عبداللہ رضؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز جس کی نیکیاں برائیوں سے بڑھ کر ہوں گی تو وہ بے حساب جنّت میں داخل ہوگا، اور جس کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی اس سے کچھ تھوڑا سا حساب لیا جائے گا۔ پھر جنّت میں داخل ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش اس شخص کے لئے ہے جس نے اپنے نفس کو ہلاک کیا ہو اور اس کی پیٹھ گناہوں کے بوجھ سے بھاری ہو۔ اور روایت ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! قارون نے تجھ سے فریاد کی، تُونے اس کی فریاد رسی نہ کی قسم ہے اپنی

عزّت اور جلال کی کہ اگر وہ مجھ سے فریاد کرتا تو میں اس کی فریاد کو پہنچتا اور اس کا قصور معاف کر دیتا۔ اور سعید بن بلال رضؓ کہتے ہیں کہ قیامت کے روز دو آدمیوں کو دوزخ میں سے نکالنے کا حکم ہوگا۔ اللہ تعالےٰ ان کو فرمائے گا کہ یہ تمہارا بدلہ اعمال کا ہے، اور میں بندوں پر ظلم کا روادار نہیں۔ یہ فرما کر حکم دے گا کہ ان کو دوزخ میں ہٹالے جاؤ۔ پس ایک تو اپنی بیڑیوں میں دوڑے گا یہانتک کہ دوزخ میں گھُس جائے گا اور دوسرا توقف سے اور پاؤں ملتا جائے گا۔ پھر ان کے واپس لانے کا حکم ہوگا، اور ان سے ان کی حرکت کا سوال ہوگا، کہ ایک کیوں دوڑ کر گیا اور دوسرا کیوں دیر لگاتا ہے۔ تو جو دوڑ کر گیا تھا، وُہ عرض کرے گا کہ ابھی نافرمانی کے وبال سے ڈرا ہوا تھا۔ اب خوف کیا کہ مبادا کہیں دوبارہ تیرے غضب میں نہ پڑ جاؤں۔ اور جس نے دیر لگائی، وہ عرض کرے گا کہ الٰہی مجھ کو تیرے ساتھ حسنِ ظن تھا جس سے میں یہ سمجھا کہ جب تُو دوزخ میں سے نکال چکا ہے دوبارہ اس میں نہ بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنّت میں جانے کا حکم فرمائے گا۔

ایک لڑکا کسی معرکۂ جہاد میں کھڑا تھا اور اس پہ بولی ہو رہی تھی، کہ جو زیادہ دے، سو لے، اور وہ دن گرمی کا نہایت حرارت کا تھا۔ اس کو ایک عورت نے لوگوں کے خیمے کے اندر سے دیکھا اور وہاں سے دوڑتی آئی اور اس کے ساتھی اس کے پیچھے آتے تھے یہاں تک کہ اس نے لڑکے کو اُٹھا کر چھاتی سے لگا لیا۔ پھر اپنے آپ اس پتھریلی گرم زمین پر لیٹ کر گرمی سے بچانے کیلئے لڑکے کو اپنے اُوپر لے لیا، اور کہنے لگی، میرے بچے! میرے لڑکے! پس آدمی روئے اور جس حال میں تھی اُس کو چھوڑ دیا۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے ماجرا آپ کی خدمت میں عرض کیا

آپؐ اُن کے ترس کھانے سے خوش ہوئے۔ پھر ان کو خوش خبری سُنائی اور فرمایا کہ کیا اس عورت کے اپنے بچے کے اُوپر رحم کرنے سے تم کو تعجّب ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ تم سب پر اس عورت کے رحم کی نسبت اپنے بچے پر زیادہ تر رحیم ہے پس مسلمان وہاں سے نہایت سرور اور عمدہ بشارت کے ساتھ علیحدہ ہوئے۔ تو یہ حدیثیں اور جو کچھ ہم باب الرجا میں لکھ آئے ہیں، ہم کو بشارت خدائے تعالیٰ کی رحمت وسعت کی دیتی ہیں۔ اس لئے ہم اس سے توقع رکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ وُہ معاملہ نہ کرے جس کے ہم سزاوار ہیں اور ہم سے اپنے فضل وکرم سے وہ انعام واحسان کرے جس کے لائق اس کی جود ورحمت ہے۔ فقط والحمد للہ اوّلاً واٰخِرًا وظاھرًا وباطنًا۔

علامات قیامت احادیث میں قیامت کی بہت سی علامات بیان کی گئی ہیں لیکن ان علامات اور نشانیوں میں سے اہم اور عظیم الشان نشانیاں یہ ہیں۔ (۱) علم کا اُٹھ جانا اور جہالت کا زائد ہو جانا۔ (۲) بدکاری اور شراب خوری کی کثرت۔ (۳) فواحش اور بے حیائی کا پھیل جانا اور خواہشات نفسانیہ کے پورا کرنے میں انسانوں کا جانوروں کی مانند ہو جانا۔ (۴) عورتوں کی کثرت اور مَردوں کی کمی حتیٰ کہ پچاس پچاس عورتوں کے لئے ایک ہی مرد کا سرپرست ونگران رہ جانا۔ (۵) مزامیر ومعازف یعنی گانے بجانے کے آلات کی کثرت اور گانے بجانے والی عورتوں کا کھُلا اور برملا پھرنا۔ (۶) جھوٹ کا عام طور پر رواج۔ (۷) ماں کی نافرمانی اور بیوی کی اطاعت۔ (۸) دوستوں کو قریب کرلینا اور باپ کو دُور اور اُس سے نفرت کرنا۔ (۹) حکام کا مُلک کی آمدنی اور محاصل کو اپنی ذاتی دولت سمجھنا۔ (۱۰) امانتوں کو لُوٹ کا مال سمجھنا۔ (۱۱) احمقوں ونالائقوں کا امیر و

حاکم ہونا۔ (۱۲) رذیلوں اور فاسقوں کا اپنی اپنی قوم اور قبیلوں کا سردار ہونا۔ (۱۳) شرم و حیا کا ختم ہو جانا اور عورتوں کا برسرِ عام بے پردہ پھرنا۔ (۱۴) ظلم و ستم کا رواج اور عدل و انصاف کا ختم ہو جانا۔

اے مسلمانو! سرورِ کائنات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دُنیا کو ہلاکت و تباہی کے اسباب سے آگاہ فرما دیا ہے۔ لٰہذا خود بھی ان سے پرہیز کرو اور دوسروں کو بھی بچاؤ۔

اے دوست! جو کچھ کرنا ہے آج کر لے۔ ہم نے مانا کہ تجھ کو سَو برس کی مہلت مل جائے، تب بھی تو راستہ بدون کاٹے نہیں کٹتا اور کام بدون کئے نہیں ہوتا۔ اگر یہ انتظار ہے کہ عبادت ایسے دن کریں جس دن مخالفت شہوات کی دشوار نہ معلوم ہو، تو ایسا دن نہ خدائے تعالےٰ نے کبھی پیدا فرمایا نہ آگے کو پیدا فرمائے گا۔ جنّت تو جب ملے گی تو شاق باتوں سے چھُپی ہوئی ملے گی اور وہ کبھی نفس پر ہلکی نہ معلوم ہوں گی، اس کا وجود تو محال ہے۔ سوچ تو سہی کہ کب سے تُو وعدہ کرتا ہے کہ کل عبادت کروں گا، اور کل کل کرتے ہر ایک کل آج ہو جاتی ہے۔ جب آج ہی نہ کیا تو کل کیا کرے گا۔ تجھے نہیں معلوم کہ جو کل آج ہو گئی اس کو حکم گذشتہ کا ہو گیا بلکہ اصل یہی ہے کہ تُو آج اگر عاجز ہے تو کل کو عاجز تر ہو گا۔ اس واسطے کہ شہوت مثل جمے ہوئے درخت کے ہے جس کا اکھاڑنا بندے کے لئے داخل عبادت ہے۔ پس اگر سُستی کے باعث اس کو نہ اُکھاڑا، اور دوسرے دن پر رکھا تو اسکی مثال ایسی ہے کہ جب آدمی قوی اور جوان ہو، اس وقت درخت کے اُکھاڑنے سے عاجز ہو کر ایک برس اور اسے رہنے دے، اور جانتا ہو کہ مدّت کے زیادہ ہونے سے درخت میں مضبوطی زیادہ ہو جاتی ہے اور آدمی میں ضُعف آتا جاتا ہے تو جس درخت کو کہ جوان ہو کر نہ اُکھاڑ سکا، اُس کو بڑھاپے میں کبھی نہ اُکھاڑ سکے گا۔ شیخ سعدیؒ

فرماتے ہیں ۔ تر لکڑی کو جہاں سے چاہو موڑ لو، اگر خشک ہوگئی تو پھر نہ مڑ سکے گی بلکہ ٹوٹ جائے گی ۔ اے دوست ! دنیا کی زندگی پر مغرور نہ ہو، نہ اور کسی چیز سے خدائے تعالیٰ پر مغالطہ کھا ۔ تُو اپنی آج فکر کر ۔ اپنے اوقات ضائع مت کر کہ چند نفس گنتی کے ہیں ۔ جب ایک سانس چلا جاتا ہے تو تجھ میں سے کچھ کم ہی ہو جاتا ہے ۔ بیمار ہونے سے پیشتر تندرستی کو غنیمت جان اور شغل سے پیشتر فارغ ہونے کو، اور مفلسی سے پیشتر توانگری کو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، موت سے پہلے زندگانی کو ۔ اے دوست ! اب تو سبقت کر کہ مرنے پر آ پہنچا، موت نزدیک آگئی، پیام اس کا آ موجود ہوا، جو کرنا ہے اب کر لے ۔ تیرے بعد نہ کوئی تیری طرف سے نماز پڑھے گا، نہ روزہ رکھے گا، نہ خدا کو تجھ سے راضی کرے گا ۔ اے دوست ! تیری زندگی کے چند روز رہ گئے ۔ یہی تیرا سرمایہ ہے بشرطیکہ اس میں تُو تجارت کرے ۔ اکثر سرمایہ تو تُو ضائع کر ہی چکا ہے ۔ اگر تمام عمر اس برباد رفتہ زمانے پر رو دیگا تب بھی تھوڑا ہے ۔ اور اگر عادت پر اصرار کر کے باقی عمر کو بھی تلف کر ڈالے گا، تو کیا حال ہوگا ۔ کیا تُو نہیں جانتا کہ موت تیرے وعدے کی جگہ ہے اور قبر تیرا گھر، اور مٹی تیرا بستر، اور کیڑے تیرے انیس، اور اندھیرا جلیس ہے، اور خوف اکبر قیامت کا سامنے لگا ہوا ہے ۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ مُردوں کا لشکر شہر کے دروازے پر تیرا منتظر ہے ۔ انہوں نے اپنے اوپر گاڑھی قسمیں دے لی ہیں کہ بدون تجھے ساتھ لئے نہ ملیں گے، کیا تُو یہ نہیں جانتا کہ وہ سب تمنّا کرتے ہیں کہ کاش ہم کو ایک روز ملے جو دنیا میں جا کر اپنے قصوروں کا تدارک کریں ۔ اور تجھ کو تو یہ بات حاصل ہے کہ اگر تُو اپنی عمر کا ایک روز تمام دنیا کے عوض ان کے ہاتھ بیچے تو وہ اس کو بہ ہزار خوشی خرید لیں بشرطیکہ اُن کو قدرت ہو، اور تُو اپنے دنوں کو یوں غفلت اور بیکاری میں تلف کر رہا ہے، ہائے کم بخت تجھ کو ذرا شرم نہیں، اپنے ظاہر کو تُو خلق

کے لئے بناتا سنوارتا ہے اور باطن میں بڑے بڑے گناہ کر کے خدائے تعالیٰ سے لڑتا ہے۔ خلق کی تو شرم ہے اور خالق کی نہیں۔ کیا وہ تجھ کو خلق کی نسبت بھی کم دیکھتا ہے۔ لوگوں کو تو تُو خیر کے لئے حکم کرتا ہے اور اپنے آپ ایسی پاجی باتوں میں آلودہ ہے۔ اوروں کو خدائے تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور خود اس سے بھاگتا ہے۔ اوروں کو اس کی یاد دلاتا ہے اور خود اس کو بھولا ہوا ہے۔ کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ گنہ گار پاخانہ سے زیادہ بدبودار ہوتا ہے اور پاخانہ دوسرے کو پاک نہیں کر سکتا۔ تو جب تیرا باطن پاک نہیں تو دوسرے کے پاک کرنے کی طمع تجھ کو لاحاصل ہے۔ ارے کم بخت! اگر تُو اپنے آپ کو جیسا چاہئے ویسا پہچانے تو تُو یہی گمان کرے کہ جتنی بلا لوگوں پر آتی ہے وہ سب تیری ہی نحوست ہے۔ تیرا بُرا ہو تُو تو شیطان کا گدھا بن گیا ہے کہ جہاں چاہتا ہے وہاں تجھے لئے پھرتا ہے اور تیری ہنسی کرتا ہے اور باوجود اس کے تُو اپنے نفس پر شیخی کرتا ہے حالانکہ اس میں آفتیں اتنی ہیں کہ اگر ان سے بالکل بچا رہے تو کچھ نفع ہو، اور تجھ کو باوجود بہت سی خطاؤں کے اپنے عمل پر اتنی شیخی کیوں ہے۔ کیا تُو نہیں دیکھتا کہ شیطان نے خدائے تعالےٰ کی عبادت دو لاکھ برس کی تھی مگر ایک خطا میں ملعون اور راندۂ درگاہ ہو گیا۔ اور حضرت آدم علیہ السّلام باوجودیکہ نبی اور صفی خدائے تعالےٰ کے تھے مگر ایک خطا کے باعث جنّت میں سے نکال دیئے گئے۔ ہائے کم بخت تُو کتنا غدار اور بے حیا ہے اور کتنا جہالت کا پرکالہ اور کتنا اپنے معاصی پر دلاور اور کتنا اپنے انجام سے بے خبر ہے۔ ارے کم بخت کب تک معاملہ بنا کر بگاڑے گا اور کب تک عہد کو توڑے گا۔ کیا اتنی خطاؤں پر بھی دنیا کو آباد کرتا ہے کہ گویا اس سے سفر نہ کرے گا۔ قبر والوں کا حال کیوں نہیں دیکھتا کہ انہوں نے مال بہت جمع کیا تھا اور مضبوط مکان بنوائے تھے اور بڑی بڑی

توقع رکھتے تھے، سب کے سب تباہ ہو گئے اور گھر اُن کے ویران، اور توقع
دھوکے کی ٹٹی ہو گئی۔ نہ وہ ناز و نعمت رہی نہ وہ جاہ و شوکت ؂

خاک اُنھوں کا بستر ہے اور سر کے نیچے پتھر ہے
آہ وُہ شکلیں پیاری پیاری کیسی چاؤ سے پلیاں تھیں

کیا تجھ کو اُن کے حال سے عبرت نہیں ہوتی؟ کیا تُو ان کا حال نہیں دیکھتا
کیا تُو یہ گمان کرتا ہے کہ آخرت میں وہی بُلائے گئے ہیں، تُو ہمیشہ دُنیا ہی
میں رہے گا۔ اگر یہ بات ہے تو بہت بے ہودہ وہم ہے۔ جب سے تُو اپنی
ماں کے پیٹ سے نکلا ہے تب سے تُو اپنی عمر کی دیوار ڈھاتا چلا جاتا ہے
اور تُو روئے زمین پر اپنا مکان بناتا ہے، تھوڑے دنوں میں شکمِ زمین تیری
قبر ہوگی۔ کیا تجھے خوف نہیں کہ جب جان گلے میں اٹکے گی اور تیرے مالک
کے رسول تیرے پاس سیاہ رنگ اور ترش رُو ہو کر آئیں گے، اور خبرِ
عذاب سنائیں گے تو اس وقت اگر تُو ندامت کرے گا تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔
یا تیری آواز کوئی سُنے گا، یا تیرے رونے پر کسی کو ترس آئے گا۔ اور عجیب تر یہ
ہے کہ باوجود اس کے تجھ کو دعویٰ اپنی بصیرت اور دانائی کا ہے۔ کیا دانائی کی
یہی بات ہے کہ ہر روز اپنے مال کے زائد ہونے سے خوش ہو، اور عمر کے کم
ہونے کا غم نہ کرے۔ اگر عمر کم ہوئی اور مال بڑھا تو ایسے مال سے کیا فائدہ ہے
اے کم بخت تُو آخرت سے رو گردان ہے، وہ تیری طرف آتی ہے اور تُو دنیا
کی طرف متوجّہ ہے۔ اور وہ تجھ سے رُو گردان اور تُو اپنی آنکھ سے بہت سے
اپنے بھائیوں اور اقارب کو دیکھتا ہے کہ انھوں نے جس چیز آئندہ کی توقّع
کی، پوری نہ ہوئی۔ جو کام کل پر رکھا، اُس تک نہ پہنچے، اور مرتے دم حسرت
کرتے چلے گئے، مگر تُو اپنی جہالت سے باز نہیں آتا۔ ارے نفس اس دن سے

خوف کر کہ اللہ تعالےٰ نے قسم کھائی ہے کہ جس بندے کو میں نے امر ونہی کی ہے اُس سے اُس کے عملوں کی باز پُرس ضرور کروں گا۔ چھوٹا بڑا، ظاہر و باطن بدون پوچھے کچھ نہ چھوڑوں گا۔ اب تُو سوچ کہ کیا منہ لے کر خدائے تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا اور کون سی زبان سے جواب دے گا۔ اور سوال کے واسطے تیار ہو جا، جواب باصواب مہیّا کر، اور بقیہ عمر کے جو چھوٹے چھوٹے دن ہیں اُن میں بڑے دنوں کے واسطے عمل کر رکھ۔ اس دارِ فنا اور بیت الحزن میں، دارِ باقی اور خانۂ جاوداں کے لئے کچھ کر لے، پہلے اس سے کہ تُو بیکار ہو جائے۔ اور دنیا میں سے باختیارِ خود بھلے آدمی کی طرح نکل جا، اس سے پہلے کہ اسمیں سے بزور نکالا جائے۔ اور دنیا کی تر و تازگی اگر تیری مساعدت کرے تو اس سے خوش مت ہو، اس لئے کہ اکثر خوش ہونے والا نقصان اُٹھاتا ہے۔ اور بہت سے نقصان اُٹھانے والوں کو اپنے نقصان کی خبر نہیں ہوتی۔ پس خرابی ہے اس شخص کی کہ اپنی خرابی سے بے خبر ہو، پھر اس پر ہنسے اور خوش ہو اور کھیلے اور ٹھٹھے کرے اور کھائے اور پیوے، حالانکہ کتاب اللہ یعنی لوحِ محفوظ میں وہ آگ کی چھپٹیوں میں مندرج ہو۔ اے نفس اب تجھے چاہیئے کہ دنیا کو جب دیکھے تو نظرِ عبرت سے دیکھے اور اس کے لئے سعی مجبوروں کی طرح کرے، اور اس کو باختیارِ خود ترک کرے اور آخرت کی طلب میں سبقت کرے۔ اور ایسے لوگوں میں مت ہو کہ جس قدر اُن کو ملا ہے اُس کا شکر کرنے سے تو رہے، اور بقیہ عمر میں اور زیادتی کے خواہاں ہیں۔ اور لوگوں کو منع کرتے ہیں آپ باز نہیں آتے۔ اور اے نفس یاد رکھ کہ دین اور ایمان کا کچھ عوض اور بدل نہیں، اور نہ جسم کا کوئی خلیفہ۔ پس جو شخص کہ رات دن کے ابلق گھوڑے پر سوار ہے وہ اسے لئے چلے جاتا ہے گو وہ خود

نہ جائے۔ لیکن اب میری نصیحت مان کہ جو کوئی نصیحت سے روگردان ہوتا ہے وہ آگ پر راضی ہوتا ہے۔ اور مَیں نہیں جانتا کہ تُو آگ سے خوش ہو، یا اِس نصیحت پر کان نہ دھرے۔ پس اگر سختی دل کی نصیحت کے قبول کرنے کی مانع ہو تو اُس کو ہمیشہ کی تہجّد گذاری اور شب بیداری سے دُور کر، اور اگر اِس تدبیر سے دُور نہ ہو تو ہمیشہ روزہ رکھ، اور اِس سے بھی نہ جائے تو ملاقات و گفتگو کم کر۔ اور یہ بھی مفید نہ ہو تو قریبوں سے سلوک اور یتیموں پر مہر کیا کر، اور یہ بھی کارگر نہ ہو تو جان لے کہ خدائے تعالیٰ نے دل پر مُہر لگا کر قفل لگا دیا، تاریکی گناہوں کی دل کے ظاہر اور باطن پر خُوب ور کی چھاگئی۔ پس اپنے آپ کو دوزخ میں گیا ہوا جان لے اِس لئے کہ خدائے تعالیٰ نے جنّت کو پیدا کیا اور کچھ لوگ اُس کے واسطے پیدا کئے اور دوزخ کو پیدا فرمایا، اُس کے لئے بھی کچھ لوگ بنائے۔ اور ہر ایک شخص سے وہی کام بن آتا ہے جس کے واسطے وہ مخلوق ہوا ہے۔ تو تجھ میں اگر گنجائش نصیحت سُننے کی نہ رہی ہو، تو اپنے نفس سے نا اُمید نہ ہو، اور نا اُمید ہونا گناہِ کبیرہ ہے۔ خدا پناہ دے۔ اِس لئے نا اُمید تو ہو نہیں سکتا۔ اور رجار کی بھی کوئی صورت نہیں کہ تمام خیر کے راستے تجھ پر مسدود ہیں۔ اگر ایسی صورت میں رجار کرے تو واقع میں رجار نہیں بلکہ مغالطہ کھاتا ہے۔ جب نا امیدی بن سکتی ہے نہ رجار، تو اب یہ دیکھ کہ جس مصیبت میں تُو مبتلا ہوا ہے، اُس پر تجھ کو غم ہوتا ہے یا نہیں، اور اپنے نفس پر ترس کھا کر کوئی آنسو آنکھ سے گرتا ہے یا نہیں۔ اگر گرتا ہے تو آنسوؤں کا منبع بحرِ رحمت سے ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ابھی تجھ میں رجار کی جگہ باقی ہے اِس صورت میں نوحہ اور گریہ وزاری پر مواظبت کر اور ارحم الراحمین سے فریاد چاہ، اور اکرم الاکرمین کے سامنے شکایت کر اور نہ فریاد وزاری سے ملول ہو نہ شکایت سے تھک۔ شاید وہ تیرے ضعف پر رحم فرمائے اور تیری فریادرسی

کرے ۔ اِس لئے کہ تیری مصیبت تو بڑھ گئی اور بلا سخت ہو گئی ، اور اصرار نافرمانی حد سے تجاوز کر گیا اور حیلہ کوئی باقی نہ رہا ، نہ کوئی باعث اور وسیلہ تیرے پاس ہے ، تو اب ٹھکانا اور راستہ اور مقصد اور گریز کی جگہ اور فریاد کا مقام اور ملجا اور ماویٰ بجز اس عالی سرکار کے اور کوئی نہیں ۔ اس کے سامنے گریہ وزاری کر اور داڑھیں مار اور اتنا تضرّع کر جتنے گناہوں کی کثرت ہے ، اِس واسطے کہ وہ ذلیل تضرّع کرنے والے پر رحم فرمایا کرتا ہے اور طالبِ شیفتہ کی فریاد کو پہنچتا ہے اور مضطر کی دُعا قبول فرماتا ہے اور آج تو اُس کی طرف مضطر ہے اور اُس کی رحمت کا محتاج ۔ اِس وجہ سے کہ سب راستے تجھ پر تنگ ہو گئے اور حیلے جاتے رہے ، تدبیریں بند ہو گئیں نہ نصیحت نے تجھ میں تاثیر کی ، نہ توبیخ نے تجھ کو ملائم کیا ۔ اب جس سے طلب کرتا ہے وہ کریم اور سخی ہے ، اور جس سے فریاد کرتا ہے وہ رؤف اور رحیم ہے ۔ اُس کی رحمت فراخ اور کرم عام اور عفو شامل ہے ۔

اُس کی جناب میں یوں کہہ :

① یا رب خلافِ امرِ تو بسیار کردہ ایم
اُمید ہست از کرمت عفو ما مضیٰ

(ترجمہ) یا رب ! ہم نے اکثر تیرے حکم کے خلاف ہی عمل کیا ہے ، لیکن محض تیرے کرم سے ہمیں کئے ہوئے گناہوں کی معافی کی اُمید ہے ۔

② چشمِ گناہ گار بود بر خطائے خویش
ما را ز غایتِ کرمت چشم بر عطا

(ترجمہ) گناہ گار کی نظر تو اپنے گناہوں پر ہوتی ہے ، اور ہماری نگاہ تیری کمال مہربانی پر ہے یعنی ہمیں تیری کمال مہربانی سے اُمید ہے ۔

③ یارب ز لطفِ خویش گناہانِ ما بپوش
روزے کہ رازہا فتد از پردہ برملا

(ترجمہ) یارب! اپنی مہربانی سے اُس دن ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال دے، جس دن سارے راز کُھل کر سامنے آجائیں گے۔

④ ہموارہ از تو لطفِ خداوندی آمدہ است
و ز ما چنانکہ در خور ما فعلِ ناسزا

(ترجمہ) تیری طرف سے ہمیشہ خداوندی مہربانیاں ہی ظہور میں آئی ہیں اور ہم سے ہماری حیثیت کے مطابق نامناسب فعل سرزد ہوئے ہیں۔

⑤ عدل است اگر عقوبتِ ما بے گنہ کنی
لُطف است اگر کشے قلم عفو بر خطا

(ترجمہ) اے اللہ! اگر ہمیں گناہوں کے بغیر بھی سزا دے تو بھی تیرا عدل ہے، اور اگر ہمارے گناہوں کو معاف کر دے تو یہ تیری مہربانی ہے۔

⑥ دلہائے خستہ را ز کرم مرہمی فرست
اے اسمِ اعظمت در گنجینۂ شفا

(ترجمہ) ہمارے خستہ دلوں کے لئے مہربانی کا مرہم عنایت فرما۔ اے وہ ذات کہ تیرا بلند و برتر نام شفا کا خزانہ ہے۔

⑦ دلہائے دوستاں تو خوں می شود ز خوف
باز از کمالِ لُطفِ تو دِل مے دہد رجا

(ترجمہ) اے اللہ کریم! تیرے دوستوں کا دل تیرے خوف سے خون ہو جاتا ہے، تیرے خوف سے لرز رہا ہے، لیکن پھر تیری بے حد و حساب مہربانی سے دل ڈھارس بندھا دیتا ہے۔

۸ گر خلق تکیہ بر عملِ خویش کردہ اند
مارا بس است رحمت و فضل تو متکا

(ترجمہ) اے اللہ! اگر خلقت نے اپنے عمل پر بھروسہ کیا ہے لیکن ہمارے لئے محض تیرے فضل اور رحمت کا سہارا کافی ہے۔

۹ یارب قبول کن بہ بزرگی و لُطفِ خویش
کانرا کہ ردّ کنی نبود ہیچ ملتجا

(ترجمہ) یارب! اپنی مہربانی اور بزرگی کے طفیل ہماری التجا قبول فرما۔ کیونکہ جس کو تُو ردّ کر دے اُس کیلئے کوئی پناہ کی جگہ نہیں۔

اس امر میں اقتدار اپنے باپ حضرت آدم علیہ السّلام کی کر۔ چنانچہ وہب بن منبہؒ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السّلام کو خدائے تعالیٰ نے جنّت سے زمین پر اُتار دیا تو یہ یہاں اِس طرح رہے کہ آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ساتویں روز اُن پر نظرِ عنایت سے دیکھا کہ وہ رنجیدہ خاطر، اندوہ گیں، غصّہ پیے، نیچے کو سر ڈالے ہوئے ہیں۔ ان پر وحی بھیجی کہ اے آدم! اتنی کوشش جو تُو کرتا ہے کیا وجہ ہے۔ عرض کیا کہ الٰہی! میری مصیبت بڑھ گئی اور گناہوں نے مجھ کو گھیر لیا۔ عالمِ ملکوت سے مَیں نکالا گیا، اور اُس کرامت کے بعد اِس ذلّت کے مقام پر آیا اور سعادت سے نکل کر بدبختی میں پڑا، اور راحت کے بعد دارِ مصیبت میں پھنسا اور عافیت کے بعد اِس بَلا میں مُبتلا ہؤا، اور اُس دوام اور بقا کو چھوڑ کر اِس موت اور نیستی کے گھر مَیں آیا، تو اپنی خطا پر کیسے نہ روؤں۔ خدائے تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے آدم کیا مَیں نے تجھ کو اپنے لئے برگزیدہ نہیں کیا تھا اور تجھ کو اپنے گھر میں نہ اُتارا تھا اور اپنی کرامت سے مخصوص اور ممتاز نہیں کیا تھا

اور اپنے غصّہ سے نہیں ڈرایا تھا۔ کیا تجھ کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا تھا اور اپنی رُوح تجھ میں نہیں ڈالی تھی اور اپنے فرشتوں سے سجدہ نہیں کرایا تھا۔ پھر تُو نے میرے حکم کی نافرمانی کی۔ تُو میرے عہد کو بھول گیا، اور میرے غصّہ کا معترض ہوا۔ قسم ہے اپنی عزّت اور جلال کی، اگر میں زمین کو ایسے لوگوں سے بھر دُوں کہ سب کے سب تجھ جیسی عبادت کریں، اور میری تسبیح کریں اور پھر میری نافرمانی کریں تو انکو گنہ گاروں کے مقام میں اُتاروں گا یہ سُن کر حضرت آدم علیہ السّلام تین سو برس تک روئے۔

موت کی یاد اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (ترجمہ) "جب حکمِ الٰہی آئے گا پھر وہ کسی طرح نہ ٹلے گا۔ کاش تم بھی جان لو"۔ زمانہ کی نیرنگی کچھ عجیب قدرت کا تماشہ دکھا رہی ہے۔ ایک ہی شہر ایک ہی جگہ ہے کہیں گلاب کے پھول کہیں ببول۔ کہیں شادی کا ولیمہ کہیں میّت کے پھُول۔ کوئی نہایت شوق میں نئی شادی کئے دلہن کو پالکی میں لئے باجہ بجاتا اپنے گھر چلا جاتا ہے۔ کوئی اپنی نوجوان خوب صورت ایک ہی رات کی بیاہی دلہن کے جنازہ کو ایک ٹوٹی سی چارپائی پر ڈالے گورستان کی طرف لئے جاتا ہے۔ اتفاق سے بیچ بازار میں میّت کا برات اور شادی سے میل ہوا۔ اللہ اکبر! ایک طرف خوشی ایک طرف غم۔ ایک طرف خانہ آبادی دوسری طرف خانہ بربادی۔ ایک طرف دُلہن کی پالکی میں اس کی چھوٹی بہنیں اور سہیلیاں پان کھاتی خوشیاں مناتی جاتی ہیں، دوسری طرف جنازے کی چارپائی کے نیچے چھوٹے بہن بھائی جنازہ کا پایا ننھے ننھے ہاتھوں سے پکڑے روتے جاتے ہیں۔ کوئی اپنے فرزند کی پیدائش کی خوشی میں عقیقہ کے لئے بکرے لئے چلا آتا ہے، کوئی اپنا خُوب صورت چاند سے فرزند کا

جنازہ لئے جاتا ہے۔ عقیقہ والا بکریوں کا گوشت رشتہ داروں، مہمانوں کی دعوت میں خرچ کرے گا، کنبے والوں کو کھلائے گا۔ یہ دوسرا اپنے کلیجہ کے ٹکڑے کو قبر کی خاک پر لٹا کر اُس کے گورے گورے بدن کا گوشت قبر کے کیڑوں کو کھلائے گا۔ کوئی اپنے داماد کے لئے دوشالہ خریدے لئے چلا آتا ہے، کوئی اپنے بہنوئی کے لئے کفن کا کپڑا لئے آتا ہے۔ کسی کو چوکی پر بٹھا کر بدن سے شادی کا ابٹنا ملا جاتا ہے، کسی کے بدن سے غسل کے تختہ پر لٹا کر بیسلیوں کا لیپ چھٹایا جاتا ہے۔ کسی کے عطرِ سہاگ لگایا جاتا ہے کسی کے غسل کے پانی میں کافور ملایا جاتا ہے۔ کسی کی خلوت کے لئے چھپرکٹ میں کمخواب کے پردے چھوڑ کر پردہ کیا جاتا ہے، کسی کی لاش کو دفن کرنے کے لئے قبر کے چاروں طرف پردا روکا جاتا ہے، اور اخیری خلوت خانہ بنایا جاتا ہے۔ کوئی مخملی بچھونوں پر سوتا ہے کوئی قبر کی خاک پر پڑا ہوتا ہے۔ کوئی ہاتھی گھوڑوں پر شان و شوکت سے سوار ہو کر چلتا ہے، کوئی اپاہج سُرین کے بل کولہے رگڑتا ہوا چلتا ہے۔ کسی کی ایک آواز پر ہزاروں جواب ملتے ہیں، کسی کی ہزار آوازوں پر بھی کوئی جواب نہیں کہیں گدھے گھوڑے اُونٹ دریائے فرات میں نہاتے ہیں وہیں شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے پیاسے ایک گھونٹ پانی کو تڑپتے ہیں کسی کے بچوں کو گرمی میں زہر مہرہ عرق بید مشک میں ملا کر پلایا جاتا ہے اور علی اصغر شیر خوار کے پیاس کی شدّت میں پانی کے بدلے حلق میں تیر مارا جاتا ہے۔ کسی کے لئے چاندی سونے کے برتنوں میں پینے کا پانی لایا جائے مگر عبّاس عَلَم بردار اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سقّہ مشکیزہ میں پانی بھرنے جائے تو مشک میں تیر مار کر چھید کیا جائے کسی کے بچھونے

میں روئی کا بنولہ بھی نہ رہنے پائے، اگر بنولہ رہ جائے تو اُسے آرام نہ آئے مگر کربلا کے شہیدوں کی لاشیں گھوڑوں سے کچلی جائیں۔ کسی کی محل سرا میں ہزاروں کافوری شمع جلائی جائیں مگر ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بے چراغ اندھیرے گھر میں وفات پائیں۔

حضرت حسن بصریؒ کا دنیا کو ترک کرنا حضرت حسنؒ ابتدا میں بہت بڑے جوہری تھے۔ قسم قسم کے موتی اور جواہرات کی آپ تجارت کرتے اور بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس جواہرات تحفہ میں لے جا کر پیش کرتے تھے ایک دفعہ کچھ جواہرات ہرقل بادشاہِ روم کے پاس لے کر گئے۔ پہلے وزیر سے ملے اور اپنے آنے کا اور بادشاہ کی خدمت میں تحفہ لانے کا حال بیان کیا۔ وزیر نے کہا۔ کل تو بادشاہ کو ایک نہایت ضروری کام ہے، اصلاً فرصت نہ ہوگی، اور وہ کام دیکھنے کے قابل ہے۔ حضرت حسنؒ نے کہا۔ مَیں ضرور دیکھونگا وزیر نے حضرت حسن کو لے جا کر ایک جگہ میدان میں ٹھہرایا، جس میدان میں ایک خیمہ زری کا قائم تھا۔ اُس کے آس پاس اعلیٰ درجہ کی مخمل کا فرش تھا۔ خیمہ کی طنابیں زری کی تھیں۔ اُس کی چوبیں چاندی کی تھیں۔ میخیں سونے کی تھیں، نہایت قابلِ دید منظر تھا۔ وزیر نے حضرت حسنؒ کو خیمہ کے عقب میں چلمن کے پیچھے کھڑا کیا کہ جس جگہ سے حضرت حسن بصریؒ نے سارا تماشہ دیکھ لیا۔ لیکن وہ خیمہ دراصل شاہ ہرقل کے عزیز اور فرزند کی قبر پر کھڑا تھا اور آج اُس کے عرس کا دن تھا۔ بادشاہ سالانہ رسمِ تعزیت ادا کرنے یہاں آیا تھا۔ حضرت حسنؒ نے دیکھا کہ پہلے ایک جماعت مقدّس عیسائی لوگوں کی خیمہ کے اندر آئی اور قبر کے پاس کھڑی ہو کر کچھ پڑھ کر روتی ہوئی نکل کر چلی گئی۔ اُس کے بعد ایک جماعت طبیبوں کی اور بڑے بڑے ذی عقل لوگوں کی آئی۔ یہ لوگ بھی ننگے سر قبر کے پاس

روتے رہے، اور تھوڑی دیر بعد نکل کر چلے گئے۔ اُن کے بعد فوج کے افسروں کی جماعت ننگی تلواریں لے کر خیمہ کے اندر آئی۔ وہ بھی قبر کی سلامی اُتار کر ناکام واپس گئی۔ فوجی لوگوں کے بعد ایک پرا کا پرا نوجوان حسین عورتوں کا آیا۔ جن کے سر کے بال کُھلے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں سونے کی تھیلیاں تھیں جن میں موتی اور جواہرات بھرے تھے۔ اُن عورتوں نے قبر کا طواف کیا اور بہت سا رو کر یہ بھی خیمہ سے باہر چلی گئیں۔ اُن سب کے بعد خود بادشاہ خیمہ کے اندر آیا اور قبر کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اے فرزند! تُو مجھے دنیا میں سب سے پیارا تھا مگر افسوس کہ تُو مر گیا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جس نے تیری جان لی ہے وہ راہبوں اور عابدوں کی سفارش سے اور اُن کی دُعا کی برکت سے تیری جان کو واپس کر دے گا تو یہ بڑے بڑے راہب عابد اِس کام کے لئے تیرے پاس حاضر ہیں۔ مگر مَیں جانتا ہوں کہ اُن کی دُعا سے کچھ نہ ہوگا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ عقلمند یا طبیبوں کی تدبیر کرنے سے تیری جان تجھے خدا بخش دے گا تو یہ بہت بڑی جماعت طبیبوں کی اور دنیا بھر کے عقلمندوں کی تیری قبر کے پاس کھڑی ہے اور تیری رہائی کی تدبیر کرنے کو موجود ہے مگر مَیں جانتا ہوں کہ تجھے ایسے زبردست نے مارا ہے کہ اُس کے سامنے کسی کی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اے فرزند! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جس نے تیری جان نکالی ہے وہ کسی بڑی فوج سے ڈر کر تجھے چھوڑ دے گا، تو یہ کثیر فوج اور فوج کے افسر تجھے قید سے چھڑانے کو تیری قبر کے پاس موجود ہیں لیکن جس نے تجھے قید کیا ہے وہ ایسا زبردست خدا ہے کہ کوئی قوم اُس کے سامنے کوئی ہستی نہیں رکھتی۔ اے فرزند! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جس نے تجھے مارا ہے وہ حسین اور خوب صورت عورتوں کا طالب ہے اور حسین عورتیں لے کر

بجھے چھوڑ دے گا تو یہ خوب صورت عورتوں کی جماعت حاضر ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ وہ نہ حسین عورتوں کا طالب ہے، نہ مال و جواہر کا خواستگار ہے اور اب وہ تجھے کسی طرح نہ چھوڑے گا۔ اس لئے اب مَیں تجھ سے پھر ایک سال کے لئے رخصت ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر قیصر خیمہ سے باہر نکل آیا اور سب لوگ قبر کے پاس سے رخصت ہوئے۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں، اس واقعہ کو دیکھ کر میری طبیعت یک لخت دُنیا سے ہٹ گئی اور آئندہ میں نے دنیا کے جواہرات بیچنے چھوڑ کر آخرت کے جواہرات خریدنے شروع کر دیئے۔

حکایت ایک دن حضرت علیؓ شہر بصرہ میں تشریف لئے جاتے تھے۔ ایک بڑا مجمع دیکھ کر فرمایا کہ یہ ہنگامہ کیسا ہے؟ عرض کیا کہ یہ ایک حکیم صاحب کا مطب ہے، یہ سب مریض لوگوں کا مجمع ہے۔ یہ بات سُن کر حضرت علیؓ بھی مطب میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک جوان حسین کرسی پر بیٹھا ہوا بیماروں کے لئے دوائیں تجویز کر رہا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:

ایّھا الطبیب اتعرف دواء الذنوب وتریاق القلوب وایصال المحب الی المحبوب۔	اے حکیم آپ کو کوئی ایسی دوا بھی معلوم ہے جو گناہوں کی بیماریوں کو دُور کرے جو غافل دلوں سے غفلت کے زنگ کو زائل کرے جو بندہ کو خدا سے ملائے۔

یہ سُن کر طبیب خاموش ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر کہا:

تذھب الی بستان الاسلام ثم تعمد الی شجرۃ الایمان	اے جناب آپ اسلام کے باغ میں تشریف لے جائیں وہاں پہنچ کر ایمان کا درخت تلاش کر لیں۔

فتاخذ منها اوراق
المحبه وعروق الخلوص
وثمرة اليقين ثمّ
تضعها فی طبق
محراب العبادة علی
موضعها بحرد ثمّ
تطبخها بحبك وامزج
فيها ماء الدموع ثم
صفه بمنحل الكفن
واشربه فی ظلمة
القبر حيث لا يراك
احد فهٰذه دواء
الذنوب وترياق القلوب
وايصال المحب الی
المحبوب انشاء الله
تعالیٰ۔

اُس درخت سے محبّت اور عشقِ
الٰہی کے پتّے، اخلاص کی ٹہنیاں
اور یقین کے پھل توڑ کر محرابِ
عبادت میں مصلّے پر ان دواؤں
کو رکھ کر سجدہ کرنے والے ماتھے
کا بٹّہ بنا کر اِن دواؤں کو پیس
لیں۔ اگر پانی کی ضرورت ہو تو
خوفِ الٰہی سے نکلے ہوئے آنسو
مِلا کر کفن کی صافی میں چھان کر
قبر کے گڑھے میں جا کر پی لیں۔
جہاں تم کو کوئی نہ دیکھے۔ اے
پوچھنے والے! یہ دوا ہے،
گناہوں کو دھونے والی، دلوں
کو صاف کرنے والی اور بندہ
کو خدا تعالیٰ سے ملانے والی۔
انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر یہ طبیب یہ نسخہ تجویز کرنے کے بعد فوراً ایک چیخ مار کر مر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

والله انت طبيب الدنيا
والاٰخرة۔

واللہ! یہ سچا طبیب رُوحانی اور
طبیبِ جسمانی تھا۔

پھر اس عاشقِ الٰہی کے گور و کفن کا انتظام کیا گیا۔ سُبحان اللہ کیا مُبارک

مریض تھے جن کے طبیب اور معالج ایسے باخدا اور ولی کامل تھے۔ جو عشقِ الٰہی میں جان دے گئے۔ ایک ہم کم بخت ہیں کہ ہمارے زمانے کے طبیب نماز روزہ کو بھی خیرباد کہہ چکے ہیں۔ ایسے طبیب خود مریض اور علیل ہیں۔ نہ اُن کے ہاتھ میں شفا ہے، نہ اُن کے دل میں مولیٰ کے لئے مہر و وفا ہے۔

حکایت | ایک شخص اپنے صغیرسن بچہ کو پنجشنبہ کی رات کو دیکھتا ہے کہ وہ ہائے ہائے کرتا ہے اور سوتا نہیں۔ باپ نے بچہ سے پوچھا کہ اے بچہ کیا آج تیرے کہیں درد ہے جو سوتا نہیں۔ بچہ نے کہا کہ میرے کہیں درد تو نہیں مگر مجھے یہ غم ہے کہ کل جمعرات کا دن ہے۔ کل مجھ سے میرے استاد آٹھ دن کا پڑھا ہوا سب سبق سُنیں گے۔ پھر دیکھئے مَیں یاد کیا ہوا سُناتا ہوں یا بھول جاتا ہوں۔ اگر بھول گیا تو پھر دیکھئے مَیں کس قدر پٹتا ہوں۔ اِس غم میں مجھے نیند نہیں آتی۔ باپ نے بچہ سے یہ بات سُن کر کہا۔ ہائے یہ معصوم بچّہ اپنے استاد کے پیٹنے سے اتنا ڈرا اور روتا اور رات بھر جاگتا ہے، مگر ہم نالائق اپنے مولیٰ کے سامنے جانے اور خدا کی حضوری اور پیشی سے کچھ نہیں ڈرتے۔ برابر موت سے غافل ہو کر پڑے سوتے ہیں۔ ایک بچّہ کُل ایک ہفتہ کی پڑھائی، کُل سات دن کے پڑھے ہوئے کی پڑتال سے غمگین ہے مگر ہم ساری عمر کے اعمال کی پڑتال سے بھی خدائے قہّار و جبّار کے سامنے قیامت کے میدان میں کچھ نہیں ڈرتے۔ بچّہ رات بھر نہیں سوتا۔ ہم ایسے سوتے ہیں کہ صبح کی نماز کو بھی نہیں اُٹھتے۔

ایک رات ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک وسیع میدان میں ہوں۔ یکایک ایک شیر ببر نہایت ہولناک صورت کا مجھے پکڑنے کے لئے میرے پیچھے دوڑا۔ مَیں شیر کے خوف سے بھاگا۔ جہاں اور جس طرف مَیں جاتا ہوں وہ شیر میرے پیچھے ہے۔ کہیں مجھے پناہ نہ ملی، مگر سامنے کی طرف مجھے ایک کنواں نظر

آیا۔ جس کے کنارے ایک درخت کھڑا تھا اور درخت کی شاخیں کنویں کے اندر لٹکی ہوئی تھیں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں شیر کے خوف سے جلدی سے درخت کی ٹہنیاں پکڑ کر کنویں کے اندر لٹک گیا۔ مگر وہ شیر میری تلاش میں کنویں کے پاس میرے سر کے اُوپر کھڑا ہو گیا۔ لیکن مجھے وہاں کسی قدر شیر کے خوف سے امن ہوا مگر جس وقت میں نے اپنے نیچے کی طرف کنویں کی تہ میں دیکھا، تو وہاں ایک خوفناک اژدہا منہ کھولے، میرے نیچے گرنے اور لقمہ کرنے کا منتظر نظر آیا۔ میں نے دل میں کہا۔ الٰہی اُوپر شیر ہے نیچے اژدہا، کیا کروں؟ خیر درخت کی شاخیں پکڑے ہوئے لٹکتا رہا۔ مگر وہاں بھی خیریت نظر نہ آئی۔ جن شاخوں کو میں نے پکڑ رکھا تھا اُن کو دو جانور ایک سفید اور ایک سیاہ بڑے بڑے چوہوں کی صورت کے اُن شاخوں کو اپنے تیز دانتوں سے کاٹ رہے ہیں جو ابھی اُن شاخوں کو درخت سے الگ کر دیں گے۔ الٰہی کیا کروں۔ اُوپر شیر ہے، اندر اژدھا، ٹہنیوں کو چوہے کاٹ رہے ہیں۔ "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن"۔

یہ خواب ہولناک دیکھ کر بیدار ہوا —— صبح کو ایک بزرگ کے سامنے اس خواب کو بیان کیا۔ فرمایا کہ یہ ایک خواب ہے جو تم کو دکھایا گیا ہے، مگر سارا جہان اس مصیبت میں گرفتار ہے۔ وہ شیر موت کا فرشتہ ہے۔ وہ درخت تیری زندگانی کا درخت ہے۔ وہ دو سیاہ اور سفید جانور جو درخت کو قطع کر رہے ہیں وہ رات اور دن ہیں جن کے گزرنے سے ہر ایک شخص کی عمر کا درخت فنا ہو جاتا ہے۔ اور وہ اژدھا قبر ہے جو ہر وقت منہ کھولے بیٹھا ہے کہ کب کوئی مرے اور میں اس کا لقمہ کروں۔

یہ ہے حقیقت اس زندگی کی تم لوگوں پر اللہ تعالےٰ شانہٗ رحم کرے اپنی غفلت سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اپنی نیند سے جاگ جاؤ۔ اس سے پہلے پہلے

کہ یہ شور ہو جائے، فلاں شخص بیمار ہو گیا ہے، مایوسی کی حالت ہے، کوئی اچھا حکیم بتاؤ، کسی اچھے ڈاکٹر کو لاؤ۔ پھر تمہارے لئے حکیم اور ڈاکٹر بار بار بلائے جائیں لیکن زندگی کی کوئی امید نہ دلائے۔ پھر یہ آواز آنے لگے کہ اُس نے وصیتیں شروع کر دیں۔ اے لو اُس کی زبان بھی بھاری ہو گئی۔ اب تو آواز بھی اچھی طرح نہیں نکلتی۔ اب تو وہ کسی کو پہچانتا بھی نہیں۔ لمبے لمبے سانس بھی آنے لگے، کراہ بڑھ گئی، پلکیں بھی جھکنے لگیں۔ اس وقت تجھے آخرت کے احوال محسوس ہونے لگیں گے۔ لیکن زبان تتلا گئی۔ اب کوئی بات کہہ بھی نہیں سکتا۔ بھائی بند، رشتہ دار کھڑے رو رہے ہیں۔ کہیں بیٹا سامنے آتا ہے، بھائی سامنے آتا ہے، بیوی سامنے آتی ہے مگر زبان کچھ نہیں بولتی۔ اتنے میں بدن کے اجزاء سے رُوح نکلنا شروع ہو جاتی ہے، اور آخر وُہ تو نکل کر آسمان پر چلی جاتی ہے، عزیز و اقارب جلدی جلدی دفنانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ عیادت کرنے والے رو دھو کر چُپ ہو جاتے ہیں۔ دشمن خوشیاں مناتے ہیں۔ عزیز رشتہ دار مال بانٹنے میں لگ جاتے ہیں اور مرنے والا اپنے اعمال میں پھنس جاتا ہے۔

"یہ ہے حقیقت اس زندگی کی"

دُعا گو و طالبِ دُعا

مسکین و عاجز : خواجہ محمّد اسلام

کھڈیاں خاص، ضلع لاہور، پاکستان

نجات کی راہ
تبلیغ

اے انسان! تیرے پاس راس المال ہے، مگر تو اُس سے تجارت نہیں کرتا، عقل اور حیا دونوں راس المال ہیں، تو اُن سے اچھی طرح سوداگری کرنی نہیں جانتا، بے عمل علم، غیر نافع عقل اور غیر مفید زندگانی ایسی ہے جیسے اُجاڑ گھر، نامعلوم خزانہ اور ایسا کھانا جسے کوئی نہ کھاسکے غفلت کی نیند سے اُٹھ اور بیداری کے پانی سے منہ دھو اور لوگوں کو اللہ کی طرف بُلا۔

لوگوں کو بُرے کاموں سے روک اے غافل کرامر بھلی بات کا مت ہو جاہل
پڑھ نہی عن المنکر اگر ہے عاقل اللہ تعالےٰ کا حکم دیکھ وامر بالمعروف

مسلمان کا کام

خدا سے ڈرنا، نیکی اختیار کرنا، بُرائی سے بچنا اور صاف سُتھری پاکیزہ زندگی اختیار کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت اور شریعت کے مطابق عمل کرنا، اُن کے اسوہ اور نمونے پر چلنا، انسانیت کی خدمت کرنا، ساری دُنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانا، انسانیت جن مشکلات سے دوچار ہے، اُس میں اُس کی مدد کرنا وہ اصل کام ہے جو ایک مسلمان کے شایانِ شان ہے۔

عبدالواحد بن زیدؒ کہتے ہیں کہ میں ایک راہب کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ تم کو تنہائی بہت پسند ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میاں صاحب اگر تم تنہائی کا مزہ چکھو تو اپنے نفس سے بھی نفرت کرنے لگو۔ تنہائی ہی تو عبادت کی جڑ ہے۔ مَیں نے پُوچھا کہ کم از کم تنہائی کا فائدہ تم کو کیا ہے؟ اُس نے کہا لوگوں کی خوشامد سے راحت اور اُن کے شر سے محفوظ رہنا، پھر مَیں نے کہا کہ آدمی انس باللہ کی حلاوت کب پاتا ہے۔ اُس نے کہا کہ جب محبت صاف اور معاملہ خالص ہو۔ مَیں نے پُوچھا کہ محبت صاف کب ہوتی ہے؟ اُس نے کہا کہ جب سب فکریں طاعت میں آکر ایک ہو جاویں اور کوئی باقی نہ رہے اور بعض حکما کا قول ہے کہ لوگوں سے تعجب ہے کیسے وہ تجھ سے بدل چاہتے ہیں یعنی تیرے عوض دوسری چیز میں مصروف ہیں اور دلوں سے یہ تعجّب ہے کہ وہ تجھ کو چھوڑ کر تیرے غیر سے کس طرح مانوس ہوتے ہیں۔ اب جاننا چاہیئے کہ انس باللہ کی علامت خاص یہ ہے کہ لوگوں کی صحبت

سے دل تنگ ہو کر اور اُن میں گھبراوے یادِ الٰہی کی شیرینی کا حریص بہ شدّت ہو۔ اس صورت میں اگر وہ ملے جلے گا تو ایسا ہو گا جیسے کوئی جماعت میں اکیلا ہو اور خلوت میں مجتمع اور وطن میں مسافر اور سفر میں مقیم اور غائب ہونے کی حالت میں موجود اور مجتمع میں غائب کہ بدن سے تو ملا جُلا ہے اور دل سے علیحدہ شیرینی ذکر میں ڈوبا ہوا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہ ایسے لوگوں کے وصف میں فرماتے ہیں کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن پر حقیقت امر کا علم ہجوم کر گیا ہے یقین کی آسائش سے بہرہ مند ہوئے ہیں اور جس چیز کو اہلِ دولت نے مشکل جانا ہے۔ اُس کو وہ آسان سمجھتے ہیں اور اس ذات سے اُنس حاصل کیا ہے جس سے جاہل نے وحشت اختیار کی ہے۔ دُنیا کا ساتھ صرف اپنے بدن سے کیے ہیں اور اُن کی رُوحیں محل اعلیٰ میں لگی ہیں۔ یہ لوگ خدائے تعالیٰ کے نائب اُس کی زمین میں اور اُس کے دین کی طرف بُلانے والے ہیں۔ اللہ کے نیک بندے توبہ کرنے والے بندگی کرنے والے، شُکر کرنے والے، خدا کی راہ میں پھرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک بات کا حکم کرنے والے، بُری بات سے منع کرنے والے، اللہ کے حدود پر نگاہ رکھنے والے تبلیغ والے ہیں۔

تبلیغ کرنے والا

جس بات کا حکم کرے خود اُس کا عامل ہو، جس بُری بات سے منع کرے اُس سے اچھی طرح واقف ہو، اور جو کچھ کہے، نرمی اور شفقت سے کہے۔ ایسے شخص کو صابر، حلیم، بُردبار، متواضع، صاحبِ حوصلہ، نرم مزاج ہونا چاہیے۔ جو اپنی نفسانی خواہشات پر قابو رکھتا ہو۔ طبیب ہو، تاکہ اُس کی دوا کرے۔ حکیم ہو تاکہ اُس کی دیوانگی دُور کر سکے۔ اور اُس کا پیشوا اور رہنما ہو۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ایک جماعت بنائی ہے جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کو ہدایت کرتی ہے، اور اُن کی قوم میں سے اگر کوئی اُنہیں تکلیف پہنچاتا ہے، تو وہ لوگ دینِ الٰہی کی مدد اور اُس کے استحکام کی خاطر اس تکلیف پر صبر کرتے ہیں۔ انہیں ہم نے ہدایت کے پیشوا، دین کے حکیم اور مومنوں

کا سردار بنایا ہے۔ حضرت لقمانؑ کے واقعے میں خدا تعالیٰ نے نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور غیر شرعی چیزوں سے منع فرمایا اور ہدایت کی کہ اُسے جو تکلیف بھی پہنچے، اُس پر صبر کرے یہ سب سے افضل ہے۔

دُنیا بھر کے مُسلمانو! اس وقت ہماری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب لوگوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں نکلنے کے لیے اور لڑنے کو کہا انہوں نے جواب دیا کہ میں لڑنے کو نہیں جاتا ہاں ایک طرح چل سکتا ہوں کہ مجھ کو ایسی تلوار دو جو آنکھوں سے دیکھتی ہو اور زبان سے بولتی ہو کہ اگر کافر کو دیکھے تو بتا دے اور میں اُس کو مار ڈالوں اور ایماندار کو دیکھ کر اُس کا حال مجھ سے کہہ دے تاکہ میں اس کو نہ ماروں اور فرمایا کہ ہماری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کہ کچھ لوگ کھلے راستہ پر چلے جاتے ہوں اور یکبارگی آندھی غبار آلود چلے اور راہ بھول جائیں تو کوئی کہے کہ راہ داہنی طرف کو ہے اور اُسی طرف کو چل دیں اور حیران پریشان بھٹکے پھریں اور کوئی کہے کہ بائیں کو ہے اور اُس طرف جاکر خراب خستہ ہوں اور جو کچھ لوگ اسی جگہ ٹھہریں اور اتنا صبر کریں کہ آندھی موقوف ہو جائے اور راہ معلوم ہونے لگے۔ تو اس بات کا کہنے والا بہتر ہے اور خواجہ محمد اسلام آپ سے عرض گذار ہے کہ آپ تبلیغ کے کام میں جا ٹھہریں۔ اُس کی برکت سے آندھی موقوف ہو جائے گی اور حقیقت کی راہ معلوم ہونے لگے گی۔

فریاد، لوگو! اسلام رو رہا ہے

اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد مچا رہا ہے، اپنے متقدمین اور نظر کے سامنے والوں کی طرف غور کرو کہ امر و نہی بھی کرتے تھے اور کھاتے پیتے بھی تھے۔ (اور دفعتاً انتقال پاکر ایسے ہو گئے، گویا ہوئے ہی نہ تھے، تیرا دل کس قدر سخت ہے؟ کُتّا بھی شکار کرنے اور کھیتی اور مویشی کی نگہبانی اور مالک کی حفاظت کرنے میں اپنے مالک کی خیر خواہی کرتا ہے، اور اُسے دیکھ کر خوشی کے

مارے) کھلاریاں کرتا ہے۔ حالانکہ وہ اُس کو شام کے وقت صرف ایک دو نوالے یا ذراسی مقدار میں کھانا دیا کرتا ہے، اور تُو ہر وقت اللہ کی قِسم قِسم کی نعمتیں شکم سیر ہو کر کھاتا رہتا ہے مگر ان نعمتوں کے دینے سے جو اُس کو مقصود ہے، نہ تُو اس کو پُورا کرتا ہے، اور نہ اُس کا حق ادا کرتا ہے، (بلکہ اُس کے برعکس) اُس کا حکم رد کرتا ہے اور اُس کی حدودِ شریعت کی حفاظت نہیں کرتا۔ اے دوست ضعف ایمان کے وقت اپنے نفس کی احتیاط کر۔ تجھ پر اپنے اہل وعیال اور اہلِ شہر اور اہلِ اقلیم کا کوئی حق نہیں جب ایمان قوی ہو جائے تو پہلے اہل وعیال اور پھر مخلوق کی طرف آ۔ بدن میں تقوے کی زرہ، سر پر ایمان کا خود۔ ہاتھ میں توحید کی تلوار، ترکش میں قبولیت دُعا کا تیر لے، پھر توفیق کے گھوڑے پر سوار ہو کر کرّو فر اور شمشیر زنی اور تیر افگنی کا فن سیکھ کر مخلوق کی طرف آ اور پھر خدا کے دشمنوں پر حملہ کر۔ اُس وقت خدا کی مدد شش جہت سے آئے گی۔ تُو مخلوق کو شیطان کے ہاتھ سے چھین لے گا اور اُنہیں خدا کے دروازہ پر پہنچائے گا۔ اُن کو اہلِ جنّت کے عمل بتائے گا اور دوزخیوں کے افعال سے ڈرائے گا اور جب کہ تُو اہل جنّت و دوزخ اور اُن کے اعمال کو معلوم کر چکا ہے تو ایسا کیوں نہ ہو گا۔ جو اِس مقام پر پہنچ جاتا ہے، اُس کے دل کی آنکھ کا پردہ اُٹھ جاتا ہے۔ وہ شش جہت میں جا ہے جدھر دیکھے اُس کی نظر پردے پھاڑ کر پرے نکل جاتی ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں رہتی۔ وہ اپنے دل کا سر اُٹھا کر آسمانوں اور عرش کو دیکھ لیتا ہے اور گردن جھکا کر زمین اور جنّات وغیرہ کو معلوم کر لیتا ہے۔ اس کا سبب ایمان اور معرفت الٰہی ہے جس کے ساتھ علم وحکمت دونوں ہیں۔ اِس مقام پر پہنچ کر مخلوق کو خدا کے دروازہ کی طرف بُلا۔ اس سے پہلے کچھ نہ ہو گا۔ جب تُو خود اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر نہ ہو گا اور لوگوں کو اس طرف بلائے گا تو تیری چیخ و پکار خود تجھ پر وبال ہو گی۔ جب تُو حرکت کرے گا، بیٹھ جائے گا اور جب بلندی کا طالب ہو گا پست ہو جائے گا۔ تجھے صالحین کی خبر نہیں، تُو محض زبان دراز، یا زبان بلا قلب، ظاہر بلا باطن، جلوت بلا خلوت اور قوت بلا رعیت ہے۔ تیری تلوار لکڑی

کی ہے اور تیر گندھک کا، تُو نامرد ہے تجھ میں شجاعت نہیں۔ ہلکا سا تیر تجھے مار ڈالے گا۔ ایک مچھّر تجھ پر قیامت قائم کر دے گا۔ الٰہی اپنے قُرب کے باعث ہمارے دین و ایمان اور ابدان کو قوی کر دے۔ اور ہمیں دُنیا و آخرت میں نیکی دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

دنیا کو اِس وقت گمراہی کے گڑھے سے نکالنے کے لیے ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو دُنیا کو شر سے خیر کی طرف، تخریب سے تعمیر کی طرف اور فساد سے اصلاح کی طرف پھیر سکتی ہو۔ جو اپنے ایمان و عقیدہ اور اپنے اخلاق و معاملات ہر چیز کے لحاظ سے طاقتور ہو، جو صحیح دینی دعوت اور اس آخری آسمانی پیغام کی حامل ہو، جو زندگی کے مسائل کا سامنا کرتا ہے۔ اُس سے گھبراتا نہیں، جو قافلۂ انسانی کی رہنمائی کرتا ہے۔ اُس سے بچھڑتا نہیں۔ ایسی جماعت جو مجسم جہد و عمل ہو، یہ وہ مطلوب جماعت ہے۔ جو ایمان اور علم کی قوّت، رُوح اور مادہ کی قوّت، آسمانی پیغام کی ابدیت اور اُس کی ازلی حقیقت، وہ مقاصد جو آسمانی مذاہب عطا کرتے ہیں اور آخری آسمانی مذہب اسلام اس کا سب سے مکمل اور جامع نمائندہ ہے، وہی اس دُنیا کا اصلی قائد اور رہنما ہے جو اس خلا کو پُر کر سکے، تاریخ کے دھارے کو موڑ سکے اور دُنیا کو ایک نیا راستہ اور نئی سمت اختیار کرنے پر مجبور کر سکے، اور اس جی چھوڑتی، آمادۂ خودکشی دُنیا کو زندگی کی ایک نئی قسط عطا کر سکے اور اُس کو موت کے اس غار سے بچا سکے جس کی طرف وہ ایٹمی سُرعت اور راکٹ کی رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ یہ تبلیغی جماعت ہے۔

ابو العباس، ہاشمی صالح بن مامون کی اولاد میں سے، کہتے ہیں کہ مَیں حارث محاسبی کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ آپ نے اپنے نفس سے محاسبہ کیا ہے۔ فرمایا کہ ایسا کبھی ہوتا تھا۔ مَیں نے کہا کہ اب کیا حال ہے فرمایا کہ اب تو میں اپنے حال کو چھپاتا ہُوں۔ ایک آیت قرآن مجید کی پڑھتا ہوں تو اُس میں بھی بخل کرتا ہوں کہ میرا نفس نہ سُنے اور اگر مجھ کو اس میں سرور نہ غالب ہو جاتا تو مَیں اس کو ظاہر نہ کرتا۔ اور مَیں ایک رات اپنی

محراب میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک جوان خوبصورت عمدہ خوشبو کا آیا اور مجھ کو سلام کر کے میرے سامنے بیٹھ گیا۔ مَیں نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اُس نے کہا کہ میں سیاح ہوں۔ جو لوگ اپنی محرابوں میں عبادت کرتے ہیں اُنکے پاس جانا کرتا ہوں۔ مجھے کہا تم کو کچھ محنت کرتے نہیں دیکھتا۔ تمہارا عمل کیا ہے؟ مَیں نے کہا چھپانا مصیبتوں کا اور کشش فوائد کی۔ اُس نے ایک چیخ ماری کہ مشرق اور مغرب کے درمیان میں مجھے کوئی معلوم ہوتا کہ اس کی صفت یہ ہو۔ پھر میں نے چاہا کہ اُس کو کچھ اور سناؤں، تو مَیں نے کہا کہ تم کو معلوم نہیں کہ اہل دل اپنے احوال چھپاتے ہیں اور اپنے اسرار ظاہر نہیں کرتے۔ اور خدا تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں کہ وہ حالات خود اُن سے بھی مخفی رہیں۔ تو تجھ کو ان کا حال کہاں سے معلوم ہوتا اور ان کو کیسے پہچانتا۔ اُس نے پھر ایسی چیخ ماری کہ بیہوش ہو گیا اور میرے پاس دو روز مدہوش رہا پھر افاقہ ہوا تو کپڑے اُس کے بول و براز سے نجس ہو گئے تھے۔ میں نے کہا کہ اِس کی عقل جاتی رہی۔ مَیں نے اس کو نیا تھان لا کر دیا اور کہا کہ یہ میرا کفن ہے۔ مَیں نے تجھ کو اپنے نفس پر ترجیح دی۔ اب تو غسل کر اور نماز کی قضا کر۔ اُس نے پانی مانگا اور غسل کر کے نماز پڑھی اور اسی کپڑے میں لپٹا ہوا باہر کو چلا۔ مَیں نے کہا کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ اُس نے کہا کہ میرے ساتھ چلو۔ مَیں ساتھ ہو لیا۔ وہ چلا چلا خلیفہ مامون کے پاس گیا اور اُس کو سلام کیا اور کہا کہ اے ظالم اور تجھ کو ظالم نہ کہوں تو مَیں ظالم ہوں اور اگر تیرے باب میں تقصیر کروں تو خدا سے استغفار کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اِس باب میں کہ اُس نے تجھ کو اس مُلک کا مالک کیا ہے اور بہت سی نصیحتیں کر کے باہر آنا چاہا اور مَیں دروازہ پر بیٹھا تھا۔ مامون اُس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تُو کون ہے، اُس نے کہا کہ مَیں سیّاح ہوں۔ مَیں نے اپنے پیشتر کے صدیقوں کے اعمال میں فکر کیا تو اپنے نفس میں اُن اعمال کا پتہ نہ پایا۔ اس لیے تیری نصیحت کو مستعد ہوا کہ شائد صدیقوں میں مِل جاؤں۔ مامون نے اُس کی گردن اُڑانے کا حکم دیا؛ چنانچہ وہ اسی تھان میں لپٹا ہوا

مقتول باہر نکالا گیا اور مَیں دروازہ پر بیٹھا تھا اور ایک منادی کہتا تھا کہ جو اس کا وارث ہو وہ اِس کو لے جائے۔ مَیں اس سے مخفی ہو گیا اور اُس کو غربا نے لے کر دفن کر دیا۔ دفن میں بھی شریک رہا۔ مَیں نے اُن سے اُس کا حال نہ کہا۔ بعد دفن کے میں گورستان کی ایک مسجد میں ٹھہر گیا اور اس جوان کا غم میرے دل میں تھا کہ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہُوں کہ وہ جوان ایسی لونڈیوں میں ہے کہ میں نے اُن سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھی تھیں۔ اور مجھ سے کہتا ہے کہ اے حارث قسم ہے خُدا کی تُو اُن چھپانے والوں میں ہے کہ جو اپنا حال چھپاتے ہیں اور اپنے رب کی اطاعت کرتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ وہ لوگ کہاں ہیں؟ اُس نے کہا کہ اس دم تجھ سے ملیں گے۔ پھر میں نے کچھ پر اسواروں کا دیکھا اور اُن سے کہا کہ تُم کون ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ ہم اپنے احوال کے چھپانے والے ہیں۔ اُس جوان کو تیری تقریر نے حرکت دی مگر اُس کے دل میں جو کچھ تُو نے بیان کیا تھا، اُس میں سے کچھ نہ تھا۔ اِس لیے وہ امر و نہی کے واسطے نکلا اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو ہمارے ساتھ اتارا اور اس کی خاطر اس کے قاتل پر غصّہ فرمایا اور احمد بن ابراہیم مقری کہتے ہیں کہ ابوالحسین ثوریؒ امر فضول کم کرتے اور بے فائدہ بات کا سوال نہ کرتے اور جس چیز کی ان کو حاجت نہ ہوتی، اس کی تفتیش نہ فرماتے اور جب کسی منکر کو دیکھتے تو بگاڑ ڈالتے گو جان ہی کیوں نہ جائے۔ ایک روز ایک چشمہ پر جو مشرعہ فحامیں کے نام سے مشہور ہے۔ نماز کے لیے وضو کرتے تھے کہ ایک کشتی میں جس میں تلیس ۳۰ مٹکے تھے، ہر ایک پر دھونی سے لفظ لطف لکھا ہُوا تھا۔ آپ نے اُس کو پڑھ کر نہ پہچانا، کیونکہ تجارات اور خانگی اشیاء میں کوئی چیز آپ کو معلوم نہ ہوئی جس کو لطف کہتے ہیں۔ آپ نے ملّاح سے کہا کہ اِن مٹکوں میں کیا ہے؟ اُس نے کہا آپ کو کیا مطلب پڑا ہے آپ اپنا کام کیے جائیں جب آپ نے ملّاح سے یہ سُنا تو شوق دریافت کا دوبالا ہُوا اور فرمایا مَیں یہی چاہتا ہوں کہ تُو مجھ کو بتا دے کہ اِن میں کیا ہے؟ ملّاح نے کہا

تم کو اس سے کیا فائدہ، تم تو صُوفی آدمی ہو، یہ معتضد کے لیے شراب ہے اُس کو منظور ہے کہ اس سے اپنی مجلس کی تکمیل کرے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شراب ہے۔ ملّاح نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ وہ موگری مجھ کو اٹھا دے۔ ملّاح اُن پر خفا ہُوا۔ اور اپنے غلام سے کہا کہ ان کو موگری حوالہ کر دیکھیں کیا کریں گے۔ جب موگری اُن کے ہاتھ میں آگئی وہ کشتی پر سوار ہو کر ایک ایک مٹکا توڑنے لگے۔ یہاں تک کہ بجز ایک مٹکے کے اور سب توڑ ڈالے اور ملّاح فریاد کرتا رہا۔ حتیٰ کہ حاکم اس وقت کا جو یونس بن افلح تھا، چڑھ دوڑا اور نوری کو آکر گرفتار کر کے معتضد کے پاس روانہ کر دیا اور چونکہ معتضد کی تلوار پہلے چلتی تھی اور زبان پیچھے اس لیے لوگوں کو یقین ہُوا کہ وہ بدون قتل کیے نہ چھوڑے گا۔ ابوالحسین نوری فرماتے ہیں کہ جب مجھ کو خلیفہ کے سامنے لے گئے، وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور اُس کے ہاتھ میں ایک سونٹا تھا کہ اُس کو پلٹے دے رہا تھا۔ مجھ کو دیکھ کر کہا کہ تو کون ہے۔ مَیں نے کہا کہ محتسب ہوں۔ اُس نے کہا کہ تجھ کو حسبت کا عہدہ کس نے دیا۔ مَیں نے کہا جس نے تم کو امامت کا عہدہ دیا۔ اُس نے تھوڑی دیر گردن جھکائی۔ بعد اُس کے سر اٹھا کر کہا کہ تُو نے جو حرکت کی وجہ اس کی کیا تھی؟ مَیں نے کہا مجھ کو تمہارے حال پر ترس آیا کہ جس برائی کو تم سے ٹال سکتا ہوں اُس میں کوتاہی کیوں کروں۔ پھر خلیفہ سر نیچے کیے میری تقریر کو سوچتا رہا اور اس کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ سب مٹکوں میں سے ایک مٹکا کیسے بچ رہا۔ مَیں نے کہا کہ اس کی ایک وجہ ہے، اگر آپ مجھ کو اجازت دیں تو میں بیان کروں۔ کہا کہ بیان کرو۔ مَیں نے کہا کہ جس وقت مٹکوں کی طرف متوجہ ہُوا تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کا جلال بھرا تھا اور خوف مطالبۂ الٰہی چھایا ہُوا تھا، اس لیے میں نے اُن کے توڑنے پر جرأت کی اور مخلوق کی ہیبت مجھ کو کچھ نہ تھی۔ یہی حال سب مٹکوں کے توڑنے میں ہُوا۔ جب میں اس مٹکے پر پہنچا تو میرے نفس میں اس بات کی شیخی مجھ کو معلوم ہوئی کہ مَیں نے بادشاہ کے مٹکے توڑ دیئے۔ جبھی

میں نے ہاتھ کھینچ لیا اور اگر اس مٹکے پر پہنچنے میں مجھ کو وہی جوش ہوتا جو پہلے تھا، تو ایک یہ کیا اگر روئے زمین مٹکوں سے بھری ہوتی تب بھی میں توڑتا چلا جاتا اور کچھ پرواہ نہ کرتا۔ معتضد نے کہا کہ جاؤ ہم نے تمہارے ہاتھ کو بے روک کر دیا۔ جونسا منکر چاہو اس کو لگاڑ دو۔ میں نے کہا اے خلیفہ اب منکر لگاڑنے کو میں برا جانتا ہوں، اس لیے کہ پہلے تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے لگاڑتا تھا اور اب خدمت کی جہت سے لگاڑ دوں گا۔ معتضد نے کہا کہ تمہارا مطلب کیا ہے۔ میں نے کہا آپ حکم کر دیں کہ میں سلامت چلا جاؤں۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ کوئی اس سے مزاحم نہ ہو۔ غرضکہ بصرہ میں چلے آئے اور اکثر بصرہ ہی میں رہے اس خوف سے کہ مبادا کوئی ضرورت درپیش ہو تو نوبت معتضد سے سوال کرنے کی پہنچے۔ جب معتضد مر گیا تب بغداد میں واپس آئے۔ حاصل یہ کہ علماء کی عادت امر بالمعروف اور نہی منکر میں یہ تھی کہ بادشاہوں کے دبدبہ کی پرواکم کرتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ رکھتا تھا، تو اس کے فضل پر تکیہ کرتے تھے اور اگر شہادت روزی کرتا تھا تو اس کے حکم پر راضی تھے اور چونکہ اُنہوں نے اپنی نیّت خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کر لی تھی، اِس لیے اُن کے کلام کی تاثیر یہ ہوتی تھی کہ دل نرم ہو جاتے تھے اور سختی دُور ہو جاتی تھی اور اب تو طمع نے علماء کی زبان روک دی ہے کہ وہ کچھ کہتے ہیں تو اِس وجہ سے کہ اُن کا قول موافق اُن کے حال نہیں ہوتا۔ اس سے کچھ فائدہ مرتب نہیں اگر وہ سچے ہوتے اور علم کا حق ملحوظ رکھتے تو فلاح پاتے کیونکہ رعیّت کی ساری خرابی بادشاہوں کے خراب ہونے سے ہے اور بادشاہوں کی خرابی علماء کی خرابی سے ہے اور علماء کی خرابی مال اور جاہ کی محبّت سے ہے۔ تو جس شخص پر دُنیا کی محبت غالب ہو گی وہ رذیلوں اور ذلیلوں پر بھی حسبت نہ کر سکے گا بادشاہوں اور بڑے آدمیوں کا کیا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں مددگار رہے۔

بس آج یہ اُمت کی سب سے بڑی ضرورت ہے کہ دین کے سیکھنے کا نبوی اور فطری

طریقہ کار دوبارہ زندہ کیا جائے، کتابی نقوش کے ساتھ زندہ نفوس سے استفادہ کو، جو کہیں زیادہ آسان اور عمومی طریقِ تعلیم ہے، ضم کیا جائے۔ متمکن دینی اداروں اور اسلامی درسگاہوں کے ماتحت کچھ چلتی پھرتی درسگاہیں، جیتی جاگتی خانقاہیں اور بولتے چالتے صحیفے ہوں جو علوم نبویہ کے ان سمندروں سے (دینی مدارس) مشکیں بھر بھر کر عام زندگی کی کشت زاروں میں تاجروں کی تجارتوں، مزارعین کی زراعتوں اور اہلِ صنعت کی صنعتوں میں دین کا آبِ حیات پہنچائیں۔

ایک شاہراہ کے سوا آج سارے راستے بند ہیں

آج جہاں کہیں بھی کشت و خون ہو رہا ہے۔ آج جہاں کہیں بدامنی ہے۔ آج جہاں کہیں انسان انسان کو پامال کر رہا ہے۔ گھروں کو تاراج کر رہا ہے، بستیوں کو بے چراغ کر رہا ہے، وہاں صرف اغراض ہیں اور یہ سلسلہ کبھی بند نہیں ہو سکتا، اس کے بند کرنے کی طاقت دُنیا کے کسی فلسفے میں نہیں۔ اِس کے بند کرنے کی طاقت کسی مفکّر کے پاس نہیں، راستے گُم ہیں۔ دروازے بند ہیں۔ انسان کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے، صرف ایک راستہ باقی ہے اور وہ راستہ صرف انبیاء علیہم السّلام کا بنایا ہُوا راستہ ہے۔ وہ راستہ ہے تبلیغ کا۔

دِل بنا دُنیا بنی، دِل بگڑا دُنیا بگڑی

ہمارے اس ہاتھ میں اللہ نے بڑی طاقت رکھی ہے، لیکن یہ ہاتھ خود کوئی چیز نہیں، اِس کی کوئی ہستی نہیں۔ یہ ہاتھ مظلوم پر ظلم کے لیے اُٹھ سکتا ہے۔ ظالم کی مدد کے لیے اُٹھ سکتا ہے۔ اُٹھ کیا سکتا ہے اُٹھتا رہتا ہے۔ اور آج تو صرف اسی کے لیے اُٹھ رہا ہے۔ آج ساری انسانی توانائیاں اور اس کی ساری طاقتیں ظلم کے لیے وقف ہیں اور یہ کوئی انہونی اور بعید از قیاس بات نہیں، جب انسان کا دل بدل جائے انسان کے دل میں اور اُس کی نیّت میں فتور آجائے اور اُس کے دل کے اندر انسان کی دشمنی

گھر کر جائے، اُس کو انسان کے خُون کی چاٹ لگ جائے تو اس کا ہاتھ یتیم کا سر قلم کرنے کے لیے، بیوہ کے سر سے آخری دوپٹہ، یا اُس کے چہرے کو چھپانے کے لیے، اُس کی آبرو کی حفاظت کے لیے جو آخری سہارا رہ گیا ہے اُس کو چھین لینے کے لیے۔ غریب و مفلس کے فاقہ زدہ گھر سے جس کو ہفتوں کے بعد چند دانے پکانے کے لیے اپنا اور اپنے یتیم بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے ملے ہیں، یہ چند دانے اور اُس کا چولہا، توا اٹھا لینے اور اُس کی آگ کو گل کر دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ لیکن مسئلہ صرف ہاتھ کا نہیں بلکہ اس کا اور اِس طرح کی ساری خرابیوں کا انحصار اس پر ہے کہ انسان کے دل میں کیا ہے؟ اِس کا ارادہ کیا ہے؟ کیا انسان کے اندر خیر کی طلب پیدا ہو گئی؟ کیا اُس کے اندر خوف پیدا ہو گیا، کیا انسانیت کی حقیقت اس پر کھُل گئی؟ کیا انسان کو ہستی کا آغاز و انجام معلوم ہو گیا بس سارا انحصار اسی پر ہے۔ انسان کے دل میں اللہ تعالٰی نے جتنی زرخیزی رکھی ہے اور اُس کے اندر سونا اُگلنے کی جو صلاحیت رکھی ہے اُس کے سامنے سائبریا کے میدان اور کشمیر کی سرسبز و زرخیز زمین ہیچ ہے۔ اگر اُس کے اندر نیک ارادوں کے اُگنے، پھلنے پھُولنے اور پرورش پانے کی صلاحیّت پیدا ہو گئی اور انسان کے سفلی اغراض و مقاصد اور اُس کی سفلی خواہشات کھاد بننے کے لیے تیّار رہے تو انسان ان کو کھاد بنا کر اپنے دل کی سرزمین سے نیک ارادوں کی کھیتی پیدا کر سکتا ہے اور یہ کھیتی پھل دے سکتی ہے، پک سکتی ہے اور کاٹی جا سکتی ہے، لیکن اگر یہ دل کی سرزمین بنجر ہو گئی ہے تو اِس کے اندر کانٹے تو پیدا ہو سکتے ہیں، پھُول پیدا نہیں ہو سکتے۔ اُس کے اندر تلواریں تو اُگ سکتی ہیں لیکن امن دینے والی چھاؤں پیدا نہیں ہو سکتی۔ انسان کے دل کی کھیتی ایسی منحوس بن گئی ہے، ایسی اُلٹی ہو گئی ہے کہ اُس کے اندر زہر تو پیدا ہو سکتا ہے، تریاق پیدا نہیں ہو سکتا، بدامنی تو پیدا ہو سکتی ہے، امن پیدا نہیں ہو سکتا، نفرت تو پیدا ہو سکتی ہے محبّت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اپنے بچّوں کو پالنے کے لیے یتیموں کا پیٹ پھاڑنے کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے،

لیکن کسی بے کس، کسی مظلوم اور کسی مصیبت زدہ کی حفاظت اور کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنے کا جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا۔

تبلیغ والوں کی حوصلہ افزائی ایک بزرگ تھے، ان کی بیوی اُن کا کہنا نہیں مانتی تھی۔ بزرگوں کی بیویاں اکثر اسی طرح کی ہوتی ہیں، کیونکہ انہیں ہر وقت حقوق کی ادائیگی کی فکر رہتی ہے۔ انہوں نے اپنی بیوی کو اپنی کرامت دکھانی چاہی۔ چنانچہ اپنے مکان کے اُوپر پرواز کی۔ اُن کی بیوی نے بھی فضا میں اُڑتے ہوئے دیکھا۔ مگر جب یہ گھر آئے تو بیوی نے کہا کہ آج میں نے ایک بزرگ کو دیکھا ہے، جو چھت کے اُوپر اُڑ رہے تھے، تیرے میں کیا کمال ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ تو میں ہی تھا۔ بیوی نے کہا۔ جب ہی ٹیڑھے ٹیڑھے اُڑ رہے تھے۔

ایک مشہور قصّہ ہے۔ باپ بیٹا ایک ٹٹّو لے کر جا رہے تھے۔ باپ سوار ہو گیا اور بیٹا پیدل چلنے لگا۔ کچھ لوگوں نے دیکھا تو کہا کہ کیسا بے رحم باپ ہے۔ خود سوار ہے اور پھول سا بیٹا پیدل چل رہا ہے۔ باپ اُتر گیا اور بیٹے کو سوار کر دیا۔ کچھ دُور آگے پہنچے، تو وہاں بھی کچھ لوگ ملے۔ انہوں نے کہا، یہ کیسا ظلم ہے؟ بیٹا سوار اور باپ پیدل۔ اس کے بعد باپ بیٹا دونوں سوار ہو گئے۔ آگے چلے تو وہاں بھی کچھ لوگ ملے۔ انہوں نے کہا، کہ ظلم کی انتہا ہو گئی کہ بے زبان پر دونوں سوار ہیں۔ انہوں نے جب یہ سُنا تو دونوں اُتر کر پیدل چلنے لگے۔ کچھ دُور آگے چلے تو وہاں ایک مجمع نے اُن کو دیکھا، تو کہنا شروع کیا کہ حماقت کی انتہا ہو گئی کہ سواری ہوتے ہوئے دونوں پیدل چل رہے ہیں۔ اس پر باپ نے کہا کہ یہ دنیا ہے۔ یہاں ہر صورت میں تنقید کرنے والے ملیں گے ——— تبلیغ والو! کسی کے

کہنے سُننے کی پرواہ نہ کرو۔ اللہ کی رضا کے لئے تبلیغ کرتے جاؤ، اور جو کچھ لوگ کہیں، صبر کے ساتھ سُنتے جاؤ، اور اپنا کام جاری رکھو۔

دُنیا کے دُکھوں کا علاج صِرف یہ ہے کہ دل میں ایمان کا چراغ روشن کیا جائے

لوگو! تُم نے دل کی دُنیا میں یقین کھویا، تُم نے دل کی دُنیا میں انسان کی محبت کھوئی، تُم نے دل کی دُنیا میں ایمان کھویا، تُم نے دل کی دُنیا میں انسان پر اعتماد کھویا، تُم نے دل کی دُنیا میں خُدا کی محبّت کھوئی، اب تم اُس کو باہر تلاش کر رہے ہو، تم اس کو اقوامِ متحدہ کے پلیٹ فارم پر تلاش کر رہے ہو، تم اُس کو سیاسی کانفرنسوں میں تلاش کر رہے ہو، تم اُس کو سیاسی پارٹیوں میں تلاش کر رہے ہو، تم اُس کو یونیورسٹیوں کے ایوانوں میں تلاش کر رہے ہو، تم اُس کو کتب خانوں کے گوشوں میں تلاش کر رہے ہو، خدا کا قانون ہے، خدا کی غیرت کا فیصلہ ہے کہ جو چیز جہاں کھوئی ہے وہیں ملے گی۔ اب دنیا کا کوئی علاج نہیں، سُننے والے سُن لیں، لکھنے والے لکھ لیں، یاد کرنے والے یاد کرلیں کہ اب دُنیا کا کوئی علاج نہیں ہے، علاج صرف یہی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا دامن پکڑا جائے اور پھر وہ چراغ بھی روشن کیا جائے جس سے دل کی کھوئی ہوئی چیز ملے، دل کا سرا گم ہو چکا دل تک پہنچنے کا راستہ کسی کے پاس نہیں، افسوس یہ ہے کہ راستہ نہیں، دل تک پہنچنے کا راستہ بہت نازک ہے۔ یہ بہت پتلی گلی ہے مگر راستہ وہی ہے تبلیغ کا۔ لوگو! تبلیغ میں لگ کر اپنے دل کو بنالو۔ دل ایک زبان جانتا ہے، دل انصاف کی زبان جانتا ہے، دل محبّت کی زبان جانتا ہے، دل فلسفوں سے نہیں سمجھے گا۔ باریکیوں سے نہیں سمجھے گا، سائنس سے نہیں سمجھے گا، دل تو ایک ایمان کی زبان جانتا ہے، خدا کا نام لو تو دل جاگ اُٹھے گا، خدا کے نام سے پکارو، دل دوڑ پڑے گا، خدا کے نام کی دہائی دو، دل سب کچھ نچھاور کر دے گا۔ اور جب دل تیّار ہو جائے گا، تو پھر کسی

چیز کی کمی نہیں، وسائل کی کمی نہیں، طاقت کی کمی نہیں تنظیم کی کمی نہیں، دولت کی کمی نہیں، دانائی کی کمی نہیں، سب قدموں کے نیچے ہیں لیکن دل کو جگا لو اور دل کو ایک خیر کے راستے پر ڈال دو اور دِل میں انسان کی محبت پیدا کر دو، دل کی اس اوسر و بنجر زمین میں پھر صلاحیت پیدا کرو، اور وہ صلاحیت پیدا نہ ہوگی جب تک اپنے سفلی اغراض و مقاصد کی کھاد اسمیں نہ ڈالو گے، یہ تمہاری دولت پرستی، یہ تمہاری جاہ پرستی، یہ تمہاری غرض پرستی، یہ تمہاری حکومت پرستی یہ کھاد ہے دل کی، جب اس کو کھاد بنا کر زمین پر ڈالو گے تو دل کی کھیتی خزانہ اُگلے گی، پھر خلوص پیدا ہوگا۔ تُم نے دیکھا ہے کہ کھاد ہمیشہ گندی ہوتی ہے، مگر کھاد سے جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ کیسی لطیف و نظیف ہوتی ہے، جب اغراض کی غلط مقاصد کی کھاد، انسانیت دشمنی کی ... جاہ پرستی کی ... اور حکومت پرستی کی کھاد ڈالو گے تو اُس سے خلوص برآمد ہوگا، اُس سے صداقت برآمد ہوگی، اُس سے انصاف برآمد ہوگا، اُس سے انسانیت کی فلاح کی طلب برآمد ہوگی اور پھر دُنیا میں بہار آئے گی اور یہ دُنیا جنّت کا منظر بن جائے گی۔

دُعا گو اور طالب دُعا:

ابو ذر نعیم قرشی محمد اسلم کھڈیاں خاص، ضلع لاہور، پاکستان

دُعا

جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مُردہ شخص کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ڈوب رہا ہو، اور جان بچانے کے لئے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہا ہو چنانچہ مُردہ بھی اپنے بیوی بچّوں اور دوستوں کی دعاؤں کا منتظر رہتا ہے کیونکہ ان زندہ لوگوں کی دعائیں نور کے پہاڑوں کی طرح مُردوں تک پہنچتی ہیں۔ اور فرمایا، کہ دعاؤں کو نورانی طشتوں میں رکھ کر مُردوں کے سامنے لاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ تحفہ فلاں (دوست یا عزیز) کی طرف سے ہے اور مُردہ اس سے اسی طرح خوش ہوتا ہے جیسے کہ زندہ لوگ تحائف سے خوش ہوا کرتے ہیں۔ دُعا کے لئے کچھ ارکان ہیں اور کچھ پَر ہیں اور کچھ اسباب ہیں اور کچھ اوقات ہیں۔ اگر ارکان کے موافق ہوتی ہے تو دُعا قوی ہوتی ہے، اور پَروں کے موافق ہوتی ہے تو آسمان پر اُڑ جاتی ہے اور اگر اپنے اوقات کے موافق ہوتی ہے تو فائز ہوتی ہے، اور اسباب کے موافق ہوتی ہے تو کامیاب ہوتی ہے۔ دُعا کے ارکان حضورِ قلب، رقّت، عاجزی، خشوع اور اللہ کے ساتھ قلبی تعلّق ہے، اور اس کے پَر صدق ہے، اور اس کے اوقات رات کا آخری حصّہ، اور اس کے اسباب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود بھیجنا۔ حضرت ابو یزید رضؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تجھ کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی سی مناجات اور عیسیٰ علیہ السّلام کی سی روحانیت اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی سی خلت عنایت فرمادے تو اَور اُس سے زیادہ طلب کر، اس لئے کہ اُس کے پاس کچھ کمی نہیں۔ ان مراتب سے صدہا گُنا زیادہ اُس کے پاس موجود ہیں۔ ابراہیم بن ادہم سے کسی نے پوچھا کہ یہ تو فرمائیے کہ ہم لوگوں کی دُعا کیوں نہیں قبول ہوتی۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ تمہارے دل مُردہ ہیں۔ پوچھا کہ ان کے مُردہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آٹھ عادتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ اللہ کا حق معلوم کر کے اس کو بجا نہ لائے۔

دوم قرآن کو پڑھا اور اس کے بموجب عمل نہ کیا۔ سوم دعویٰ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا اور ان کے طریق کے موافق عمل نہ کیا۔ چہارم موت کا خوف کیا اور اس کے لئے سامان نہ کیا۔ پنجم حکم الٰہی یوں تھا کہ شیطان کو دشمن جانو، جیسا کہ فرمایا اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوًّا فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا، مگر تم نے معصیت میں اس سے یاری کی۔ ششم دعویٰ خوف دوزخ کا کیا مگر پھر اپنے بدنوں کو اس میں جھونک دیا۔ ہفتم جنّت کو دل سے چاہتے رہے مگر اس کے لئے کوئی کام نہ کیا۔ ہشتم صبح اُٹھتے ہی اپنے عیبوں کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور لوگوں کی عیب چینی اختیار کی۔ پس ان باتوں سے خدائے تعالیٰ ناراض ہو گیا، تو دعا کس طرح قبول فرماوے۔

عطا سلمی کہتے ہیں کہ ایک سال خشک سالی ہوئی۔ ہم بارش کی دُعا کے لئے نکلے۔ باہر دیکھا کہ سعدون مجنون قبرستان میں ہیں۔ انہوں نے مجھ کو دیکھ کر کہا کہ کیا دن قیامت کا ہے یا قبروں سے لوگ نکل پڑے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ بلکہ بارش نہیں ہوئی اس لئے لوگ دعا کو نکلے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ اے عطا کونسے دلوں سے دُعا مانگتے ہو۔ زمینی سے آسمانی سے۔ میں نے کہا کہ آسمانی سے۔ انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ اے عطا! کھوٹے سکّوں والوں سے کہہ دو کہ کھوٹے دام نہ چلاویں کہ پرکھیا بڑا بینا ہے۔ پھر انہوں نے اپنی آنکھ سے آسمان کو دیکھ کر کہا۔ کہ الٰہی و سیدی و مولائی! اپنے شہروں کو اپنے بندوں کے گناہوں سے ہلاک مت کر بلکہ بہ طفیل اپنے اسمائے مکنون اور اپنی نعمائے مخزون کے، ہم کو کثرت سے شیریں پانی عنایت فرما، جس سے تُو بندوں کو زندہ کرے اور شہروں کو سیراب فرما دے۔ تُو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ عطا کہتے ہیں کہ سعدون نے یہ دُعا تمام نہ کی تھی، کہ آسمان سے رعد کی صدا بلند ہوئی اور بجلی چمکی اور پانی موسلا دھار گرنے لگا سعدون وہاں سے یہ کہتے ہوئے چل دیئے ؎

زاہد اور اہلِ عبادت کو ہے واقع میں فلاح
کیونکہ مالک کے لئے کرتے ہیں فاقے پیہم
چشمِ بیمار میں ان کی نہیں ہے خواب کو دخل
یادِ محبوب میں رہتی ہیں وہ شب بھر خرّم
ہیں عبادت میں خدا کی وہ یہاں تک مصروف
ان کو نسبت بجنوں کرتا ہے سارا عالم

ایک جامع دُعا بتاتا ہوں۔ جو کوئی صبح و شام اس دُعا کو پڑھے اس کے گناہ نابود ہوں اور سرور دائم رہے، اور خطائیں محو ہوں، اور دُعا مقبول ہو اور رزق میں کشادگی ہو، اور اس کا عمل خالص ہو اور دشمن پر مدد ملے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھا جائے اور بجز شہید ہونے کے اور طرح نہ مرے، اور دُعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ کما لطفت فی	الٰہی! جیسا تُو لطیف ہوا اپنی عظمت
عظمتك دون اللطفاء	میں اور لطیفوں کے سوا اور تُو
وعلوت بعظمتك علی	بڑھ گیا اپنی عظمت سے سب عظمتوں
العظماء وعلمت ماتحت	پر، اور تُو نے جانا اپنی زمین کے نیچے
ارضك کعلمك بما فوق	کی چیز کو جیسے تُو جانتا ہے اپنے عرش
عرشك وکانت وساوس	کے اُوپر کی چیز کو، اور سینوں کے
الصدور کالعلانیة عندك	وسوسے ہیں تیرے نزدیک مثل
وعلانیة القول کالسر	کُھلی بات کے، اور کُھلی بات اور
فی علمك وانقاد کل	چھپی بات تیرے علم میں یکساں ہے
شیءٍ بعظمتك و	اور ہر ایک چیز تیری عظمت کے سامنے

کل ذی سلطان لسلطانك
وصار امر الدنیا والاٰخرۃ
کله بیدك اجعل لی
من کل هم امسیت
فیه فرجاً و مخرجاً
اللّٰهمّ ان عفوك عن
ذنوبی و تجاوزك عن
خطیئتی وسترك علی قبیح
عملی اطعنی ان اسئلك
ما لا استوجبه لما
قصرت فیه ادعوك امنا
و اسئالك ستانسا و
انك المحسن ای وانا
المسیٔ الی نفسی فیما
بینی و بینك تتوودالی
بالنعم وتتبغض الیك
بالمعاصی ولکن الثقه
بك حملتنی علیٰ بجراۃ
علیك فعد بفضلك
احسانك علیٰ انك انت
التواب الرّحیم ○

پست ہوگئی ہے اور دنیا اور آخرت
کا معاملہ بالکل تیرے قبضہ میں آرہا
ہے۔ تُو میرے لئے کشادگی اور نکاسی
کر دے ہر تردّد سے جس میں مبتلا
ہوں۔ الٰہی تیرے معاف کرنے سے
میرے گناہوں کو اور درگذر فرمانے
سے میری خطاؤں سے اور پردہ پوشی
نے میرے بُرے کاموں پر مجھ کو اس
بات کی طمع دلائی کہ تجھ سے ایسی بات
کا سوال کرتا ہوں، جس کا مستحق
نہیں۔ باعث اپنی تقصیر کے مَیں تجھ
سے بے دھڑک دعا مانگتا ہوں، اور
تجھ سے مل کر اور پرچ کر سوال کرتا
ہوں اور تُو میرے اُوپر احسان کرتا
ہے اور مَیں اپنے نفس کے ساتھ بُرائی
کرتا ہوں۔ تو مجھ میں اور تجھ میں کیا
نسبت۔ تُو نعمتیں دے کر میرا دوست
بنتا ہے اور مَیں گناہ کر کے تیرا دشمن۔
مجھ کو پھر اعتماد ہے اسی نے مجھ کو برانگیختہ
کیا کہ تجھ پر جرأت کروں۔ پس تو اپنا
عقل اور احسان مجھ پر بدستور سابق فرما

اے اللہ میں آپ سے ہدایت والوں کی سی توفیق مانگتا ہوں اور یقین والوں کے عمل اور توبہ والوں کا خلوص مانگتا ہوں، اور صابرین کی پختگی اور آپ سے ڈرنے والوں کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں اور رغبت والوں کی سی طلب اور پرہیزگاروں کی سی عبادت اور علماء کی سی معرفت، تاکہ میں آپ سے ڈرنے لگوں۔ اے اللہ! ایسا ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے۔ اور تاکہ میں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل کرنے لگوں جن کی وجہ سے آپ کی رضا اور خوشنودی کا مستحق بن جاؤں۔ تاکہ خلوص کی توبہ آپ کے ڈر سے کرنے لگوں، تاکہ سچّا اخلاص آپ کی محبّت کی وجہ سے کرنے لگوں، اور تاکہ آپ کے حُسنِ ظن کی وجہ سے آپ پر توکّل کرنے لگوں اے نُور کے پیدا کرنے والے! تیری ذات پاک ہے۔ اے ہمارے ربّ ہمیں کامل نُور عطا فرما، اور تُو ہماری مغفرت فرما۔ بے شک تُو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے ارحم الراحمین! اپنی رحمت سے درخواست قبول فرما۔

يَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ وَيَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ وَيَا مُقَلِّبَ

اے کھولنے والے دروازوں کے اور اے سبب پیدا کرنیوالے اسباب کے اور اے پھیرنے

الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ وَيَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ،

والے دلوں کے اور نگاہوں کے اور اے فریاد سُننے والے فریاد کرنے والوں کے،

وَيَا دَلِيْلَ الْمُتَحَيِّرِيْنَ وَيَا مُفَرِّجَ الْمَحْزُوْنِيْنَ،

اور اے راہ بتانے والے حیرانوں کے، اور اے فرحت دینے والے غمگینوں کے،

اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ اَغِثْنِیْ

میری فریاد سُن لے میری فریاد سُن لے میری فریاد سُن لے

تَوَكَّلْتُ عَلَيْكَ يَا رَبِّیْ وَفَوَّضْتُ اِلَيْكَ اَمْرِیْ

بھروسہ کیا میں نے تجھ پر اے پروردگار میرے، اور سپرد کیا میں نے تجھ کو کام اپنا۔

یَا رَبُّ یَا رَبُّ یَا رَبُّ یَا اَللّٰہُ یَا بَاسِطُ

اے پروردگار، اے پروردگار، اے پروردگار، اے اللہ، اے خوشحالی بخشنے والے

یَا رَزَّاقُ یَا فَتَّاحُ یَا کَرِیْمُ

اے روزی دینے والے، اے رحمت کے دروازے کھولنے والے، اے سخی۔

اے اللہ! ہم عاجز بندے تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تیرے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں اے اللہ! ہمارے دلوں کو اخلاص کے ساتھ اپنے دین کی طرف پھیر دے۔ اے اللہ! ہمارے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دے۔ اے اللہ! ہم کو پکّا اور سچّا مسلمان بنا دے۔ اے اللہ! ہماری مشکلات کو حل فرما دے۔ اے اللہ! ہم کو اسلام پر استقامت نصیب فرما۔ اے اللہ! ہم سے راضی ہو جا۔ ہم کو شیطان اور نفس کے شر سے بچا۔ اے اللہ! ایمان کے ساتھ خاتمہ کیجیو۔ اے اللہ! ہمارے قدموں کو صراطِ مستقیم پر قائم رہنے والا بنا دے۔ اے اللہ! اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق بخش دے۔ اے اللہ! اپنی خاص رحمت نازل فرما، اور اپنے قہر و غضب سے بچا لے۔ اے اللہ! قیامت کے روز رسوائی سے بچا لینا۔ اے اللہ! اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عنایت فرمانا۔ قیامت کے روز اپنا دیدار نصیب فرمانا۔ اے اللہ! کُل اُمّتِ محمّدیہ کو حشر کی رسوائی سے پناہ عنایت فرما۔ اسلام کا بول بالا فرما۔ اسلام کا جھنڈا بلند فرما۔ اے اللہ! تمام مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کر دے۔ اسلام کی حفاظت فرما۔ ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔ اے اللہ! قبر کے اندھیرے اور عذاب سے بچانا۔ منکر نکیر کے سوالات کے وقت ہماری مدد فرمانا۔ ہمارا نامہ اعمال ہمارے داہنے ہاتھ میں دینا۔ اے اللہ! ہمیں حلال روزی نصیب فرما۔ ہمارے کاروبار میں اپنی رحمت سے برکت اور ترقی عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں اخلاص نصیب فرما۔ ہمارے دلوں سے حسد، بغض، کینہ دُور فرما۔ ہم کو دجّال کے فتنے، موت کی سختی، قبر کے عذاب،

قیامت کی گرمی اور جہنّم کی آگ سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! پُل صراط کا راستہ آسان فرما اور جنّت الفردوس میں جگہ عطا فرما۔ اے اللہ! تنگدستی اور خوف، گھبراہٹ اور قرض کے بوجھ کو دُور فرما۔ اے اللہ! حضور سرورِ کائنات حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیارے طریقے ہم کو سکھا دے۔ اور اپنے پیارے صحابہؓ کے عملوں کی جِلا ہمارے ہر کام میں پیدا فرما۔ اے اللہ! ہمارے بچّوں کو علم دین کی دولت سے سرفراز فرما، اور نیک و صالح بنا۔ اے اللہ! ہم گناہوں کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں، صرف تیری رحمت کا آسرا ہے تُو ہم کو اپنی رحمت سے بخش دے۔ اے اللہ! ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے رسولؐ کی محبّت عطا فرما۔ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت نصیب فرما۔ ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔ آمین۔

اے اللہ! جن لوگوں کو تُو نے نبیوں اور صدیقوں جیسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور شہیدوں اور نیکوں کا درجہ بخشا ہے اُن کی صُحبت ہمیں عطا کر۔ ہمیں یقین ہے تُو ہمیں اپنی نعمت سے محروم نہ رکھے گا کیونکہ تُو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ اے اللہ! جو لوگ قبروں کے اندر گناہوں کی پاداش میں گرفتارِ بلا ہیں، اُن کی رہائی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یہ لوگ غربت میں مسافر کی حیثیت سے پڑے ہیں، اُن کے اُوپر مٹی پڑی ہے جس سے اُن کی خوبصورتی ختم ہوگئی ہے۔ سانپ بچھو وغیرہ ان کا جسم کھا رہے ہیں، یہ لوگ عمارت کی صورت میں قبر کے اندر پڑے ہیں۔ یہ بات نہیں کر سکتے۔ حشر تک اسی طرح پڑے رہیں گے۔ ان میں نیک اور بدکار بھی ہیں۔ گنہ گار اور تیری راہ میں کوشش کرنے والے بھی ہیں۔ غرض سب قسم کے لوگ ہیں اے اللہ! جو اِن میں بدحال ہیں، انہیں خوش حالی اور بزرگی عطا فرما۔ جو پریشان ہیں اُن کا غم و فکر دُور کر دے۔ اس کے بدلے اُنہیں خوشی بخش۔ اے اللہ! مسلمان مَردوں پر خواہ پیادہ ہوں خواہ مقیم، ان سب نے تیری بارگاہ میں گردنیں خم کر رکھی ہیں

اُن پر مہربانی فرما، اور ان کی عاجزی قبول کر۔ جبتک یہ لوگ قبروں کے اندر رہیں، تیری رحمت پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ تیری بارگاہ سے توقع رکھتے ہیں کہ انہیں بلند درجے عطا ہوں۔ تُو ان کی قبروں کو رحمت کی جگہ بنا دے، ان پر بخشش فرما۔ ان کے باپ بیٹوں، بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب جو ان کے وجود سے پہلے برباد و ویران ہو جائیں، ان کی صفات وکدورت کو بدل دے قبل اس کے کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے اور زمین کے طبقات تلے چلے جائیں، اس سے قبل کہ مہربانی کا کلمہ ان کے حق میں نفرت کا کلمہ بن جائے، ایسا وقت آئے کہ دن رات میں تبدیل ہو جائے سب زمین اور آسمان والوں کو موت اپنی نیند سُلا دے۔ جب بوڑھے ہائے کہیں، ضعیف اور جوان لوگ اُف کہیں، رسوا اور بدکار لوگ نا اُمید ہو جائیں، نوجوان مستورات کو پکاریں۔ اے زمین و آسمان کے مالک! تُو اپنی رحمت نازل فرما۔ اپنی خاص بخشش فرما۔ کیونکہ لوگ اپنے بُرے کاموں سے پریشان ہو رہے ہیں، خوف سے کانپ رہے ہیں، شرم کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں، اُن کے منہ پر خاموشی کی مُہر لگی ہے۔ وہ بولنے سے معذور ہیں، اپنے بُرے اعمال کے باعث شرمندہ اور سرنگوں ہیں۔ جس چیز سے ان کی دوستی تھی اب اُس سے ڈر رہے ہیں۔ اب کہتے ہیں کیا ہی اچھا ہوتا اگر خدا ہمیں پیدا ہی نہ کرتا۔ اے اللہ! تُو ہی اپنی قوّت سے ہر چیز کو حرکت دینے والا اور ہر آواز کو سُننے والا ہے۔ موت کے بعد دوبارہ ہڈیوں کے جسم کو دوبارہ لباس پہنانے والا ہے، تُو آنحضرتؐ اور اُن کی آل پر دُرود بھیج۔ اس متبرک رات کی بزرگی کے بدلے ہمارا ہر گناہ بخش دے۔ ہمارے رنج و درد کو خوشی و راحت میں تبدیل کر۔ تکلیف میں مبتلا ہونے والے ہر شخص کو سلامت رکھ۔ ہر بدکار کی بدکاری کو دُور کر دے جس کا حق چھینا گیا ہو اس کا حق اسے دلا دے۔ کوئی گنہگار ایسا نہ رہے جو توبہ نہ کرے۔ ہر فرد کو اپنی رحمت کے سایہ میں رکھ۔ ہماری دینی و دنیوی ضروریات پوری کر دے مگر جس حاجت

میں تیری خوشنودی نہ ہو اُسے پورا نہ کر۔ ہمیں نیکی عطا فرما، اور ہماری گم شدہ چیز واپس ملنے میں ہماری مدد فرما، کیونکہ تو ہی سب مہربانوں سے زیادہ رحیم ہے۔ تو ہمارے گناہ بخش دے۔ ہمارے والدین، بہن بھائی، ان کی اولاد، قریبی دوست اور اساتذہ، اور وُہ لوگ جو ہمارے لئے دُعا مانگتے ہیں، جو تیرے دوست ہیں، خواہ زندہ ہیں یا مُردہ، ان سب کو اپنی رحمت سے معاف کر دے کیونکہ تو ہی بلائیں دُور کرنے والا ہے دُعائیں قبول کرنے والا ہے۔ تُو ہی ہمارے رنج دُور کر سکتا ہے، تُو ہی ان سب صفات کا مالک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل سب مخلوق سے زیادہ بزرگ ہیں ان سب پر درُود بھیج اور قرآنی آیات سے ہمیں فائدہ پہنچا۔ قرآن کی برکت سے ہمارے عیب ڈھانپ دے، رمضان المبارک کی برکت سے انہیں چھپا دے۔ اے اللہ! رمضان کے روزوں اور رات کے قیام کی برکت سے ہمارے درجے بلند کر۔ اے خفیہ رازوں کے جاننے والے، آنحضرت اور ان کی اولاد پر درُود بھیج۔ قرآن کریم کی برکت سے ہمارے سارے گناہ بخش دے اس کے طفیل ہماری بخشش اور بزرگی میں اضافہ کر۔ ہمارے بیماروں کو شفا دے، جو مر چکے ہیں اُن پر رحم کر، دین و دنیا کے بارے میں جو کچھ ہم پر گذرنے والا ہے اس کی اصلاح فرما۔ ہمارے گناہوں کا بوجھ ہلکا کر دے، اپنے پاک اور نیک لوگوں جیسی خصلت ہمیں عطا فرما۔ ہمارے گناہ اور ہماری لغزشیں بخش دے۔ کدورت سے ہمارے دل اور سینے پاک کر دے۔ سارے تفکّرات سے ہمارے دل صاف کر دے۔ ہمیں قحط سے بچا۔ بُروں کی بُرائی اور مکّاری سے بچا۔ جبتک ہم زندہ ہیں۔ ہمیں اصحاب کی دوستی پر قائم رکھ۔ میدانِ حشر میں ان کے ساتھ کر دے۔ مجھے اور دوسرے لوگوں کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر۔ دنیا و آخرت میں ہمیں نیک بنا اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔ تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جس کی نعمتوں کا کوئی حساب نہیں۔ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی آل، اصحاب اور ان کی پاک ازواج پر درُود و سلام ہو۔

اصلی انسانی زیور

یہ نظم لڑکیوں کو حفظ کرادی جائے تو مناسب ہے

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی اماں جان سے
آپ زیور کی کریں تعریف مجھ انجان سے

کون سے زیور ہیں اچھے یہ جتا دیجے مجھے
اور جو بدزیب ہیں وہ بھی بتا دیجے مجھے

تاکہ اچھے اور بُرے میں مجھ کو بھی ہو امتیاز
اور مجھ پر آپ کی برکت سے کُھل جائے یہ راز

یُوں کہا ماں نے محبّت سے کہ اے بیٹی مری
گوشِ دل سے بات سُن لو زیوروں کی تُم ذری

سیم وزر کے زیوروں کو لوگ کہتے ہیں بھلا
پر نہ میری جان ہونا تم کبھی ان پر فدا

سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے
چار دِن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے

تم کو لازم ہے کرو مرغوب ایسے زیورات
دین و دُنیا کی بھلائی جس سے اے جاں آئے ہاتھ

سر پہ جھومر عقل کا رکھنا تم اُے بیٹی مدام
چلتے ہیں جسکے ذریعے سے ہی سب انساں کے کام

بالیاں ہوں کان میں اے جان گوشِ ہوش کی
اور نصیحت لاکھ تیرے جھُومکوں میں ہو بھری

اور آویزے نصائح ہوں کہ دل آویز ہوں
گر کرے ان پر عمل تیرے نصیبے تیز ہوں

کان کے پتّے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب
کان میں رکھو نصیحت دیں جو اوراقِ کتاب

اور زیور گر گلے کے کُچھ تجھے درکار ہوں
نیکیاں پیاری مری تیرے گلے کا ہار ہوں

قوّتِ بازو کا حاصل تجھ کو بازو بند ہو
کامیابی سے سَدا تو خرّم و خرسند ہو

ہیں جو سب بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہیں
ہمّتیں بازو کی اے بیٹی تری درکار ہیں

ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے
دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے

کیا کرو گی اے مری جاں زیورِ خلخال کو
پھینک دینا چاہیے بیٹی بس اس جنجال کو

سب سے اچھا پاؤں کا زیور یہ ہے نورِ بصر
تُم رہو ثابت قدم ہر وقت راہِ نیک پر

سیم وزر کا پاؤں میں زیور نہ ہو تو ڈر نہیں
راستی سے پاؤں پھسلے گر نہ میری جاں کہیں

اُن کتابوں کی تفصیل جن سے استفادہ کر کے یہ کتاب جنت کا منظر مرتّب کی گئی ہے

- احیاء العلوم ———— حضرت امام غزالیؒ
- کیمیائے سعادت ———— حضرت امام غزالیؒ
- غنیۃ الطالبین ———— حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ
- فیض سبحانی ———— حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ
- گلستان ———— حضرت شیخ سعدیؒ
- نزہۃ المجالس ———— حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب صفوری شافعیؒ
- ملفوظات حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ ————
- سیر الاقطاب ———— حضرت الہدیہ ابن شیخ عبد الرحیم صاحب
- تذکرۃ الاولیاء ———— حضرت فرید الدین عطارؒ
- خطبات مدراس ———— سید سلیمان ندویؒ
- اکرام المواعظ ———— حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دہلوی
- الطبقات الکبریٰ ———— حضرت علامہ عبد الوہاب الشعرانی
- تبلیغی نصاب / فضائل صدقات، فضائل حج و نصائح حج ———— حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری
- تاریخ دعوت و عزیمت، مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں، کاروانِ مدینہ ———— حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی
- بزمِ صوفیہ ———— سید صباح الدین عبد الرحمٰن

خدا کا آخری پیغام ○ کشف حال الموتیٰ والقبور ○ نزہۃ البساتین روض الریاحین اور دیگر بہت سی دینی کتب